سُنن ابنِ ماجہ (اردو) (مترجم)

جلد اوّل

كتاب السنة - أبواب المساجد والجماعات

أحاديث: 01 - 802

امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ

ترجمہ و فوائد: مولانا عطاء اللہ ساجد

تحقیق و تخریج: حافظ ابو طاہر زبیر علی زئی

دارالسلام

سعودی عرب (ہیڈ آفس)

پوسٹ بکس: 22743 الریاض: 11416 سعودی عرب فون: 4043432-4033962 1 00966 فیکس: 4021659
E-mail: darussalam@awalnet.net.sa - riyadh@dar-us-salam.com
Website: www.darussalam.com

• الریاض۔ العلیا۔ فون: 4614483 01 فیکس: 4644945 • الملز فون: 4735220 01 فیکس: 4735221 • سویلم فون: 2860422 01
• مندوب الریاض: موبائل: 0503459695-0505196736 • قصیم (بریدہ): فون / فیکس: 3696124 06 موبائل: 0503417156
• مکہ مکرمہ: موبائل: 0502839948-0506640175 • مدینہ منورہ فون: 8234446 04 فیکس: 8151121 موبائل: 0503417155
• جدہ فون: 6879254 02 فیکس: 6336270 • الخبر فون: 8692900 03 فیکس: 8691551
• خمیس مشیط فون / فیکس: 2207055 07 موبائل: 0500710328 • ینبع البحر فون / فیکس: 3908027 04 موبائل: 0500887341

شارجہ فون: 5632623 6 00971 امریکہ • ہوسٹن فون: 7220419 713 001 • نیویارک فون: 6255925 718 001
لندن فون: 4885 539 208 0044 آسٹریلیا فون: 4040 9758 2 0061

پاکستان (ہیڈ آفس و مرکزی شوروم)

• 36- لوئر مال، سیکرٹریٹ سٹاپ، لاہور
فون: 7110081-7111023-7232400-7240024 42 0092 فیکس: 7354072
موبائل: 4212174 0321-8484569 0322 • غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703
Website: www.darussalampk.com E-mail: info@darussalampk.com

کراچی طارق روڈ بالمقابل فری پورٹ شاپنگ مال فون: 4393936 21 0092 فیکس: 4393937

اسلام آباد F-8 مرکز، اسلام آباد فون / فیکس: 0092 51 2281513 موبائل: 0321 5370378

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر

ابن ماجه، محمد بن يزيد

سنن ابن ماجه اللغة الاردية. / محمد بن يزيد ابن ماجه - الرياض، ١٤٢٨ هـ

ص: ٦٣٢ مقاس: ١٤×٢١ سم

ردمك: ٩٧٨-٩٩٦٠-٩٩٦٩-٧-٤ (مجموعة)

٩٧٨-٩٩٦٠-٩٩٦٩-٨-١ (ج ١)

١- الحديث - سنن ٢- الحديث - الكتب الستة أ. العنوان

ديوي ٢٣٥,٦ ١٤٢٨/٤٨٩٨

رقم الإيداع: ١٤٢٨/٤٨٩٨

ردمك: ٩٧٨-٩٩٦٠-٩٩٦٩-٧-٤

٩٧٨-٩٩٦٠-٩٩٦٩-٨-١ (ج ١)

جلد اوّل

سُنن ابنِ ماجہ

(مترجم)

کتاب السنة — أبواب المساجد والجماعات احادیث: 1 — 802

تالیف

امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ القزوینی رحمہ اللہ

ترجمہ و فوائد

فضیلۃ الشیخ مولانا عطاء اللہ ساجد حفظہ اللہ

تحقیق و تخریج

حافظ ابو طاہر زبیر علی زئی حفظہ اللہ

نظر ثانی، تصحیح و تنقیح اور اضافات

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

مولانا ابو عبداللہ محمد عبدالجبار حفظہ اللہ — حافظ آصف اقبال حفظہ اللہ

مولانا ابو محمد محمد اجمل حفظہ اللہ — حافظ عبدالخالق حفظہ اللہ

مولانا عثمان منیب حفظہ اللہ

دار السلام
DARUSSALAM

قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم
نضر الله امرأ
سمع منا حديثا فحفظه حتى يبلغه
www.KitaboSunnat.com
صدق حبيب الله ﷺ
"اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ اور شاداب رکھے جس نے ہم سے
کوئی حدیث سنی، پھر اسے یاد کرکے لوگوں تک پہنچا دیا۔"
(سنن ابوداؤد، العلم، حدیث ٣٦٦٠)

أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ
الْكِتَابَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ
أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ
الْقُرْآنَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ
”اچھی طرح سُن لو! مجھے کتاب دی گئی ہے اور اس کے ساتھ
اس کی مثل (سنت) بھی، خبردار! مجھے قرآن دیا گیا ہے
اور اس کے ساتھ اس کی مثل (سُنّت) بھی“۔(مسند احمد ۲/ ۱۳۰)

فہرست مضامین (جلد اول)

عرضِ ناشر

بنی نوعِ انسان کی ہدایت کے لیے اسلام نے دو مستند حوالے اور راستے پیش کیے ہیں۔ ان میں سے ایک راستہ قرآن حکیم کی آیاتِ بینات سے ملتا ہے جب کہ اس سے ہم آہنگ ایک دوسرا جادۂ شریعت ہے جسے ہم سنت یا حدیث کہتے ہیں۔ قرآن مجید نے اپنی اصولی اور اجمالی تعلیمات کی تشریح و تفسیر اور توضیح و تصریح کے لیے خود سنت اور اسوۂ حسنہ کی ضرورت کو بیان کیا ہے۔ قرآن مجید کے احکام و نصوص کی وضاحت کے لیے اگر ذخیرۂ احادیث موجود نہ ہو تو دین و شریعت کا ماخذِ اوّل خود چیستان بن جائے گا۔ پیش نظر رہے کہ احادیث میں شریعت کا جو تشریحی اور توضیحی سرمایہ موجود ہے' نبی ﷺ کو یہ علم بھی اللہ تعالیٰ سے جبریل امین علیہ السلام کے ذریعے سے میسر آتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کو وحیِ متلو اور حدیث کو وحیِ غیر متلو کہا جاتا ہے۔

عربی زبان میں ''حدیث'' کا لفظ گفتگو' نئی بات' قابل ذکر واقعہ' نئی چیز یا کلام کے معنی میں مستعمل ہے' مگر جب یہ ایک اصطلاح کے طور پر استعمال ہو تو اس سے مراد رسول کریم ﷺ کے اقوال و افعال اور اعمال و احوال ہوتے ہیں یا یوں کہیے کہ رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی اور رسالت سے متعلق راویوں (صحابۂ کرام اور ان کے فیض یافتگان) کے ذریعے سے جو کچھ ہم تک پہنچا ہے' وہ حدیث کہلاتا ہے۔ حدیث کو سنت' خبر اور اثر بھی کہتے ہیں۔ یہ تمام ذخیرۂ حدیث قولی' فعلی یا تقریری نوعیت کا ہے' البتہ بعض حضرات نے آپ ﷺ کے شمائل (خصائل و عادات) کو بھی گنجینۂ حدیث میں شامل رکھا ہے۔

ذخیرۂ حدیث کی حجیت' صداقت اور شرعی حیثیت ایک امر مسلم ہے۔ رسول کریم ﷺ کی بعثت کے آغاز ہی سے قلم و قرطاس اور تحریر و نگارش کا سلسلہ شروع ہوا۔ ﴿اَلَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ﴾ (العلق) اور ﴿نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ﴾ (القلم) کی آیات کے حوالے سے عہدِ رسالت میں کتابت کے فن کو فروغ ملا۔ عرب و حجاز کے لوگ جو استحضار (حفظ و ضبط) کو اپنا شرف و افتخار سمجھتے تھے' اب ان کے ہاں تحریر و تسوید کا پہلو بھی سامنے آیا۔ کتب میں قرآن مجید کے پچاس سے زائد کاتبوں کا تذکرہ ملتا ہے جبکہ احادیث کی روایت و کتابت کا عہد بہ عہد ایک

وسیع نظام دکھائی دیتا ہے۔عہدِ رسالت میں قرآنِ مجید کے علاوہ جن امور کو با قاعدہ لکھا جارہا تھا' وہ درج ذیل تھے:

اسلامی ریاست کے سرکاری مراسلے' مکتوبات نبوی' دستور مملکت' خطبات نبوی' معاہدات' ہبہ نامے' امان نامے' مردم شماری' غلاموں کی آزادی کے پروانے' مختلف علاقوں اور صوبوں کے گورنروں اور عمال کے نام سرکاری ہدایات' بیت المال میں آمد وخرچ کی تفصیلات اور متعدد صحابہ کا ذخیرۂ احادیث جو آپ کے افعال کی رؤیت یا گفتگو کی سماعت پر مشتمل ہوتا تھا...... کمال ضبط واحتیاط سے مختلف چیزوں پر لکھے ہوئے اس گرانقدر سرمائے کے علاوہ عہدِ صحابہ میں احادیث کے ذخیرے کو جس توجہ اور ذمے داری کے ساتھ لکھا گیا' اس کی مستند تفصیلات ہمارے سامنے موجود ہیں۔

نبی ﷺ نے متعدد مواقع پر بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو ہدایت کی کہ وہ آپ سے حاصل ہونے والے علم کو لکھ لیا کریں۔ خطبۂ حجۃ الوداع کے موقع پر یمن کے ابوشاہ کی درخواست پر اسے لکھوایا گیا۔

عہدِ نبوی اور دورِ صحابہ کی ان روایات کو جب بعد کے طبقات وادوار میں جمع کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی تو اس کے حوالے سے روایت ودرایت' جرح وتعدیل اور اصطلاحات حدیث کا ایک ایسا علم وجود میں آیا جس نے اس ذخیرۂ حدیث کی حفاظت' ثقاہت' وضاحت اور استناد میں ایک سائنٹیفک اسلوب فراہم کیا۔ ان علوم الحدیث میں اسماء الرجال تو تاریخ عالم کا ممتاز ترین علم اور فن ہے جس کے متعلق ''الإصابة في تمييز الصحابة'' کو ایڈٹ کرتے ہوئے جرمن مستشرق ڈاکٹر اسپرنگر نے اپنے مقدمہ میں یہ تاریخی الفاظ لکھے:

''دنیا میں کوئی ایسی قوم نہیں گزری اور نہ آج کہیں موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال کا عظیم المرتبت فن ایجاد کیا ہو جس کے باعث پانچ لاکھ مسلمانوں کے احوال معلوم ہو سکتے ہیں۔''

ہمیں اعتراف ہے کہ دشمنان اسلام' منافقین اور بعض دجالوں نے احادیث کو اپنی جانب سے وضع کر کے پھیلانے کی کوشش کی۔ اس موقع پر محدثین نے جس ایمانی غیرت' مشاہداتی قوت' علمی ادراک' تاریخی ذوق اور سائنسی شعور کے ساتھ ان وضاعین کا مقابلہ کیا اور ذخیرۂ حدیث سے ان کی جعلی روایات کو نکال باہر کیا' یہ تاریخ علوم انسانی کا سب سے بڑا افتخار ہے۔ اس سلسلے میں ایک ایمان افروز واقعہ ملاحظہ کیجیے:

خلیفہ ہارون الرشید (170ھ تا 193ھ) نے ایک زندیق کو گرفتار کر کے اس کے قتل کا حکم صادر کر دیا جو وضع حدیث کے جرم میں گرفتار تھا۔ اس موقع پر اس زندیق نے ہارون سے کہا کہ اے امیر المومنین! آپ ان چار

ہزار احادیث کا کیا کریں گے جو میں نے وضع کی ہیں اور ان میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنا دیا ہے' حالانکہ ان میں ایک لفظ بھی رسول کریم ﷺ نے بیان نہیں فرمایا؟ اس پر ہارون نے کہا:

[أين أنت يا عدوّالله من أبي إسحاق الفزاري وعبدالله بن المبارك ينخلانها، فيخرجانها حرفًا حرفًا]

''اے اللہ کے دشمن! تو ابو اسحاق فزاری اور عبداللہ بن مبارک سے بچ کر کہاں جائے گا جو ان (وضعی احادیث) کو چھلنی کی طرح چھان کر ان کا ایک ایک حرف نکال باہر پھینکیں گے؟''

یہ حقیقت الم نشرح ہے کہ اس امت کی ہدایت کے لیے قرآن کے بعد حدیث کے چشمۂ صافی کو محدثین عظام رحمہم اللہ کی علمی اور تحقیقی کاوشوں نے استناد اور اعتماد عطا کر دیا۔ روایت و درایت' جرح و تعدیل اور اسماء الرجال کے علوم و فنون کی روشنی میں جب تمام ذخیرۂ حدیث کی تنقیحات و تصریحات سامنے آ گئیں تو تدوینِ حدیث کا عظیم الشان مرحلہ شروع ہوا۔ کتب ستہ کے علاوہ مصنفات' جوامع' سنن' مسانید' معاجم' مستدرکات اور مستخرجات کا عظیم ذخیرہ محدثین عظام رحمہم اللہ کی جلیل القدر محنت و ریاضت اور عقیدت و مسئولیت کے نتیجے میں امت کے ہاتھ آیا جس کے ہزاروں مخطوطات عہد بہ عہد شروح و حواشی اور تحقیق و تخریج کے ساتھ مرتب ہوئے جو آج بھی عالمی کتب خانوں میں اربابِ تحقیق کی توجہات کا مرکز ہیں مگر ان میں صحاح ستہ کل سرسبد کی حیثیت رکھتی ہیں۔

ایک مدت سے میرے دل میں اس بات کی آرزو تھی کہ صحاح ستہ کا جدید اور شگفتہ اُردو زبان میں ایسا ترجمہ پیش کیا جائے جس میں ہر ہر حدیث کے نتائج و فوائد بھی درج کیے جائیں اور ان تمام ممکنہ مقامات پر جہاں کسی عصری اور زمانی موضوع پر کوئی حدیث بیان کی گئی ہو' اس پر ایک تفصیلی اور تحقیقی شذرہ اس اسلوب سے لکھا جائے کہ دورِ جدید میں شبہات کی دلدل میں گھرا ہوا ذہن کامل اطمینان اور مکمل یقین حاصل کر سکے' چنانچہ دارالسلام نے اس عظیم الشان کام کی انجام دہی کے لیے برصغیر کے اہل علم اور محققین کی خدمات حاصل کیں جو کتب ستہ کے تراجم و فوائد پر بڑی دل جمعی کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ وللہ الحمد کہ سنن اربعہ میں سے ایک جزو اعظم سنن ابی داود پر کام مکمل ہو چکا ہے اور اب سنن ابن ماجہ کا وقیع کام آپ کے سامنے ہے۔

اس مجموعے کی جملہ احادیث کی تخریج عظیم محقق حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے کی ہے' جس کی تصحیح و تنقیح اور پروف ریڈنگ کے فرائض رفقائے ادارہ مولانا سلیم اللہ زمان اور حافظ عبدالخالق حفظہما اللہ نے نہایت جاں فشانی اور ذمے داری

سے نبھائے۔ ترجمہ کی متن کے ساتھ مراجعت اور کتابیات کے ابتدائیے مولانا ابو محمد محمد اجمل (فاضل مدینہ یونیورسٹی) نے بڑی محنت سے تحریر کیے ہیں۔

عہدِ حاضر کے فاضل مفسر و مترجم اور مؤلف کتب کثیرہ فضیلۃ الشیخ حافظ صلاح الدین یوسف ﷾ مدیر شعبۂ تحقیق وتصنیف دارالسلام لاہور اور ان کے معاونین مولانا ابو عبداللہ محمد عبدالجبار' حافظ محمد آصف اقبال' حافظ عبدالخالق' مولانا محمد عثمان منیب ﷾ نے دن رات کی ان تھک محنت سے اس پر نظر ثانی اور علمی و تحقیقی فوائد و مسائل کا اضافہ کیا جبکہ کتاب کی تصحیح و تنقیح اور پروف ریڈنگ کی ذمہ داری مذکورہ علمائے کرام کے علاوہ مولانا غلام مرتضی ﷾ نے بڑی عرق ریزی اور محنت سے ادا کی ہے۔ علاوہ ازیں حافظ محمد آصف اقبال نے حدیث کی صحت و ضعف کے اعتبار سے فوائد و مسائل میں حک و اضافہ کیا ہے' نیز وہ مسائل جو تفصیل اور تحقیق کے متقاضی تھے' ان پر تحقیقی بحث کی ہے۔

سنن ابن ماجہ (اُردو) کی تیاری کے فنی مراحل کمپوزنگ' ڈیزائننگ وغیرہ میں محمد عامر رضوان' اخلاص الحق ساجد' شیخ محمد یعقوب اور عبدالجبار غازی نے اسے خوب سے خوب تر بنانے میں بھرپور محنت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کی مساعی کو قبول فرمائے۔ آمین یا رب العالمین.

ان جملہ احباب کی شبانہ روز محنت کے باعث سنن ابن ماجہ کا یہ ترجمہ ان شاء اللہ العزیز اُردو خواں حضرات' علمائے دین' قانون دانوں' اساتذہ' طلبہ اور عامۃ المسلمین میں قبولیت حاصل کرے گا۔ اس سلسلے میں برادر عزیز حافظ عبدالعظیم اسد نے اس منصوبے کی تکمیل کے لیے جس محنت' انہماک اور ذمے داری کا مظاہرہ کیا ہے' اللہ تعالیٰ انھیں اس کا اجر جزیل عطا فرمائے۔ قارئین محترم سے درخواست ہے کہ وہ کتب ستہ کے بقیہ جاری شدہ منصوبے کے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی توفیق خاص سے اسے جلد از جلد مکمل کرنے کی ہمت عطا فرمائے۔ آمین.

خادم کتاب وسنت

عبدالمالک مجاہد

مدیر: دارالسلام الریاض۔ لاہور

رجب 1427ھ/ اگست 2006ء

حرفِ آغاز

دینِ اسلام قال اللہ وقال الرسول ﷺ کا نام ہے۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے قرآنِ مجید کے الفاظ کی تعلیم بھی دی اور اس کی قولی وعملی تشریح اور وضاحت کا فریضہ بھی انجام دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَأَنْزَلْنَآ إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾ (النحل:۴۴) ''اور ہم نے آپ پر یہ ذکر (قرآن) نازل کیا تا کہ آپ لوگوں کے سامنے بیان کریں جو کچھ ان کی طرف نازل کیا گیا تا کہ وہ غور وفکر کریں۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے احادیث مبارکہ کو سنا' یاد کیا' لکھا اور انھیں عملی طور پر اپنی زندگی میں سمو لیا' پھر ''فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ'' کے حکم کی تعمیل میں علم کے اس نور کو پھیلانا شروع کیا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے نبیٔ اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں ارشادات نبوی کا پہلا مجموعہ تیار کیا جو ''صحیفۂ صادقہ'' کے نام سے معروف ہوا۔ روایت حدیث اور تدوینِ حدیث کا یہ مبارک سلسلہ تیسری صدی ہجری میں اپنے عروج کو پہنچ گیا۔ اسی دور میں مسند احمد بن حنبل جیسا ضخیم ذخیرۂ حدیث جمع ہوا' نیز حدیث کے چھ اہم ترین مجموعے منصۂ شہود پر آئے جنھیں امتِ اسلامیہ ''صحاحِ ستہ'' یا ''کتبِ ستہ'' کے نام سے جانتی ہے۔ علمائے اسلام نے ان چھ کتابوں کو انتہائی اہمیت دی اور ان کی تدریس وتفہیم اور شرح وتفسیر کا سلسلہ ہر دور میں جاری رہا اور اب تک جاری ہے۔ سنن ابن ماجہ بھی ان چھ کتابوں میں سے ایک ہے جس پر کام کرنے کا مجھے موقع ملا ہے۔ والحمد للّٰه علی ذلك.

دارالسلام کی خوش نصیبی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے دینِ حق کی خدمت اور قرآن وحدیث کی نشر واشاعت کا شرف بخشا ہے۔ میں دارالسلام کے احباب اور بالخصوص اس کے مدیر جناب عبدالمالک مجاہد ﷾ اور ان کے دستِ راست محترم حافظ عبدالعظیم اسد ﷾ کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے مجھے بھی خدمتِ حدیث کا کام کرنے کی ترغیب دی اور حوصلہ افزائی فرمائی۔ مجھے یہ کام اپنی بساط سے بڑھ کر نظر آ رہا تھا لیکن ان محبانِ مکرم کے محبت و شفقت بھرے اصرار نے ہمت بندھائی اور اللہ تعالیٰ کی خاص توفیق سے یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

میں نے کوشش کی ہے کہ ترجمہ سادہ وسلیس ہونے کے ساتھ ساتھ متنِ حدیث سے قریب تر ہو۔ اس مقصد

کے لیے میں نے سنن ابن ماجہ کے مختلف تراجم سے حسب ضرورت استفادہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ "النهاية في غريب الحديث والأثر لابن الأثير" سے بہت مدد ملی ہے۔ فوائد و مسائل کے لیے زیادہ تر متن حدیث کو مد نظر رکھا گیا ہے اور اس سے جو مسائل معمولی غور و فکر کے بعد سامنے آتے ہیں' بیان کیے ہیں' البتہ کہیں کہیں بعض مسائل کے لیے دیگر مراجع سے استفادہ کیا گیا ہے' مثلاً: فتح الباری' سبل السلام' نووی شرح صحیح مسلم اور نیل الاوطار وغیرہ۔

میں ان تمام حضرات کا شکر گزار ہوں جنھوں نے اس کام کی تکمیل میں معاونت فرمائی' نظر ثانی فرمائی یا کسی بھی انداز سے اس میں تعاون فرمایا۔

مجھے احساس ہے کہ کتاب کا مقام و مرتبہ جس بلند معیار کا تقاضا کرتا ہے' میں اپنی علمی اور عملی کوتاہیوں پر اس سے بہت پیچھے رہ گیا ہوں۔ اگر یہ کام کسی بڑی علمی شخصیت کے ہاتھوں انجام پاتا تو بے شمار فوائد و برکات کا حامل ہوتا۔ اب یہ جیسا کچھ بھی ہے' قارئین کے سامنے ہے۔ اس میں جو لغزش یا غلطی ہے وہ میری کم فہمی یا علمی تہی دامنی کا نتیجہ ہے اور اگر دیکھنے والوں کو اس میں کوئی خوبی نظر آئی ہے تو وہ سراسر اللہ عزوجل کا احسان اور اس کی ذرہ نوازی ہے اور اس کے بعد میرے محترم اساتذۂ کرام کی محنت و شفقت کا نتیجہ ہے جو چٹائیوں پر بیٹھ کر سنگریزوں کو لعل و گہر میں تبدیل کرنے کی سعی کرتے رہے۔ ان میں سے جو حضرات اس عالم آب و گل سے تشریف لے جا چکے' اللہ تعالیٰ ان کی لغزشوں کو معاف فرما کر انھیں جنت کے اعلیٰ درجات عطا فرمائے' اور جو حضرات ابھی اس جہانِ رنگ و بو کو آباد کیے ہوئے ہیں' اللہ تعالیٰ ان کا سایہ ہم پر تادیر قائم رکھے اور زیادہ سے زیادہ طالبانِ علم کو ان کے چشمہ ہائے فیض سے سیراب ہونے کی توفیق بخشے اور خدمتِ دین کی اس حقیر کوشش کو ان کے لیے بلندیٔ درجات کا ذریعہ بنائے' جن کی کوششوں سے میں قلم اٹھانے کے قابل ہوا۔ آمین۔

عطاء اللہ ساجد

گوجرانوالا

رجب 1427ھ / اگست 2006ء

شخصی تعارف

اس کتاب کے فاضل مترجم مولانا عطاء اللہ ساجد ﷾، فاضل مدینہ یونیورسٹی، سینئر استاد جامعہ اسلامیہ گوجرانوالا ہیں، جنھوں نے بڑی عمدگی کے ساتھ اس کا ترجمہ مکمل کیا اور اکثر و بیشتر احادیث کے فوائد و مسائل بھی تحریر کیے۔ نعمت پور، ریاست پٹیالہ (بھارت) کے ایک مہاجر گھرانے سے تعلق رکھنے والے عطاء اللہ ساجد نے بی اے کے بعد دو سال جامعہ محمدیہ گوجرانوالا میں پڑھا اور جید علماء سے کسب فیض کیا، پھر جامعہ اسلامیہ (گوجرانوالا) میں مولانا محمد اعظم ﷾ (مدیر الامتحانات وفاق المدارس السلفیہ) سے ترمذی اور ابوداود پڑھیں۔ مزید دو سال جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں تعلیم حاصل کی اور مولانا عبدالسلام کیلانی ﷾ سے صحیح مسلم اور مولانا محمد عبدہ الفلاح ؒ سے بخاری شریف پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ 1396ھ/1976ء میں جامعہ سلفیہ سے فراغت پا کر انھیں مدینہ یونیورسٹی میں تعلیم اور الشہادۃ العالیہ کی سند حاصل کرنے کا موقع ملا۔ مدینہ سے سند فضیلت حاصل کرنے کے بعد جامعہ ابی بکر الاسلامیہ (کراچی) میں بطور مدرس 18 سال کام کیا اور ربیع الاول 1418ھ سے جامعہ اسلامیہ گوجرانوالا میں تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

مولانا عطاء اللہ ساجد ﷾ نے تدریس کے علاوہ بعض عربی کتابوں کا اُردو میں ترجمہ کیا ہے جن میں چند نمایاں کتب درج ذیل ہیں:

- منهاج المسلم (ابوبکر جابر الجزائری ﷾) ترجمہ: ''مسلمان کا طرزِ حیات'' مع تخریج احادیث۔
- اقتضاء الصراط المستقيم في...... أصحاب الجحيم (ابن تیمیہ ؒ) ترجمہ: ''مسئلہ تشبہ بالکفار۔''
- فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء سعودی عرب، جلد دوم.
- الحسنة و السيئة (ابن تیمیہ ؒ) ترجمہ: ''مسئلۂ خیر و شر۔''
- سنن ابن ماجہ، ترجمہ و فوائد جو اس وقت پیش خدمت ہے۔
- ''خطبات جمعہ'' مولانا عبدالسلام بستوی ؒ کے ''اسلامی خطبات'' میں سے پچاس سے زائد منتخب خطبات ترمیم و اضافہ کے ساتھ۔

مقدمہ

قرآن کریم کے بعد شرعی احکام و دلائل کا دوسرا ماٰخذ حدیث رسول ہے۔ حدیث کا اطلاق رسول اللہ ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریرات پر ہوتا ہے۔ تقریر سے مراد ایسے امور ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں کیے گئے لیکن آپ نے اس پر کوئی نکیر نہیں فرمائی بلکہ خاموش رہ کر اس پر اپنی پسندیدگی کا اظہار فرما دیا۔ ان تینوں قسم کے علومِ نبوت کے لیے بالعموم چار الفاظ استعمال کیے گئے ہیں: ① خبر ② اثر ③ حدیث ④ سنت (جن کا تذکرہ اصطلاحات محدثین میں تفصیلاً آرہا ہے۔)

اوّل الذکر دو لفظوں (خبر اور اثر) کے مقابلے میں ثانی الذکر الفاظ (حدیث اور سنت) کا استعمال علومِ نبوت کے لیے عام ہے اور اس میں اتنا خصوص پیدا ہوگیا ہے کہ جب بھی حدیث یا سنت کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے نبی ﷺ کے اقوال و افعال اور تقریرات ہی مراد ہوتے ہیں۔ اس مفہوم کے علاوہ کسی اور طرف ذہن منتقل ہی نہیں ہوتا۔ اگرچہ بعض لوگوں نے حدیث اور سنت کے مفہوم میں بھی فرق کیا ہے اور اس کی بابت مختلف اقوال بیان کیے ہیں لیکن یہ سب باتیں صحیح نہیں۔ محدثین نے سنت اور حدیث کے مفہوم کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا ہے۔ وہ سنت اور حدیث دونوں کو مترادف اور ہم معنی سمجھتے ہیں۔ اسی طرح سنت سے صرف عادات و اطوار مراد لے کر ان کی شرعی حجیت سے انکار بھی غلط ہے جو کہ انکارِ حدیث کا ایک چور دروازہ ہے۔ اور اسی طرح صرف اعمال مستمرہ (دائمی عمل) کو قابل عمل کہنا، احادیث کے ایک بہت بڑے ذخیرے کا انکار اور منکرین حدیث کی بہ انداز دیگر ہم نوائی ہے۔ علاوہ ازیں حدیثِ رسول کو بظاہر قرآن کے خلاف باور کرا کے اسے رد کرنا بھی اہل اسلام کا شیوہ نہیں ۔ یہ طریقہ بھی صرف اہل زیغ اور اہل اہواء کا ہے جنھوں نے موافقتِ قرآن کے خوش نما عنوان سے بے شمار احادیثِ رسول کو ٹھکرا دیا۔

اسلام کی ابتدائی دو صدیوں کے بعد معتزلہ نے بعض احادیث کا انکار کیا لیکن اس سے ان کا مقصود اپنے گمراہ کُن عقائد کا اثبات تھا۔ اسی طرح گزشتہ ایک ڈیڑھ صدی پہلے نیچر پرستوں نے احادیث کی حجت شرعیہ میں مین میکھ نکالی، اس سے بھی ان کا مقصود اپنی نیچر پرستی کا اثبات اور معجزاتِ قرآنی کی من مانی تاویلات تھا۔ نیچر پرستوں

کا یہی گروہ اب مستشرقین کی ''تحقیقات نادرہ'' سے متاثر، ساحرانِ مغرب کے افسوں سے مسحور اور شاہدِ تہذیب کی عشوہ طرازیوں سے مرعوب ہو کر ایک منظم طریقے سے قومِ رسولِ ہاشمی کو ان کی تہذیب و معاشرت سے محروم کرنا اور اسلامی اقدار و روایات سے بیگانہ کر کے تہذیب جدید کے سانچے میں ڈھالنا چاہتا ہے۔

بہرحال حدیث اور سنت، رسول اللہ ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریرات کو کہا جاتا ہے اور یہ بھی قرآن کریم کی طرح دین کا ماخذ، شریعت کا مصدر اور مستقل بالذات قابل استناد ہے۔ حدیث رسول سے استفادے اور استناد کے لیے چند امور کا جاننا ضروری ہے جو حسب ذیل ہیں:

چند قابل غور و فکر پہلو

1- اللہ کا نازل کردہ دین ایک ہی ہے اور وہ اسلام اور صرف اسلام ہے۔ ﴿إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ﴾ (آل عمران:۳/۱۹) ''بے شک اللہ کے نزدیک دین تو اسلام ہی ہے۔'' ﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْناً فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ﴾ (آل عمران:۳/۸۵) ''اور جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی دین چاہے تو وہ اس سے قبول نہیں کیا جائے گا، اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں ہوگا۔'' اس دین کو تھامنے کا حکم دیا اور جُدا جُدا ہونے سے منع فرمایا: ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعاً وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾ (آل عمران:۳/۱۰۳) اور اپنے رسول کے ذریعے سے بھی اس کا اعلان کروایا۔ ﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهِ﴾ (الأنعام:۶/۱۵۳) ''یہ میرا سیدھا راستہ ہے، تم اِسی کی پیروی کرو، اور کئی راستوں کے پیچھے مت لگو، وہ تمھیں اس سیدھے راستے سے پلٹا دیں گے۔''

2- قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات پر تَفَرُّق سے روکا ہے جس کا مطلب فرقوں اور گروہوں میں بٹ جانا ہے۔ علاوہ ازیں نبی ﷺ نے بھی ایک ہی راستے پر چلنے کی تلقین فرمائی ہے اور دوسرے تمام راستوں کو غلط قرار دیا ہے۔ اِس اعتبار سے حق کا راستہ ایک ہی ہو سکتا ہے نہ کہ متعدد۔ عقل و نقل کے اعتبار سے متعدد راستے بہ یک وقت کس طرح ''حق'' ہو سکتے ہیں؟ قرآن تو کہتا ہے ﴿فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ﴾ (یونس:۱۰/۳۲) ''حق ایک ہی ہے، باقی سب گمراہی۔''

3- یہ دین اسلام یا صراطِ مستقیم کیا ہے؟ اور کہاں ہے؟ یہ بنیادی طور پر دو چیزوں پر مشتمل ہے: ایک قرآن مجید اور دوسری حدیث رسول مقبول ﷺ۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

[تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ، لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا، كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ] (موطأ إمام مالك، كتاب القدر، حديث:٣)

''میں تمھارے اندر دو چیزیں چھوڑ چلا ہوں۔ تم جب تک اِن دونوں کو تھامے رہو گے، ہرگز گمراہ نہیں ہو گے، ایک اللہ کی کتاب اور دوسری، اس کے نبی کی سنت۔''

4- یہ دین، سابقہ دینوں کی طرح غیر محفوظ نہیں رہا۔ چونکہ قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے یہی دین راہ نجات ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا بھی ذمہ لیا اور فرمایا:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ إِنَّا لَهُ لَحٰفِظُونَ﴾ (الحجر:١٥/٩)

''ہم ہی نے اس ''الذکر'' کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔''

﴿الذکر﴾ سے مراد قرآن مجید ہے، جو محفوظ ہے۔ اِس میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہوا ہے اور نہ آئندہ ہی ہو سکے گا۔ چونکہ حدیثِ رسول کے بغیر اس کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا ناممکن تھا، اس لیے اس کی حفاظت کے مفہوم میں حدیث کی حفاظت بھی شامل ہے، چنانچہ حدیث کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ نے محدثین کا گروہ پیدا فرمایا جس نے بے مثال کاوش ومحنت سے حدیث کی حفاظت کا عظیم الشان کام سرانجام دیا۔

اِس لیے اس دین کے مآخذ صرف اور صرف قرآنِ کریم اور احادیث صحیحہ ہیں، البتہ ان کو سمجھنے کے لیے صحابۂ کرام کے منہج اور سلف صالحین کی تعبیر وتشریح سے استفادہ ضروری ہے۔

5- ائمۂ کرام میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ ان کی بات حرفِ آخر ہے بلکہ اس کے برعکس انھوں نے یہ کہا ہے کہ ان سے بھی غلطی ہوسکتی ہے۔ اِسی لیے انھوں نے اس امر کی بھی تاکید کی ہے کہ ان کے قول کے مقابلے میں صحیح حدیث آجائے تو ہماری بات کو چھوڑ دینا اور حدیث پر عمل کرنا۔ علاوہ ازیں خود ان کا بھی کئی باتوں میں رجوع ثابت ہے۔ اور بعض مسائل میں ان کے شاگردوں کی بھی یہ صراحت موجود ہے کہ یہ حدیث ہمارے استاد اور امام کے سامنے نہیں تھی، اس لیے انھوں نے اس کے برعکس رائے اختیار کی۔ اگر انھیں یہ حدیث مل جاتی تو وہ یقیناً اپنی رائے سے رجوع کر لیتے۔ دراصل ائمہ کے دور میں احادیث کی جمع وتدوین اور ان کی جانچ

پرکھ کا وہ کام نہیں ہوا تھا جو کتب ستہ اور دیگر کتابوں کے مؤلفین نے کیا۔ چونکہ ان کے سامنے احادیث کے یہ مجموعے نہیں تھے اس لیے وہ تو اپنی اجتہادی خطا پر معذور بلکہ ماجور ہی ہوں گے لیکن احادیث صحیحہ کے مجموعے مرتب ومُدَوَّن ہو جانے کے بعد حدیث کے مقابلے میں کسی فقہی رائے پر اصرار کرنے کا اور مختلف انداز سے حدیثوں کو مسترد کرنے کا کیا جواز ہے؟

6- اِن ائمہ کے شاگردانِ رشید نے بہت سے مسائل میں دلیل کی بنیاد پر اپنے ائمہ اور اساتذہ سے اختلاف کیا ہے۔ اور اس اختلاف کے باعث کسی نے انھیں قابل مذمت نہیں گردانا بلکہ یہ اختلاف ان کی حق گوئی اور علمی قابلیت پر ہی محمول کیا گیا چنانچہ آج بھی اگر دلیل شرعی کی بنا پر کوئی عالم دین ائمہ کرام کی بعض آراء سے اختلاف کرتا ہے تو وہ حق بجانب ہے اور اس کے اس نقطۂ نظر کو تحسین کی نگاہ سے دیکھا جانا چاہیے۔

چند گزارشات سننِ اربعہ کے حوالے سے

سنن اربعہ سے مراد سنن ابوداود، سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ ہیں۔ برصغیر پاک و ہند میں ''صحاح سِتہ'' کی اصطلاح معروف اور زبان زد عام و خاص ہے۔ اور اس سے حدیث کی چھ کتابیں مراد ہوتی ہیں۔ چار مذکورہ سنن اربعہ اور صحیح بخاری و صحیح مسلم۔ ان آخری دو کتابوں کو الگ ''صحیحین'' کہا جاتا ہے۔ ان آخرالذکر دونوں کتابوں کی بابت تو اہل سُنّت کے ہاں یہ بات مسلّمہ ہے کہ یہ دونوں کتابیں صحیح احادیث کے مجموعے ہیں۔ ان میں کوئی بھی روایت سند کے اعتبار سے ضعیف نہیں ہے، اِسی لیے شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے اِن دونوں کتابوں کی بابت کہا ہے:

[اما الصحيحان فقد اتفق المحدثون علىٰ أن جميع ما فيهما من المتصل المرفوع، صحيح بالقطع وإنهما متواتران الى مصنّفَيهِما وإنه كل من يهوّن أمرهما، فهو مبتدع متبع غير سبيل المؤمنين] (حجة الله البالغة : ۱/۱۳۴ طبع المكتبة السلفية، لاهور)

''صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی بابت محدثین کا اتفاق ہے کہ ان میں جتنی بھی متصل مرفوع احادیث ہیں، وہ قطعی طور پر صحیح ہیں اور وہ اپنے مصنفین تک متواتر ہیں، نیز یہ کہ جو شخص بھی ان دونوں (مجموعہ ہائے حدیث) کی شان گھٹاتا ہے، وہ بدعتی ہے اور مومنوں کا راستہ چھوڑ کر کسی اور راستے کا پیروکار ہے۔''

البتہ سنن اربعہ کی بابت سب تسلیم کرتے ہیں کہ ان میں کچھ حصہ ضعیف احادیث کا بھی ہے' انھیں "صَحِیحَیْن" کے ساتھ ملا کر جو "صحاح سِتّہ" (حدیث کی چھ صحیح کتابیں) کہا جاتا ہے' اسکی وجہ ان میں صحاح کی تعداد کا زیادہ ہونا اور ضعاف کا کم ہونا ہے۔ گویا انھیں بہ حیثیت مجموعی صحیح قرار دیا گیا ہے' نہ کہ اس اعتبار سے کہ وہ صحیح بخاری وصحیح مسلم کی طرح تمام تر صحیح ہیں' تاہم "صحاح ستہ" کی اصطلاح سے عوام میں یہ تأثر ضرور پھیلا کہ یہ چھ کی چھ کتابیں صحیح احادیث کے مجموعے ہیں اور علماء سے تعلق رکھنے والا ایک بہت بڑا طبقہ بھی' جو فنِ نقدِ حدیث اور اسماء الرجال سے بالعموم نا آشنا ہے' کسی حدیث کے سنن اربعہ میں سے کسی ایک کے اندر ہونے کو صحت کے لیے کافی سمجھتا ہے۔ بالخصوص بحث و جدال میں اس اصطلاح سے خوب فائدہ اُٹھایا جاتا ہے' اور ان کتابوں کا حوالہ دے کر ان کی ضعیف احادیث کو بھی صحیح باور کرایا جاتا ہے۔ علماء کی اکثریت کے لیے یہ معلوم کرنا کہ ان میں صحیح کون سی ہے اور ضعیف کون سی' نہایت مشکل امر تھا' کیونکہ اصولِ حدیث اور اسماء الرجال میں دسترس کے بغیر یہ فیصلہ کیا ہی نہیں جاسکتا۔ اور علوم حدیث میں اس قسم کی مہارت اور عبور رکھنے والے علماء نہایت قلیل ہوتے ہیں۔

یہ صورتِ حال عرصۂ دراز سے یوں ہی چلی آ رہی تھی کہ اس دَور میں محدثِ عصر اور عظیم محقق علامہ شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ (متوفی 1999ء) کو اللہ تعالیٰ نے تجدیدی شان کے ساتھ احادیث کی تحقیق کا مہتم بالشان کام کرنے کی توفیق سے نوازا۔ شیخ کی مساعیٔ حسنہ کی بدولت تحقیقِ حدیث کا یہ کام' جو مؤلفینِ کتبِ حدیث کے بعد جمود یا تساہل کا شکار چلا آ رہا تھا' نئے آہنگ اور نئے عزم کے ساتھ شروع ہوا۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے ایک طرف تو اپنے تلامذہ کی ایسی ٹیم تیار کی جو شیخ ہی کی طرح تحقیقِ حدیث کے محدثانہ ذوق سے بہرہ ور ہے' اور دوسری طرف خود بھی نہایت وسیع پیمانے پر تحقیقِ حدیث کا کام سرانجام دیا جس کی مختصر تفصیل حسب ذیل ہے:

ان کی ایک عظیم خدمتِ حدیث یہ ہے کہ انھوں نے سنن اربعہ کی احادیث کی تحقیق اور چھان پھٹک کر کے ضعیف اور صحیح دونوں قسم کی روایات کی نشاندہی کر دی جس سے اس بات کی وضاحت ہوگئی کہ اِن چاروں کتابوں کی حدیثیں صحیح بخاری وصحیح مسلم کی طرح' ساری کی ساری' صحیح نہیں ہیں۔ اور کسی حدیث کا محض سُنن میں ہونا ہی اس کے مستند ہونے کے لیے کافی نہیں ہے بلکہ محدثانہ اصول کی روشنی میں ان کی صحت وضعف کا فیصلہ کرنا ضروری ہے۔ شیخ رحمہ اللہ نے فیصلہ کر کے اور دو دو حصوں میں تقسیم کر کے علماء کو آسانی مہیا فرما دی۔ اب ہر عالم جو تحقیقِ حدیث کے فن سے آشنائی یا اس میں درک اور تجربہ نہیں رکھتا (اور اکثریت ایسے ہی علماء کی ہے) وہ بھی ان میں موجود

روایات سے آگاہی حاصل کر سکتا ہے کہ کون سی روایت صحیح ہے اور کون سی ضعیف۔ علاوہ ازیں شیخ البانی ؒ کا یہ موقف بھی تھا کہ "صحاح ستہ" کی اصطلاح قابلِ اصلاح ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ بخاری و مسلم کو صحیحین (حدیث کے دو صحیح مجموعے) اور باقی چار کتابوں کو سننِ اربعہ کہا جائے اور صحاحِ ستہ کی اصطلاح ترک کر دی جائے تا کہ لوگ سنن اربعہ کو بھی صحیحین کی طرح صحیح احادیث کا مجموعہ نہ سمجھیں اور ان سب کو کتبِ ستہ سے تعبیر کیا جائے۔

حدیث کی نشر و اشاعت میں دار السلام کا شاندار کردار: ان تمہیدی گزارشات اور شیخ البانی کی خدمات کے تذکرے کے بعد ضروری ہے کہ "دار السلام" کے اربابِ بست و کشاد کے جذبۂ خدمتِ حدیث کا ذکر کیا جائے، جن میں برادر عزیز حافظ عبد العظیم اسد جنرل منیجر دار السلام لاہور اور برادرِ عظیم مولانا عبد المالک مجاہد ڈائریکٹر جنرل دار السلام، الریاض، لاہور، حفظہما اللہ سب سے نمایاں ہیں۔ دار السلام نے جب یہ فیصلہ کیا کہ کتبِ ستہ کو اردو میں از سرِ نو نئے تراجم اور فوائد کے ساتھ شائع کیا جائے، کیونکہ مولانا وحید الزماں ؒ کے تراجم کی زبان کی قدامت کی وجہ سے ایک نئے ترجمے کی شدید ضرورت محسوس کی جا رہی تھی تو معاً ان کے ذہن میں یہ بھی آیا کہ تحقیقِ حدیث کا جو ذوق عام ہوا ہے (جس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں بیان ہوئی) اس کے پیشِ نظر سنن اربعہ کی احادیث کی تحقیق بھی ضروری ہے۔ اس کے بغیر ان کو اردو زبان میں شائع کرنا اس ذوق کی نفی ہے جب کہ ضرورت اس ذوق کی نشو و نما اور اس کی آبیاری کرنے کی ہے۔ یہ اگرچہ نہایت کٹھن کام تھا اور اس کے لیے کثیر وسائل کی ضرورت تھی، جس کے لیے عام ناشرین تیار نہیں ہوتے، لیکن دار السلام کے پیشِ نظر چونکہ محض تجارت نہیں تھی، بلکہ منہجِ محدثین کے مطابق حدیث کی خدمت اور عوام کی صحیح دینی رہنمائی تھی، اس لیے انھوں نے دنیوی نفع نقصان سے بالا ہو کر محض رضائے الٰہی کی خاطر یہ فیصلہ کیا کہ چاہے اس پر کتنے ہی وسائل صرف ہو جائیں، ہم سنن اربعہ کو ان کی احادیث کی تحقیق کے بغیر شائع نہیں کریں گے۔

چنانچہ جہاں کتب ستہ کے اردو تراجم و فوائد کے لیے مختلف علماء کی خدمات حاصل کی گئیں، وہاں سنن اربعہ کی احادیث کی تحقیق کے لیے شیخ زبیر علی زئی حفظہ اللہ (حضرو، اٹک) کی خدمات حاصل کی گئیں۔ شیخ زبیر علی زئی عظیم محقق، خدمتِ حدیث کے جذبے سے بہرہ ور، تحقیق حدیث کے ذوق سے آشنا اور فن اسماء الرجال کے ماہر ہیں۔ علومِ حدیث پر بھی ان کی نظر گہری ہے اور فقہائے محدثین کی طرح صحیح حدیث کو ضعیف سے ممیز کرنے کا جذبہ بھی رکھتے ہیں اور اس کام کی اہلیت و صلاحیت بھی، چنانچہ دار السلام کی درخواست پر مولانا موصوف نے سننِ اربعہ کی مکمل

تحقیق وتخریج کی ہے' جو ان شاء اللہ اردو ایڈیشن کے علاوہ عربی اور انگریزی ایڈیشنوں میں بھی شامل ہوگی۔ کتبِ ستہ کے عربی اور انگلش ایڈیشن بھی (مع تخریج) دار السلام کی طرف سے ان شاء اللہ عنقریب اشاعت پذیر ہوں گے۔ اس تحقیق وتخریج میں شیخ زبیر علی زئی نے ہر حدیث پر اپنی تحقیق کے مطابق حکم لگایا ہے کہ وہ صحیح' حسن یا ضعیف ہے۔ صحیح یا حسن ہے تو اس کی تخریج کی ہے' یعنی بتایا ہے کہ وہ حدیث کتبِ ستہ میں سے کس کس کتاب میں ہے اور کہاں کہاں ہے۔ بعض جگہ حسبِ ضرورت دوسری حدیث کی کتابوں کے حوالے بھی ہیں۔ اور اگر روایت ضعیف ہے تو مختصراً وجہ ضعف بھی بیان کر دی ہے' مثلاً: اس میں فلاں راوی مُدلِّس ہے اور اس نے اسے عَنْ کے ساتھ بیان کیا ہے' ایسی حدیث محدثین کے نزدیک ضعیف ہوتی ہے' اِلاَّ یہ کہ تحدیث کی صراحت مل جائے' یا مثلاً: اس میں فلاں راوی ضعیف ہے' یا آخر عمر میں وہ سوءِ حفظ اور اختلاط کا شکار ہو گیا تھا' ایسے راویوں کی بعد الاختلاط کی روایات بھی ضعیف ہوتی ہیں۔

قارئینِ کرام سے ایک گزارش

ہمارے وہ معزز کرم فرما جن کی نظر سے دار السلام کی مطبوعہ کتبِ ستہ گزریں گی' ہماری ان سے گزارش ہے کہ وہ ان کتب کو پڑھتے پڑھاتے وقت سب سے پہلے اپنی نیتوں کو خالص کر لیں' یعنی ان کے دل میں یہ نیت ہو کہ ہمیں نبیٔ کریم ﷺ کی ایک ایک حدیث کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا ہے اور اس کو دوسروں کی رائے کے مقابلے میں ترجیح دینی ہے۔

دوسرے' اللہ سے صحیح راستے کی رہنمائی کی دعا کریں' یہ ہم ہر نماز میں پڑھتے بھی ہیں۔ ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ﴾ ''اے اللہ! ہمیں سیدھا راستہ دکھا'' لیکن ترجمہ نہ جاننے کی وجہ سے اس کا ہمیں صحیح معنوں میں احساس وشعور نہیں ہوتا۔ آپ دل کی گہرائیوں سے یہ دعا کریں' اور خاندانی طور پر یا مخصوص ماحول کے زیر اثر آپ نے جس مسلک کو اپنایا ہوا ہے' اس پر قانع نہ رہیں اور ہدایت کی طلبِ صادق اپنے دل میں پیدا کریں اور اس کے پانے کی دعا بھی کریں۔

تیسرے' یہ کہ اللہ نے آپ کو عقل وفہم سے نوازا ہے' اسے آپ جس طرح اپنی دنیا بہتر سے بہتر بنانے کے لیے استعمال کرتے ہیں' ہماری استدعا ہے کہ اپنی آخرت سنوارنے کے لیے بھی اسے استعمال کریں۔ آپ دنیا کے اتنے ہی اسباب ووسائل پر قناعت نہیں کرتے جو آپ کو اپنے والدین سے ورثے میں ملتے ہیں' بلکہ آپ اپنی

محنت اور جدوجہد کے ذریعے سے اس میں زیادہ سے زیادہ اضافہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس دنیا کے لیے تو' جو عارضی' فانی اور چند روزہ ہے' آپ شب و روز مصروف رہیں' زندگی کا ایک ایک لمحہ اس کے لیے وقف رکھیں' اپنی تمام توانائیاں اس پر صرف کرتے رہیں' آپ کی دوستیاں اور دشمنیاں بھی اسی محور پر گھومیں' لیکن آخرت کی زندگی' جو دائمی ہے جسے فنا اور زوال نہیں' اس کی بہتری اور اصلاح کے لیے آپ کے پاس نہ کوئی وقت ہو اور نہ اس کے لیے آپ اپنی عقل و فہم کو استعمال کرنے کی ضرورت ہی محسوس کریں بلکہ انھی مذہبی روایات پر عمل کر لینے کو کافی سمجھتے رہیں جو آپ کو اپنے خاندان یا ماحول سے ورثے میں ملیں۔ یہ عدل و انصاف نہیں ہے' اللہ کی دی ہوئی نعمتِ عقل و فہم کا صحیح استعمال نہیں ہے بلکہ یہ اپنے نفس پر اور اپنی آل اولاد پر ظلم ہے۔ آپ اپنے آپ کو بھی اور اپنی آل اولاد کو بھی اس خُسرانِ آخرت سے بچانے کی کوشش کریں جو صراطِ مستقیم سے انحراف کی صورت میں آپ کا مقدر بن سکتا ہے۔ اور اس کا طریقہ وہی ہے جو ہم نے گزشتہ سطور میں بیان کیا ہے۔

❁ **ہمارا طرزِ عمل اور عنداللہ باز پُرس کا احساس:** جہاں تک ہمارا تعلق ہے' ہم بھی مذکورہ باتوں سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ اور الحمد للہ' ہم اللہ عزوجل کو گواہ بنا کر کہتے ہیں کہ ہم نے حدیث کی صحت و ضُعف کا فیصلہ کرنے میں کسی حزبی تعصب اور جانب داری کا مظاہرہ نہیں کیا ہے' اپنے ذہنی تحفظات کو سامنے نہیں رکھا ہے اور اپنے خاندان اور ماحول کے اثرات کو اس پر اثر انداز نہیں ہونے دیا ہے' بلکہ پوری امانت و دیانت سے نقد و تحقیق کے محدثانہ اصول ہی کی روشنی میں احادیث کو جانچا اور پرکھا ہے اور پھر انھی مسائل کا اثبات یا ان کی اَرْجَحِیَّت کا فیصلہ کیا ہے جو احادیثِ صحیحہ کا اقتضا ہے۔ احادیث کو توڑ مروڑ کر ان کی دُور از کار تاویل کرنا یا صحیح حدیث کو ضعیف اور ضعیف حدیث کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرنا' یا بلا دلیل کسی حدیث کو ناسخ یا منسوخ قرار دینا' یہ سب طریقے ہمارے نزدیک دجل و تلبیس اور کتمانِ حق کی ذیل میں آتے ہیں۔ ہم ان سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اور قارئین کرام کو بھی پورے اعتماد و اذعان سے یہ یقین دلاتے ہیں کہ ہمارا دامن ان تمام چابک دستیوں سے یکسر پاک ہے۔ محدثانہ اصول کے انطباق میں ہم سے غلطی ہو سکتی ہے' معلومات میں کمی یا عدم رسائی کی وجہ سے غلطی ہو سکتی ہے' فہم و استنباط میں ہم سے غلطی ہو سکتی ہے (اور ان پر متنبہ کرنے والوں کے ہم ممنون ہوں گے اور ان شاء اللہ ان غلطیوں کی اصلاح کر دی جائے گی) لیکن ان کوتاہیوں میں الحمد للہ کسی قسم کی بددیانتی کا عنصر شامل نہیں ہے' مسلکی پس منظر کا دخل نہیں ہے' کسی اور جذبے اور مفاد کی اس میں کارفرمائی نہیں ہے۔ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ.

چند باتیں تصحیح وطباعت کے حوالے سے

اب صحیحین اور سننِ اربعہ کے ترجمہ وفوائد' تصحیح ونظر ثانی اور اشاعت کے بارے میں چند گزارشات۔ جب دار السلام نے کتبِ ستہ کے اُردو ترجمے کا پروگرام بنایا تو مختلف علماء اور شیوخ الحدیث کو ایک ایک کتاب کے ترجمہ وفوائد کا کام دے دیا گیا' چنانچہ انھوں نے اپنا اپنا کام مکمل کر کے ادارے کے سپرد کر دیا۔ صرف صحیح بخاری کے ترجمہ وفوائد کا کام ابھی جاری ہے' اس کی تکمیل اب تک بہ وجوہ نہیں ہو سکی۔ دوسری کتابوں کے طباعتی مراحل کی تکمیل تک امید ہے کہ اس کے ترجمہ وتحشیہ کا کام بھی ان شاء اللہ مکمل ہو جائے گا۔

ان ترجمہ شدہ کتابوں کی کمپوزنگ' ترجمہ ومتن کا مقابلہ' فوائد وتراجم میں ترمیم واصلاح اور اضافہ اور پھر پروف ریڈنگ' علاوہ ازیں سننِ اربعہ کی حد تک تحقیق وتخریج کی وجہ سے احادیث کی صحت وضعف کی روشنی میں فوائد میں تبدیلی وغیرہ' اور اس طرح کے دیگر بہت سے امور' جن سے عام لوگ تو آشنا نہیں ہیں' لیکن طباعت کی دنیا سے آگاہی رکھنے والے ان مراحل کی مشکلات اور درجہ بدرجہ کٹھنائیوں سے باخبر ہیں۔ بالخصوص جب مقصد صرف دولت کمانا نہ ہو' بلکہ اصل مقصد ہر لحاظ سے معیاری کتب عوام کو فراہم کرنا ہو' جیسا کہ دار السلام کا نصب العین (Motto) ہے' تو اس راہ کی دشواریوں میں اور زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے۔

ہم اس توفیقِ الٰہی پر بارگاہِ الٰہی میں سجدہ ریز ہیں کہ جو کچھ بھی ہوا ہے' اس کے کرم اور توفیق ہی سے ہوا ہے اور آئندہ بھی جو کچھ ہوگا' اس کے کرم ہی سے ہوگا۔

ہمارے ہاتھ اسی کی بارگاہ میں اس التجا کے لیے پھیلے ہوئے ہیں کہ وہ بقیہ کتابوں کی بھی جلد از جلد تکمیل کی توفیق ہمیں عنایت فرمائے اور راستے کی تمام مشکلات کو ہمارے لیے آسان فرما دے۔ قارئینِ کرام سے بھی خصوصی دعا کی درخواست ہے۔

◈ **کلماتِ تشکر و امتنان:** ارشادِ نبوی: [مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ] (سنن الترمذي' حديث: ۱۹۵۵) ''جس نے لوگوں کا شکر ادا نہیں کیا' اس نے اللہ کا شکر بھی نہیں کیا۔'' کی روشنی میں مذکورہ دونوں عظیم القدر بھائیوں (عبدالمالک مجاہد اور حافظ عبدالعظیم اسد) کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ دونوں حضرات صبر وضبط اور ایثار وقربانی کا غیر معمولی مظاہرہ نہ کرتے جو انھوں نے اِس عظیم منصوبے کے لیے کیا

ہے' تو یہ کام بظاہر نہایت مشکل تھا۔ یہ عظیم کام اللہ تعالیٰ نے ان دونوں عظیم بھائیوں کے لیے مقدر کر رکھا تھا جس کی توفیق اللہ تعالیٰ نے ایک صدی کے بعد ان کے نصیب میں رکھ دی۔ بَارَكَ اللّٰهُ فِيْ عُمُرِهِمَا وَجُهُوْدِهِمَا وَتَقَبَّلَ اللّٰهُ مَسَاعِيْهِمَا، آمين.

- سنن ابن ماجہ کے اس ترجمے میں' شیخ زبیر علی زئی ﷾ کی تخریج وتحقیق کے علاوہ ادارے کے حسب ذیل رفقائے گرامی نے تصحیح و پروف ریڈنگ اور ترمیم و اصلاح کے فرائض سرانجام دیے ہیں۔
- مولانا سلیم اللہ زمان اور ابوالحسن حافظ عبدالخالق ﷾ دونوں نے بڑی ذمے داری اور محنت سے تخریج وتحقیق کی تصحیح و تنقیح اور پروف ریڈنگ کے فرائض سرانجام دیے۔
- مولانا محمد اجمل ﷾ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) نے ترجمے کی متن کے ساتھ مراجعت اور کتابیات کے ابتدائیے بڑی محنت اور جاں فشانی سے تحریر کیے۔
- مولانا ابوعبداللہ محمد عبدالجبار' حافظ محمد آصف اقبال' حافظ عبدالخالق' مولانا محمد عثمان منیب ﷾ نے اس کتاب پر نظر ثانی اور علمی و تحقیقی فوائد و مسائل کی تصحیح و تنقیح میں راقم الحروف کی معاونت کی اور بڑی عرق ریزی اور محنت سے تصحیح و تنقیح اور پروف ریڈنگ کا کام بھی سرانجام دیا۔
- حافظ محمد آصف اقبال ﷾ نے حدیث کی صحت وضعف کے اعتبار سے فوائد و مسائل میں حک و اضافہ کیا ہے' نیز وہ مسائل جو تفصیل اور تحقیق کے متقاضی تھے' ان پر ضروری حد تک گفتگو کی ہے۔

آخر میں راقم الحروف نے پوری کتاب پر نظر ثانی کر کے اور حسبِ ضرورت اصلاح و ترمیم اور اضافے کر کے اس کو آخری شکل دی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس عظیم منصوبے کے بقیہ حصوں کی تکمیل کی بھی توفیق عطا فرمائے اور جلد از جلد انھیں بھی منظر عام پر لانے کے اسباب و وسائل مہیا فرمائے۔ ويرحم الله عبداً قال آمينا.

حافظ صلاح الدین یوسف

مدیر: شعبۂ تحقیق وتالیف وترجمہ

دارالسلام' 36/B لوئر مال' لاہور

۱۲۴/۴۰ شاداب کالونی' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور

رجب 1427ھ - اگست 2006ء

مقدمة التحقيق

سنن ابن ماجہ تحقیق وتخریج احادیث کا اسلوب

إِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ، أَمَّابَعْدُ: فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَالْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔

اللہ رب العزت کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے مجھے ''سنن اربعہ'' (سنن ابوداود' سنن ترمذی' سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ) کی تحقیق وتخریج کی توفیق بخشی' وَالْحَمْدُلِلّٰهِ.

سنن اربعہ میں سے سنن ابن ماجہ کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ اس پر تعلیق وتحقیق کو میں نے عربی زبان میں "تسهيل الحاجة فى مختصر تخريج سنن ابن ماجه" کے عنوان سے مکمل کیا' یہی سنن ابن ماجہ (اُردو) میں تحقیق وتخریج کے نام سے شامل ہے۔ تسهيل الحاجة في مختصر تخريج سنن ابن ماجه میں راقم الحروف کے منہج وعمل کو جاننے کے لیے درج ذیل نکات کا جاننا ضروری ہے:

- سنن ابن ماجہ میں دو طرح کی حدیثیں ہیں:

(ا) جو صحیحین (صحیح بخاری وصحیح مسلم) یا صحیحین میں سے کسی ایک کتاب میں موجود ہیں۔

(ب) جو صحیح بخاری یا صحیح مسلم میں موجود نہیں ہیں۔

میری تحقیق میں صحیح بخاری وصحیح مسلم کی تمام (مرفوع مُسند) روایات صحیح ہیں جیسا کہ علمائے امت کا بھی اس بات پر اتفاق ہے۔ دوسری روایات پر میں نے صحت وضعف کے لحاظ سے حکم لگا دیا ہے' مثلاً: دیکھیے حدیث: ۵ إسناده حسن اور حدیث: ۱۱ إسناده ضعيف.

- جن روایات پر ضعف کا حکم لگایا گیا ہے' وہاں وجہِ ضعف بھی مختصراً بیان کر دی ہے' مثلاً: دیکھیے حدیث: 19 کی سند [حدثنا أبوبكر بن الخلاد الباهلي: حدثنا يحيى بن سعيد' عن شعبة' عن ابن عجلان أنبأنا عون بن عبدالله' عن عبدالله بن مسعود] پر ضعف کا حکم لگانے کے بعد لکھا

ہے: [هذا إسناد فيه انقطاع * عون بن عبدالله لم يسمع من عبدالله بن مسعود]
''اس کی سند میں انقطاع ہے' یعنی عون بن عبداللہ کا حضرت عبداللہ بن مسعود سے سماع ثابت نہیں ہے۔''

- جس روایت کو حسن یا صحیح قرار دیا گیا ہے اگر اس کی تصحیح و تحسین کسی دوسرے محدث سے ثابت ہے تو اس کا حوالہ دے دیا ہے' دیکھیے حدیث: ۸۷۔
- سنن ابن ماجہ کی جو روایات صحیحین اور دوسری کتابوں میں موجود ہیں ان کی تخریج میں صرف صحیحین پر اکتفاء کرتے ہوئے عام طور پر صحیحین ہی کا حوالہ دیا ہے' مثلاً: حدیث نمبر: ۱۰ وأخرجه مسلم' حالانکہ یہ روایت سنن ترمذی (حدیث: ۲۲۲۹) میں بھی موجود ہے۔
- أخرجه البخاري' وأخرجه مسلم کا یہ مطلب بالکل نہیں ہے کہ یہ روایت من وعن اسی متن کے ساتھ صحیح بخاری یا صحیح مسلم میں موجود ہے بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ یہ روایت اس سند کے ساتھ مختصراً یا مطولاً صحیح بخاری یا صحیح مسلم میں موجود ہے۔ اصل متن کا مفہوم ایک ہے' الفاظ میں کمی بیشی اور اختلاف ہوسکتا ہے۔
- اہل تحقیق کے نزدیک صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر ترجیح حاصل ہے' لہٰذا تخریج میں صحیح بخاری کو مقدم کیا گیا ہے۔ بعض مقامات پر تخریج میں صحیح مسلم کا ذکر اس لیے پہلے آیا ہے کہ ان روایات کی سند کا زیادہ حصہ صحیح مسلم میں ہے' مثلاً: دیکھیے حدیث: ۵۸' (أخرجه مسلم من حديث سفيان بن عيينة ...... والبخاري من حديث مالك) اسے درج ذیل جدول کے ساتھ سمجھ لیں:
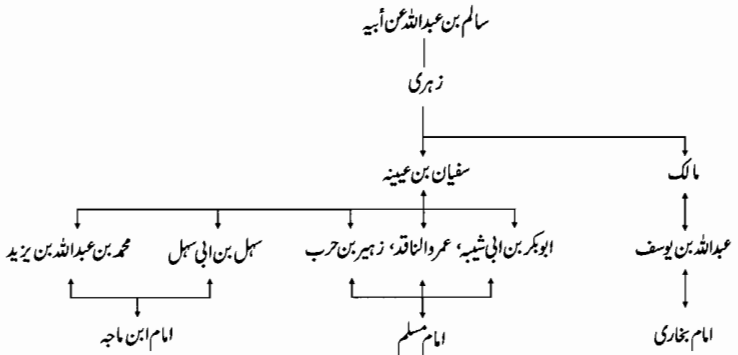
سندِ مذکور میں امام مسلم' امام ابن ماجہ کے زیادہ قریب ہیں' لہٰذا ان کا ذکر مقدم کیا گیا ہے۔

- بعض فوائد حدیثیہ' مثلاً: تصریحِ سماع مدلس وغیرہ کی وجہ سے صحاحِ ستہ سے باہر کے حوالے بھی دیے ہیں دیکھیے حدیث:۳۵' أخرجه أحمد من حديث محمد بن إسحاق به' وهو صرح بالسماع عنده.
- مدلسین کے بارے میں دو باتیں مدنظر رہیں:

(ا) جن پر تدلیس کا الزام بالکل باطل ہے' مثلاً: امام بخاری' امام مسلم' ابوقلابہ الجرمی' مکحول الشامی' زید بن اسلم' جبیر بن نفیر' حماد بن اسامہ وغیرہم' یہ تمام ائمہ و رُوات طبقۂ اولیٰ کے ہیں۔ ان کی مُعَنْعَن (عَنْ کے لفظ سے بیان کردہ) روایات' بغیر کسی قرینۂ صارفہ کے سماع پر محمول ہیں۔

(ب) جن پر تدلیس کا الزام ثابت ہے' مثلاً: قتادہ' اعمش' سفیان ثوری' ابواسحاق السبیعی وغیرہم' ان کی غیر صحیحین میں معنعن روایت' عدم سماع و عدمِ متابعت کی صورت میں ضعیف ہوتی ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [لَا نَقْبَلُ مِنْ مُّدَلِّسٍ حَدِيثًا حَتّٰى يَقُولَ فِيهِ حَدَّثَنِي أَوْ سَمِعْتُ] (كتاب الرسالة ص:۳۸۰) یعنی ''ہم مدلس کی صرف وہی حدیث قبول کرتے ہیں جس میں حَدَّثَنِي کے الفاظ ہوں' یا تصریحِ سماع (یا معتبر متابعت) ہو۔'' تدلیس کے بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ کا یہ قول ہی راجح ہے۔

بعض علماء سفیان ثوری' سفیان بن عیینہ' اعمش وغیرہم کی معنعن روایات کو صحیح اور حسن بصری' ابوالزبیر' ابواسحاق وغیرہم کی معنعن روایات کو ضعیف کہتے ہیں۔ میرے نزدیک یہ منہج صحیح نہیں ہے بلکہ مدلسین کے بارے میں واضح اور دوٹوک موقف اختیار کرنا چاہیے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے میرا رسالہ ''التأسيس في مسئلة التدليس۔''

- جس راوی کی توثیق و تضعیف میں محدثین کرام کا اختلاف ہے وہاں عدمِ تطبیق اور عدمِ جمع بین الاقوال کی صورت میں راقم الحروف نے جمہور محدثین کو ہر جگہ ترجیح دی ہے۔
- اسماء الرجال کے متساہل ماہرین' مثلاً: امام ترمذی' ابن حبان اور حاکم وغیرہم کا اگر کسی راوی کی توثیق پر تفرد الواحد ہے تو ایسے راوی کو مستور و مجہول قرار دیا ہے اگر توثیق کرنے والے دو ہیں' مثلاً: امام ترمذی و ابن حبان' تو موثق راوی کو حسن الحدیث و صدوق قرار دیا ہے۔

تنبیہ: بعض علماء امام عجلی کو متساہل سمجھتے ہیں' راقم الحروف کے نزدیک یہ موقف صحیح نہیں ہے بلکہ امام عجلی عام محدثین امام احمد اور ابن معین وغیرہم کی طرح معتدل ہیں۔

- روایت کی تصحیح وتحسین' اس کے ہر راوی کی توثیق ہوتی ہے' مثلاً: نافع بن محمود المقدسی کی حدیث کو دارقطنی اور بیہقی نے حسن یا صحیح قرار دیا ہے' لہٰذا یہ راوی دارقطنی اور بیہقی کے نزدیک ثقہ ہے۔ نیز دیکھیے نصب الرایۃ: ۱/۴۹ و ۳/۲۶۴' ۲۶۴ و السلسلۃ الصحیحۃ: ۷/۱۶' حدیث: ۳۰۰۷- ایسے راوی کو مجہول یا مستور قرار دینا غلط ہے۔
- تصحیح حدیث وتحسین میں شواہد ومتابعات کا بھی اعتبار کیا گیا ہے' لہٰذا بعض روایات کو شواہد ومتابعات کے ساتھ صحیح اور حسن قرار دیا گیا ہے۔
- ان منہجی اصولوں کے باوجود انسان خطا کا پتلا ہے۔ یہاں میں اس بات کا اعلان کرتا ہوں کہ میری جس تحقیق وتخریج میں خطا ثابت ہوئی تو مجھے رجوع کرنے میں تامل نہیں ہوگا۔ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ!

- راویوں پر جرح وتعدیل میں راقم الحروف نے اسماء الرجال کی اصل کتابوں کی طرف رجوع اور مکمل تحقیق کرکے اعدل الاقوال اور راجح قول لکھا ہے' اگر کسی سابق محدث کا حوالہ بغیر تنبیہ کے دیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں اس سے متفق ہوں۔

ابو طاہر حافظ زبیر علی زئی

اگست 2006ء

حالاتِ زندگی امام ابن ماجہ رحمہ اللہ

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ علمِ حدیث کے اُن درخشندہ ستاروں میں سے ہیں جو افقِ عالم پر آج بھی روشن اور تاباں ہیں۔ آپ کا شمار فنِ حدیث کے جلیل القدر اور عظیم ترین ائمہ میں ہوتا ہے۔ آپ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ آپ کا نام اُن ائمۂ ستہ کی فہرست میں آتا ہے جن کی کتبِ حدیث کو مسلمانوں کے ہاں قبولِ عام حاصل ہے۔

دوسرے ائمہ کی طرح امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے بھی خدمتِ حدیث میں بڑا نام کمایا اور تدوینِ حدیث میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ نے پوری زندگی گلستانِ حدیث کی آبیاری کرتے ہوئے گزاری۔ فرامینِ نبوی کی جمع وتدوین کے لیے مختلف ممالک کی طرف رختِ سفر باندھا اور اپنے دور کے عظیم شیوخ الحدیث ومحدثین سے کسبِ فیض اور حدیثِ نبوی کے لوٗلوٗے آبدار سے نہ صرف اپنے ہی دامن کو بھرا بلکہ آنے والی نسلوں کے لیے بھی ان کو یکجا کر دیا۔

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ حدیث، تفسیر اور تاریخ کے بہت بڑے عالم تھے، خصوصاً علم حدیث میں تو آپ حافظ اور ماہرِ فن گردانے جاتے تھے، اسی لیے حافظ شمس الدین ذہبی، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اور دیگر ناقدینِ فن نے علم حدیث میں آپ کی امامت، رفعتِ شان، وسعتِ نظر، حفظِ حدیث اور ثقاہت کا اعتراف کیا ہے اور آپ کی علمی وفنی خدمات کو سراہا ہے۔

❁ نام ونسب: ابوعبداللہ محمد بن یزید بن عبداللہ الربعی القزوینی المعروف بابن ماجہ۔ آپ عجمی الاصل تھے۔ ربعی، ربیعہ کی طرف نسبت ہے اور یہ نسبتِ وَلاء ہے اور اپنے علاقے قزوین (ایران) کی طرف نسبت کی وجہ سے آپ قزوینی کہلاتے ہیں۔

آپ ابن ماجہ کے نام سے معروف ہیں۔ اس کے متعلق علامہ زبیدی رحمہ اللہ نے تاج العروس میں مختلف اقوال ذکر کیے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ ''ماجہ'' آپ کی والدہ کا نام ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے اور شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ بھی بستان المحدثین میں نقل کرتے ہیں: [وصحیح آنست که ماجه

(بتخفیفِ جیم) مادر او بود] یعنی صحیح بات یہ ہے کہ ماجہ آپ کی والدہ تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ ''ابن ماجہ'' میں الف کے ساتھ امتیاز کیا گیا ہے تا کہ معلوم ہو کہ ابن ماجہ' محمد کی صفت ہے نہ کہ عبداللہ کی۔ بعض علماء کے نزدیک ماجہ آپ کے والد گرامی کا لقب تھا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ واللہ أعلم.

ولادت اور ابتدائی تعلیم: 209 ہجری بمطابق 824 عیسوی میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی' چنانچہ یاقوت بن عبداللہ الحموی نے جعفر بن ادریس کی تاریخ قزوین کے حوالے سے نقل کیا ہے: مَاتَ أبو عبداللّٰہ سنة ٢٧٣ هـ و سمعتہٗ یقول ولدتُّ سنة ٢٠٩ هـ.

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کا عہدِ طفولیت اگر چہ پردۂ خفا میں ہے' تاہم معلوم ہوتا ہے کہ عام دستور کے مطابق ابتدائی تعلیم کی تکمیل کے بعد امام صاحب نے علم حدیث کی طرف رجوع کیا اور اس کی ابتدا اپنے ہی شہر سے کی جو اس وقت علم حدیث کا گہوارہ بن چکا تھا۔

علمی سفر: اپنے شہر اور گردونواح کے شیوخ سے کسبِ فیض کے بعد 230 ہجری میں جب آپ کی عمر تقریباً 21' 22 سال تھی۔ آپ نے تلاشِ علم حدیث کے لیے دوسرے ممالک کی طرف رختِ سفر باندھا' چنانچہ ابن الجوزی ''المنتظم'' میں لکھتے ہیں: ''پھر آپ نے خراسان' عراق' حجاز' مصر اور شام کے شہروں کے سفر کیے اور محدثین کی مجالس میں حاضر ہوتے رہے۔''

امام حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "ارتحل إلى العراقين و مصر و شام" یعنی آپ نے عراقین (کوفہ و بصرہ)' مصر اور شام کی طرف سفر کیے۔ علاوہ ازیں آپ نے مکہ اور مدینہ کے شیوخ سے بھی استفادہ کیا اور پھر بغداد کی طرف سفر کیا جو اس وقت بقول امام ذہبی رحمہ اللہ کے "دارالإسناد العالي والحفظ و منزل الخلافة والعلم" تھا۔''

اسی پر بس نہیں بلکہ آپ نے اپنے علمی ذوق کی تسکین اور حدیث نبوی کی جمع و تدوین کے لیے دمشق' حمص' مصر' اصفہان' عسقلان اور نیشاپور تک کے اساطینِ علم و حدیث کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیے۔ اس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے حدیث نبوی کے حصول کے لیے کتنی تگ و دو اور سعی کی اور ان جواہر پاروں کو جمع کرنے کے لیے اپنے دور کے تقریباً تمام علمی مراکز تک رسائی حاصل کی اور اکابر محدثین کی مجالس میں حاضر ہو کر استفادہ کیا اور اپنے قلب و ذہن کو حدیث نبوی سے منور کیا۔

❁ اساتذۂ کرام: امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کو اپنے وقت کے عظیم محدثین سے شرفِ تلمذ حاصل رہا جن میں مکی، مدنی اور قزوینی محدثین بھی شامل ہیں، چنانچہ مدینے میں آپ کے اساتذہ میں حافظ ابن مصعب الزبیری، احمد بن ابوبکر العوفی اور حافظ ابراہیم بن المنذر شامل ہیں جبکہ مکے میں آپ نے حافظ جلوانی ابو محمد حسن بن علی الخلال، حافظ زبیر بن بکار قاضیٔ مکہ، حافظ سلمہ بن شبیب وغیرہم سے استفادہ کیا۔ اہل قزوین میں سے عمرو بن رافع بجلی، اسماعیل بن توبہ اور محمد بن ابو خالد القزوینی قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ جبارہ بن المغلس، ابوبکر بن ابی شیبہ، نصر بن علی الجهضمی، محمد بن یحییٰ نیشاپوری، ابوبکر بن خلاد باہلی، محمد بن بشار، علی بن محمد الطنافسی اور علی بن منذر آپ کے قابل ذکر اساتذہ ہیں۔

❁ تلامذہ: امام ابن ماجہ رحمہ اللہ سے کسبِ فیض کرنے والے حضرات کی بھی ایک طویل فہرست ہے۔ آپ کے تلامذہ نہ صرف قزوین ہی میں تھے بلکہ ہمدان، اصفہان، بغداد اور دنیا کے دیگر علمی مراکز تک پھیلے ہوئے تھے۔ ان میں علی بن سعید بن عبداللہ الفلانی، ابراہیم بن دینار الجرشی، احمد بن ابراہیم القزوینی، حافظ ابویعلی الخلیلی اور ابو عمرو احمد بن محمد بن حکیم المدنی الاصفہانی قابل ذکر ہیں۔

❁ سنن ابن ماجہ کے راوی: آپ کے وہ شاگردانِ خاص جنھیں سنن ابن ماجہ روایت کرنے کا شرف حاصل ہوا، اُن میں سے چند قابل ذکر یہ ہیں: ابوالحسن القطان، سلیمان بن یزید، ابوجعفر محمد بن عیسیٰ، ابوبکر حامد الابہری۔

❁ اہلِ علم کی طرف سے اعترافِ عظمت: امام ابن ماجہ رحمہ اللہ اپنے دور کے عظیم محدث، مفسر اور مؤرخ تھے۔ فن حدیث میں آپ کے علمی مقام و مرتبہ کا اعتراف ہر دور کے علماء و ماہرین فن نے کیا ہے۔

- امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''امام ابن ماجہ حافظ الحدیث، ناقدِ فن، راست باز اور وسیع علم رکھنے والے تھے۔'' تذکرۃ الحفاظ میں امام ذہبی رحمہ اللہ ان کی بابت لکھتے ہیں: ''آپ بہت بڑے حافظ اور اہل قزوین میں سے محدث و مفسر تھے۔''
- ابویعلی خلیلی کہتے ہیں: ''آپ بہت ثقہ، قابل حجت اور علوم حدیث کی معرفت رکھنے والے تھے۔''
- علامہ سندی کہتے ہیں: ''آپ ائمۃ المسلمین میں سے بلند مرتبہ، پرہیز گار اور بالاتفاق ثقہ امام تھے۔''

✱ امام صاحب کی تصنیفی خدمات: امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے تحصیل علم کے بعد تالیف و تصنیف میں بھی دلچسپی لی اور الباقیات الصالحات کے طور پر تین بڑی کتابیں چھوڑیں جو درج ذیل ہیں:

① **السنن:** اس کا شمار صحاح ستہ (کتب ستہ) میں ہوتا ہے اور درجے کے لحاظ سے یہ چھٹی کتاب ہے۔ اس کا تذکرہ آئندہ صفحات میں تفصیل سے ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

② **التفسیر:** یہ ایک بہت بڑی تفسیر تھی جس میں آپ نے احادیث' آثارِ صحابہ و تابعین کو بالاسناد جمع کیا تھا۔ امام سیوطی رحمہ اللہ نے تفسیر طبری کے بعد تفسیر ابن ابی حاتم اور تفسیر ابن ماجہ کو بڑی تفاسیر میں شمار کیا ہے۔ البدایہ میں امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی اسے بہت بڑی تفسیر قرار دیا ہے۔

③ **التاریخ:** یہ بھی مؤلف کی جلالتِ علمی کی مظہر ہے اور ان کے علم و فضل کے مطابق ایک اہم تاریخ ہے۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اسے تاریخ کامل کہا اور مشہور مؤرخ ابن خلکان نے اسے تاریخ ملیح کہا ہے لیکن افسوس کہ مؤخر الذکر دونوں کتابیں اب ناپید ہیں۔

وفات: 22 رمضان المبارک 273 ہجری بمطابق 887 عیسوی کو 64 سال کی عمر میں پیر کے دن آپ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور دارِ فانی سے رحلت فرما کر دار بقا میں تشریف فرما ہوئے۔ اللّٰھم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه.

آپ کی تجہیز و تکفین میں آپ کے برادران ابوبکر اور عبداللہ اور صاحبزادہ عبداللہ پیش پیش تھے۔ آپ کی نماز جنازہ آپ کے بھائی عبداللہ نے پڑھائی۔

متعدد شعراء نے آپ کی وفات حسرت آیات پر دردناک مرثیے بھی لکھے۔ محمد بن اسود قزوینی کا ایک شعر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تہذیب التہذیب میں ذکر کیا ہے ؎

لقد أوهى دعائم عرش علم ۔۔۔ وضعضع ركنه فقد ابن ماجه

''ابن ماجہ کی موت نے ایوانِ علم کی بنیادوں کو کمزور کر دیا اور اس کے ستون کو ہلا کر رکھ دیا۔''

سنن ابن ماجہ اور اس کی امتیازی خصوصیات

احادیثِ نبویہ کو تحریری صورت میں محفوظ کرنے کا کام عہدِ نبوی میں شروع ہو چکا تھا' تاہم یہ انفرادی مجموعے تھے۔ ان کا مقصد صرف احادیث کو قلم بند کرنا تھا اور ان میں کوئی خاص ترتیب پیش نظر نہ تھی۔ بعدازاں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے دورِ خلافت (99 تا 101 ہجری) میں سرکاری طور پر اس پر توجہ دی گئی' تاہم زیادہ کام انفرادی کاوشوں پر ہی مشتمل تھا' پھر دوسری صدی میں موطأ اور مسند الشافعی جیسی معرکہ آرا کتب مرتب ہوئیں لیکن تدوین حدیث کا سنہری دور تیسری صدی ہجری ہے جس میں بہت سے مجموعے مرتب ہوئے۔ ان میں کتب ستہ' جنھیں صحاح ستہ بھی کہا جاتا ہے' بھی شامل ہیں اور انھی کتب ستہ میں سنن ابن ماجہ بھی ہے۔ اس کا شمار کتب ستہ میں آخری کتاب کی حیثیت سے کیا جاتا ہے۔ سنن ابن ماجہ کو پانچویں صدی ہجری کے آخر میں کتب ستہ میں داخل کیا جانے لگا۔ اس کے بعد ہر دور میں یہ کتاب اپنی حیثیت منواتی گئی۔ صحت وقوت کے لحاظ سے صحیح ابن حبان' سنن دارمی' سنن دارقطنی اور دوسری کئی کتب سنن ابن ماجہ سے برتر تھیں لیکن ان کتب کو وہ پذیرائی اور قبول عام حاصل نہ ہو سکا جو سنن ابن ماجہ کو ہوا۔ یاد رہے علمائے حدیث کی اصطلاح میں "السنن" اس کتاب کو کہا جاتا ہے جس میں احادیثِ احکام کتاب الطھارۃ سے لے کر کتاب الوصایا تک فقہی ترتیب سے جمع کی گئی ہوں۔

سنن ابن ماجہ کی اہمیت وافادیت کا اندازہ اس بات سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اپنی یہ تصنیف جب امام ابوزرعہ رحمہ اللہ کے سامنے پیش کی تو انھوں نے اس کتاب کو دیکھتے ہی کہا: ''اگر یہ کتاب لوگوں کو میسر آ گئی تو موجودہ تمام جوامع یا ان میں سے اکثر معطل ہو جائیں گی۔'' امام ابوزرعہ رحمہ اللہ کا یہ قول حرف بحرف صحیح ثابت ہوا اور سنن ابن ماجہ کی مقبولیت کے سامنے کئی جوامع' مسانید اور سنن بہت پیچھے رہ گئیں۔

۞ زمانۂ تالیف: امام ابن ماجہ رحمہ اللہ 230 ہجری کے بعد تلاشِ حدیث کی غرض سے اپنے وطن سے نکلے۔ اسی دوران میں انھوں نے اپنی کتاب السنن ترتیب دی اور امام ابوزرعہ رحمہ اللہ کے سامنے پیش کی۔ امام ابوزرعہ کی وفات 264 ہجری میں ہوئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سنن ابن ماجہ کی تالیف 230 سے 260 ہجری کے درمیانی

عرصے میں ہوئی۔

❁ **سنن ابن ماجہ اہل فن کی نظر میں :** ● ابن اثیر رحمہ اللہ کا قول ہے: ''یہ کتاب انتہائی مفید اور فقہی اعتبار سے بہت نفع بخش ہے لیکن اس میں ضعیف بلکہ منکر احادیث بھی پائی جاتی ہیں۔''

● امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اگر ابوعبداللہ اس کتاب کو ضعیف اور کمزور احادیث سے مکدر نہ کرتے تو یہ بہت اچھی کتاب تھی۔''

● حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے '' تقريب التهذيب'' میں اس کتاب کو ''جامع جيد'' کہا ہے، یعنی یہ کتاب نہایت عمدہ ہے۔

❁ **کتب حدیث میں سنن ابن ماجہ کا درجہ :** شروع شروع میں ابن السکن اور ابن مندہ رحمہما اللہ وغیرہ نے کتب حدیث میں سے صرف چار کا انتخاب کیا اور انھیں ''اصولِ اربعہ'' کا نام دیا۔ اصول اربعہ میں صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داود اور سنن نسائی تھیں۔ بعد میں سنن ترمذی کو بھی ان میں شامل کر لیا گیا۔ یوں ''اصول خمسہ'' کی اصطلاح وضع ہوئی، پھر پانچویں صدی کے آخر میں حافظ ابوالفضل محمد بن طاہر المقدسی رحمہ اللہ نے سنن ابن ماجہ کو اصولِ خمسہ کے ساتھ شامل کیا اور اسے ''سادس الستة'' قرار دیا اور کتاب شروط الأئمة الستة لکھ کر اسے مستقل طور پر کتب ستہ میں شامل کر دیا۔ بعد میں حافظ عبدالغنی المقدسی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الکمال میں ابن طاہر کی متابعت کی لیکن بعض علماء نے موطأ امام مالک کو اس کی جگہ کتب ستہ میں شامل کیا۔ ان میں سے پہلے شخص ابن طاہر کے ہم عصر رزین بن معاویہ العبدری رحمہ اللہ ہیں اور بعد میں ابن الاثیر رحمہ اللہ نے بھی انھی کا اتباع کرتے ہوئے موطأ کو ''سادس الستة'' قرار دیا لیکن حافظ ابن حجر، امام ابن کثیر اور ابن خلکان رحمہم اللہ کے اقوال سے سنن ابن ماجہ کے کتب ستہ کی آخری کتاب ہونے کے اشارے ملتے ہیں اور یہی اقوال راجح معلوم ہوتے ہیں۔

❁ **سنن ابن ماجہ کی امتیازی خصوصیات :** سنن ابن ماجہ کی کچھ امتیازی خصوصیات ہیں جن کی بنا پر یہ دوسری کتب حدیث سے ممتاز ہوتی ہے اور انھی خصوصیات کی وجہ سے اسے یہ بلند مقام اور قبول عام ملا اور یہ ہر دور کے علماء کی توجہ کا مرکز بھی رہی۔ اس کی وہ امتیازی خصوصیات درج ذیل ہیں:

● کتاب کا اسلوب انتہائی شاندار ہے اور تراجم ابواب کی احادیث سے مطابقت نہایت واضح ہے۔ اس میں کسی قسم کی الجھن یا پیچیدگی نہیں ہے، نیز ابواب کی فقہی رعایت اور ترتیبِ احادیث سے استنباطِ مسائل میں

کوئی دقت نہیں ہوتی۔

- حسنِ ترتیب وتبویب کے لحاظ سے بھی سنن ابن ماجہ کو خاص امتیاز حاصل ہے اور یہ کتاب تکرار سے بھی مبرا ہے۔ یہ ایک ایسی خوبی ہے جو بقیہ کتب اصول میں ناپید ہے۔
- کتاب مختصر ہونے کے باوجود احکام ومسائل میں نہایت جامع ہے۔ اسی جامعیت کی وجہ سے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تقریب التهذيب میں اسے ''جامع جید'' لکھا ہے۔
- متعدد مقامات پر احادیث کے غریب ہونے کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اگرچہ اس معاملے میں امام ترمذی رحمہ اللہ مشہور ہیں لیکن امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے خاص ابواب میں جو غرابت کا حکم لگایا ہے وہ دوسری کتب میں نہیں ملتا۔
- بعض روایات مخصوص شہروں کے محدثین کے ساتھ خاص ہوتی تھیں اور دوسرے شہروں میں اس کو روایت کرنے والے نہیں ہوتے تھے۔ امام ابن ماجہ رحمہ اللہ اس قسم کی روایات نقل کرتے وقت بتا دیتے ہیں کہ یہ فلاں شہر والوں کی روایت ہے۔
- امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں 482 صحیح احادیث کا اضافہ کیا ہے جو باقی کتب خمسہ میں نہیں ہیں۔
- سنن ابن ماجہ میں 3002 احادیث ایسی ہیں جو باقی کتب خمسہ میں بھی موجود ہیں لیکن امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے انھیں دوسرے طرق سے روایت کیا ہے، یعنی کتب خمسہ میں وہ متون ان طرق سے نہیں ہیں۔ اس طرح امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے احادیث میں کثرتِ طرق سے زیادہ قوت پیدا کر دی ہے اور یہ سنن ابن ماجہ کا ایسا امتیاز ہے جو کسی دوسری کتاب کو حاصل نہیں۔
- سنن ابن ماجہ میں 1339 احادیث ایسی بھی ملتی ہیں جو کتب خمسہ میں نہیں ہیں۔ علماء نے انھیں ''الزوائد'' کے نام سے مدون بھی کیا ہے۔ ان زوائد ہی کی وجہ سے سنن ابن ماجہ کو سادس ستہ ہونے کا شرف حاصل ہوا ہے۔

❁ **شرائط:** امام ابن ماجہ رحمہ اللہ رواۃِ حدیث کے انتخاب کے معاملے میں وسیع المشرب ہیں اور ہر قسم کے راویوں کی روایت قبول کر لیتے ہیں۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی سنن میں ایسی روایات لانا چاہتے تھے جو دوسری کتب اصول میں نہیں اور اسی وجہ سے انھوں نے راویوں کے ضعف کو بھی برداشت کر لیا ہے۔

❁ **تعداد مرویات اور ان کی فنی حیثیت:** ابو الحسن القطان رحمہ اللہ کے بقول سنن ابن ماجہ میں 32 کتب، 1510

ابواب اور 4000 احادیث شامل ہیں جبکہ علامہ محمد فواد عبدالباقی رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق یہ کتاب 37 کتب' 1560 ابواب اور 4341 احادیث پر مشتمل ہے اور یہی ترقیم راجح ہے۔

سنن ابن ماجہ کی 1339 زوائد میں سے فواد عبدالباقی رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق 428 صحیح' 199 حسن' 613 ضعیف اور 99 مرویات منکر وموضوع ہیں۔ شیخ ناصر الدین رحمہ اللہ نے ضعیف ابن ماجہ کے نام سے جو کتاب تالیف کی ہے اس میں ضعیف احادیث کی تعداد 948 ہے۔

✪ شروحاتِ ابن ماجہ: دوسری کتب خمسہ کی طرح سنن ابن ماجہ کی افادیت واہمیت اور شہرت ومقبولیت کی وجہ سے اس پر قابل قدر شروحات وحواشی لکھے گئے۔ کچھ کی تفصیل حسب ذیل ہے:

① **شرح سنن ابن ماجه**: یہ شرح حافظ علاؤ الدین مغلطائی بن قلیج رحمہ اللہ نے آٹھویں صدی ہجری میں لکھی۔ یہ پانچ جلدوں پر مشتمل تھی لیکن نامکمل رہی۔

② **ماتمس إليه الحاجة إلى سنن ابن ماجه**: یہ شرح شیخ سراج الدین عمر بن علی بن الملقن رحمہ اللہ نے 801 ہجری میں لکھی۔ یہ زوائد ابن ماجہ کی شرح ہے جو کہ آٹھ جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس میں غریب الفاظ کی شرح اور مشکل اسماء والکنی کا ضبط ہے۔

③ **الديباجة على سنن ابن ماجه**: یہ شیخ کمال الدین محمد بن موسیٰ الدمیری رحمہ اللہ' صاحب حیاۃ الحیوان الکبری' کی تالیف ہے اور یہ پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔

④ **شرح ابن ماجه**: یہ کتاب شیخ برہان الدین حلبی رحمہ اللہ کی تالیف ہے۔ امام شوکانی رحمہ اللہ اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ بہت ہی لطیف تعلیق ہے۔

⑤ **مصباح الزجاجة**: یہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کا مختصر حاشیہ ہے۔

⑥ **كفاية الحاجة في شرح ابن ماجه**: یہ شیخ ابوالحسن محمد بن عبدالہادی سندھی رحمہ اللہ کا حاشیہ ہے۔ علامہ سندھی بارہویں صدی ہجری کے علماء میں سے ہیں۔ اس حاشیے میں علامہ سندھی نے غریب الفاظ کے حل' الفاظ کے ضبط اور بیان اعراب کا خصوصی اہتمام کیا ہے۔ یہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ کے حاشیے سے قدرے جامع ہے۔

⑦ **رفع العجاجة عن سنن ابن ماجه**: یہ مولانا وحید الزمان رحمہ اللہ کا ترجمہ وتشریح ہے۔

⑧ **إنجاح الحاجة**: یہ شیخ عبدالغنی المجددی الدہلوی رحمہ اللہ کا حاشیہ ہے۔

⑨ **تعليق سبط ابن العجمي:** یہ حافظ سبط ابن العجمی رحمہ اللہ کی سنن ابن ماجہ پر ایک عمدہ تعلیق ہے۔

⑩ **إنجاز الحاجة بشرح سنن ابن ماجه:** یہ شرح پاکستان کے نامور سلفی عالم دین الشیخ الاستاذ محمد علی جانباز رحمہ اللہ نے عربی میں لکھی ہے۔ یہ انتہائی مفید اور جامع شرح ہے۔ اس میں انھوں نے ہر حدیث کی تخریج کے بعد اس پر صحت وضعف کا حکم لگایا ہے، حدیث میں آنے والے راویوں کے مختصر حالات زندگی بیان کیے ہیں، اسماء الرجال اور اماکن کا ضبط کیا ہے، امام ابن ماجہ کی روایت کردہ حدیث کی ہم معنی دیگر روایات بھی نقل کر دی ہیں، نیز شرح کرتے ہوئے مذاہب فقہاء کا ذکر ان کی مستند کتب سے کیا ہے اور ہر فقیہ کے دلائل کا قرآن وسنت کی رُو سے غیر جانبداری کے ساتھ تجزیہ کرنے کے بعد راجح موقف کا ذکر بھی کیا ہے اور ہر جلد کے آخر میں اعلام المترجمین کی فہرست بھی دی گئی ہے۔ ان تمام خصوصیات کی وجہ سے یہ شرح واقعی نہایت عمدہ، جامع اور افادیت کی حامل ہے لیکن ابھی زیر تکمیل ہے۔ تقریباً نصف کتاب کی شرح چھ ضخیم جلدوں میں منظر عام پر آ چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے وہ اسے جلد پایۂ تکمیل تک پہنچائے اور شارح کو اجر جزیل عطا فرمائے۔ (آمین)

حدیث کی اقسام
قَولی حدیث
فِعلی حدیث
تقریری حدیث
شَمَائِل نَبوِی
حدیث کی اقسام ——— نسبت کے اعتبار سے
حَدِیث قُدسِی
مَرفُوع
مَوقُوف
مَقطُوع
حدیث کی اقسام ——— راویوں کی تعداد کے اعتبار سے
مُتَواتِر
خَبَرِ وَاحِد
مَشهُور
مُستَفِیض
عَزِیز
غَرِیب
غَرِیبِ مُطلَق
غَرِیبِ نِسبِی
مقبول حدیث کی اقسام
صَحِیح لِذَاتِهٖ
صَحِیح لِغَیرِهٖ
حَسَن لِذَاتِهٖ
حَسَن لِغَیرِهٖ
مقبول حدیث کے درجات
مُتَّفَق عَلَیه
اَفرادِبُخاری
اَفرادِمُسلِم
صَحِیحٌ عَلٰی شَرطِهِمَا
صَحِیحٌ عَلٰی شَرطِ البُخَارِی
صَحِیحٌ عَلٰی شَرطِ مُسلِم
صَحِیحٌ عَلٰی شَرطِ غَیرِهِمَا
49
❶ مردود حدیث کی اقسام ——— انقطاع سند کے اعتبار سے
مُعَلَّق
مُرسَل
مُعضَل
مُنقَطِع
مُدَلَّس
مُرسَل خَفِی
مَعلُول یا مُعَلَّل
❷ مردود حدیث کی اقسام ——— راوی کے عادل نہ ہونے کی وجہ سے
مَترُوک
مَوضُوع
رِوَایَةُ الفَاسِق
رِوَایَةُ المُبتَدِع
❸ مردود حدیث کی اقسام ——— راوی کے ضابط نہ ہونے کی وجہ سے
مَقلُوب
مُدرَج
اَلمَزِید فِی مُتَّصِلِ الأَسَانِید
شَاذ
مُنکَر
رِوَایَة سَیِّئُ الحِفظ
رِوَایَة کَثِیرُالغَفلَه
رِوَایَة فَاحِشُ الغَلَط
رِوَایَة المُختَلِط
مُضطَرِب
مُعَلَّل
❹ مردود حدیث کی اقسام ——— راوی کے مجهول ہونے کی وجہ سے
مُبهَم
رِوَایَةُ مَجهُولِ العَین
رِوَایَةُ مَجهُولِ الحَال

اصطلاحاتِ محدثین

۞ **حدیث کی تعریف:** رسول اللہ ﷺ سے متعلق راویوں کے ذریعے سے جو کچھ ہم تک پہنچا ہے، وہ حدیث کہلاتا ہے۔ حدیث کو بعض دفعہ سنت، خبر اور اثر بھی کہا جاتا ہے۔

۞ **بنیادی اقسام:**

- **قَوْلِی حَدِیْث:** وہ حدیث جس میں آپ کا فرمان مذکور ہو۔
- **فِعْلِی حَدِیْث:** وہ حدیث جس میں آپ کا فعل مذکور ہو۔
- **تَقْرِیرِی حَدِیْث:** وہ حدیث جس میں آپ کا کسی بات پر خاموش رہنا مذکور ہو۔
- **شَمَائِل نَبَوِی:** وہ احادیث جن میں آپ کے عادات و اخلاق یا بدنی اوصاف مذکور ہوں۔

نوٹ: کسی حدیث کی اصل عبارت "مَتْن" کہلاتی ہے۔ متن سے پہلے، راویوں کے سلسلے کو سند کہتے ہیں۔ سند کا کوئی راوی حذف نہ ہو تو وہ "مُتَّصِل" ہوتی ہے ورنہ "مُنْقَطِع۔"

۞ **نسبت کے اعتبار سے حدیث کی اقسام:**

- **حَدِیْث قُدْسِی:** اللہ تعالیٰ کا وہ فرمان جسے نبیٔ اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے روایت کیا ہو، راویوں کے ذریعے سے ہم تک پہنچا ہو اور قرآن مجید میں موجود نہ ہو۔
- **مَرْفُوع:** وہ حدیث جس میں کسی قول، فعل یا تقریر کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کیا گیا ہو۔
- **مَوْقُوْف:** وہ حدیث جس میں کسی قول، فعل یا تقریر کو صحابی کی طرف منسوب کیا گیا ہو۔
- **مَقْطُوْع:** وہ حدیث جس میں کسی قول یا فعل کو تابعی یا تبع تابعی کی طرف منسوب کیا گیا ہو۔

۞ **راویوں کی تعداد کے اعتبار سے حدیث کی اقسام:**

- **مُتَوَاتِر:** وہ حدیث جس میں تَوَاتُر کی چار شرطیں پائی جائیں:

(۱) اسے راویوں کی بڑی تعداد روایت کرے۔

(ب) انسانی عقل و عادت ان کے جھوٹا ہونے کو محال سمجھے۔

(ج) یہ کثرت عہد نبوت سے لے کر صاحب کتاب محدث کے زمانے تک سند کے ہر طبقے میں پائی جائے۔(د) حدیث کا تعلق انسانی مشاہدے یا سماعت سے ہو۔

نوٹ: راویوں کی جماعت جس نے ایک استاد یا زیادہ اساتذہ سے حدیث کا سماع کیا ہو''طبقہ'' کہلاتی ہے۔

- خَبَرِ واحد: وہ حدیث جس میں متواتر حدیث کی شرطیں جمع نہ ہوں۔اس کی چار قسمیں ہیں:
- مَشْہُور: وہ حدیث جس کے راویوں کی تعداد ہر طبقے میں دو سے زیادہ ہو مگر یکساں نہ ہو' مثلاً کسی طبقے میں تین' کسی میں چار اور کسی میں پانچ راوی اسے بیان کرتے ہوں۔
- مُسْتَفِیض: وہ حدیث جس کے راوی ہر طبقے میں دو سے زیادہ اور یکساں تعداد میں ہوں یا سند کے اول و آخر میں ان کی تعداد یکساں ہو۔
- عَزِیز: وہ حدیث جس کے راوی کسی طبقے میں صرف دو ہوں۔
- غَرِیب: وہ حدیث جسے بیان کرنے والا کسی زمانے میں صرف ایک راوی ہو۔اگر وہ صحابی یا تابعی ہے تو اسے غَرِیبِ مُطْلَق کہیں گے اور اگر کوئی اور راوی ہے تو اسے غَرِیبِ نِسبی کہیں گے۔

نوٹ: مذکورہ بالا اقسام میں سے متواتر حدیث علم الیقین کی حد تک سچی ہوتی ہے۔باقی اقسام مقبول یا مردود ہو سکتی ہیں۔

قبول و رَدّ کے اعتبار سے حدیث کی اقسام:

- مَقْبُول: وہ حدیث جو واجب العمل ہو۔
- مَرْدُود: وہ حدیث جو مقبول نہ ہو۔

مقبول حدیث کی اقسام و درجات (شرائطِ قبولیت کے اعتبار سے):

① صَحِیح لِذَاتِہٖ ② صَحِیح لِغَیْرِہٖ ③ حَسَن لِذَاتِہٖ ④ حَسَن لِغَیْرِہٖ

- صَحِیح لِذَاتِہٖ: وہ حدیث جس میں صحت کی پانچ شرطیں پائی جائیں:

(ا) اس کی سند متصل ہو' یعنی ہر راوی نے اسے اپنے استاد سے اخذ کیا ہو۔

(ب) اس کا ہر راوی عادل ہو' یعنی کبیرہ گناہوں سے بچتا ہو' صغیرہ گناہوں پر اصرار نہ کرتا ہو' شائستہ طبیعت کا مالک اور با اخلاق ہو۔

(ج) وہ کَامِلُ الضَّبط ہو' یعنی حدیث کو تحریر یا حافظے کے ذریعے سے کما حقہ محفوظ کرے اور آگے پہنچائے۔

(د) وہ حدیث شاذ نہ ہو (ھ) معلول نہ ہو۔ (شاذ اور معلول کی وضاحت آگے آ رہی ہے۔)

- حَسَن لِذَاتِہٖ: وہ حدیث جس کے بعض راوی صحیح حدیث کے راویوں کی نسبت خَفِیفُ الضَّبط (ہلکے ضبط والے) ہوں، باقی شرطیں وہی ہوں۔

نوٹ: حَسَن لِذَاتِہٖ کا درجہ صَحِیح لِغَیرِہٖ کے بعد ہے مگر تعریفات کو آسان تر کرنے کیلئے ترتیب بدلی گئی ہے۔

- صَحِیح لِغَیرِہٖ: جب حسن حدیث کی ایک سے زائد سندیں ہوں تو وہ حسن کے درجے سے ترقی کر کے صحیح کے درجے تک پہنچ جاتی ہے۔ اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں کیونکہ وہ اپنے غیر (دوسری سندوں) کی وجہ سے درجۂ صحت کو پہنچی۔
- حَسَن لِغَیرِہٖ: وہ حدیث جس کی متعدد سندیں ہوں، ہر سند میں معمولی ضعف ہو مگر متعدد سندوں سے اس ضعف کی تلافی ہو جائے تو وہ حسن لغیرہ کے درجہ کو پہنچ جاتی ہے۔

۞ صحیح حدیث کی اقسام و درجات (کتب حدیث میں پائے جانے کے اعتبار سے:)

- مُتَّفَقٌ عَلَیہِ: وہ حدیث جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں پائی جائے متفق علیہ کہلاتی ہے اور صحت کے سب سے اعلیٰ درجہ پر ہوتی ہے۔
- اَفرَادِ بُخَارِی: ہر وہ حدیث جو صحیح بخاری میں پائی جائے، صحیح مسلم میں نہ پائی جائے۔
- اَفرَادِ مُسلِم: ہر وہ حدیث جو صحیح مسلم میں پائی جائے، صحیح بخاری میں نہ پائی جائے۔
- صَحِیحٌ عَلٰی شَرطِھِمَا: وہ حدیث جو صحیح بخاری و صحیح مسلم دونوں میں نہ پائی جائے لیکن دونوں ائمہ کی شرائط کے مطابق صحیح ہو۔
- صَحِیحٌ عَلٰی شَرطِ البُخَارِي: وہ حدیث جو امام بخاری کی شرائط کے مطابق صحیح ہو مگر صحیح بخاری میں موجود نہ ہو۔
- صَحِیحٌ عَلٰی شَرطِ مُسلِم: وہ حدیث جو امام مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہو مگر صحیح مسلم میں موجود نہ ہو۔
- صَحِیحٌ عَلٰی شَرطِ غَیرِھِمَا: وہ حدیث جو امام بخاری و امام مسلم کے علاوہ دیگر محدثین کی شرائط کے مطابق صحیح ہو۔

۞ مردود حدیث کی اقسام انقطاعِ سند کی وجہ سے:

- مُعَلَّق: وہ حدیث جس کی سند کا ابتدائی حصہ یا ساری سند ہی (عمداً) حذف کر دی گئی ہو۔

● مُرْسَل: وہ حدیث جسے تابعی بلا واسطہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرے۔

● مُعْضَل: وہ حدیث جس کی سند کے درمیان سے دو یا دو سے زیادہ راوی اکٹھے حذف ہوں۔

● مُنْقَطِع: وہ حدیث جس کی سند کے درمیان سے ایک یا ایک سے زائد راوی مختلف مقامات سے حذف ہوں۔

● مُدَلَّس: وہ حدیث جس کا راوی کسی وجہ سے اپنے استاد یا استاد کے استاد کا نام (یا تعارف) چھپائے لیکن سننے والوں کو یہ تأثر دے کہ میں نے ایسا نہیں کیا' سند متصل ہی ہے' حالانکہ اس سند میں راویوں کی ملاقات اور سماع تو ثابت ہوتا ہے مگر متعلقہ روایت کا سماع نہیں ہوتا۔

● مُرْسَل خَفِي: وہ حدیث جس کا راوی اپنے ایسے ہم عصر سے روایت کرے جس سے اس کی ملاقات ثابت نہ ہو۔

● مَعْلُوْل یا مُعَلَّلْ: وہ حدیث جو بظاہر مقبول معلوم ہوتی ہو لیکن اس میں ایسی پوشیدہ علت یا عیب پایا جائے جو اسے غیر مقبول بنا دے۔ ان عیوب وعلل کا پتہ چلانا ماہرینِ فن ہی کا کام ہے۔ ہر شخص کے بس کی بات نہیں۔

۞ مردود حدیث کی اقسام راوی کے عادل نہ ہونے کی وجہ سے:

● رِوَايَةُ الْمُبْتَدِع: وہ حدیث جس کا راوی بِدْعَتِ مُكَفِّرَہ کا قائل وفاعل ہو لیکن اگر راوی کی بدعت' مکفرہ نہ ہو اور وہ عادل وضابط بھی ہو تو پھر اس کی روایت معتبر ہوگی یاد رہے بدعت مکفرہ (کافر بنانے والی بدعت) سے ارتداد لازم آتا ہے۔

● رِوَايَةُ الْفَاسِق: وہ حدیث جس کا راوی کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہو لیکن حد کفر کو نہ پہنچے۔

● مَتْرُوْك: وہ حدیث جس کا راوی عام بول چال میں جھوٹ بولتا ہو اور محدثین نے اس کی روایت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ہو۔

● مَوْضُوْع: وہ حدیث جس کے راوی نے کسی موقع پر حدیث کے معاملہ میں جھوٹ بولا ہو' ایسے راوی کی ہر روایت کو موضوع (من گھڑت) کہتے ہیں۔

۞ مردود حدیث کی اقسام راوی کے ضابط نہ ہونے کی وجہ سے:

● مُصَحَّف: وہ حدیث جس کے کسی لفظ کی ظاہری شکل تو درست ہو مگر نقطوں' حرکات یا سکون وغیرہ کے بدلنے سے اس کا تلفظ بدل گیا ہو۔

● مَقْلُوْب: وہ حدیث جس کے الفاظ میں راوی کی بھول سے تقدیم وتاخیر واقع ہوگئی ہو یا سند میں ایک راوی کی جگہ دوسرا راوی رکھا گیا ہو۔

- مُدْرَج: وہ حدیث جس میں کسی جگہ راوی کا اپنا کلام عمداً یا سہواً درج ہو جائے اور اس پر الفاظِ حدیث ہونے کا شبہ ہوتا ہو۔
- اَلْمَزِیْد فِیْ مُتَّصِلِ الْأَسَانِیْد: جب دو راوی ایک ہی سند بیان کریں' ان میں ایک ثقہ اور دوسرا زیادہ ثقہ ہو۔ اگر ثقہ راوی اس سند میں ایک راوی کا اضافہ بیان کرے تو اس کی روایت کو مزید فی متصل الأسانید کہتے ہیں۔
- شَاذٌ: وہ حدیث جس کا راوی مقبول (ثقہ یا صدوق) ہو اور بیان حدیث میں اپنے سے زیادہ ثقہ یا اپنے جیسے بہت سے ثقہ راویوں کی مخالفت کرے (شاذ کے بالمقابل حدیث کو محفوظ کہتے ہیں۔)
- مُنْکَر: وہ حدیث جس کا راوی ضعیف ہو اور بیان حدیث میں ایک یا زیادہ ثقہ راویوں کی مخالفت کرے (منکر کے بالمقابل حدیث کو معروف کہتے ہیں۔)
- رِوَایَةُ سَیِّئِ الْحِفْظ : وہ حدیث جس کا راوی سیّئ الحفظ' یعنی پیدائشی طور پر کمزور حافظے والا ہو۔
- رِوَایَةُ کَثِیْرِ الْغَفْلَة: وہ حدیث جس کا راوی شدید غفلت یا کثیر غلطیوں کا مرتکب ہو۔
- رِوَایَةُ فَاحِشِ الْغَلَط: وہ حدیث جس کے راوی سے فاش قسم کی غلطیاں سرزد ہوں۔
- رِوَایَةُ الْمُخْتَلِط: وہ حدیث جس کا راوی بڑھاپے یا کسی حادثے کی وجہ سے یادداشت کھو بیٹھے یا اس کی تحریر کردہ احادیث ضائع ہو جائیں۔
- مُضْطَرِب: وہ حدیث جس کی سند یا متن میں راویوں کا ایسا اختلاف واقع ہو جو حل نہ ہو سکے۔

مردود حدیث کی اقسام راوی کے مجہول ہونے کی وجہ سے:

- رِوَایَةُ مَجْهُوْلِ الْعَیْن : وہ حدیث جس کا راوی مجہول العین ہو' یعنی اس کے متعلق ائمۂ فن کا کوئی ایسا تبصرہ نہ ملتا ہو جس سے اس کے ثقہ یا ضعیف ہونے کا پتہ چل سکے اور اس سے روایت کرنے والا بھی صرف ایک ہی شاگرد ہو جس کے باعث اس کی شخصیت مجہول ٹھہرتی ہو۔
- رِوَایَةُ مَجْهُوْلِ الْحَال: وہ حدیث جس کا راوی مجہول الحال ہو' یعنی اس کے متعلق ائمۂ فن کا کوئی تبصرہ نہ ملتا ہو اور اس سے روایت کرنے والے کل دو آدمی ہوں جس کے باعث اس کی شخصیت معلوم اور حالت مجہول ٹھہرتی ہو۔ ایسے راوی کو مستور بھی کہتے ہیں۔
- مُبْهَم: وہ حدیث جس کی سند میں کسی راوی کے نام کی صراحت نہ ہو۔

کتب احادیث کی اقسام

- کُتُبِ صِحَاح: ہر وہ کتاب جس کے مؤلف نے اپنی کتاب میں صحیح روایات لانے کا التزام کیا ہو اور ''صحیح'' کے لفظ کو کتاب کے نام کا حصہ بنایا ہو۔ ایسی کتاب کی روایات کم از کم اس کے مؤلف کے نزدیک صحیح ہوتی ہیں۔ اور اگر وہ خود ہی کسی حدیث کی علت بیان کر دے تو اس سے اس کتاب کے صحیح ہونے پر حرف نہیں آتا۔

- صِحَاح سِتَّہ: حدیث کی چھ کتب صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداود، سنن نسائی، جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ صحاح ستہ کہلاتی ہیں۔ انھیں "اُصولِ سِتَّہ" یا "کُتُبِ سِتَّہ" بھی کہا جاتا ہے۔ پہلی دو کتابیں ''صحیحین'' کہلاتی ہیں اور یہ صرف اپنے مؤلفین کے نزدیک ہی صحیح نہیں ہیں بلکہ پوری امت کے نزدیک صحت کے اعلیٰ درجے پر فائز ہیں۔ ان پر اعتراض برائے اعتراض کرنے والا شخص، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے بقول، اجماع امت کا مخالف اور بدعتی ہے جبکہ آخری چار کتابوں کو سنن اربعہ کہتے ہیں۔ گو ان میں ضعیف احادیث موجود ہیں، تاہم صحیح حدیثوں کی کثرت کی وجہ سے اکثر علماء انھیں ''صحاح ستہ'' میں شمار کرتے ہیں۔
- جَامِع: جس کتاب میں اسلام سے متعلق تمام موضوعات، مثلاً: عقائد، احکام، تفسیر، جنت، دوزخ وغیرہ سے تعلق رکھنے والی احادیث روایت کی گئی ہوں، مثلاً: صحیح بخاری اور جامع ترمذی وغیرہ۔
- سُنَنْ: جس کتاب میں صرف عملی احکام سے متعلق احادیث فقہی تبویب و ترتیب پر جمع کی گئی ہوں، مثلاً: سنن ابی داود۔
- مُسْنَد: جس کتاب میں ایک صحابی یا متعدد صحابہ کی روایات کو الگ الگ جمع کیا گیا ہو، مثلاً: مسند احمد، مسند حمیدی۔
- مُسْتَخْرَج: جس کتاب میں مصنف کسی دوسری کتاب کی حدیثوں کو اپنی سندوں سے روایت کرے، مثلاً: مستخرج اسماعیلی علی صحیح البخاري.

- مُسۡتَدۡرَك: جس کتاب میں مصنف ایسی روایات جمع کرے جو کسی دوسرے مصنف کی شرائط کے مطابق ہوں لیکن اس کی کتاب میں نہ ہوں' مثلاً: مستدرک حاکم۔
- مُعۡجَم: جس کتاب میں مصنف ایک خاص ترتیب کے ساتھ اپنے ہر استاد کی روایات کو الگ الگ جمع کرے' مثلاً: معجم طبرانی۔
- اَرۡبَعِین: جس کتاب میں کسی ایک یا مختلف موضوعات پر چالیس احادیث جمع کی گئی ہوں' مثلاً: اربعین نووی' اربعین ثنائی وغیرہ۔
- جُزۡء: وہ کتاب جس میں صرف ایک راوی یا ایک موضوع کی روایات جمع کی گئی ہوں' جیسے امام بخاری رحمہ اللہ کی "جُزۡءُ رَفۡعِ الۡیَدَیۡنِ" اور "جُزۡءُ الۡقِرَاءَ ۃِ خَلۡفَ الۡإِمَامِ" یا امام بیہقی رحمہ اللہ کی "کِتَابُ الۡقِرَاءَ ۃِ خَلۡفَ الۡإِمَامِ" وغیرہ۔

کتب احادیث کے مختلف طبقات یا درجات

① پہلا طبقہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور موطأ امام مالک پر مشتمل ہے۔ موطأ امام مالک زمانۂ تالیف کے لحاظ سے صحیحین سے متقدم لیکن مرتبہ و مقام کے لحاظ سے تیسرے نمبر پر ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ اور ان کے ہم خیال علماء کی رائے کے مطابق اس کی تمام احادیث صحیح ہیں۔ دوسرے محدثین کے نزدیک اس کی منقطع یا مرسل روایات (مختلف کتابوں میں) دیگر سندوں سے متصل ہیں (لیکن صرف اتصالِ سند صحت حدیث کے لیے کافی نہیں ہوتا)

② دوسرا طبقہ سنن اربعہ پر مشتمل ہے۔ بعض کے نزدیک مسند احمد اور سنن دارمی بھی غالباً اسی طبقے میں شامل ہیں۔ ان کے مؤلفین علم حدیث میں متبحر تھے، ثقاہت و عدالت اور ضبط حدیث میں معروف تھے۔ انھوں نے جن مقاصد اور شرائط کو مدنظر رکھا، ان کو پورا کرنے میں کوتاہی نہیں کی۔ ان کی کتابوں کو ہر دور کے محدثین اور دیگر اہل علم میں بے پناہ پذیرائی ملی۔

③ وہ مسانید، جوامع اور مصنفات جو صحاح ستہ سے پہلے یا ان کے زمانے میں یا ان کے بعد لکھی گئیں۔ ان کے مؤلفین کی غرض محض احادیث کو جمع کرنا تھا یہی وجہ ہے کہ ان میں ہر قسم کی احادیث پائی جاتی ہیں۔ محدثین میں گو یہ کتابیں اجنبی نہیں، تاہم زیادہ معروف و مقبول بھی نہیں، چنانچہ جو احادیث پہلے دو طبقوں کی کتابوں میں موجود نہیں بلکہ صرف اسی طبقے کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں، فقہاء نے ان کا زیادہ استعمال نہیں کیا اور محدثین نے بھی ان کی صحت و سقم، قبول و رد، اور تشریح و توضیح کا زیادہ اہتمام نہیں کیا، مثلاً: مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن اَبی شیبہ، مسند طیالسی، بیہقی، طحاوی اور طبرانی وغیرہ۔

④ وہ کتابیں جن کے مؤلفین نے زمانۂ دراز کے بعد ان احادیث کو جمع کیا جو پہلے دو طبقوں کی کتابوں میں نہیں تھیں بلکہ ایسے مجموعوں میں پائی جاتی تھیں جن کی (علمی دنیا میں) کوئی وقعت نہ تھی۔ یہ احادیث عموماً

واعظین کے استدلالات' حکماء کے اقوال زرّیں اور اسرائیلی روایات پر مشتمل ہیں جنھیں ضعیف راویوں نے سہواً یا عمداً احادیث نبویہ سے خلط ملط کر دیا یا کتاب وسنت کے بعض احتمالات ہیں جنھیں بعض جاہل صوفیا نے بالمعنی روایت کر دیا اور انھیں مرفوع احادیث سمجھ لیا گیا یا چند احادیث سے جملے منتخب کر کے ایک نئی حدیث بنا دی گئی وغیرہ' مثلاً: ابن حبان کی "كِتَابُ الضُّعَفَاء" ابن عدی کی "اَلْكَامِل" خَطِيب بَغْدَادِي' أَبُو نُعَيم أَصْبَهَانِي' اِبْنِ عَسَاكِر' جَوْرَقَانِي' اِبْنِ نَجَّار اور دَيْلَمِي کی کتب۔ اسی طرح "مُسْنَد خَوَارَزْمِي" اِبْنِ جَوزِی اور ملاّ علی قاری کی "اَلْمَوْضُوعَات" وغیرہ بھی اسی طبقے میں شامل ہیں۔

⑤ اس طبقے کی کتابوں میں وہ احادیث شامل ہیں جو فقہاء' صوفیاء' مؤرخین اور مختلف فنون کے ماہرین کی زبانوں پر مشہور تھیں' نیز وہ احادیث بھی شامل ہیں جو بے دین زبان دانوں نے کلام بلیغ سے وضع کیں اور ان کے لیے سندیں بھی گھڑ لیں۔

❁ پہلے اور دوسرے طبقے کی کتابوں پر محدثین کا کامل اعتماد ہے۔ انھیں ہمیشہ ان کتابوں سے وابستگی رہی ہے۔

❁ تیسرے طبقے کی احادیث سے استدلال کرنا ان ماہرین حدیث کا کام ہے جو راویوں کے حالات اور حدیث کی مخفی علتوں کے جاننے والے ہوں۔ عموماً ایسی احادیث خود دلیل نہیں بن سکتیں' البتہ کسی مقبول حدیث کی تائید میں پیش کی جا سکتی ہیں۔

❁ پہلے دو طبقوں کی احادیث کی تقویت میں چوتھے طبقہ کی احادیث کو جمع کرنا اور ان سے استدلال کرنا علمائے متأخرین کا محض تکلف ہے۔ اہل بدعت اسی قسم کی احادیث سے اپنے اپنے مذاہب کی تائید میں شواہد مہیا کرتے ہیں لیکن محدثین کے نزدیک اس طبقہ کی احادیث سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ (مُلَخَّص از حُجَّةُ اللّٰهِ الْبَالِغَة)

❁ مصادر اور مراجع کا مفہوم:

❁ مَصَادِر: وہ کتب جن میں مصنفین نے احادیث کو اپنی سندوں کے ساتھ روایت کیا ہو۔ مذکورہ بالا طبقات میں جو درجہ بندی کی گئی ہے ان میں عموماً مصادر ہی مراد ہیں۔

❁ مَرَاجِع: وہ کتب جن میں احادیث کو مختلف مصادر سے منتخب کر کے جمع کیا گیا ہو۔ ان کی تین اقسام ہیں:

(ا) وہ مراجع جن میں صرف صحیح احادیث کو جمع کیا گیا ہے' مثلاً: "اَللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَان فِيمَا اتَّفَقَ عَلَيْهِ الشَّيْخَانِ" اور "عُمْدَةُ الْأَحْكَام" وغیرہ۔

(ب) وہ مراجع جن میں عموماً مستند مصادر سے احادیث منتخب کی گئی ہیں لیکن ان میں ضعیف احادیث بھی موجود ہیں، جیسے "مِشْکٰوۃُ الْمَصَابِیح، رِیَاضُ الصَّالِحِینَ، اَلتَّرْغِیبُ وَالتَّرْھِیبُ، بُلُوْغُ الْمَرَام" وغیرہ۔

(ج) وہ مراجع جن میں کسی معیار اور تحقیق کے بغیر بہت سے مستند اور غیر مستند مصادر سے احادیث لے کر جمع کر دی گئی ہوں، مثلاً: "کَنْزُ الْعُمَّال" وغیرہ۔

نوٹ: دوسری اور تیسری قسم کے مراجع میں مذکور کسی حدیث سے تحقیق کے بغیر استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

✸ دو مقبول احادیث کے ظاہری تعارض کو دور کرنے کی مختلف صورتیں

① سب سے پہلے ان کا کوئی ایسا مشترک مفہوم مراد لیا جائے گا جس سے ہر حدیث پر عمل کرنا ممکن ہو جائے اور اس سلسلے میں اس مفہوم کو ترجیح دی جائے گی جو کسی تیسری حدیث میں بیان ہوا ہو یا فقہائے محدثین نے اسے بیان کیا ہو۔

② اگر ایسا نہ ہو سکے تو پھر یہ تحقیق کی جائے گی کہ آیا ان میں سے کوئی حدیث منسوخ تو نہیں ہے۔ اس صورت میں منسوخ کو چھوڑ کر ناسخ پر عمل کیا جائے گا۔

③ اگر نسخ کا ثبوت نہ ملے تو پھر ایک حدیث کو کسی مسلک کا لحاظ کیے بغیر محض وجوہِ ترجیح (فنی خوبیوں) کی بنا پر ترجیح دی جائے گی اور دوسری حدیث کو چھوڑ دیا جائے گا، مثلاً: کوئی حدیث صحت کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہو یا اعلیٰ طبقے کی کسی کتاب میں مروی ہو تو کمتر درجے یا طبقے کی حدیث کو چھوڑ دیا جائے گا...... وغیرہ وغیرہ۔

نوٹ: اگر مقبول اور مردود حدیثوں کا تعارض آئے گا تو وہاں مردود حدیث کو رد کر کے صرف مقبول حدیث پر عمل کیا جائے گا۔

سنن ابن ماجہ سے استفادے کا طریقہ

❁ **تعارفِ کتاب:** سنن ابن ماجہ حدیث کے بنیادی مراجع میں سے ہے۔ کتب ستہ (صحاح ستہ) میں صحیحین (صحیح بخاری وصحیح مسلم) کے بعد اسے ایک خاص مقام حاصل ہے۔ اس کتاب کی ترتیب موضوع وار ہے۔ اسے امام ابن ماجہ رحمہ اللہ (209ھ تا 273ھ) نے موضوع کے اعتبار سے تین حصوں میں تقسیم کیا ہے: (1) ابواب (2) ذیلی ابواب (3) احادیث۔ اس تقسیم وترتیب کو اصطلاح میں "فقہی ترتیب" یا "فقہی تبویب" (باب بندی) کا نام دیا جاتا ہے۔ سنن ابن ماجہ کی کل کتابیں 37 اور کل احادیث 4341 ہیں۔

❁ **ابواب:** سب سے پہلے کتاب کی فقہی ترتیب کا لحاظ رکھتے ہوئے موضوع کے اعتبار سے عنوان قائم کیا گیا ہے، مثلاً "أبواب الطهارة و سننها' أبواب ماجاء في الجنائز وغیرہ۔ اس طرز پر سنن ابن ماجہ کے کل 37 ابواب بنتے ہیں جن کی الگ سے ایک صفحے میں فہرست دے دی گئی ہے۔

❁ **ذیلی ابواب:** کتاب میں "فقہی موضوعات" میں سے ہر موضوع کے متعلق عناوین دیے گئے ہیں، مثلاً: "أبواب الطهارة و سننها کے 139 ذیلی ابواب قائم کیے گئے ہیں، اسی طرح أبواب الأذان' أبواب المساجد وغیرہ۔

❁ **احادیث:** ہر باب اور عنوان کے تحت احادیث کو خوبصورت معنوی ترتیب کے ساتھ پیش کیا گیا ہے جو حسب ضرورت کسی باب میں کم اور کسی باب میں زیادہ ہیں۔ قارئین کرام کو جس مسئلے کے متعلق حدیث تلاش کرنی ہو، انھیں اسی ترتیب کو ملحوظ رکھنا ہوگا۔

❁ **المعجم اور التحفة:** سنن ابن ماجہ کے عربی حصے میں ابواب اور ہر ذیلی باب کے شروع میں (المعجم) اور آخر میں (التحفة) کا لفظ آتا ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(ا) "المعجم" سے مراد "المعجم المفهرس لألفاظ الحديث" کتاب ہے جو سات آٹھ جلدوں پر مشتمل ہے یہ کتاب کتب تسعہ (9 کتابیں) یعنی صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداود، جامع ترمذی، سنن نسائی،

سنن ابن ماجہ‘ مسند احمد‘ مؤطا امام مالک اور سنن دارمی کی احادیث کے متن کی مادے کے اعتبار سے حروفِ تہجی کا لحاظ رکھتے ہوئے‘ فہرست ہے۔ اس کا مقصد حدیث کے متن کی تلاش میں آسانی پیدا کرنا ہے کہ ایک حدیث ان مذکورہ بالا کتابوں میں کہاں کہاں بیان کی گئی ہے۔ احادیث کی سات آٹھ جلدوں پر مشتمل یہ فہرست مستشرقین کی ٹیم (غیر مسلم اسکالرز) نے 1922ء سے 1987ء تک‘ 65 سال کے طویل عرصے میں مرتب کی۔

ب) "التحفة" سے مراد "تحفة الأشراف بمعرفة الأطراف" ہے۔ یہ کتاب جمال الدین ابوحجاج یوسف مزّی رحمہ اللہ نے مرتب کی۔ اسے امام مزّی رحمہ اللہ نے 696ھ سے 722ھ تک‘ تقریباً 27 سال کے طویل عرصے میں تیار کیا۔ یہ کتب ستہ کے علاوہ "السنن الكبرىٰ للنسائي" اور "شمائل ترمذي" کی احادیث کے متن کی فہرست ہے جس کا اسلوب صحابۂ کرام‘ ان کے شاگرد تابعین‘ اور ان کے شاگرد تبع تابعین کے ناموں کے حوالے سے‘ حروف تہجی کے اعتبار سے‘ ان کی احادیث کو جمع کرنا ہے۔ اس ترتیب کو اصطلاح میں ''مسند'' کہا جاتا ہے۔ سنن ابن ماجہ عربی حصے میں "المعجم" اور "التحفة" کے ساتھ کچھ نمبر دیے گئے ہیں جن سے رہنمائی کی گئی ہے کہ یہ احادیث "المعجم المفهرس" اور "تحفة الأشراف" میں کہاں کہاں آئی ہیں تاکہ قاری ان کتابوں کی مدد سے احادیث کے دیگر مراجع تک بآسانی پہنچ جائے۔ محققین کو حدیث کی تلاش میں ان کتابوں سے بہت آسانی ہوگئی ہے۔

- **رقم الحدیث:** محمد فؤاد عبدالباقی رحمہ اللہ نے آج سے ساٹھ ستر سال پہلے صحیحین اور سنن ابن ماجہ کی احادیث کے شروع میں حدیث نمبر کا اضافہ کیا تاکہ احادیث کی تلاش آسان ہو جائے۔ اسے عربی میں ''رقم الحدیث'' کہتے ہیں۔ اب تقریباً حدیث کی تمام کتابوں کے شروع میں حدیث نمبر کا سلسلہ ملتا ہے۔ آپ ان نمبروں کے ذریعے سے مطلوبہ حدیث کو فوراً تلاش کر سکتے ہیں۔
- **سند حدیث:** محدث حدیث بیان کرتے وقت اپنے استاد سے لے کر ہر راویٔ حدیث کو صحابیٔ رسول تک بیان کرتا ہے‘ راویوں کے اس سلسلے کو ''سند'' کہا جاتا ہے۔
- **متن حدیث:** سند کے اختتام پر جو کلام شروع ہوتا ہے‘ اسے ''متن'' کہا جاتا ہے۔
- **فوائد و مسائل:** اُردو ایڈیشن میں ہر حدیث کا مفہوم واضح کرنے کے لیے اور اس حدیث سے جو جو مسائل اخذ ہو سکتے ہیں انھیں بیان کرنے کے لیے ''فوائد و مسائل'' کا عنوان دیا گیا ہے۔ فوائد و مسائل لکھتے وقت

قرآن مجید اور دیگر کتب احادیث سے بھی استفادہ کیا گیا ہے جن کا مکمل حوالہ درج کیا گیا ہے۔ بعض اوقات فوائد کے ضمن میں حدیث کے نمبر کا حوالہ دیا جاتا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ آپ اس حدیث نمبر کے ذریعے سے مزید فوائد بھی دیکھ سکتے ہیں۔

قارئین کرام سنن ابن ماجہ کے اس اُردو ایڈیشن میں ہر صفحہ کے آخر میں مذکور احادیث کی تحقیق و تخریج بھی ملاحظہ فرمائیں گے۔ یہ ایک فنی چیز ہے جس سے بھرپور فائدہ تو علمائے کرام اور ماہرین فن حدیث ہی صحیح معنوں میں اٹھا سکتے ہیں مگر اس میں حدیث کی صحت وضعف کا حکم ضرور دیکھا جا سکتا ہے کہ کون سی حدیث صحیح اور کون سی ضعیف ہے۔ اس سلسلے میں چند بنیادی اصطلاحاتِ حدیث بھی پیچھے ذکر کی جا چکی ہیں جن کو پڑھ کر ذہن نشین کرنا مفید ہوگا۔

سنت کی اہمیت وفضیلت

٭ **سنت کی لغوی اور اصطلاحی تعریف:** لغت میں سنت کا مطلب ہے :[اَلسِّیرَۃُ وَالطَّرِیقَۃُ حَسَنَۃً کَانَتُ أَوُ قَبِیحَۃً] ''سیرت اور طریقہ، خواہ وہ اچھا ہو یا برا۔''

ارشادنبوی ﷺ ہے:[مَنُ سَنَّ فِي الإِسُلَامِ سُنَّۃً حَسَنَۃً فَلَہٗ أَجُرُھَا وَ أَجُرُ مَنُ عَمِلَ بِھَا بَعُدَہٗ مِنُ غَیرِ أَنُ یَنُقُصَ مِنُ أُجُورِھِمُ شَيُءٌ......] (صحیح مسلم، الزکاۃ، باب الحث علی الصدقۃ......، حدیث:۱۰۱۷) ''جس شخص نے اسلام میں اچھا طریقہ رائج کیا، اسے اس کا اجر ملے گا اور بعد میں عمل کرنے والے تمام افراد کے اجر کے برابر بھی اجر ملے گا، جبکہ ان کے اجر میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی۔''

اصطلاح میں محدثین نے سنت کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:[کُلُّ مَا أُثِرَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ مِنُ قَوُلٍ أَوُفِعُلٍ أَوُتَقُرِیرٍ أَوُصِفَۃٍ] ''نبی اکرم ﷺ سے منقول قول، فعل، تقریر یا صفت خَلقی یا خُلقی کو سنت کہتے ہیں۔''

آپ کے قول کی مثال جیسے آپ کا ارشاد گرامی ہے:[صَلُّوا کَمَا رَأَیُتُمُونِي أُصَلِّي](صحیح

البخاری' الأذان' باب الأذان للمسافرین إذا کانوا جماعة.....' حدیث:٦٣١) ''نماز اس طرح پڑھو جیسے مجھے پڑھتے دیکھتے ہو۔''

آپ کے فعل کی مثال: [کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یُسَوِّیْ صُفُوْفَنَا إِذَا قُمْنَا لِلصَّلاَةِ فَإِذَا اسْتَوَیْنَا کَبَّرَ] (سنن أبی داود' الصلاة' باب تسویة الصفوف' حدیث:٦٦٥) ''جب ہم نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو رسول اللہ ﷺ ہماری صفیں درست فرماتے تھے' پھر جب ہم برابر ہو جاتے تو آپ تکبیر کہتے۔''

آپ کی تقریر کی مثال: [کُنَّا نُصَلِّیْ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ رَکْعَتَیْنِ بَعْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ قَبْلَ صَلاَةِ الْمَغْرِبِ...... کَانَ یَرَانَا نُصَلِّیْهِمَا فَلَمْ یَأْمُرْنَا وَلَمْ یَنْهَنَا] (صحیح مسلم' صلاة المسافرین' باب استحباب رکعتین قبل صلاة المغرب' حدیث:٨٣٦) ''رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہم غروبِ آفتاب کے بعد' نماز مغرب سے پہلے دو رکعتیں (نفل) پڑھا کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ ہمیں یہ دو رکعتیں پڑھتے ہوئے دیکھتے تھے لیکن آپ نے ہمیں اس کا حکم دیا اور نہ منع کیا۔''

٭ سنت کی فضیلت واہمیت فرامین باری تعالیٰ کی روشنی میں: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو قرآن مجید کا لاثانی معجزہ عطا کر کے تمام بلغائے عرب' فصحاء' ادباء اور شعراء کا ناطقہ بند کر دیا۔ رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی کو قرآن مجید کے ارشادات کی تفسیر' تشریح' توضیح اور بیان کے لیے مقرر فرما کر انسانیت پر احسان عظیم فرمایا۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَیْكَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَیْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ﴾ (النحل:٤٤) ''یہ ذکر ہم نے آپ کی طرف اتارا ہے کہ لوگوں کی جانب جو نازل فرمایا گیا ہے آپ اسے کھول کھول کر بیان کر دیں شاید کہ وہ غور وفکر کریں۔''

چونکہ آپ کی حیثیت شارح قرآن اور مفسر کی ہے تو آپ کے اتباع اور پیروی کا مکمل حکم دے دیا گیا اور آپ کی سنت کو اختیار کرنے کا لازمی حکم دیا گیا: ﴿وَأَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلاَ تُبْطِلُوْا أَعْمَالَکُمْ﴾ (محمد:٣٣) ''اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال ضائع نہ کرو۔'' گویا سنتِ رسول کی خلاف ورزی کا حتمی نتیجہ اعمال کی بربادی ہے۔ نیز ارشاد ہے: ﴿وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ

وَمَانَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ (الحشر:۷) ”تمھیں جو کچھ رسول دے اُسے لے لو اور جس سے روک دے (اُس سے) رک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو یقیناً اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔“

چونکہ رسول اللہ ﷺ ارشادات ربانی ہی کی توضیح وتبیین فرماتے ہیں اور اپنی مرضی اور منشا سے کچھ نہیں فرماتے، لہٰذا فرمان نبوی کی پیروی کو ارشاد ربانی ہی کی پیروی قرار دیا گیا ہے: ﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (النساء:۸۰) ”جو شخص رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کرے تو اس نے اللہ ہی کی اطاعت کی۔“ لہٰذا جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی سنت کا اتباع کریں گے انھیں نہایت عزت واحترام اور ذی وقار مقام عطا کیا جائے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَأُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَ حَسُنَ أُولٰٓئِكَ رَفِيْقاً﴾ (النساء:۶۹) ”جو لوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں گے وہ (قیامت کے روز) ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔ ان لوگوں کی رفاقت کتنی اچھی ہے۔“ جبکہ نافرمانوں کے لیے سخت ترین سزا کی وعید سنائی گئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِداً فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ (النساء:۱۴) ”اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی مقررہ حدوں سے آگے نکلے اسے وہ جہنم میں ڈال دے گا جس میں ہمیشہ رہے گا۔ ایسے لوگوں کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔“

* **اتباع سنت کی فضیلت ارشادات نبویہ کی روشنی میں:** رسول اکرم ﷺ کے ارشادات جس طرح اعمال میں قابل اطاعت ہیں اسی طرح عقائد ومعاملات میں واجب الاتباع ہیں۔ ان میں فرق کرنا سراسر گمراہی ہے۔ ارشاد نبوی ہے: [كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبٰى، قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَنْ يَأْبٰى؟ قَالَ : مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبٰى] (صحيح البخاري، الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ، حديث:۷۲۸۰)

”میری امت کے سارے لوگ جنت میں جائیں گے سوائے ان لوگوں کے جنھوں نے انکار کیا۔“

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کون شخص انکار کرے گا؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے (جنت میں جانے سے) انکار کیا۔''

چنانچہ ہر وہ عمل جو سنت نبوی کے مطابق نہ ہو وہ بے اجر اور باطل و مردود ہوگا۔ ارشاد نبوی ہے: [مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ] (صحیح مسلم، الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الأمور، حديث:١٧١٨) ''جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہ ہوا تو وہ مردود ہے۔'' اس لیے اعمال، عقائد، معاملات اور عبادات میں اتباع سنت ہی کے ذریعے سے اجر و ثواب حاصل کیا جا سکتا ہے جبکہ سنت کی پیروی اور اتباع میں دین و دنیا کی فلاح و کامیابی ہے۔

* **سنت کا مقام، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے تعامل کی روشنی میں:** صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم وہ عظیم ہستیاں ہیں جنھوں نے اپنی زندگیوں کو سنت رسول کے آئینے میں ڈھال کر ہمارے لیے شاندار اُسوہ چھوڑا ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہر حال اور ہر وقت اتباع سنت کو واجب مانتے تھے۔ اس سلسلے میں کوئی ڈھیل انہیں گوارا نہیں تھی۔ آج منکرین سنت نے جو حیلے گھڑ لیے ہیں ان کا تصور بھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں نہیں تھا۔ اگر کبھی کسی شخص نے سنت سے اعراض کرنے کی جسارت کی تو اسے نہایت سخت سرزنش کی گئی۔

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا جو چھوٹی چھوٹی کنکریاں پانی میں پھینک رہا تھا تو آپ نے اسے کہا: کنکریاں مت پھینکو کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے اور بیان کیا ہے کہ یہ نہ تو شکار کر سکتی ہیں نہ دشمن کا کچھ نقصان کرتی ہیں، البتہ کسی (راہ گیر) کا دانت توڑیں گی یا اس کی آنکھ پھوڑیں گی۔ کچھ دیر بعد دیکھا تو وہ آدمی پھر وہی حرکت کر رہا تھا۔ آپ اس پر سخت ناراض ہوئے اور کہا: میں تجھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سناتا ہوں اور تو پھر بھی وہی حرکت کر رہا ہے۔ جاؤ میں تجھ سے کبھی کلام نہ کروں گا۔ (صحیح البخاری، الصيد والذبائح، باب الخذف والبندقة، حديث:٥٤٧٩) اس طرح صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے عمل سے سنت کے واجب الاتباع ہونے کو ہم تک منتقل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ہر حال میں سنت رسول پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین.

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آراء الرجال کی بے وقعتی اور بے حیثیتی کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:

[إِيَّاكُمْ وَ أَصْحَابَ الرَّأْيِ فَإِنَّهُمْ أَعْدَاءُ السُّنَنِ أَعْيَتْهُمْ أَحَادِيثُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يَحْفَظُوهَا فَقَالُوا بِالرَّأْيِ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا] (مفتاح الجنة فی الاحتجاج بالسنة' ص:۴۷) ''اصحاب رائے سے بچو کیونکہ وہ سنت رسول کے دشمن ہیں۔ وہ فرامین رسول کو یاد کرنے سے عاجز آ گئے تو انھوں نے اپنی رائے سے احکام بیان کرنے شروع کر دیئے' اس طرح وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔''

* **مقام سنت اقوال ائمہ کی روشنی میں:** سنت کا مقام و مرتبہ سلف صالحین اور ائمۂ امت کے نزدیک نہایت بلند تھا۔ ان کے نزدیک سنت کی اتباع ہر حال میں واجب تھی' لہٰذا وہ ہر وقت سنت پر کاربند رہتے اور اسی کی پیروی کا حکم دیتے تھے۔ اقوال ائمہ سے یہ بات پوری طرح عیاں ہے۔

① جناب ایوب سختیانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [إِذَا حَدَّثْتَ الرَّجُلَ بِالسُّنَةِ فَقَالَ : دَعْنَا مِنْ هٰذَا وَ حَدِّثْنَا مِنَ الْقُرْآنِ فَاعْلَمْ أَنَّهُ ضَالٌّ مُضِلٌّ] (مفتاح الجنة' ص:۳۵) ''جب آپ کسی شخص کو سنت نبوی بیان کریں اور وہ کہے کہ سنت کو رہنے دیں' ہمیں قرآن سے مسائل بیان کریں تو جان لو کہ وہ گمراہ ہے اور گمراہ کرنے والا ہے۔''

② امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أُخْطِئُ وَ أُصِيبُ ' فَانْظُرُوا فِي قَوْلِي فَكُلُّ مَاوَافَقَ الْكِتَابَ وَالسُّنَةَ فَخُذُوا بِهِ وَمَالَمْ يُوَافِقِ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ فَاتْرُكُوهُ] (أعلام الموقعين:۱/۸۱) ''بلاشبہ میں ایک انسان ہوں جس سے کبھی غلطی بھی ہو جاتی ہے اور کبھی حق بات بھی صادر ہوتی ہے' لہٰذا میری آراء کو غور سے دیکھو' جو کتاب وسنت کے مطابق ہو اسے قبول کر لو اور جو اس کے موافق نہ ہو اسے ترک کر دو۔''

③ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مشہور فرمان ہے: [اَلْحَدِيثُ الضَّعِيفُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ آرَاءِ الرِّجَالِ] (حقيقة الفقه' ص:۸۸ بحواله رد المحتار (المعروف فتاوٰی شامی' لابن عابدین) شرح درالمختار:۱/۵۱) ''مجھے ضعیف حدیث: لوگوں کی آراء سے زیادہ محبوب ہے۔''

④ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے: [أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى أَنَّ مَنِ اسْتَبَانَتْ لَهُ سُنَّةُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ لَمْ يَحِلَّ لَهُ أَنْ يَدَعَهَا بِقَوْلِ أَحَدٍ] (حقيقة الفقه' ص:۹۳ بحواله ناظورة الحق' ص:۲۶)

''سب مسلمانوں کا اجماع ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت واضح ہو جانے کے بعد اُسے کسی دوسرے کے قول کی وجہ سے چھوڑنا جائز نہیں۔

⑤ امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [خُذُوا عَمَلَكُم مِنْ حَيْثُ أَخَذَهُ الْأَئِمَّةُ وَلَا تَقْنَعُوا بِالتَّقْلِيدِ فَإِنَّ ذٰلِكَ عَمًى فِي الْبَصِيرَةِ] (حقيقة الفقه' ص:٩٧ بحواله ميزان الشعراني: ١٧/١) ''اپنا علم وہاں سے لو جہاں سے امام لیتے ہیں اور تقلید پر قناعت نہ کرو کیونکہ یہ عقل وبصیرت کے باوجود اندھا پن ہے۔''

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(المعجم . . .) کتاب السُّنَّة (التحفة ١)

سنت کی اہمیت وفضیلت

(المعجم ١) - باب اتِّبَاعِ سُنَّةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ (التحفة ١)

باب:١-سنت رسول اللہ ﷺ کی پیروی کا بیان

١- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا أَمَرْتُكُمْ بِهِ فَخُذُوهُ، وَمَا نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا».

١-حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس کام کا میں تمھیں حکم دوں' اس پر عمل کرو اور جس سے منع کروں' اس سے باز رہو۔''

فوائد ومسائل: ① نبیٔ اکرم ﷺ کا ہر حکم واجب التعمیل ہے۔ قرآن مجید کی بہت سی آیات سے یہی حکم ثابت ہوتا ہے۔ ② جس کام سے نبی ﷺ منع فرمادیں' اس سے بچنا ضروری ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ (الحشر:٧) ''اور رسول جو بھی تمھیں (حکم) دے اسے لے لو اور جس سے تمھیں روک دے اس سے رک جاؤ۔'' ③ اس سے یہ اصول ثابت ہوتا ہے کہ [اَلْأَمْرُ لِلْوُجُوْبِ] یعنی (بالعموم) امر وجوب کے لیے ہوتا ہے' البتہ دوسرے قرائن کی موجودگی میں استحباب یا جواز بھی مراد ہوسکتا ہے۔

٢- حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ، قَالَ: أَنْبَأَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ،

٢-حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تک میں تمھیں (کسی معاملہ میں آزاد) چھوڑے رکھوں' تب تک تم بھی مجھے چھوڑے رکھو'

١ـ[صحيح] أخرجه أحمد: ٢/ ٣٥٥ من حديث شريك به، وانظر الحديث الآتي.

٢ـ أخرجه مسلم، الفضائل، باب توقيره ﷺ . . . الخ، ح: ١٣٣٧ بعد، ح: ٢٣٥٧ من طريقين عن الأعمش به، وأصله عند البخاري، ح: ٧٢٨٨، وله طرق أخرى.

قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «ذَرُونِي مَا تَرَكْتُكُمْ، فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِسُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلَى أَنْبِيَائِهِمْ، فَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَخُذُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ، وَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَانْتَهُوا».

(بلاوجہ سوال نہ کرو) کیونکہ تم سے پہلے لوگ اپنے انبیاء علیہم السلام سے سوالات کرنے اور (پھر) ان (کے احکام) کی مخالفت کرنے کی وجہ ہی سے ہلاک ہوئے' لہٰذا جب میں تمھیں کسی کام کا حکم دوں تو حسب ہمت اس کی تعمیل کرو اور جب کسی کام سے منع کر دوں تو اس سے رک جاؤ۔''

فوائد و مسائل: ① دنیوی معاملات میں اصول یہ ہے کہ ہر وہ کام جائز ہے جس سے قرآن و حدیث نے منع نہ کیا ہو۔ اس کے برعکس عبادات میں وہی کام جائز ہے جو قرآن و حدیث سے ثابت ہو۔ اس لیے دینی امور میں نیا ایجاد کیا ہوا کام بدعت ہے' دنیوی معاملات میں نہیں۔ ② ایسے فرضی مسائل کے بارے میں بحث مباحثہ کرنے سے گریز کرنا چاہیے' جن کا عملی معاملات سے کوئی تعلق نہیں۔ ③ پیغمبر علیہ السلام کے حکم کی خلاف ورزی ہلاکت کا باعث ہے۔ ④ اگر کوئی شخص کسی شرعی عذر کی وجہ سے ایک حکم کی تعمیل کی طاقت نہیں رکھتا' تو وہ اللہ کے ہاں مجرم نہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ (البقرۃ:۲۸۶) ''اللہ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں بناتا۔'' ⑤ جس کام سے شریعت نے منع کیا ہو' اس سے مکمل طور پر پرہیز کرنا ضروری ہے۔

٣- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللهَ».

٣- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے میری اطاعت کی' اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔''

فوائد و مسائل: ① یہ مسئلہ قرآن مجید میں بھی ان الفاظ میں بیان ہوا ہے: ﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (النساء:۸۰) ''جس نے رسول (ﷺ) کی اطاعت کی' اس نے (اصل میں) اللہ کی اطاعت کی۔'' اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ شریعت کے احکام اپنی رائے اور پسند کے مطابق نہیں' بلکہ اللہ کی طرف سے نازل ہونے والی وحی کے مطابق بیان فرماتے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰىo إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾ (النجم:۳'۴) ''وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں فرماتے' بلکہ وہ تو وحی ہے جو (ان پر) نازل کی جاتی ہے۔'' یہی وجہ ہے کہ خود نبی اکرم ﷺ بھی ان احکام پر اسی طرح عمل کرتے تھے جس طرح دوسرے مومنین' بلکہ نبی علیہ السلام تو

٣ـ **[صحيح]** أخرجه أحمد: ٢/ ٢٥٢، ٢٥٣ عن أبي معاوية ووكيع به، وللحديث طرق كثيرة عند البخاري، ح: ٢٩٥٧، ومسلم، ح: ١٨٣٥ وغيرهما

عام مومنوں سے بھی کہیں زیادہ تقویٰ اور عمل صالح کا اسوۂ حسنہ پیش فرماتے تھے۔ ② قرآن مجید' فرامین نبوی اور صحابہ وتابعین کرام کے اقوال' سنت نبوی کی پیروی اور اتباع کو لازم ٹھہراتے ہیں۔ اس سلسلے میں چند فرامین درج ذیل ہیں:

(ا) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''لوگو! اصحاب الرائے سے بچو' کیونکہ وہ سنت کے دشمن ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے فرامین کو حفظ کرنے سے عاجز آ گئے تو انھوں نے اپنی رائے سے مسائل بیان کرنے شروع کر دیے۔ اس طرح خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔'' دیکھیے: (مفتاح الجنة فی الاحتجاج بالسنة' ص:۴۷)

(ب) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت طاؤس رحمہ اللہ کو عصر کے بعد دو رکعت نفل نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا: ''مت پڑھا کرو۔'' وہ کہنے لگے: میں تو پڑھوں گا۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: ''نبی اکرم ﷺ نے عصر کے بعد نفل نماز سے منع کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ تمھیں ان دو رکعتوں پر ثواب کی بجائے سزا ہو گی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَّكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ﴾ (الأحزاب:۳۶) ''کسی مومن مرد اور مومن عورت کو حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی حکم مقرر کر دیں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں۔'' (سنن الدارمی' المقدمة' باب ما يتقى من تفسير حديث النبي ﷺ وقول غيره عند قوله ﷺ' حديث:۴۳۸)

(ج) حضرت ایوب سختیانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جب تو کسی شخص کو سنت نبوی کی تعلیم دے اور وہ کہے: سنت نبوی کو چھوڑیے قرآن سے تعلیم دیں۔ تو جان لو ایسا شخص گمراہ ہے۔'' دیکھیے: (مفتاح الجنة' ص: ۳۵)

(د) امام ابن سیرین رحمہ اللہ نے ایک شخص کو فرمان نبوی سنایا تو وہ کہنے لگا: فلاں فلاں شخص تو ایسے ایسے کہتے ہیں۔ امام صاحب کہتے ہیں: میں تجھے فرمان نبوی سناتا ہوں اور تو مجھے لوگوں کی آراء سناتا ہے؟ جا! آج کے بعد میں تیرے ساتھ بات نہیں کروں گا۔'' دیکھیے: (إيقاظ الهمة لاتباع نبي الأمة' ص:۱۲۳) اسلاف کے اس طرز عمل سے ثابت ہوا کہ ائمہ کی تقلید اور لوگوں کی آراء کی پیروی قطعاً درست اور جائز نہیں۔

③ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ تقلید کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: [وَالتَّقْلِيدُ قَبُولُ قَوْلِ الْغَيْرِ بِلَا دَلِيلٍ' فَكَأَنَّهُ لِقَبُولِهِ جَعَلَهُ قِلَادَةً فِي عُنُقِهِ] (شرح قصيدة امالى' ص:۳۴) ''کسی دوسرے کی بات بغیر دلیل کے قبول کرنا تقلید ہے۔ گویا کہ مقلد شخص نے امام کے قول کو قبول کر کے گلے کا ہار بنا لیا ہے۔'' ④ تقلید کی ابتدا خیر القرون کے بعد چوتھی صدی ہجری میں ہوئی۔ اس سے پہلے یہ بدعت موجود نہ تھی بلکہ صحابۂ کرام' تابعین کرام اور ان کے شاگرد قرآن وسنت کی پیروی ہی کو واجب سمجھتے تھے۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [إِعْلَمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا قَبْلَ الْمِائَةِ الرَّابِعَةِ غَيْرَ مُجْمِعِينَ عَلَى التَّقْلِيدِ الْخَالِصِ لِمَذْهَبٍ وَّاحِدٍ] ''جان لو کہ چوتھی صدی ہجری سے پہلے لوگ کسی ایک خالص مذہب کی تقلید پر متفق نہ تھے۔'' (حجة الله البالغة' ص: ۱۵۷) ⑤ تقلید کے رد میں صحابۂ کرام اور ائمۂ مذاہب کے فرامین ملاحظہ ہوں:

(ا) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں عمر کی جان ہے! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی روح قبض کی نہ ان سے وحی منقطع کی حتی کہ ان کی امت کو لوگوں کی آراء سے بے پروا فرما دیا۔'' دیکھیے: (حقیقة الفقة' ص: ۷۵)

(ب) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''کیا تمھیں اللہ کا خوف نہیں آتا کہ وہ تمھیں عذاب میں مبتلا کر دے یا تمھیں زمین میں دھنسا دے، تم کہتے ہو رسول اللہ ﷺ نے ایسے فرمایا تھا اور فلاں شخص نے یوں فرمایا ہے' یعنی فرمانِ نبوی کے مقابلے میں کسی شخص کی رائے کو پیش کرنا عذابِ الٰہی کو دعوت دینا ہے۔'' (حقیقة الفقة' ص: ۷۶)

(ج) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''تم میں سے کوئی شخص دین کے بارے میں کسی کی تقلید نہ کرے کہ اگر وہ (متبوع) مومن رہا تو اس کا مقلد بھی مومن رہے گا اور اگر وہ کافر ہوا تو اس کا مقلد بھی کافر ہو جائے گا۔ اس اعتبار سے یہ تقلید بلاشبہ برائی میں اسوہ ہے۔ (الإيقاظ لهمم أولى الأبصار) أعاذنا الله منه.

(د) حضرت عبداللہ بن معتمر کہتے ہیں: [لَا فَرْقَ بَيْنَ بَهِيمَةٍ تَنقَادُ وَإِنْسَانٍ يُقَلِّد] ''مقلد شخص اور حیوان میں کوئی فرق نہیں۔'' (حقیقة الفقة' ص: ۷۸)

(ھ) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [لَا تُقَلِّدْنِي وَلَا تُقَلِّدَنَّ مَالِكًا وَلَا غَيرَه وَخُذِالْأَحْكَامَ مِنْ حَيْثُ أَخَذُوا مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنة] (حقیقة الفقه' ص: ۹۰) ''میری تقلید نہ کرنا' نہ مالک کی نہ کسی اور کی تقلید کرنا۔ احکام کو وہاں سے حاصل کرو جہاں سے انھوں نے حاصل کیے ہیں' یعنی کتاب و سنت سے۔'' نیز فرمایا: ''کسی شخص کے لیے حلال نہیں کہ وہ میری دلیل سے واقف ہوئے بغیر میرے کلام کا فتویٰ دے۔'' (حقیقة الفقة' ص: ۸۸)

(و) امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہر شخص کی بات قبول بھی کی جا سکتی ہے اور رد بھی' سوائے رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے (وہ واجب الاتباع ہے۔)

(ز) امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جب تم دیکھو کہ میرا قول حدیث نبوی کے خلاف ہے تو حدیث نبوی پر عمل کرو اور میرے قول کو دیوار پر دے مارو۔'' نیز فرمایا: [إِذَا صَحَّ الْحَدِيثُ فَهُوَ مَذْهَبِى] (عقد الجيد و حجة الله البالغة: ۱/۱۵۷) ''جب صحیح حدیث مل جائے تو میرا مذہب وہی ہے۔''

(ح) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''کسی کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ کلام کی گنجائش نہیں۔'' (کتاب و سنت کے ہوتے ہوئے کسی کی رائے کی کوئی اہمیت نہیں۔)

(ط) امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [هَلْ يُقَلِّدُ إِلَّا عَصِيٌّ] ''تقلید نافرمان ہی کرتا ہے۔''

(ی) علامہ جاراللہ حنفی فرماتے ہیں: [إِنْ كَانَ لِضَلَالٍ أُمٌّ فَالتَّقْلِيدُ أُمُّهُ] ''اگر گمراہی کی کوئی ماں ہوتی تو وہ تقلید ہی ہوتی۔'' [حقیقة الفقة' ص: ۵۱-۵۸] ائمہ سلف کے مذکورہ اقوال سے معلوم ہوا کہ گمراہی کا اصل اور اس کی جڑ تقلید ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اتباع سنت کی توفیق عطا فرمائے اور تقلید سے نجات دے۔ آمین.

٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ عَدِيٍّ، عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُوقَةَ، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ، قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ حَدِيثاً لَمْ يَعْدُهُ وَلَمْ يُقَصِّرْ دُونَهُ.

۴- حضرت ابوجعفر محمد باقر رحمہ اللہ سے روایت ہے' انھوں نے کہا: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب رسول اللہ ﷺ سے کوئی حدیث سنتے' تو نہ اس میں اضافہ کرتے اور نہ کمی کرتے تھے۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا حدیث پر عمل اور بدعت سے اجتناب کا جذبہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ارشادات نبویہ پر حرف بحرف عمل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اس میں کوتاہی کرتے نہ اس میں اپنی طرف سے اضافہ کر کے نبی علیہ السلام سے آگے قدم رکھنے کی کوشش کرتے تھے کیونکہ قرآن مجید نے اس کام سے منع فرمایا ہے' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَاتُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾ (الحجرات:۱) ''اے ایمان والو! اللہ سے اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔'' ② اس حدیث کا یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ سے جو ارشاد مبارک سنتے تھے' اسے بعینہ اسی طرح روایت فرماتے' الفاظ میں کمی بیشی نہ کرتے۔ حدیث کو بالمعنی روایت کرنا اگرچہ جائز ہے' تاہم محدثین روایت باللفظ کو افضل قرار دیتے تھے۔

٥- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ الدِّمَشْقِيُّ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى بْنِ الْقَاسِمِ بْنِ سُمَيْعٍ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سُلَيْمَانَ الأَفْطَسُ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْجُرَشِيِّ، عَنْ جُبَيْرِ ابْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ وَنَحْنُ نَذْكُرُ الْفَقْرَ وَنَتَخَوَّفُهُ. فَقَالَ: «آلْفَقْرَ تَخَافُونَ؟ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتُصَبَّنَّ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا صَبًّا حَتَّى لَا يُزِيغَ قَلْبَ أَحَدِكُمْ إِزَاغَةً إِلَّا هِيَهْ. وَأَيْمُ اللهِ لَقَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلَى مِثْلِ الْبَيْضَاءِ، لَيْلُهَا وَنَهَارُهَا سَوَاءٌ».

۵- حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے' جب کہ ہم فقر کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے اور اس سے خوف کا اظہار کر رہے تھے' تو آپ نے فرمایا: ''کیا تم فقر سے ڈرتے ہو؟ قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم پر دنیا (اتنی زیادہ) برسا دی جائے گی' حتی کہ کسی کے دل کو اس کے سوا کوئی چیز مائل نہیں کرے گی (ہر شخص اس کی طرف متوجہ ہو جائے گا۔) اللہ کی قسم! میں تمھیں روشن (چاند کی راتوں جیسی) شریعت پر چھوڑ رہا ہوں' جس کے رات اور دن برابر ہیں۔''

٤ـ [إسناده صحيح] أخرجه أحمد: ٢/ ٨٢ من حديث محمد بن سوقة به مطولاً.

٥ـ [إسناده حسن] أخرجه ابن أبي عاصم في السنة، ح: ٤٧ عن هشام به.

قَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ: صَدَقَ وَاللهِ، رَسُولُ اللهِ ﷺ تَرَكَنَا وَاللهِ، عَلٰى مِثْلِ الْبَيْضَاءِ، لَيْلُهَا وَنَهَارُهَا سَوَاءٌ.

حضرت ابودرداء ؓ نے فرمایا: اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا۔ واللہ! آپ ہمیں ایسی روشن شریعت پر چھوڑ کر تشریف لے گئے ہیں' جس کے رات اور دن برابر ہیں۔

فوائد و مسائل: ① مفلسی بھی اللہ کی طرف سے ایک آزمائش ہوتی ہے' جس کی وجہ سے بہت سے لوگ تلاش رزق کے حرام طریقے اختیار کر لیتے ہیں اور دولت کی فراخی بھی آزمائش ہے جس کی وجہ سے انسان فخر' تکبر اور لالچ جیسی بیماریوں کا شکار ہو کر بہت سے گناہوں میں ملوث ہو جاتا ہے۔ اس حدیث میں اشارہ ہے کہ مال کا فتنہ مفلسی کے فتنے سے زیادہ شدید ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر آزمائش سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ ② اگر قناعت کی دولت حاصل نہ ہو تو دنیا کے مال و دولت کی کثرت کے باوجود دل مطمئن نہیں ہو پاتا بلکہ مزید حاصل کرنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور یہی اندھی حرص بالآخر تباہی کا باعث ہوتی ہے۔ انسان کے سامنے ہر وقت صرف دنیا ہی رہتی ہے' آخرت بالکل فراموش ہو جاتی ہے۔ ③ شریعت کے مسائل واضح ہیں جنھیں سمجھنا آسان ہے اور اللہ کے احکام آسان ہیں' جن پر عمل کرنا مشکل نہیں۔ ④ رات اور دن برابر ہونے کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس میں رات اور دن جیسا فرق موجود نہیں' بلکہ ہر چیز واضح اور روشن ہے اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ جس طرح آفتاب نبوت (آپ ﷺ) کی موجودگی میں حق اور باطل' صحیح اور غلط کا امتیاز واضح ہے۔ اسی طرح اس آفتاب ہدایت کے غروب (وفات نبوی) کے بعد بھی کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ کی روشنی پوری آب و تاب کے ساتھ موجود ہے' جس کی بنیاد پر غلط و صحیح اور حق و باطل کے درمیان امتیاز کرنا بالکل آسان ہے۔

٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي مَنْصُورِينَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتّٰى تَقُومَ السَّاعَةُ».

٦- حضرت قرہ ؓ سے روایت ہے' اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے ایک گروہ کو ہمیشہ (اللہ تعالیٰ کی) مدد حاصل رہے گی' ان کی مدد نہ کرنے والا ان کا کچھ بگاڑ نہ سکے گا' تا آنکہ قیامت قائم ہو جائے۔''

فوائد و مسائل: ① اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کو یہ شرف بخشا ہے کہ وہ اس طرح مکمل طور پر گمراہ نہیں

٦ـ [إسناده صحيح] أخرجه الترمذي، الفتن، باب ماجاء في أهل الشام، ح: ٢١٩٢ من حديث شعبة به، وقال "هٰذا حديث حسن صحيح"، وصححه ابن حبان (موارد)، ح: ١٨٥١ (ابن بلبان)، ح: ٦١، ٦٨٣٤.

ہوگی جس طرح سابقہ امتیں گمراہ ہوگئیں کہ ان میں سے کوئی بھی صراطِ مستقیم پر قائم نہ رہا۔ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰه. ② دین حق قیامت تک کے لیے محفوظ ہے' کیونکہ قرآن مجید بھی محفوظ ہے اور حدیث نبوی بھی روایتاً اور عملاً محفوظ ہے۔ ③ حدیث میں جس جماعت کا ذکر کیا گیا ہے' اکثر علماء نے اس سے "اصحاب الحدیث" کو مراد لیا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی کو مطاعِ مطلق قرار نہیں دیتے۔ کوئی شخص ارشادِ نبوی اور اسوۂ نبوی پر جس قدر زیادہ عمل کرنے والا ہوگا' وہ اسی قدر اس حدیث کا زیادہ مصداق ہوگا۔ ④ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ اہل حق کو ابتلاء و آزمائش سے محفوظ رکھا جائے گا' بلکہ مطلب یہ ہے کہ آزمائش انھیں راہِ حق سے ہٹا نہیں سکے گی۔ جس طرح امام مالک' امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور دیگر بزرگانِ دین کے حالاتِ زندگی سے ظاہر ہے کہ آخر کار اللہ نے انھیں عزت دی اور ان کا موقف ہی درست تسلیم کیا گیا کیونکہ وہ قرآن وسنت کی نصوص پر مبنی تھا۔ ⑤ ''قیامت تک'' سے مراد یہ ہے کہ قیامت سے پہلے جب تک اسلام باقی رہے گا کیونکہ بنی آدم کی آخری نسل کی' جن پر قیامت قائم ہوگی' کیفیت یہ ہوگی کہ وہ اللہ کا نام تک نہ لیں گے جیسے نبی ﷺ نے فرمایا: ''قیامت نہیں آئے گی حتی کہ (یہ کیفیت ہو جائے گی کہ) زمین میں "اَللّٰہ" "اَللّٰہ" نہیں کہا جائے گا۔'' (صحیح مسلم' الإیمان' باب ذھاب الإیمان آخر الزمان' حدیث:۱۴۸)

٧- حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَلْقَمَةَ نَصْرُ بْنُ عَلْقَمَةَ، عَنْ عُمَيْرِ بْنِ الأَسْوَدِ، وَكَثِيرِ بْنِ مُرَّةَ الْحَضْرَمِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لاَ تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي قَوَّامَةً عَلَى أَمْرِ اللهِ لاَ يَضُرُّهَا مَنْ خَالَفَهَا».

۷- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''میری امت میں سے ایک گروہ اللہ کے احکام پر ہمیشہ پوری طرح قائم رہے گا' اس کی مخالفت کرنے والا اس کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔''

٨- حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا الْجَرَّاحُ بْنُ مَلِيحٍ: حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ زُرْعَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عِنَبَةَ الْخَوْلاَنِيَّ، وَكَانَ قَدْ صَلَّى الْقِبْلَتَيْنِ مَعَ

۸- حضرت ابوعنبہ خولانی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے...... یہ وہ (صحابی) ہیں جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہے...... انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا' آپ فرماتے تھے: ''اللہ

٧ـ [إسناده حسن] * نصر بن علقمة الحمصي وثقه دحيم الشامي، وابن حبان، وله شاهد عند أحمد: ٢/ ٣٢١، وصححه ابن حبان (موارد)، ح: ١٨٥٣.

٨ـ [إسناده حسن] أخرجه أحمد: ٤/ ٢٠٠ عن الهيثم بن خارجة عن الجراح به، وصححه ابن حبان (موارد)، ح: ٨٨، وقال البوصيري: "هٰذا إسناد صحيح".

رَسُولِ اللهِ ﷺ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «لاَ يَزَالُ اللهُ يَغْرِسُ فِي هٰذَا الدِّينِ غَرْساً يَسْتَعْمِلُهُمْ فِي طَاعَتِهِ».

تعالیٰ اس دین میں ہمیشہ (نئے) پودے لگاتا رہے گا اور ان سے اپنی اطاعت میں کام لیتا رہے گا۔''

فوائد ومسائل: ① حضرت ابوعنبہ خولانی رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام صحابی ہیں' انھوں نے تحویل قبلہ کے حکم سے پہلے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے بھی نماز پڑھی ہے' جیسا کہ دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم خانہ کعبہ کی طرف رخ کرنے سے قبل سولہ سترہ مہینے نماز پڑھتے رہے تھے۔ ② دین اسلام کی توسیع کسی خاص زمانہ تک محدود نہیں' بلکہ ہر دور میں لوگ دوسرے مذاہب چھوڑ کر اسلام میں داخل ہوتے رہیں گے اور امت مسلمہ ان کی صلاحیتوں سے مستفید ہوتی رہے گی۔ ③ اسلام میں کوئی شخص محض اس بنیاد پر کسی اہمیت کا مستحق نہیں ہو جاتا کہ وہ پشت ہا پشت سے مسلمان آباء واجداد کی اولاد ہے بلکہ ہر فرد اپنے اعمال و کردار اور اپنی خدمات کی وجہ سے اسلامی معاشرے میں اپنا مقام پیدا کرتا ہے۔ ④ ہر دور میں اور ہر معاشرے کی ضروریات کے مطابق قرآن وحدیث کی رہنمائی میں علمی اور عملی کام کی گنجائش باقی رہے گی۔ اس لیے یہ کہنا درست نہیں کہ فلاں میدان میں اسلام کی خدمت کا کام اتنا زیادہ ہو چکا ہے کہ اب مزید کام کی ضرورت نہیں۔ اس کام کی توفیق جس طرح نسلاً کسی مسلمان کو مل سکتی ہے' اسی طرح کسی نومسلم کو بھی یہ شرف حاصل ہوسکتا ہے۔

٩- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدِ بْنِ كَاسِبٍ: حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ نَافِعٍ: حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ أَرْطَاةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَامَ مُعَاوِيَةُ خَطِيباً فَقَالَ: أَيْنَ عُلَمَاؤُكُمْ؟ أَيْنَ عُلَمَاؤُكُمْ؟ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «لاَ تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا وَطَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرُونَ عَلَى النَّاسِ، لاَ يُبَالُونَ مَنْ خَذَلَهُمْ وَلاَ مَنْ نَصَرَهُمْ».

٩- حضرت عمرو بن شعیب رحمہ اللہ کے والد شعیب بن محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور (خطبے کے دوران میں) فرمایا: ''تمھارے علماء کہاں ہیں؟ تمھارے علماء کہاں ہیں؟ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے' آپ فرماتے تھے: ''قیامت قائم نہ ہوگی مگر میری امت کی ایک جماعت لوگوں پر غالب رہے گی' انھیں کوئی پروا نہیں ہوگی کہ کوئی ان کو ذلیل وخوار کرے یا ان کی مدد کرے۔''

فوائد ومسائل: ① ''تمھارے علماء کہاں ہیں؟'' اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تمھیں شک ہے تو ان کبار صحابہ رضی اللہ عنہم

٩ـ [صحيح] حجاج عنعن، ولأصل الحديث طرق كثيرة عند البخاري، ح: ٣٦٤١، ومسلم، ح: ١٠٣٧ بعد، ح: ١٩٢٣ وغيرهما عن معاوية رضي الله عنه.

سے پوچھ لو، وہ بھی میری تائید کریں گے یا یہ مطلب ہے کہ علماء تمہیں یہ حدیثیں کیوں نہیں سناتے؟ ④ غالب رہنے کا یہ مطلب ہے کہ وہ دلائل و براہین کی قوت کے ساتھ گمراہ فرقوں پر غالب رہیں گے یا یہ مطلب ہے کہ ظاہری غلبہ بھی انجام کار اہل حق ہی کو حاصل ہوگا۔ ③ علمائے حق کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ وہ صحیح بات کا پرچار کرتے ہیں اور غلط کام اور غلط عقیدے پر تنقید کرتے ہیں، اس سلسلے میں یہ نہیں دیکھتے کہ ان کی حمایت کرنے والے کم ہیں یا زیادہ اور مخالفت کرنے والے قوت و اقتدار کے کس مقام پر فائز ہیں۔ امام مالک، امام احمد بن حنبل اور امام ابن تیمیہ ؒ جیسے اکابر کی زندگیاں اس کا بہترین نمونہ ہیں۔

١٠- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ بَشِيرٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ الرَّحَبِيِّ، عَنْ ثَوْبَانَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا يَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي عَلَى الْحَقِّ مَنْصُورِينَ، لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ، عَزَّ وَجَلَّ».

١٠- حضرت ثوبان ؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی اور اس کی مدد کی جاتی رہے گی، ان کی مخالفت کرنے والے انھیں نقصان نہیں پہنچا سکیں گے حتی کہ اللہ تعالیٰ کا حکم (قیامت) آ جائے۔''

ملحوظہ: حدیث نمبر ٦ اور ٩ کے فوائد ملاحظہ فرمائیں۔

١١- حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ [عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ]: حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ، قَالَ: سَمِعْتُ مُجَالِدًا يَذْكُرُ عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ، فَخَطَّ خَطًّا. وَخَطَّ خَطَّيْنِ عَنْ يَمِينِهِ، وَخَطَّ خَطَّيْنِ عَنْ يَسَارِهِ، ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ فِي الْخَطِّ الْأَوْسَطِ فَقَالَ: «هٰذَا سَبِيلُ اللهِ». ثُمَّ تَلَا

١١- حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: ہم نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے، آپ ﷺ نے ایک خط کھینچا، (پھر) اس کی دائیں طرف دو خط کھینچے اور بائیں طرف بھی دو خط کھینچے۔ پھر درمیان والے خط پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: ''یہ اللہ کا راستہ ہے۔'' پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿وَأَنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا......﴾ ''اور یہ میرا راستہ ہے سیدھا، لہٰذا اس

١٠ـ أخرجه مسلم، الإمارة، باب قوله ﷺ لا تزال طائفة . . . الخ، ح: ١٩٢٠ من حديث أيوب عن أبي قلابة به.

١١ـ **[إسناده ضعيف]** أخرجه أحمد: ٣/ ٣٩٧ عن عبدالله بن محمد عن أبي خالد به * مجالد ضعيف (تلخيص المستدرك: ٢/ ٥٩٧) لبعض الحديث شواهد عند ابن حبان (موارد)، ح: ١٧٤١ وغيره، وصححه الحاكم: ٢/ ٣١٨، والذهبي، وحديث أحمد: ١/ ٤٣٥ يغني عنه.

هٰذِهِ الْآيَةَ: ﴿وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ﴾. [الأنعام: ١٥٣]

کی پیروی کرو' اور (دوسری) راہوں پر نہ چلو' ورنہ وہ تمھیں اس (اللہ) کی راہ سے دور کر دیں گی۔"

فوائد و مسائل: ① یہ روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے تھوڑے سے الفاظ کے ردّ و بدل کے ساتھ مسند احمد میں ہے' اس کے محققین نے اسے حَسَن قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (الموسوعة الحديثية: ٧/٢٠٨' ٤٣٦) نیز شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اسے صحیح ابن ماجہ میں درج کیا ہے' اس اعتبار سے یہ روایت بعض اہل علم کے نزدیک ضعیف ہونے کے باوجود قابل حجت ہے۔ ② سیدھا راستہ جو اللہ تک پہنچاتا ہے' ایک ہی ہے' جبکہ گمراہی کے راستے بہت سے ہیں۔ ③ رسول اللہ ﷺ نے گمراہی کو ظاہر کرنے کے لیے سیدھے خط کے دونوں طرف خط کھینچے۔ اس طرح اس میں غالباً یہ اشارہ تھا کہ گمراہی بعض اوقات غلو اور افراط کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے اور بعض اوقات تفریط اور کوتاہی کی صورت میں' غلو کی وجہ سے بدعات ایجاد ہوتی ہیں اور شرکیہ اعمال و عقائد اختیار کیے جاتے ہیں' جبکہ تفریط کی وجہ سے فرائض و سنن کی بجا آوری میں کوتاہی ہوتی ہے اور گناہوں کی جرأت پیدا ہوتی ہے اور آخر کار کفر تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ ④ سیدھا راستہ افراط و تفریط کے درمیان ہے۔ خواہ اس کا تعلق عقائد سے ہو (جیسے مُعَطِّلَہ اور مشبِّہہ کے درمیان اہل سنت کا راستہ) یا اعمال سے ہو (جیسے اسراف اور بخل کے درمیان جائز مقام پر خرچ کرنے کا طریقہ۔) ④ علمی مسائل کی وضاحت کے لیے اَشکال وغیرہ سے مدد لینا درست ہے۔ آج کے دور میں کلاس میں بلیک بورڈ کا استعمال' یا جدید سمعی و بصری اشیاء کا استعمال شریعت کے منافی نہیں' اِلا یہ کہ کسی صورت یا کسی چیز کا استعمال شریعت کی واضح تعلیمات کے خلاف ہو۔ ⑤ ارشادات نبویہ قرآن مجید کی وضاحت پر مبنی ہیں اس لیے بعض اوقات نبی ﷺ مسئلے کی متعلقہ آیت بھی ذکر فرما دیتے تھے اور بعض اوقات ذکر نہیں فرماتے تھے۔ بہر حال کوئی صحیح حدیث قرآن مجید کے خلاف نہیں' اگر کوئی حدیث بظاہر کسی آیت کے خلاف محسوس ہوتی ہو تو محدثین آیت اور حدیث کی وضاحت اس انداز سے فرما دیتے ہیں کہ اِشکال دور ہو جاتا ہے۔ اس قسم کی مثالیں خود رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی ملتی ہیں۔ ⑥ اللہ کا راستہ ایک ہی ہے۔ چار یا پانچ یا چھ نہیں۔ اور وہ ایک راستہ وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے ارشادات اور عملی اسوہ سے اس کی وضاحت فرمائی ہے۔ فروعی مسائل میں ائمہ کرام کے اختلافات محض اجتہادی اختلاف ہیں' ان کی بنیاد پر امت کا الگ الگ گروہوں میں تقسیم ہو جانا درست نہیں۔ بدقسمتی سے بہت سے علماء نے ائمہ کرام کے اجتہادات کو اتنی زیادہ اہمیت دے دی کہ انھیں قرآن و حدیث کی نصوص سے بھی بالاتر سمجھ لیا گیا۔ اسی جمود اور تقلیدی طرز عمل کی وجہ سے امت مختلف فرقوں میں تقسیم ہو گئی۔ اب اسی تقسیم کو تقسیم ربانی سمجھ کر کہا جاتا ہے کہ سب حق پر ہیں' حالانکہ حق ایک ہی ہو سکتا ہے نہ کہ بیک وقت سب کے سب۔ اس حدیث سے بھی واضح ہوتا ہے کہ حق ایک ہی ہے نہ کہ متعدد۔ اللہ کا راستہ ایک ہی ہے نہ کہ چار پانچ۔

(المعجم ۲) - **بَابُ تَعْظِيمِ حَدِيثِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَالتَّغْلِيظِ عَلَى مَنْ عَارَضَهُ** (التحفة ۲)

باب:۲- حدیث رسول کی تعظیم اور اس کی مخالفت کرنے والے پر سختی کرنے کا بیان

۱۲- **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ: حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ جَابِرٍ، عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيكَرِبَ الْكِنْدِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «يُوشِكُ الرَّجُلُ مُتَّكِئًا عَلَى أَرِيكَتِهِ يُحَدَّثُ بِحَدِيثٍ مِنْ حَدِيثِي فَيَقُولُ: بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ. فَمَا وَجَدْنَا فِيهِ مِنْ حَلَالٍ اسْتَحْلَلْنَاهُ، وَمَا وَجَدْنَا فِيهِ مِنْ حَرَامٍ حَرَّمْنَاهُ، أَلَا وَإِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِثْلُ مَا حَرَّمَ اللهُ».

۱۲- حضرت مقدام بن معدی کرب کندی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عنقریب (ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ) آدمی اپنے تخت پر ٹیک لگائے بیٹھا ہوگا اسے میری کوئی حدیث سنائی جائے گی تو کہے گا: ہمارے اور تمھارے درمیان (فیصلہ کرنے والی) اللہ عزوجل کی کتاب ہے۔ ہمیں اس میں جو چیز حلال ملے گی، اسے حلال مانیں گے، اور جو چیز اس میں حرام پائیں گے، ہم اسے حرام قرار دیں گے۔ سن لو! جو کچھ اللہ کے رسول ﷺ نے حرام فرمایا، وہ بھی اسی طرح حرام ہے جس طرح اللہ کا حرام کیا ہوا۔''

فوائد ومسائل: ① [أَرِيكَةٌ] لغت میں اس چارپائی یا تخت کو کہتے ہیں جسے مزین کر کے رکھا گیا ہو۔ اہل عرب نئی دلھن کے لیے پردوں وغیرہ سے مزین کر کے جو چارپائی تیار کرتے تھے، اسے بھی [أريكه] کہتے ہیں۔ اس میں اشارہ ہے کہ حدیث کا انکار کرنا، بھرے پیٹ والے ناز و نعمت کے شیدائیوں کا کام ہے جو آراستہ پلنگ یا تخت پر ٹیک لگا کر بیٹھنے کے عادی ہوتے ہیں۔ ② مولانا وحید الزمان خان رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے کہ یہ پیش گوئی عبداللہ چکڑالوی پر صادق آتی ہے، جو برصغیر پاک و ہند میں انکار حدیث کا فتنہ کھڑا کرنے والوں کا ایک سرغنہ تھا۔ مولانا فرماتے ہیں: ''اس حدیث میں منکرین حدیث کے بانی عبداللہ چکڑالوی کی طرف بھی اشارات پائے جاتے ہیں، جو لفظ بلفظ پورے ہوئے۔ جن لوگوں نے عبداللہ چکڑالوی کو شیخ چٹو کے طویلے میں پلنگ پر تکیہ لگائے دیکھا ہے وہ آج بھی عینی شہادت دے سکتے ہیں کہ یہ حدیث لفظ بلفظ پوری ہوگئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی حدیث کا مضمون وحی ہوتا تھا، ورنہ آپ کی پیش گوئی لفظ بلفظ پوری نہ ہوتی۔'' (ترجمہ سنن ابن ماجہ از وحید الزمان خاں - حاشیہ حدیث ہذا) ③ جس طرح قرآن مجید کے احکام پر عمل کرنا فرض ہے اور قرآن مجید میں منع کیے ہوئے کاموں کا ارتکاب حرام ہے، اسی

۱۲- **[إسناده حسن]** أخرجه الترمذي، العلم، باب ما نهي عنه أن يقال . . . الخ، ح: ۲٦٦٤ من حديث معاوية بن صالح به، وقال: "هٰذا حديث حسن غريب من هٰذا الوجه" وصححه الحاكم: ۱/ ۱۰۹.

طرح حدیث سے بھی فرضیت اور حرمت ثابت ہوتی ہے۔ دونوں میں فرق کرنے کی کوئی دلیل نہیں۔ قرآن مجید میں بعض خواتین سے نکاح کرنا حرام قرار دیا گیا ہے' مثلاً ماں، بہن، بیٹی وغیرہ' جبکہ حدیث سے خالہ اور بھانجی یا پھوپھی اور بھتیجی کو بیک وقت نکاح میں رکھنا بھی حرام ثابت ہوتا ہے۔ ان دونوں کی حرمت میں کوئی فرق نہیں۔ اسی طرح نماز کے لیے کعبہ شریف کو قبلہ قرار دیے جانے کی آیات نازل ہونے سے پہلے نبی اکرم ﷺ اور تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے' کیونکہ اس وقت یوں ہی نماز ادا کرنا فرض تھا' حالانکہ یہ حکم قرآن مجید میں نازل نہیں ہوا تھا۔

١٣- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، فِي بَيْتِهِ، أَنَا سَأَلْتُهُ، عَنْ سَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ، ثُمَّ مَرَّ فِي الْحَدِيثِ قَالَ: أَوْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لاَ أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ مُتَّكِئاً عَلَى أَرِيكَتِهِ، يَأْتِيهِ الأَمْرُ مِمَّا أَمَرْتُ بِهِ أَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ، فَيَقُولُ: لاَ أَدْرِي، مَا وَجَدْنَا فِي كِتَابِ اللهِ اتَّبَعْنَاهُ».

١٣- حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں تم میں سے کسی کو اس حال میں نہ پاؤں کہ وہ پلنگ پر ٹیک لگائے بیٹھا ہو' اسے میرے احکام میں سے کوئی حکم یا ممانعت پہنچے اور وہ کہہ دے: میں نہیں جانتا' ہم جو کچھ اللہ کی کتاب میں پائیں گے' اس کی پیروی کریں گے۔"

فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ کے احکام کی تعمیل جس طرح ان حضرات پر فرض تھی جو براہ راست نبی ﷺ سے سنتے تھے' اسی طرح ان لوگوں پر بھی فرض ہے' جن تک یہ حکم دوسروں کے واسطے سے پہنچتے ہیں۔ البتہ اس کے لیے ضروری ہے کہ واسطہ قابل اعتماد ہو۔ چنانچہ محدثین کے اصولوں کی روشنی میں جو حدیث صحیح یا حسن ثابت ہو جائے اس کی تعمیل ہر مسلمان پر فرض ہے۔ ② حدیث کو سن کر یہ کہنا کہ "میں نہیں جانتا" انکار اور تکبر کا اظہار ہے۔ گویا اس شخص کے نزدیک ارشاد نبوی کی کوئی اہمیت نہیں اور یہ بہت بڑا جرم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (النور:٦٣) "جو لوگ نبی کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں' انھیں ڈرنا چاہیے کہیں وہ کسی آزمائش میں مبتلا نہ ہو جائیں' یا ان پر دردناک عذاب نہ آ جائے۔" ③ حدیث کا انکار درحقیقت قرآن کا انکار ہے کیونکہ قرآن میں واضح طور پر نبی ﷺ کی اطاعت و اتباع کا حکم دیا گیا ہے

١٣- [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، السنة، باب في لزوم السنة، ح: ٤٦٠٥، والترمذي، ح: ٢٦٦٣ من حديث سفيان به، وقال الترمذي: "حسن"، وصححه ابن حبان، ح: ١٣، والحاكم، والذهبي(١/ ١٠٨، ١٠٩).

اور قرآن مجید کی قولی اور عملی تشریح کو نبی علیہ السلام کا مقصد بعثت قرار دیا ہے۔ مسلمانوں کی تاریخ میں حدیث کا انکار سب سے پہلے خوارج نے کیا، جن کے متعلق نبی ﷺ نے فرمایا: ''وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر نشانہ بننے والے جانور سے آر پار ہو جاتا ہے۔'' (صحیح مسلم، الزکاۃ، باب ذکر الخوارج و صفاتھم، حدیث:۱۰۶۳)

١٤- حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الْعُثْمَانِيُّ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدِ ابْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ، فَهُوَ رَدٌّ».

۱۴- حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص ہمارے دین میں وہ چیز ایجاد کرے جو (اصل میں) اس میں (شامل) نہیں ہے، تو وہ مردود ہے۔''

فوائد و مسائل: ① [فِيْ أَمْرِنَا] سے مراد دینی اور شرعی معاملات ہیں یا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام ہیں، اس لیے ہم نے اس کا ترجمہ ''دین'' کیا ہے۔ دین کے جو معاملات عبادات یا عقائد سے تعلق رکھتے ہیں ان میں اپنی رائے سے کمی بیشی کرنا ''بدعت'' کہلاتا ہے۔ اسی کے متعلق نبی ﷺ نے فرمایا: ''ہر بدعت گمراہی ہے۔'' (صحیح مسلم، الجمعة، باب تخفیف الصلاۃ والخطبة، حدیث:۸۶۷) دنیوی معاملات، مثلاً لباس کے مختلف انداز، کھانا پکانے کے علاقائی طریقے یا کاشت کاری کے جدید آلات کا استعمال ان کا شرعی ''بدعت'' سے تعلق نہیں۔ لیکن ان میں وہ کام بہر حال منع ہوں گے جو شریعت کے بیان کردہ عام اصولوں کے خلاف ہوں گے، مثلاً ایسا لباس جو پردہ کے بنیادی مقصد کو پورا نہ کرے، یا غیر مسلموں کا لباس سمجھا جاتا ہو، وغیرہ۔ ② [فَهُوَ رَدٌّ] ''وہ نا قابل قبول ہے۔'' اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو یہ عمل قبول نہیں کرنا چاہیے بلکہ اس کی تردید اور اس سے منع کرنا چاہیے۔ یا یہ مطلب ہے کہ اللہ کے ہاں قبول نہیں ہوگا اور اس پر ثواب کے بجائے گناہ ہوگا۔ ③ وہ کام، جس سے اللہ کے نبی ﷺ نے کسی خاص وجہ سے اجتناب فرمایا ہو، درآں حالیکہ آپ اس کی خواہش رکھتے ہوں، وہ بنیادی طور پر جائز ہوتا ہے، جب وہ رکاوٹ دور ہو جائے تو اسے انجام دینا بدعت میں شامل نہیں ہوگا۔ مثلاً نبی اکرم ﷺ کا پورے ماہ رمضان میں نماز تراویح پڑھانے سے اجتناب، تاکہ وہ فرض نہ ہو جائے، یا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا نبی ﷺ کی زندگی میں قرآن مجید کو ایک نسخہ کی صورت میں جمع نہ کرنا، کیونکہ ہر وقت نئی آیات نازل ہونے یا کسی پہلی آیت کے منسوخ ہونے کا امکان موجود تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی تو یہ امکان باقی نہ رہا، اس لیے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن مجید کا ایک مستند نسخہ تیار کر لیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز تراویح کا باجماعت اہتمام کرنے کا حکم دیا۔

١٤ـ أخرجه البخاري، الصلح، باب إذا اصطلحوا علٰى صلح جور فالصلح مردود، ح:٢٦٩٧، ومسلم، الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة . . . الخ، ح:١٧١٨ من حديث إبراهيم بن سعد به.

١٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ الْمِصْرِيُّ: أَنْبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ: أَنَّ رَجُلاً مِنَ الأَنْصَارِ خَاصَمَ الزُّبَيْرَ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي شِرَاجِ الْحَرَّةِ الَّتِي يَسْقُونَ بِهَا النَّخْلَ. فَقَالَ الأَنْصَارِيُّ: سَرِّحِ الْمَاءَ يَمُرُّ. فَأَبَى عَلَيْهِ. فَاخْتَصَمَا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اسْقِ يا زُبَيْرُ. ثُمَّ أَرْسِلِ الْمَاءَ إِلَى جَارِكَ» فَغَضِبَ الأَنْصَارِيُّ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ؟ فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُولِ اللهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ: «يَا زُبَيْرُ، اسْقِ. ثُمَّ احْبِسِ الْمَاءَ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى الْجَدْرِ» قَالَ: فَقَالَ الزُّبَيْرُ: وَاللهِ، إِنِّي لَأَحْسِبُ هٰذِهِ الآيَةَ نَزَلَتْ فِي ذٰلِكَ: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا۟ فِىٓ أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا۟ تَسْلِيمًا﴾. [النساء: ٦٥]

۱۵- حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک انصاری آدمی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے خلاف حرہ کی ان برساتی ندیوں کے متعلق دعویٰ پیش کیا، جن سے وہ کھجوروں (کے باغات) کو سیراب کرتے تھے۔ انصاری نے کہا: پانی چھوڑ دو کہ گزر کر (میرے کھیت میں) آ جائے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا۔ دونوں اپنا جھگڑا رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئے، تو آپ نے فرمایا: ”زبیر! (اپنے باغ کو) سینچ کر اپنے پڑوسی کے لیے پانی چھوڑ دیا کرو۔“ انصاری نے ناگواری کا اظہار کیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! (آپ نے یہ فیصلہ) اس لیے (کیا ہے) کہ وہ آپ کی پھوپھی کا بیٹا ہے۔ (یہ سن کر) اللہ کے رسول ﷺ کے چہرۂ مبارک کا رنگ بدل گیا۔ پھر فرمایا: ”زبیر! باغ کو پانی دو، پھر پانی کو روکے رکھو حتی کہ منڈیروں تک پہنچ جائے (اور باغ خوب سیراب ہو جائے۔)“ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میرے خیال میں تو یہ آیت اسی بارے میں نازل ہوئی ہے: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ ...... يُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ ”قسم ہے آپ کے رب کی! یہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلاف میں آپ کو منصف نہ مان لیں، پھر آپ کے فیصلے پر دل میں کوئی ناگواری بھی محسوس نہ کریں اور (اسے) پوری طرح تسلیم کر لیں۔“

فوائد و مسائل: ① دریا اور ندی وغیرہ کے پانی پر ان لوگوں کا حق فائق ہے جن کی زمین میں پانی پہلے پہنچتا ہے،

١٥ـ أخرجه البخاري، المساقاة، باب سكر الأنهار، ح: ٢٣٥٩، ٢٣٦٠، ومسلم، الفضائل، باب وجوب اتباعه ﷺ، ح: ٢٣٥٧ من حديث الليث بن سعد به.

ان کی ضرورت پوری ہونے کے بعد ان کے ساتھ والوں کا حق ہے۔ ② ہمسائے کی ضرورت کا خیال رکھنا مسلمان کا اخلاقی فرض ہے۔ ③ فیصلہ کرتے وقت بہتر ہے کہ اس انداز سے فیصلہ کیا جائے جس میں دونوں فریقوں کو فائدہ ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالصُّلْحُ خَيْرٌ﴾ (النسآء: ۱۲۸) ''صلح کرنا بہتر ہے۔'' ④ حق دار کو پورا حق دلایا جائے تو یہ بھی درست ہے' اگرچہ اس سے دوسرے فریق کو فائدہ نہ پہنچے' جیسے رسول اللہ ﷺ نے پہلے جو فیصلہ کیا تھا' اس میں فریقین کے فائدے کو مدنظر رکھا تھا۔ بعد میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو پورا حق دلوا دیا۔ ⑤ منڈیر سے مراد چھوٹی سی دیوار سے مشابہ حد بندی ہے' یعنی اتنا پانی دو کہ کھیت پورا بھر جائے۔ اس کا اندازہ علمائے کرام نے پاؤں کے ٹخنے تک بیان کیا ہے' یعنی اتنا پانی ہو جائے کہ کھیت میں پاؤں رکھیں تو ٹخنوں تک پانی پہنچے۔ یا اس سے مراد وہ منڈیر ہے جو کھجور کے ہر ایک درخت کے گرد بنائی جاتی ہے' تاکہ تھالے (گڑھے) میں پانی بھر جائے۔ ⑥ ناگوار بات سن کر دل میں ناراضی پیدا ہونا اور چہرے پر اس کا اثر ظاہر ہونا بشری تقاضا ہے' لیکن غصے کا اثر فیصلے پر نہیں پڑنا چاہیے۔ اس لیے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: ''قاضی کو غصے کی حالت میں دو افراد کے درمیان فیصلہ نہیں کرنا چاہیے۔'' (صحیح البخاری' الأحکام' باب هل یقضی القاضی أویفتی وهو غضبان' حدیث:۷۱۵۸' وصحیح مسلم' الأقضیة' باب کراهة قضاء القاضی وهو غضبان' حدیث: ۱۷۱۷) نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی خصوصی حفاظت حاصل تھی' اس لیے آپ غصے کی حالت میں بھی ہر بات حق اور درست ہی فرماتے تھے' جبکہ کوئی اور شخص اس سے معصوم نہیں۔ ⑦ بدظنی بری چیز ہے' جس کی بنیاد شیطانی وسوسے پر ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے اس شخص نے نبی ﷺ کے بارے میں بھی یہ تصور کر لیا کہ نبی ﷺ نے فیصلہ کرتے ہوئے قرابت کا لحاظ کیا ہے۔ ⑧ ایمان کا تقاضا ہے کہ اختلاف کے موقع پر قرآن و حدیث کی روشنی میں فیصلہ کیا جائے اور پھر اس فیصلے کو خوش دلی سے قبول بھی کیا جائے۔ تاہم نبی ﷺ کے بعد کوئی عالم یا قاضی معصوم نہیں' اس سے نادانستہ طور پر غلطی کا صدور ہو سکتا ہے۔ اسی لیے سلف صالحین کو جب اپنی غلطی کا احساس ہوتا تھا تو وہ اپنے فیصلے اور فتوے سے رجوع فرما لیا کرتے تھے۔ اب بھی علمائے حق کا یہی شیوہ ہے اور ہونا چاہیے۔

١٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى النَّيْسَابُورِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَنْبَأَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللهِ أَنْ يُصَلِّينَ فِي الْمَسْجِدِ» فَقَالَ ابْنٌ

۱۶- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی بندیوں کو مسجد میں نماز پڑھنے سے منع نہ کرو۔'' ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ایک بیٹے نے کہا: ہم تو انھیں منع کریں گے۔ سالم رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سخت ناراض ہوئے اور فرمایا: میں تجھے اللہ

١٦ـ أخرجه البخاري، الأذان، باب استئذان المرأة زوجها . . . الخ، ح: ٨٧٣ من حديث معمر به مختصرًا، ورواه مسلم، ح: ٤٤٢/ ١٣٥ من حديث ابن شهاب الزهري به، نحو المعنٰى.

لَهُ: إِنَّا لَنَمْنَعُهُنَّ، فَقَالَ: فَغَضِبَ غَضَباً شَدِيداً، وَقَالَ: أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَتَقُولُ: إِنَّا لَنَمْنَعُهُنَّ؟.

کے رسول ﷺ کی حدیث سناتا ہوں اور تو کہتا ہے ہم تو منع کریں گے۔

فوائد ومسائل: ① عورتوں کو نماز باجماعت ادا کرنے کے لیے مسجد میں جانا جائز ہے۔ تاہم گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ ② صحابۂ کرام ؓ کی ناراضی ذاتی وجوہات کی بنا پر نہیں ہوتی تھی، لیکن کوئی غلط کام ہوتے دیکھ کر یا غلط بات سن کر وہ برداشت نہیں کرتے تھے۔ البتہ غلط کام سے روکنے کے لیے موقع محل کی مناسبت سے مناسب طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔ ③ جہاں زجر وتوبیخ کے زیادہ مؤثر ہونے کی امید ہو وہاں یہ طریقہ اختیار کرنا بھی جائز ہے۔ ④ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کے بیٹے جناب بلال ؒ کا مقصد ارشاد نبوی کی تعمیل سے انکار نہیں تھا، بلکہ مقصد یہ تھا کہ آج کل عورتیں گھر سے نکلتے ہوئے ضروری آداب کا کماحقہ خیال نہیں رکھتیں، اس لیے انھیں اجازت نہیں دینی چاہیے، لیکن ان کے الفاظ چونکہ ظاہری طور پر نامناسب تھے، اس لیے ابن عمر ؓ نے انتہائی ناراضی کا اظہار فرمایا۔ مسند احمد کی روایت (۳۶/۲) میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ جب تک زندہ رہے ان سے بات تک نہ کی۔

١٧- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ ثَابِتٍ الْجَحْدَرِيُّ وأَبُو عُمَرَ حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، قَالاَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ أَنَّهُ كَانَ جَالِساً إِلَى جَنْبِهِ ابْنُ أَخٍ لَهُ، فَخَذَفَ فَنَهَاهُ، وَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهٰى عَنْهَا. وَقَالَ: «إِنَّهَا لاَ تَصِيدُ صَيْداً وَلاَ تَنْكِي عَدُوًّا، وإِنَّهَا تَكْسِرُ السِّنَّ وَتَفْقَأُ الْعَيْنَ». قَالَ: فَعَادَ ابْنُ أَخِيهِ يَخْذِفُ، فَقَالَ: أُحَدِّثُكَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهٰى عَنْهَا، ثُمَّ عُدْتَ تَخْذِفُ؟ لاَ أُكَلِّمُكَ أَبَداً.

۱۷- حضرت عبداللہ بن مغفل ؓ سے روایت ہے کہ ان کا ایک بھتیجا ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے (دو انگلیوں کے درمیان رکھ کر دور) کنکری پھینکی، تو انھوں نے اسے منع کیا اور کہا: اللہ کے رسول ﷺ نے اس حرکت سے منع کیا ہے اور فرمایا ہے: ''اس سے شکار ہوتا ہے نہ دشمن زخمی ہوتا ہے (یعنی کوئی فائدہ نہیں، لیکن) یہ کسی کا (حادثاتی طور پر) دانت توڑ دیتی ہے اور (کسی کی) آنکھ پھوڑ دیتی ہے۔'' (کچھ دیر بعد) ان کے بھتیجے نے پھر یہی حرکت کی تو عبداللہ ؓ نے فرمایا: میں تجھے بتا رہا ہوں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے، تو پھر بھی یہ حرکت کرتا ہے، میں تجھ سے کبھی کلام نہیں کروں گا۔

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے ہر غلط اور نقصان دہ کام سے منع فرمایا ہے، اگرچہ بظاہر وہ معمولی ہو، کیونکہ

۱۷- أخرجه مسلم، الصيد والذبائح، باب إباحة ما يستعان به على الاصطياد والعدو... الخ، ح: ١٩٥٤ من حديث الثقفي وغيره به.

بعض اوقات ایک کام بظاہر معمولی نظر آتا ہے لیکن اس کا انجام معمولی نہیں ہوتا۔ ② کسی گناہ کے عام ہو جانے کی وجہ سے بھی ہم اسے معمولی سمجھ لیتے ہیں حالانکہ اللہ کے ہاں وہ بڑا گناہ ہوتا ہے اس لیے صغیرہ گناہوں سے بھی پرہیز کرنا چاہیے۔ ③ ہر وہ کام جس میں کوئی دینی یا دنیوی فائدہ نہ ہو اور نقصان کا اندیشہ ہو اس سے بچنا ہی چاہیے۔ ④ گناہ کا ارتکاب کرنے والے کو تنبیہ کرنے کے لیے اور اس کے گناہ سے نفرت کے اظہار کے لیے ملاقات ترک کر دینا جائز ہے تا کہ وہ توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لے۔ ⑤ ہر اس کام سے اجتناب ضروری ہے جس سے کسی مسلمان کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔

١٨- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ: حَدَّثَنِي بُرْدُ بْنُ سِنَانٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ قَبِيصَةَ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عُبَادَةَ ابْنَ الصَّامِتِ الْأَنْصَارِيَّ، النَّقِيبَ، صَاحِبَ رَسُولِ اللهِ ﷺ غَزَا مَعَ مُعَاوِيَةَ أَرْضَ الرُّومِ. فَنَظَرَ إِلَى النَّاسِ وَهُمْ يَتَبَايَعُونَ كِسَرَ الذَّهَبِ بِالدَّنَانِيرِ، وَكِسَرَ الْفِضَّةِ بِالدَّرَاهِمِ. فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّكُمْ تَأْكُلُونَ الرِّبَا، سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «لَا تَبْتَاعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ، لَا زِيَادَةَ بَيْنَهُمَا وَلَا نَظِرَةَ». فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ: يَا أَبَا الْوَلِيدِ! لَا أَرَى الرِّبَا فِي هٰذَا إِلَّا مَا كَانَ مِنْ نَظِرَةٍ، فَقَالَ عُبَادَةُ: أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَتُحَدِّثُنِي عَنْ رَأْيِكَ! لَئِنْ أَخْرَجَنِي اللهُ لَا أُسَاكِنُكَ بِأَرْضٍ لَكَ عَلَيَّ فِيهَا إِمْرَةٌ. فَلَمَّا قَفَلَ لَحِقَ بِالْمَدِينَةِ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: مَا

۱۸- حضرت قبیصہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے صحابی حضرت عبادہ بن صامت انصاری رضی اللہ عنہ نے جو (بیعت عقبہ میں) انصار کے نمائندے تھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی معیت میں روم کے علاقے میں جہاد کیا۔ (وہاں) انھوں نے دیکھا کہ لوگ سونے کی ڈلیوں کے بدلے دیناروں کا اور چاندی کی ڈلیوں کے بدلے درہموں کا لین دین کر رہے ہیں۔ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگو! تم تو سود کھا رہے ہو۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: ”سونے کو سونے کے بدلے نہ بیچو مگر برابر برابر نہ اس میں زیادتی ہو نہ ادھار۔“ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابوالولید! میرے خیال میں سود وہی ہے جس میں ادھار ہو۔ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں آپ کو اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان سناتا ہوں اور آپ مجھے اپنی رائے بتاتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ مجھے (اس جہاد سے صحیح سلامت) واپس لے گیا تو میں اس علاقے میں نہیں رہوں گا جہاں مجھ پر آپ کی حکومت ہو۔ جب وہ جہاد سے واپس ہوئے تو (حضرت

١٨ـ [إسناده حسن] ❊ قبيصة له رؤية، فالسند متصل أو من مراسيل الصحابة، وله شواهد عند مسلم وغيره، وانظر الحديث الآتي: ٢٢٥٤.

أَقْدَمَكَ يَا أَبَا الْوَلِيدِ؟ فَقَصَّ عَلَيْهِ الْقِصَّةَ، وَمَا قَالَ مِنْ مُسَاكَنَتِهِ. فَقَالَ: ارْجِعْ يَا أَبَا الْوَلِيدِ! إِلَى أَرْضِكَ، فَقَبَّحَ اللهُ أَرْضاً لَسْتَ فِيهَا وَأَمْثَالُكَ، وَكَتَبَ إِلَى مُعَاوِيَةَ: لاَ إِمْرَةَ لَكَ عَلَيْهِ وَاحْمِلِ النَّاسَ عَلَى مَا قَالَ، فَإِنَّهُ هُوَ الأَمْرُ.

معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شام جانے کے بجائے) مدینہ جا پہنچے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابوالولید! آپ یہاں کیوں تشریف لے آئے؟ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے واقعہ بیان فرمایا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہنے کے بارے میں جو کچھ کہا تھا' وہ بھی بیان فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابوالولید! اپنے علاقے میں واپس چلے جائیے' اللہ برا کرے اس علاقے کا' جس میں آپ اور آپ جیسے افراد نہ ہوں۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجا: عبادہ رضی اللہ عنہ پر آپ کی کوئی حکومت نہیں اور عبادہ رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کہا ہے' لوگوں سے اسی کے مطابق عمل کراؤ' کیونکہ (شریعت کا) حکم یہی ہے۔

فوائد و مسائل: ① سونے کا سونے سے' یا چاندی کا چاندی سے تبادلہ صرف اسی صورت میں جائز ہے جب دونوں طرف مقدار برابر ہو اور دونوں فریق بیک وقت ادائیگی کر دیں۔ البتہ اگر سونے کا تبادلہ چاندی سے کیا جائے تو دونوں کی مقدار برابر ہونے کی شرط نہیں' تاہم دونوں طرف سے ادائیگی ایک ہی مجلس میں ہو جانی چاہیے۔ اسی پر قیاس کر کے کہا جا سکتا ہے کہ پرانے کرنسی نوٹوں کا نئے نوٹوں سے تبادلہ بھی انھی شروط کے ساتھ جائز ہے۔ مثلاً سو روپے کے نئے نوٹوں کے بدلے ایک سو دس روپے کے پرانے نوٹ لینا دینا جائز نہیں۔ ② حدیث نبوی کے مقابلے میں کسی کی رائے معتبر نہیں' اگرچہ وہ ایک صحابی کی رائے ہو۔ تاہم ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک صحابی نے حدیث سے ایک مطلب سمجھا ہے' دوسرے صحابی کی رائے میں اس سے وہ مسئلہ نہیں نکلتا یا وہ دوسری حدیث کو راجح سمجھتا ہے۔ اس صورت میں دونوں آراء کو سامنے رکھ کر غور کیا جا سکتا ہے کہ کون سا قول زیادہ صحیح ہے۔ اس اجتہاد میں اگر غلطی ہو جائے تو عنداللہ معاف ہے۔ ③ صحابۂ کرام کی نظر میں حدیث کی اہمیت اتنی زیادہ تھی کہ حدیث سے ہٹ کر ایک رائے ظاہر کی گئی تو صحابیٔ رسول اس قدر ناراض ہوئے کہ انھوں نے وہ علاقہ ہی چھوڑ دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ان کے اس جذبہ کی قدر کی حتی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حکم دے دیا کہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ تمھارے ماتحت نہیں ہوں گے۔ ④ جب کسی مسئلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی مختلف آراء ہوں تو وہ رائے زیادہ قابل قبول ہوگی جس کی تائید قرآن و حدیث سے ہو جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دونوں آراء معلوم ہونے پر اس قول کو ترجیح دی جو فرمان نبوی سے ثابت تھا اور اسے قانوناً نافذ کر دیا۔

١٩- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ الْخَلَّادِ الْبَاهِلِيُّ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ أَنْبَأَنَا عَوْنُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: إِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَظُنُّوا بِرَسُولِ اللهِ ﷺ الَّذِي هُوَ أَهْنَاهُ وَأَهْدَاهُ وَأَتْقَاهُ.

۱۹- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: جب میں تمھیں اللہ کے رسول ﷺ کی کوئی حدیث سناؤں تو تم رسول اللہ ﷺ کے بارے میں وہ گمان رکھو جو زیادہ بہتر اور ہدایت وتقویٰ سے قریب تر ہو۔

٢٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَمْرِو ابْنِ مُرَّةَ، عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ. قَالَ: إِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ حَدِيثاً فَظُنُّوا بِهِ الَّذِي هُوَ أَهْنَاهُ وَأَهْدَاهُ وَأَتْقَاهُ.

۲۰- حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: جب میں تمھیں اللہ کے رسول ﷺ کی کوئی حدیث سناؤں تو تم اللہ کے رسول ﷺ کے بارے میں وہ گمان رکھو، جو زیادہ بہتر اور ہدایت وتقویٰ سے قریب تر ہو۔

فوائد ومسائل: ① مذکورہ دونوں حدیثوں کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی ایسی صحیح حدیث سامنے آئے جس سے بظاہر کوئی نامناسب مفہوم سمجھ میں آتا ہو، تو اس کی تشریح ایسے انداز سے کی جانی چاہیے، جس سے وہ ظاہری قباحت باقی نہ رہے، کیونکہ بعض اوقات ایک حدیث کو ایک سے زیادہ انداز سے سمجھا جانا ممکن ہوتا ہے۔ اس صورت میں اس کا وہ مطلب صحیح ہوگا، جس کی تائید قرآن مجید اور دوسری صحیح احادیث سے ہوتی ہو۔ ② جس طرح قرآن مجید کی بعض آیات میں ایسے مسائل بیان کیے گئے ہیں جو عقل سے ماورا ہیں (خلاف عقل نہیں) اسی طرح بعض اوقات کسی حدیث میں بھی ایسا مسئلہ بیان ہوسکتا ہے۔ اس صورت میں صحیح طرز عمل یہی ہے کہ حدیث پر ایمان رکھا جائے اور کہا جائے کہ اس کا مطلب کماحقہ اللہ ہی جانتا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی صفات یا قبر اور برزخ کے حالات بیان کرنے والی احادیث۔ یہی طرز عمل سب سے بہتر اور ہدایت وتقویٰ سے قریب تر ہے۔

١٩ـ [إسناده ضعيف] أخرجه أحمد: ١/ ٣٨٥، ٤١٥ عن يحيى به، وقال البوصيري: "هٰذا إسناد فيه انقطاع * عون ابن عبدالله لم يسمع من عبدالله بن مسعود".

٢٠ـ [إسناده صحيح] أخرجه أحمد: ١/ ١٢٢، ١٢٦ من حديث شعبة به، وقال البوصيري: "هٰذا إسناد صحيح، رجاله محتج بهم في الصحيحين".

٢١- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفُضَيْلِ: حَدَّثَنَا الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «لَا أَعْرِفَنَّ مَا يُحَدَّثُ أَحَدُكُمْ عَنِّي الْحَدِيثَ وَهُوَ مُتَّكِيءٌ عَلَى أَرِيكَتِهِ فَيَقُولُ: اقْرَأْ قُرْآناً. مَا قِيلَ مِنْ قَوْلٍ حَسَنٍ فَأَنَا قُلْتُهُ».

٢١- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''میرے علم میں یہ بات نہیں آنی چاہیے (اس سے اجتناب کرو) کہ تم میں سے کسی کو میری حدیث سنائی جائے اور وہ اپنے پلنگ پر ٹیک لگائے بیٹھا ہوا اور (میری حدیث سن کر) کہہ دے: قرآن پڑھو۔ (بات یہ ہے کہ) جو بھی اچھی بات کہی گئی ہے وہ میں نے کہی ہے۔''

فوائد و مسائل: ① یہ روایت سخت ضعیف ہے۔ اس کے آخری جملے کی تردید عشرۂ مبشرہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی اس متواتر حدیث سے ہوتی ہے جس میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے: ''جس نے جان بوجھ کر جھوٹی بات (اپنے پاس سے بنا کر) میرے ذمے لگائی، اسے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالینا چاہیے (وہ جہنمی ہے۔'') (صحيح البخاري، العلم، باب إثم من كذب على النبي ﷺ، حديث: ١١٠) اس لیے جو بات نبیٔ اکرم ﷺ نے نہیں فرمائی، اسے آپ کی طرف منسوب کر کے بیان کرنا جائز نہیں، اگرچہ وہ بات فی نفسہٖ اچھی ہی ہو، البتہ اس حدیث کے پہلے حصے کی تائید اس باب کی پہلی اور دوسری حدیث (حدیث نمبر ١٢ اور ١٣) سے ہوتی ہے۔ ② ضعیف حدیث وہ ہے جس میں ''صحیح'' اور ''حسن'' حدیث کی شرائط نہ پائی جاتی ہوں۔ ضعیف حدیث پر عمل کرنے کے بارے میں علماء کی تین آراء ہیں: (ا) جمہور محدثین، محققین اور محتاط علمائے کرام ضعیف حدیث کو قابل حجت اور قابل عمل نہیں مانتے، خواہ اس کا تعلق احکام سے ہو یا فضائل اعمال سے۔ (ب) کچھ محدثین اور علمائے کرام فضائل اعمال اور ترغیب و ترہیب میں ضعیف حدیث کو قبول کر لیتے ہیں۔ (ج) جبکہ ایسے علماء بھی ہیں جو فضائل اعمال میں چند شرائط کے ساتھ ضعیف حدیث کو قبول کرتے ہیں۔ مثلاً: ① وہ ضعیف حدیث شدید ضعیف نہ ہو۔ ② وہ حدیث کسی عام کے تحت داخل ہو۔ ③ اس پر عمل کرتے وقت اس کے ثبوت کا یقین نہ رکھا جائے تا کہ نبی ﷺ کی طرف ایسی بات منسوب نہ ہو جائے جسے آپ نے ارشاد نہیں فرمایا۔ لیکن ان شرائط پر عمل نہایت مشکل ہے، لہٰذا دیانت و احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ ضعیف حدیث کو قبول نہ کیا جائے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

٢٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادِ بْنِ آدَمَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: وَحَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ

٢٢- حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی سے کہا: بھتیجے! جب میں تمھیں اللہ کے رسول ﷺ کی کوئی حدیث سناؤں تو اس کے مقابلے میں مثالیں نہ بیان کیا کرو۔

٢١- [ضعيف] * عبدالله بن سعيد المقبري متروك (تقريب)، وله طريق آخر ضعيف عند أحمد: ٢/ ٤٨٣، ٣٦٧.

٢٢- [إسناده حسن] انظر، ح: ٤٨٥.

سُلَيْمَانَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ لِرَجُلٍ: يَا ابْنَ أَخِي! إِذَا حَدَّثْتُكَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ حَدِيثاً فَلا تَضْرِبْ لَهُ الأَمْثَالَ.

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللهِ الْكَرَابِيسِيُّ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، مِثْلَ حَدِيثِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ.

(حدیث نمبر ۲۰) جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' امام ابن ماجہ نے یہاں اسی حدیث کی ایک اور سند بھی بیان کی ہے' حدیث کے الفاظ دوبارہ ذکر نہیں کیے۔

فوائد ومسائل: ① اس سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا طرز عمل معلوم ہوتا ہے کہ وہ حدیث سنتے ہی اس پر عمل کرتے تھے اور چون و چرا نہیں کرتے تھے۔ ② حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے طرز عمل کو غلط قرار دیتے ہوئے تنبیہ فرمائی ہے جس نے حدیث سن کر عقلی موشگافیوں کے ذریعے سے اس پر اعتراض کرنے کی کوشش کی تھی۔

(المعجم ٣) - **باب التَّوَقِّي فِي الْحَدِيثِ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ** (التحفة ٣)

باب: ۳- رسول اللہ ﷺ سے حدیث بیان کرنے میں احتیاط کا بیان

٢٣- **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ: حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ الْبَطِينُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ قَالَ: مَا أَخْطَأَنِي ابْنُ مَسْعُودٍ عَشِيَّةَ خَمِيسٍ إِلَّا أَتَيْتُهُ فِيهِ. قَالَ: فَمَا سَمِعْتُهُ يَقُولُ لِشَيْءٍ قَطُّ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ. فَلَمَّا كَانَ ذَاتَ عَشِيَّةٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ. قَالَ، فَنَكَسَ. قَالَ فَنَظَرْتُ إِلَيْهِ فَهُوَ قَائِمٌ مُحَلَّلَةً أَزْرَارُ قَمِيصِهِ، قَدِ اغْرَوْرَقَتْ عَيْنَاهُ، وَانْتَفَخَتْ أَوْدَاجُهُ.

۲۳- حضرت عمرو بن میمون رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں ہر جمعرات کو بلا ناغہ دن ڈھلے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا' میں نے انھیں کبھی یہ کہتے نہیں سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا ہے۔ ایک دن انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا...... (اس کے بعد) سر جھکا لیا (خاموش ہو گئے) میں نے آپ کی طرف نظر اٹھائی تو دیکھا کہ وہ قمیص کے بٹن کھولے کھڑے ہیں' آنکھیں بھر آئی ہیں اور رگیں پھول گئی ہیں (حدیث بیان کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی) آخر فرمایا: آپ ﷺ نے یہی ارشاد فرمایا تھا' یا اس سے

٢٣_[**إسناده صحيح**] أخرجه أحمد: ١/ ٤٥٢ عن معاذ وغيره به، وصححه البوصيري.

قَالَ : أَوْ دُونَ ذٰلِكَ ، أَوْ فَوْقَ ذٰلِكَ ، أَوْ قَرِيباً مِنْ ذٰلِكَ ، أَوْ شَبِيهاً بِذٰلِكَ .

کم وبیش یا اس سے قریب یا اس سے ملتے جلتے الفاظ فرمائے تھے۔

فوائد ومسائل: ① عمرو بن میمون رحمہ اللہ ہر جمعرات کو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے کیونکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہفتہ وار علمی مجلس منعقد کیا کرتے تھے۔ صحیح بخاری میں مروی ہے کہ آپ سے ایک سے زیادہ بار علم و وعظ کی مجلس قائم کرنے کی درخواست کی گئی تو فرمایا: رسول اللہ ﷺ بھی مناسب موقع اور وقت کے لحاظ سے نصیحت کرتے تھے تاکہ سامعین اکتاہٹ کا شکار نہ ہو جائیں۔ (صحيح البخاري' العلم' باب من جعل لأهل العلم أياماً معلومة' حديث:٧٠) اس لیے علم سکھانے یا وعظ و نصیحت کرنے کے لیے ایک وقت مقرر کر لینا مناسب ہے' تاکہ لوگ آسانی سے استفادہ کر سکیں۔ ② حدیث میں [عَشِيَّة] کا لفظ ہے۔ جس کا ترجمہ ہم نے ''دن ڈھلے'' کیا ہے۔ عربی زبان میں [عَشِيَّة] کا لفظ سورج ڈھلنے سے غروب آفتاب تک کے لیے بولا جاتا ہے۔ ہوسکتا ہے اس مجلس کا وقت ظہر کی نماز کے بعد مقرر ہو یا عصر کے بعد۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ. ③ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حدیث کی لفظاً روایت سے اس لیے اجتناب کرتے تھے کہ کوئی ایسا لفظ نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب نہ ہو جائے جو آپ نے نہیں فرمایا۔ تاہم بہت سے صحابۂ کرام روایت باللفظ ہی کرتے تھے۔ حدیث کی روایت دونوں طرح درست ہے۔ روایت باللفظ افضل ہے' اور روایت بالمعنی میں احتیاط زیادہ ہے۔ ④ روایت حدیث کے آداب میں یہ بھی ہے کہ اگر حدیث کے الفاظ پوری طرح یاد نہ ہوں تو حدیث بیان کر کے کہے: [أَوْ كَمَا قَالَ] ''یہ الفاظ' یا جو الفاظ آپ نے فرمائے'' جیسا کہ آئندہ روایت میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا عمل مذکور ہے۔

٢٤- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ ، قَالَ : كَانَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ إِذَا حَدَّثَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ حَدِيثاً فَفَرَغَ مِنْهُ قَالَ : أَوْ كَمَا قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ .

۲۴- امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ نے فرمایا: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جب رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث بیان فرماتے' تو اس کو مکمل کرنے کے بعد فرماتے: [أَوْ كَمَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ] ''یا جس طرح اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے۔''

٢٥- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ ، عَنْ شُعْبَةَ ح : وَحَدَّثَنَا

۲۵- حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: ہم نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے عرض

٢٤ـ [إسناده صحيح] أخرجه أحمد: ٣/ ٢٠٥ عن معاذ به، وقال البوصيري: "هٰذا إسناد صحيح على شرط الشيخين، فقد احتجا لجميع رواته".

٢٥ـ [إسناده صحيح] أخرجه أحمد: ٤/ ٣٧٠، ٣٧١، ٣٧٢ عن غندر وغيره به، وقال البوصيري: "هٰذا إسناد صحيح، رجاله كلهم ثقات، محتج بهم في الكتب الستة".

مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى قَالَ: قُلْنَا لِزَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ: حَدِّثْنَا عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ. قَالَ: كَبِرْنَا وَنَسِينَا وَالْحَدِيثُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ شَدِيدٌ.

کیا کہ ہمیں اللہ کے رسول ﷺ کی حدیثیں سنائیے۔ انھوں نے فرمایا: ہم بوڑھے ہوگئے ہیں اور بھولنے لگے ہیں جبکہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرنا بہت مشکل کام ہے۔

فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام ؓ حدیث نبوی کو بہت اہم اور عظیم چیز سمجھتے تھے۔ اس لیے صرف وہی بات روایت کرتے تھے جو اچھی طرح یاد ہوتی۔ ② اس سے محدثین نے یہ اصول اخذ کیا ہے کہ ایک عالم کو جب بڑھاپے کی وجہ سے احادیث بیان کرنے میں غلطیاں ہونے لگیں تو اس کے لیے روایت حدیث ترک کر دینا مناسب ہے۔ ③ علمائے کرام کو چاہیے کہ وہ اپنی تقریروں اور خطبوں میں صرف وہی احادیث بیان کریں جن کے بارے میں انھیں یقین کے ساتھ معلوم ہو کہ وہ صحیح یا حسن درجے کی ہیں اور ضعیف روایات سے اجتناب کرنا چاہیے۔

٢٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ: حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي السَّفَرِ قَالَ: سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ يَقُولُ: جَالَسْتُ ابْنَ عُمَرَ سَنَةً فَمَا سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ شَيْئاً.

٢٦- امام شعبی ؒ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں سال بھر حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کی مجلس میں حاضر رہا (اس دوران میں) میں نے انھیں کبھی رسول اللہ ﷺ سے کوئی چیز بیان کرتے نہیں سنا۔

فوائد و مسائل: ① حضرت عبداللہ بن عمر ؓ بھی رسول اللہ ﷺ کا نام لے کر اسی وجہ سے روایت نہیں کرتے تھے جس وجہ سے مذکورہ بالا دوسرے صحابۂ کرام ؓ احتیاط کرتے تھے یعنی وہ ڈرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے نام سے سہواً ایسے الفاظ بیان نہ ہو جائیں جو آپ نے نہیں فرمائے۔ ② اس کا یہ مطلب نہیں کہ صحابۂ کرام دین کی تبلیغ نہیں کرتے تھے بلکہ بات یہ ہے کہ ان کا طریقہ مختلف تھا وہ لوگوں کو بتاتے تھے کہ فلاں کام فرض ہے فلاں حرام فلاں کام کرنا جائز ہے اور فلاں کام سے اجتناب بہتر ہے۔ وہ حضرات یہ مسائل ان احادیث کی روشنی ہی میں بیان فرماتے تھے جو انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی تھیں لیکن آپ کا نام بالعموم نہیں لیتے تھے۔

٢٦- أخرجه البخاري، أخبار الآحاد، باب خبر المرأة الواحدة، ح: ٧٢٦٧، ومسلم، الصيد والذبائح، باب إباحة الضب، ح: ١٩٤٤ من حديث توبة العنبري عن الشعبي به مطولاً، وحديث ابن أبي السفر أخرجه أحمد: ٢/ ١٥٧

٢٧- حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَنْبَأَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ: إِنَّا كُنَّا نَحْفَظُ الْحَدِيثَ، وَالْحَدِيثُ يُحْفَظُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ. فَأَمَّا إِذَا رَكِبْتُمُ الصَّعْبَ وَالذَّلُولَ، فَهَيْهَاتَ.

٢٧- حضرت طاؤس رحمہ اللہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' انھوں نے فرمایا: ہم حدیثیں یاد کیا کرتے تھے اور اللہ کے رسول ﷺ کی حدیثیں یاد کی جاتی ہیں' لیکن جب تم نے سخت اور نرم زمین پر چلنا شروع کر دیا تو (تم پر اعتماد) دور کی بات ہے۔

فوائد و مسائل: ① احادیث نبویہ شرعی حجت ہیں' اس لیے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پوری کوشش اور تندہی سے حدیثیں سنتے اور یاد کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں بچپن کی عمر سے گزر رہے تھے' اس لیے آپ ﷺ سے بہت کم حدیثیں سن سکے' البتہ بعد میں کبار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بہت سی حدیثیں سن سن کر یاد کیں' حتی کہ ان کا شمار کثیر الروایت صحابۂ کرام میں ہونے لگا۔ ② اصل دلیل صرف فرمان نبوی ہے' دوسرے حضرات کے فتووں کا وہ مقام نہیں ہو سکتا' اس لیے ہر مسئلہ میں قرآن و حدیث سے دلیل تلاش کرنا ضروری ہے۔ ③ صحابہ و تابعین کے اقوال سے وہاں کام لیا جا سکتا ہے جہاں حدیث نبوی نہ ملے۔ اس لیے تابعین صحابۂ کرام کے اقوال بھی لکھ لیتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس عمل کو مناسب نہیں سمجھا کہ حدیث نبوی کے ساتھ دوسروں کے اقوال لکھے جائیں' اس لیے توجہ دلائی کہ حدیثیں یاد کرو' اقوال اور فتوے نہیں۔ ④ سخت اور نرم زمین پر چلنے کا مطلب ہے کہ تم قابل قبول اور ناقابل قبول روایات میں امتیاز نہیں کرتے۔ [اَلصَّعْبُ وَالذَّلُول] کا ایک ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے: ''تم نے اڑیل اور مطیع جانوروں پر سواری کرنا شروع کر دی۔'' حالانکہ اڑیل جانور سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ ہر راوی سے روایت نہ لی جائے بلکہ صرف قابل اعتماد اور ثقہ حضرات کی روایت قبول کی جائے تاکہ نادانستہ طور پر رسول اللہ ﷺ کی طرف کوئی ایسی بات منسوب نہ ہو جائے جو آپ نے فرمائی ہی نہیں۔

٢٨- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ مُجَالِدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ قَرَظَةَ بْنِ كَعْبٍ قَالَ: بَعَثَنَا عُمَرُ بْنُ

٢٨- حضرت قرظہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے کہا: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ہمیں کوفہ روانہ فرمایا اور ہمیں رخصت کیا۔ (اس موقع پر) آپ

٢٧ـ أخرجه مسلم في مقدمة صحيحه، باب النهي عن الرواية عن الضعفاء ... الخ، ح:٧ من حديث عبدالرزاق به.

٢٨ـ [إسناده ضعيف] * مجالد تقدم، ح:١١، وتابعه بيان في رواية سفيان بن عيينة (المستدرك: ١/ ١٠٢) لكنه عنعن، وصححه الحاكم.

الْخَطَّابِ إِلَى الْكُوفَةِ وَشَيَّعَنَا . فَمَشَى مَعَنَا إِلَى مَوْضِعٍ يُقَالُ لَهُ صِرَارٌ . فَقَالَ : أَتَدْرُونَ لِمَ مَشَيْتُ مَعَكُمْ؟ قَالَ : قُلْنَا : لِحَقِّ صُحْبَةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَلِحَقِّ الأَنْصَارِ . قَالَ : لٰكِنِّي مَشَيْتُ مَعَكُمْ لِحَدِيثٍ أَرَدْتُ أَنْ أُحَدِّثَكُمْ بِهِ، فَأَرَدْتُ أَنْ تَحْفَظُوهُ لِمَمْشَايَ مَعَكُمْ . إِنَّكُمْ تَقْدَمُونَ عَلَى قَوْمٍ ، لِلْقُرْآنِ فِي صُدُورِهِمْ هَزِيزٌ كَهَزِيزِ الْمِرْجَلِ . فَإِذَا رَأَوْكُمْ مَدُّوا إِلَيْكُمْ أَعْنَاقَهُمْ وَقَالُوا : أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ . فَأَقِلُّوا الرِّوَايَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ ، ثُمَّ أَنَا شَرِيكُكُمْ .

ہمارے ساتھ چلتے چلتے مقام 'صِرَار' تک پہنچ گئے' تب فرمایا: کیا تمھیں معلوم ہے کہ میں کیوں تمھارے ساتھ چل کر آیا ہوں؟ ہم نے عرض کیا: (ہمارے) اصحاب رسول ﷺ ہونے کا حق سمجھتے ہوئے اور انصار کے حق (کی ادائیگی) کے خیال سے۔ فرمایا: بلکہ میں تو اس لیے تمھارے ساتھ چل کر آیا ہوں کہ میں تم سے ایک بات کہنا چاہتا تھا۔ میں نے چاہا کہ میرے اس چلنے کی وجہ سے تم اسے یاد رکھو۔ (تاکہ تمھیں یاد رہے کہ یہ وہ اہم نصیحت ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ سے اتنی دور ہمارے ساتھ آ کر ہمیں کی تھی۔) تم ایسے لوگوں کے پاس جا رہے ہو جن کے سینے قرآن کی وجہ سے اس طرح جوش مار رہے ہیں جس طرح ہنڈیا ابلتی ہے' جب وہ تمھیں دیکھیں گے تو گردنیں اٹھا کر تمھاری طرف متوجہ ہوں گے اور کہیں گے: یہ محمد ﷺ کے ساتھی ہیں۔ تو اللہ کے رسول ﷺ کی حدیثیں کم بیان کرنا' (جب تم اس پر عمل کرو گے تو) پھر میں بھی (اجر میں) تمھارا شریک ہوں گا۔

فائدہ: اس روایت سے منکرین حدیث' حدیث کی اہمیت کے گھٹانے پر استدلال کرتے ہیں' لیکن یہ روایت سنداً ضعیف ہے۔ اگر صحیح بھی ہو تو اس سے مراد احادیث کے بیان کرنے میں احتیاط کو ملحوظ رکھنے کی طرف توجہ مبذول کرانا تھا' اور یہ ایسی بات ہے جس کے صحیح ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ گویا اس سے اصل مقصد احادیث کو تحقیق کے ساتھ بیان کرنے کی اہمیت کو بیان کرنا تھا تاکہ نبی ﷺ کی طرف غلط نسبت نہ ہو۔

٢٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ،

٢٩- حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: میں مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ تک حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کا ہم سفر رہا۔ (پورے سفر

٢٩ـ [إسناده صحيح] وأصله عند البخاري، المغازي، باب "إذ همت طائفتان منكم ... الخ"، ح:٤٠٦٢، ٢٨٢٤ من حديث السائب رضي الله عنه، أطول منه.

قَالَ: صَحِبْتُ سَعْدَ بْنَ مَالِكٍ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى مَكَّةَ، فَمَا سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِحَدِيثٍ وَاحِدٍ.

میں) میں نے آپ کو نبی ﷺ سے ایک حدیث بھی روایت کرتے نہیں سنا۔

فائدہ: اس کی وجہ وہی احتیاط ہے جو صحابۂ کرام کی عادت تھی، تاہم وہ لوگوں کو مسائل بیان فرماتے اور ان کو وعظ و نصیحت فرماتے تھے اور یہ سب کچھ احادیث ہی سے ماخوذ ہوتا تھا۔

(المعجم ٤) - بَابُ التَّغْلِيظِ فِي تَعَمُّدِ الْكَذِبِ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ (التحفة ٤)

باب:۴- رسول اللہ ﷺ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولنا بہت بڑا گناہ ہے

٣٠- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَسُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ زُرَارَةَ وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ مُوسَى قَالُوا: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ».

۳۰- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا، اسے چاہیے کہ (جہنم کی) آگ میں اپنا ٹھکانا بنا لے۔‘‘

فوائد و مسائل: ① جھوٹ باندھنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے پاس سے کوئی بات بنا کر نبی ﷺ کی طرف منسوب کر دے اور اسے حدیث کے طور پر پیش کرے۔ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ ② اسی سے محدثین نے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ جب کسی موقع پر کوئی ضعیف حدیث بیان کرنے کی ضرورت پڑے تو سامعین کو بتا دیا جائے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس سے استدلال درست نہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ ضعیف حدیث کے متعلق یہ یقین نہیں ہوتا کہ یہ واقعی اللہ کے رسول ﷺ نے فرمائی ہے یا راوی نے غلطی سے اس طرح بیان کر دی ہے۔ ③ جہنم کی آگ میں ٹھکانا بنانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ضرور جہنم میں جائے گا۔ اسے یقین کر لینا چاہیے کہ اس کے اس گناہ کی وجہ سے جہنم میں اس کے لیے جگہ متعین ہو چکی ہے، لیکن اگر وہ توبہ کر لے اور سب کو بتا دے کہ اس کی بیان کردہ فلاں فلاں حدیث خود ساختہ ہے تو امید کی جا سکتی ہے کہ اس کا گناہ معاف ہو جائے گا۔ تاہم محدثین اس کے بعد بھی اس کی روایت قبول نہیں کرتے۔ ④ یہ حدیث [مُتَوَاتِر] ہے۔ حافظ ابن صلاح رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اسے باسٹھ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے روایت

٣٠- [صحيح] أخرجه الترمذي، الفتن، باب في لزوم تقوى الله عند الفتح والنصر، ح: ٢٢٥٧ من حديث شعبة عن سماك به مطولاً، وقال: "هٰذا حديث حسن صحيح".

کیا ہے جن میں عشرہ مبشرہ بھی شامل ہیں۔

٣١- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ زُرَارَةَ، وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ مُوسَى قَالاَ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لاَ تَكْذِبُوا عَلَيَّ، فَإِنَّ الْكَذِبَ عَلَيَّ يُولِجُ النَّارَ».

٣١- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھ پر جھوٹ نہ باندھو جھوٹی بات میرے ذمے لگانا آگ (جہنم) میں داخل کر دیتا ہے۔''

٣٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ الْمِصْرِيُّ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ - حَسِبْتُهُ قَالَ: مُتَعَمِّداً - فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ».

٣٢- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے مجھ پر جھوٹ بولا ......میرا گمان ہے آپ نے یہ بھی فرمایا: جان بوجھ کر...... تو اسے چاہیے کہ (جہنم کی) آگ میں اپنا ٹھکانا بنا لے۔''

فوائد و مسائل: ① راوی (غالباً حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ) کو یہ شک ہے کہ ''مُتَعَمِّداً'' کا کلمہ بھی فرمایا یا نہیں اور باقی حدیث میں کوئی شک نہیں۔ ② یہ راوی کی دیانتداری ہے کہ اسے حدیث رسول ﷺ کے کلمات میں سے جس کلمہ پر شک تھا اس نے اس کا برملا اظہار کر دیا۔ ③ دیگر روایات سے واضح ہے کہ ''مُتَعَمِّداً'' کا کلمہ حدیث رسول میں شامل ہے۔ اسے راوی کا شک کہنا درست نہیں ہے۔

٣٣- حَدَّثَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ».

٣٣- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے مجھ پر جھوٹ بولا اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانا (جہنم کی) آگ میں بنا لے۔''

٣١- أخرجه البخاري، العلم، باب إثم من كذب على النبي ﷺ، ح: ١٠٦، ومسلم، المقدمة، باب تغليظ الكذب على رسول الله ﷺ، ح: ١، من حديث شعبة عن منصور به.

٣٢- [صحيح] أخرجه الترمذي، العلم، باب ماجاء في تعظيم الكذب على رسول الله ﷺ، ح: ٢٦٦١ من حديث الليث به، وقال: "هذا حديث حسن غريب صحيح من هذا الوجه من حديث الزهري".

٣٣- [صحيح متواتر] أخرجه أحمد: ٣/ ٣٠٣ عن هشيم به، وصرح بالسماع عنده، والحديث متواتر كما في "الأزهار المتناثرة في الأحاديث المتواترة" وغيره.

٣٤- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ تَقَوَّلَ عَلَيَّ مَا لَمْ أَقُلْ، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ».

۳۴- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے میرے ذمّے وہ بات لگائی جو میں نے نہیں کہی' اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانا (جہنم کی) آگ میں بنا لے۔''

٣٥- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَعْلَى التَّيْمِيُّ، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مَعْبَدِ بْنِ كَعْبٍ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ عَلَى هٰذَا الْمِنْبَرِ: «إِيَّاكُمْ وَكَثْرَةَ الْحَدِيثِ عَنِّي، فَمَنْ قَالَ عَلَيَّ فَلْيَقُلْ حَقًّا أَوْ صِدْقًا. وَمَنْ تَقَوَّلَ عَلَيَّ مَا لَمْ أَقُلْ، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ».

۳۵- حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس منبر پر یہ فرماتے سنا ہے: ''مجھ سے بکثرت حدیثیں بیان نہ کرو اور جو شخص میری طرف منسوب کر کے کوئی بات کہے' وہ حق سچ بات کہے' جس نے میری طرف نسبت کر کے وہ بات کہی' جو میں نے نہیں کہی اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانا (جہنم کی) آگ میں بنا لے۔''

٣٦- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالاَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ مُحَمَّدُ ابْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ أَبِي صَخْرَةَ، عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ ابْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قُلْتُ لِلزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ: مَا لِيَ لاَ أَسْمَعُكَ تُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ كَمَا أَسْمَعُ ابْنَ مَسْعُودٍ وَفُلاَنًا وَفُلاَنًا؟ قَالَ: أَمَا إِنِّي لَمْ أُفَارِقْهُ

۳۶- حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: میں نے (اپنے والد) حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: کیا وجہ ہے کہ میں آپ کو اللہ کے رسول ﷺ سے اس طرح حدیثیں بیان کرتے نہیں سنتا جس طرح ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور فلاں فلاں صحابی کو سنتا ہوں؟ فرمایا: میں نے جب سے اسلام قبول کیا ہے نبی ﷺ سے (آپ کی وفات تک کبھی) جدا نہیں ہوا' لیکن میں نے آپ ﷺ سے ایک کلمہ سنا ہے (جس کی وجہ

٣٤ـ [صحيح] أخرجه أحمد: ٢/ ٥٠١ من حديث محمد بن عمرو به، وهو حسن الحديث (ميزان الإعتدال: ٦٧٣/٣)، وللحديث طرق كثيرة جدًا.

٣٥ـ [إسناده حسن] أخرجه أحمد: ٥/ ٢٩٧ من حديث محمد بن إسحاق به، وهو صرح بالسماع عنده.

٣٦ـ أخرجه البخاري، العلم، باب إثم من كذب على النبي ﷺ، ح: ١٠٧ من حديث شعبة به.

مُنْذُ أَسْلَمْتُ، وَلٰكِنِّي سَمِعْتُ مِنْهُ كَلِمَةً يَقُولُ: «مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ».

سے روایت حدیث سے اجتناب کرتا ہوں) آپ ﷺ فرماتے تھے: ''جس نے مجھ پر قصداً جھوٹ بولا' اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانا (جہنم کی) آگ میں بنالے۔''

٣٧- حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ».

٣٧- حضرت ابوسعید ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے مجھ پر قصداً جھوٹ بولا' اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانا آگ میں بنالے۔''

فائدہ: رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب جھوٹی روایت کو ''موضوع'' کہتے ہیں۔ موضوع روایت کے متعلق چند اصول درج ذیل ہیں: ❁ موضوع روایت کو بیان کرنا بالاتفاق حرام ہے' ہاں تنبیہ کی غرض سے بیان کرنا درست ہے۔ ❁ موضوع روایت کو پہچاننے کے لیے چند قواعد درج ذیل ہیں: (الف) جھوٹا شخص اقرار کرلے کہ اس نے نبی ﷺ کا نام لے کر فلاں فلاں جھوٹ گھڑا ہے جیسا کہ ابوعصمہ نوح بن ابی مریم نے قرآنی سورتوں کے فضائل گھڑے تھے اور اس کا اقرار بھی کیا تھا۔ (ب) ایسے اساتذہ سے سننے کا دعویٰ کرے جو اس کی پیدائش سے قبل فوت ہوگئے ہوں یا ان سے زندگی بھر ملاقات نہ ہوئی ہو۔ (ج) کوئی شخص اپنے گروہ کے فضائل اور مخالفین کی مذمت میں روایت بیان کرے۔ (د) روایت کے الفاظ انتہائی رکیک ہوں کہ زبان نبوی سے ان کا نکلنا محال ہو۔ ❁ موضوع روایات کو گھڑنے کے چند اسباب علمائے کرام نے بیان کیے ہیں۔ موضوع روایت کو بیان کرنا یا فضائل اعمال میں ان کو قابل عمل سمجھنا یا لوگوں کو اس کی تبلیغ کرنا' ان اسباب سے ان کی قباحت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے۔ مثلاً: اپنے مذہب کی حمایت اور دوسرے مذہب کی مذمت میں احادیث گھڑنا۔ حکمرانوں کا تقرب حاصل کرنا۔ اسلام میں طعن و تشنیع' طلبِ رزق' شہرت کا حصول وغیرہ۔ ❁ موضوع روایات سے عصمت انبیاء پر حرف آتا ہے۔ ائمہ وعلماء کی بے ادبی ہوتی ہے اور اسلام کا روشن چہرہ دھندلا جاتا ہے' نیز بدعات کے فروغ کا ایک اہم سبب موضوع روایات بھی ہیں' لہٰذا ان روایات کو بیان کرنا بالکل حرام ہے۔ ❁ موضوع روایات کی قباحت واضح کرنے کے لیے چند مثالیں: (الف) عمر بن موسیٰ نامی جھوٹے نے نبی ﷺ پر یہ بہتان باندھا کہ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جب غصے میں ہوتا ہے تو وحی عربی زبان میں نازل کرتا ہے اور جب راضی ہوتا ہے تو وحی فارسی میں نازل کرتا ہے۔'' اس کے جواب میں اسماعیل نامی کذاب نے یہ روایت گھڑی: ''اللہ تعالیٰ کے ہاں ناپسندیدہ زبان فارسی ہے اور اہل جنت کی زبان عربی ہے۔'' (ب) مامون بن

٣٧- [صحيح] أخرجه أحمد: ٣/ ٣٩ من حديث عطية بن سعد العوفي به، وهو "تابعي معروف، ضعيف الحفظ، مشهور بالتدليس القبيح" (طبقات المدلسين/المرتبة الرابعة)، وانظر أيضًا، ح: ١١٢٩، والحديث متواتر كما تقدم، ح: ٣٣.

احمد دجّال نے امام شافعی رحمہ اللہ کی مذمت اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تعریف میں یہ روایت بنائی ہے' آپ نے فرمایا: ''میری امت میں ایک شخص محمد بن ادریس ہوگا جو میری امت کے لیے ابلیس سے زیادہ نقصان دہ ہے' جبکہ ایک شخص ابوحنیفہ ہوگا وہ میری امت کا سراج ہے۔'' ۞ موضوع روایات کی معرفت کے لیے درج ذیل کتب کا مطالعہ نہایت مفید ہے: ۞ كتاب الموضوعات / لأبي الفرج عبدالرحمٰن بن علي بن الجوزي. ۞ اللآلي المصنوعة / للإمام السيوطي. ۞ سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة / للشيخ الألباني.

(المعجم ٥) - باب مَنْ حَدَّثَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ [حَدِيثاً] وَهُوَ يَرٰى أَنَّهُ كَذِبٌ (التحفة ٥)

باب:۵-جس حدیث کے متعلق معلوم ہو کہ وہ جھوٹ ہے اسے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر کے بیان کرنا منع ہے

٣٨- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ هَاشِمٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلٰى، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى، عَنْ عَلِيٍّ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ حَدَّثَ عَنِّي حَدِيثاً وَهُوَ يَرٰى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبَيْنِ».

۳۸-حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے میری طرف نسبت کر کے کوئی حدیث بیان کی' حالانکہ اس کے خیال میں وہ جھوٹ ہے تو وہ بھی دو جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔''

فوائد ومسائل: ① جس طرح جھوٹی حدیث گھڑنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے' اسی طرح اس جعلی حدیث کو دوسروں تک پہنچانا بھی بڑا جرم ہے۔ ایسی حدیث روایت کرنے والا اسے گھڑنے والے کے ساتھ گناہ میں شریک ہے' لہٰذا وہ بھی اسی وعید کا مستحق ہے' جو حدیث گھڑنے والے کے حق میں وارد ہے' یعنی وہ جہنمی ہے۔ ② [الكَاذِبَيْنِ] حدیث کا یہ لفظ دو طرح سے پڑھا گیا ہے' تثنیہ کے صیغے سے [الكَاذِبَيْنِ] اور جمع کے صیغہ سے [اَلْكَاذِبِيْنَ] مذکورہ بالا ترجمہ تثنیہ کے لحاظ سے کیا گیا ہے۔ جمع کے لحاظ سے ترجمہ یوں ہوگا: ''وہ بھی جھوٹ بولنے والوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔'' اس اختلاف سے اصل مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ③ ان دو جھوٹوں سے مراد دو مدعی نبوت ہیں' مسیلمہ کذاب یمامہ (نجد) میں اور اسود عنسی یمن میں۔ دونوں نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں نبوت کا دعوی کر دیا تھا' اس لیے جس نے کوئی حدیث گھڑی تو گویا اس نے دعوٰی کیا کہ وہ نبی ہے کیونکہ قرآن کی طرح حدیث بھی ایک طرح سے وحی ہے کیونکہ یہ بھی اللہ کی طرف سے الہام ہوتی ہے۔ جمع والا معنی کرنے سے مراد ہوگا کہ قیامت تک جتنے نبوت کا

٣٨ـ [صحيح] أخرجه ابن أبي شيبة، الأدب، باب ما ذكر من علامة النفاق: ٨/ ٥٩٥، ح: ٢٥٦٠٧ * ابن ابي ليلٰى تابعه شعبة في رواية والأعمش، والحديث الآتي شاهد له، وانظر، ح: ٤٠.

دعویٰ کرنے والے آئیں گے، وہ بھی ان میں سے ایک ہوگا۔ ایک حدیث میں آپ نے قیامت سے پہلے پہلے تیس کذاب ودجال (جھوٹے نبیوں) کا ذکر فرمایا ہے (مسند أحمد: ۱۰۴/۲) اور جھوٹی روایت گھڑنے والے کو ان کے ساتھ شمار کیا ہے۔ ④ لوگوں کو خبردار کرنے کے لیے ایسی روایت بیان کرنا جائز ہے تاکہ وہ اس سے دھوکا کھا کر اس پر عمل نہ کر بیٹھیں، کیونکہ اس صورت میں مقصود دھوکا دینا نہیں، بلکہ دھوکے سے بچانا ہوتا ہے۔

٣٩- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ. ح: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالاَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ حَدَّثَ عَنِّي حَدِيثاً وَهُوَ يُرَى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبَيْنِ».

۳۹- حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص مجھ سے کوئی حدیث بیان کرتا ہے اور اس کے خیال میں وہ جھوٹ ہے، وہ بھی جھوٹ بولنے والے دو افراد میں سے ایک ہے۔''

٤٠- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَلِيٍّ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ رَوَى عَنِّي حَدِيثاً وَهُوَ يُرَى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبَيْنِ».

۴۰- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص مجھ سے کوئی حدیث روایت کرتا ہے اور اس کے علم کے مطابق وہ جھوٹ ہے تو وہ بھی جھوٹ بولنے والے دو افراد میں سے ایک ہے۔''

حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ [عَبْدِ اللهِ]: أَنْبَأَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى الأَشْيَبُ عَنْ شُعْبَةَ. مِثْلَ حَدِيثِ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ.

محمد بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں جناب حسن بن موسیٰ نے شعبہ سے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی مثل حدیث بیان کی۔

٤١- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ:

۴۱- حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،

٣٩_ أخرجه مسلم في مقدمة صحيحه، باب وجوب الرواية عن الثقات . . . الخ عن ابن أبي شيبة به.

٤٠_ [صحيح] انظر الحديث السابق، وأخرجه عبدالله بن أحمد في زوائد المسند(١/ ١١٢، ح: ٩٠٣) عن عثمان ابن أبي شيبة به.

٤١_ أخرجه مسلم، المقدمة، باب وجوب الرواية عن الثقات . الخ عن ابن أبي شيبة به، وفيه: "عن شعبة ◀◀

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ مَيْمُونِ بْنِ أَبِي شَبِيبٍ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ حَدَّثَ عَنِّي بِحَدِيثٍ وَهُوَ يُرَى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبَيْنِ».

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص میری طرف منسوب کر کے کوئی حدیث بیان کرتا ہے اور اس کے علم کے مطابق وہ جھوٹ ہے تو وہ بھی جھوٹ بولنے والے دو افراد میں سے ایک ہے۔''

فائدہ: ان روایات میں رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھنے کا عذاب مذکور ہے اور حقیقت میں رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنا تمام جہان کے جھوٹ سے بدتر ہے۔

(المعجم ٦) - بَابُ اتِّبَاعِ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ (التحفة ٦)

باب:٦- ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقے کی پیروی کا بیان

٤٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ بَشِيرِ ابْنِ ذَكْوَانَ الدِّمَشْقِيُّ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْعَلَاءِ يعني: ابنَ زَبْرٍ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي الْمُطَاعِ، قَالَ: سَمِعْتُ الْعِرْبَاضَ بْنَ سَارِيَةَ يَقُولُ: قَامَ فِينَا رَسُولُ اللهِ ﷺ، ذَاتَ يَوْمٍ، فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيغَةً وَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ وَذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ. فَقِيلَ: يَارَسُولَ اللهِ! وَعَظْتَ مَوْعِظَةَ مُوَدِّعٍ، فَاعْهَدْ إِلَيْنَا بِعَهْدٍ. فَقَالَ: «عَلَيْكُمْ بِتَقْوَى اللهِ، وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَإِنْ عَبْدًا حَبَشِيًّا. وَسَتَرَوْنَ مِنْ بَعْدِي اخْتِلَافاً شَدِيداً، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ، عَضُّوا

٤٢- حضرت عرباض بن ساریہ ؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: ایک دن رسول اللہ ﷺ ہم لوگوں میں کھڑے ہوئے اور ایک متاثر کن وعظ فرمایا' جس سے دل (اللہ کی ناراضی اور عذاب سے) خوف زدہ ہوگئے اور آنکھیں اشک بار ہوگئیں۔ عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! آپ نے ہمیں ایسے نصیحت فرمائی ہے جس طرح رخصت کرنے والا نصیحت کیا کرتا ہے' آپ ہم سے کوئی عہد و پیمان لے لیجیے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور حکم سن کر تعمیل کرو اگرچہ (تمھارا حاکم) کوئی حبشی غلام ہو۔ اور تم میرے بعد سخت اختلاف دیکھو گے' تو میری سنت کو اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقے کو اختیار کرنا' اسے ڈاڑھوں سے پکڑ کر رکھنا' (اس پر مضبوطی سے قائم رہنا) اور نئے نئے کاموں سے

◄◄ وسفيان عن حـ...

٤٢- [إسناده حسن] أخرجه الطبراني في الكبير: ١٨/ ٢٤٨، ح: ٦٢٢، والحاكم: ١/ ٩٧ من حديث عبدالله بن العلاء به، وله علة غير قادحة، وانظر الحديث الآتي.

عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ والأُمُورَ الْمُحْدَثَاتِ، فَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلاَلَةٌ».

پرہیز کرنا' کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔''

فوائد ومسائل: ① رخصت کے وقت نصیحت اور وصیت کرنا مسنون ہے۔ ② تقوی کی اہمیت۔ تقوی کا مطلب ہے اللہ کی ناراضی سے بچنے کے لیے برے کاموں سے پرہیز کیا جائے' تاکہ جہنم کے عذاب سے محفوظ رہیں۔ ③ شرعی حاکم کی فرماں برداری فرض ہے' الا یہ کہ وہ کوئی ایسا حکم دے جو واضح طور پر خلاف شریعت ہو۔ ④ نبی ﷺ نے فرمایا کہ امت میں بہت سے اختلافات ہوں گے' چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مسلمانوں میں مذہبی اور سیاسی بنیادوں پر بہت سے اختلافات پیدا ہو گئے۔ نبی اکرم ﷺ کا پہلے سے اس کی خبر دے دینا آپ کی نبوت کی دلیل ہے۔ ⑤ اختلافات میں فیصلہ کن چیز قرآن وحدیث ہے۔ سنت نبوی کی یہ اہمیت قرآن مجید سے بھی ثابت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُم فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ (النساء:٥٩) ''اگر کسی معاملے میں تمھارا اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لے جاؤ' اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو' یہ طرز عمل بہتر ہے اور اس کا انجام اچھا ہے۔'' ⑥ خلفائے راشدین کی زندگی بھی قرآن وحدیث پر عمل کی روشن مثال ہے۔ انھوں نے اسلام کی تعلیمات براہ راست رسول اللہ ﷺ سے حاصل کی تھیں' اس لیے ان کا فہم دین قابل اعتماد ہے۔ خصوصاً اس لیے بھی کہ خود نبی ﷺ نے ان حضرات کو ''ہدایت یافتہ'' فرمایا ہے۔ ⑦ خلفائے راشدین اور دیگر صحابۂ کرام قرآن وسنت پر عمل کرتے تھے اور بدعات سے اجتناب کرتے تھے' اس لیے بدعات سے پرہیز ضروری ہے۔ ⑧ بدعت کو حسنہ اور سیئہ میں تقسیم کر کے بعض بدعات کو اچھی اور جائز قرار دینا درست نہیں' البتہ وہ ایجادات جن کا تعلق دین سے نہیں' جائز دنیوی امور سے ہے' انھیں شرعاً بدعت نہیں کہا جاتا' اس لیے ان کا استعمال درست ہے۔

٤٣- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ بِشْرِ بْنِ مَنْصُورٍ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ السَّوَّاقُ قَالاَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ ضَمْرَةَ بْنِ حَبِيبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَمْرٍو السُّلَمِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ الْعِرْبَاضَ بْنَ سَارِيَةَ يَقُولُ: وَعَظَنَا

۴۳- حضرت عرباض بن ساریہ ؓ سے روایت ہے' انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں (ایسا) وعظ فرمایا' جس کے اثر سے آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور دل (اللہ کی ناراضی اور عذاب سے) خوف زدہ ہو گئے۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ تو ایسا وعظ ہے جیسے کسی رخصت کرنیوالے کی نصیحت' تو آپ ہم سے کیا

٤٣ـ [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، السنة، باب في لزوم السنة، ح:٤٦٠٧، والترمذي، ح:٢٦٧٦، وقال: "حسن صحيح"، ورواه أحمد:(١٢٦/٤) عن عبدالرحمٰن بن مهدي به، وصححه ابن حبان:(١٠٢)، والحاكم:١/ ٩٥، ٩٦، والذهبي.

رَسُولُ اللهِ ﷺ مَوْعِظَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ. فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّ هٰذِهِ لَمَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ. فَمَاذَا تَعْهَدُ إِلَيْنَا؟ قَالَ: «قَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلَى الْبَيْضَاءِ، لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا. لاَ يَزِيغُ عَنْهَا بَعْدِي إِلَّا هَالِكٌ، مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرَى اخْتِلاَفاً كَثِيرًا. فَعَلَيْكُمْ بِمَا عَرَفْتُمْ مِنْ سُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ، عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ. وَعَلَيْكُمْ بِالطَّاعَةِ، وَإِنْ عَبْدًا حَبَشِيًّا. فَإِنَّمَا الْمُؤْمِنُ كَالْجَمَلِ الأَنِفِ، حَيْثُمَا قِيدَ انْقَادَ».

وعدہ لیتے ہیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ''میں تمھیں روشن (شریعت) پر چھوڑ رہا ہوں۔ جس کی رات بھی دن کی طرح (روشن) ہے' میرے بعد وہی شخص کج روی اختیار کرے گا جو ہلاک ہونے والا ہے۔ تم میں سے جو کوئی زندہ رہے گا' وہ جلد بہت اختلاف دیکھے گا' لہٰذا تمھیں میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کا جو طریقہ معلوم ہو اسی کو اختیار کرنا۔ اسے ڈاڑھوں کے ساتھ مضبوطی سے پکڑنا۔ اور (امیر کی) اطاعت کو لازم پکڑنا اگر چہ وہ حبشی غلام ہو کیونکہ مومن تو نکیل والے اونٹ کی طرح ہوتا ہے جہاں لے جایا جائے' چلا جاتا ہے۔''

فوائد ومسائل: ① شرعی احکام سے روگردانی ہلاکت کا باعث ہے۔ ② مومن شرعی احکام کی اتباع کرتا ہے' اگرچہ بظاہر مشکل ہوں۔ مومن کو اونٹ کے ساتھ تشبیہ اس لیے دی گئی ہے کہ وہ اپنے مالک کے حکم کے مطابق چلتا ہے' اگرچہ سفر مشکل ہی ہو۔ ③ اسلام نے غلامی کے سلسلے میں جو دور رس اصلاحات کیں اور جس طرح انھیں بہ تدریج تمام انسانی حقوق سے نوازا' ان ہی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ اپنی اعلیٰ صلاحیتوں کی بنیاد پر اعلیٰ سے اعلیٰ منصب پر بھی فائز ہو سکتے ہیں۔ ایسے حالات میں مسلمانوں کو یہی ہدایت ہے کہ وہ اس پر ناک بھوں نہ چڑھائیں' بلکہ اس کی اُس حیثیت کو تسلیم کریں جو اسے اس کی ذہنی ودماغی صلاحیتوں کی وجہ سے حاصل ہوئی ہو۔ ④ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق قرون ثلاثہ کے بعد امت محمدیہ میں وسیع اختلاف ہوا' نئے نئے مذاہب اور گمراہ فرقوں نے جنم لیا۔ ہر ایک نے اپنا اپنا امام اور پیشوا ٹھہرا لیا ہے کہ اختلاف کے وقت اس کی طرف رجوع کرے اور رسول اللہ ﷺ کی وصیت کو بھول گئے ہیں' حالانکہ آپ نے وصیت کی تھی کہ اختلاف کے وقت میری اور خلفائے راشدین کی سنت پر چلنا۔

٤٤- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَكِيمٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ الصَّبَّاحِ الْمِسْمَعِيُّ: حَدَّثَنَا ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ

۴۴- حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی' پھر چہرۂ مبارک ہماری طرف پھیر لیا اور ایک پرتاثیر وعظ فرمایا...... اس کے بعد راوی نے پوری

٤٤ـ [صحيح] أخرجه أبوداود، ح: ٤٦٠٨ من حديث ثور به، انظر الحديث السابق.

سَارِيَةَ، قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ صَلَاةَ الصُّبْحِ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيغَةً. فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

حدیث بیان کی۔

فوائد و مسائل: ① نماز کے بعد مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھنا مسنون ہے۔ ② وعظ ونصیحت کے لیے فرض نماز کے بعد کا وقت مناسب ہے' کیونکہ اس موقع پر مسلمان جمع ہوتے ہیں اور توجہ سے امام کی بات سنتے ہیں۔ تاہم وعظ اس قدر طویل نہیں ہونا چاہیے کہ سامعین اکتاہٹ محسوس کرنے لگیں۔

(المعجم ۷) - بَابُ اجْتِنَابِ الْبِدَعِ وَالْجَدَلِ (التحفة ۷)

باب: ۷- بدعات اور غیر ضروری بحث وتکرار سے پرہیز کرنے کا بیان

* **بدعت کی تعریف:** ہر وہ کام جسے دین میں تقرب الٰہی کے حصول کے لیے ایجاد کیا گیا ہو اور اس کی صحت پر کوئی دلیل کتاب اللہ' سنت رسول اور صحابہ کے عمل سے نہ ہو۔

* **بدعت کے رد میں علمائے سلف کے اقوال:** (ا) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''ہر بدعت گمراہی ہے اگرچہ لوگ اسے اچھا ہی گمان کرتے ہوں۔'' (شرح اعتقاد أهل السنة: ۹۲/۱) (ب) امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جس شخص نے اسلام میں کوئی بدعت نکالی' اسے مستحسن جانا تو گویا اس نے حضرت محمد ﷺ کو رسالت میں خیانت کا مرتکب قرار دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اَلۡيَوۡمَ أَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِينَكُمۡ﴾ ''آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین مکمل کر دیا۔'' لہٰذا جو چیز اس دن (حجۃ الوداع کے دن) دین نہیں تھی وہ آج بھی دین نہیں۔'' (کتاب الاعتصام' ص: ۶۴' إيقاظ الهمة' ص: ۱۴۳) (ج) حضرت ابراہیم بن میسرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جس نے کسی بدعتی کی عزت اور احترام کیا اس نے اسلام کو برباد کرنے میں تعاون کیا۔'' (شرح اعتقاد أهل السنة: ۱۳۹/۱) (د) حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ بدعتی کا کوئی عمل قبول نہیں فرماتا۔'' (شرح الاعتقاد: ۱۳۹/۱)

* **بدعات کی ابتدا اور پھیلاؤ کے اسباب:** ① بدعت کی غلط تقسیم: بدعت کو دو قسموں میں تقسیم کر کے بے شمار خرافات کو دین میں داخل کر دیا گیا ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے' حالانکہ ہر بدعت گمراہی ہے' مثلاً بدعت حسنہ کے نام سے نیا دین متعارف کروا دیا گیا ہے جس میں ولایت' طریقت' سلوک' بیعت' اجازت' عنایت' فیض' مراقبہ' چلہ' سماع' رقص' حال' وجد' عرس' چہلم' چادر پوشی' قبر کا غسل' میلاد' گیارہویں اور اسی قسم کی بے شمار گمراہیاں شامل ہیں۔ ② آباؤ اجداد کی پیروی: اکثر جہلاء اپنے باپ دادا کی رسومات کو دین سمجھ کر اپناتے ہیں اور پھر دین و دنیا کی بربادی پر شاداں وفرحاں پھرتے ہیں' مثلاً مزاروں پر حاضری' عرس میں شرکت' سالانہ فاتحہ خوانی' محفل میلاد اور برسیاں منانا محض بدعت کے سوا کچھ نہیں' جنھیں بدکردار سیاستدان' خود غرض مولوی صاحبان اور آباؤ اجداد کی اندھی تقلید میں مبتلا جہلاء

خوب پروان چڑھا رہے ہیں۔ ③ **بزرگان کی محبت میں غلو:** جہلاء قرآن وسنت کی تعلیمات سے دور ہونے کے باوجود بزرگوں کی محبت کو نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اسی اندھی محبت کی وجہ سے طرح طرح کی بدعات کے ذریعے سے بزرگوں کی خوشنودی اور تقرب کے حصول کی کوشش کرتے ہیں۔ ④ **دین سے دوری:** بدعات کی ابتدا اور ترقی ہمیشہ بے دین اور جہلاء میں ہوئی ہے۔ قرآن وسنت کی تعلیم سے بے رغبتی بدعات کی دلدل کو ہر روز وسیع کر رہی ہے۔ ⑤ **علماء کی مجرمانہ خاموشی:** علمائے حق کی خاموشی بدعات کے فروغ کا بہت بڑا سبب ہے۔ جب علمائے حق بدعات کا پرزور رد نہیں کرتے تو عوام انھیں دین سمجھ کر اپنا لیتے ہیں۔ ⑥ **حکمرانوں کی سرپرستی:** بدعمل اور بدکردار حکمران عوام کو مشغول رکھنے کے لیے مختلف بدعات کی سرپرستی کرتے ہیں تاکہ عوام بدعات کو دین وثواب سمجھ کر ان میں مصروف رہیں اور خود حکمران اپنی عیاشیوں میں کوئی رکاوٹ محسوس نہ کریں۔ جیسا کہ وطن عزیز میں چند برسوں سے محافل میلاد، تعزیہ اور ماتم کے جلوسوں میں ہو رہا ہے۔ ⑦ **سالانہ بدعات کی ایک جھلک:** عہد حاضر میں بدعت نے جس طرح تیز رفتاری سے ترقی کی ہے شاید ہی کسی اور شعبے نے ایسی ترقی کی ہو۔ سال بھر میں کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جس میں کسی نہ کسی بدعت کی محفل نہ سجتی ہو۔ سال بھر کی مشہور ومعروف بدعات کچھ یوں ہیں: حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن ماتم، تعزیہ اور رونے پیٹنے کی بدعات، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے نام پر محافل میلاد کا انعقاد، شب برات اور شب معراج کی محفلیں، گیارہویں شریف، تیجہ، ساتواں، چالیسواں، اجرت پر قرآن پڑھانا وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ تمام بدعات سے بچنے اور سنت نبوی پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ⑧ **بدعتی شخص اسلام اور علمائے اسلام کی نظر میں:** قرآن وسنت کی اتباع چھوڑ کر لوگوں کی آراء اور بدعات کو اختیار کرنے والا شخص اسلام اور علمائے اسلام کی نظر میں انتہائی برا ہے۔ اس سلسلے میں فرامین نبوی اور اقوال علماء درج ذیل ہیں: ❁ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعتی کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا: ''مدینہ منورہ عیر پہاڑ سے لے کر ثور تک حرم ہے، جس شخص نے اس میں کوئی بدعت رائج کی یا کسی بدعتی کو پناہ دی اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ ایسے شخص سے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز کوئی فرض یا نفل عبادت قبول نہیں فرمائے گا۔'' (صحیح البخاري، فضائل المدینة، باب حَرَم المدینة، حدیث:۱۸۷۰، وصحیح مسلم، الحج، حدیث:۱۳۷۰) ❁ نیز ارشاد نبوی ہے: ''جس شخص نے لوگوں کو ہدایت کی دعوت دی، اسے اس ہدایت پر عمل کرنے والے تمام لوگوں کے ثواب کے برابر ثواب ملے گا اور ان کے اپنے اجر میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی اور جس شخص نے گمراہی کی طرف بلایا، اسے گمراہی پر عمل کرنے والے تمام لوگوں کے گناہوں کے برابر گناہ ہوگا جب کہ ان کے اپنے گناہوں میں بھی کچھ کمی نہ ہوگی۔'' (صحیح مسلم، العلم، باب من سن سنة حسنة أو سیئة......، حدیث:۲۶۷۴) ❁ حضرت ہشام بن حسان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ بدعتی شخص کا روزہ، نماز، حج، جہاد، عمرہ، صدقہ خیرات، غلام آزاد کرنا، نفلی عبادات اور فرض عبادت کچھ بھی قبول نہیں فرماتا۔ (کتاب الاعتصام:۱/۱۱۳) ❁ حضرت ایوب سختیانی فرماتے ہیں: بدعتی شخص نماز روزے میں جتنی محنت کرتا ہے اتنا ہی اللہ تعالیٰ سے دور ہو جاتا ہے۔ (کتاب الاعتصام: ۱/۱۱۳) ❁ امام ابوالجوزاء رحمہ اللہ بدعتی کے ساتھ اپنی نفرت کا

اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! بدعتی شخص کے پاس بیٹھنے سے کہیں زیادہ مجھے یہ بات پسند ہے کہ میرا گھر بندروں اور خنزیروں سے بھر جائے (اور میں ان کی مجلس اختیار کرلوں۔) (الاعتصام: ۱/۹۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بدعتی شخص سے سلام لینا بھی گوارا نہیں فرماتے تھے۔ ایک شخص نے آ کر کہا کہ فلاں شخص نے آپ کو سلام کہا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے سنا ہے کہ اس نے فلاں بدعت شروع کی ہے اگر یہ صحیح ہے تو اسے میری طرف سے سلام مت پہنچانا۔ (سنن الدارمی' المقدمه' باب اجتناب أهل الأهواء والبدع والخصومة' حديث:۳۹۷)

٤٥- حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ، وَأَحْمَدُ بْنُ ثَابِتٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالاَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا خَطَبَ احْمَرَّتْ عَيْنَاهُ وَعَلاَ صَوْتُهُ وَاشْتَدَّ غَضَبُهُ كَأَنَّهُ مُنْذِرُ جَيْشٍ، يَقُولُ: «صَبَّحَكُمْ مَسَّاكُمْ». وَيَقُولُ: «بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةَ كَهَاتَيْنِ». وَيَقْرِنُ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطَى. ثُمَّ يَقُولُ: أَمَّا بَعْدُ. فَإِنَّ خَيْرَ الأُمُورِ كِتَابُ اللهِ. وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ، وَشَرَّ الأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلاَلَةٌ». وَكَانَ يَقُولُ: «مَنْ تَرَكَ مَالاً فَلِأَهْلِهِ، وَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضَيَاعًا فَعَلَيَّ وَإِلَيَّ».

۴۵- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ جب خطبہ ارشاد فرماتے تو آپ کی آنکھیں سرخ ہوجاتیں' آواز بلند ہوجاتی اور غصہ تیز ہوجاتا۔ (یوں محسوس ہوتا) گویا آپ (دشمن کے) لشکر سے خوف دلاتے ہوئے کہہ رہے ہیں: وہ صبح یا شام کو حملہ آور ہونے والا ہے اور آپ اپنی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کو ملا کر فرماتے: ''مجھے اور قیامت کو اس طرح بھیجا گیا ہے جس طرح دو انگلیاں (ایک دوسرے سے بہت قریب ہیں۔'') علاوہ ازیں فرماتے: ''امابعد! بہترین چیز اللہ کی کتاب ہے' اور بہترین طریقہ محمد (ﷺ) کا طریقہ ہے۔ اور بدترین کام نئے ایجاد کردہ کام (بدعتیں) ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔'' اور فرماتے تھے: ''جو شخص (مرتے وقت) مال چھوڑ جائے' وہ اس کے گھر والوں کا ہے اور جو (اپنے ذمے) قرض چھوڑ جائے یا بیوی بچوں کو (لاوارث) چھوڑ جائے تو (اس کی ادائیگی اور ان کی کفالت) میرے ذمے ہے۔''

فوائد ومسائل: ① خطبے کا اصل مقصد غلطیوں پر تنبیہ کرنا اور ان کے برے انجام سے ڈرانا ہے' لہٰذا خطبہ میں حالات کے مطابق عوام کی غلطیوں کی نشاندہی اور صحیح راستہ کی طرف رہنمائی کرنا ضروری ہے۔ ② موضوع کی مناسبت سے خطبے میں جذباتی رنگ اختیار کرنا بھی درست ہے۔ ③ صراط مستقیم کا خلاصہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ

٤٥ـ أخرجه مسلم، الجمعة، باب تخفيف الصلاة والخطبة، ح: ٨٦٧ من حديث عبدالوهاب به.

ﷺ کی پیروی ہے۔ ④ خطبے کے دوران میں انگلی سے اشارہ مسنون ہے اور کوئی بات سمجھانے کے لیے مناسب اشارات سے مدد لینا درست ہے۔ ⑤ قرب قیامت کی صراحت میں یہ اشارہ موجود ہے کہ حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں۔ جس طرح درمیانی انگلی اور شہادت کی انگلی کے درمیان کوئی اور انگلی نہیں ہوتی' اسی طرح نبی اکرم ﷺ کے بعد قیامت سے پہلے کسی کو نبی بنا کر مبعوث نہیں کیا جائے گا' البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول نبی اکرم ﷺ کے آخری نبی ہونے کے منافی نہیں' کیونکہ انھیں نبوت پہلے مل چکی تھی اور اب وہ شریعت محمدی کے مطابق عمل کریں گے۔ ⑥ قیامت قریب ہونے میں امت کے افراد کے لیے یہ سبق ہے کہ وہ دنیا میں منہمک ہو کر قیامت کو فراموش نہ کر دیں بلکہ زیادہ توجہ سے آخرت کے لیے تیاری کریں۔ ⑦ بدعت کو حسنہ اور سیئہ میں تقسیم کرنا درست نہیں بلکہ ہر بدعت سے اجتناب کرنا چاہیے۔ ⑧ فوت ہونے والے کا ترکہ قرآن وحدیث میں بیان کیے ہوئے اصولوں کے مطابق وارثوں میں تقسیم ہونا چاہیے' حکام اس میں تبدیلی کرنے کا حق نہیں رکھتے بلکہ ان کا فرض ہے کہ ہر وارث کے لیے اس کے مقررہ حصے کا حصول یقینی بنائیں۔ ⑨ لاوارث اور ضرورت مند افراد کی کفالت کرنا اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اس حالت میں فوت ہو کہ اس کے ذمہ قرض ہو لیکن وہ اتنا مال نہ چھوڑ گیا ہو جس سے قرض ادا ہو سکے تو اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ بیت المال سے اس کا قرض ادا کرے اور اس کے پسماندگان کے جائز اخراجات پورے کرے۔

٤٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ مَيْمُونٍ الْمَدَنِيُّ أَبُو عُبَيْدٍ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي الأَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّمَا هُمَا اثْنَتَانِ: الْكَلاَمُ وَالْهَدْيُ، فَأَحْسَنُ الْكَلاَمِ كَلاَمُ اللهِ، وَأَحْسَنُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ، أَلاَ وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الأُمُورِ، فَإِنَّ شَرَّ الأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ،

۴۶- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چیزیں دو ہی ہیں: کلام اور عملی طریقہ' تو بہترین کلام اللہ کا کلام ہے اور بہترین طریقہ محمد (ﷺ) کا طریقہ ہے۔ خبردار! نئے نئے کاموں سے بچو' سب سے برے کام وہ ہیں جو (دین میں) نئے ایجاد کیے گئے ہوں اور ہر نو ایجاد عمل بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ خبردار! تم میں لمبی زندگی کا خیال پیدا نہ ہو جائے ورنہ تمھارے دل سخت ہو جائیں گے۔ خبردار! جو کچھ آنے والا ہے وہ قریب ہی ہے' دور تو وہ ہے جو آنے والا نہیں۔ خبردار! بدنصیب وہ ہے جو ماں

٤٦_ [إسناده ضعيف] أخرجه ابن أبي عاصم في السنة، ح: ٢٥ من حديث محمد بن جعفر به مختصرًا * أبوإسحاق "مشهور بالتدليس، وهو تابعي ثقة" (طبقات المدلسين للحافظ ابن حجر/المرتبة الثالثة) وعنعن، وأكثر ألفاظ الحديث صحيحة في أحاديث أخرٰى.

وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلاَلَةٌ. أَلاَ لاَ يَطُولَنَّ عَلَيْكُمُ الأَمَدُ فَتَقْسُوَ قُلُوبُكُمْ، أَلاَ إِنَّ مَا هُوَ آتٍ قَرِيبٌ، وَإِنَّمَا الْبَعِيدُ مَا لَيْسَ بِآتٍ. أَلاَ إِنَّمَا الشَّقِيُّ مَنْ شَقِيَ فِي بَطْنِ أُمِّهِ، وَالسَّعِيدُ مَنْ وُعِظَ بِغَيْرِهِ: أَلاَ إِنَّ قِتَالَ الْمُؤْمِنِ كُفْرٌ وَسِبَابُهُ فُسُوقٌ، وَلاَ يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلاَثٍ. أَلاَ وَإِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ، فَإِنَّ الْكَذِبَ لاَ يَصْلُحُ بِالْجِدِّ وَلاَ بِالْهَزْلِ، وَلاَ يَعِدِ الرَّجُلُ صَبِيَّهُ ثُمَّ لاَ يَفِيَ لَهُ، فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ، وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ، وَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ، وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِنَّهُ يُقَالُ لِلصَّادِقِ: صَدَقَ وَبَرَّ. وَيُقَالُ لِلْكَاذِبِ: كَذَبَ وَفَجَرَ. أَلاَ وَإِنَّ الْعَبْدَ يَكْذِبُ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللهِ كَذَّاباً».

کے پیٹ میں بدنصیب قرار پا گیا اور خوش نصیب وہ ہے جس نے دوسروں (کے برے انجام) سے نصیحت حاصل کر لی۔ خبردار! مومن سے جنگ کرنا کفر ہے اور اسے گالی دینا فسق ہے۔ کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ تین دن سے زیادہ اپنے (مسلمان) بھائی سے قطع تعلق کیے رہے۔ خبردار! جھوٹ سے بچو' جھوٹ نہ سنجیدگی سے بولنا جائز ہے اور نہ مذاق میں۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ آدمی اپنے بچے سے کوئی وعدہ کرے پھر اسے پورا نہ کرے۔ بلاشبہ جھوٹ گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ جہنم کی طرف لے جاتا ہے اور سچ نیکی کی راہ دکھاتا ہے اور نیکی جنت میں لے جاتی ہے۔ سچے کے بارے میں کہا جاتا ہے: اس نے سچ بولا اور نیکی کا کام کیا اور جھوٹے کو کہا جاتا ہے: اس نے جھوٹ بولا اور گناہ کا ارتکاب کیا۔ خبردار! (بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ) بندہ جھوٹ بولتا رہتا ہے حتی کہ اللہ کے ہاں اسے کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔''

فائدہ: یہ روایت سنداً ضعیف ہے' تاہم اس کے اکثر جملے صحیح حدیثوں میں بھی آئے ہیں' اس لیے وہ صحیح ہیں' جہاں جہاں وہ روایات آئیں گی' وہاں ان سے متعلقہ فوائد بھی ذکر کر دیے جائیں گے۔ إن شاء الله.

٤٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ خِدَاشٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ. ح: وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ ثَابِتٍ الْجَحْدَرِيُّ، وَيَحْيَى بْنُ حَكِيمٍ، قَالاَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ

۴۷- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿هُوَ الَّذِيٓ أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ...... وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُوا الْأَلْبَابِ﴾ ''وہی ہے جس نے آپ پر کتاب نازل کی' اس کی کچھ آیات محکم

٤٧ـ [صحيح] أخرجه أحمد: ٦/ ٤٨ عن إسماعيل به، وله طريق آخر، متفق عليه عن ابن أبي مليكة عن القاسم بن محمد عنها، رضي الله عنها.

عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: تَلاَ رَسُولُ اللهِ ﷺ هٰذِهِ الآيَةَ: ﴿هُوَ ٱلَّذِىٓ أَنزَلَ عَلَيْكَ ٱلْكِتَـٰبَ مِنْهُ ءَايَـٰتٌ مُّحْكَمَـٰتٌ هُنَّ أُمُّ ٱلْكِتَـٰبِ وَأُخَرُ مُتَشَـٰبِهَـٰتٌ﴾ -إِلٰى قَوْلِهِ-: ﴿وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّآ أُو۟لُوا۟ ٱلْأَلْبَـٰبِ﴾ [آل عمران: ٧]

(واضح) ہیں' جو اس کتاب کی اصل ہیں اور کچھ دوسری متشابہات (غیر واضح) ہیں' تو جن کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں جو متشابہ (غیر واضح) ہیں' ان کا مقصد محض فتنے اور تاویل کی تلاش ہوتا ہے' حالانکہ ان کی اصل حقیقت سے اللہ کے سوا کوئی واقف نہیں اور علم میں پختگی رکھنے والے کہتے ہیں: ہمارا ان (متشابہات) پر ایمان ہے' یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہیں اور نصیحت تو عقل مند ہی حاصل کرتے ہیں۔''

فَقَالَ: «يَا عَائِشَةُ! إِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِيهِ، فَهُمُ الَّذِينَ عَنَاهُمُ اللهُ، فَاحْذَرُوهُمْ».

پھر فرمایا: ''اے عائشہ! جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو ان (متشابہات) کے بارے میں بحث کرتے ہیں تو (جان لو کہ) یہی وہ لوگ ہیں جنھیں اللہ نے (اس آیت میں) مراد لیا ہے' لہٰذا ان سے بچو۔''

فوائد و مسائل: ① قرآن مجید کی بعض آیات احکام پر مشتمل ہیں جو واضح ہیں' یا صحیح احادیث سے ان کی وضاحت ہو جاتی ہے اور ان پر عمل کرنے میں کوئی مشکل نہیں' اس طرح کی سب آیات محکم ہیں۔ بعض آیات کا تعلق عقائد سے ہے' مثلاً توحید' رسالت' قیامت وغیرہ۔ قرآن مجید اور احادیث میں ان کی تفصیل موجود ہے اور ان کے دلائل بھی مذکور ہیں' یہ بھی محکم ہیں۔ اس کے برعکس بعض آیات ایسی بھی ہیں جن کا واضح مفہوم متعین نہیں کیا جا سکتا' مثلاً حروف مقطعات۔ ان پر اس حد تک ایمان لانا کافی ہے کہ یہ بھی قرآن کا جز ہیں اور اللہ کا کلام ہیں جن کی تلاوت پر اسی طرح ثواب ملتا ہے جس طرح دوسری آیات کی تلاوت باعث ثواب ہے۔ اس سے زیادہ جستجو کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح وہ معاملات جن کا تعلق عالم غیب سے ہے ان پر بھی اس انداز سے ایمان لانا کافی ہے کہ یہ اشیاء یقیناً موجود ہیں' یا یہ حالات یقیناً پیش آنے والے ہیں اور ان کی جو تفصیلات قرآن وحدیث میں مذکور ہیں' وہ ہمارے لیے کافی ہیں' اس سے زیادہ تحقیق و تفتیش کی ضرورت نہیں' مثلاً فرشتے اللہ کی ایک اطاعت گزار مخلوق ہیں جو اپنے متعین دائرۂ کار میں مصروف عمل ہیں۔ یا قیامت کے دن بندوں کے اعمال کا وزن ہوگا۔ اس پر ایمان لانا چاہیے۔ یہ بحث کرنے کی ضرورت نہیں کہ اعمال تو غیر مادی اشیاء ہیں اور وزن مادی اشیاء کا ہوتا ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے جس طرح کے ترازو سے چاہے گا ان کا وزن کر لے گا۔ اسی طرح عذاب قبر کا تعلق بھی عالم غیب سے ہے۔ اس لیے یہ اعتراض بے جا ہے کہ ہمیں کافروں اور بدکاروں کی قبروں میں عذاب کے آثار نظر نہیں آتے اور نیک لوگوں کی قبروں میں نعمت کے آثار نظر نہیں آتے۔ ان مسائل میں جتنی زیادہ بحث و تمحیص کی جائے' لغزش کے

امکانات اتنے ہی زیادہ ہوتے ہیں' لہٰذا ان پر مجمل ایمان کافی ہے۔ ② متشابہات میں بلاضرورت بحث سے پرہیز ہی علمائے حق کا طریقہ ہے۔ ③ اس قسم کے معاملات کو زیر بحث لانے سے فتنے کے دروازے کھلتے ہیں' لہٰذا جو لوگ اس قسم کے مباحث چھیڑیں ان کی حوصلہ شکنی کرنی چاہیے تاکہ وہ عوام کے ایمان کے لیے خطرہ نہ بنیں۔

٤٨- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ. ح: وَحَدَّثَنَا حَوْثَرَةُ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ دِينَارٍ، عَنْ أَبِي غَالِبٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا ضَلَّ قَوْمٌ بَعْدَ هُدًى كَانُوا عَلَيْهِ إِلَّا أُوتُوا الْجَدَلَ». ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْآيَةَ: ﴿بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ﴾. [الزخرف: ٥٨]

۴۸- حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''کچھ لوگ ہدایت پر تھے' پھر اس کے بعد گمراہی اختیار کر لی تو انھیں جھگڑے ہی نصیب ہوئے۔'' پھر نبی ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ﴾ ''بلکہ یہی لوگ جھگڑالو ہیں۔''

فوائد و مسائل: ① حق کے مقابلے میں باطل اور جھوٹی گفتگو کرنے کا نام ''جدل'' ہے۔ ② اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام کو اس لیے مبعوث فرمایا ہے کہ حق و باطل میں امتیاز فرما دیں' پھر کچھ لوگ ایمان لے آتے ہیں کچھ حق واضح ہو جانے کے باوجود باطل پر اڑے رہتے ہیں' پھر مومن کہلانے والوں میں سے بھی بعض پختہ اور کامل ایمان کے حامل ہوتے ہیں' بعض لوگ کمزور ایمان والے ہوتے ہیں' جن کے بارے میں یہ خطرہ ہوتا ہے کہ وہ دوبارہ غلط راستہ اختیار کر لیں گے' اس لیے ایمان والوں کو استقامت کی دعا کرتے رہنا چاہیے تاکہ ایمان پر خاتمہ ہو۔ ③ بعض اوقات پختہ ایمان والوں کی آئندہ نسل کمزور ایمان والی یا ایمان سے محروم بھی ہو سکتی ہے۔ یہ لوگ دنیوی مفاد کے لیے اپنے آپ کو مسلمان کہلانا بھی ضروری سمجھتے ہیں اور اسلام کی تعلیمات پر کما حقہ عمل کرنے کی ہمت بھی نہیں پاتے، چنانچہ وہ کوشش کرتے ہیں کہ اپنی غلط روی کے جواز کے لیے کسی آیت یا حدیث سے الٹا سیدھا استدلال کر کے اپنے ضمیر کو بھی مطمئن کر لیں اور ناقدین کو بھی خاموش کر دیں لیکن چونکہ ان کے دلائل کمزور ہوتے ہیں' لہٰذا بحث و مباحثہ کا ایک دروازہ کھل جاتا ہے اور ان کی نفس پرستی کی وجہ سے امت کا اتحاد پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔ ④ اختلافات کے خاتمے کا فطری اور درست طریقہ یہ ہے کہ بحث و مباحثہ اخلاص کے ساتھ حق کی تلاش کے جذبہ سے کیا جائے۔ جب ایک موقف صحیح ثابت ہو جائے تو اسے تسلیم کر لیا جائے۔

٤٨_ [إسناده حسن] أخرجه الترمذي، التفسير، باب ومن سورة الزخرف، ح: ٣٢٥٣ من حديث محمد بن بشر وغيره، وقال: "هٰذا حديث حسن صحيح"، وصححه الحاكم، والذهبي.

٤٩- حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْعَسْكَرِيُّ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ أَبُوهَاشِمِ ابْنِ أَبِي خِدَاشٍ الْمَوْصِلِيُّ. قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِحْصَنٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَبِي عَبْلَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الدَّيْلَمِيِّ، عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لاَ يَقْبَلُ اللهُ لِصَاحِبِ بِدْعَةٍ صَوْماً وَلاَ صَلاَةً، وَلاَ صَدَقَةً، وَلاَ حَجًّا، وَلاَ عُمْرَةً، وَلاَ جِهَادًا، وَلاَ صَرْفًا، وَلاَ عَدْلاً. يَخْرُجُ مِنَ الإِسْلاَمِ كَمَا تَخْرُجُ الشَّعْرَةُ مِنَ الْعَجِينِ».

۴۹- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ بدعتی کا روزہ قبول کرتا ہے نہ نماز' نہ صدقہ' نہ حج' نہ عمرہ' نہ جہاد' نہ نفل' نہ فرض۔ وہ اسلام سے اس طرح نکل جاتا ہے جس طرح گوندھے ہوئے آٹے میں سے بال نکل جاتا ہے۔''

٥٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مَنْصُورٍ الْخَيَّاطُ، عَنْ أَبِي زَيْدٍ، عَنْ أَبِي الْمُغِيرَةِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَبَى اللهُ أَنْ يَقْبَلَ عَمَلَ صَاحِبِ بِدْعَةٍ حَتَّى يَدَعَ بِدْعَتَهُ».

۵۰- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے بدعتی کا عمل قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے حتی کہ وہ شخص بدعت ترک کر دے۔''

٥١- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ، وَهَارُونُ بْنُ إِسْحَاقَ، قَالاَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ

۵۱- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص باطل پر ہوتے ہوئے جھگڑا ترک کر دے' اس کے لیے جنت کے اطراف میں

٤٩ـ [إسناده موضوع] * محمد بن محصن العكاشي كذاب كما قال الإمام ابن معين وغيره، (تهذيب التهذيب).

٥٠ـ [إسناده ضعيف] أخرجه ابن أبي عاصم في السنة، ح:٣٩ من حديث عبدالله بن سعيد الأشج به * أبوزيد، وأبوالمغيرة مجهولان كما في التقريب وغيره.

٥١ـ [حسن] أخرجه الترمذي، البروالصلة، باب ماجاء في المراء، ح:١٩٩٣ من حديث ابن أبي فديك به، وقال: "حديث حسن" * سلمة ضعيف (تقريب)، وله شاهد حسن عند أبي داود، الأدب، باب في حسن الخلق وغيره، ح:٤٨٠٠.

وَرْدَانَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ تَرَكَ الْكَذِبَ وَهُوَ بَاطِلٌ بُنِيَ لَهُ قَصْرٌ فِي رَبَضِ الْجَنَّةِ، وَمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ، وَهُوَ مُحِقٌّ بُنِيَ لَهُ فِي وَسَطِهَا، وَمَنْ حَسَّنَ خُلُقَهُ بُنِيَ لَهُ فِي أَعْلاَهَا».

ایک محل تیار کیا جائے گا اور جو شخص حق پر ہوتے ہوئے جھگڑا ترک کر دے' اس کے لیے جنت کے وسط میں (محل) تیار کیا جائے گا اور جو شخص اپنے اخلاق اچھے کر لے' اس کے لیے (جنت کے) بلند ترین حصے میں محل تیار کیا جائے گا۔''

فوائد و مسائل: ① کسی بھی دینی یا دنیوی معاملے میں اختلاف ہو جائے تو اسے ختم کرنے کی کوشش کی جانی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَالصُّلْحُ خَيْرٌ﴾ (النساء:۱۲۸) ''صلح بہتر ہے۔'' ② جب کوئی شخص اپنی غلطی محسوس کر لے تو اسے چاہیے کہ اس آیت کی تلاوت کرے تا کہ اختلاف ختم ہو جائے۔ یہ عمل اس قدر عظیم ہے کہ اس کی جزا کے طور پر جنت میں ایک محل ملے گا۔ ③ دنیوی معاملات میں یہ ممکن ہے کہ انسان اپنا جائز حق چھوڑ کر جھگڑا ختم کر دے۔ باہمی اتفاق و اتحاد کے لیے دی گئی یہ قربانی اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت عظیم عمل ہے جس کا انعام یہ ہے کہ ایسے شخص کو جنت کے درمیان میں ایک عمدہ محل ملے گا۔ ④ مسلمان کے اخلاق اعلیٰ درجے کے ہونے چاہییں تا کہ روزمرہ کے معاملات خوش اسلوبی سے چلتے رہیں' خوش خلقی' برداشت اور نرم خوئی کی صفات سے مزین ہو کر لڑائی جھگڑے کے امکانات ہی ختم کر دیے جائیں۔ معاشرے میں اس قسم کے افراد جتنے زیادہ ہوں گے' اتنا ہی امن و امان زیادہ ہو گا' اس لیے ایسا شخص مذکورہ بالا دونوں قسم کے افراد سے بلند تر مقام کا حامل ہے اور جنت میں بھی اسے ان سے اعلیٰ تر مقام حاصل ہو گا۔

(المعجم ۸) - باب اجْتِنَابِ الرَّأْيِ وَالْقِيَاسِ (التحفة ۸)

باب:۸- رائے اور قیاس سے پرہیز کا بیان

۵۲- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ إِدْرِيسَ، وَعَبْدَةُ، وَأَبُو مُعَاوِيَةَ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ. ح: وَحَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، وَمَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، وَحَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ، وَشُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ،

۵۲- حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ سے روایت ہے' اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح نہیں اٹھائے گا کہ اسے لوگوں کے دلوں سے سلب کر لے' بلکہ وہ علماء کو فوت کر کے علم کو اٹھائے گا۔ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہل سردار مقرر کر لیں گے' پھر ان سے (مسائل) پوچھے جائیں

۵۲ـ أخرجه البخاري، العلم، باب كيف يقبض العلم، ح: ۱۰۰، ومسلم، العلم، باب رفع العلم وقبضه... الخ، ح: ۲۶۷۳ من حديث هشام به، وتابعه أبوالأسود عندهما، والبخاري أيضًا، الاعتصام، باب ما يذكر من ذم الرأي وتكلف القياس، ح: ۷۳۰۷ بلفظ "فيفتون برأيهم فيضلون ويضلون... الخ".

عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّ اللهَ لاَ يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعاً، يَنْتَزِعُهُ مِنَ النَّاسِ وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ، فَإِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوساً جُهَّالاً، فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ، فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا».

گے تو وہ علم کے بغیر فتوے دیں گے۔ (اس طرح خود) گمراہ ہوں گے اور (دوسروں کو بھی) گمراہ کریں گے۔"

فوائد و مسائل: ① مسلمان شرعی علوم سے یک بارگی محروم نہیں ہوں گے بلکہ بتدریج یہ نوبت آئے گی کہ معاشرے سے علماء ختم ہو جائیں گے' اس طرح شرعی علوم کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔ ② اس خطرناک صورت حال سے حتی الامکان محفوظ رہنے کے لیے مسلمان معاشرے کا فرض ہے کہ وہ شرعی علوم کے ماہر علماء پیدا کرے اور اس مقصد کے لیے ہر ممکن کوشش کرے۔ ③ عالم کا فرض ہے کہ وہ علم یعنی قرآن وحدیث کی روشنی میں فتوی دے' محض اپنی رائے اور قیاس پر اعتماد کرتے ہوئے فتوی نہ دے۔ ④ شرعی دلائل کو نظر انداز کرتے ہوئے محض عقل کی روشنی میں شرعی مسائل پر رائے دینے کی کوشش گمراہی ہے جس کے نتیجے میں عوام میں بھی گمراہی پھیلتی ہے۔ ⑤ نصوص پر عقلی دلائل کو ترجیح دینے سے شریعت کی اہمیت کم ہوتی ہے جس کے نتیجے میں طرح طرح کے فتنے پھیلتے ہیں۔ ماضی میں خوارج' معتزلہ اور دیگر گمراہ فرقوں کے وجود میں آنے کا باعث بھی یہی تھا اور دور حاضر میں بھی عقل ہی کے نام سے طرح طرح کے فتنے پیدا ہو رہے ہیں۔ ان کا علاج یہی ہے کہ قرآن وحدیث کی اہمیت کو اجاگر کرنے کی زیادہ سے زیادہ کوشش کی جائے اور ہر پیش آمدہ مسئلے میں قرآن وحدیث کی روشنی میں صحیح موقف کو واضح کیا جائے۔

٥٣- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي أَيُّوبَ: حَدَّثَنِي أَبُو هَانِئٍ، حُمَيْدُ بْنُ هَانِئٍ الْخَوْلاَنِيُّ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ مُسْلِمِ ابْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ أُفْتِيَ بِفُتْيَا غَيْرِ ثَبَتٍ، فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى مَنْ أَفْتَاهُ».

٥٣- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص کو بغیر دلیل کے فتوی دیا گیا (اور اس نے اس غلط فتوی پر عمل کر لیا) تو اس کا گناہ اس پر ہے جس نے اسے فتوی دیا۔"

٥٣- [إسناده حسن] أخرجه أبوداود، العلم، باب التوقي في الفتيا، ح: ٣٦٥٧ من حديث عبدالله بن يزيد به، وصححه الحاكم، والذهبي.

فوائد ومسائل: ① عام آدمی کا فرض ہے کہ وہ علماء سے مسئلہ دریافت کرے اور علماء کو چاہیے کہ قرآن وحدیث کے دلائل کی روشنی میں جواب دیں۔ ② بغیر دلیل کے محض عقل کی روشنی میں فتویٰ دینا گناہ ہے کیونکہ سائل کا اعتماد عالم پر ہوتا ہے' اگر وہ غلط فتویٰ دے گا تو سائل کی غلطی کی ذمہ داری عالم پر ہوگی۔

٥٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيُّ : حَدَّثَنِي رِشْدِينُ بْنُ سَعْدٍ، وَجَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ، عَنِ ابْنِ أَنْعُمٍ، هُوَ الإِفْرِيقِيُّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الْعِلْمُ ثَلَاثَةٌ، فَمَا وَرَاءَ ذٰلِكَ فَهُوَ فَضْلٌ، آيَةٌ مُحْكَمَةٌ، أَوْ سُنَّةٌ قَائِمَةٌ، أَوْ فَرِيضَةٌ عَادِلَةٌ».

۵۴- حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''علم تین چیزیں ہیں' اور جو کچھ ان کے علاوہ ہے وہ اضافی ہے (اس کے بغیر گزارہ ہوسکتا ہے۔) محکم آیات' ثابت شدہ سنتیں اور مالی حقوق جو عدل پر مبنی ہوں۔''

فوائد ومسائل: ① سند کے لحاظ سے یہ روایت ضعیف ہے، تاہم قرآن وحدیث کے علم کی اہمیت اور ضرورت دوسرے بہت سے دلائل سے ثابت ہے۔ اسی طرح علم میراث کی اہمیت بھی محتاج وضاحت نہیں۔ ② محکم آیت سے مراد یہ ہے کہ وہ آیت منسوخ ہو' نہ متشابہ۔ قرآن وحدیث میں ناسخ اور منسوخ کا علم بھی بہت اہمیت کا حامل ہے' اس کے بغیر کسی بھی مسئلے میں فیصلہ کرتے ہوئے غلطی ہوسکتی ہے۔ ③ ثابت شدہ سنت سے مراد یہ ہے کہ وہ سنت بسند صحیح رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہو اور منسوخ بھی نہ ہو۔ ④ مالی حقوق کے عدل پر مبنی ہونے سے مراد یہ ہے کہ مالی معاملات میں شرعی استحقاق کے بغیر کچھ لینا دینا ظلم ہے اور اس سے دنیا میں فساد پھیلتا ہے' اس لیے مسلمان کو ان امور کی لازمی تعلیم حاصل کرنا ضروری ہے اور ان میں سے ایک علم میراث ہے۔

٥٥- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ حَمَّادٍ سَجَّادَةُ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الأُمَوِيُّ، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ سَعِيدِ بْنِ حَسَّانَ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيٍّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ

۵۵- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ نے جب مجھے یمن بھیجا تو فرمایا: ''تم ہرگز فیصلہ نہ کرنا مگر (یقینی) علم کے مطابق اور اگر کسی معاملے میں مشکل پڑ جائے تو توقف

٥٤ـ **[إسناده ضعيف]** أخرجه أبوداود، الفرائض، باب ما جاء في تعليم الفرائض، ح: ٢٨٨٥ من حديث عبدالرحمٰن الإفريقي به، وهو ضعيف كشيخه(تقريب)، والحديث ضعفه الذهبي في تلخيص المستدرك: ٤/ ٣٣٢، وله شواهد ضعيفة.

٥٥ـ **[إسناده موضوع]** * محمد بن سعيد المصلوب كذاب كما قال النسائي وغيره (تهذيب التهذيب).

جَبَلٍ، قَالَ: لَمَّا بَعَثَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَى الْيَمَنِ قَالَ: «لاَ تَقْضِيَنَّ وَلاَ تَفْصِلَنَّ إِلَّا بِمَا تَعْلَمُ، وَإِنْ أَشْكَلَ عَلَيْكَ أَمْرٌ، فَقِفْ حَتَّى تُبَيِّنَهُ أَوْ تَكْتُبَ إِلَيَّ فِيهِ».

کرنا حتی کہ (صورت حال) واضح طور پر سمجھ لے (اور تحقیق کرلے) یا اس کے بارے میں مجھے لکھ دینا۔"

٥٦- حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الرِّجَالِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَمْرٍو الأَوْزَاعِيِّ، عَنْ عَبْدَةَ بْنِ أَبِي لُبَابَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «لَمْ يَزَلْ أَمْرُ بَنِي إِسَرائِيلَ مُعْتَدِلاً حَتَّى نَشَأَ فِيهِمُ الْمُوَلَّدُونَ، وَأَبْنَاءُ سَبَايَا الأُمَمِ، فَقَالُوا بِالرَّأْيِ، فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا».

۵۶- حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا' آپ فرما رہے تھے: "بنی اسرائیل کا معاملہ درست رہا حتی کہ ان میں دوسری قوموں کی لونڈیوں کی اولاد پیدا ہوگئی۔ (بڑے ہوکر) انھوں نے اپنی رائے سے مسائل بیان کیے تو وہ گمراہ ہوئے اور (دوسروں کو بھی) گمراہ کیا۔"

(المعجم ٩) - **بَابٌ: فِي الْإِيمَانِ** (التحفة ٩)

باب:۹- ایمان سے متعلق احکام ومسائل

٥٧- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ الطَّنَافِسِيُّ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الإِيمَانُ بِضْعٌ وَسِتُّونَ أَوْ سَبْعُونَ بَاباً أَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ. وَأَرْفَعُهَا قَوْلُ- لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ-

۵۷- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ایمان کے ساٹھ یا ستر سے زیادہ شعبے ہیں۔ ان میں سب سے معمولی (کم تر درجہ) راستے سے تکلیف دہ چیز کا دور کرنا ہے اور سب سے بلند "لا الہ الا اللہ" کہنا ہے اور حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔"

٥٦ـ [إسناده ضعيف] أخرجه الطبراني كما في الجامع الصغير للسيوطي * عبدة لم يلق ابن عمرو (تحفة الأشراف: ٦/ ٣٦٠)، وحارثة ابن أبي الرجال ضعيف (تقريب)، وله شاهد ضعيف عند البزار.

٥٧ـ أخرجه البخاري، الإيمان، باب أمور الإيمان، ح: ٩، ومسلم، الإيمان، باب بيان عدد شعب الإيمان . . . الخ، ح: ٣٥ من حديث ابن دينار به، وأخرجه مسلم من حديث سهيل به.

وَالْحَياءُ شُعْبَةٌ مِنَ الإِيمَانِ».

حدّثنا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الأَحْمَرُ، عَنِ ابْنِ عَجْلاَنَ. ح: وَحَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ رَافِعٍ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ سُهَيْلٍ - جَمِيعاً - عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، نَحْوَهُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہی روایت ایک دوسری سند سے بھی مروی ہے

فوائد ومسائل: ① ایمان کی مثال ایک درخت کی سی ہے' توحید ورسالت پر ایمان اس کی جڑ ہے اور اعمال صالحہ شاخیں اور دنیوی اور اخروی فوائد اس کے پھل ہیں' اگر درخت کی جڑ باقی نہ رہے تو درخت بھی قائم نہیں رہ سکتا' البتہ اگر کوئی شاخ کٹ جائے تو درخت پھر بھی قائم رہتا ہے اگرچہ ناقص ہو جاتا ہے۔ اسی طرح گناہوں سے ایمان میں نقص پیدا ہوتا ہے اور نیکیوں سے ایمان کی تکمیل وترقی ہوتی ہے۔ ② سبھی نیکیاں ایمان کی شاخیں ہیں لیکن سب سے اہم کلمۂ توحید لا إله إلا الله کا زبان سے اقرار ہے کیونکہ اسی کے نتیجے میں اسے ایمان کے دیگر فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ زبان کے ساتھ اقرار کے بغیر ایمان معتبر نہیں۔ ③ کسی نیکی کو معمولی سمجھ کر نظر انداز کرنا درست نہیں کیونکہ مومن کے دل میں نیکی کی خواہش ایمان ہی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے' اس لیے وہ ایمان کی شاخ ہے۔ ④ حیا ایمان کی ایک اہم شاخ ہے کیونکہ اس کی وجہ سے انسان بہت سے گناہوں سے بچ جاتا ہے' البتہ اس سے وہ بے جا حیا مراد نہیں جو انسان کو دینی مسائل پوچھنے سے' علم حاصل کرنے سے یا نیکی کا کوئی اور کام کرنے سے روک دے۔ ⑤ ایمان میں زبانی اعمال بھی شامل ہیں اور قلبی اعمال بھی اور دوسرے اعضاء وجوارح سے انجام دیے جانے والے اعمال بھی' مثلاً "لا إله إلا الله" کا اقرار زبان کا عمل ہے' اس پر یقین رکھنا دل کا عمل ہے اور راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا دیگر اعضاء کا عمل ہے۔ یہ سب ایمان کی شاخیں اور اس کے اجزاء ہیں۔ ⑥ ہر وہ عمل اچھا اور مطلوب ہے جس سے عام انسانوں کو فائدہ پہنچے۔ ضروری نہیں کہ وہ فائدہ صرف مسلمانوں تک محدود ہو' بشرطیکہ اس سے اسلام کے کسی اور حکم کی مخالفت نہ ہوتی ہو۔ ⑦ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایمان کے کئی جز ہیں اور جس چیز کے اجزاء ہوتے ہیں اس چیز میں کمی وبیشی ضرور ہوتی ہے' لہٰذا ایمان میں بھی کمی بیشی ہوتی ہے۔ ⑧ ایمان کی ان شاخوں پر عمل کے اعتبار سے جس قدر مومن مضبوط ہوگا اس کا ایمان بھی زیادہ ہوگا اور جس قدر کمزور ہوگا اس کا ایمان بھی اسی قدر کم ہوگا۔

٥٨- حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ أَبِي سَهْلٍ،

٥٨- حضرت سالم رحمہ اللہ نے اپنے والد (حضرت

٥٨ـ أخرجه مسلم، الإيمان، باب بيان عدد شعب الإيمان . . . الخ، ح:٣٦ من حديث سفيان به، وأخرجه البخاري، الإيمان، باب الحياء من الإيمان، ح: ٢٤ وغيره من حديث مالك عن الزهري به.

وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ قَالاَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعَ النَّبِيُّ ﷺ رَجُلاً يَعِظُ أَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ فَقَالَ: «إِنَّ الْحَيَاءَ شُعْبَةٌ مِنَ الإِيمَانِ».

عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت کی، انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ نے ایک آدمی کو سنا کہ وہ اپنے بھائی کو حیا کے متعلق نصیحت کر رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک حیا ایمان کی ایک شاخ ہے۔''

فوائد و مسائل: ① حیا سے مراد وہ اخلاقی کیفیت ہے جس کی وجہ سے انسان معیوب امور سے پرہیز کرتا ہے اور حق دار کے حق کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کرتا۔ ② حیا مومن کی خوبی ہے، اس لیے ہر وہ چیز یا عمل جو انسان کو بے حیائی پر آمادہ کرے اس سے اجتناب ضروری ہے۔ ③ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایمان کی بہت سی شاخیں ہیں جن میں کمی بیشی ممکن ہے، لہٰذا ایمان میں بھی کمی بیشی ہوتی ہے۔ ④ حیا کے متعلق نصیحت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسے کہہ رہا تھا کہ اتنی زیادہ شرم اچھی نہیں ہے لیکن نبی ﷺ نے اس کی اصلاح فرما دی۔ ⑤ جب کسی سے کوئی غلط بات سننے میں آئے جسے وہ صحیح سمجھ رہا ہو تو اس کی غلط فہمی دور کر کے صحیح بات واضح کر دینی چاہیے۔ یہ بھی نہی عن المنکر کی ایک صورت ہے۔ ⑥ بعض لوگ فطری طور پر شرمیلے ہوتے ہیں۔ ان کی تربیت کر کے ان کا رخ نیکیوں کی طرف موڑ دیا جائے تو یہ زیادہ مفید ہوتا ہے۔

٥٩- حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنِ الأَعْمَشِ. ح: وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنِ مَيْمُونٍ الرَّقِّيُّ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لاَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ كِبْرٍ، وَلاَ يَدْخُلُ النَّارَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ».

٥٩- حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس کے دل میں رائی کے دانے برابر بھی تکبر ہوگا، وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا اور جس کے دل میں رائی کے دانے برابر بھی ایمان ہوگا، وہ آگ (جہنم) میں داخل نہیں ہوگا۔''

فوائد و مسائل: ① تکبر ایک بہت مذموم وصف ہے۔ تکبر کی حقیقت رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان سے واضح ہوتی ہے: [اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ] (صحيح مسلم، الإيمان، باب تحريم الكبر و بيانه،

٥٩- أخرجه مسلم، الإيمان، باب تحريم الكبر وبيانه، ح: ٩١ من حديث سويد بن سعيد وغيره به.

حدیث:۹۱) ''تکبر کا مطلب حق بات کو ٹھکرانا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے۔'' ④ اگر تکبر کی بنا پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی باتوں پر ایمان لانے سے انکار کیا جائے تو اس کی سزا دائمی جہنم ہے کیونکہ یہ ایمان کے سراسر منافی ہے اور اگر تکبر اس قسم کا ہے کہ کوئی شخص مال و دولت، حسن و جمال، جاہ و منصب وغیرہ کی وجہ سے دوسروں کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے یا ہٹ دھرمی کی وجہ سے حق بات ماننے سے انکار کرتا ہے، تو یہ تکبر بھی اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے جس کی وجہ سے وہ جہنم کی سزا بھگتے بغیر جنت میں نہیں جا سکے گا، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل سے اسے معاف کر دے۔

٦٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَنْبَأَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا خَلَّصَ اللهُ الْمُؤْمِنِينَ مِنَ النَّارِ وَأَمِنُوا، فَمَا مُجَادَلَةُ أَحَدِكُمْ لِصَاحِبِهِ فِي الْحَقِّ يَكُونُ لَهُ فِي الدُّنْيَا، أَشَدَّ مُجَادَلَةً مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لِرَبِّهِمْ فِي إِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ أُدْخِلُوا النَّارَ، قَالَ: يَقُولُونَ: رَبَّنَا! إِخْوَانُنَا كَانُوا يُصَلُّونَ مَعَنَا، وَيَصُومُونَ مَعَنَا، وَيَحُجُّونَ مَعَنَا فَأَدْخَلْتَهُمُ النَّارَ، فَيَقُولُ: اذْهَبُوا فَأَخْرِجُوا مَنْ عَرَفْتُمْ مِنْهُمْ، فَيَأْتُونَهُمْ فَيَعْرِفُونَهُمْ بِصُوَرِهِمْ، لاَ تَأْكُلُ النَّارُ صُوَرَهُمْ، فَمِنْهُمْ مَنْ أَخَذَتْهُ النَّارُ إِلَى أَنْصَافِ سَاقَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ أَخَذَتْهُ إِلَى كَعْبَيْهِ، فَيُخْرِجُونَهُمْ، فَيَقُولُونَ: رَبَّنَا! أَخْرَجْنَا مَنْ قَدْ أَمَرْتَنَا، ثُمَّ يَقُولُ: أَخْرِجُوا مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ وَزْنُ دِينَارٍ مِنَ الإِيمَانِ، ثُمَّ مَنْ كَانَ

٦٠- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) مومنوں کو جہنم سے نجات دے دے گا اور وہ امن میں ہو جائیں گے تو پھر وہ اپنے ان بھائیوں کے بارے میں جو (گناہوں کی کثرت کی وجہ سے) جہنم میں چلے گئے، اس قدر اصرار سے اپنے رب سے بار بار عرض کریں گے کہ دنیا میں اپنے بھائی سے اپنے حق کے لیے اس طرح جھگڑا نہ کیا ہوگا۔ وہ کہیں گے: اے ہمارے پروردگار! یہ ہمارے بھائی ہیں، ہمارے ساتھ نمازیں پڑھا کرتے تھے، ہمارے ساتھ روزے رکھا کرتے تھے، ہمارے ساتھ حج کرتے تھے، تو نے انھیں (اپنے عدل کی بنا پر) جہنم میں داخل کر دیا (اب اپنے فضل سے انھیں معاف فرما دے)، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جاؤ، جنھیں تم پہچانتے ہو (جہنم سے) نکال لو۔ وہ ان (دوزخیوں) کے پاس آئیں گے اور انھیں ان کی شکلوں سے پہچان لیں گے۔ آگ ان کی صورتیں نہیں کھائے گی (چہرے نہیں جلیں گے)، آگ نے کسی کو آدھی پنڈلیوں تک جلا دیا ہوگا، کسی کو ٹخنوں تک جلا دیا ہوگا، وہ انھیں نکال لائیں

٦٠- [إسناده صحيح] أخرجه النسائي، الإيمان، باب زيادة الإيمان، ح: ٥٠١٣ من حديث عبدالرزاق به: ٨/ ١١٢، ١١٣.

فِي قَلْبِهِ وَزْنُ نِصْفِ دِينَارٍ، ثُمَّ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ». قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: فَمَنْ لَمْ يُصَدِّقْ هٰذَا فَلْيَقْرَأْ: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِن تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ مِن لَّدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا﴾. [النساء: ٤٠]

گے اور عرض کریں گے: اے ہمارے رب! جن کا تو نے ہمیں حکم دیا تھا' انھیں ہم نے نکال لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ پھر فرمائے گا: جس کے دل میں ایک دینار کے وزن برابر ایمان ہے اسے بھی نکال لو' پھر (ارشاد ہوگا) جس کے دل میں نصف دینار کے وزن برابر (ایمان ہے' اسے بھی نکال لو) اس کے بعد (یہاں تک حکم ہو جائے گا کہ) جس کے دل میں رائی کے دانے برابر ایمان ہے (اسے بھی جہنم سے نکال لو۔'') حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جسے یقین نہ آئے وہ اس آیت کو پڑھ لے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً یُّضٰعِفْهَا وَیُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِیْمًا﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا' اور اگر (کسی کی) کوئی نیکی ہوگی تو اسے کئی گنا بڑھا دے گا اور اسے اپنے پاس سے اجر عظیم عطا فرمائے گا۔''

فوائد ومسائل: ① قیامت کے دن شفاعت کبریٰ تو صرف حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے لیے مخصوص ہے لیکن دیگر انبیائے کرام علیہم السلام اور مومنین کو بھی درجہ بدرجہ شفاعت کی اجازت دی جائے گی۔ ② کوئی نبی یا ولی اپنی مرضی سے کسی گناہ گار کو جہنم سے نجات نہیں دے سکتا بلکہ وہ حضرات اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے اور اپنے گناہ گار بھائیوں کے حق میں درخواست کریں گے' پھر جن کے حق میں اللہ چاہے گا شفاعت قبول فرما کر انھیں جہنم سے نجات دے دے گا۔ ③ گناہ گار مومن جہنم کی آگ میں اپنے چہروں کی وجہ سے پہچانے جائیں گے کہ یہ مومن ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ نیک مومن گناہ گاروں کو سجدوں کے نشانات سے پہچانیں گے۔ (صحیح بخاری' الرقاق' باب الصراط جسر جهنم' حدیث: ٦٥٧٣) اس سے نماز کی اہمیت بھی معلوم ہوتی ہے۔ ④ گناہ گاروں کو جہنم میں ان کے گناہوں کے مطابق کم یا زیادہ عذاب ہوگا۔ ⑤ تمام مومنوں کا ایمان برابر نہیں بلکہ کم زیادہ ہوتا رہتا ہے۔ ⑥ اللہ کی رحمت اتنی وسیع ہے کہ کم سے کم ایمان والا بھی نجات پا جائے گا لیکن مشرکین کو نجات نہیں ملے گی' انھوں نے جو نیکیاں خلوص سے کی ہوں گی' ان کا بدلہ یہ ملے گا کہ ان کے عذاب میں تخفیف ہو جائے گی لیکن وہ عذاب دائمی ہوتا رہے گا۔ ⑦ اس سے اللہ کا عدل ثابت ہوتا ہے کہ کافروں کو بھی عذاب میں برابر نہیں رکھا جائے گا اور اس کی رحمت بھی ظاہر ہوتی ہے کہ تھوڑی نیکیوں پر زیادہ ثواب مل جائے گا۔

٦١- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ نَجِيحٍ، وَكَانَ ثِقَةً، عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ، عَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ - وَنَحْنُ فِتْيَانٌ حَزَاوِرَةٌ - فَتَعَلَّمْنَا الإِيمَانَ قَبْلَ أَنْ نَتَعَلَّمَ الْقُرْآنَ، ثُمَّ تَعَلَّمْنَا الْقُرْآنَ، فَازْدَدْنَا بِهِ إِيمَاناً.

۶۱- حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: ہمیں نبی ﷺ کا ساتھ نصیب ہوا جب کہ ہم بھرپور جوان تھے' تو ہم نے قرآن کا علم حاصل کرنے سے پہلے ایمان سیکھا' پھر ہم نے قرآن سیکھا تو اس سے ہمارے ایمان میں اضافہ ہوگیا۔

فوائد ومسائل: ① حدیث میں [حَزَاوِرَة] کا لفظ وارد ہوا ہے' جس کا واحد [حَزَوَّر] ہے۔ اس سے مراد عمر کا وہ حصہ ہے جب جوانی کی پوری قوت حاصل ہوجاتی ہے۔ اس عمر میں نوجوانی کا کھلنڈرا پن ختم ہو چکا ہوتا ہے' لہٰذا انسان ہر کام کی طرف سنجیدگی سے توجہ دیتا ہے اور اسے اچھی طرح سمجھ سکتا ہے اور بڑھاپا ابھی شروع نہیں ہوتا کہ انسان یاد کرنے اور عمل کرنے کی مشقت برداشت نہ کر سکے۔ ان صحابۂ کرام نے اس عمر میں دین کا علم حاصل کیا جو اس مقصد کے لیے بہترین عمر ہے۔ ② علم کا اصل مقصد عمل ہے' لہٰذا طالب علم کو چاہیے کہ جو علم حاصل کرے اس پر عمل بھی کرے تا کہ علم یاد بھی رہے اور اس کا فائدہ یعنی رضائے الٰہی بھی حاصل ہو۔ ③ طالب علم کو ابتدائی مرحلے میں صرف مسائل بتانے چاہییں۔ ان کے دلائل یا اختلافی مسائل کے دلائل کی تفصیل اور راجح قول کی وجہ ترجیح وغیرہ بعد کے مراحل میں بیان ہونے چاہییں۔ ④ توحید اور عقائد کا علم عبادات ومعاملات کے علم سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مکی دور میں جو قرآنی سورتیں نازل ہوئی ہیں ان میں زیادہ زور عقیدے پر ہے۔ اور مدنی دور میں زیادہ تر معاملات بیان ہوئے۔ ⑤ علم میں اضافے سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔ ⑥ روایت کا آخری جملہ ایمان میں کمی بیشی پر دلیل ہے۔

٦٢- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ نِزَارٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «صِنْفَانِ مِنْ هٰذِهِ

۶۲- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کی دو جماعتیں ایسی ہیں' جن کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں: مُرجِئَہ اور قَدَرِیَّہ۔''

٦١ـ [إسناده صحيح] أخرجه الطبراني في الكبير: ٢/ ١٦٥، ح: ١٦٧٨ من حديث وكيع وغيره به، وقال البوصيري: "هٰذا إسناد صحيح، رجاله ثقات".

٦٢ـ [إسناده ضعيف] أخرجه الترمذي، القدر، باب ماجاء في القدرية، ح: ٢١٤٩ من حديث محمد بن فضيل به، وقال: "هٰذا حديث حسن غريب صحيح" * نزار ضعيف (تقريب)، وله شاهد ضعيف عند الترمذي.

الأُمَّةِ لَيْسَ لَهُمَا فِي الإِسْلَامِ نَصِيبٌ: الْمُرْجِئَةُ وَالْقَدَرِيَّةُ».

فوائد و مسائل: ① یہ روایت تو سنداً ضعیف ہے، تاہم مرجئہ اور قدریہ فرقوں کا وجود ایک مسلمہ تاریخی حقیقت ہے اس لیے ذیل میں ان کے عقائد کا تذکرہ اور اہل سنت سے ان کے فرق و اختلاف کی تفصیل بیان کرنی مناسب معلوم ہوتی ہے۔[المُرجئہ، الإرجاء] کے معنی ''مؤخر کرنا'' یا ''امید دلانا'' ہیں۔[مُرجئہ] کو مُرجئہ کہنے کی چند وجوہات ہو سکتی ہیں: ✱ [مُرجئہ] عمل کو نیت اور اعتقاد سے مؤخر کرتے ہیں۔ ✱ ان کا یہ کہنا ہے کہ ایمان کے ساتھ معصیت کچھ مضر نہیں جیسا کہ کفر کے ساتھ اطاعت مفید نہیں۔ ✱ کبیرہ گناہ کے مرتکب شخص کے معاملے کو آخرت کے دن تک مؤخر کرنا۔ دنیا میں اس کے جنتی یا جہنمی ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ ✱ حضرت علی ؓ کو خلافت میں پہلے نمبر سے چوتھے نمبر پر مؤخر کرنا۔ ② مُرجئہ کی اقسام: مُرجئہ کے مندرجہ ذیل فرقے ہیں: ○الجهمية الصالحية ○الشِّمرية ○اليُونسية ○اليونانية ○النَّجّارية ○الغَيْلانية ○الحَنَفية ○الشبيبية ○المَعَاذية ○المريسية ○الكرّامية. ③ مرجئہ کے چند اہم عقائد یہ ہیں: ۞ ان کے نزدیک جس شخص نے کلمۂ طیبہ کا اقرار کر لیا وہ ہرگز دوزخ میں نہیں جائے گا اگرچہ کفر و شرک کی ہر غلاظت میں ملوث ہو جائے۔ ۞ ان کے نزدیک ایمان صرف قول کا نام ہے عمل اس میں شامل نہیں اس لیے چاند سورج اور بت کو سجدہ کرنا کفر نہیں بلکہ صرف کفر کی علامت ہے۔ ۞ ایمان میں کمی بیشی نہیں ہوتی بلکہ ایک فاسق و فاجر شخص کا ایمان انبیاء اور فرشتوں کے ایمان کے برابر ہوتا ہے۔ ۞ یہ صفات الٰہی کے منکر ہیں اور قیامت کے روز دیدار الٰہی کے بھی منکر ہیں۔ ④ مرجئہ کے مقابلے میں اہل سنت والجماعت کے عقائد: مرجئہ اور دیگر فرقوں کے مقابلے میں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ عدل و انصاف پر مبنی ہے اور اس کی بنیاد کتاب اللہ اور سنت نبوی کی صریح نصوص ہیں اس لیے ان کے عقیدے میں کسی قسم کی کجی یا تضاد نہیں ہے بلکہ ان کا عقیدہ صاف سیدھا اور برحق ہے۔ اہل سنت والجماعت کے چند اہم عقائد یہ ہیں:

○ ان کے نزدیک ایمان اقرار لسانی تصدیق قلبی اور اعمال کے مجموعے کا نام ہے۔ اعمال ایمان سے خارج نہیں۔ نیکیوں سے ایمان بڑھتا ہے اور گناہوں سے اس میں کمی آتی ہے۔ اس کی دلیل قرآن مجید کی متعدد آیات ہیں جن میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿وَإِذَا مَآ أُنزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُم مَّن يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَٰذِهِۦٓ إِيمَٰنًا فَأَمَّا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ فَزَادَتْهُمْ إِيمَٰنًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ﴾ (التوبة: ۱۲۴) ''اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو بعض منافقین کہتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کے ایمان کو زیادہ کیا ہے؟ چنانچہ جو لوگ ایمان دار ہیں اس سورت نے ان کے ایمان کو زیادہ کیا ہے اور وہ خوش ہو رہے ہیں۔'' امام بخاری ؒ نے صحیح بخاری میں متعدد عناوین کے تحت اس مسئلے کو بیان کیا ہے، مثلاً: [إِنَّ الْإِيمَانَ هُوَ الْعَمَلُ، الصَّلَاةُ مِنَ الْإِيمَانِ، اَلزَّكَاةُ مِنَ

الْإِيْمَانِ، اِتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ مِنَ الْإِيْمَانِ، زِيَادَةُ الْإِيْمَانِ وَ نُقْصَانُهٗ] آیات قرآنی اور صحیح احادیث کی روشنی میں یہ واضح فرمایا ہے کہ اعمال ایمان کا حصہ ہیں اور اطاعت سے ایمان میں اضافہ اور نافرمانی سے اس میں کمی ہوتی ہے۔

○ اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ مومن اپنے بعض گناہوں کی بنا پر دوزخ میں جا سکتا ہے لیکن وہ اپنے ایمان کی وجہ سے ایک نہ ایک دن جہنم سے نکل آئے گا' ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا۔ اس کی دلیل حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کا اقرار کیا اور اس کے دل میں جَو کے وزن کے برابر ایمان ہوا وہ جہنم سے نکل آئے گا اور جس نے لا اله الا الله کو مان لیا اور اس کے دل میں گندم کے دانے کے برابر ایمان ہوا وہ دوزخ سے نکل آئے گا' جس نے لا اله الا الله کی تصدیق کی اور اس کے دل میں ذرے کے برابر ایمان ہوا وہ بھی آگ سے نجات پالے گا۔'' (صحيح البخاري، الإيمان، باب زيادة الإيمان و نقصانه، حديث:۴۴) نیز آپ کا ارشاد گرامی ہے: [مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه اَنْجَتْهُ يَوْمًا مِّنْ دَهْرِهٖ اَصَابَهٗ قَبْلَ ذٰلِكَ مَا اَصَابَهٗ] ''جس شخص نے لا اله الا الله کا اقرار کیا اسے یہ کلمۂ طیبہ جہنم سے ایک نہ ایک دن نجات دلا دے گا اگرچہ اس سے پہلے اسے کچھ عذاب ہو بھی چکا ہو۔'' (حلية الأولياء:۴۶/۵، وشعب الإيمان، باب في الإيمان بالله عزوجل، حديث: ۹۷، ۹۸) یہ حکم اس شخص کا ہے جس نے لا اله الا الله کا اقرار کیا اور تمام واجبات و شرائط کا لحاظ رکھا اور خود کو کفر و شرک سے محفوظ رکھا۔ والله اعلم.

○ اہل سنت والجماعت اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء و صفات پر ایمان رکھتے ہیں اور اس میں تشبیہ' تمثیل' تکییف یا تاویل کے بغیر ایمان لاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں ان کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ صفات اللہ تعالیٰ کی شان اور علو مرتبہ کے لائق ہیں۔ کسی مخلوق کی صفت کے ساتھ ان کی مشابہت لازم نہیں آتی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ﴾ ''اس جیسی کوئی چیز نہیں۔'' نیز اہل سنت والجماعت قیامت کے روز مومنوں کو دیدار الٰہی ہونے کے قائل ہیں' اس کی دلیل میں صحیحین کی یہ روایت پیش کی جاتی ہے: ''صحابۂ کرام نے نبیٔ اکرم ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کا دیدار کر سکیں گے؟ آپ نے فرمایا: ''تم چودھویں رات کے چاند کو دیکھنے میں کوئی مشکل پاتے ہو؟'' صحابہ نے عرض کیا: نہیں' اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ''کیا سورج کو دیکھنے میں تمھیں کوئی دقت ہوتی ہے جبکہ اس کے سامنے کوئی بادل بھی نہ ہو؟'' صحابہ نے عرض کیا: نہیں' اے اللہ کے رسول! تو آپ نے فرمایا: ''تم اسی طرح بلا مشقت و رکاوٹ اپنے رب کا دیدار کرو گے......'' (صحيح البخاري، التوحيد، باب قول الله تعالى ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ حديث:۷۴۳۷ وصحيح مسلم، الإيمان، باب معرفة طريق الرؤية، حديث:۱۸۲)

۶۳- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا

۶۳- حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے

۶۳ـ أخرجه مسلم، الإيمان، ح:۸ من حديث وكيع به.

وَكِيعٌ ، عَنْ كَهْمَسِ بْنِ الْحَسَنِ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ بُرَيْدَةَ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ ، عَنْ عُمَرَ ، قَالَ : كُنَّا جُلُوساً عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ ، فَجَاءَ رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ ، شَدِيدُ سَوَادِ شَعْرِ الرَّأْسِ ، لاَ يُرَى عَلَيْهِ أَثَرُ سَفَرٍ ، وَلاَ يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ ، قَالَ : فَجَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَسْنَدَ رُكْبَتَهُ إِلَى رُكْبَتِهِ ، وَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى فَخِذَيْهِ ، ثُمَّ قَالَ : يَا مُحَمَّدُ ! مَا الإِسْلاَمُ؟ قَالَ : «شَهَادَةُ أَنْ لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ ، وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ ، وَإِقَامُ الصَّلاَةِ ، وَإِيْتَاءُ الزَّكَاةِ ، وَصَوْمُ رَمَضَانَ ، وَحَجُّ الْبَيْتِ» . فَقَالَ : صَدَقْتَ ، فَعَجِبْنَا مِنْهُ ، يَسْأَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ ، ثُمَّ قَالَ : يَا مُحَمَّدُ ! مَا الإِيمَانُ؟ قَالَ : «أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ وَمَلاَئِكَتِهِ ، وَرُسُلِهِ ، وَكُتُبِهِ ، وَالْيَوْمِ الآخِرِ ، وَالْقَدَرِ ، خَيْرِهِ وَشَرِّهِ» . قَالَ : صَدَقْتَ . فَعَجِبْنَا مِنْهُ ، يَسْأَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ ، ثُمَّ قَالَ : يَا مُحَمَّدُ ! مَا الْإِحْسَانُ؟ قَالَ : «أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ ، فَإِنَّكَ إِنْ لاَ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ» . قَالَ : فَمَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ : «مَا الْمَسْؤُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ» . قَالَ : فَمَا أَمَارَتُهَا؟ قَالَ : «أَنْ تَلِدَ الأَمَةُ رَبَّتَهَا - قَالَ وَكِيعٌ : يَعْنِي : تَلِدُ الْعَجَمُ الْعَرَبَ - وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ ، يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبِنَاءِ» . قَالَ : ثُمَّ قَالَ : فَلَقِيَنِي النَّبِيُّ ﷺ بَعْدَ ثَلاَثٍ ، فَقَالَ :

فرمایا: ہم نبی ﷺ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ ایک آدمی آیا جس کے کپڑے انتہائی سفید اور سر کے بال انتہائی سیاہ تھے‘ اس پر سفر کے اثرات (گرد وغبار اور تھکن وغیرہ) نظر نہیں آ رہے تھے اور اسے ہم میں سے کوئی پہچانتا نہیں تھا۔ وہ نبی ﷺ کے پاس آ کر بیٹھ گیا‘ اپنے گھٹنے آپ کے گھٹنوں سے ملا دیے اور اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر رکھ لیے‘ پھر اس نے کہا: اے محمد! اسلام کیا ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ”اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں (محمد) اللہ کا رسول ہوں‘ نماز قائم کرنا‘ زکاۃ دینا‘ رمضان کے روزے رکھنا اور بیت اللہ کا حج کرنا۔“ اس نے کہا: آپ نے سچ فرمایا۔ ہمیں اس پر تعجب ہوا کہ آپ ﷺ سے سوال کرتا ہے اور (خود ہی) تصدیق بھی کرتا ہے (کہ آپ کا جواب صحیح ہے)‘ پھر اس نے کہا: اے محمد! ایمان کیا ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ”(ایمان یہ ہے کہ) تو اللہ پر‘ اس کے فرشتوں پر‘ اس کے رسولوں پر‘ اس کی کتابوں پر‘ قیامت پر اور اچھی بری تقدیر پر ایمان لائے۔“ اس نے کہا: آپ نے سچ فرمایا۔ ہمیں اس پر تعجب ہوا کہ آپ ﷺ سے سوال بھی کرتا ہے اور آپ کی تصدیق بھی کرتا ہے‘ پھر اس نے کہا: اے محمد! احسان کیا ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ”(احسان یہ ہے کہ) تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے گویا تو اسے دیکھ رہا ہے‘ اگر تو اسے نہیں دیکھتا تو وہ تو تجھے دیکھتا ہے۔“ اس نے کہا: قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا: ”جس سے اس کے متعلق پوچھا جا رہا ہے‘ وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔“ اس نے کہا: اس کی علامت کیا ہے؟ آپ نے

«أَتَدْرِي مَنِ الرَّجُلُ؟» قُلْتُ : اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ : «ذَاكَ جِبْرِيلُ، أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ مَعَالِمَ دِينِكُمْ».

فرمایا: ''(قرب قیامت کی علامتیں یہ ہیں) لونڈی اپنی مالکہ کو جنے گی...... وکیع ؒ نے کہا: یعنی عجم کی عورتوں سے عربوں کی اولاد ہوگی...... اور یہ کہ تم ایسے لوگوں کو دیکھو گے جن کے پیروں میں جوتیاں نہیں' جسم پر کپڑے نہیں' مفلس ہیں (کھانے کو خوراک نہیں) بکریاں چراتے ہیں' (لیکن پھر ان کے پاس اتنی دولت آ جائے گی کہ) ایک دوسرے سے بڑھ کر بڑی بڑی عمارتیں بنائیں گے۔'' حضرت عمر ؓ نے فرمایا: تین دن بعد نبی ﷺ مجھ سے ملے تو فرمایا: ''کیا تم کو معلوم ہے وہ آدمی کون تھا؟'' میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ معلوم ہے۔ آپ نے فرمایا: ''وہ جبریل علیہ السلام تھے' تم لوگوں کو تمھارے دین کی اہم باتیں سکھانے آئے تھے۔''

فوائد ومسائل: ① یہ حدیث ''حدیث جبریل'' کے نام سے مشہور ہے' اس میں دین کے اہم مسائل مذکور ہیں۔ اس میں عبادات بھی ہیں' دل اور باقی جسم کے اعمال بھی' واجبات' سنن اور مستحبات بھی اور ممنوع اور مکروہ امور بھی۔ ② ''اسلام'' سے ظاہری اعمال مراد ہیں جن کو دیکھ کر کسی کے مسلم یا غیر مسلم ہونے کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اور ''ایمان'' سے قلبی تصدیق ویقین مراد ہے جس پر آخرت میں نجات کا دارومدار ہے۔ ''احسان'' بھی ایمان ہی کا اعلیٰ درجہ ہے جس کے سبب عبادت میں حسن پیدا ہوتا ہے۔ ③ اکثر اوقات جب ''ایمان'' کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے باطنی تصدیق کے ساتھ ساتھ ظاہری اعمال بھی مراد ہوتے ہیں۔ اسی طرح ''اسلام'' سے وہ اسلام مراد ہوتا ہے جس سے آخرت میں نجات حاصل ہوگی' یعنی دلی تصدیق کی بنیاد پر نیک اعمال کی انجام دہی' اس لحاظ سے ''ایمان'' اور ''اسلام'' ہم معنی ہو جاتے ہیں جب کہ الگ الگ ذکر ہوں' البتہ جب کسی مقام پر ''ایمان'' اور ''اسلام'' دونوں اکٹھے مذکور ہوں تو ایمان سے قلبی تصدیق مراد ہوتی ہے اور اسلام سے ظاہری اطاعت کے اعمال جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُل لَّمْ تُؤْمِنُوا وَلَـٰكِن قُولُوا أَسْلَمْنَا﴾ (الحجرات:١٤) ''بدو کہتے ہیں ہم ایمان لائے' آپ کہہ دیجیے (حقیقت میں) تم ایمان نہیں لائے لیکن تم یوں کہو کہ ہم اسلام لائے (مخالفت چھوڑ کر مطیع ہو گئے۔'') ④ اللہ کی عبادت اس طرح کرنا جیسے کہ اللہ کی ذات روبرو ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قلبی توجہ' انابت' خشوع' خوف ورجا وغیرہ کی کیفیات اپنے کمال پر ہوں' ورنہ اللہ کی زیارت دنیا میں رہتے ہوئے ممکن نہیں' کوئی مخلوق اسے برداشت نہیں کر سکتی' البتہ جنت میں مومنوں کو اللہ کا دیدار نصیب ہوگا' اس میں کوئی شک نہیں' قرآن وحدیث کی

کی واضح نصوص میں اس کی صراحت موجود ہے' البتہ اس کی کیفیت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ دیکھیے (صحیح البخاري' حدیث:۷۴۳۷ اور صحیح مسلم' حدیث :۱۸۲) ⑤ قیامت قائم ہونے کا وقت بالتعیین کوئی نہیں جانتا' پیغمبر نہ فرشتے' صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے کیونکہ وہی علام الغیوب ہے۔ ⑥ قیامت کی بہت سی علامات حدیثوں میں وارد ہیں' ان میں کچھ قیامت سے کافی پہلے واقع ہو چکی ہیں' مثلاً: بعثت نبوی' ارض حجاز سے ظاہر ہونے والی آگ' جس سے شام کے شہر بصری میں بھی روشنی ہوگئ' یہ واقعہ ۶۵۴ھ میں پیش آیا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے (فتح الباری شرح صحیح البخاري' کتاب الفتن' باب خروج النار) اور بعض ابھی ظاہر ہونے والی ہیں' مثلاً: ظہور دجال اور امام مہدی کا ظہور' نزول مسیح علیہ السلام اور یاجوج و ماجوج کا خروج۔ یہ بڑی بڑی علامات ہیں' زیر نظر حدیث میں چھوٹی علامات ذکر کی گئی ہیں۔ ⑦ [أَنْ تَلِدَ الْأَمَةُ رَبَّتَهَا] ''لونڈی اپنی مالکہ کو جنے گی'' اس جملے کی وضاحت کئی طرح سے کی گئی ہے: (ا) ایک مطلب یہ ہے کہ لونڈیوں کی کثرت ہو جائے گی اور لونڈیوں سے جو اولاد ہوگی' وہ آقا کی اولاد ہونے کی وجہ سے آقا کے حکم میں ہوگی جبکہ ان کی ماں لونڈی ہی کہلائے گی اور بیٹی اپنی ماں کی مالک قرار دی جائے گی۔ حضرت وکیع رحمہ اللہ کا قول اسی طرف اشارہ کرتا ہے۔ (ب) ایک مطلب یہ بھی ہے کہ اولاد اپنے والدین کا ادب واحترام کرنے کے بجائے ان سے گستاخی اور سرکشی کا رویہ رکھے گی اور ان پر اس طرح حکم چلائے گی جس طرح آقا اپنے غلاموں اور لونڈیوں سے درشت سلوک روا رکھتے ہیں۔ (ج) ایک رائے یہ بھی سامنے آئی ہے کہ اس حدیث میں جدید دور میں پیدا ہونے والے بعض مسائل کی طرف اشارہ ہے' مثلاً: ایسے تجربات کیے گئے ہیں جن میں مذکر اور مؤنث کے مادۂ تولید کو مؤنث کے جسم سے باہر ملا کر تجربہ گاہ میں جنین وجود میں لایا گیا جسے بعد میں کسی اور مؤنث کے جسم میں رکھ کر تخلیقی مراحل کی تکمیل ہوئی۔ اس طرح مولود جس کے جسم میں پیدا ہوا' اس کے مادۂ تولید سے پیدا نہیں ہوا۔ ان تجربات کے نتیجے میں یہ عین ممکن ہے کہ کوئی دولت مند میاں بیوی اپنا جنین کسی غریب عورت کے جسم میں پروان چڑھائیں جو تھوڑی سی اجرت کے بدلے یہ مشقت برداشت کرنے پر تیار ہو سکتی ہے' جب بچہ پیدا ہوگا تو دولت مند میاں بیوی ہی اس کے ماں باپ مانے جائیں گے' اور جس عورت نے اس کی پیدائش کی تکلیف اٹھائی ہوگی' وہ اجیر یا مملوک ہی رہے گی اور پیدا ہونے والا بچہ اسے اپنی ماں نہیں بلکہ نوکرانی ہی تصور کرے گا اور خود وہ عورت بھی اپنی یہی حیثیت سمجھے گی۔ موجودہ دور میں اخلاقی اقدار جس تیزی سے رو بہ زوال ہیں' اس کے مدنظر یہ کچھ بعید نہیں کہ عملاً یہ صورت رواج پا جائے۔ واللہ اعلم. یورپ میں' جہاں عفت و پاک دامنی کا تصور ختم ہو گیا ہے' اب اس قسم کی صورتیں اختیار کی جانے لگی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسلامی معاشروں کو اس اخلاقی پستی سے محفوظ رکھے۔ ⑧ جب غربت کے بعد دولت نصیب ہو تو صحیح طرز عمل یہ ہے کہ اللہ کی اس نعمت کا شکر کرتے ہوئے ناداروں کی ضروریات بھی پوری کی جائیں تاکہ اخروی فوائد بھی حاصل ہو سکیں' جیسے قارون کو اس کی قوم کے افراد نے کہا تھا: ﴿وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ﴾ (القصص:۷۷) ''اور جو کچھ اللہ نے تجھے دے رکھا ہے اس میں سے آخرت کے گھر کی تلاش بھی رکھ اور اپنے دنیوی حصے کو بھی نہ بھول اور

جیسے اللہ نے تجھ پر احسان کیا ہے تو بھی (دوسروں پر) احسان کر۔'' ⑨ محض اپنے فائدے اور راحت کے لیے اور فخر و مباہات کے لیے لمبی چوڑی عمارتیں بنانا درست نہیں۔ ⑩ عقائد اور اعمال یہ سب دین ہے' لہٰذا اخروی نجات کے لیے صحیح عقیدہ اور صحیح عمل دونوں ضروری ہیں۔ ⑪ تقدیر کا مطلب یہ ہے کہ ابد تک جو کچھ ہو گا اللہ کو وہ سب کچھ پہلے سے معلوم ہے۔ اب جو کچھ ہوتا ہے وہ اس کے اس علم کے مطابق ہوتا ہے جو اس نے لکھ رکھا ہے۔ تقدیر کے اچھے برے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ ہمارے لیے بظاہر خیر ہے' مثلاً: تندرستی' خوشحالی' پیداوار کی کثرت اور فراوانی یا جسے ہم شر قرار دیتے ہیں' مثلاً: قحط سالی' آلام ومصائب' یہ سب کچھ اس کی مرضی اور حکمت کے مطابق ہو رہا ہے۔ اسے خیر وشر مخلوق کے لحاظ سے فرمایا گیا ہے ورنہ اللہ کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی حکمت ومصلحت ہوتی ہے' اس کے لحاظ سے وہ خیر ہی ہوتا ہے۔ ⑫ جبریل امین علیہ السلام کا قرآنی وحی لے کر آنا تو مشہور ومعروف ہے' علاوہ ازیں دین اسلام کے مسائل کی توضیح وتعلیم کے لیے جبریل علیہ السلام کا آنا بھی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ ⑬ دینی واسلامی مسائل سیکھنے کے متعدد طریقے ہیں' ان میں سے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ سوالات وجوابات کی مجلس ونشست قائم کی جائے' اس انداز سے مسائل خوب ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔ ⑭ سائل کو مسئول کے سامنے گھٹنے ٹیک کر ادب واحترام سے بیٹھنا چاہیے اور انداز گفتگو نہایت نرم اور مؤدبانہ ہونا چاہیے۔ ⑮ جبریل امین علیہ السلام نے سفید لباس اختیار کیا تھا' نیز رسول اللہ ﷺ نے سفید لباس پر رغبت دلائی ہے اور خود بھی پسند کیا ہے حتی کہ مُردوں کے لیے بھی سفید کفن کو منتخب کیا۔ (جامع الترمذي' الأدب' باب ماجاء في لبس البياض' حديث: ۲۸۱۰)

٦٤- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ أَبِي حَيَّانَ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَوْمًا بَارِزًا لِلنَّاسِ، فَأَتَاهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! مَا الإِيمَانُ؟ قَالَ: «أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ، وَمَلاَئِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ، وَرُسُلِهِ، وَلِقَائِهِ، وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ الآخِرِ». قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! مَا الإِسْلاَمُ؟ قَالَ: «أَنْ تَعْبُدَ اللهَ وَلاَ تُشْرِكَ بِهِ شَيْئاً، وَتُقِيمَ الصَّلاَةَ الْمَكْتُوبَةَ، وَتُؤَدِّيَ الزَّكَاةَ

۶۴- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ باہر لوگوں میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ایمان کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(ایمان یہ ہے) کہ تو اللہ پر' اس کے فرشتوں پر' اس کی کتابوں پر' اس کے رسولوں پر اور اس سے ملاقات پر ایمان لائے اور دوبارہ زندہ ہونے پر بھی ایمان لائے۔'' اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! اسلام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''یہ کہ تو اللہ کی عبادت کرے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے' فرض نماز قائم

٦٤ـ أخرجه البخاري، الإيمان، باب سؤال جبريل النبي ﷺ . . . الخ، ح: ٥٠، ومسلم، الإيمان، باب الإيمان ماهو؟ وبيان خصاله، ح: ٩ من حديث إسماعيل به.

الْمَفْرُوضَةَ، وَتَصُومَ رَمَضَانَ». قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! مَا الإِحْسَانُ؟ قَالَ: «أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنَّكَ إِنْ لاَ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ». قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ: «مَا الْمَسْؤُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ، وَلٰكِنْ سَأُحَدِّثُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا. إِذَا وَلَدَتِ الأَمَةُ رَبَّتَهَا فَذٰلِكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا، وَإِذَا تَطَاوَلَ رِعَاءُ الْغَنَمِ فِي الْبُنْيَانِ فَذٰلِكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا فِي خَمْسٍ لاَ يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللهُ». فَتَلا رَسُولُ اللهِ ﷺ: ﴿إِنَّ ٱللَّهَ عِندَهُۥ عِلْمُ ٱلسَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ ٱلْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِى ٱلْأَرْحَامِ ۖ وَمَا تَدْرِى نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۖ وَمَا تَدْرِى نَفْسٌۢ بِأَىِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌۢ﴾. [لقمان: ٣٤]

کرے' فرض کا ادا کرے اور رمضان کے روزے رکھے۔'' اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! احسان کیا ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے گویا تو اسے دیکھ رہا ہے' اگر تو اسے نہیں دیکھتا تو وہ تجھے دیکھتا ہے۔'' اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا: ''جس سے اس کے متعلق پوچھا جا رہا ہے' وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا لیکن میں تجھے اس کی علامتیں بتاتا ہوں۔ جب لونڈی اپنی مالکہ کو جنے گی تو یہ اس کی ایک علامت ہے' جب بکریوں کے چرواہے ایک دوسرے کے مقابلے میں لمبی چوڑی عمارتیں بنائیں تو یہ بھی اس کی علامت ہے' (لیکن اس کے وقت کا تعین) ان پانچ چیزوں میں شامل ہے جنھیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا' پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿إِنَّ اللّٰهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾ ''قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے' وہ بارش نازل کرتا ہے اور وہی جانتا ہے کہ (مادہ کے) رحموں میں کیا ہے اور کسی کو معلوم نہیں کہ وہ کل کیا کمائے گا اور کسی کو معلوم نہیں کہ اس کو کس زمین میں موت آئے گی' یقیناً اللہ تعالیٰ علم رکھنے والا باخبر ہے۔''

فوائد ومسائل: ① مستقبل کا صحیح علم صرف اللہ کو ہے۔ آیت مبارکہ میں مذکور تمام امور کا تعلق مستقبل سے ہے۔ قیامت کے متعلق جو علامات بیان کی گئی ہیں ان کے ظہور کا متعین وقت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا' چہ جائیکہ قیامت کے وقت کا تعین کرنے کی کوشش کی جائے' اسی طرح دوسرے امور بھی ہیں جن کے متعلق انسان اندازے لگاتا رہتا

ہے جو صحیح بھی ہو سکتے ہیں اور غلط بھی' مثلاً: بادل دیکھ کر ہم بارش کی امید کر سکتے ہیں لیکن سو فیصد یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ یہ بادل برسے گا یا بغیر برسے ہی آگے گزر جائے گا۔ اسی طرح آثار و علامات کی روشنی میں بچے کی امید کر سکتے ہیں لیکن ان کا مذکر یا مؤنث ہونا' ذہین یا کم عقل ہونا' کسی جسمانی یا ذہنی معذوری میں مبتلا ہونا وغیرہ ایسے امور ہیں جن کے بارے میں کوئی شخص مکمل وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ہم مستقبل کے پروگرام تو بنا سکتے ہیں لیکن ناگہانی رکاوٹوں اور اچانک پیش آنے والے حالات سے قبل از وقت واقف نہیں ہو سکتے' اسی طرح کسی کی زندگی اور موت کے بارے میں صحیح علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ انسان صرف اندازہ کر سکتا ہے لیکن یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ اس کا اندازہ بالکل صحیح ہوگا۔ ② اگر عالم کو کوئی مسئلہ معلوم نہ ہو تو اسے چاہیے کہ کہہ دے ''مجھے معلوم نہیں'' اور اسے اپنی عزت و شان کے منافی نہ سمجھے۔ ③ عالم کو چاہیے کہ سوال کرنے والے کو نرمی اور محبت سے سمجھائے' ناراضی کا اظہار نہ کرے۔

٦٥- حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ أَبِي سَهْلٍ، وَمُحَمَّدُ ابْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالاَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلاَمِ بْنُ صَالِحٍ أَبُو الصَّلْتِ الْهَرَوِيُّ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ ابْنُ مُوسَى الرِّضَا، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الإِيمَانُ مَعْرِفَةٌ بِالْقَلْبِ وَقَوْلٌ بِاللِّسَانِ وَعَمَلٌ بِالأَرْكَانِ». قَالَ أَبُو الصَّلْتِ: لَوْ قُرِىءَ هٰذَا الإِسْنَادُ عَلَى مَجْنُونٍ لَبَرَأَ.

۶۵- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''ایمان نام ہے دل سے (اللہ کی) معرفت کا' زبان سے اقرار اور (جسم کے) اعضاء کے ساتھ (اس کے مطابق) عمل کرنے کا۔'' ابوصلت نے کہا: اگر یہ سند کسی مجنون پر پڑھی جائے تو وہ تندرست ہو جائے۔

٦٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، وَمُحَمَّدُ ابْنُ الْمُثَنَّى، قَالاَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ

۶۶- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص اس

٦٥ـ [إسناده موضوع] أخرجه ابن الجوزي في الموضوعات: ١/ ١٢٨ من حديث الهروي به * أبوالصلت الهروي كذاب، كذبه أبوحاتم وغيره (تهذيب)، وتوثيق ابن معين له لا يزيده إلا وهنًا، كما في هامش الفوائد المجموعة للشوكاني، ح: ١٠٣، باب صلوٰة الجماعة.

٦٦ـ أخرجه البخاري، الإيمان، باب من الإيمان أن يحب لأخيه ما يحب لنفسه، ح: ١٣، ومسلم، الإيمان، باب الدليل على أن من خصال الإيمان . . . الخ، ح: ٤٥ من حديث شعبة به.

جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لاَ يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ - أَوْ قَالَ لِجَارِهِ - مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ».

وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے (مسلمان) بھائی کے لیے...... یا فرمایا: اپنے ہمسائے کے لیے...... بھی وہ چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔''

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں مسلمانوں کی باہمی خیر خواہی کی فضیلت اور اس کی ترغیب ہے۔ ② دوسرے مسلمان کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرنا چاہیے جیسا کوئی شخص اپنے لیے پسند کرتا ہے' مثلاً: جس طرح کوئی شخص یہ پسند نہیں کرتا کہ کوئی اسے دھوکا دے' اسی طرح اسے چاہیے کہ وہ بھی دوسروں کو دھوکا نہ دے' جس طرح ایک شخص یہ پسند کرتا ہے کہ مشکل میں اس کی مدد کی جائے' اسے بھی چاہیے کہ مشکلات میں دوسروں کی مدد کرے۔ ③ عام طور پر انسان اپنے حقوق کے بارے میں بہت حساس ہوتا ہے لیکن اپنے فرائض کے متعلق غفلت کا ارتکاب کرتا ہے' حالانکہ وہ بھی کسی کے حقوق ہیں' اگر ہر شخص دوسروں کے حقوق کا خیال رکھے تو سب کے حقوق محفوظ ہو جائیں گے اور معاشرے میں امن وامان قائم ہو جائے گا۔ ④ اخلاق حسنہ ایمان کی تکمیل کا باعث ہیں' ان کے بغیر ایمان کامل نہیں ہوتا' جس کے نتیجے میں آخرت میں عذاب ہوسکتا ہے۔

٦٧- **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، وَمُحَمَّدُ ابْنُ الْمُثَنَّى قَالاَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لاَ يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَلَدِهِ، وَوَالِدِهِ، وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ».

٦٧- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص ایمان دار نہیں ہوسکتا حتی کہ میں اسے اس کی اولاد' والد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہو جاؤں۔''

فوائد ومسائل: ① نبی اکرم ﷺ سے محبت ایمان کی بنیاد ہے جس قدر محبت پختہ ہوگی' اسی قدر ایمان بھی زیادہ ہوگا۔ محبت میں کمی بیشی ایمان میں کمی بیشی کی دلیل ہے۔ ② محبت کا معیار زبانی دعوی نہیں بلکہ اطاعت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِي﴾ (آل عمران:٣١) ''کہہ دیجیے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔'' ③ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت دوسروں سے زیادہ ہونے کا پتہ تب چلتا ہے جب اولاد کی محبت' والدین کی محبت یا کسی بزرگ یا دوست کی محبت کسی ایسے کام کا تقاضا کرے جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہو' پھر اگر نبی ﷺ کی محبت زیادہ ہوگی تو دوسروں کی ناراضی کی پروا نہیں ہوگی بلکہ

٦٧- أخرجه البخاري، الإيمان، باب حب الرسول من الإيمان، ح:١٥، ومسلم، الإيمان، باب وجوب محبة رسول الله ﷺ، ح:٤٤ من حديث شعبة به.

انسان دوسروں کو ناراض کر کے اللہ کے رسول ﷺ کے حکم اور اسوہ پر عمل کرے گا' اگر دوسروں کی محبت زیادہ ہو گی تو شریعت کی مخالفت کا ارتکاب کر کے انھیں خوش کرنے کی کوشش کی جائے گی جو ایمان کے مطلوبہ معیار کے خلاف ہے۔ اسی طرح قوم اور قبیلہ کے رسم ورواج کی بھی یہی حیثیت ہے۔

٦٨- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لاَ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا، وَلاَ تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا، أَوَ لاَ أَدُلُّكُمْ عَلَى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ؟ أَفْشُوا السَّلاَمَ بَيْنَكُمْ».

٦٨- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم جنت میں داخل نہیں ہو گے جب تک مومن نہ بن جاؤ اور (کامل) مومن نہیں بن سکتے جب تک باہم محبت کرنے والے نہ بن جاؤ۔ کیا میں تمھیں وہ کام نہ بتاؤں جس کے کرنے سے تمھارے اندر ایک دوسرے کی محبت پیدا ہو جائے؟ آپس میں ''سلام'' کو رواج دو۔''

فوائد ومسائل: ① دخول جنت کے لیے ایمان لازمی شرط ہے۔ ② باہمی محبت ایمان کی تکمیل کا ذریعہ ہے' اس لیے وہ تمام کام کرنے چاہییں جن سے باہمی محبت پیدا ہو اور ان کاموں سے اجتناب کرنا چاہیے جن سے باہمی نفرت پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔ ③ ایک دوسرے کو سلام کرنا آپس میں اچھے تعلقات قائم کرنے اور قائم رکھنے کا ایک عمدہ ذریعہ ہے۔ دوسری احادیث میں بعض دیگر امور بھی بیان ہوئے ہیں' مثلاً: مصافحہ کرنا' معانقہ کرنا' تحفہ تحائف دینا۔ دیکھیے: (موطأ امام مالك: ٢/٩٠٨' حديث: ١٧٣١' والأدب المفرد' حديث: ٥٩٤)

٦٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ: حَدَّثَنَا عَفَّانُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الأَعْمَشِ؛ ح: وَحَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ: حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ

٦٩- حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان کو گالی دینا گناہ ہے اور اس سے جنگ کرنا کفر ہے۔''

٦٨ـ أخرجه مسلم، الإيمان، باب بيان أنه لا يدخل الجنة إلا المؤمنون . . . الخ، ح: ٥٤ عن ابن أبي شيبة به.

٦٩ـ أخرجه البخاري، الإيمان، باب خوف المؤمن من أن يحبط عمله وهو لا يشعر، ح: ٤٨، ومسلم، الإيمان، باب بيان قول النبي ﷺ . . . الخ، ح: ٦٤ من حديث أبي وائل به، وأخرجه أيضًا البخاري، ح: ٧٠٧٦، ومسلم، ح: ٦٤ من حديث الأعمش به.

وَقِتَالُهُ كُفْرٌ» .

فوائد ومسائل: ① چونکہ مسلمانوں میں باہمی تعلقات کا خوش گوار ہونا شرعاً مطلوب ہے' اس لیے شریعت نے ان کاموں سے منع فرمایا ہے جن سے تعلقات خراب ہونے کا اندیشہ ہو' ان میں ایک چیز گالی گلوچ بھی ہے جو ایک اچھے مسلمان کی شان کے لائق نہیں' اس لیے اسے فسق یعنی نافرمانی اور گناہ قرار دیا گیا ہے۔ ② مسلمان سے جنگ کرنا کفر ہے' اس سے وہ کفر مراد نہیں جس کی وجہ سے کوئی شخص اسلام سے خارج ہو جاتا ہے بلکہ اس سے مراد ایسا کام ہے جو مسلمان کی شان کے خلاف ہے' یعنی علماء کی اصطلاح میں [كُفْرٌ دُونَ كُفْرٍ] "چھوٹا کفر ہے۔" قرآن مجید میں ہے: ﴿وَاِنْ طَائِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا﴾ (الحجرات: ۹) "جب مسلمانوں کی دو جماعتوں میں لڑائی ہو جائے تو ان میں صلح کرا دیا کرو۔" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑائی کے باوجود وہ مومن ہی رہتے ہیں' کافر نہیں ہو جاتے۔

٧٠- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ: حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ الرَّازِيُّ، عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ فَارَقَ الدُّنْيَا عَلَى الإِخْلاَصِ لِلَّهِ وَحْدَهُ، وَعِبَادَتِهِ لاَ شَرِيكَ لَهُ، وَإِقَامِ الصَّلاَةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، مَاتَ وَاللهُ عَنْهُ رَاضٍ» .

۷۰- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "جو شخص ایک اللہ کے لیے خلوص رکھتے ہوئے اور کسی کو اس کا شریک نہ مان کر صرف اس کی عبادت کرتے ہوئے' نماز پڑھتے اور زکاۃ دیتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوا' اس کی موت اس حال میں آتی ہے کہ اللہ اس سے راضی ہوتا ہے۔"

130

قَالَ أَنَسٌ: وَهُوَ دِينُ اللهِ الَّذِي جَاءَتْ بِهِ الرُّسُلُ، وَبَلَّغُوهُ عَنْ رَبِّهِمْ قَبْلَ هَرْجِ الأَحَادِيثِ، وَاخْتِلاَفِ الأَهْوَاءِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کا دین یہی ہے جسے رسول لے کر آئے اور جسے انھوں نے اپنے رب کی طرف سے (بندوں کو) پہنچایا' بعد میں (سچی جھوٹی) باتیں خلط ملط ہو گئیں اور طرح طرح کی من مرضی کی باتیں سامنے آ گئیں۔

وَتَصْدِيقُ ذٰلِكَ فِي كِتَابِ اللهِ، فِي آخِرِ مَا

اس کی تصدیق اللہ کی کتاب کی ان آیات سے ہوتی

٧٠ـ [ضعيف] أخرجه الطبري في تفسيره: ٦/ ٣٢٠، التوبة: ٥ من حديث أبي جعفر به، وصححه الحاكم: ٢/ ٣٣٢، وحسّنه المنذري برمزه، وضعفه البوصيري، رجاله موثقون عند الجمهور لكن قال ابن حبان في الربيع بن أنس: "الناس يتقون حديثه ما كان من رواية أبي جعفر عنه لأن في أحاديثه عنه اضطرابًا كثيرةً" (الثقات).

نَزَلَ. يَقُولُ اللهُ: ﴿فَإِن تَابُوا﴾ - قَالَ: خَلْعُ الأَوْثَانِ وَعِبَادَتِها: - ﴿وَأَقَامُوا الصَّلَوٰةَ وَءَاتَوُا الزَّكَوٰةَ﴾. [التوبة: ٥]

ہے جو آخر میں نازل ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَاِنْ تَابُوْا﴾ ''پس اگر وہ توبہ کریں۔'' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یعنی اوثان سے دست کش ہو جائیں اور ان کی عبادت ترک کردیں۔ ﴿وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ﴾ ''اور نماز قائم کریں اور زکاۃ ادا کریں۔''

وَقَالَ فِي آيَةٍ أُخْرَى: ﴿فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَوٰةَ وَءَاتَوُا الزَّكَوٰةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ﴾. [التوبة: ١١]

دوسری آیت میں فرمایا: ﴿فَاِنْ تَابُوا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ﴾ ''اگر وہ توبہ کرلیں، نماز قائم کریں اور زکاۃ ادا کریں تو وہ بھی تمھارے دینی بھائی ہیں۔''

حَدَّثَنَا أَبُو حَاتِمٍ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى الْعَبْسِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ الرَّازِيُّ، عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ أَنَسٍ مِثْلَهُ.

ابو حاتم نے عبید اللہ بن موسیٰ سے، انھوں نے ابو جعفر الرازی سے، انھوں نے ربیع بن انس سے اسی مفہوم کی ایک مرسل روایت بیان کی۔

فوائد ومسائل: ① پہلی آیت کے مکمل الفاظ یہ ہیں: ﴿فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ۔ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (التوبة:٥) ''پھر جب حرمت کے مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو، انھیں گرفتار کرو، ان کا محاصرہ کرو، ان کی تاک میں ہر گھات میں جا بیٹھو۔ (لیکن) اگر وہ توبہ کرلیں، نماز کے پابند ہو جائیں اور زکاۃ ادا کرنے لگیں تو انکی راہ چھوڑ دو یقیناً اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔'' اس کی وضاحت حضرت انس نے یوں کی ہے کہ توبہ سے مراد شرک سے توبہ ہے۔ ② ان آیات سے معلوم ہوا کہ کسی قوم کو مسلمان اسی وقت تسلیم کیا جا سکتا ہے جب وہ توحید ورسالت کے اقرار کے ساتھ ساتھ عملی مسائل یعنی نماز اور زکاۃ کو بھی اختیار کریں۔ انکار کی صورت میں انھیں کافر قرار دے کر جہاد کیا جائے گا جس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسی آیت سے استدلال کر کے مانعین زکاۃ کے خلاف جہاد کیا تھا۔ ③ یہ روایت تو ضعیف ہے لیکن اس میں بیان کردہ باتوں کی تائید صحیح روایات سے ہوتی ہے۔

٧١- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الأَزْهَرِ: حَدَّثَنَا

۷۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ

٧١ـ [صحيح متواتر] ❊ الحسن موصوف بتدليس الإسناد (طبقات المدلسين/ المرتبة الثانية) وعنعن، وللحديث طرق كثيرة عند البخاري ومسلم وغيرهما عن أبي هريرة رضي الله عنه، وهو من الأحاديث المتواترة.

أَبُو النَّضْرِ: حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ، وَيُقِيمُوا الصَّلاَةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ».

ﷺ نے فرمایا: ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جہاد کروں حتی کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور میں (محمد) اللہ کا رسول ہوں اور نماز قائم کریں اور زکاۃ ادا کریں۔''

فوائد ومسائل: ① اللہ کی راہ میں جنگ کرنا مسلمانوں کا اجتماعی فریضہ ہے جس کا مقصد انسانوں کو غیر اللہ کی عبادت سے ہٹا کر صرف اللہ کی عبادت پر قائم کرنا ہے۔ ② کسی شخص کے اسلام میں واقعی داخل ہو جانے کا ثبوت تین چیزیں ہیں: توحید ورسالت کا اقرار کرنا' نماز باقاعدگی سے ادا کرنا اور اسلام کے مالی حق یعنی زکاۃ کی ادائیگی کرنا۔ ③ مذکورہ بالا آیات اور حدیث میں اسلام کے صرف تین ارکان کا ذکر کیا گیا ہے۔ (اقرار شہادتین' نماز اور زکاۃ) اس کی وجہ یہ ہے کہ شہادتین کے بغیر تو اسلام میں داخل ہونے کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ نماز ایسی اجتماعی عبادت ہے جو ہر مسلمان پر ہر حال میں ادا کرنا فرض ہے' اس لیے اسے اسلام اور کفر کے درمیان امتیازی علامت قرار دیا گیا ہے اور زکاۃ اگرچہ صرف مال داروں پر فرض ہے لیکن اسلامی حکومت دولت مندوں سے اس کی وصولی اور ناداروں میں اس کی تقسیم کا جس طرح اہتمام کرتی ہے' اس بنا پر یہ بھی مسلم اور غیر مسلم میں واضح امتیاز کا باعث بن جاتی ہے کیونکہ زکاۃ صرف مسلمانوں سے لی جاتی ہے اور مسلمانوں ہی میں تقسیم کی جاتی ہے۔ ④ اس حدیث میں دو ارکان (روزہ اور حج) کا ذکر نہیں کیا گیا کیونکہ روزہ ایک پوشیدہ عبادت ہے اگر ایک شخص بغیر روزہ رکھے اپنے آپ کو روزے دار باور کرانا چاہے تو اس کے لیے ایسا کرنا ممکن ہے۔ اور حج اول تو سب مسلمانوں پر فرض ہی نہیں' دوسرے صاحب استطاعت افراد پر بھی زندگی میں ایک ہی بار فرض ہے۔ علاوہ ازیں جس قوم کے خلاف جنگ کی جا رہی ہے وہ اگر روزہ رکھنے اور حج کرنے کا اقرار بھی کریں تو اس کے عملی اظہار کے لیے انھیں خاص مہینوں کا انتظار کرنا پڑے گا' لہٰذا جنگ کرنے یا نہ کرنے کا تعلق ایسے کاموں سے قائم کرنا حکمت کے منافی ہے۔ واللہ اعلم۔

٧٢- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الأَزْهَرِ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ بَهْرَامٍ، عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أُمِرْتُ أَنْ

۷۲- حضرت معاذ بن جبل ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جہاد کروں حتی کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں (محمد) اللہ کا رسول ہوں' اور نماز قائم کریں اور زکاۃ ادا کریں۔''

٧٢ـ [صحيح متواتر] وقال البوصيري: "هٰذا إسناد حسن"، انظر الحديث السابق.

أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ، وَيُقِيمُوا الصَّلاَةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ».

٧٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الرَّازِيُّ: أَنْبَأَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ اللَّيْثِيُّ: حَدَّثَنَا نِزَارُ بْنُ حَيَّانَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالاَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «صِنْفَانِ مِنْ أُمَّتِي لَيْسَ لَهُمَا فِي الإِسْلاَمِ نَصِيبٌ: أَهْلُ الْإِرْجَاءِ، وَأَهْلُ الْقَدَرِ».

۷۳-حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت میں سے دو جماعتیں ایسی ہیں جن کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں' مرجئہ اور قدریہ۔''

نوٹ: یہ حدیث ضعیف ہے' تاہم مرجئہ اور قدریہ کی وضاحت حدیث نمبر: ۶۲ کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

٧٤- حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ الْبُخَارِيُّ سَعِيدُ بْنُ سَعْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ خَارِجَةَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ عَيَّاشٍ عَنْ عَبْدِ الْوَهَّابِ بْنِ مُجَاهِدٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ قَالاَ: الْإِيمَانُ يَزِيدُ وَيَنْقُصُ.

۷۴-حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے' ان دونوں نے فرمایا: ایمان میں اضافہ اور کمی ہوتی ہے۔

٧٥- حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ الْبُخَارِيُّ: حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ

۷۵-حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: ایمان بڑھتا اور گھٹتا ہے۔

٧٣ـ [إسناده ضعيف] أخرجه ابن أبي عاصم في السنة، ح: ٩٤٨ عن يونس به، وضعفه البوصيري * نِزار تقدم، ح: ٦٢، وله شواهد ضعيفة عند الترمذي وغيره.

٧٤ـ [إسناده ضعيف جدًا] * عبدالوهاب "متروك، وقد كذبه الثوري" (تقريب)، ومفهوم الأثر صحيح، مروي بالتواتر عن ثقات أئمة المسلمين رحمهم الله.

٧٥ـ [إسناده ضعيف] * إسماعيل بن عياش كان يدلس (طبقات المدلسين/ المرتبة الثالثة) وعنعن، والحارث لم أجد من وثقه، وفيه علل أخرٰى.

حَرِيزِ بْنِ عُثْمَانَ، عَنِ الحارِثِ، أَظُنُّهُ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: الإِيمَانُ يَزْدَادُ وَيَنْتَقِصُ.

فوائد ومسائل: ① یہ دونوں آثار اگر چہ سنداً ضعیف ہیں' اور مرفوعاً ثابت نہیں لیکن یہ بات سلف سے متواتر نقل ہوتی چلی آئی ہے اور مشہور ہے' اس لیے ایمان میں کمی بیشی' اہل سنت کے ہاں مسلم ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''صحیح بخاری'' میں ''کتاب الایمان'' کے پہلے باب میں اس کے ثبوت میں قرآن مجید کی متعدد آیات ذکر فرمائی ہیں اور اس کے بعد کئی ابواب میں ایسی احادیث ذکر فرمائی ہیں جن سے نیک اعمال کا اجزائے ایمان ہونا ثابت ہوتا ہے۔ واضح رہے کہ جس چیز کے اجزا ہوں' ان میں سے اگر ایک یا چند جز مفقود ہوں تو وہ چیز ناقص ہو جاتی ہے۔ اس مسئلہ کی مزید تفصیل کے لیے فتح الباری کے متعلقہ ابواب کا مطالعہ مفید ہوگا۔

(المعجم ١٠) - بَابٌ: فِي الْقَدَرِ (التحفة ١٠)

باب: ١٠- تقدیر سے متعلق احکام ومسائل

٧٦- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ [الرَّقِّيُّ]: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، وَمُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، وَأَبُومُعَاوِيَةَ. ح: وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ الرَّقِّيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ: حَدَّثَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوقُ أَنَّهُ: «يُجْمَعُ خَلْقُ أَحَدِكُمْ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْماً، ثُمَّ يَكُونُ عَلَقَةً مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ يَبْعَثُ اللهُ إِلَيْهِ الْمَلَكَ، فَيُؤْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ، فَيَقُولُ: أُكْتُبْ عَمَلَهُ وَأَجَلَهُ وَرِزْقَهُ وَشَقِيٌّ

٧٦- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: ہمیں اللہ کے رسول ﷺ نے حدیث سنائی وہ (خود بھی) سچے تھے' اور انھیں (اللہ کی طرف سے بھی) سچی خبر ملی۔ (آپ نے فرمایا:) ''انسان کا مادۂ تخلیق اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن (قطرے کی صورت میں) جمع رہتا ہے' پھر اتنی ہی مدت کے لیے (جمے ہوئے خون کی) پھٹکی یا لوتھڑا بن جاتا ہے' پھر اتنا ہی عرصہ گوشت کا ٹکڑا بنا رہتا ہے' پھر اللہ تعالیٰ اس کے پاس ایک فرشتہ بھیجتا ہے جسے چار باتوں (کے لکھنے) کا حکم دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اس کے اعمال' اس کی عمر اور اس کا رزق لکھ دے اور یہ بھی کہ وہ بدقسمت ہوگا یا خوش قسمت۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ

٧٦ـ أخرجه البخاري، القدر، ح: ٦٥٩٤ وغيره، ومسلم، القدر، باب كيفية خلق الآدمي . . . الخ، ح: ٢٦٤٣ من حديث الأعمش به، وأخرجه مسلم أيضًا من حديث أبي معاوية ووكيع به .

أَمْ سَعِيدٌ، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ، فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا. وَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا».

میں میری جان ہے! ایک آدمی جنتیوں والے عمل کرتا رہتا ہے حتی کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے' پھر اس پر (تقدیر کی) تحریر غالب آ جاتی ہے اور وہ جہنمیوں والا عمل کر کے جہنم میں داخل ہو جاتا ہے۔ (اسی طرح) ایک آدمی جہنمیوں والے اعمال کرتا رہتا ہے حتی کہ وہ جہنم سے ایک ہاتھ دور رہ جاتا ہے' پھر اس پر (تقدیر کا) لکھا غالب آ جاتا ہے' چنانچہ وہ جنتیوں والا عمل کر کے جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔''

فوائد ومسائل: ① تقدیر کا مطلب یہ ہے کہ ابد تک جو کچھ بھی ہونے والا ہے' اس کا علم پہلے سے اللہ کو ہے اور اس نے اسے لکھ رکھا ہے۔ اب جو کچھ ہوتا ہے وہ اس کے ازلی علم کے مطابق ہی ہوتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ نے گناہ گار کو گناہ کرنے پر مجبور کیا ہے۔ انسان اللہ کی دی ہوئی طاقت ہی سے نیکی یا گناہ کرتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ اختیار چھین لیتا لیکن وہ ایسا نہیں کرتا' البتہ اسے پہلے سے معلوم ہے کہ فلاں بندہ اس اختیار کو صحیح طریقے سے استعمال کر کے اس کی خوشنودی حاصل کر لے گا اور فلاں بندہ اس اختیار کے غلط استعمال کی وجہ سے اللہ کو ناراض کر کے سزا کا مستحق ہو جائے گا۔ ② انسان کے نیک و بد اعمال' اس کی عمر' اس کا رزق اور اس کا جنتی یا جہنمی ہونا ایک خاص وقت پر اللہ کے بتانے سے فرشتوں کے علم میں آتا ہے اور وہ لکھ لیتے ہیں' اگرچہ یہ فیصلے ازل میں ہو چکے ہیں اور لوح محفوظ میں درج ہو چکے ہیں۔ ③ ماں کے پیٹ میں انسان کی تخلیق کے مختلف مراحل ہیں۔ ایک مرحلے سے دوسرے مرحلے میں تبدیلی بتدریج ہوتی ہے لیکن پہلے چالیس دن تک اس کی کیفیت مادۂ تولید سے قریب تر ہوتی ہے جبکہ دوسرے مرحلہ میں وہ دیکھنے میں خون سے زیادہ مشابہ محسوس ہوتا ہے۔ تیسرے مرحلے میں اعضاء بننے لگتے ہیں لیکن مجموعی طور پر وہ نرم گوشت کے ٹکڑے سے مشابہ نظر آتا ہے۔ ④ ہر انسان کی عمر مقرر ہے۔ اس سے پہلے فوت نہیں ہو سکتا' لہٰذا بندے کو جان کے خوف سے ایمان ترک نہیں کرنا چاہیے بلکہ ایمان کی حفاظت کے لیے جان قربان کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ ⑤ ہر انسان کا رزق مقرر ہو چکا ہے جو اسے بہرحال ملنا ہے' بندے کی آزمائش اس چیز میں ہے کہ وہ اس کے حصول کے لیے کون سے ذرائع اختیار کرتا ہے۔ مقررہ رزق حلال طریقے سے بھی مل جائے گا اور جو چیز تقدیر میں نہیں وہ ناجائز ذرائع اختیار کرنے سے بھی نہیں ملے گی، اس لیے اللہ پر توکل کرتے ہوئے رزق حلال حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ⑥ کسی شخص کے بارے میں بالیقین جنتی یا جہنمی ہونے کا فیصلہ نہیں کرنا چاہیے۔ یہ بات صرف اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ کون جنت میں جانے والا ہے اور کون جہنم کا ایندھن بننے والا ہے' البتہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھنا ضروری ہے اور کسی نیک آدمی کے بارے میں اظہار خیال

کرتے ہوئے یہی کہنا چاہیے کہ ہمارے خیال میں وہ نیک آدمی تھا اور ہم اللہ کی رحمت سے امید رکھتے ہیں کہ وہ جنت میں جائے گا' البتہ جن افراد کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یا اس کے نبی ﷺ نے بتا دیا ہے' ان کے جنتی یا جہنمی ہونے کے بارے میں یقین رکھنا چاہیے' مثلاً: ابولہب اور اس کی بیوی کا جہنمی ہونا' جیسے سورۂ لہب میں مذکور ہے یا عشرۂ مبشرہ رضی اللہ عنہم کا جنتی ہونا وغیرہ۔ ⑦ کسی غیر مسلم یا گناہ گار کو تبلیغ کی جائے اور وہ قبول نہ کرے تو یہ نہیں کہنا چاہیے کہ اسے ہرگز ہدایت نہیں ملے گی کیونکہ اس کا علم صرف اللہ کو ہے ممکن ہے آخری وقت میں ہدایت نصیب ہو جائے' جیسے ایک یہودی لڑکے کو مرض الموت میں رسول اللہ ﷺ نے اسلام لانے کو کہا' تو وہ اسلام لے آیا اور فوت ہو گیا۔ (صحیح البخاری' الجنائز' باب إذا أسلم الصبی فمات هل یُصلی علیه......' حدیث:۱۳۵۶) ⑧ مومن کو نیکیوں پر فخر نہیں کرنا چاہیے بلکہ اللہ کا خوف رکھتے ہوئے استقامت کی دعا کرتے رہنا چاہیے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا فرمائی تھی: ﴿فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ﴾ (یوسف: ۱۰۱) ''اے زمین اور آسمان کے بنانے والے! تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا دوست اور کارساز ہے' مجھے اسلام کی حالت میں فوت کرنا اور نیکوں میں شامل کر دینا۔''

۷۷- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَاسِنَانٍ، عَنْ وَهْبِ بْنِ خَالِدٍ الْحِمْصِيِّ، عَنِ ابْنِ الدَّيْلَمِيِّ، قَالَ: وَقَعَ فِي نَفْسِي شَيْءٌ مِنْ هٰذَا الْقَدَرِ، خَشِيتُ أَنْ يُفْسِدَ عَلَيَّ دِينِي وَأَمْرِي، فَأَتَيْتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ، فَقُلْتُ: أَبَاالْمُنْذِرِ! إِنَّهُ قَدْ وَقَعَ فِي نَفْسِي شَيْءٌ مِنْ هٰذَا الْقَدَرِ فَخَشِيتُ عَلَى دِينِي وَأَمْرِي، فَحَدِّثْنِي مِنْ ذٰلِكَ بِشَيْءٍ، لَعَلَّ اللهَ أَنْ يَنْفَعَنِي بِهِ، فَقَالَ: لَوْ أَنَّ اللهَ عَذَّبَ أَهْلَ سَمَاوَاتِهِ، وَأَهْلَ أَرْضِهِ لَعَذَّبَهُمْ، وَهُوَ غَيْرُ ظَالِمٍ لَهُمْ، وَلَوْ رَحِمَهُمْ لَكَانَتْ رَحْمَتُهُ خَيْرًا لَهُمْ مِنْ أَعْمَالِهِمْ، وَلَوْ كَانَ لَكَ مِثْلُ

۷۷- ابن دیلمی رحمہ اللہ سے روایت ہے' انھوں نے کہا: میرے دل میں تقدیر کے مسئلہ میں شبہ پیدا ہوا' جس سے مجھے خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں وہ میرا دین اور کام (معاملات) تباہ نہ کر دے، چنانچہ میں حضرت اُبَی بن کعب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے کہا: ابومنذر! میرے دل میں تقدیر کے بارے میں شبہ پیدا ہو گیا ہے جس سے مجھے اپنے دین اور معاملات کے بارے میں (خرابی کا) خوف ہے۔ مجھے اس کے متعلق کچھ فرمائیے' شاید اس سے اللہ تعالیٰ مجھے فائدہ بخش دے۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ (تمام) آسمانوں والوں اور (تمام) زمین والوں کو عذاب دینا چاہے' تو دے سکتا ہے۔ یہ اس کا ان پر ظلم نہیں ہوگا۔ اور اگر ان پر رحمت کرے' تو اس کی رحمت ان کے اعمال

۷۷_ [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، السنة، باب في القدر، ح: ٤٦٩٩ من حديث أبي سنان به، وصححه ابن حبان(موارد)، ح: ١٨١٧.

جَبَلِ أُحُدٍ ذَهَباً ، أَوْ مِثْلُ جَبَلِ أُحُدٍ تُنْفِقُهُ فِي سَبِيلِ اللهِ مَا قُبِلَ مِنْكَ حَتَّى تُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ ، فَتَعْلَمَ أَنَّ مَا أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ ، وَأَنَّ مَا أَخْطَأَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَكَ ، وَأَنَّكَ إِنْ مُتَّ عَلَى غَيْرِ هٰذَا دَخَلْتَ النَّارَ ، وَلاَ عَلَيْكَ أَنْ تَأْتِيَ أَخِي ، عَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُودٍ فَتَسْأَلَهُ ، فَأَتَيْتُ عَبْدَ اللهِ ، فَسَأَلْتُهُ فَذَكَرَ مِثْلَ مَا قَالَ أُبَيٌّ ، وقَالَ لِي : وَلاَ عَلَيْكَ أَنْ تَأْتِيَ حُذَيْفَةَ ، فَأَتَيْتُ حُذَيْفَةَ فَسَأَلْتُهُ ، فَقَالَ مِثْلَ مَا قَالاَ ، وَقَالَ : ائْتِ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ فَاسْأَلْهُ ، فَأَتَيْتُ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ فَسَأَلْتُهُ ، فَقَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ : «لَوْ أَنَّ اللهَ عَذَّبَ أَهْلَ سَمٰوَاتِهِ وَأَهْلَ أَرْضِهِ لَعَذَّبَهُمْ وَهُوَ غَيْرُ ظَالِمٍ لَهُمْ ، وَلَوْ رَحِمَهُمْ لَكَانَتْ رَحْمَتُهُ خَيْرًا لَهُمْ مِنْ أَعْمَالِهِمْ ، وَلَوْ كَانَ لَكَ مِثْلُ أُحُدٍ ذَهَباً ، أَوْ مِثْلُ جَبَلِ أُحُدٍ ذَهَباً تُنْفِقُهُ فِي سَبِيلِ اللهِ مَا قَبِلَهُ مِنْكَ حَتَّى تُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ كُلِّهِ ، فَتَعْلَمَ أَنَّ مَا أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ ، وَمَا أَخْطَأَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَكَ ، وَأَنَّكَ إِنْ مُتَّ عَلَى غَيْرِ هٰذَا دَخَلْتَ النَّارَ» .

سے بہتر ہوگی۔ اور اگر تیرے پاس اُحد پہاڑ جتنا سونا ہو یا اُحد پہاڑ جتنا مال ہو اور تو اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر دے' تو تیرا یہ عمل قبول نہیں ہوگا جب تک کہ تو تقدیر پر ایمان نہ لائے۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے جو مصیبت تجھے پہنچی ہے وہ تجھ سے ٹلنے والی نہ تھی (اسے بہر حال آنا ہی تھا) اور جو مصیبت تجھے نہیں پہنچی' وہ تجھے پہنچنے والی نہ تھی اور (یہ جان لے کہ) اگر تیری موت اس عقیدے کے سوا کسی اور عقیدے پر ہوئی تو تُو جہنم میں داخل ہوگا۔ اور اگر تو میرے بھائی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر یہ مسئلہ پوچھ لے تو کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ ابن دیلمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں' میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے یہ مسئلہ پوچھا' انھوں نے بھی وہی بات فرمائی جو حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے فرمائی تھی۔ اور فرمایا: اگر تو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس جائے (اور مسئلہ دریافت کرے) تو کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے پوچھا' انھوں نے وہی بات فرمائی جو دوسرے دونوں حضرات نے فرمائی تھی۔ اور فرمایا: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ان سے پوچھ لو۔ پھر میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے مسئلہ پوچھا۔ انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ ارشاد سنا ہے' آپ نے فرمایا: ''اگر اللہ تعالیٰ (تمام) آسمانوں والوں اور (سب) زمین والوں کو عذاب دینا چاہے تو دے سکتا ہے' یہ اس کا ان پر ظلم نہیں ہوگا اور اگر ان پر رحمت کرے تو اس کی رحمت ان کے اعمال سے بہتر ہوگی۔ اور اگر تیرے پاس اُحد جتنا سونا ہو یا اُحد پہاڑ جتنا سونا ہو اور تو

اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر دے تو وہ تیرا یہ عمل قبول نہیں کرے گا حتی کہ تو ساری تقدیر پر ایمان لائے اور (یقین کے ساتھ) جان لے کہ جو مصیبت تجھے پہنچی ہے وہ تجھ سے ٹلنے والی نہ تھی اور جو مصیبت تجھے نہیں پہنچی وہ تجھے پہنچنے والی نہ تھی۔ اور (جان لے کہ) اگر تیری موت اس عقیدے کے سوا کسی اور عقیدے پر ہوئی تو تو جہنم میں داخل ہوگا۔''

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے مسئلہ تقدیر کی وضاحت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مالک الملک ہے اس لیے مخلوق کے بارے میں اس کا ہر فیصلہ حق ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: ﴿لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ﴾ (الأنبياء: ۲۳) ''وہ جو کچھ کرے اس سے اس کے متعلق سوال نہیں کیا جاسکتا اور ان (مخلوقات) سے سوال کیا جائے گا (اور ان کا مواخذہ ہوگا۔'') یعنی اللہ تعالیٰ کے کسی کام پر اعتراض کرنا درست نہیں کیونکہ اس کے ہر کام میں حکمت ہوتی ہے لیکن ضروری نہیں کہ وہ حکمت ہماری سمجھ میں بھی آئے یا ہمیں بتائی بھی جائے۔ ② جو مصیبت آنی ہے وہ بہرحال آ کر رہے گی خواہ انسان اس سے ڈرتے ہوئے نیکی کا راستہ چھوڑ کر غلط روی بھی اختیار کر لے۔ اور جو راحت اور نعمت قسمت میں ہے وہ بہرحال ملے گی اگرچہ اس سے پہلے مشکلات ومصائب ہی کیوں نہ آئیں اس لیے اللہ پر توکل کرتے ہوئے اس کی رحمت کی امید رکھنی چاہیے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ (یوسف: ۸۷) ''اللہ کی رحمت سے ناامید وہی ہوتے ہیں جو کافر لوگ ہیں۔'' ③ صحابۂ کرام پختہ اور گہرے علم کے حامل تھے جس کی وجہ سے ان کا ایمان بھی کامل اور قوی تھا۔ تقدیر جیسے بظاہر مشکل مسئلے میں بھی انھیں وہ یقین وعرفان حاصل تھا جس کی وجہ سے وہ اطمینان کی دولت سے مالا مال تھے اور اس بارے میں وہ شکوک وشبہات کا شکار نہیں تھے۔ ④ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کا احترام کرتے اور ایک دوسرے کے علم کا اعتراف کرتے تھے۔ علمائے دین کا بھی ایک دوسرے کے بارے میں یہی رویہ ہونا چاہیے۔ ⑤ کسی مسئلے میں اطمینان قلب کے حصول کے لیے ایک سے زیادہ علمائے کرام سے مسئلہ پوچھا جاسکتا ہے۔ ⑥ صحابۂ کرام کے فتاویٰ قرآن وحدیث سے ماخوذ ہوتے تھے بلکہ اکثر اوقات وہ ارشاد نبوی ہی نقل کر دیتے تھے اگرچہ یہ صراحت نہ کریں کہ یہ ارشاد نبوی ہے۔ ⑦ محدثین کے ہاں یہ اصول ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ایسے اقوال جن کا تعلق اجتہاد سے نہیں ہوتا مرفوع کے حکم میں ہوتے ہیں مثلاً: اس مسئلے میں دیگر صحابۂ کرام نے تو حدیث کے مرفوع ہونے کی صراحت نہیں کی لیکن حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے وضاحت فرما دی کہ یہ الفاظ رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے ہیں۔ ⑧ تقدیر کا یہ مسئلہ ایمان کے بنیادی مسائل میں سے ہے اور تقدیر پر ایمان لائے

بغیر کسی انسان کا ایمان قابل اعتبار نہیں ہوتا' لہٰذا تقدیر کا انکار جہنم کی سزا کا باعث بن جاتا ہے۔

٧٨- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ. ح: وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: كُنَّا جُلُوساً عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ وَبِيَدِهِ عُودٌ، فَنَكَتَ فِي الأَرْضِ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ: «مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَمَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ» قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَفَلاَ نَتَّكِلُ؟ قَالَ: «لَا، اِعْمَلُوا وَلاَ تَتَّكِلُوا، فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ» ثُمَّ قَرَأَ: ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَىٰ وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَىٰ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَىٰ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَىٰ﴾. [الليل: ٥-١٠]

٧٨- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: ہم نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی' آپ اس کے ساتھ زمین میں لکیریں لگانے لگے (جیسے کوئی شخص گہری سوچ میں ہو تو کرتا ہے)' پھر آپ نے سر اٹھایا اور فرمایا: ''تم میں سے ہر شخص کا ٹھکانا جنت یا جہنم میں لکھ دیا گیا ہے۔'' عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! پھر ہم (لکھے ہوئے پر) بھروسا نہ کرلیں؟ فرمایا: ''نہیں' عمل کرو (لکھے ہوئے پر) بھروسا نہ کرو' ہر کسی کے لیے وہ کام آسان ہو جاتا ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا۔'' پھر آپ ﷺ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں: ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطٰى وَاتَّقٰى ○ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ○ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرٰى ○ وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ○ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ○ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرٰى ○﴾ ''جس نے (اللہ کی راہ میں) دیا اور (اپنے رب سے) ڈرا۔ اور اچھی بات کی تصدیق کی تو ہم بھی اسے آسان راستے کی سہولت دیں گے' لیکن جس نے بخل کیا اور بے پروائی کی اور اچھی بات کی تکذیب کی تو ہم بھی اس کو تنگی اور مشکل کے اسباب میسر کر دیں گے۔''

فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں تقدیر الٰہی کا ثبوت ہے۔ ② ہر انسان کے انجام کے متعلق فیصلہ ہو چکا ہے اور یوں جنت یا جہنم میں اس کا ٹھکانا مقرر ہے۔ ③ تقدیر علم الٰہی کا نام ہے' بندے کو مجبور کرنے کا نام نہیں۔ ④ جنت اور جہنم میں داخلے کا تعلق بندوں کے اعمال سے ہے۔ کسی کو معلوم نہیں کہ اس کی قسمت میں کیا ہے' اس لیے نیک اعمال کرنے کی کوشش کرنا اور گناہوں سے بچتے رہنا فرض ہے۔ ⑤ تقدیر پر ایمان کا مطلب یہ نہیں کہ انسان محنت اور

٧٨_ أخرجه البخاري، التفسير، سورة: "والّيل إذا يغشٰى"، باب قوله: "وأما من بخل واستغنٰى"، ح: ٤٩٤٧ وغيره، ومسلم، القدر، باب كيفية خلق الآدمي . . . الخ، ح: ٢٦٤٧ من حديث وكيع به، وله طرق عندهما.

کوشش ترک کردے بلکہ اسے چاہیے کہ اللہ کے احکام کی تعمیل میں پیش آنے والے خطرات سے خوف زدہ نہ ہو اور مشکلات میں گھر کر اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جائے کیونکہ اگر قسمت میں کامیابی لکھی ہے تو وہ ان مشکلات و مصائب کے بعد مل کر رہے گی اور اگر نہیں تو محنت اور نیت کا ثواب تو ضرور ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کسی کی نیکی ضائع نہیں فرماتا۔ ⑥ جو جاہل لوگ فسق و فجور میں مشغول رہتے ہیں اور کہتے ہیں جو تقدیر میں ہے وہی ہوگا' یہ ان کی حماقت ہے بلکہ عمل سعادت وشقاوت کی علامت ہیں' جس کے عمل اچھے ہیں امید ہے کہ وہ سعید ہوگا اور جس کے برے ہیں' اندیشہ ہے کہ وہ شقی ہوگا۔ بہر حال ہر ایک کو اچھے اعمال میں رغبت کرنی چاہیے اور گناہ سے بچنے کی فکر کرنی چاہیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک شخص پر چوری کی حد لگانے لگے' تو وہ کہنے لگا: ''تقدیر میں یوں ہی لکھا تھا' میرا کیا قصور ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''تقدیر کے مطابق ہی ہم تمھارا ہاتھ کاٹ رہے ہیں' اس میں ہمارا کیا قصور ہے۔''

٧٩- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ الطَّنَافِسِيُّ قَالاَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنِ الأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَى اللهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ، وَفِي كُلٍّ خَيْرٌ. اِحْرِصْ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ، واسْتَعِنْ بِاللهِ وَلاَ تَعْجَزْ، فَإِنْ أَصَابَكَ شَيْءٌ فَلاَ تَقُلْ: لَوْ أَنِّي فَعَلْتُ كَذَا وَكَذَا، وَلٰكِنْ قُلْ: قَدَّرَ اللهُ، وَمَا شَاءَ فَعَلَ، فَإِنَّ «لَوْ» تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ».

٧٩- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''طاقت ور مومن کمزور مومن سے بہتر اور اللہ کو زیادہ پیارا ہے۔ اور ہر ایک میں خیر موجود ہے۔ جو چیز تجھے فائدہ دیتی ہے اس میں رغبت کر اور اللہ سے مدد مانگ۔ عاجز نہ بن۔ اگر تجھے کوئی مصیبت آ جائے تو یوں نہ کہہ: ''اگر میں اس طرح کرتا' تو یوں نہ ہوتا۔'' بلکہ یوں کہہ: ''اللہ نے یہی مقدر کیا تھا اور اللہ نے جو چاہا کیا۔'' کیونکہ (لفظ لَوْ) ''اگر'' سے شیطان کا کام شروع ہو جاتا ہے۔''

فوائد ومسائل: ① جسمانی' ذہنی اور مالی قوت اللہ کی ایک نعمت ہے' اس نعمت کو نیکی کے کاموں میں استعمال کرنا چاہیے۔ ② جو شخص کسی قسم کی قوت میں دوسروں سے کم تر ہے وہ بھی خیر سے محروم نہیں۔ ممکن ہے کہ ایک قوت کے لحاظ سے کم زور شخص' دوسری قوت کے لحاظ سے قوی ہو' لہٰذا اللہ تعالیٰ نے کسی کو جو صلاحیت بھی عنایت فرمائی ہو' اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا اور اسے نیکی کے حصول وفروغ اور برائی سے بچنے اور بچانے کے لیے استعمال کرنا چاہیے۔ ③ دنیوی فوائد کے حصول کی کوشش کرنا توکل کے منافی نہیں' البتہ اس کے لیے ناجائز ذرائع اختیار کرنا' یا دنیوی فوائد کی حرص کو

٧٩- أخرجه مسلم، القدر، باب الإيمان بالقدر والإذعان له، ح: ٢٦٦٤ عن ابن أبي شيبة به.

ذہن پر اس طرح سوار کر لینا کہ زیادہ توجہ ادھر ہی رہے، درست نہیں ہے۔ ④ شریعت میں یہ چیز مطلوب نہیں کہ کوئی شخص خود محنت کر کے کمانے اور دوسروں کو فائدہ پہنچانے کے بجائے دوسروں پر بوجھ بن کر بیٹھ جائے۔ اس رویہ کو توکل قرار دینا غلط ہے، البتہ جو شخص کسی واقعی عذر کی وجہ سے روزی نہیں کما سکتا، وہ معذور ہے اور مسلمان معاشرے کا فرض ہے کہ اس کی ضروریات پوری کرے۔ ⑤ کوئی کام کرنے سے پہلے غور وفکر کرنا چاہیے اور معاملے کے مختلف پہلوؤں پر غور اور مشورہ کر لینا چاہیے، لیکن اگر بعد میں کسی وجہ سے نتائج توقع کے خلاف نکلیں تو معاملہ اللہ پر چھوڑ دیں اور سمجھ لیں کہ اس میں بھی اللہ کی کوئی حکمت ہوگی، اگر مگر کہنے سے تقدیر الٰہی کے انکار کا پہلو نکلتا ہے اور یہ شیطانی فعل ہے کہ آدمی کو خلاف توقع نتیجہ نکلنے پر حسرت دلواتا ہے اور تقدیر کا منکر بناتا ہے۔ ⑥ کسی کام کا نتیجہ خلاف توقع نکلنے کے بعد جب اس کی تلافی ممکن نہ ہو، تو منفی سوچوں میں گھر جانا، نہ صرف بے فائدہ بلکہ نقصان دہ ہے۔ بعد میں یہ کہنے کا کوئی فائدہ نہیں: ''کاش میں نے فلاں کام یوں کر لیا ہوتا، کاش میں فلاں کام اس طرح نہ کرتا۔'' البتہ اپنے کام کا تنقیدی جائزہ لینا درست ہے تا کہ جو غلطی ہوئی ہے، دوبارہ اس سے بچا جائے۔

٨٠- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، وَيَعْقُوبُ ابْنُ حُمَيْدِ بْنِ كَاسِبٍ، قَالاَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، سَمِعَ طَاوساً يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يُخْبِرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «احْتَجَّ آدَمُ وَمُوسٰى، فَقَالَ لَهُ مُوسٰى: يَا آدَمُ! أَنْتَ أَبُونَا خَيَّبْتَنَا وَأَخْرَجْتَنَا مِنَ الْجَنَّةِ بِذَنْبِكَ، فَقَالَ لَهُ آدَمُ: يَا مُوسٰى! اصْطَفَاكَ اللهُ بِكَلاَمِهِ وَخَطَّ لَكَ التَّوْرَاةَ بِيَدِهِ، أَتَلُومُنِي عَلَى أَمْرٍ قَدَّرَهُ اللهُ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَنِي بِأَرْبَعِينَ سَنَةً؟ فَحَجَّ آدَمُ مُوسٰى، فَحَجَّ آدَمُ مُوسٰى، فَحَجَّ آدَمُ مُوسٰى» ثَلاَثاً.

٨٠- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی آپس میں بحث ہوگئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اے آدم! آپ ہمارے والد ہیں، آپ نے ہمیں محرومی کا شکار کر دیا اور گناہ کا ارتکاب کر کے ہمیں جنت سے نکلوا دیا۔ آدم علیہ السلام نے انھیں فرمایا: اے موسیٰ! اللہ نے آپ کو شرف ہم کلامی کے لیے منتخب فرمایا اور آپ کو اپنے ہاتھ سے لکھ کر تورات دی، کیا آپ مجھے اس بات پر ملامت کرتے ہیں جو اللہ نے مجھے پیدا کرنے سے چالیس سال پہلے میری قسمت میں لکھ دی تھی؟ چنانچہ بحث میں آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔ آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے، آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔'' (تین مرتبہ آپ نے فرمایا۔)

٨٠- أخرجه البخاري، القدر، باب تحاج آدم وموسٰى عند الله، ح: ٦٦١٤، ومسلم، القدر، باب حجاج آدم وموسٰى صلى الله عليهما وسلم، ح: ٢٦٥٢ من حديث سفيان بن عيينة به.

فوائد ومسائل: ① حضرت آدم اور حضرت موسیٰ ﷤ کی یہ ملاقات' ممکن ہے جنت میں ہوئی ہو' ممکن ہے عالم ارواح میں۔ واللہ اعلم. ② حضرت موسیٰ ﷤ کا مقصد حضرت آدم ﷤ کو یہ طعنہ دینا نہیں کہ انھوں نے غلطی کیوں کی کیونکہ وہ غلطی تو اللہ تعالیٰ نے معاف فرمادی تھی۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى﴾ (طٰهٰ: ۱۲۲) ''پھر انھیں ان کے رب نے نوازا' ان کی توبہ قبول فرمائی اور ان کی رہنمائی کی۔'' ان کا مقصد یہ تھا کہ آپ کی وجہ سے تمام انسانوں کو دنیا کی مشکلات ومصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت آدم ﷤ نے اس کے جواب میں وضاحت فرمادی کہ یہ مصائب تو پہلے ہی تقدیر میں لکھے جاچکے تھے اور ان کا فیصلہ بہت پہلے ہو چکا تھا۔ ③ رسول اللہ ﷺ نے تین بار فرمایا: ''آدم ﷤ غالب آگئے۔'' یہ تکرار تاکید کے لیے تھی تاکہ بخوبی علم ہو جائے کہ آدم ﷤ سے جو کچھ ہوا وہ تقدیر الٰہی اور مشیت الٰہی کا اجرا تھا۔

٨١- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ زُرَارَةَ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ رِبْعِيٍّ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لاَ يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتَّى يُؤْمِنَ بِأَرْبَعٍ: بِاللهِ وَحْدَهُ لاَ شَرِيكَ لَهُ، وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ، وَبِالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ، وَالْقَدَرِ».

۸۱- حضرت علی ؓ سے روایت ہے' اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''کوئی بندہ مومن نہیں ہو سکتا حتی کہ وہ چار چیزوں پر ایمان رکھے: اللہ پر جو اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں' اس بات پر کہ میں (محمد) اللہ کا رسول ہوں' موت کے بعد زندہ ہو کر اٹھنے پر اور تقدیر پر۔''

فائدہ: اس حدیث میں ایمان کے بنیادی مسائل کا ذکر ہے' جن میں تقدیر پر ایمان بھی شامل ہے۔

٨٢- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالاَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ يَحْيَى بْنِ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ عَمَّتِهِ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ: دُعِيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ

۸۲- ام المومنین حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کو ایک انصاری لڑکے کی نماز جنازہ ادا کرنے کے لیے بلایا گیا۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس (بچے) کو مبارک ہو' وہ تو جنت کی ایک چڑیا ہے' اس نے نہ کوئی گناہ کیا اور نہ گناہ

٨١ـ [حسن] أخرجه الترمذي، القدر، باب ماجاء أن الإيمان بالقدر خيره وشره، ح: ٢١٤٥ من حديث شعبة عن منصور به، وذكر كلامًا، وصححه ابن حبان، والحاكم، والذهبي، وفيه علة قادحة * ربعي سمعه من رجل (من بني أسد) عن علي رضي الله عنه به، راجع مسند الطيالسي، ح: ١٠٦، وأبي يعلى، ح: ٣٧٦ وغيرهما، وهٰذا الرجل لم أعرفه، فالسند ضعيف، وللحديث شواهد عند ابن أبي عاصم في السنة، ح: ١٣٤ وغيره.

٨٢ـ أخرجه مسلم، القدر، باب معنى كل مولود يولد على الفطرة... الخ، ح: ٢٦٦٢ عن ابن أبي شيبة به.

إِلٰى جِنَازَةِ غُلَامٍ مِنَ الأَنْصَارِ. فَقُلْتُ: يَارَسُولَ اللهِ! طُوبٰى لِهٰذَا، عُصْفُورٌ مِنْ عَصَافِيرِ الْجَنَّةِ لَمْ يَعْمَلِ السُّوءَ وَلَمْ يُدْرِكْهُ. قَالَ: «أَوَ غَيْرُ ذٰلِكَ يَا عَائِشَةُ؟ إِنَّ اللهَ خَلَقَ لِلْجَنَّةِ أَهْلاً، خَلَقَهُمْ لَهَا وَهُمْ فِي أَصْلَابِ آبَائِهِمْ، وَخَلَقَ لِلنَّارِ أَهْلاً، خَلَقَهُمْ لَهَا وَهُمْ فِي أَصْلَابِ آبَائِهِمْ».

کی عمر کو پہنچا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''عائشہ! یہ بات نہیں' اللہ تعالیٰ نے جنت کے لیے کچھ افراد پیدا کیے ہیں' انھیں اس کے لیے پیدا کیا جب کہ وہ ابھی اپنے باپوں کی پشتوں میں تھے اور جہنم کے لیے کچھ افراد پیدا کیے ہیں' انھیں اس کے لیے پیدا کیا ہے جب کہ وہ ابھی اپنے باپوں کی پشتوں میں تھے۔''

فوائد ومسائل: ① حضرت عائشہ ؓ نے جس یقین کے ساتھ اس لڑکے کو جنتی کہا آپ ﷺ کو پسند نہ آیا اور فرمایا کہ اس کا علم محض اللہ تعالیٰ کے پاس ہے' علامہ نووی ؒ نے کہا ہے کہ اہل علم کا اس امر پر اجماع ہے کہ مسلمانوں کے سب بچے جنتی ہیں' چنانچہ متعدد احادیث بھی اس فیصلے کی مؤید ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ حدیث شاید تب فرمائی ہو جب اس کا آپ کو علم نہ ہوا اور بعد میں اللہ تعالیٰ نے علم عنایت فرما دیا۔ ② اس روایت سے تقدیر کا ثبوت ملتا ہے۔

٨٣- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالاَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، عَنْ زِيَادِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ الْمَخْزُومِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادِ ابْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: جَاءَ مُشْرِكُو قُرَيْشٍ يُخَاصِمُونَ النَّبِيَّ ﷺ فِي الْقَدَرِ، فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ: ﴿يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ﴾. [القمر: ٤٨، ٤٩]

٨٣- حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: قریش کے مشرک تقدیر کے مسئلہ میں بحث کرنے کے لیے نبی ﷺ کے پاس آئے' تو یہ آیت نازل ہوگئی: ﴿يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ﴾ 'جس دن انھیں چہروں کے بل آگ میں گھسیٹا جائے گا (اور ان سے کہا جائے گا:) تم دوزخ کی آگ لگنے کا مزا چکھو۔ بے شک ہم نے ہر چیز ایک اندازے کے مطابق پیدا کی ہے۔''

فوائد ومسائل: ① اس آیت اور حدیث سے بھی تقدیر کا ثبوت ملتا ہے۔ ② کفار کے لیے جہنم کا سخت عذاب مقدر ہے۔ ③ واضح اور قطعی مسئلے میں اختلاف اور بحث کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔

٨٣ـ أخرجه مسلم، القدر، باب كل شيء بقدر، ح: ٢٦٥٦ عن ابن أبي شيبة وغيره به.

٨٤- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عُثْمَانَ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ فَذَكَرَ لَهَا شَيْئاً مِنَ الْقَدَرِ، فَقَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ تَكَلَّمَ فِي شَيْءٍ مِنَ الْقَدَرِ سُئِلَ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ لَمْ يَتَكَلَّمْ فِيهِ لَمْ يُسْأَلْ عَنْهُ».

۸۴-حضرت عبداللہ بن ابی مُلیکہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اوران سے تقدیر کے بارے میں کچھ کہا' تو ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا' آپ فرما رہے تھے:''جو شخص تقدیر کے بارے میں گفتگو کرے گا' اس سے قیامت کے دن اس کے بارے میں سوال ہوگا اور جو شخص اس موضوع پر کلام نہیں کرے گا' اس سے قیامت کے دن اس کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا۔''

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ الْقَطَّانُ: حَدَّثَنَاهُ خَازِمُ ابْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ سِنَانٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عُثْمَانَ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

ابوالحسن القطان نے کہا: ہمیں خازم بن یحییٰ نے' انھیں عبدالملک بن سنان نے انھیں یحییٰ بن عثمان نے اسی (مالک بن اسماعیل) کی مثل روایت بیان کی۔

٨٥- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ: حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَى أَصْحَابِهِ وَهُمْ يَخْتَصِمُونَ فِي الْقَدَرِ، فَكَأَنَّمَا يُفْقَأُ فِي وَجْهِهِ حَبُّ الرُّمَّانِ مِنَ الْغَضَبِ، فَقَالَ: «بِهٰذَا أُمِرْتُمْ أَوْ لِهٰذَا خُلِقْتُمْ؟ تَضْرِبُونَ الْقُرْآنَ بَعْضَهُ بِبَعْضٍ، بِهٰذَا هَلَكَتِ الأُمَمُ قَبْلَكُمْ».

۸۵-حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: ایک روز رسول اللہ ﷺ باہر صحابہ کے پاس تشریف لائے تو وہ تقدیر کے بارے میں بحث کر رہے تھے۔ آپ کا چہرۂ مبارک غصے سے اس قدر سرخ ہوگیا' گویا اس پر انار کے دانے نچوڑ دیے گئے ہیں۔ (تب) نبی ﷺ نے فرمایا:''کیا تمھیں اس بات کا حکم دیا گیا ہے؟ یا کیا تمھیں اس کام کے لیے پیدا کیا گیا ہے؟ تم قرآن کی آیات کو ایک دوسری سے ٹکرا رہے ہو۔ تم سے پہلی امتیں اسی وجہ سے تباہ ہوئی تھیں۔''

٨٤ـ **[إسناده ضعيف]** أخرجه الآجري في الشريعة (ص: ٢١٤ علٰى تصحيف في السند، باب ترك البحث والتنفير . . . الخ) من حديث يحيٰى به، وقال البوصيري: "هٰذا إسناد ضعيف لاتفاقهم علٰى ضعف يحيى بن عثمان"، وشيخه لين الحديث (تقريب).

٨٥ـ **[إسناده حسن]** أخرجه أحمد: ١٧٨/٢، عن أبي معاوية به، وقال البوصيري في الزوائد: "هٰذا إسناد صحيح، رجاله ثقات".

قَالَ : فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو : مَا غَبَطْتُ نَفْسِي بِمَجْلِسٍ تَخَلَّفْتُ فِيهِ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ مَا غَبَطْتُ نَفْسِي بِذٰلِكَ الْمَجْلِسِ وَتَخَلُّفِي عَنْهُ .

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مجھے رسول اللہ ﷺ کی کسی مجلس سے غیر حاضر رہنے پر خوشی نہیں ہوئی جس طرح اس مجلس میں موجود نہ ہونے پر خوشی ہوئی۔

فوائد ومسائل: ① تقدیر اسرار الٰہی میں سے ایک سِرّ (راز) ہے' اس پر مجمل ایمان لانا کافی ہے' اسی طرح دوسرے غیبی امور کے بارے میں بھی جس قدر بتا دیا گیا' اسے مان لینا کافی ہے اور جس چیز کی وضاحت نہیں کی گئی' اس کی تفصیل معلوم کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ ② قرآن وحدیث کی نصوص کی وضاحت اس انداز سے کرنی چاہیے کہ ان میں ٹکراؤ پیدا نہ ہو' ورنہ امت میں اختلاف وافتراق پیدا ہوتا ہے اور قرآن وحدیث پر ایمان میں فرق آنے کا اندیشہ ہے۔ ③ قرآن وحدیث کے مطالعے کا اصل مقصد اخلاق وعمل کی اصلاح ہے۔ اگر کوئی شخص محض زور خطابت کے اظہار کے لیے یا اپنے علم وفضل کا رعب جمانے کے لیے پیچیدہ مسائل میں مشغول ہوتا ہے' تو یہ اصل مقصد کے خلاف اور اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا باعث ہے۔ ④ نصیحت کرتے ہوئے موقع محل کی مناسبت سے بعض اوقات غصے کا اظہار بھی کیا جا سکتا ہے' خصوصاً جب کہ نصیحت کرنے والا قابل احترام شخصیت کا حامل ہو اور سامعین پر اس کے غصے کا منفی اثر پڑنے کا اندیشہ نہ ہو۔ ⑤ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما اس مجلس میں موجود نہیں تھے۔ کسی دوسرے صحابی نے انھیں یہ واقعہ سنایا، تاہم محدثین کے اصول کے مطابق یہ حدیث ''صحیح'' ہے کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ سے حدیث براہ راست سننے والے صحابی کا نام نہ بھی لیا جائے لیکن اس سے سن کر روایت کرنے والا بھی صحابی ہو تو ایسی حدیث بالاتفاق صحیح ہوتی ہے کیونکہ تمام صحابہ ''عادل'' (قابل قبول اور قابل اعتماد) ہیں۔ ⑥ صحابی کو اس مجلس سے غیر حاضری پر اس لیے خوشی ہوئی کہ حاضرین پر نبی کریم ﷺ نے خفگی کا اظہار فرمایا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مومن کو اگر نیکی کی توفیق مل جائے یا وہ کسی گناہ سے بچ جائے تو اس پر خوشی کا اظہار کرنا فخر وریا میں شامل نہیں بلکہ نیکی کی محبت اور گناہ سے نفرت کی علامت ہے جو ایمان کا ایک حصہ ہے۔

٨٦- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالاَ : حَدَّثَنَا وَكِيعٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي حَيَّةَ، أَبُو جَنَابٍ الْكَلْبِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ : قَالَ

٨٦- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''بیماری ایک سے دوسرے کو نہیں لگتی' بدشگونی کی کوئی حقیقت نہیں' نہ الو کوئی چیز ہے۔'' ایک اعرابی اٹھ کر آپ کے قریب آیا اور کہا: اے

٨٦- **[حديث صحيح]** أخرجه أحمد: ٢/ ٢٤، ٢٥ عن وكيع به، وهو في مصنف ابن أبي شيبة: ٩/ ٣٩، ٤٠ * يحي ابن أبي حية ضعفوه لكثرة تدليسه، وأبوه مجهول (تقريب)، وسيأتي هٰذا الحديث مكررًا: ٣٥٤٠، وللحديث شواهد عند البخاري، الطب، باب لا هامة، ح: ٥٧٧٠ وغيره.

رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لاَ عَدْوَى وَلاَ طِيَرَةَ وَلاَ هَامَةَ». فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَرَأَيْتَ الْبَعِيرَ يَكُونُ بِهِ الْجَرَبُ فَيُجْرِبُ الْإِبِلَ كُلَّهَا؟ قَالَ: «ذٰلِكُمُ الْقَدَرُ، فَمَنْ أَجْرَبَ الأَوَّلَ؟».

اللہ کے رسول! دیکھیے نا' ایک اونٹ کو خارش کی بیماری ہوتی ہے' وہ تمام اونٹوں کو خارش میں مبتلا کر دیتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا: ''یہ تقدیر ہے' پہلے اونٹ کو خارش کس سے لگی؟''

فوائد ومسائل: ① عام طور پر تصور کیا جاتا ہے کہ اگر کسی بیمار کے پاس کوئی تندرست آدمی اٹھتا بیٹھتا ہے یا اس کے ساتھ کھاتا پیتا ہے یا اس کا لباس استعمال کرتا ہے تو اسے بھی وہی بیماری لگ جاتی ہے جو مریض کو تھی۔ عرف عام میں ایسی بیماریوں کو متعدی بیماریاں کہا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بیماری اس طرح ایک سے دوسرے کو نہیں لگتی' البتہ ایسا ہو سکتا ہے کہ جس وجہ سے پہلے آدمی کے جسم میں مرض پیدا ہوا ہے' وہی وجہ کسی اور شخص میں بھی پائی جائے اور وہ بھی بیمار ہو جائے۔ جدید طب میں جراثیم کا نظریہ بہت مقبول ہے لیکن یہ جراثیم بھی بحکم الٰہی اثر انداز ہوتے ہیں' گویا دوسرے مریض کے بیمار ہونے کی اصل وجہ حکم باری تعالیٰ ہے نہ کہ مریض کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا۔ اس کے علاوہ ہومیو پیتھک نظریۂ علاج جراثیم کو امراض کا سبب ہی تسلیم نہیں کرتا' اس لیے اس نظریے کے مطابق بھی مرض کا ایک شخص سے دوسرے کو منتقل ہونا ایک غلط تصور ہے۔ ② عرب لوگ پرندوں اور جنگلی جانوروں کے گزرنے سے شگون لیتے تھے۔ کوئی شخص کوئی کام کرنا چاہتا تو کسی بیٹھے ہوئے پرندے یا ہرن وغیرہ کو پتھر مار کر بھگاتا' اگر وہ دائیں جانب جاتا تو سمجھا جاتا کہ کام صحیح ہو جائے گا' اگر بائیں طرف جاتا تو سمجھا جاتا کہ کامیابی نہیں ہوگی۔ اس طرح کے کام محض توہم پرستی کا مظہر ہیں' جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ آج کل بھی اس طرح کے توہمات پائے جاتے ہیں' مثلاً: کسی لنگڑے یا یک چشم انسان سے ملاقات ہو جائے تو اسے نحوست کا باعث قرار دینا۔ کالی بلی راستہ کاٹ جائے تو سمجھنا کہ کام نہیں ہوگا یا کسی خاص عدد (مثلاً تیرہ کا عدد) یا کسی خاص دن (مثلاً منگل) یا کسی خاص مہینہ (مثلاً ماہ صفر یا شوال) کو نامبارک قرار دینا بھی اسی میں شامل ہے۔ کوئی نقش بنا کر اس کے خانوں میں انگلی رکھنا یا اس قسم کے فال ناموں سے قسمت معلوم کرنے کی کوشش کرنا سب ایمان کی کمزوری کی علامت ہے۔ ③ مشرکین عرب میں ایک غلط تصور یہ بھی پایا جاتا تھا کہ اگر مقتول کا بدلہ نہ لیا جائے تو اس کی روح اُلو کی شکل اختیار کر کے بھٹکتی اور چیختی پھرتی ہے اور انتقام کا مطالبہ کرتی ہے۔ اس غلط تصور کی وجہ سے ان لوگوں میں نسل در نسل انتقام اور قتل وغارت کا سلسلہ جاری رہتا تھا' حالانکہ اس کی کوئی حقیقت نہیں تھی' اسی طرح اُلو کو منحوس تصور کرنا غلط ہے۔ وہ بھی دوسری مخلوقات کی طرح اللہ کی ایک مخلوق ہے جس کا انسانوں کی قسمت سے کوئی تعلق نہیں۔

٨٧- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا

٨٧- جناب شعبی ؒ سے روایت ہے' انھوں نے

٨٧_ [إسناده ضعيف جدًا] أخرجه ابن أبي عاصم في السنة، ح:١٣٥ من حديث عبدالأعلى به، وقال

يَحْيَى بْنُ عِيسَى الْجَرَّارُ، عَنْ عَبْدِ الأَعْلَى ابْنِ أَبِي الْمُسَاوِرِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ عَدِيُّ بْنُ حَاتِمٍ الْكُوفَةَ، أَتَيْنَاهُ فِي نَفَرٍ مِنْ فُقَهَاءِ أَهْلِ الْكُوفَةِ، فَقُلْنَا لَهُ: حَدِّثْنَا مَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَ: «يَا عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ! أَسْلِمْ تَسْلَمْ» قُلْتُ: وَمَا الْإِسْلَامُ؟ فَقَالَ: «تَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ، وَتُؤْمِنُ بِالأَقْدَارِ كُلِّها، خَيْرِهَا وَشَرِّهَا، حُلْوِهَا وَمُرِّهَا».

کہا: جب حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لائے تو کوفہ کے چند فقہاء کی معیت میں ہم بھی حاضر خدمت ہوئے' ہم نے ان سے عرض کیا: آپ نے جو کچھ اللہ کے رسول ﷺ سے سنا ہے' ہمیں بھی سنائیے۔ انھوں نے فرمایا: میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ ﷺ نے فرمایا: ''عدی بن حاتم! اسلام قبول کر لے' سلامت رہے گا۔'' میں نے کہا: اسلام کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: ''یہ کہ تو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور میں (محمد) اللہ کا رسول ہوں اور تو ہر قسم کی' اچھی بری' شیریں وتلخ تقدیر پر ایمان لائے۔''

٨٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ: حَدَّثَنَا أَسْبَاطُ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ، عَنْ يَزِيدَ الرَّقَاشِيِّ، عَنْ غُنَيْمِ ابْنِ قَيْسٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى الأَشْعَرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَثَلُ الْقَلْبِ مَثَلُ الرِّيشَةِ، تُقَلِّبُهَا الرِّيَاحُ بِفَلَاةٍ».

٨٨- حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دل کی مثال ایک پر کی سی ہے جسے ہوائیں چٹیل میدان میں الٹاتی پلٹاتی رہتی ہیں۔''

فوائد ومسائل: ① پرندے کا اکھڑا ہوا ایک پر بہت ہلکی چیز ہوتا ہے جسے معمولی ہوا بھی سیدھے سے الٹا اور الٹے سے سیدھا کر سکتی ہے۔ اگر وہ کسی کھلے میدان میں ہو تو ظاہر ہے ہوا اس پر زیادہ اثر انداز ہوگی کیونکہ وہاں ہوا کے اثر کو کم کرنے والی کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ اور وہ بڑی تیزی سے الٹ پلٹ ہوتا ادھر سے ادھر اور یہاں سے وہاں اڑتا پھرے گا' انسان کے دل کی بھی یہی حالت ہے۔ اس پر مختلف جذبات واحساسات تیزی سے اثر انداز ہوتے ہیں جس کی وجہ سے وہ کبھی نیکی کی طرف مائل ہوتا ہے کبھی گناہ کی طرف' کبھی اس میں محبت کے لطیف جذبات موج زن ہوتے ہیں کبھی نفرت کی آندھی چڑھ آتی ہے۔ دل کی اس کیفیت سے فائدہ اٹھا کر شیطان اسے گناہوں میں ملوث

◀ البوصيري: "هٰذا إسناد ضعيف، لاتفاقهم على ضعف عبدالأعلى".

٨٨ـ **[حديث صحيح]** أخرجه ابن أبي عاصم في السنة، ح: ٢٢٨ عن ابن نمير وغيره به ✱ الرقاشي تابعه الجريري عند أحمد: ٤/ ٤١٩، وله شاهد صحيح عند أحمد: ٤/ ٤٠٨.

کر دیتا ہے' لہٰذا کسی کو نیکی کی راہ پر گامزن دیکھ کر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ ضرور جنت میں جائے گا اور نہ کسی کو گناہوں میں غرق دیکھ کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ لازماً جہنمی ہے' اس لیے نیکی کی توفیق ملے تو اللہ سے استقامت کی دعا کرنی چاہیے اور گناہ ہو جائے تو اشکِ ندامت کا نذرانہ لے کر اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو جانا چاہیے' ایسا نہ ہو کہ گناہوں کی آندھی اسے رحمت سے بہت دور لے جائے۔ ② چونکہ دل کی کیفیات کسی بھی لمحے تبدیل ہو سکتی ہیں' اس لیے انسان اپنے انجام کے بارے میں مطمئن نہیں ہو سکتا۔ ضروری ہے کہ ایمان پر وفات کی دعا کی جائے اور ہر قدم پر اللہ تعالیٰ سے ہدایت و رہنمائی کی درخواست کی جائے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ یوں دعا کرتے تھے: [يَا مُصَرِّفَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى طَاعَتِكَ] (مسند احمد: ۲/۴۱۸) ''اے دلوں کو پھیرنے والے! میرا دل اپنی اطاعت و فرمانبرداری پر ثابت رکھ۔''

٨٩- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا خَالِي يَعْلَى، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ سَالِمِ ابْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ مِنَ الأَنْصَارِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: يَارَسُولَ اللهِ! إِنَّ لِي جَارِيَةً، أَعْزِلُ عَنْهَا؟ قَالَ: «سَيَأْتِيهَا مَا قُدِّرَ لَهَا» فَأَتَاهُ بَعْدَ ذٰلِكَ فَقَالَ: قَدْ حَمَلَتِ الْجَارِيَةُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «مَا قُدِّرَ لِنَفْسٍ [شَيْءٌ] إِلاَّ هِيَ كَائِنَةٌ».

٨٩- حضرت جابر ؓ سے روایت ہے کہ ایک انصاری صحابی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میری ایک لونڈی ہے' کیا میں اس سے عزل کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: ''جو اس کی قسمت میں ہے وہ اسے مل ہی جائے گا۔'' بعد میں وہ صحابی دوبارہ حاضر ہوا اور کہا: لونڈی امید سے ہو گئی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو کچھ کسی کی قسمت میں ہوتا ہے' وہ ہو کے رہتا ہے۔''

فوائد ومسائل: ① تدبیر کے باوجود تقدیر غالب آ جاتی ہے لیکن یہ چیز تدبیر کے استعمال میں رکاوٹ نہیں۔ انسان کو اپنی کوشش کرنی چاہیے اور نتیجہ اللہ پر چھوڑ دینا چاہیے۔ ② عزل کا مطلب یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی یا لونڈی سے مجامعت میں مشغول ہو' جب محسوس کرے کہ انزال قریب ہے تو پیچھے ہٹ جائے تاکہ انزال باہر ہو اور حمل قرار نہ پائے۔ یہ گویا اس دور کا ''خاندانی منصوبہ بندی'' کا طریقہ تھا۔ ③ لونڈی سے عزل جائز ہے کیونکہ اس کا امید سے ہونا' مالک کی خدمت میں رکاوٹ کا باعث ہوتا ہے اور لونڈی رکھنے کا بڑا مقصد گھر کا کام کاج اور مالک کی خدمت ہے' البتہ آزاد عورت (بیوی) سے عزل کرنا اس کی اجازت سے مشروط ہے۔

٨٩ـ [حسن] أخرجه أحمد: ٣/ ٣١٣، ٣٨٨ من حديث الأعمش به، وصححه البوصيري، وله شاهد حسن عند أحمد وغيره، وحسنه الهيثمي في المجمع: ٤/ ٢٩٦.

۹۰- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عِيسٰى، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لاَ يَزِيدُ فِي الْعُمْرِ إِلَّا الْبِرُّ، وَلاَ يَرُدُّ الْقَدَرَ إِلَّا الدُّعَاءُ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيُحْرَمُ الرِّزْقَ بِخَطِيئَةٍ يَعْمَلُهَا».

۹۰- حضرت ثوبان ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''صرف نیکی ہی عمر میں اضافے کا باعث ہوتی ہے اور تقدیر کو محض دعا ہی ٹالتی ہے' بلاشبہ انسان کو بعض اوقات ایک گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔''

فوائد ومسائل: ① یہ روایت بعض محققین کے نزدیک حسن درجے کی ہے جو عندالمحدثین قابل حجت ہوتی ہے' البتہ اس حدیث کا آخری حصہ [وإنّ الرّجلَ......] انسان اپنے برے عمل کی وجہ سے رزق سے محروم ہو جاتا ہے' کسی معتبر سند سے ثابت نہیں بلکہ شیخ البانی ؒ اس کی بابت لکھتے ہیں کہ یہ موضوع ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (الصحیحة' حدیث:۱۵۴' و الضعیفة' حدیث:۱۷۹) ② نیکی کا ثواب جس طرح آخرت میں بلندئ درجات اور ابدی نعمتوں کا باعث ہوتا ہے' اسی طرح نیکی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی نعمت' عزت اور مزید نیکی کی توفیق سے نوازتا ہے' اسی طرح برے عمل کی سزا دنیا اور آخرت دونوں میں ملتی ہے' الا یہ کہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دے۔ ③ عمر میں اضافے کے مختلف مفہوم بیان کیے گئے ہیں۔ (ا) یعنی عمر میں برکت ہوتی ہے اور وہ اچھے کاموں میں صرف ہوتی اور ضائع ہونے سے بچ جاتی ہے۔ (ب) نیکیوں کی توفیق ملتی ہے جس کی وجہ سے مرنے کے بعد بھی ثواب پہنچتا رہتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ اَمَلًا﴾ (الکھف:۴۶) ''باقی رہنے والی نیکیاں تیرے رب کے ہاں ثواب کے لحاظ سے بہتر ہیں اور امید کے اعتبار سے اچھی ہیں۔'' (ج) فرشتوں کو یا ملک الموت کو اس کی جو عمر معلوم تھی' اس میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ یہ فرشتوں کے لحاظ سے اضافہ ہے' اللہ تعالیٰ کو پہلے سے علم تھا کہ یہ شخص فلاں نیکی کرے گا جس کے انعام کے طور پر اس کی عمر میں اس قدر اضافہ کر دیا جائے گا۔ ④ تقدیر بدلنے کا مطلب یہ ہے کہ جس مصیبت سے انسان ڈرتا ہے' دعا کی برکت سے رک جاتی ہے۔ اور آئی ہوئی مصیبت رفع ہو جاتی ہے۔ جس طرح حضرت یونس علیہ السلام کو دعا کی وجہ سے مچھلی کے پیٹ سے نجات مل گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَلَوْ لَا اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴾ (الصّٰفّٰت: ۱۴۳' ۱۴۴) ''اگر وہ (اللہ کی) پاکیزگی بیان کرنے والوں میں سے نہ ہوتے' تو لوگوں کے اٹھائے جانے کے دن تک اس (مچھلی) کے پیٹ ہی میں رہتے۔'' یہاں بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ تبدیلی فرشتوں کے علم کے مطابق تبدیلی ہے'

۹۰- **[إسناده ضعيف]** أخرجه النسائي في الكبرٰى (تحفة الأشراف: ۲/ ۱۳۳، مختصرًا)، وأحمد: ۵/ ۲۷۷، ۲۸۲ عن وكيع به، وحسنه العراقي، ولبعض الحديث شاهد حسن عند الترمذي، ح: ۲۱۳۹، وسيأتي هٰذا الحديث مكررًا، ح: ۴۰۲۲.

اللہ کے علم میں تبدیلی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو پہلے سے علم تھا کہ فلاں شخص دعا کرے گا' پھر اس کی مشکل حل ہو جائے گی۔
⑤ اس میں دعا کی ترغیب پائی جاتی ہے' اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دعا بھی جائز اسباب میں سے ہے جسے اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں بلکہ عین توکل ہے۔

٩١- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ مُسْلِمٍ الْخَفَّافُ: حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ سُرَاقَةَ بْنِ جُعْشُمٍ قَالَ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! الْعَمَلُ فِيمَا جَفَّ بِهِ الْقَلَمُ وَجَرَتْ بِهِ الْمَقَادِيرُ أَمْ فِي أَمْرٍ مُسْتَقْبَلٍ؟ قَالَ: «بَلْ فِيمَا جَفَّ بِهِ الْقَلَمُ وَجَرَتْ بِهِ الْمَقَادِيرُ، وَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ».

٩١- حضرت سُراقہ بن جُعشُم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا عمل ان امور میں شامل ہے جنھیں لکھ کر قلم خشک ہو گیا اور اس کے بارے میں تقدیر کا فیصلہ ہو چکا یا اس کا تعلق آئندہ (فیصلہ ہونے والے معاملات) سے ہے؟ آپ نے فرمایا: ''بلکہ وہ ان امور میں شامل ہے جن کو لکھ کر قلم خشک ہو گیا اور اس کا اندازہ ہو چکا اور ہر ایک کے لیے وہ کام آسان ہو جاتا ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا۔''

فائدہ: انسان کے نیک اور بد ہونے کا تعلق بھی تقدیر سے ہے لیکن بندے کو اس کا علم نہیں۔ وہ شریعت کے مطابق عمل کرنے کا مکلّف ہے۔ مزید وضاحت کے لیے حدیث ٧٦ کے فوائد ملاحظہ فرمائیے۔

٩٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى الْحِمْصِيُّ: حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ، عَنِ الأَوْزَاعِيِّ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ مَجُوسَ هٰذِهِ الأُمَّةِ الْمُكَذِّبُونَ بِأَقْدَارِ اللهِ، إِنْ مَرِضُوا فَلاَ تَعُودُوهُمْ، وَإِنْ مَاتُوا فَلاَ تَشْهَدُوهُمْ، وَإِنْ لَقِيتُمُوهُمْ فَلاَ تُسَلِّمُوا عَلَيْهِمْ».

٩٢- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس امت کے مجوسی وہ ہیں جو اللہ کی تقدیر کا انکار کرتے ہیں' اگر وہ بیمار ہو جائیں' تو ان کی عیادت نہ کرو' اگر مر جائیں' تو ان کے جنازے میں نہ جاؤ اور اگر ان سے ملاقات ہو' تو انھیں سلام نہ کہو۔''

٩١- [صحيح] وقال البوصيري: "مجاهد لم يسمع من سراقة"، وله شاهد عند مسلم، القدر، باب كيفية خلق الآدمي . . . الخ، ح: ٢٦٤٨، وبه صح الحديث.

٩٢- [إسناده ضعيف] أخرجه ابن أبي عاصم في السنة، ح: ٣٢٨ عن ابن المصفّى به، وضعفه البوصيري * ابن جريج وشيخه عنعنا، ولبعض الحديث طرق أخرى.

فوائد ومسائل: ① ہمارے فاضل محقق نے اس روایت کو سنداً ضعیف قرار دیا ہے' تاہم شیخ البانی ؒ نے شواہد کی بنیاد پر اسی روایت کو آخری جملے [وَاِنْ لَقِيتُمُوهُمْ فَلا......] کے بغیر حسن کہا ہے۔ دیکھیے: (تخریج احادیث المشکوۃ' حدیث: ۱۰۷' و ظلال الجنة فی تخریج السنة' حدیث: ۳۲۸) ② منکرین تقدیر کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف خیر کا خالق ہے' شر کا خالق انسان ہے۔ اس طرح انھوں نے گویا ہر انسان کو خالق مان لیا۔ مجوسی دو خداؤں کے قائل ہیں ایک خیر کا خالق (یزدان) اور ایک برائی کا خالق (اہرمن۔) اس طرح یہ دونوں (منکرین تقدیر اور مجوس) شر کا خالق اللہ تعالیٰ کے بجائے کسی اور کو مانتے ہیں جب کہ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نیکی اور بدی' خیر اور شر دونوں کا خالق ہے' اور بندہ ان اعمال کا فاعل اور مرتکب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے بندے کو نیکی اور بدی کرنے کی طاقت بخشی ہے اور اسے دونوں میں سے کوئی ایک راستہ منتخب کرنے کا اختیار دیا ہے۔ کوئی فرد نفس امّارہ اور شیطان کے دھوکے میں آ کر غلط راہ منتخب کر لیتا ہے اور اللہ کو ناراض کر کے سزا کا مستحق ہو جاتا ہے۔ کوئی اللہ کی توفیق سے سیدھی راہ پر چلتا اور اللہ کو راضی کر کے اس کے انعامات کا مستحق بن جاتا ہے۔

(المعجم ۱۱) - بَابٌ: فِي فَضَائِلِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ (التحفة ۱۱)

باب: ۱۱- رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے فضائل ومناقب

✱ صحابی کی تعریف: لغت میں صحابی اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی دوسرے شخص کی صحبت ومعیت اختیار کرتا ہے' خواہ مختصر مدت ہی کے لیے ہو۔ محدثین کرام کے نزدیک ہر وہ مسلمان شخص صحابی ہے' جس نے نبی اکرم ﷺ سے کوئی فرمان نقل کیا یا نبی کریم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ اصطلاح میں صحابی کی جامع مانع تعریف یہ ہے: [مَنْ لَقِيَ النَّبِيَّ ﷺ فِي حَيَاتِهِ مُسْلِمًا وَّمَاتَ عَلَى اِسْلَامِهِ] ''صحابی وہ ہے جس نے حالت ایمان میں نبی کریم ﷺ کی زیارت آپ کی حیات مبارکہ میں کی اور پھر ایمان پر اس کی وفات ہوئی۔'' اس تعریف کی رو سے مندرجہ ذیل اوصاف کے حامل اشخاص صحابہ میں شمار نہ ہوں گے۔ (ا) وہ شخص جس نے آپ کی زیارت آپ کی وفات کے بعد اور دفن سے پہلے کی' جیسے عرب کا مشہور شاعر ابو ذویب خویلد بن خالد ہذلی ہے کیونکہ اس نے آپ کی زیارت آپ کی وفات کے بعد اور دفن سے پہلے کی تھی۔ (ب) جس شخص نے حالت کفر میں آپ سے ملاقات کی اور آپ کی وفات کے بعد اسلام لایا' جیسے شاہ روم کا سفیر تنوخی ہے۔ (ج) وہ شخص جو اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گیا اور پھر حالت کفر ہی میں مر گیا' جیسے ابن خَطَل' عبیداللہ بن جحش اور ربیعہ بن امیہ بن خلف وغیرہ۔ (د) جو شخص اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گیا' پھر اس نے اسلام قبول کر لیا اور مسلمان ہی فوت ہوا تو ایسے شخص کے صحابی ہونے میں علماء کا اختلاف ہے۔ صحیح ترین بات یہی ہے کہ وہ صحابی ہے۔ چاہے وہ نبی اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ ہی میں دوبارہ مسلمان ہو گیا' جیسے عبداللہ بن ابی سرح ہیں یا آپ کی وفات کے بعد دوبارہ اسلام لایا ہو' جیسے اشعث بن قیس ہیں جو حضرت ابوبکر ؓ کے عہد خلافت میں دوبارہ مسلمان ہوئے۔ (مقدمة الإصابة' ص: ۱۶۱)

✱ **جنات کا حکم:** نبی کریم ﷺ انس وجن، سب کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿تَبَارَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا﴾ (الفرقان:١) ''بہت بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا تا کہ وہ تمام جہان والوں کے لیے ڈرانے والا بن جائے۔'' اسی طرح جب نبی کریم ﷺ نے جنوں کو دعوت اسلام دی تو مسلمان ہونے والے جنوں نے اس کا اظہار اس طرح سے کیا: ﴿وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰى آمَنَّا بِهٖ فَمَنْ يُّؤْمِنْ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ۝ وَّ اَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقَاسِطُوْنَ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ۝ وَاَمَّا الْقَاسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا﴾ (الجن:١٣، ١٤، ١٥) ''ہم تو ہدایت کی بات سنتے ہی اس پر ایمان لا چکے اور جو بھی اپنے رب پر ایمان لائے گا اسے کسی نقصان کا اندیشہ ہے نہ ظلم کا۔ ہاں ہم میں بعض تو مسلمان ہیں اور بعض بے انصاف ہیں۔ چنانچہ جو فرمانبردار ہو گئے انھوں نے تو راہ راست کا قصد کیا، اور جو ظالم ہیں وہ جہنم کا ایندھن بن گئے۔'' صحیح مسلم میں نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: [فُضِّلْتُ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ أُعْطِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ، وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ، وَاُحِلَّتْ لِيَ الْمَغَانِمُ، وَجُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ طَهُوْرًا وَّ مَسْجِدًا، وَاُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ] (صحيح مسلم، المساجد و مواضع الصلاة، باب المساجد و مواضع الصلاة، حديث:٥٢٣) ''مجھے انبیائے کرام علیہم السلام پر چھ چیزوں سے فضیلت دی گئی ہے: مجھے جامع کلمات عطا ہوئے، دشمنوں پر رعب طاری کر کے میری نصرت کی گئی ہے، غنیمتیں میرے لیے حلال کر دی گئی ہیں، پوری زمین میرے لیے باعث پاکیزگی اور سجدہ گاہ بنا دی گئی ہے، مجھے ساری مخلوق کی طرف رسول بنایا گیا ہے اور میرے ساتھ نبیوں کے سلسلے کو ختم کر دیا گیا ہے۔''

✱ **صحابی کی معرفت کے طریقے:** اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا انتہائی عظیم اور بلند مقام ومرتبہ رکھا ہے، اسی لیے آپ کی صحبت اختیار کرنے والی پاکباز ہستیوں کو بھی بڑا اعلیٰ اور ذی شان مقام ملا۔ یہ ممکن ہے کہ کوئی بے ایمان، صحابہ کے اس مقام ومرتبے اور مسلمانوں کے دلوں میں صحابہ کی عظیم محبت کو دیکھ کر للچا جائے اور مصطفیٰ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے بغیر ہی صحابی ہونے کا دعویٰ کر دے تا کہ مسلمانوں کے نزدیک باعزت مقام پا لے جیسا کہ رتن ہندی نامی بد بخت نے یہ دعویٰ کیا تھا حالانکہ وہ ساتویں صدی ہجری میں پیدا ہوا تھا۔ امام ذہبی رحمہ اللہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں: رتن ہندی ایک دجال وکذاب شخص ہے جو ساتویں صدی ہجری میں ظاہر ہوا اور اس نے صحابی ہونے کا دعویٰ کیا، حالانکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جھوٹ نہیں بولتے جب کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے معاملے میں کتنا جرأت مند ہے (کس دلیری سے جھوٹ بول رہا ہے،) لہٰذا کسی شخص کے صحابی ہونے یا نہ ہونے کی معرفت حاصل کرنا بے حد ضروری ہے۔ علمائے کرام نے اس کے لیے چند درج ذیل قواعد بنائے ہیں:

① **التواتر:** یعنی کسی شخص کے صحابی ہونے کی خبر لوگوں کی اتنی بڑی تعداد سے منقول ہو کہ ان کا جھوٹ پر اتفاق کرنا محال ہو، مثلاً: حضرات ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم وغیرہ کا صحابی ہونا۔

② **شہرت:** کوئی شخص صحابی مشہور ومعروف ہو لیکن یہ خبر تواتر کی حد تک نہ پہنچے، مثلاً: حضرت ضمام بن ثعلبہ اور عکاشہ بن

محصن رضی اللہ عنہما وغیرہ۔

③ صحابی کسی دوسرے شخص کے بارے میں خبر دے کہ وہ صحابی ہے، جیسے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت حُممہ بن ابو حُمیہ دوسی رضی اللہ عنہ کے بارے میں خبر دی کہ وہ صحابیٔ رسول ہیں۔

④ تابعی کسی کے صحابی ہونے کی خبر دے جبکہ تابعی عادل اور ایماندار ہو۔

⑤ کوئی شخص اپنے بارے میں نبیٔ کریم ﷺ کی زندگی میں خبر دے کہ وہ صحابی ہے کیونکہ نبیٔ کریم ﷺ کی وفات کے بعد یہ دعویٰ قبول نہ ہوگا کہ اس نے نبیٔ کریم ﷺ کو دیکھا ہے یا آپ سے کوئی فرمان سنا ہے کیونکہ یہ ناممکن ہے۔ صحیح بخاری میں نبیٔ کریم ﷺ کا یہ فرمان منقول ہے کہ آپ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کر کے فرمایا: ''آج زمین میں جو بھی زندہ ہے وہ سو سال بعد ختم ہو چکا ہوگا۔'' (صحیح البخاری، العلم، باب السمر فی العلم، حدیث:۱۱۶) اس حدیث سے علماء نے فیصلہ کیا ہے کہ اس مدت کے گزرنے کے بعد کسی کے صحابی ہونے کا دعویٰ قبول نہیں کیا جائے گا۔

✱ **صحابۂ کرام کا مقام ومرتبہ:** اللہ رب العزت نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو نبیٔ آخر الزماں بنا کر مبعوث فرمایا تو انھیں تا قیامت باقی رہنے والی شریعت مطہرہ سے سرفراز فرمایا۔ اس شریعت کے احکام، قواعد وضوابط اور سنہری تعلیمات کو نبی الرحمت ﷺ سے لے کر امت تک پہنچانے کے لیے ایسی پاکباز، امین وصادق اور عالی ہمت شخصیات کا انتخاب خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جنھیں صحابۂ رسول کہتے ہیں۔ تمام علماء کے نزدیک تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم انتہائی ایماندار، دیانتدار اور شرف ومنزلت کے لحاظ سے نہایت بلند ہیں کیونکہ ان کی امانت ودیانت اور پاکبازی کی شہادت خود اللہ عزوجل اور رسول مقبول ﷺ نے دی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لِلْفُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ أُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا، وَّ يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهُ أُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ، وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ أُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ، وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (حشر:۸، ۹) ''(فے کا مال) ان مہاجر فقراء کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکال دیے گئے ہیں، وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضامندی کے طلب گار ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ یہی لوگ راست باز ہیں۔ اور (ان کے لیے) جنھوں نے اس گھر (مدینہ) میں اور ایمان میں ان سے پہلے جگہ بنا لی ہے اور اپنی طرف ہجرت کر کے آنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ دے دیا جائے اس سے وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہیں رکھتے بلکہ خود اپنے اوپر انھیں ترجیح دیتے ہیں گو خود کو کتنی ہی سخت حاجت ہو۔ اور (بات یہ ہے کہ) جو بھی اپنے نفس کے بخل سے بچایا گیا وہی کامیاب ہے۔'' نیز ان کامیاب ہونے والوں کے متعلق فرمایا کہ یہ لوگ اللہ سے اور اللہ ان سے راضی ہو چکا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ، وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ، وَ أَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

تَحْتَهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ (التوبة:100) ''اور جو مہاجرین وانصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔''

لیکن صد افسوس کہ چند بدنصیب ان پاکباز وامانتدار ہستیوں کے خلاف اپنی زبان وقلم استعمال کر کے اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کرتے ہیں۔ ان عظیم شخصیات پر انگلیاں اٹھا کر خود اپنی ذات کو تار تار کر رہے ہیں۔ کوئی اپنی زبان دراز کرتا ہے تو کہتا ہے کہ فلاں صحابیٔ رسول غیر فقیہ ہے' اس لیے اس کی روایت قابل قبول نہیں تو کوئی کہتا ہے کہ فلاں صحابیٔ رسول کی روایت اس لیے قبول نہیں کیونکہ یہ ہمارے موقف کے خلاف ہے اور اس طرح اپنی اپنی مطلب براری کے لیے فرمان نبوی اور ان فرامین کو امت تک پہنچانے والی عظیم ہستیوں پر کیچڑ اچھال کر خود کو تباہ وبرباد ہونے والوں کی صف میں شامل کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مصداق بن جاتے ہیں: ﴿يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴾ (التوبة:32) ''وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ تعالیٰ انکاری ہے مگر اسی بات کا کہ اپنا نور پورا کرے گا گو کافر ناخوش رہیں۔'' خود کو محبِ رسول کہنے کے دعویدار' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن وتشنیع کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے یہ ارشادات عالیہ بھول جاتے یا صحابہ دشمنی میں اندھے ہو جاتے ہیں کہ انھیں یہ فرامین دکھائی نہیں دیتے۔ نبیٔ کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کے بارے میں فرمایا: [لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِيْ' فَلَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيْفَهٗ] (صحيح البخاري' فضائل اصحاب النبي ﷺ' حديث:3673) ''میرے صحابہ کو گالیاں مت دینا' اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ جتنا سونا بھی خرچ کرے تو وہ صحابہ کے خرچ کیے ہوئے ایک مد یا نصف مد کے (اجر وثواب کے) برابر نہیں ہو سکتا۔'' صحابۂ کرام پر طعن وتشنیع کے تیر چلانے والے اور حب رسول کے دعویدار' حدیث رسول کے اس آئینے سے اپنا چہرہ بخوبی دیکھ سکتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: [خَيْرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ الْقَرْنُ الَّذِيْ بُعِثْتُ فِيْهِمْ' ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ' ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ] (صحيح مسلم' فضائل الصحابة' حديث:2535) ''میری اس امت کا بہترین گروہ وہ ہے جن لوگوں میں میں مبعوث ہوا ہوں' پھر جو ان کے بعد ہیں' پھر جو ان کے بعد ہیں (وہ بہترین ہیں۔'') اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد جو بھی آئے گا وہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے مقام ومرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا' خواہ وہ کتنا ہی بڑا عالم' فاضل' فقیہ اور محدث ہو۔ وہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے فہم حدیث کو پہنچ سکتا ہے نہ فہم قرآن کو' ان کے حفظ واتقان کو پہنچ سکتا ہے نہ ان کی امانت ودیانت کو۔ واللہ اعلم۔

✱ اہل علم کا صحابۂ کرام کو خراج تحسین: (ا) امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ تمام صحابہ عدول (امانتدار اور دیانتدار) ہیں۔ خواہ وہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی جھگڑوں میں شریک ہوا ہو یا نہ۔ (ب) امام ابوزرعہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب آپ کسی ایسے شخص کو دیکھیں جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہتا ہے تو خوب جان لو کہ وہ

زندیق ہے کیونکہ اللہ کا رسول حق ہے، قرآن مجید حق ہے، شریعت محمدی حق ہے اور یہ ساری چیزیں ہم تک صحابہ رضی اللہ عنہم نے پہنچائی ہیں۔ زندیق لوگ چاہتے ہیں کہ ہماری ان ہستیوں کو مجروح کر دیں تاکہ کتاب وسنت کے احکام کو رد کر سکیں اس لیے یہ جرح کرنے والے خود مجروح ہیں۔ (مقدمة الإصابة، ص: ٢٢) (ج) حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! صحابیٔ رسول کا نبی ﷺ کے ساتھ ایک معرکے میں شریک ہونا جس میں اس کے چہرے پر غبار پڑے تم میں سے کسی کی عمر بھر کی نیکیوں سے افضل ہے، خواہ اسے حضرت نوح علیہ السلام جتنی عمر ہی کیوں نہ ملی ہو۔'' (مسند احمد: ١/١٨٧) (د) امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جس شخص نے سنت نبوی کی پیروی کی اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے بارے میں اپنی زبان کو سلامت رکھا، پھر اسی حالت میں اس کی موت آئی تو وہ قیامت والے دن انبیائے کرام، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوگا اگرچہ اس کے اعمال کم ہی ہوں۔ (ایقاظ الھمة لاتباع نبی الامة، ص: ٧٦)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت میں اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، پھر عمر فاروق، پھر عثمان غنی، پھر علی رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد عشرۂ مبشرہ کے باقی چھ افراد حضرت طلحہ، زبیر، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید، عبدالرحمان بن عوف اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ اس تقسیم کے باوجود تمام صحابہ کا احترام اور تعظیم برابر ہے، کسی ایک کی محبت میں دوسرے صحابیٔ رسول پر طعن کرنا ہرگز درست نہیں ہے بلکہ ہر کسی کا ادب و احترام لازم ہے۔

* صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے کتاب وسنت کے عظیم ذخیرہ کو حفظ کرنے کے اسباب: (ا) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی اکثریت اُمی (اَن پڑھ) تھی۔ لکھنے پڑھنے کا رواج عام تھا ان کی زندگی میں اس کی زیادہ ضرورت تھی، اس لیے کہ وہ ہر چیز کو اپنے حافظے میں محفوظ کرنے کے عادی تھے، لہٰذا انھوں نے اسی منفرد طریقے سے کتاب وسنت کے وسیع و عریض ذخیرے کو محفوظ کر کے امت تک منتقل کر دیا، اگرچہ چند صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کتاب اللہ اور سنت رسول کو لکھتے بھی تھے اور بعد کے ادوار میں اس کا باقاعدہ اہتمام بھی کیا گیا تاکہ یہ عظیم ذخیرہ ہر طرح سے محفوظ و مامون ہو جائے۔

(ب) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی قوت حافظہ اور ذہانت وفطانت ضرب المثل تھی۔ تاریخ کے اوراق ان کے حافظے اور ذہانت کے واقعات سے بھرے پڑے ہیں۔ ان میں سے کتنے ہی ایسے ہیں جنھوں نے طویل وعریض کلام کو ایک ہی بار سنا اور اسے لفظ بلفظ حفظ کر لیا۔ ان کے سینوں میں واقعاتِ ماضی کی تفصیلات اپنی تمام تر جزئیات کے ساتھ بالکل محفوظ تھیں۔ ان کی اسی صفت نے قرآن وسنت کے محفوظ کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا۔

(ج) سادہ طرز زندگی: صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم عیش وعشرت کی زندگی کے خواہاں تھے، نہ مال و دولت کی حرص ان کو دن رات کاروبار میں مشغول رہنے پر مجبور کرتی تھی، بلکہ انتہائی سادہ زندگی اور معاشرت نے ان کو قرآن وسنت کی حفاظت کے لیے وافر وقت مہیا کیا اور وہ اس سعادت عظمیٰ سے مشرف ہو گئے۔

(د) اللہ اور اس کے رسول سے سچی محبت: صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی سچی محبت نے چشم فلک کو وہ مناظر دکھائے ہیں کہ نہ اس نے اس سے قبل دیکھے ہوں گے نہ کبھی بعد میں دیکھنے کو ملیں گے۔ اس سچی محبت نے محبوب کی ہر ہر ادا کو انتہائی

محبت وعقیدت کے ساتھ محفوظ کر کے آئندہ نسلوں تک پہنچا دیا۔

(ھ) قرآن وسنت کی فصاحت و بلاغت: عرب لوگ اپنے شعراء کا نفیس کلام بڑے ذوق وشوق سے سنا کرتے تھے اور اسے بڑی عقیدت سے یاد کرتے تھے۔ لیکن جب قرآن کی فصاحت و بلاغت نے تمام فصحائے عرب کو چیلنج کیا اور انھیں شکست فاش دی، تو صحابہ کی قرآن وسنت کے ساتھ محبت وعقیدت کئی گنا بڑھ گئی اور وہ دن رات قرآن اور حدیث کو یاد کرنے میں لگ گئے۔

(و) ترغیب وترہیب: قرآن اور حدیث میں بہت سے ایسے فرامین ہیں جن میں قرآن وسنت کو حفظ کرنے والوں کے لیے اجر عظیم کی خوش خبری سنائی گئی ہے جبکہ اعراض کرنے والے کو دردناک سزا سے ڈرایا گیا ہے۔ جیسے: ﴿كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَ لِيَتَذَكَّرَ أُولُوا الْأَلْبَابِ﴾ (صٓ:٢٩) ”یہ بابرکت کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف اس لیے نازل فرمایا ہے کہ لوگ اس کی آیتوں پر غور وفکر کریں اور عقل منداس سے نصیحت حاصل کریں۔“ اور جیسے فرمان الٰہی ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَ يَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَ أَصْلَحُوا وَ بَيَّنُوا فَأُولَئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ وَ أَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾ (البقرة:١٥٩، ١٦٠) ”جو لوگ ہماری اتاری ہوئی دلیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں باوجودیکہ ہم اسے اپنی کتاب میں لوگوں کے لیے بیان کر چکے ہیں، ان لوگوں پر اللہ کی اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے، مگر وہ لوگ جو توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں اور بیان کر دیں تو میں ان کی توبہ قبول کر لیتا ہوں اور میں توبہ قبول کرنے والا نہایت رحم کرنے والا ہوں۔“ نیز رسول کریم ﷺ نے فرمایا: [خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَ عَلَّمَهُ] (صحيح البخاري، فضائل القرآن، حديث:٥٠٢٧) ”تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو خود قرآن سیکھتا ہے اور اسے دوسروں کو سکھاتا ہے۔“

(ز) کلامُ اللہ اور کلامِ رسول کی بے شمار نصوص اسلامی واقعات وحوادثات کے متعلق ہیں۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ان واقعات کی تفصیلات اور ان کے بارے میں شرعی فیصلوں کو یاد رکھا جس سے یہ نصوص ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گئیں، جیسے جنگ بدر واُحد وغیرہ کے متعلق آیات واحادیث ہیں یا جبرائیل علیہ السلام کی لمبی حدیث ہے جس میں اسلام وایمان کے ارکان کا بیان اور قرب قیامت کی بعض علامات کا ذکر ہے۔

(ح) رسول اللہ ﷺ کی سنہری تعلیم وتربیت: نبیٔ اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کی تعلیم وتربیت میں ایسا احسن انداز اختیار فرمایا کہ قرآن وسنت کی تعلیمات صحابہ کے اذہان میں نقش ہوتی گئیں۔ آپ واقعات اور مثالوں سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو سمجھاتے اور کبھی سوال وجواب کی نشست سے ان کی تربیت فرماتے۔ اگر کسی صحابی کو غلطی کرتے ہوئے دیکھتے تو ایسے پیارے انداز سے تصحیح فرماتے کہ وہ تصحیح ان کے ذہنوں میں نقش ہو جاتی۔

(ی) کتاب وسنت کے مطابق سیرت وکردار: قرآن وسنت کو محفوظ کرنے میں ایک اہم سبب یہ ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی سیرت کو قرآن وسنت کے مطابق ڈھال لیا۔ ان کا طرز عمل یہ رہا کہ جس چیز کو اللہ اور اس

کے رسول حرام قرار دیتے' اسے ترک کر دیتے اور جسے حلال قرار دیتے اسے اپنا لیتے۔ اس طرح عمل سے علم راسخ ہوتا گیا اور آئندہ نسلوں کے لیے محفوظ ہوتا گیا۔

✵ **صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں علمائے اسلام کی تالیفات:** صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے تفصیلی حالاتِ زندگی جاننے کے لیے مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے:

عربی کتب	مصنف	عربی کتب	مصنف
✪ الاصابة فی تمییز الصحابة	حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ	✪ طبقات ابن سعد	ابن سعد رحمہ اللہ
✪ الاستیعاب	حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ	✪ البداية و النهاية	حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ
✪ اُسد الغابة	حافظ ابن اثیر رحمہ اللہ	✪ سیر اعلام النبلاء	حافظ ذہبی رحمہ اللہ

اُردو کتب	مصنف	اُردو کتب	مصنف
① حیات صحابہ کے درخشاں پہلو	مولانا محمود احمد غضنفر	⑤ سیر الصحابیات	مولانا سعید انصاری
② جرنیل صحابہ	″	⑥ حیاۃ الصحابۃ	مولانا محمد یوسف کاندھلوی
③ حکمران صحابہ	″	⑦ سیر الصحابہ واسوۂ صحابہ	رفقائے دار المصنفین
④ شمع رسالت کے تیس پروانے۔ اور دیگر تالیفات	طالب ہاشمی	⑧ حیاۃ الصحابۃ	مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی

✵ **صحابہ رضی اللہ عنہم کے درجات ومراتب:** علمائے کرام نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی اسلام میں سبقت کے لحاظ سے درجہ بندی کی ہے۔ سب سے بہترین درجہ بندی امام حاکم رحمہ اللہ نے کی ہے جو درج ذیل ہے: (۱) پہلے درجے میں وہ کبار صحابہ رضی اللہ عنہم شامل ہیں جو مکہ مکرمہ میں اوائل اسلام میں مشرف بہ اسلام ہوئے، جیسے حضرت ابوبکر' علی' عثمان اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہم۔ (۲) دار الندوہ میں کفار کے مسلمانوں کے بارے میں صلاح ومشورے سے پہلے مسلمان ہونے والے صحابہ۔ (۳) ہجرت حبشہ کی سعادت پانے والے۔ (۴) پہلی بیعت عقبہ کے شرکاء صحابۂ کرام۔ (۵) دوسری بیعت عقبہ میں شامل صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم۔ (۶) وہ مہاجر صحابہ جو نبیٔ اکرم ﷺ کو مدینہ منورہ داخل ہونے سے قبل قباء بستی میں آ کر ملے۔ (۷) جنگ بدر میں شرکت کرنے والے صحابۂ عظام۔ (۸) وہ صحابہ جو جنگ بدر اور صلح حدیبیہ کے درمیانی عرصہ میں ہجرت کر کے مدینہ پہنچے۔ (۹) حدیبیہ کے مقام پر بیعت رضوان کے شرکاء۔ (۱۰) صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیانی عرصہ میں ہجرت کرنے والے صحابہ۔ (۱۱) فتح مکہ کے دن اسلام قبول کرنے والے صحابہ۔ (۱۲) وہ ننھے منے

صحابہ جنھوں نے فتح مکہ اور حجۃ الوداع کے دن رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی۔

✸ سب سے پہلا صحابی اور سب سے آخر میں وفات پانے والا صحابی: سب سے پہلے آزاد مردوں میں حضرت ابوبکر الصدیق، عورتوں میں حضرت خدیجہ، بچوں میں حضرت علی، غلاموں میں حضرت بلال اور آزاد ہونے والے غلاموں میں حضرت زید رضی اللہ عنہم اسلام لائے۔ سب سے آخر میں حضرت ابوطفیل عامر بن واثلہ ۱۱۰ ہجری میں فوت ہوئے۔ ان سے پہلے ۹۹ ہجری میں حضرت محمود بن ربیع فوت ہوئے۔ مختلف شہروں کے لحاظ سے آخر میں فوت ہونے والے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے نام درج ذیل ہیں:

(1	حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ	۸۸ ہجری	مدینہ منورہ
(2	حضرت ابوطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ	۱۱۰ ہجری	مکہ مکرمہ
(3	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ	۹۳ ہجری	بصرہ
(4	حضرت عبداللہ بن ابواوفی رضی اللہ عنہ	۸۶ ہجری	کوفہ
(5	حضرت عبداللہ بن بسر مازنی رضی اللہ عنہ	۸۸ ہجری	شام
(6	حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ	۸۶ ہجری	مصر
(7	حضرت ہرماس بن زیاد باہلی رضی اللہ عنہ	۱۰۲ ہجری	یمامہ
(8	حضرت رویفع بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ	۶۶ ہجری	افریقہ
(9	حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ	۷۳ ہجری	خراسان
(10	حضرت نابغہ جعدی رضی اللہ عنہ	۷۰ ہجری	اصبہان
(11	حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہ	۵۷ ہجری	سمرقند
(12	(سب سے آخری بدری انصاری صحابی) حضرت ابواسید مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ	۶۰ ہجری	---
(13	(جبکہ آخری بدری مہاجر صحابی) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (عشرۂ مبشرہ صحابہ میں بھی سب سے آخر میں فوت ہونے والے ہیں)	۵۶ ہجری	---
(14	ازواج مطہرات میں سب سے آخر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں	۶۳ ہجری	---

* **عبادلہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم:** محدثین اور فقہائے کرام اپنی کتب میں ایک اصطلاح ''عبادلہ صحابہ'' استعمال کرتے ہیں۔ یہ عبداللہ کی جمع ہے۔ اس سے مندرجہ ذیل صحابہ رضی اللہ عنہم مراد ہوتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس' حضرت عبداللہ بن زبیر' حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم۔ جب یہ چار صحابۂ کرام کسی بات پر اتفاق کر لیں تو علماء کہتے ہیں یہ ''عبادلہ'' کا فرمان ہے اور یہ عبادلہ میں سے فلاں فلاں کی رائے ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی مجموعی تعداد کے بارے میں کوئی حتمی رائے نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ دنیا کے مختلف گوشوں میں دعوت وارشاد اور قتال وجہاد کے لیے تشریف لے گئے تھے' اس لیے ان کی مجموعی تعداد کتنی ہے کوئی اندازہ نہیں ہے۔ واللہ اعلم.

* **کثیر الروایہ صحابۂ کرام:** تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ارشادات نبویہ کو امت تک پہنچانے میں کوئی کمی وکوتاہی نہیں کی' البتہ کچھ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ایسے تھے جنھوں نے تمام کاروبارِ زندگی ترک کر کے ارشادات نبوی سننے' انھیں یاد کرنے اور امت محمدیہ تک پہنچانے کے لیے خود کو وقف کر رکھا تھا' اس لیے ایسے صحابۂ کرام کے روایت کردہ فرامین نبویہ دوسرے صحابہ کی نسبت زیادہ ہیں۔ حفاظ کے اس قافلے کے سالار صحابہ رضی اللہ عنہم یہ ہیں:

صحابی کا نام	روایات	صحابی کا نام	روایات
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ	5364	حِبر الأمة حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما	1660
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما	2630	حضرت جابر رضی اللہ عنہ	1540
حضرت انس رضی اللہ عنہ	2286	حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ	1170
ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا	2210	--	--

* **صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے مشہور مفتیان کے نام یہ ہیں:** ① حضرت ابو ہریرہ ② حضرت عمر فاروق ③ حضرت علی ④ حضرت ابن مسعود ⑤ حضرت ابن عمر ⑥ حضرت ابن عباس ⑦ حضرت زید بن ثابت ⑧ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم۔ امام ابن حزم نے ان صحابہ کے علاوہ ۱۴۰ مفتیان کرام ذکر فرمائے ہیں لیکن ان کے فتاوٰی کی تعداد کم ہے۔ (دیکھیے: مقدمة الاصابة فی تمییز الصحابة: ۷-۹۰)

* **صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی چند دلچسپ معلومات:** ❁ اسلام اور کفر کے پہلے معرکے بدر کے موقع پر مکہ ومدینہ کے ہر گھر میں حق وباطل کی کشمکش تھی اگر کسی گھر میں باپ مومن تھا' تو بیٹا مشرک' اگر ماں کافر تھی' تو اولاد مسلمان ہو چکی تھی لیکن حق وباطل کے اس معرکے میں حضرت معن کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ انھوں نے اس معرکے میں مسلمانوں کی طرف سے اپنے باپ حضرت یزید اور دادے حضرت اخنس کے ساتھ شرکت کی۔

❁ اس جنگ کا ایک انوکھا واقعہ یہ ہے کہ اس میں سات مسلمان بھائیوں نے بھی شرکت کی۔ ان کے نام حضرت

معاذ، معوذ، ایاس، خالد، عاقل، عامر اور عوف ہیں۔ (عفراء بنت عبيد، الإصابة في تمييز الصحابة: ۸/۲۴۰)

- ان سب سے دلچسپ واقعہ حضرت ام ابان بنت عتبہ کا ہے کہ ان کے دو بھائی ابوحذیفہ اور مصعب اور ایک چچا معمر مسلمانوں کی طرف سے شریک ہوئے جبکہ دو بھائی ولید اور ابوعزیز اور ایک چچا شیبہ کافروں کی طرف سے لڑے۔
- حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی یہ خوش بختی ہے کہ ان کا خاندان چوتھی نسل تک صحابہ میں شامل ہے، یعنی ان کے والد محترم ابوقحافہ، آپ کے بیٹے عبدالرحمٰن اور پوتے محمد۔
- صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے اسماء میں یہ دلچسپ انکشاف ہے کہ صحابہ اور تابعین میں ''عبدالرحیم'' نامی کوئی ہستی موجود نہیں۔
- صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے پہلے بلند آواز سے قرآن مجید کی تلاوت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کی۔
- سب سے پہلے مؤذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور جس صحابی نے مسجد بنائی وہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما ہیں۔ (الطبقات لابن سعد: ۳/۲۳۴)
- اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے سب سے پہلے تیر اندازی حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ نے کی۔
- جنگ بدر میں سب سے پہلے شہید صحابی حضرت مھجع ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷/۲۵۱، حدیث: ۳۵۷۷۲)

(۱/۱۱) فَضْلُ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ [رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ]

(۱/۱۱)-حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب

✱ **پیدائش اور نام ونسب:** آپ نبی اکرم ﷺ سے ڈھائی سال بعد مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا مبارک نام ونسب یہ ہے: عبداللہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لؤی القرشی التیمی، ابوبکر بن ابوقحافہ، خلیفۂ رسول ﷺ۔ آپ کا نسب چھٹی پشت میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مل جاتا ہے۔ آپ کی کنیت ابوبکر ہے۔ ''بکر'' عربی زبان میں جوان اونٹ کو کہتے ہیں۔ آپ کی اس کنیت کی وجہ تسمیہ میں مندرجہ ذیل آراء پائی جاتی ہیں: (ا) چونکہ آپ اونٹوں کے ساتھ خاص محبت وانس رکھتے تھے اور ان کی دیکھ بھال میں خاص مہارت و شغف رکھتے تھے، اس لیے آپ کو ابوبکر (اونٹوں کا باپ یا اونٹوں سے محبت وشفقت رکھنے والا) کہا جانے لگا۔ (ب) جب کہ بعض علماء نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ آپ سب سے پہلے اسلام لائے، اس لیے آپ کو ابوبکر کہا جانے لگا۔ (ج) علامہ زمخشری کے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نیک اعمال اور پاکیزہ فضائل میں پیش پیش ہوتے تھے، لہٰذا لوگوں نے آپ کو ابوبکر کہنا شروع کر دیا، یعنی نیکیوں میں سبقت لے جانے والا۔

✱ **لقب:** آپ کا لقب عتیق ہے۔ ایک روز نبی اکرم ﷺ تشریف فرما تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے۔ آپ نے انھیں دیکھ کر فرمایا: [أَنْتَ عَتِيقُ اللّٰهِ مِنَ النَّارِ] ''آپ کو اللہ تعالیٰ نے آگ سے آزاد فرما دیا

ہے۔''اسی دن سے آپ کا لقب [عتیق] ''آگ سے آزاد کردہ'' پڑ گیا۔ (جامع الترمذی' حدیث:۳۶۷۹)
جب کہ نبیٔ کریم ﷺ کی وفات کے بعد مسلمانوں نے آپ کو خلیفۂ رسول کا لقب دیا۔ حضرت ابوبکر الصدیق اپنی قوم کے معزز اور بلند مرتبہ فرد تھے۔ علم الأنساب کے ماہر اور ایک کامیاب تاجر تھے۔ تجارت کے ساتھ ساتھ انتہائی کامیاب مبلغ دین بھی تھے۔ ابتدائے اسلام میں آپ کی دعوت سے عشرۂ مبشرہ میں سے درج ذیل کبار صحابہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حضرت عثمان' حضرت طلحہ' حضرت زبیر' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم۔

جب آپ نے اسلام قبول کیا تو اس وقت آپ کے پاس چالیس ہزار دینار یا درہم تھے۔ آپ نے یہ ساری رقم اسلام کی خدمت میں خرچ کر دی۔ خصوصاً مسلمان ہونے والے غلاموں کو آزاد کرنے کا اہتمام کیا۔ آپ نے حضرت بلال' عامر بن فہیرہ' زنیرہ نہدیہ اور اس کی بیٹی' بنی مومل کی لونڈی اور ام عمیس رضی اللہ عنہم کو فی سبیل اللہ آزاد کروایا۔ نبیٔ کریم ﷺ کی وفات کے بعد آپ نے مسلمانوں کی قیادت کی۔ آپ کی مدت خلافت تقریباً دو سال تین ماہ اور دس دن ہے۔ اس طرح آپ تریسٹھ برس کی عمر میں ۲۲ جمادی الاخریٰ میں فوت ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ و ارضاہ۔

حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے چار شادیاں کیں۔ آپ کی ازواج اور اولاد کی تفصیل درج ذیل ہے:

- قتیلہ بنت عبدالعزیٰ: آپ کی یہ بیوی مسلمان نہ ہوئی تو آپ نے اسے طلاق دے دی۔ حضرت عبداللہ بن ابی بکر اور حضرت اسماء ذات النطاقین رضی اللہ عنہما انہی کے بطن سے تھے۔
- حضرت ام رومان: یہ ابتدائے اسلام ہی میں مسلمان ہوئیں۔ ان کے بطن سے حضرت عبدالرحمٰن اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔
- حضرت اسماء بنت عمیس: یہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی زوجۂ محترمہ تھیں۔ حضرت جعفر کی شہادت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق نے ان سے نکاح کر لیا۔ محمد بن ابوبکر انہی کے بطن سے ہیں۔
- حضرت حبیبہ بنت خارجہ: آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مؤاخاتی بھائی حضرت خارجہ رضی اللہ عنہ کی لخت جگر ہیں۔ آپ کے بطن سے حضرت ام کلثوم پیدا ہوئیں۔

✸ حلیہ مبارک: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گورے چٹے' دبلے پتلے اور موزوں قامت تھے۔ آپ کی پیشانی بلند' ستا ہوا چہرہ' گھنگریالے بال اور صاحب وجاہت وعظمت تھے۔ آپ فطرتاً کم گو' سنجیدہ اور باوقار تھے۔

✸ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خراج تحسین: آپ کی وفات پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان جذبات کا اظہار کیا: ''اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ اللہ کی قسم ساری امت میں آپ سب سے پہلے مسلمان ہوئے۔ آپ سب سے بڑھ کر مخلص' اللہ سے خوف کھانے والے اور رسول اللہ ﷺ کے معتمد علیہ تھے۔ آپ نے سب سے بڑھ کر اسلام کو نفع پہنچایا۔ رسول اللہ ﷺ کی سب سے زیادہ صحبت آپ کو ملی' اللہ تعالیٰ آپ کو اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ آپ نے اس وقت رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دیا جب لوگوں نے آپ کو تکالیف دیں۔ واللہ! آپ

اسلام کا مضبوط قلعہ تھے اور کفار کو ذلیل وخوار کرنے والے تھے۔ آپ کی حجت میں غلطی ہوئی نہ آپ کی بصیرت میں ضعف آیا۔ آپ نے شاندار خلافت کی اور شریعت کی ایسی پاسبانی کی جو کسی نبی کے خلیفہ کے نصیب میں نہیں آئی۔ آپ بلانزاع وتفرقہ خلیفۂ برحق تھے اور آپ ایسے ہی تھے جیسے رسول اللہ ﷺ نے آپ کے بارے میں فرمایا تھا: کمزور بدن، قوی ایمان، منکسر مزاج اور اللہ کے ہاں آپ عالی مرتبت تھے۔ زمین پر بزرگ اور مومنوں میں افضل تھے۔ آپ نے باطل کو اکھاڑ کر پھینک دیا اور اسلام اور مسلمانوں کو مضبوط بنایا۔ واللہ! رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی وفات سے بڑھ کر مسلمانوں پر کبھی کوئی مصیبت نہیں پڑے گی۔''

٩٣- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ أَبِي الأَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَلاَ إِنِّي أَبْرَأُ إِلَى كُلِّ خَلِيلٍ مِنْ خُلَّتِهِ، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذاً خَلِيلاً لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا، إِنَّ صَاحِبَكُمْ خَلِيلُ اللهِ» قَالَ وَكِيعٌ: يَعْنِي نَفْسَهُ.

٩٣- حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''میں ہر دوست کی دوستی سے مستغنی ہوں۔ اگر میں کسی (انسان) کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا، لیکن تمھارا ساتھی اللہ کا خلیل ہے۔'' حدیث کے راوی وکیع رحمہ اللہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ساتھی سے خود کو مراد لیا ہے۔

فوائد ومسائل: ① [خلیل] کا لفظ [خلت] سے ماخوذ ہے۔ یہ محبت کا اعلیٰ ترین درجہ ہے جس میں شراکت ممکن نہیں۔ اس سے کم درجے کی محبت ایک سے زیادہ افراد سے ممکن ہے، اس لیے نبی ﷺ نے محبت کا لفظ تو دوسروں کے لیے بھی فرمایا ہے، لیکن خلت کا اطلاق کسی اور پر نہیں حتی کہ سب سے افضل اور نبی ﷺ کے سب سے مقرب صحابی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی یہ مقام نہیں ملا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ مقام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد حضرت محمد ﷺ کو حاصل ہوا ہے۔ ارشاد نبوی ہے: [اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَدِ اتَّخَذَنِیُ خَلِیُلًا، کَمَا اتَّخَذَ اِبُرَاهِیُمَ خَلِیُلًا] (صحيح مسلم، المساجد، باب النهي عن بناء المساجد على القبور... الخ، حديث:٥٣٢) ''اللہ تعالیٰ نے مجھے خلیل بنایا ہے جس طرح ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تھا۔'' ② اس حدیث سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت ظاہر ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں محبت کے اعلیٰ ترین درجے کے قابل قرار دیا۔

٩٤- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ،

٩٤- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ

٩٣ـ أخرجه مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل أبي بكر الصديق رضي الله عنه، ح: ٢٣٨٣ من حديث وكيع وغيره به.

٩٤ـ [إسناده ضعيف] أخرجه النسائي في الكبرٰى، ح: ٨١١٠ عن أبي معاوية به، وصححه ابن حبان، وله شواهد ◀◀

وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالاَ : حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ : حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا نَفَعَنِي مَالٌ قَطُّ، مَا نَفَعَنِي مَالُ أَبِي بَكْرٍ» قَالَ: فَبَكَى أَبُو بَكْرٍ، وَقَالَ: يَارَسُولَ اللهِ! هَلْ أَنَا وَمَالِي إِلَّا لَكَ: يَارَسُولَ اللهِ!

ﷺ نے فرمایا: ''مجھے کبھی کسی مال سے اس قدر فائدہ حاصل نہیں ہوا' جس قدر ابوبکر کے مال سے مجھے فائدہ حاصل ہوا ہے۔'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ (یہ سن کر) آبدیدہ ہو گئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں بھی اور میرا مال بھی آپ ہی کے لیے تو ہے۔

فوائد و مسائل: ① ہمارے فاضل محقق نے اس روایت کو سنداً ضعیف کہا ہے' تاہم شیخ البانی رحمہ اللہ نے مجموعی طرق کو سامنے رکھتے ہوئے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (الصحیحة' حدیث:۲۷۱۸) ② اللہ کا قرب نیک اعمال سے حاصل ہوتا ہے۔ جس قدر نیکیاں زیادہ ہوں گی اسی قدر مقام بھی بلند ہو گا۔ ③ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا ایمان بعد کے لوگوں سے زیادہ اعلیٰ اور اکمل تھا' اس لیے ان کے اعمال میں خلوص بھی زیادہ تھا' چنانچہ ان کے بظاہر معمولی اعمال بھی بعد والوں کے بظاہر عظیم اعمال سے افضل شمار ہوئے۔ خصوصاً جن حالات میں ان حضرات نے مالی قربانیاں دیں بعد کے مسلمانوں کو وہ حالات پیش نہیں آئے' اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَاتَسُبُّوا اَصْحَابِی' فَلَوْ اَنَّ اَحَدَکُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَلَا نَصِیْفَهُ] (صحیح البخاری' فضائل أصحاب النبیﷺ' باب قول النبی ﷺ لو کنت متخذا خلیلا' حدیث:۳۶۷۳) ''میرے صحابہ کو برا نہ کہو' تم میں سے کوئی اگر اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے' تو کسی صحابی کے ایک مُد بلکہ آدھے مُد (کے ثواب) تک نہیں پہنچ سکتا۔'' ④ اس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خلوص اور نبی اکرم ﷺ سے ان کی محبت بھی ظاہر ہے کہ اپنے اعمال پر فخر نہیں کیا' بلکہ اپنے مال کو نبی کریم علیہ السلام ہی کا مال قرار دیا' جیسے کسی شاعر نے کہا ہے ؎

منت منہ کہ خدمت سلطان مے کنی

منت ازو شناس کہ بخدمت گذاشتت

''احسان نہ جتلا کہ تو بادشاہ کی خدمت کر رہا ہے' بلکہ اس کا احسان سمجھ کہ اس نے تجھے اپنی خدمت میں رکھ چھوڑا ہے۔'' ⑤ امام' قائد یا لیڈر کو چاہیے کہ اپنے ساتھیوں کی خدمات کو اہمیت دے اور ان کا اعتراف کرے تاکہ دوسروں کو بھی دین کی خدمت کا شوق پیدا ہو اور وہ ان حضرات کا کماحقہ احترام بھی کریں' اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش بھی کریں۔ ⑥ جس شخص کے متعلق یہ خیال ہو کہ اس کی تعریف سے اس کے دل میں تکبر اور فخر کے جذبات پیدا نہیں ہوں گے' کسی حکمت کے پیش نظر اس کی موجودگی میں بھی اس کی تعریف کی جا سکتی ہے۔ عام حالات میں کسی کے

◆ ضعيفة عند الترمذي، ح: ٣٦٦١، والحميدي، ح: ٢٥١ وغيرهما .

کے سامنے اس کی تعریف کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ ⑥ اس حدیث میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا صرف ایک پہلو (انفاق فی سبیل اللہ) ذکر کیا گیا ہے، جبکہ آپ رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے اور بھی بہت سے پہلو ہیں جو مختلف احادیث میں مذکور ہیں۔

٩٥- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُمَارَةَ، عَنْ فِرَاسٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ الحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ سَيِّدَا كُهُولِ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الأَوَّلِينَ وَالآخِرِينَ، إِلَّا النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ، لاَ تُخْبِرْهُمَا يَا عَلِيُّ! مَا دَامَا حَيَّيْنِ».

٩٥- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ابوبکر اور عمر تمام پہلے پچھلے ادھیڑ عمر جنتیوں کے سردار ہیں' نبیوں اور رسولوں کے علاوہ۔ اے علی! جب تک وہ دونوں زندہ ہیں' انہیں یہ بات نہ بتانا۔''

فوائد ومسائل: ① ہمارے فاضل محقق نے اس روایت کو سنداً ضعیف قرار دیا ہے' وہ اس روایت کی تحقیق میں رقم طراز ہیں کہ اس روایت کے بعض الفاظ کی تائید میں کچھ طرق حسن درجے کے بھی ہیں' علاوہ ازیں شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھیے: (الصحيحة' حديث: ٨٢٤) لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ روایت سنداً ضعیف ہونے کے باوجود دیگر شواہد کی بنا پر قابل حجت ہے۔ ② ادھیڑ عمر جنتیوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس عمر میں فوت ہوئے' ورنہ جنت میں عمروں کا فرق نہیں ہوگا' بلکہ سب لوگ ہمیشہ کی جوانی سے لطف اندوز ہوں گے۔ ③ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ غیر نبی خواہ کتنے بلند مرتبہ پر پہنچ جائے' نبی کے برابر یا اس سے افضل نہیں ہوسکتا۔ ④ اس میں صراحت ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے افضل ہیں، یعنی امت محمدیہ اور سابقہ امتوں کے تمام مومنوں سے افضل ہیں۔ ⑤ اس میں اشارہ ہے کہ یہ حضرات نبی اکرم ﷺ کے بعد خلافت کے مستحق ہیں۔ چونکہ جنت میں اہل جنت کے سردار ہوں گے' تو دنیا میں بھی انہی کو مومنوں کا سردار ہونا چاہیے۔ ⑥ نبی ﷺ نے شیخین رضی اللہ عنہما کو براہ راست یہ خبر نہیں دی تا کہ دل میں فخر نہ آ جائے کیونکہ غیر نبی معصوم نہیں ہوتا۔

٩٦- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، وَعَمْرُو

٩٦- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

٩٥- [إسناده ضعيف] أخرجه الترمذي، المناقب، باب أبوبكر وعمر سيدا . . . الخ، ح: ٣٦٦٦ من حديث الشعبي به * الحارث ضعيف عند الجمهور، ولبعض الحديث طرق حسنة عند عبدالله بن أحمد في زوائد المسند، وابن عدي وغيرهما، وانظر، ح: ١٠٠.

٩٦- [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الحروف والقراءات، ح: ٣٩٨٧، والترمذي، المناقب، باب مناقب أبي بكر الصديق رضي الله عنه، ح: ٣٦٥٨ من حديث عطية العوفي به، تقدم، ح: ٣٧، وقال الترمذي: "حسن"،

ابْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالاَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ، عَنْ عَطِيَّةَ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ أَهْلَ الدَّرَجَاتِ الْعُلٰى يَرَاهُمْ مَنْ أَسْفَلَ مِنْهُمْ كَمَا يُرَى الْكَوْكَبُ الطَّالِعُ فِي الأُفُقِ مِنْ آفَاقِ السَّمَاءِ، وَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ مِنْهُمْ، وَأَنْعَمَا».

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''(جنت میں) اونچے درجے والوں کو ان سے کم تر درجات والے اس طرح دیکھیں گے جیسے آسمان کے کسی افق میں طلوع ہونے والا ستارہ دیکھا جاتا ہے۔ بلاشبہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ان (بلند درجات والوں) میں سے ہیں' بلکہ ان سے بھی اچھے ہیں۔''

فوائد ومسائل: ① اس روایت کو بھی ہمارے فاضل محقق نے سنداً ضعیف قرار دیا ہے' اور مزید لکھا ہے کہ اس روایت کے کچھ حصے کا حسن درجے کا شاہد ملتا ہے' علاوہ ازیں شیخ البانی رحمہ اللہ نے مجموعی طرق کے اعتبار سے اسے صحیح قرار دیا ہے' دیکھیے: (الروض النضير فى ترتيب و تخريج معجم الطبرانى الصغير' حديث:٩٧٠) لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ روایت سنداً ضعیف ہونے کے باوجود شواہد کی بنا پر قابل حجت ہے۔ ② جنت کے درجات کا فرق' کوئی معمولی فرق نہیں' اس لیے مومن کو بلند سے بلند درجات کے حصول کے لیے زیادہ سے زیادہ محنت اور کوشش کرنی چاہیے۔ ③ افق میں طلوع ہونے والا ستارہ اگرچہ دیکھنے میں زیادہ بلند محسوس نہیں ہوتا' لیکن درحقیقت بہت بلندی پر ہوتا ہے۔ جنت کے مختلف درجات میں مذکور نعمتیں سرسری نظر میں ایک دوسری سے بہت زیادہ مختلف محسوس نہیں ہوتیں' مگر حقیقت میں ان کا باہمی فرق اتنا زیادہ ہے کہ اندازہ بھی نہیں لگایا جا سکتا۔ ④ آسمان میں چمکنے والا ستارہ زمین سے بہت زیادہ دور ہوتا ہے۔ اسی طرح اہل جنت کے درجات کا فرق بھی بہت زیادہ ہے۔ ⑤ أَنْعَمَا کا ایک مفہوم زیادہ ہونا ہے، یعنی شیخین رضی اللہ عنہما کا درجہ بہت زیادہ ہے۔ دوسرا یہ لفظ ''نعمت'' سے ماخوذ بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ یہ حضرات بہت نعمتوں میں ہیں اور اللہ کے بے شمار انعامات سے سرفراز ہیں۔ ⑥ اس حدیث میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے بلند درجات کی تصریح ہے۔ اس طرح اس حدیث میں ان دونوں جلیل القدر صحابیوں کے لیے جنت کی واضح خوشخبری ہے۔

٩٧- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ. ح: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا

٩٧- حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نہیں جانتا کہ میں کتنا

◄◄ وحسنه البغوي، ولبعض الحديث شاهد حسن عند الطبراني في الأوسط: ٦/٧، ح: ٦٠٠٣.

٩٧_[حسن] أخرجه الترمذي، المناقب، باب اقتدوا بالَّذَيْنِ من بعدي أبي بكر وعمر، ح: ٣٦٦٢ من حديث سفيان به، وقال: حسن الخ، وسقط منه مولى لربعي، وله شاهد حسن عند الترمذي، وصححه ابن حبان(موارد)، ح: ٢١٩٣.

مُؤَمَّلٌ، قَالاَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ ابْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ مَوْلًى لِرِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنِّي لاَ أَدْرِي مَا قَدْرُ بَقَائِي فِيكُمْ، فَاقْتَدُوا بِاللَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِي» وَأَشَارَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ.

عرصہ تمھارے اندر موجود رہوں گا' لہٰذا میرے بعد (خلیفہ بننے والے) دو افراد کی پیروی کرنا۔'' یہ فرماتے ہوئے آپ ﷺ نے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی طرف اشارہ کیا۔

فوائد ومسائل: ① اس میں شیخین رضی اللہ عنہما کی خلافت کا واضح اشارہ ہے۔ ② کسی بھی ادارہ، تنظیم یا جماعت کے سربراہ کو چاہیے کہ اپنی تربیت کے ذریعے سے ایسے افراد تیار کرے جو اس کے بعد کام کو خوش اسلوبی سے چلاسکیں۔ ③ جماعت کے سربرآوردہ افراد کو اہمیت دی جانی چاہیے' تاہم سربراہ کے بعد اس کا مقام لینے والے کا تعین اہل حل و عقد کے مشورے ہی سے ہوگا۔ ④ شیخین کی رائے اور اجتہاد دیگر صحابۂ کرام اور ائمۂ عظام کی رائے سے وزنی اور قیمتی ہے بلکہ قابل اتباع ہے۔

٩٨- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ: حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ: لَمَّا وُضِعَ عُمَرُ عَلَى سَرِيرِهِ، اكْتَنَفَهُ النَّاسُ يَدْعُونَ وَيُصَلُّونَ، أَوْ قَالَ يُثْنُونَ وَيُصَلُّونَ عَلَيْهِ قَبْلَ أَنْ يُرْفَعَ، وَأَنَا فِيهِمْ، فَلَمْ يَرُعْنِي إِلَّا رَجُلٌ قَدْ زَحَمَنِي وَأَخَذَ بِمَنْكِبِي، فَالْتَفَتُّ، فَإِذَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، فَتَرَحَّمَ عَلَى عُمَرَ، ثُمَّ قَالَ: مَا خَلَّفْتَ أَحَداً أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أَلْقَى اللهَ بِمِثْلِ عَمَلِهِ مِنْكَ، وَأَيْمُ اللهِ، إِنْ كُنْتُ لأَظُنُّ لَيَجْعَلَنَّكَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ

٩٨- حضرت ابن ابوملیکہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی میت کو چارپائی پر لٹایا گیا تو جنازہ اٹھانے سے پیشتر لوگ اردگرد جمع ہو کر ان کے لیے دعائیں کرنے لگے۔ یا فرمایا: جنازہ اٹھانے سے پہلے ان کی تعریف کرنے لگے اور ان کے لیے دعائیں کرنے لگے۔ میں بھی ان میں شامل تھا۔ میں (اپنے خیالات سے) اس وقت چونکا' جب مجھے ایک شخص کا دھکا لگا' اور اس نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ تھے۔ انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے دعائے رحمت فرمائی۔ پھر بولے: آپ سے بڑھ کر کوئی شخص ایسا نہیں تھا جس کے عملوں جیسے

٩٨ـ أخرجه البخاري، المناقب، باب مناقب عمر بن الخطاب . . . الخ، ح: ٣٦٨٥، ومسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل عمر رضي الله عنه، ح: ٢٣٨٩ من حديث ابن المبارك به.

مَعَ صَاحِبَيْكَ، وَذٰلِكَ أَنِّي كُنْتُ أُكَثِّرُ أَنْ أَسْمَعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «ذَهَبْتُ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وعُمَرُ، وَدَخَلْتُ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ، وَخَرَجْتُ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ». فَكُنْتُ أَظُنُّ لَيَجْعَلَنَّكَ اللهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ.

اعمال لے کر میں اللہ کے پاس جانے کی خواہش رکھتا ہوں۔ اللہ کی قسم! مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں (رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کے ساتھ رکھے گا۔ کیونکہ میں رسول اللہ ﷺ سے اکثر اس قسم کے الفاظ سنا کرتا تھا، آپ فرماتے تھے: ''میں اور ابوبکر اور عمر (فلاں جگہ) گئے' میں اور ابوبکر وعمر داخل ہوئے۔ میں اور ابوبکر اور عمر باہر نکلے۔'' اس لیے مجھے (پہلے ہی) یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ضرور آپ کے دونوں ساتھیوں سے ملا دے گا۔

فوائد ومسائل: ① اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دل میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بہت مقام تھا کیونکہ نبی کریم ﷺ ہر معاملے میں ان دونوں حضرات (ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ ② حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضراتِ شیخین رضی اللہ عنہما کو اپنے سے افضل سمجھتے تھے' اس لیے تمنا کرتے تھے کہ کاش ان جیسے اعمال کی توفیق ملے۔ ③ نیکی کے کاموں میں اپنے سے افضل شخصیت کے اتباع کی کوشش کرنا مستحسن عمل ہے' البتہ دنیا کے مال ودولت میں یا برے کاموں میں اپنے سے آگے بڑھے ہوئے شخص پر رشک کرنا درست نہیں۔ ④ رسول اللہ ﷺ کے شیخین کو اکثر ساتھ رکھنے اور ان کا تذکرہ کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے نزدیک ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا تمام صحابہ سے بڑھ کر مرتبہ ومقام تھا۔

٩٩- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ الرَّقِّيُّ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بَيْنَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ، فَقَالَ: «هٰكَذَا نُبْعَثُ».

٩٩- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان (چلتے ہوئے گھر سے) باہر تشریف لائے۔ اور فرمایا: ''ہمیں اس طرح (قبروں سے) اٹھایا جائے گا۔''

١٠٠- حَدَّثَنَا أَبُو شُعَيْبٍ، صَالِحُ بْنُ

١٠٠- حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' اللہ

٩٩- **[إسناده ضعيف]** أخرجه الترمذي، المناقب، باب قوله ﷺ لأبي بكر وعمر هٰكذا نبعث . . . الخ، ح: ٣٦٦٩ من حديث سعيد به، وقال: "وسعيد بن مسلمة ليس عندهم بالقوي".

١٠٠- **[إسناده حسن]** وصححه ابن حبان (موارد)، ح: ٢١٩٢ من حديث مالك بن مغول به.

الْهَيْثَمِ الْوَاسِطِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقُدُّوسِ بْنُ بَكْرِ بْنِ خُنَيْسٍ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ، عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ، عَنْ أَبِيهِ. قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ سَيِّدَا كُهُولِ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الأَوَّلِينَ وَالآخِرِينَ، إِلَّا النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ».

کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما پہلے اور پچھلے معمر جنتیوں کے سردار ہیں لیکن نبیوں اور رسولوں کے سوا۔''

فائدہ: نبی وہ ہے جس پر وحی اترے اور رسول اس سے خاص ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ رسول وہ ہے جو کتاب و شریعت جداگانہ رکھتا ہو اور کسی خاص قوم کی طرف مبعوث ہو اور نبی جو اس کے قدم بقدم ہو۔ مبلغ ہو۔ وحی دونوں پر آتی ہے۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو حدیث: ۹۵ کے فوائد ومسائل۔

١٠١- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ، وَالْحُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ الْمَرْوَزِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: «عَائِشَةُ» قِيلَ: مِنَ الرِّجَالِ؟ قَالَ: «أَبُوهَا».

۱۰۱- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کون سا شخص آپ کو سب سے زیادہ پیارا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''عائشہ۔'' عرض کیا گیا مردوں میں سے کون؟ فرمایا: ''ان کے والد (ابوبکر رضی اللہ عنہ)۔''

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت بھی واضح ہے۔ ② ابوبکر اور عائشہ رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے محبوب ترین افراد تھے۔ جو شخص ان سے محبت کرے گا وہ بھی رسول کریم ﷺ کا محبوب ہوگا اور جو بغض وعداوت رکھے گا، وہ مبغوض ہوگا۔

(١١/٢) فَضْلُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (۱۱/۲)- حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب

✱ پیدائش اور نام ونسب: آپ کا نام اور نسب یوں ہے: عمر بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزی بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لؤی بن غالب القرشی العدوی۔ آپ کی کنیت ابوحفص اور لقب امیر

١٠١ـ [صحيح] أخرجه الترمذي، المناقب، باب من فضل عائشة رضي الله عنها، ح: ٣٨٩٠ عن أحمد بن عبدة به، وقال: "حسن صحيح غريب من هٰذا الوجه من حديث أنس"، وأخرج البخاري، ومسلم وغيرهما من حديث عمرو بن العاص نحوه.

المومنین اور الفاروق ہے۔ آپ کی والدہ حنتمہ بنت ہاشم ہیں۔ آپ کی ولادت بعثت نبوی سے تیس سال قبل ہوئی۔

* حلیہ مبارک: آپ بڑے دراز قامت، خوب صورت اور سرخ وسفید تھے۔ جسم بھرا ہوا تھا۔ ڈاڑھی اور مونچھیں خوب گھنی تھیں۔ آنکھوں میں سرخ ڈورے تھے۔

ابتدا میں آپ اسلام اور مسلمانوں کے سخت خلاف تھے۔ پھر رسول اللہ ﷺ کی دعا سے آپ مسلمان ہو گئے جس سے دین اسلام کو بے حد تقویت ملی۔ آپ جاہلیت میں قریش کے سفیر تھے۔ قریش اور دوسرے قبائل کی باہمی لڑائیوں کے تصفیے کے لیے قریش آپ کو بھیجا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو ''الفاروق'' کا لقب عطا فرمایا۔ آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر کی زبان اور دل پر حق جاری فرما دیا ہے۔ عمر الفاروق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے سے حق وباطل میں فرق کر دیا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے متعدد شادیاں کیں۔ آپ کی اولاد میں سے ام المومنین حضرت حفصہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی جلالت قدر تو محتاج وضاحت نہیں۔ اور عبیداللہ اور عاصم رضی اللہ عنہما کا شمار عظیم الشان صحابہ میں ہوتا ہے۔ دیگر اولاد اور ازواج کی تفصیل درج ذیل ہے:

- ام کلثوم بنت جرول: ان کا تعلق بنو خزاعہ سے تھا۔ انھوں نے اسلام قبول نہیں کیا اور نہ ہجرت کی، اس لیے ان کا نکاح ٹوٹ گیا۔ ان سے حضرت عمر کے بیٹے حضرت عبیداللہ اور زید اصغر پیدا ہوئے۔
- زینب بنت مظعون: یہ آپ کی سب سے پہلی زوجۂ محترمہ تھیں۔ اسلام لانے کے بعد مکہ ہی میں فوت ہوئیں۔ ان کے بطن سے حضرت عبداللہ، حضرت حفصہ اور عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے۔
- جمیلہ بنت ثابت: ان کا تعلق انصار کے قبیلے اوس سے تھا۔ ان سے حضرت عاصم پیدا ہوئے۔
- قریبۃ بنت ابی امیہ: یہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں، مگر مسلمان نہ ہوئیں، اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں ۶ ہجری میں طلاق دے دی۔
- عاتکہ بنت زید: یہ حضرت سعید بن زید، جو عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں، کی ہمشیرہ تھیں۔ ان سے حضرت عمر کے بیٹے عیاض پیدا ہوئے۔
- ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے خاندان نبوت سے شرف قرابت پیدا کرنے کے لیے نکاح کیا۔ حق مہر میں چالیس ہزار درہم کی خطیر رقم ادا کی۔ یہ نکاح حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے مضبوط اور پرخلوص تعلقات کی دلیل ہے۔ ان سے حضرت عمر کے بیٹے زید اکبر اور رقیہ پیدا ہوئے۔
- ام حکیم بنت حارث: ان سے آپ کی بیٹی فاطمہ پیدا ہوئیں۔ اس کے علاوہ آپ کے صاحب زادے عبدالرحمٰن اوسط کی والدہ لہیہ، عبدالرحمٰن اصغر کی والدہ سکینہ اور زینب کی والدہ فکیہہ ام ولد تھیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ۲۳ ہجری میں ماہ ذی الحجہ کی ۲۶ تاریخ کو فیروز ابولؤلؤہ کے زہر آلود خنجر سے شدید زخمی ہوئے اور اتوار کے روز ۲۴ ہجری محرم کی پہلی تاریخ کو شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ۶۳ برس کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کا عہد خلافت دس سال، پانچ ماہ اور اکیس دن رہا۔

✱ حضرت عبداللہ بن عباس کی مدح سرائی: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زخمی ہونے کے بعد' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: اللہ کی قسم! مجھے امید ہے کہ آگ آپ کے جسم کو کبھی نہ چھوئے گی۔ یہ سن کر آپ کی آنکھیں اشک بار ہوگئیں اور فرمایا: میرے بھائی! اس معاملے میں تمھارا علم بہت تھوڑا ہے۔ اگر میرے بس میں ہوتا تو ساری زمین کے خزانے آنے والی آزمائش سے نجات کے لیے خرچ کر دیتا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمانے لگے: اللہ کی قسم! مجھے امید ہے کہ آپ کو صرف اتنا ہی دیکھنا پڑے گا جتنا اللہ تعالیٰ نے اس فرمان میں فرمایا ہے: ﴿وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا﴾ (سورۂ مریم : ۷۱) ''اور تم میں سے ہر کسی کا گزر اس پر سے ہو گا۔'' یعنی پل صراط پر سے جو جہنم پر قائم ہوگا۔ چونکہ ہمیں یقین ہے کہ آپ امیر المومنین' امین المومنین اور سید المومنین ہیں' کتاب وسنت کے مطابق آپ فیصلے فرماتے تھے' واللہ! آپ کی امارت نے روئے زمین کو عدل سے بھر دیا اور آپ نے امانت کا حق ادا کر دیا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بڑی خوشی ہوئی اور فرمایا: اے عبداللہ بن عباس! کیا تم میرے لیے اس کی گواہی دو گے؟ انھوں نے کہا: ہاں میں آپ کے لیے اس کی شہادت دوں گا۔

۱۰۲- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ : أَخْبَرَنِي الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ شَقِيقٍ قَالَ : قُلْتُ لِعَائِشَةَ : أَيُّ أَصْحَابِهِ كَانَ أَحَبَّ إِلَيْهِ؟ قَالَتْ : أَبُو بَكْرٍ . قُلْتُ : ثُمَّ أَيُّهُمْ؟ قَالَتْ : عُمَرُ . قُلْتُ : ثُمَّ أَيُّهُمْ؟ قَالَتْ : أَبُو عُبَيْدَةَ .

۱۰۲- حضرت عبداللہ بن شقیق رحمہ اللہ سے روایت ہے' انھوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا: نبی ﷺ کو اپنے کس صحابی سے سب سے زیادہ محبت تھی؟ انھوں نے کہا: ابوبکر رضی اللہ عنہ سے۔ میں نے کہا: ان کے بعد کون (زیادہ محبوب تھے؟) فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ۔ میں نے کہا: پھر کون؟ فرمایا: ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے ان تین عظیم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ چونکہ ان تینوں سے نبیٔ اکرم ﷺ کو انتہائی محبت تھی' اس لیے وہ اللہ کے بھی بہت پیارے تھے۔ ② رسول اللہ ﷺ کی ممتاز صحابۂ کرام سے زیادہ محبت کا سبب ان کے امتیازی اوصاف ہیں، مثلاً: حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے اس وجہ سے محبت تھی کہ وہ اس دور میں اسلام لائے جب حق کو قبول کرنا طرح طرح کے مصائب وآفات کو دعوت دینے کے مترادف تھا اور پھر دین کی اشاعت وقوت کا سبب بنے۔ اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے اس لیے محبت تھی کہ جہاد فی سبیل اللہ میں ان کا ایک خاص مقام تھا اور نبی ﷺ کی وفات کے بعد بھی ان کی سربراہی میں مسلمان افواج نے بہت زیادہ فتوحات حاصل کیں۔

۱۰۲ـ [إسناده صحيح] أخرجه الترمذي، المناقب، باب مناقب أبي بكر الصديق رضي الله عنه . . . الخ، ح: ٣٦٥٧ من حديث الجريري به، وقال: "حسن صحيح" ✱ الجُرَيري حدث به قبل اختلاطه، ورواه عنه جماعة.

١٠٣- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُحَمَّدٍ الطَّلْحِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ خِرَاشٍ الْحَوْشَبِيُّ، عَنِ الْعَوَّامِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَمَّا أَسْلَمَ عُمَرُ نَزَلَ جِبْرِيلُ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! لَقَدِ اسْتَبْشَرَ أَهْلُ السَّمَاءِ بِإِسْلَامِ عُمَرَ.

۱۰۳- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! عمر کے اسلام لانے سے آسمان والے (فرشتے) بھی خوش ہو گئے ہیں۔

١٠٤- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُحَمَّدٍ الطَّلْحِيُّ: أَنْبَأَنَا دَاوُدُ بْنُ عَطَاءٍ [الْمَدَنِيُّ]، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَوَّلُ مَنْ يُصَافِحُهُ الْحَقُّ عُمَرُ، وَأَوَّلُ مَنْ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ، وَأَوَّلُ مَنْ يَأْخُذُ بِيَدِهِ فَيُدْخِلُهُ الْجَنَّةَ».

۱۰۴- حضرت اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حق تعالیٰ سب سے پہلے جس شخص سے مصافحہ کرے گا اور سب سے پہلے جسے سلام کہے گا اور جسے سب سے پہلے ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل کرے گا' وہ عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔''

١٠٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، أَبُو عُبَيْدٍ الْمَدِينِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ الْمَاجِشُونِ: حَدَّثَنِي الزَّنْجِيُّ بْنُ خَالِدٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اللَّهُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ خَاصَّةً».

۱۰۵- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے اللہ! اسلام کو خاص طور پر عمر بن خطاب کے ذریعے سے قوت بخش۔''

١٠٣ـ [إسناده ضعيف] أخرجه ابن عدي: ٤/ ١٥٢٥ من حديث ابن خراش به، وصححه الحاكم: ٣/ ٨٤ * ابن خراش "ضعيف، وأطلق عليه علي بن عمار الكذب" (تقريب)، وضعفه الجمهور.

١٠٤ـ [إسناده ضعيف جدًا] أخرجه ابن أبي عاصم في السنة، ح: ١٢٤٥ عن إسماعيل الطلحي به، وضعفه البوصيري، وقال في داود بن عطاء: "قد اتفقوا على ضعفه".

١٠٥ـ [إسناده ضعيف] وضعفه البوصيري * عبدالملك وشيخه ضعيفان عند الجمهور، وله شاهد صحيح عند الحاكم: ٣/ ٨٣، وصححه على شرط الشيخين، ووافقه الذهبي، فالحديث صحيح دون قوله "خاصة".

فوائد و مسائل: ① یہ روایت سنداً ضعیف ہے' تاہم شواہد کی بنا پر صحیح ہے' لیکن اس روایت میں مذکور لفظ [خَاصَّةً] صحیح نہیں ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے اسی حدیث کی تحقیق وتخریج۔ ② حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ ۶ نبوت یعنی ہجرت سے سات سال پہلے کا ہے دیکھیے: (الرحیق المختوم' از مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری' ص: ۱۴۵) جب کہ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر تقریباً ایک برس کی ہوگی' اس لیے اگر یہ دعا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے متعلق ہے' تو ظاہر ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے براہ راست رسول اللہ ﷺ سے نہیں سنی' کسی اور صحابی سے یہ حدیث سنی ہوگی۔ لیکن اس بنا پر اس حدیث کو ضعیف نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اس صورت میں یہ ''مراسیل صحابہ'' میں شمار ہوگی جو محدثین کے نزدیک صحیح ہیں۔ لیکن یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ دعا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے لیے نہ ہو۔ اور نبیٔ کریم ﷺ نے یہ دعا اس زمانے میں فرمائی ہو جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبیٔ اکرم ﷺ کی زوجیت میں آ چکی تھیں اور اس طرح انھوں نے آپ ﷺ سے براہ راست سنی ہو۔ اس صورت میں اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آئندہ زندگی کے کارہائے نمایاں مراد ہوں گے' جن میں روم وایران جیسی طاقت ور کافر حکومتوں کی شکست' اور اسلامی سلطنت کی حیرت انگیز حد تک توسیع بھی شامل ہے۔ ③ نبیٔ اکرم ﷺ کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے دعا کرنا' ان کی فضیلت کی واضح دلیل ہے۔

۱۰۶- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلِمَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ: خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، أَبُو بَكْرٍ، وَخَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ أَبِي بَكْرٍ عُمَرُ.

۱۰۶- حضرت عبداللہ بن سلمہ رحمہ اللہ سے روایت ہے' انھوں نے کہا: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ فرما رہے تھے: اللہ کے رسول ﷺ کے بعد سب سے افضل انسان ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے افضل انسان عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی افضلیت کے قائل تھے' اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف جو اس قسم کے اقوال منسوب ہیں' جن میں اس کے برعکس بات کہی گئی ہے' وہ من گھڑت ہیں۔

۱۰۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَارِثِ الْمِصْرِيُّ: أَنْبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ: حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ

۱۰۷- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا: ''میں سو رہا تھا' میں نے (خواب میں) اپنے

۱۰٦ـ [صحيح] * عبدالله بن سلمة حسن الحديث، لم يضر اختلاطه في رواية عمرو بن مرة، كذا حققته في تخريج مسند الحميدي، ح: ٥٧، وله طرق عند البخاري وغيره، وهو من الأحاديث المتواترة.

۱۰۷ـ أخرجه البخاري، فضائل الصحابة، باب مناقب عمر بن الخطاب . . . الخ، ح: ٣٦٨٠، وغيره من حديث الليث به.

الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: كُنَّا جُلُوساً عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي فِي الْجَنَّةِ، فَإِذَا أَنَا بِامْرَأَةٍ تَتَوَضَّأُ إِلَى جَنْبِ قَصْرٍ، فَقُلْتُ: لِمَنْ هٰذَا الْقَصْرُ؟ فَقَالَتْ: لِعُمَرَ، فَذَكَرْتُ غَيْرَتَهُ، فَوَلَّيْتُ مُدْبِراً». قَالَ: أَبُو هُرَيْرَةَ: فَبَكَى عُمَرُ، فَقَالَ: أَعَلَيْكَ، بِأَبِي وَأُمِّي، يَا رَسُولَ اللهِ! أَغَارُ؟.

آپ کو جنت میں دیکھا' (وہاں) مجھے ایک محل کے پاس ایک عورت وضو کرتی نظر آئی۔ میں نے کہا: یہ محل کس کا ہے؟ اس نے کہا: عمر رضی اللہ عنہ کا ہے۔ مجھے ان کی غیرت یاد آ گئی' اس لیے میں (محل کے اندر جانے کے بجائے) واپس آ گیا۔'' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ (یہ سن کر) رو پڑے اور بولے: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان! میں آپ سے غیرت کر سکتا ہوں۔

فوائد ومسائل: ① انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے' لہٰذا یہ خواب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قطعی جنتی ہونے کی دلیل ہے۔ ② محل کے قریب وضو کرنے سے غالباً یہ مراد ہے کہ محل سے ملحق باغ میں ندی سے وضو کر رہی تھی۔ گویا اس طرح وہ محل ہی میں تھی۔ واللہ اعلم۔ ③ قائد اور لیڈر کو اپنے ساتھیوں کے جذبات کا خیال رکھنا چاہیے' خاص طور پر ان کی عزت کو اپنی عزت سمجھنا چاہیے۔ ④ اس سے اس عقیدت اور محبت کا اندازہ ہوتا ہے جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم' خصوصاً کبار صحابہ رضی اللہ عنہم نبیٔ اکرم ﷺ کے لیے رکھتے تھے۔ چونکہ نبی سے محبت ایمان کا جز ہے' اس لیے اس محبت کی شدت بھی ایمان کی قوت اور کمال کی علامت ہے۔ ⑤ جنت میں حدث اور نجاست نہیں ہو گی' لہٰذا یقیناً یہ وضو نظافت و لطافت کی خاطر ہو گا۔

١٠٨- حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ، يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَعْلَى، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ غُضَيْفِ ابْنِ الْحَارِثِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ اللهَ وَضَعَ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ، يَقُولُ بِهِ».

۱۰۸- حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے کہا: میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے سنا' آپ فرما رہے تھے: ''اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان پر حق رکھ دیا ہے' وہ اسی کے مطابق بات کرتے ہیں۔'' (رضی اللہ عنہ)

فوائد ومسائل: ① یہ صدیقین کی شان ہے کہ ان کی طبیعت حق سے اس قدر مانوس اور باطل سے اس قدر دور ہو جاتی ہے کہ ان کے لیے غلط بات کہنا یا غلط کام کرنا ممکن نہیں رہتا۔ ویسے بھی مومن جھوٹ سے پرہیز کرتا ہے۔ لیکن

١٠٨ـ [صحيح] أخرجه أبوداود، الخراج والإمارة، باب في تدوين العطاء، ح: ٢٩٦٢ من حديث ابن إسحاق به، وصححه الحاكم، والذهبي، وله شواهد عند أحمد وغيره.

اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ وہ معصوم عن الخطا ہو جاتے ہیں۔ کسی بات میں غلط فہمی ہو جانا اور بات ہے اور جان بوجھ کر غلط کام کرنا بالکل مختلف چیز ہے۔ معصوم صرف پیغمبر ہوتے ہیں کیونکہ انھیں وحی کی رہنمائی حاصل ہوتی ہے' ان سے اگر کوئی خلاف اُولیٰ کام ہو جائے تو فوراً متنبہ کر دیا جاتا ہے جبکہ امتی کو یہ چیز حاصل نہیں ہوتی۔ ② حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی میں متعدد ایسے واقعات پیش آئے ہیں جب انھوں نے اپنی رائے اور فہم کے مطابق کوئی بات کی' تو اللہ تعالیٰ کا حکم بھی اسی کے مطابق نازل ہوا۔ پردے کا حکم' جنگ بدر کے قیدیوں کا مسئلہ' مقام ابراہیم کے نزدیک نماز' رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبَیّ کے جنازے کا مسئلہ وغیرہ مشہور مثالیں ہیں۔ دیکھیے: (سنن الكبرٰى للبيهقي: ۸۸/۷) گویا یہ اصابت رائے اللہ کا خصوصی انعام اور فضل تھا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا۔

(۱۱/۳) فَضْلُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

(۱۱/۳)- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب

✱ پیدائش اور نام ونسب: آپ کا نسب یوں ہے: سیدنا عثمان بن عفان بن ابوالعاص بن امیہ بن عبدشمس بن عبدمناف قریشی اموی۔ اس طرح آپ کا نسب پانچویں پشت میں رسول اللہ ﷺ سے مل جاتا ہے۔ آپ کی کنیت ابو عبداللہ اور ابوعمرو ہے جبکہ ذوالنورین اور امیر المومنین آپ کے لقب ہیں۔ آپ کی والدہ اروٰی بنت کریز' رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی بیضاء کی صاحب زادی تھیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اصحاب فیل کے واقعہ کے چھ سال بعد پیدا ہوئے اور بعثت نبوی کے وقت آپ کی عمر ۳۶ برس تھی۔ آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے مسلمان ہونے والے چوتھے شخص تھے۔

✱ حلیہ مبارک: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میانہ قامت اور خوب صورت شخصیت کے مالک تھے۔ رنگت میں سرخی اور شخصیت میں وجاہت تھی۔ آپ کے شانے کشادہ' پنڈلیاں بھری ہوئی' ہاتھ لمبے اور ان پر بال تھے۔ سر کے بال گھنگریالے تھے۔ ڈاڑھی گھنی تھی اور بالوں کو زرد خضاب لگاتے تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کی بنائی ہوئی شورٰی نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کا خلیفہ منتخب کیا اور ۲۴ ہجری کو محرم کے ابتدائی ایام میں آپ کی بیعت کی گئی۔ تقریباً ۱۲ سال بطور خلیفہ امت مسلمہ کی خدمت کرنے کے بعد آپ ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ ہجری کو جمعہ کے دن شہید کر دیے گئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۸۲ سال تھی۔ آپ کی شہادت وہ سانحہ تھی جس کے بعد مسلمان کبھی متفق و متحد نہ ہو سکے۔ آپ کی شہادت پر صحابۂ کرام کے رنج وغم کی جھلک ان کے مندرجہ ذیل تاثرات میں دیکھی جا سکتی ہے:

(الف) حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس عظیم سانحہ کا علم ہوا تو اپنے صاحب زادوں حضرت حسن اور حسین کو سرزنش کی کہ انھوں نے حضرت عثمان کا آخری دم تک دفاع کیوں نہ کیا۔ پھر بڑے دکھ بھرے انداز میں فرمایا: الٰہی! میں عثمان کے خون سے بری ہوں اور اے لوگو! اب تم پر ہمیشہ تباہی رہے گی۔ (ب) حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عثمان

کے خون سے وہ رخنہ پیدا ہو گیا ہے جسے پہاڑ بھی بند نہیں کر سکتا۔ (ج) حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: لوگو! تمھاری بداعمالی کی سزا میں کوہ اُحد تم پر ٹوٹ پڑے تو بجا ہو گا۔ (د) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر ساری مخلوق اس قتل میں شریک ہوتی تو قوم لوط کی طرح اس پر آسمان سے پتھروں کی بارش ہوتی۔ (ھ) ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: عثمان دھلے ہوئے کپڑے کی طرح پاک صاف ہو گئے' لوگوں نے انھیں قتل کر دیا' حالانکہ وہ سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے اور اللہ کا خوف کھانے والے تھے۔ (و) حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: لوگوں نے اس عظیم انسان کو قتل کر ڈالا جس کی پیشانی پر سجدوں کے نشان تھے اور وہ ساری رات تلاوت قرآن میں مشغول رہتا تھا۔ (ز) حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس (عثمان) کی قبر میں بخشش' سخاوت اور سیاست دفن ہو گئی اور نیکی جو سب سے آگے بڑھ جاتی تھی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کل آٹھ نکاح کیے۔ آپ کی ازواج اور اولاد کے نام یہ ہیں:

- حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان سے آپ کے بیٹے عبداللہ پیدا ہوئے۔ انہی کی نسبت سے آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔
- حضرت ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: حضرت رقیہ کی وفات کے بعد نبئ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری پیاری بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان سے کیا' اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کنیت ذوالنورین (دونوروں والے) ہے۔
- فاختہ بنت غزوان: ان سے عبداللہ اصغر پیدا ہوئے۔
- ام عمرو بنت جندب: ان سے آپ کے بیٹے عمرو' خالد' ابان' عمر اور مریم پیدا ہوئے۔
- فاطمہ بنت ولید بن عبد شمس: ان سے آپ کے بیٹے ولید' سعید اور ام سعد پیدا ہوئے۔
- ام البنین بنت عیینہ بن حصن الفزاریہ: ان کے بطن سے عبدالملک پیدا ہوئے۔
- رملہ بنت شیبہ: ان سے آپ کی تین صاحبزادیاں تھیں: عائشہ' ام ابان اور ام عمرو۔
- نائلہ بنت الفرافصہ: ان سے ایک صاحبزادی مریم پیدا ہوئیں۔ ان کے علاوہ آپ کی ایک اور صاحبزادی ام البنین پیدا ہوئیں جن کی والدہ لونڈی تھیں۔

١٠٩ - حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ، مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الْعُثْمَانِيُّ: حَدَّثَنَا أَبِي، عُثْمَانُ بْنُ خَالِدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ

۱۰۹- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر نبی کا جنت میں ایک ساتھی ہوتا ہے اور وہاں میرا ساتھی عثمان بن عفان ہے۔''

١٠٩ـ [ضعيف] * عثمان بن خالد متروك الحديث (تقريب)، وله شاهد ضعيف عند الترمذي، ح: ٣٦٩٨ .

رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لِكُلِّ نَبِيٍّ رَفِيقٌ فِي الْجَنَّةِ، وَرَفِيقِي فِيهَا عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ».

فائدہ: یہ روایت ضعیف ہے' تاہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جنتی ہونا بہت سی صحیح احادیث کی بنا پر شک وشبہ سے بالاتر ہے۔

١١٠- حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ، مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الْعُثْمَانِيُّ: حَدَّثَنَا أَبِي، عُثْمَانُ بْنُ خَالِدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَقِيَ عُثْمَانَ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ: «يَا عُثْمَانُ! هٰذَا جِبْرِيلُ أَخْبَرَنِي أَنَّ اللهَ قَدْ زَوَّجَكَ أُمَّ كُلْثُومٍ، بِمِثْلِ صَدَاقِ رُقَيَّةَ، عَلَى مِثْلِ صُحْبَتِهَا».

۱۱۰- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ مسجد کے دروازے کے پاس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ملے اور فرمایا: ''عثمان! یہ جبریل علیہ السلام ہیں' انھوں نے مجھے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نکاح ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے رقیہ رضی اللہ عنہا کے مہر کے برابر مہر پر کردیا ہے' اس شرط پر کہ ان سے بھی اسی طرح حسن سلوک کرو جس طرح رقیہ رضی اللہ عنہا سے کرتے تھے۔''

فوائد ومسائل: ① یہ حدیث بھی ضعیف ہے، تاہم تاریخی اعتبار سے یہ درست ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی رقیہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کی تھی' جب وہ وفات پا گئیں تو آپ نے اپنی دوسری بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دے دیا۔ ② رسول اللہ ﷺ کا ایک کے بعد دوسری بیٹی کو عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دینا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ ﷺ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر نہایت خوش تھے اور ان کے حسن سلوک کے معترف تھے۔

١١١- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ: ذَكَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِتْنَةً فَقَرَّبَهَا، فَمَرَّ

۱۱۱- حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک فتنے کا ذکر کیا اور بتایا کہ وہ بہت قریب ہے۔ (اسی اثنا میں) ایک صاحب گزرے جنھوں نے سر پر چادر لی ہوئی تھی' تو رسول اللہ ﷺ نے

١١٠ـ [ضعيف] انظر الحديث السابق.

١١١ـ [صحيح] أخرجه أحمد: ٤/ ٢٤٣ من حديث هشام به، وتابعه مطر الوراق عنده: ٤/ ٢٤٢، وقال البوصيري: "هٰذا إسناد منقطع، قال أبوحاتم * محمد بن سيرين لم يسمع من كعب بن عجرة" وله شواهد عند الترمذي، ح: ٣٧٠٤ وغيره.

رَجُلٌ مُقَنَّعٌ رَأْسُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «هٰذَا، يَوْمَئِذٍ عَلَى الْهُدَى». فَوَثَبْتُ فَأَخَذْتُ بِضَبْعَيْ عُثْمَانَ، ثُمَّ اسْتَقْبَلْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَقُلْتُ: هٰذَا؟ قَالَ: «هٰذَا».

فرمایا: ''اس (فتنے کے) دن یہ شخص ہدایت پر ہوگا۔'' میں جلدی سے اٹھا' عثمان رضی اللہ عنہ کے دونوں بازو پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: کیا یہ شخص؟ آپ نے فرمایا: ''(ہاں) یہی شخص۔''

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے بتانے سے مستقبل کی بہت سی باتیں بیان فرمائیں جو بعینہٖ اسی طرح واقع ہوئیں' یہ آپ ﷺ کی نبوت کی دلیل ہے' بہت سی باتیں ابھی واقع ہونا باقی ہیں اور ہمارا ایمان ہے کہ وہ تمام پیش گوئیاں اپنے اپنے وقت پر پوری ہوں گی، تاہم مستقبل کی کسی خبر کو نبی ٔ کریم ﷺ کی پیش گوئی قرار دینے سے پہلے یہ معلوم کر لینا چاہیے کہ کیا وہ صحیح سند سے ثابت بھی ہے یا نہیں؟ ② فتنوں کی پیشگی خبر دینے کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان اس موقع پر صحیح راستے پر قائم رہیں اور گمراہ نہ ہو جائیں' اس کے علاوہ جب وہ واقعہ پیش آتا ہے جس کی خبر دی گئی تھی تو مومن کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ③ اس سے معلوم ہوا کہ مفسدین نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر جو الزامات لگائے تھے وہ سراسر غلط تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا طرز عمل درست تھا۔ ''خلافت وملوکیت'' نامی کتاب میں واقعات کو اس انداز سے پیش کیا گیا ہے جس سے ان الزامات کے درست ہونے کا تاثر ملتا ہے۔ اس غلط فہمی کے ازالہ کے لیے حافظ صلاح الدین یوسف ﷾ کی کتاب ''خلافت وملوکیت کی تاریخی وشرعی حیثیت'' کا مطالعہ کرنا چاہیے تاکہ حقیقت حال سے صحیح آگاہی ہو۔ ④ فتنہ سے مراد مفسدین کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر جھوٹے الزامات لگا کر فساد پھیلانا ہے جس کے نتیجہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کا سانحہ پیش آیا۔

١١٢- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا الْفَرَجُ بْنُ فَضَالَةَ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ الدِّمَشْقِيِّ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَا عُثْمَانُ إِنْ وَلَّاكَ اللهُ هٰذَا الأَمْرَ يَوْماً، فَأَرَادَكَ الْمُنَافِقُونَ أَنْ تَخْلَعَ قَمِيصَكَ الَّذِي قَمَّصَكَ اللهُ، فَلَا تَخْلَعْهُ» يَقُولُ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. قَالَ النُّعْمَانُ:

۱۱۲- حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی' انھوں نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''اے عثمان! اگر اللہ تعالیٰ کسی دن تجھے خلافت کی ذمہ داری بخشے' پھر منافق تجھ سے وہ قمیص اتروانا چاہیں جو اللہ نے تجھے پہنائی ہو' تو اسے مت اتارنا۔'' آپ ﷺ نے تین بار یہی بات فرمائی۔ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: آپ نے لوگوں کو یہ حدیث کیوں نہیں سنائی تھی؟ انھوں

١١٢- [صحيح] أخرجه الترمذي (وقال: حديث حسن غريب)، المناقب، باب منع النبي ﷺ عثمان . . . الخ، ح: ٣٧٠٥، وفي سنده تصحيف مطبعي، من حديث ربيعة به، وزاد في السند: "عبدالله بن عامر" * ربيعة سمعه من عبدالله بن أبي قيس عن النعمان به، وصححه ابن حبان (موارد)، ح: ١٩٦.

فَقُلْتُ لِعَائِشَةَ : مَا مَنَعَكِ أَنْ تُعْلِمِي النَّاسَ بِهٰذَا؟ قَالَتْ : أُنْسِيتُهُ.

نے کہا: میں اسے بھلا دی گئی تھی۔

فوائد ومسائل: ① اس میں حضرت عثمان ؓ کو ابتلا پیش آنے کی خبر ہے۔ جو اسی طرح پیش آئی جیسے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا۔ یہ آپ ﷺ کی نبوت کی دلیل ہے۔ ② اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عثمان ؓ خلیفۂ برحق تھے۔ ③ ملک کا حکمران جب نظم ونسق سنبھالے ہوئے ہو' تو معمولی حیلے بہانوں سے اس کے خلاف تحریک چلا کر فتنہ وفساد برپا کرنا درست نہیں۔ اِلَّا یہ کہ وہ کفر وشرک کو تقویت دینے اور اسلام کے ضعف جیسے جرائم کا مرتکب ہو۔ ④ اس میں حضرت عثمان ؓ کے مخالفین کے منافق ہونے کی صراحت ہے۔ ⑤ راوی کا بعض احادیث میں غلطی کر جانا یا بھول جانا اسے ضعیف قرار دینے کے لیے کافی نہیں' خصوصاً جب کہ اسے بعد میں یاد آ جائے اور وہ اصلاح کر لے' البتہ جس شخص سے بکثرت غلطی ہوتی ہو' تو وہ حافظہ کی کمزوری کی وجہ سے ضعیف قرار پاتا ہے۔

١١٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالاَ : حَدَّثَنَا وَكِيعٌ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي مَرَضِهِ : «وَدِدْتُ أَنَّ عِنْدِي بَعْضَ أَصْحَابِي» قُلْنَا : يَارَسُولَ اللهِ! أَلاَ نَدْعُو لَكَ أَبَابَكْرٍ؟ فَسَكَتَ. قُلْنَا : أَلاَ نَدْعُو لَكَ عُمَرَ؟ فَسَكَتَ. قُلْنَا : أَلاَ نَدْعُو لَكَ عُثْمَانَ؟ قَالَ : «نَعَمْ» فَجَاءَ عُثْمَانُ، فَخَلاَ بِهِ، فَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يُكَلِّمُهُ، وَوَجْهُ عُثْمَانَ يَتَغَيَّرُ، قَالَ قَيْسٌ : فَحَدَّثَنِي أَبُو سَهْلَةَ، مَوْلَى عُثْمَانَ : أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ قَالَ، يَوْمَ الدَّارِ : إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَهِدَ إِلَيَّ عَهْداً، فَأَنَا صَائِرٌ إِلَيْهِ.

۱۱۳- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی (آخری) بیماری کے دوران میں فرمایا: ''میرا جی چاہتا ہے کہ میرے پاس میرا ایک صحابی ہو۔'' ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم ابوبکر ؓ کو بلا بھیجیں؟ آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔ ہم نے کہا: عمر ؓ کو بلا لیں؟ آپ ﷺ خاموش رہے۔ ہم نے کہا: عثمان ؓ کو بلا لیں؟ فرمایا: ''ہاں'' حضرت عثمان ؓ حاضر ہو گئے۔ نبی ﷺ نے ان سے تنہائی میں گفتگو فرمائی۔ آپ ﷺ گفتگو فرماتے جاتے تھے اور عثمان ؓ کے چہرے کے تأثرات تبدیل ہوتے جاتے تھے۔ حضرت قیس ؒ کا بیان ہے کہ انھیں حضرت عثمان ؓ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابوسہلہ ؒ نے بتایا کہ حضرت عثمان ؓ نے محاصرہ کے ایام میں فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ نے مجھ سے ایک وعدہ لیا

١١٣ـ [صحيح] أخرجه أحمد: ٦/ ٢١٤ عن وكيع به، والترمذي، ح: ٣٧١١ مختصرًا، وقال: "حسن صحيح غريب" * إسماعيل صرح بالسماع عند ابن أبي شيبة على بعض الإختلاف فيه.

ہے اور میں اس پر قائم ہوں۔

وَقَالَ عَلِيٌّ فِي حَدِيثِهِ: وَأَنَا صَابِرٌ عَلَيْهِ.

حضرت علی (بن محمد) نے اپنی حدیث میں کہا: میں صبر کرتے ہوئے اس پر قائم ہوں۔

قَالَ قَيْسٌ: فَكَانُوا يُرَوْنَهُ ذٰلِكَ الْيَوْمَ.

حضرت قیس رحمہ اللہ نے فرمایا: سب لوگوں (صحابہ و تابعین) کا خیال ہے کہ اس حدیث میں محاصرہ والے دن کی طرف اشارہ تھا۔

فوائد ومسائل: ① اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتہائی مقرب اور ہم راز تھے۔ ② وعدے سے مراد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو وہی وصیت ہے کہ مفسدین کے غلط مطالبات کے سامنے مت جھکنا اور صبر واستقامت کا مظاہرہ کرنا۔ ③ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اطاعت رسول کا جذبہ بے مثال ہے کہ اپنی جان دینا قبول فرمالیا' لیکن اہل باطل کے سامنے نہیں جھکے اور اس کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و احترام کا یہ حال ہے کہ باغیوں کے خلاف فوجی ایکشن سے صرف اس لیے پرہیز کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں خون ریزی نہ ہو۔ ④ آنے والے واقعات کی پیشگی اطلاع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل ہے۔

(١١/٤) فَضْلُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

(۱۱/۴)۔حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب

✷ پیدائش اور نام ونسب: آپ کا نام ونسب یوں ہے: علی بن ابو طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی قرشی ہاشمی رضی اللہ عنہ۔ آپ کی والدۂ محترمہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہے۔ آپ کی کنیت ابوتراب' ابوالحسن اور ابوسبطین ہے۔ آپ بعثت نبوی سے دس سال پہلے پیدا ہوئے۔ آپ کی پرورش اور تربیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی زوجۂ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کی۔ بچوں میں سب سے پہلے آپ اسلام لائے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کی بیعت کی۔

✷ حلیہ مبارک: حضرت علی رضی اللہ عنہ قوی الجثہ تھے۔ درمیانہ قد' چوڑا چکلا سینہ جس پر بال تھے۔ دست وباز و مضبوط' شانے چوڑے اور پر گوشت اور کولھے بھاری تھے۔ آپ کا رنگ کھلتا ہوا گندمی' بڑی بڑی آنکھیں' شگفتہ چہرہ' کشادہ پیشانی اور ڈاڑھی مبارک دراز تھی۔ آپ کی شخصیت سے وجاہت وذہانت ٹپکتی تھی۔ آپ کو تریسٹھ برس کی عمر میں ۴۰ ہجری ۱۷ رمضان المبارک کو جمعہ کے روز ایک سازش کے ذریعے سے شہید کر دیا گیا۔ آپ کی مدت خلافت ۴ سال ۹ ماہ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پہلی شادی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر سیدۃ النساء حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی۔ اس مبارک نکاح

سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین بیٹے حضرت حسن، حسین اور محسن اور دو صاحبزادیاں حضرت زینب الکبریٰ اور حضرت ام کلثوم الکبریٰ عطا فرمائیں۔ آپ نے حضرت فاطمہ کی زندگی میں دوسری شادی نہیں کی، البتہ ان کی وفات کے بعد آپ نے مندرجہ ذیل نکاح کیے:

- خولہ بنت جعفر: ان سے آپ کے بیٹے محمد پیدا ہوئے جو شیعہ کے ایک اہم امام مانے جاتے ہیں۔
- ام البنین بنت حزام: ان سے چار بیٹے عباس اکبر، عثمان، جعفر اکبر اور عبداللہ پیدا ہوئے۔
- لیلیٰ بنت مسعود: ان کا تعلق بنو تمیم سے تھا۔ ان کے بطن سے عبداللہ اور ابوبکر پیدا ہوئے۔
- اسماء بنت عمیس خثعمیہ: ان سے دو بیٹے یحییٰ اور عون پیدا ہوئے۔
- صہباء بنت ربیعہ: ان سے عمر اکبر اور رقیہ پیدا ہوئے۔
- امامہ بنت ابوالعاص: ان سے محمد اوسط پیدا ہوئے۔
- ام سعید بنت عروہ بن مسعود: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادیاں ام الحسین اور رملہ کبریٰ کی والدہ محترمہ۔ ان کے علاوہ ایک بیٹے محمد اصغر ہیں جن کی والدہ لونڈی تھیں۔

آپ کے عہد میں مسلمان باہم متحد نہ ہو سکے بلکہ ان کے درمیان دو خوفناک جنگیں صفین اور جمل ہوئیں۔ جن میں ہزاروں مسلمان شہید ہوئے۔ یہ جنگیں اجتہادی غلطی کا نتیجہ تھیں، اس لیے علمائے اہل سنت والجماعت کسی ایک گروہ پر لعن طعن نہیں کرتے اگرچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گروہ حق پر تھا۔ بالآخر آپ کی شہادت کے بعد حضرت حسن اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کی صلح سے مسلمانوں میں ایک بار پھر اتحاد کی فضا بہتر ہوگئی۔

١١٤- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، وَأَبُو مُعَاوِيَةَ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: عَهِدَ إِلَيَّ النَّبِيُّ الأُمِّيُّ ﷺ أَنَّهُ لاَ يُحِبُّنِي إِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلاَ يُبْغِضُنِي إِلَّا مُنَافِقٌ.

۱۱۴- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: نبیٔ اُمی ﷺ نے مجھے بالتاکید خبر دی کہ مجھ سے صرف مومن ہی محبت رکھے گا، اور مجھ سے صرف منافق ہی نفرت کرے گا۔

فوائد ومسائل: ① کبار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اسلام کی خدمت اور دفاع میں بے مثال کارنامے انجام دیے ہیں، اس لیے اسلام سے محبت رکھنے والے ہر شخص کے دل میں ان کی محبت اور قدر ومنزلت ہے۔ اور اسلام کے دشمنوں کے لیے ان کا وجود سوہان روح تھا۔ ایسے ہی عظیم افراد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ہیں، اس لیے ان سے محبت، ایمان کی

١١٤ـ أخرجه مسلم، الإيمان، باب الدليل على أن حب الأنصار . . . الخ، ح: ٧٨ من حديث وكيع وأبي معاوية به.

علامت اور ان سے دشمنی منافقت کی علامت ہے۔ ② محبت سے مراد وہ غلو نہیں جو بعض اہل بدعت میں پایا جاتا ہے، مثلاً: بعض نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نبیوں کی طرح معصوم قرار دے دیا۔ بعض نے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے افضل قرار دے دیا۔ بعض ان میں خدائی صفات کے قائل ہوئے اور بعض نے انھیں خود خدا ہی قرار دے دیا جو انسانی صورت میں زمین پر اتر آیا۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام کی نذر ونیاز یا مصائب ومشکلات میں انھیں پکارنا' یا علی' یا علی مدد کے نعرے لگانا اور ناد علی وغیرہ کے اذکار پڑھنا' ہاتھ کے ایک پنجے کی شکل بنا کر اسے علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیتے ہوئے حل مشکلات کا باعث سمجھنا' سب شرکیہ اعمال ہیں جن کا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا ہے نہ وہ ان سے راضی ہیں۔ ان امور کا اس محبت سے کوئی تعلق نہیں جو ایمان کی علامت ہے۔ ③ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں جو اختلافات ہوئے وہ اجتہادی اختلافات تھے' اگرچہ ان میں سے بعض کا نتیجہ' منافقین کی سازشوں کی وجہ سے' جنگ وجدال کی صورت میں بھی ظاہر ہوا۔ ان مشاجرات کی وجہ سے کسی صحابی کو منافق قرار دینا بہت بڑی جسارت ہے اور یہ اہل بدعت کی علامت ہے۔ اہل سنت کے نزدیک ان مشاجرات کے بارے میں کف لسان (خاموش رہنا اور ایک دوسرے کو خطا کار قرار نہ دینا) بہتر ہے۔

١١٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ ابْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ بْنَ سَعْدِ ابْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ لِعَلِيٍّ: «أَلاَ تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسٰى؟».

۱۱۵- حضرت سعد بن ابو وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ میرے ساتھ تیری وہ نسبت ہو جو ہارون علیہ السلام کی موسیٰ علیہ السلام سے تھی؟''

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ ارشاد اس وقت فرمایا تھا' جب نبی علیہ السلام غزوۂ تبوک کے لیے تشریف لے گئے اور مدینہ منورہ کے انتظام کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جہاد سے پیچھے رہنے پر افسوس ہوا اور عرض کیا: آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جاتے ہیں۔ اس پر نبی ﷺ نے مذکورہ بالا ارشاد فرمایا۔ (صحیح البخاری' المغازی' باب غزوة تبوك' حدیث:۴۴۱۶) ② بعض لوگوں نے اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل ثابت کرنے کی کوشش کی ہے' وہ کہتے ہیں: حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ تھے اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے خلیفہ ہیں۔ اس بنا پر وہ لوگ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم پر اعتراض کرتے

١١٥ـ أخرجه البخاري، فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب علي بن أبي طالب القرشي ... الخ، ح:٣٧٠٦، ومسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل علي بن أبي طالب رضي الله عنه، ح:٢٤٠٤ عن محمد بن بشار به.

ہیں کہ انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق لے لیا۔ درحقیقت یہ محض مغالطہ ہے کیونکہ حضرت ہارون علیہ السلام کی خلافت عارضی تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں تھی۔ اسی طرح غزوۂ تبوک میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت عارضی تھی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تھی۔ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کے خلیفہ نہیں بنے کیونکہ ان کی وفات حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ہو چکی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کا منصب حضرت یوشع بن نون علیہ السلام نے سنبھالا تھا۔ اس حدیث کی روشنی میں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت مستقل تسلیم کر بھی لی جائے تو اس امر کی کوئی دلیل نہیں کہ یہ خلافت بلافصل ہوگی۔

١١٦- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ: أَخْبَرَنِي حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدِ بْنِ جُدْعَانَ، عَنْ عَدِيِّ ابْنِ ثَابِتٍ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: أَقْبَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي حَجَّتِهِ الَّتِي حَجَّ، فَنَزَلَ فِي بَعْضِ الطَّرِيقِ، فَأَمَرَ الصَّلَاةَ جَامِعَةً، فَأَخَذَ بِيَدِ عَلِيٍّ، فَقَالَ: «أَلَسْتُ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ؟» قَالُوا: بَلَى. قَالَ: «أَلَسْتُ أَوْلَى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهِ؟» قَالُوا: بَلَى. قَالَ: «فَهٰذَا وَلِيُّ مَنْ أَنَا مَوْلَاهُ، اللَّهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ، اللَّهُمَّ عَادِ مَنْ عَادَاهُ».

١١٦- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حج ادا فرمایا، اس سے واپسی پر سفر میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ نے راستے میں ایک مقام پر پڑاؤ ڈالا اور نماز میں سب کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ (نماز کے بعد) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: ''کیا مومنوں پر میرا خود ان کی جانوں سے زیادہ حق نہیں؟'' انھوں نے کہا: کیوں نہیں۔ پھر فرمایا: ''کیا ہر مومن پر میرا خود اس کی ذات سے زیادہ حق نہیں؟'' صحابہ نے کہا: یقیناً ہے۔ تو آپ نے فرمایا: ''جس کا میں دوست ہوں، یہ بھی اس کا دوست ہے۔ اے اللہ! جو اس (علی) سے دوستی رکھے تو اس سے دوستی رکھ۔ اے اللہ! جو اس سے دشمنی رکھے، تو اس سے دشمنی رکھ۔''

فوائد ومسائل: ① حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں یہ کلمات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمائے تھے جب حجۃ الوداع سے واپسی پر غدیر خم مقام پر پہنچے تھے۔ اس محبت وموالات کو بیان کرنے کی ضرورت اس لیے محسوس ہوئی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب یمن سے واپس آئے تو کچھ لوگ ان پر ناراض تھے۔ ② بعض لوگوں نے اس حدیث سے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، حالانکہ دوستی کا خلافت سے کوئی تعلق نہیں۔ ③ اس سے خوارج کی، جنھوں نے حضرت علی کی فضیلت کا انکار کیا اور ان غالی شیعہ کی مذمت ثابت ہوتی ہے، جنھوں نے

١١٦- [إسناده ضعيف] أخرجه أحمد: ٤/ ٢٨١ من حديث حماد به، وضعفه البوصيري * علي بن زيد بن جدعان ضعيف (تقريب)، وأصل الحديث (من كنت مولاه فعلي مولاه) صحيح متواتر، راجع "نظم المتناثر" وغيره.

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کی زندگی میں ''خدا'' کہا تھا' چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انھیں سزائے موت دی۔ دیکھیے: (صحیح البخاری' استتابة المرتدین' حدیث: ٦٩٢٢) ④ اس حدیث سے صرف یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی محبت رکھنا ضروری ہے' نہ کہ بغض وعناد۔ ⑤ بعض کے نزدیک یہ روایت صحیح ہے۔ دیکھیے' (الصحیحة' حدیث: ١٧٥٠)

١١٧- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي لَيْلٰى: حَدَّثَنَا الْحَكَمُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى قَالَ: كَانَ أَبُو لَيْلَى يَسْمُرُ مَعَ عَلِيٍّ، فَكَانَ يَلْبَسُ ثِيَابَ الصَّيْفِ فِي الشِّتَاءِ، وَثِيَابَ الشِّتَاءِ فِي الصَّيْفِ. فَقُلْنَا: لَوْ سَأَلْتَهُ. فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ بَعَثَ إِلَيَّ وَأَنَا أَرْمَدُ الْعَيْنِ، يَوْمَ خَيْبَرَ. قُلْتُ: يَارَسُولَ اللهِ إِنِّي أَرْمَدُ الْعَيْنِ، فَتَفَلَ فِي عَيْنِي، ثُمَّ قَالَ: «اللَّهُمَّ أَذْهِبْ عَنْهُ الْحَرَّ وَالْبَرْدَ» قَالَ: فَمَا وَجَدْتُ حَرًّا وَلاَ بَرْداً بَعْدَ يَوْمِئِذٍ. وَقَالَ: «لَأَبْعَثَنَّ رَجُلاً يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ، وَيُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُولُهُ، لَيْسَ بِفَرَّارٍ» فَتَشَرَّفَ لَهُ النَّاسُ، فَبَعَثَ إِلٰى عَلِيٍّ، فَأَعْطَاهَا إِيَّاهُ.

١١٧- حضرت عبدالرحمٰن بن ابولیلیٰ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: حضرت ابولیلیٰ رضی اللہ عنہ رات کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ گفتگو میں شریک ہوتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سردیوں میں گرمیوں کا لباس اور گرمیوں میں سردیوں کا لباس پہن لیا کرتے تھے۔ ہم نے (ابولیلیٰ رضی اللہ عنہ سے) کہا' آپ ان (علی رضی اللہ عنہ) سے اس کے متعلق دریافت کریں۔ (انھوں نے دریافت کیا تو) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (جنگ) خیبر کے روز اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے بلا بھیجا' جب کہ میری آنکھیں دکھتی تھیں۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے آشوب چشم ہے۔ آپ نے میری آنکھوں میں لعاب دہن لگایا' اور فرمایا: ''اے اللہ! اس سے گرمی اور سردی دور کر دے۔'' اس دن کے بعد سے مجھے گرمی یا سردی محسوس نہیں ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں ضرور ایک ایسا آدمی بھیجوں گا جو اللہ سے اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور اس سے اللہ اور اس کے رسول کو محبت ہے' وہ بھاگنے والا نہیں۔'' لوگ گردنیں اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگے۔ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا اور انھیں جھنڈا عطا فرمایا۔

١١٧- [إسناده ضعيف] * محمد بن أبي ليلٰى ضعفه الجمهور، قاله البوصيري، ح: ٨٥٤، ولحديثه شواهد عند النسائي في الكبرٰى، وأحمد وغيرهما.

فوائد ومسائل: ① غزوۂ خیبر ہجرت کے ساتویں برس ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو یہود خیبر پر فتح وکامیابی عطا فرمائی، تو رسول اللہ ﷺ نے یہود سے پیداوار کی نصف کھجوروں پر مزارعت کا معاہدہ کرلیا۔ واضح رہے مقام خیبر مدینہ سے شام کی طرف ہے جو قلعوں اور کھجوروں کی سرزمین ہے۔ ② تابعین حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اس قدر احترام کرتے تھے کہ ایسے سوالات کرنے کی جرأت نہیں کرتے تھے جن کا تعلق براہ راست علم سے نہ ہو اس لیے انھوں نے جب یہ معلوم کرنا چاہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ لباس میں موسم کا لحاظ کیوں نہیں رکھتے تو اپنے اس ساتھی کے ذریعے سے پوچھا جو ان سے نسبتاً بے تکلفی رکھتے تھے۔ ③ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خاص شرف ہے کہ فوج کی قیادت کے لیے انھیں خاص طور پر طلب کیا گیا۔ ④ لعاب دہن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں کی بیماری کا دور ہوجانا نبئ اکرم ﷺ کا ایک معجزہ ہے جو آپ ﷺ کی نبوت کی دلیل ہے۔ ⑤ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کامل مومن ہونے کی دلیل ہے جس سے خوارج کی تردید ہوجاتی ہے۔ ⑥ یہ واقعہ صحیحین کی روایات سے ثابت ہے۔ دیکھیے: (صحيح البخاری، المغازی، حديث:۴۲۱۰، و صحيح مسلم، الجهاد، حديث:۱۲۰) تاہم ان میں سردی اور گرمی سے متاثر نہ ہونے کا ذکر نہیں۔ اس کا ذکر صرف زیر بحث روایت میں ہے جس کی سند میں ایک راوی ''محمد بن ابی لیلیٰ'' ضعیف ہے۔ اور امام بوصیری وغیرہ نے صراحت کی ہے کہ جس روایت کے بیان کرنے میں وہ متفرد ہو وہ قابل حجت نہیں۔ اور گرمی سردی والی بات بیان کرنے میں یہ متفرد ہے، اس لیے روایت کا یہ حصہ صحیح نہیں۔ واللہ اعلم۔ ⑦ گزشتہ حدیث میں جو ''مولیٰ'' کا لفظ آیا تھا اس روایت سے واضح ہوا کہ وہاں محب اور دوست مراد ہے۔

١١٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى الْوَاسِطِيُّ: حَدَّثَنَا الْمُعَلَّى بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَأَبُوهُمَا خَيْرٌ مِنْهُمَا».

۱۱۸- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حسن اور حسین رضی اللہ عنہما جنتی جوانوں کے سردار ہیں، اور ان کے والد ان سے افضل ہیں۔''

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے قطعی جنتی ہونے کی بشارت ہے۔ ② یہ افضلیت جزوی ہے کیونکہ انھیں صرف جوانوں کے سردار قرار دیا گیا ہے۔ معمر جنتی حضرات اس میں شامل نہیں، اسی طرح ان کی افضلیت صرف امتیوں پر ہے، انبیائے کرام علیہم السلام کا درجہ بہرحال بلند ہے۔ ③ حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما جوانی میں فوت نہیں ہوئے لیکن ان جنتیوں کے سردار ہیں جو جوانی کی عمر میں فوت ہوئے۔ کسی جماعت کا

١١٨ـ [حسن] أخرجه الحاكم: ٣/ ١٦٧ من حديث محمد بن موسٰى به، وقال الذهبي: "معلى متروك"، وكذبه ابن المديني وغيره، فالسند موضوع، ولهٰذا المتن طريق حسن عند الحاكم أيضًا، وصححه، ووافقه الذهبي.

سردار ایسا شخص بھی مقرر کیا جاسکتا ہے جو بعض لحاظ سے ان میں شامل نہ ہو۔ واللہ اعلم.

١١٩- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَسُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ، وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ مُوسَى، قَالُوا: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ حُبْشِيِّ بْنِ جُنَادَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «عَلِيٌّ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ، وَلاَ يُؤَدِّي عَنِّي إِلَّا عَلِيٌّ».

۱۱۹- حضرت حُبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: ''علی مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں' میری طرف سے صرف علی رضی اللہ عنہ ہی ادا کریں گے۔''

فوائد ومسائل: ① ''علی مجھ سے ہے۔'' اس جملے سے مقصود انتہائی قرابت اور گہرے تعلق کا اظہار ہے، جیسے حضرت طالوت نے اپنے مومن ہمراہیوں سے فرمایا تھا: ﴿إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُم بِنَهَرٍ فَمَن شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي وَمَن لَّمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي﴾ (البقرة:٢٤٩) ''اللہ تعالیٰ تمھیں ایک نہر سے آزمانے والا ہے' جس نے اس سے (پانی) پی لیا' وہ مجھ سے نہیں' اور جو اسے نہ چکھے' وہ مجھ سے ہے (میرا مخلص ساتھی ہے۔'') ② ادا کرنے سے مراد پیغام پہنچانا اور اعلان کرنا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے سورۂ براءت نازل فرمائی اور اس میں کافروں کو چار مہینے کا الٹی میٹم دے دیا گیا کہ اس عرصہ میں اسلام قبول کرلیں یا جزیرۂ عرب سے نکل جائیں' تو ان آیات کا اعلان کرنے کے لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ معاہدہ ختم کرنے کے لیے آپ کا قریبی رشتہ دار ہونا چاہیے کہ عرب اپنے رواج کے مطابق اس کے اعلان کو کما حقہ اہمیت دے سکیں' اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ اعلان کرنے کے لیے بھیجا گیا کہ آئندہ مشرک حرم مکی میں نہ آئیں اور کوئی شخص بے لباس ہو کر طواف نہ کرے اور یہ کہ مشرکین کے لیے چار ماہ کی مہلت ہے' اس عرصہ میں اگر وہ مسلمان نہ ہوئے تو انھیں ملک سے نکال دیا جائے گا۔ اس موقع پر نبی ﷺ نے فرمایا کہ چونکہ علی رضی اللہ عنہ کا مجھ سے قرابت کا تعلق زیادہ ہے' اس لیے یہ اہم اعلان وہی کریں گے۔ ③ اس سے زندگی میں مالی حقوق کی ادائیگی بھی مراد ہوسکتی ہے، یعنی انھیں اختیار دیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی طرف سے خرید وفروخت وغیرہ کے معاملات نپٹائیں۔ وفات کے بعد ان حقوق کی ادائیگی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے اگر کسی کو کچھ عطا فرمانے کا وعدہ کیا تھا اور اسے پورا کرنے کا موقع نہ ملا یا کوئی اور مالی ذمہ داری تھی' تو نبی ﷺ کی وفات کے بعد ان تمام کی ادائیگی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کی۔ (صحیح البخاری' کتاب الکفالۃ' باب من تکفّل عن میت دینًا فلیس له أن یرجع' حدیث:٢٢٩٦)

١١٩ـ [حسن] أخرجه الترمذي، المناقب، باب علي مني وأنا من علي، ح:٣٧١٩ عن إسماعيل به، وقال: "حسن غريب صحيح" * شريك تابعه إسرائيل وغيره، وأبوإسحاق صرح بالسماع.

١٢٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الرَّازِيُّ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى: أَنْبَأَنَا الْعَلَاءُ بْنُ صَالِحٍ، عَنِ الْمِنْهَالِ، عَنْ عَبَّادِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ: أَنَا عَبْدُ اللهِ، وَأَخُو رَسُولِهِ ﷺ. وَأَنَا الصِّدِّيقُ الأَكْبَرُ، لَا يَقُولُهَا بَعْدِي إِلَّا كَذَّابٌ، صَلَّيْتُ قَبْلَ النَّاسِ بِسَبْعِ سِنِينَ.

۱۲۰-حضرت عباد بن عبداللہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کے رسول کا بھائی ہوں' میں صدیق اکبر ہوں' میرے بعد یہ بات وہی کہے گا جو انتہائی جھوٹا ہے۔ میں نے دوسروں سے سات سال پہلے نماز پڑھی ہے۔

فائدہ: یہ روایت ضعیف ہے۔ علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے اسے ''باطل'' قرار دیا ہے۔ درایتاً بھی غور کیا جائے تو اولاً حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ سات سال تک رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنے والے صرف وہی تھے' جبکہ نزول نبوت سے سات سال تک کا عرصہ تو بہت طویل ہے۔ ابتدائی تین سال کی خاموش تبلیغ کے نتیجہ میں ہی مکہ مکرمہ میں اسلام کی دعوت بہت سے حضرات قبول کر چکے تھے اور ثانیاً حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسے اللہ تعالیٰ کے صالح' منکسر المزاج بندے یہ فخریہ کلمات کس طرح کہہ سکتے تھے کہ ''میں ہی صدیق اکبر ہوں۔'' اس لحاظ سے یہ روایت واقعی سخت ضعیف اور باطل ہے۔

١٢١- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ مُسْلِمٍ، عَنِ ابْنِ سَابِطٍ، وَهُوَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، عَنْ سَعْدِ ابْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ: قَدِمَ مُعَاوِيَةُ فِي بَعْضِ حَجَّاتِهِ، فَدَخَلَ عَلَيْهِ سَعْدٌ، فَذَكَرُوا عَلِيًّا، فَنَالَ مِنْهُ. فَغَضِبَ سَعْدٌ، وَقَالَ: تَقُولُ هٰذَا لِرَجُلٍ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ». وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: «أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ

۱۲۱-حضرت سعد بن ابو وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: ایک بار حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حج کے لیے تشریف لائے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ ان کے پاس (ملاقات کے لیے) گئے۔ (اثنائے گفتگو میں) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ چھڑ گیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے متعلق کچھ تنقیدی الفاظ کہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا اور فرمایا: آپ ایسے شخص کے بارے میں یہ بات کہہ رہے ہیں جس کے متعلق میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: ''جس کا مولیٰ میں ہوں' علی رضی اللہ عنہ بھی اس کا مولیٰ

١٢٠ـ [إسناده ضعيف جدًا] أخرجه الحاكم: ٣/ ١١١، ١١٢، وتعقبه الذهبي، والحديث في الخصائص للنسائي
* عباد بن عبدالله ضعيف (تقريب).

١٢١ـ [صحيح] * ابن سابط لم يسمع من سعد رضي الله عنه كما قال ابن معين، وللحديث شواهد عند مسلم وغيره.

مِنْ مُوسٰى إِلَّا أَنَّهُ لاَ نَبِيَّ بَعْدِي». وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: «لأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ الْيَوْمَ رَجُلاً يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ»؟.

(دوست) ہے۔'' اور میں نے آپ ﷺ سے سنا کہ آپ نے (علی رضی اللہ عنہ سے) فرمایا: ''تیرا مجھ سے وہی تعلق ہے جو ہارون علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام سے تھا' البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔'' اور میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے بھی سنا: ''آج میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ سے اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔ (اور وہ جھنڈا علی رضی اللہ عنہ کو ملا۔)''

فوائد ومسائل: ① حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان بعض اختلافات ہوئے تھے' جن کی وجہ سے بعض مفسدین کی ریشہ دوانیوں سے جنگ وجدل تک نوبت پہنچی۔ یہ محض اجتہادی اختلاف تھا' اس بنا پر ہم لوگوں کے لیے جائز نہیں کہ کسی صحابی کے حق میں زبان طعن دراز کریں۔ ② کسی کی عدم موجودگی میں اس پر تنقید مناسب نہیں۔ ③ اگر کسی شخص پر اس کی عدم موجودگی میں تنقید کی جائے تو حاضرین کو چاہیے کہ اس کے حق میں بات کریں اور اس کی خوبیاں ذکر کریں۔ ④ اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعدد فضائل مذکور ہیں۔ جن میں سے بعض کی تفصیل گزشتہ احادیث میں بیان ہو چکی ہے۔

(۱۱/۵) فَضْلُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

(۱۱/۵)- حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب

✷ **پیدائش اور نام ونسب:** نام ونسب یوں ہے: حضرت زبیر بن عوّام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی قریشی اسدی۔ آپ کی والدۂ محترمہ حضرت صفیہ نبیٔ اکرم ﷺ کی پھوپھی تھیں۔ آپ کے دادا حضرت خدیجہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے والد تھے۔ آپ کی والدۂ محترمہ نے آپ کی کنیت ابوطاہر رکھی جبکہ آپ نے ابوعبداللہ کنیت اختیار کی۔ تقریباً ۱۵ برس کی عمر میں اسلام قبول کیا تو آپ مسلمانوں میں چوتھے یا پانچویں نمبر پر تھے۔ آپ نے ہجرت مدینہ اور ہجرت حبشہ کا شرف حاصل کیا۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے مؤاخاۃ میں انھیں سلمہ بن سلامہ بن وقش کا بھائی بنایا۔ حضرت زبیر ان دس خوش نصیبوں میں سے ہیں جنھیں رسول اللہ ﷺ نے جنت کی بشارت دی تھی۔ اس کے علاوہ انھیں یہ عظیم شرف حاصل ہے کہ حضرت عثمان' عبدالرحمٰن بن عوف' مقداد اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم جیسے اکابر صحابہ نے آپ کو اپنی اولاد کے بارے میں وصیت کی تھی' لہٰذا وہ ان صحابہ کی اولاد کے مال کی حفاظت کرتے تھے اور اپنے ذاتی مال سے ان کی دیکھ بھال فرماتے تھے۔ جنگ جمل میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کرنے سے رک گئے اور لشکر سے الگ ہو کر وادیٔ سباع میں تشریف لے گئے۔ وہاں حالت

نماز میں ابن جرموز نامی شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تقرب کے حصول کے لیے آپ کو شہید کر دیا۔ جب یہ شخص انعام واکرام کے لالچ میں آپ کی تلوار لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حاضری کی اجازت نہ دی بلکہ فرمایا: ''حضرت زبیر کے قاتل کو جہنم کی خوش خبری سنا دو۔'' اس طرح آپ ۳۶ ہجری میں جمادی الاولی کی دس تاریخ کو جمعرات کے دن شہید ہو گئے۔ اس وقت آپ کی عمر تقریباً ۶۴ سال تھی۔ رضي الله عنه.

✸ **حلیہ مبارک:** حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بڑے وجیہ اور خوب صورت شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کا قد دراز، جسم متوازن، رنگ گندمی، ڈاڑھی چھدری اور سر کے بال لمبے تھے۔ شہادت کے وقت تک صحت انتہائی شاندار تھی۔

✸ **ازواج واولاد:** آپ کی ازواج اور اولاد کی تفصیل درج ذیل ہے:

- **اسماء بنت ابی بکر:** ان سے آپ کی بڑی نامور اولاد پیدا ہوئی، مثلاً: حضرت عبداللہ، عروہ، منذر، عاصم، مہاجر، خدیجۃ الکبری، ام الحسن اور عائشہ۔
- **امۃ بنت خالد بن سعید بن عاص:** ان کے بطن سے خالد، عمرو، حبیبہ، سودہ اور ہند پیدا ہوئے۔
- **رباب بنت انیف بن عبید:** حضرت مصعب، حمزہ اور رملہ ان سے پیدا ہوئے۔
- **زینب:** عبیدہ اور جعفر دو بیٹے ان سے پیدا ہوئے۔
- **ام کلثوم بنت عقبہ:** ان سے صرف ایک بیٹی زینب پیدا ہوئی۔
- **حلال بنت قیس:** ان سے بھی ایک بیٹی خدیجۃ الصغری پیدا ہوئیں۔

١٢٢- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، يَوْمَ قُرَيْظَةَ: «مَنْ يَأْتِينَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ؟» فَقَالَ الزُّبَيْرُ: أَنَا، فَقَالَ: «مَنْ يَأْتِينَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ؟» قَالَ الزُّبَيْرُ: أَنَا، ثَلَاثًا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيٌّ، وَإِنَّ حَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ».

۱۲۲- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنو قریظہ کی جنگ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دشمن کی خبر کون لائے گا؟'' حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں۔ آپ ﷺ نے (دوبارہ) فرمایا: ''دشمن کی خبر کون لائے گا؟'' زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں۔ تین بار ایسے ہی ہوا۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر (رضی اللہ عنہ) ہے۔''

فوائد ومسائل: ① بنو قریظہ کے خلاف مہم، جنگ خندق کے فوراً بعد شروع ہوئی تھی، اس طرح سے دونوں غزوات

١٢٢ـ أخرجه البخاري، الجهاد، باب فضل الطليعة، ح: ٢٨٤٦، ٤١١٣، ومسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل طلحة والزبير رضي الله عنهما، ح: ٢٤١٥ من حديث سفيان الثوري به.

گویا ایک ہی ہیں۔ یہاں یوم بنوقریظہ سے مراد جنگ احزاب کے ایک دن کا واقعہ ہے۔ ② ''حواری'' سے مراد جاں نثار ساتھی ہے۔ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں (حواریوں) نے کہا تھا: ﴿نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ﴾ (الصف:١٤) ''ہم اللہ کے (دین کے) مددگار ہیں۔'' ③ اس سے حضرت زبیر ؓ کی عظمت اور شان ظاہر ہوتی ہے کہ نبی علیہ السلام نے انھیں مقرب ترین ساتھیوں میں شمار فرمایا۔

١٢٣- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنِ الزُّبَيْرِ قَالَ: لَقَدْ جَمَعَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ أَبَوَيْهِ يَوْمَ أُحُدٍ.

۱۲۳- حضرت زبیر ؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ نے جنگ احد کے دن میرے لیے اپنے والدین کو جمع (ذکر) فرمایا۔

فوائد ومسائل: ① والدین کا ذکر اور جمع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت زبیر بن عوام ؓ کو مخاطب کر کے فرمایا: ''میرے ماں باپ تجھ پر قربان۔'' جنگ میں بہادری سے لڑنے کی وجہ سے آپ ﷺ نے ان کی حوصلہ افزائی کے طور پر یہ الفاظ فرمائے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت زبیر کے لیے اپنے والدین کو اس وقت بھی جمع کیا جب وہ بنوقریظہ کی خبر لے کر آئے تھے۔ (صحیح البخاری، فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب الزبير...... الخ، حدیث:٣٧٢٠) ② غزوۂ أحد کے دوران میں ہی آپ ﷺ نے حضرت سعد بن ابو وقاص ؓ سے بھی فرمایا تھا: ''تیر چلاؤ! میرے ماں باپ تم پر قربان۔'' (صحیح البخاری، الأدب، باب قول الرجل: فداك ابي وامي، حدیث:٦١٨٤) ③ حضرت زبیر اور حضرت سعد بن ابو وقاص ؓ دونوں ''عشرۂ مبشرہ'' میں شامل ہیں۔

١٢٤- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، وَهَدِيَّةُ ابْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ، قَالاَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَتْ لِي عَائِشَةُ: يَا عُرْوَةُ! كَانَ أَبَوَاكَ مِنَ ﴿الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِنْ

۱۲۴- حضرت عروہ ؒ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ ؓ نے مجھ سے فرمایا: عروہ! تمھارے والد اور نانا ان لوگوں میں شامل ہیں، جنھوں نے زخمی ہونے کے بعد بھی اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی تعمیل کی، یعنی ابوبکر اور زبیر ؓ۔

١٢٣- أخرجه البخاري، فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب الزبير بن العوام رضي الله عنه، ح:٣٧٢٠، ومسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل طلحة والزبير رضي الله عنهما، ح:٢٤١٦ من حديث هشام به.

١٢٤- [إسناده صحيح] أخرجه الحميدي عن سفيان به، وصححه الحاكم على شرط الشيخين، ووافقه الذهبي.

بَعْدِ مَآ أَصَابَهُمُ ٱلْقَرْحُ﴾ [آل عمران: ١٧٢] أَبُو بَكْرٍ وَالزُّبَيْرُ.

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے: ﴿اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ﴾ (آل عمران: ١٧٢) ''جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو قبول کیا' اس کے بعد کہ انھیں زخم لگ چکے تھے' ان میں سے جنھوں نے نیکی کی اور پرہیز گاری اختیار کی' ان کے لیے بہت زیادہ اجر ہے۔'' ② اس آیت میں غزوۂ احد کے بعد کے حالات کی طرف اشارہ ہے۔ مشرکین جب واپس ہوئے تو راستے میں انھیں خیال آیا کہ ہم نے مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کا موقع گنوا دیا ہے' چنانچہ انھوں نے واپس پلٹ کر حملہ کرنے کا ارادہ کیا' رسول اللہ ﷺ نے بھی یہ خطرہ محسوس کیا کہ مکی لشکر دوبارہ حملہ کرنے کی کوشش کر سکتا ہے، چنانچہ آپ نے اعلان فرمادیا کہ جنگ احد میں حصہ لینے والے تمام مجاہد دوبارہ کوچ کریں۔ آپ نے آٹھ میل دور حمراء الاسد تک تعاقب کیا' جب مشرکین کو یہ خبر پہنچی تو وہ مرعوب ہو گئے اور مدینہ پر حملہ کیے بغیر واپس چلے گئے۔ (دیکھیے: الرحیق المختوم' ص: ٣٨٦) ③ حضرت عروہ بن زبیر' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے ہیں۔ ان کی والدہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما ہیں۔ اس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے نانا اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ ان کے والد ہوئے۔

(١١/٦) فَضْلُ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

(١١/٦)- حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب

✵ نام ونسب اور فضائل: نام ونسب یوں ہے: طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب قریشی تیمی اور کنیت ابو محمد ہے۔ آپ کو اسلام میں متعدد فضیلتیں حاصل ہیں مثلاً: آپ خوش نصیب و بلند مرتبہ عشرۂ مبشرہ صحابہ میں سے ایک ہیں۔ اسلام قبول کرنے میں سبقت لینے والوں میں آپ کا نمبر آٹھواں اور ابوبکر صدیق کی دعوت و تبلیغ سے اسلام لانے والوں میں پانچواں نمبر ہے۔ اسی طرح آپ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بنائی ہوئی شوریٰ کے رکن بھی تھے۔ آپ کا تعلق حضرت ابوبکر صدیق کے خاندان سے ہے۔ اسلام لانے کے بعد آپ کے بڑے بھائی عثمان نے آپ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک ہی رسی میں جکڑ کر سخت مارا پیٹا۔ حضرت عمر اسی واقعہ کی وجہ سے اپنے ان دو ساتھیوں کو ''قرینین'' کہہ کر پکارتے تھے۔ آپ نے سترہ برس کی عمر میں اسلام قبول کیا اور آپ مکہ کے ان چند شرفاء میں سے تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ نبی علیہ السلام نے انھیں سخاوت کی وجہ سے فَیَّاض کا لقب عطا فرمایا۔ غزوۂ حنین میں شجاعت دکھائی تو نبی علیہ السلام نے طلحة الجود کا لقب عطا کیا۔ حضرت طلحہ کو ایک ایسا شرف حاصل ہے جو دوسرے کسی صحابی کو نہیں' انھوں نے چار شادیاں کیں اور ان چاروں میں وہ نبیٔ اکرم ﷺ کے ہم زلف تھے، یعنی انھوں نے ام المومنین حضرت عائشہ کی بہن ام کلثوم' ام المومنین حضرت زینب

کی بہن حمنہ، ام المومنین ام حبیبہ کی بہن فارعہ اور ام المومنین ام سلمہ کی بہن رقیہ سے شادی کی۔

* حلیہ مبارک: آپ درمیانے قد، گندمی رنگ، شگفتہ صورت اور باریک ناک والے تھے۔ آخر دم تک چاق چوبند تھے اور بڑھاپے کے آثار ظاہر نہیں ہوئے تھے۔

آپ جنگ جمل میں مروان بن حکم کے تیر سے زخمی ہو کر فوت ہوئے۔ اس طرح آپ ۶۴ برس کی عمر میں ۳۶ ہجری کو جمعرات کے دن جمادی الآخرہ کی دس تاریخ کو اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے کل سات شادیاں کیں اور دو لونڈیاں بھی آپ کے پاس تھیں۔ ان سے کل گیارہ بیٹے اور چار بیٹیاں پیدا ہوئیں۔

۱۲۵- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، وَعَمْرُو ابْنُ عَبْدِ اللهِ الأَوْدِيُّ، قَالاَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا الصَّلْتُ الأَزْدِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو نَضْرَةَ، عَنْ جَابِرٍ: أَنَّ طَلْحَةَ مَرَّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: «شَهِيدٌ يَمْشِي عَلَى وَجْهِ الأَرْضِ».

۱۲۵- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا: ”یہ شہید ہے جو زمین پر چل رہا ہے۔“

فوائد و مسائل: ① اس حدیث کی صحت میں اختلاف ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ دیکھیے: (الصحیحة، رقم:۱۲۶) اس میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خوش خبری ہے جو ایک عظیم سعادت ہے۔ ② آپ کی شہادت جنگ جمل کے موقع پر ہوئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مشاجرات میں جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے وہ اللہ کے ہاں مجرم نہیں، ورنہ انھیں شہادت کی خبر نہ دی جاتی۔

۱۲۶- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الأَزْهَرِ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ: حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ يَحْيَى بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ مُعَاوِيَةَ

۱۲۶- حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر فرمایا: ”یہ ان میں سے ہے جنھوں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔“

۱۲۵ـ [ضعيف] أخرجه الترمذي، المناقب، باب مناقب أبي محمد طلحة بن عبيدالله رضي الله عنه، ح: ۳۷۳۹ من حديث الصلت بن دينار به، وقال: "غريب" * الصلت متروك كما قال أحمد وغيره (تهذيب)، وللحديث شواهد ضعيفة، ولم أجد له طريقًا صحيحًا ولا حسنًا، والحديث الآتي شاهد له معنوي.

۱۲۶ـ [حسن] أخرجه الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة الأحزاب، ح: ۳۲۰۲ من حديث إسحاق به، وقال: "غريب"، وصححه الحاكم، وتعقبه الذهبي * إسحاق بن يحيٰي ضعيف (تقريب)، وله طريق حسن عند الترمذي، ح: ۳۲۰۳، وقال: "حسن غريب".

ابْنِ أَبِي سُفْيَانَ قَالَ: نَظَرَ النَّبِيُّ ﷺ إِلٰى طَلْحَةَ، فَقَالَ: «هٰذَا مِمَّنْ قَضَى نَحْبَهُ».

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں اس آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا﴾ (الاحزاب: ۲۳) ''مومنوں میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جنھوں نے جو عہد اللہ سے کیا تھا' اسے سچا کر دکھایا۔ بعض نے تو اپنا وعدہ پورا کر دیا اور بعض (موقع کے) منتظر ہیں اور انھوں نے (اپنے عزم میں) کوئی تبدیلی نہیں کی۔'' ② اس میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا شرف ہے کہ انھیں شہادت سے پہلے وعدہ پورا کرنے والا قرار دے دیا گیا۔ گویا انھوں نے اب تک جو کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں وہ اتنے زیادہ اور اتنے عظیم ہیں کہ انھیں شہادت سے پہلے ہی شہیدوں کے بلند مقام کا حامل قرار دیا جا سکتا ہے۔ ③ اس میں ان کے مخلص مومن ہونے کی گواہی بھی ہے اور یہ کہ ان کا اللہ سے کیا ہوا وعدہ' ایک سچا وعدہ ہے جو خلوص قلب سے کیا گیا ہے۔

١٢٧ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: أَنْبَأَنَا إِسْحَاقُ، عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ مُعَاوِيَةَ، فَقَالَ: أَشْهَدُ لَسَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «طَلْحَةُ مِمَّنْ قَضَى نَحْبَهُ».

۱۲۷- حضرت موسیٰ بن طلحہ سے روایت ہے' انھوں نے کہا' ہم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے۔ انھوں نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے سنا ہے آپ فرما رہے تھے: ''طلحہ (رضی اللہ عنہ) ان لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔''

١٢٨ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ، قَالَ: رَأَيْتُ يَدَ طَلْحَةَ شَلَّاءَ، وَقٰى بِهَا رَسُولَ اللهِ ﷺ، يَوْمَ أُحُدٍ.

۱۲۸- حضرت قیس سے روایت ہے' انھوں نے کہا: میں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ دیکھا جو شل ہو چکا تھا' انھوں نے جنگ اُحد میں اس سے رسول اللہ ﷺ کا دفاع کیا تھا۔

فوائد و مسائل: ① جنگ اُحد میں کافروں کے حملوں کا مرکز نبی اکرم ﷺ کی ذات تھی۔ اس وقت جب کہ مسلمان منتشر ہو چکے تھے' حضرت طلحہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہما کی بے مثال بہادری کی وجہ سے مشرکین اپنے ناپاک مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ ② ہاتھ سے دفاع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دشمن کی طرف سے آنے والے تیروں

١٢٧ـ [حسن] انظر الحديث السابق.

١٢٨ـ [صحيح] أخرجه البخاري، المغازي، باب إذ همت طائفتان منكم أن تفشلا والله وليهما، ح: ٤٠٦٣ من حديث وكيع به.

کے سامنے اپنا ہاتھ کر دیا تا کہ نبی ﷺ محفوظ رہیں۔ جس کی وجہ سے ہاتھ شل ہو گیا۔ غالباً ڈھال فوری طور پر دست یاب نہ تھی۔

(۱۱/۷) فَضْلُ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

(۱۱/۷)-حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب

✱ پیدائش اور نام ونسب: نام ونسب یوں ہے: سعد بن مالک بن وہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب قریشی زہری اور کنیت ابو اسحاق ہے۔ آپ ہجرت نبوی سے تقریباً تیس سال پہلے پیدا ہوئے۔ آپ عشرۂ مبشرہ میں سے ایک، عرب کے شاہسوار، حضرت عمر کی شوریٰ کے اہم رکن اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے سب سے پہلے عرب تیرانداز ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے ماموں زاد بھائی ہیں۔ اسلام لانے والوں میں آپ کا تیسرا نمبر ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم سے آپ نے کوفہ شہر کی بنیاد رکھی اور اسے خوب صورت سائنسی طریق پر استوار کیا۔

✱ حلیہ مبارک: آپ بلند قامت، فربہ جسم اور قوی ومضبوط تھے۔ بال گھنے تھے۔ آخری عمر میں خضاب لگاتے تھے۔ آپ نے پچاسی سال کی عمر میں وادئ عقیق مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

✱ ازواج واولاد: آپ نے نو شادیاں کیں، ان سے آپ کے اٹھارہ بیٹے اور اتنی ہی بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ سب سے بڑے بیٹے، اسحاق کے نام پر ابو اسحاق کنیت رکھی۔

۱۲۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ سَعْدِ ابْنِ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَدَّادٍ ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ : مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ جَمَعَ أَبَوَيْهِ لِأَحَدٍ غَيْرِ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ ، فَإِنَّهُ قَالَ لَهُ ، يَوْمَ أُحُدٍ : «ارْمِ سَعْدُ! فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي» .

۱۲۹- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: میں نے سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کے سوا کسی صحابی کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے ماں باپ قربان ہونے کے الفاظ نہیں سنے۔ صرف انھیں آپ ﷺ نے غزوۂ احد کے موقع پر فرمایا تھا: ''سعد! تیر چلاؤ، میرے ماں باپ تم پر قربان۔''

فوائد ومسائل: ① حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بھی یہ سعادت حاصل ہے، جیسے حدیث ۱۲۳ میں بیان ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یا تو اس کا علم نہیں ہوا یا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے براہ راست یہ الفاظ نہیں سنے، جبکہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو یہ الفاظ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں فرمائے گئے۔ ② دشمن پر تیراندازی کی بھی اتنی ہی اہمیت ہے جتنی تلوار سے مقابلہ کرنے کی ہے۔ موجودہ دور میں پھینکنے والے آلات کی بہت اہمیت ہے، خواہ وہ

۱۲۹ـ أخرجه البخاري، الجهاد والسير، باب المجن ومن يترس بترس صاحبه، ح:۲۹۰۵، ۴۰۵۸، ۴۰۵۹، ۶۱۸۴، ومسلم، فضائل الصحابة، باب في فضل سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه، ح: ۲۴۱۱ من حديث سعد به .

رائفل یا کلاشنکوف کی گولی ہو یا کسی قسم کے توپ یا ٹینک کا گولہ یا میزائل وغیرہ ہوں ان سب کا کافروں کے خلاف استعمال اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی کا باعث ہے لہٰذا مسلمانوں کو جہاد کی تیاری کے لیے ہر قسم کا اسلحہ تیار کرنا چاہیے اور اس کا استعمال سیکھنا چاہیے۔

۱۳۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ : أَنْبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ؛ ح : وَحَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ : حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ يَقُولُ: لَقَدْ جَمَعَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ، يَوْمَ أُحُدٍ، أَبَوَيْهِ، فَقَالَ: «اِرْمِ سَعْدُ! فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي».

۱۳۰- حضرت سعد بن ابو وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: جنگِ اُحد کے دن رسول اللہ ﷺ نے میرے لیے اپنے والدین کا نام لیا یعنی یوں فرمایا ”اے سعد! تیر چلاؤ میرے ماں باپ تم پر قربان۔“

۱۳۱- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ، وَخَالِي يَعْلَى، وَوَكِيعٌ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ يَقُولُ: إِنِّي لَأَوَّلُ الْعَرَبِ رَمَى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللهِ.

۱۳۱- حضرت سعد بن ابو وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں پہلا عربی ہوں جس نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا۔

فائدہ: جہاد میں کسی بھی کام میں سبقت اور پیش قدمی باعث فخر ہے۔ اور اللہ کے احسان کے تذکرہ کے طور پر بطور امتنان وتشکر اس قسم کا شرف ذکر کر دینے میں کوئی حرج نہیں۔

۱۳۲- حَدَّثَنَا مَسْرُوقُ بْنُ الْمَرْزُبَانِ:

۱۳۲- حضرت سعد بن ابو وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت

۱۳۰ـ أخرجه البخاري، المغازي، باب إذ همت طائفتان منكم أن تفشلا . . . الخ، ح: ٤٠٥٧، ومسلم، فضائل الصحابة، باب في فضل سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه، ح: ٢٤١٢ من حديث يحيٰى به.

۱۳۱ـ أخرجه البخاري، فضائل الصحابة، باب مناقب سعد بن أبي وقاص الزهري، ح: ٣٧٢٨، ومسلم، الزهد، باب الدنيا سجن للمؤمن وجنة للكافر، ح: ٢٩٦٦ من حديث إسماعيل به.

۱۳۲ـ [صحيح] أخرجه البخاري، فضائل الصحابة، باب مناقب سعد بن أبي قاص الزهري، ح: ٣٧٢٧ من حديث ابن أبي زائدة به.

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ هَاشِمِ بْنِ هَاشِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُولُ: قَالَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ: مَا أَسْلَمَ أَحَدٌ فِي الْيَوْمِ الَّذِي أَسْلَمْتُ فِيهِ، وَلَقَدْ مَكَثْتُ سَبْعَةَ أَيَّامٍ، وَإِنِّي لَثُلُثُ الْإِسْلَامِ.

ہے انھوں نے فرمایا: جس دن میں نے اسلام قبول کیا' اس دن کسی اور شخص نے اسلام قبول نہیں کیا۔ سات دن تک میں مسلمانوں کی تعداد کا ایک تہائی رہا ہوں۔

فوائد ومسائل: ① ''ایک تہائی'' کا مطلب یہ ہے کہ مجھ سے پہلے صرف دو افراد نے اسلام قبول کیا تھا' میرے اسلام لانے سے مسلمانوں کی کل تعداد تین ہوگئی۔ سات دن تک کوئی اور صاحب اسلام میں داخل نہیں ہوئے۔ ② یہاں آزاد جواں مرد افراد کے اسلام لانے کا ذکر ہے۔ ورنہ آپ سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا (خاتون)' زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ (غلام)' حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ (نوعمر)' اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ آزاد حضرات میں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلے مسلم ہیں۔ ان کے بعد صرف ایک صاحب کے بعد حضرت سعد بن ابووقاص رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ اس طرح ''اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْن'' کے خطاب کے حامل ہوئے' جو ایک عظیم شرف ہے۔

(۱۱/۸) فَضَائِلُ الْعَشَرَةِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ

(۱۱/۸)- عشرۂ مبشرہ رضی اللہ عنہم کے فضائل ومناقب

۱۳۳- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ: حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْمُثَنَّى، أَبُو الْمُثَنَّى النَّخَعِيُّ، عَنْ جَدِّهِ رِيَاحِ بْنِ الْحَارِثِ، سَمِعَ سَعِيدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَاشِرَ عَشَرَةٍ فَقَالَ: «أَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ، وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ، وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ، وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ، وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ، وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ، وَسَعْدٌ فِي الْجَنَّةِ، وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ فِي الْجَنَّةِ» فَقِيلَ لَهُ: مَنِ

۱۳۳- حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ دس افراد کی ایک مجلس میں دسویں فرد کی حیثیت سے تشریف فرما تھے (آپ کے ساتھ نو صحابی تھے۔) آپ نے فرمایا: ''ابوبکر جنتی ہیں' عمر جنتی ہیں' عثمان جنتی ہیں' علی جنتی ہیں' طلحہ جنتی ہیں' زبیر جنتی ہیں' سعد جنتی ہیں' عبدالرحمٰن جنتی ہیں۔'' ان سے پوچھا گیا: (آپ نے آٹھ افراد کے نام لیے ہیں) نویں صاحب کون ہیں؟ فرمایا: ''میں۔''

۱۳۳ـ [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، السنة، باب في الخلفاء، ح: ٤٦٥٠ من حديث صدقة به.

التَّاسِعُ؟ قَالَ: «أَنَا».

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں نو افراد کے جنتی ہونے کی خبر ہے۔ ان کے ساتھ دسویں صحابی حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان دس حضرات کو "عشرۂ مبشرہ" کہا جاتا ہے۔ یعنی وہ دس صحابۂ کرام جنھیں اللہ کے رسول ﷺ نے جنت کی خوش خبری دی ہے۔ یہ دس حضرات تمام صحابۂ کرام سے افضل ہیں۔ بعض دیگر مواقع پر رسول اللہ ﷺ نے بعض دیگر افراد کو بھی جنت کی بشارت دی ہے' لیکن ان حضرات کا مقام عشرۂ مبشرہ کے برابر نہیں۔ ② حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے تواضع کے طور پر اپنا نام نہیں لیا۔ جب پوچھا گیا تب بتانا پڑا۔

١٣٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ هِلاَلِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ ظَالِمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: أَشْهَدُ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنِّي سَمِعْتُهُ يَقُولُ: «اُثْبُتْ حِرَاءُ! فَمَا عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ صِدِّيقٌ أَوْ شَهِيدٌ». وَعَدَّهُمْ: رَسُولُ اللهِ ﷺ، وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ، وَعَلِيٌّ، وَطَلْحَةُ، وَالزُّبَيْرُ، وَسَعْدٌ، وَابْنُ عَوْفٍ، وَسَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ.

۱۳۴- حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: "حراء (پہاڑ)! ٹھہر جا' تجھ پر صرف نبی' صدیق اور شہید ہیں۔" راوی نے ان حضرات کو شمار کیا (جو پہاڑ پر تھے' اور کہا): اللہ کے رسول ﷺ' ابوبکر' عمر' عثمان' علی' طلحہ' زبیر' سعد' عبدالرحمن بن عوف اور سعید بن زید رضی اللہ عنہم۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں مذکور صحابہ کی فضیلت واضح ہے کہ وہ بہت سے مواقع پر نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ہوتے تھے۔ ② یہ بات آپ علیہ السلام نے اس وقت فرمائی جب حراء پہاڑ پر زلزلہ آیا۔ نبی اکرم علیہ السلام کے "ٹھہر جا" کہنے سے وہ ٹھہر گیا۔ یہ آپ ﷺ کا معجزہ ہے۔ ③ حراء ایک پہاڑ ہے جو مکہ شہر سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر ہے' قبل از بعثت آپ ﷺ وہاں جا کر عبادت کیا کرتے تھے۔

(١١/٩) فَضْلُ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ [رَضِيَ اللهُ عَنْهُ]

(۱۱/۹)- حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی فضیلت

* پیدائش ووفات اور نام ونسب: نام ونسب یوں ہے: عامر بن عبداللہ بن جراح بن ہلال بن اہیب بن ضبہ

١٣٤ـ [حسن] أخرجه أبوداود، السنة، باب في الخلفاء، ح: ٤٦٤٨ من حديث حصين به، وصححه الترمذي، ح: ٣٧٥٧، وابن حبان.

بن حارث بن فہر قریشی۔ آپ اپنی کنیت ابوعبیدہ اور والد کی بجائے دادا الجراح کے نام سے مشہور ہوئے۔ فہر پر آپ کا نسب' نبی اکرم ﷺ سے مل جاتا ہے۔ آپ کا والد مسلمان نہیں ہوا اور جنگ بدر کے دن اپنے ہی بیٹے کے ہاتھوں قتل ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیق کی دعوت پر ۲۹ برس کی عمر میں مسلمان ہوئے۔ اس طرح مسلمان ہونے والے خوش نصیبوں میں آپ کا نواں نمبر ہے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ دراز قد' دبلے پتلے' لمبوترے چہرے' ابھرے سینے اور چھدری ڈاڑھی والے تھے۔ رخسار گوشت سے خالی تھے اور سامنے کے دو دانت غزوۂ اُحد میں ٹوٹ گئے تھے۔ آپ نے ۱۸ ہجری میں طاعون عمواس میں وفات پائی۔ اس وقت آپ کی عمر تقریباً ۵۸ برس تھی۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ آپ کی اولاد میں صرف دو بیٹے یزید اور عمیر تھے اور والدہ کا نام ہند بنت جابر ہے۔

١٣٥ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ؛ ح: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ. جَمِيعاً عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ صِلَةَ ابْنِ زُفَرَ، عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ، لِأَهْلِ نَجْرَانَ: «سَأَبْعَثُ مَعَكُمْ رَجُلاً أَمِيناً، حَقَّ أَمِينٍ». قَالَ: فَتَشَرَّفَ لَهُ النَّاسُ، فَبَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ.

۱۳۵- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نجران والوں سے کہا: ''میں تمھارے ساتھ ایک دیانت دار آدمی بھیجوں گا' جو کماحقہ دیانت دار ہے۔'' لوگوں کو جستجو ہوئی۔ آپ ﷺ نے ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔

فوائد ومسائل: ① نجران کا علاقہ مکہ اور یمن کے درمیان ہے اور یہ لوگ عیسائی مذہب کے پیروکار تھے۔ ۹ ہجری میں ان کا وفد مدینہ منورہ آیا اور نبی اکرم ﷺ سے بعض مسائل پر گفتگو کی' آپ ﷺ نے انھیں اسلام کی دعوت دی۔ انھوں نے انکار کیا تو آیاتِ مباہلہ نازل ہوئیں۔ انھوں نے آپس میں کہا: اگر محمد ﷺ واقعی نبی ہیں تو ان سے مباہلہ کر کے ہم تباہی سے نہیں بچ سکتے' چنانچہ انھوں نے جزیہ دینے کا وعدہ کر کے صلح کر لی۔ اور عرض کیا کہ ایک دیانت دار آدمی روانہ فرمائیں' آپ نے صلح کا مال وصول کرنے کے لیے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور اسی موقع پر یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔ بعد میں یہ لوگ مسلمان ہو گئے۔ دیکھیے: (الرحيق المختوم' ص: ۶۰۴ تا ۶۰۶) ② مالی ذمہ داریوں کے لیے دیانت دار آدمی کا تعین کرنا چاہیے۔ دوسری صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ دیانت داری اہم ترین شرط ہے جو اس قسم کے منصب کے لیے ضروری ہے۔

١٣٥ـ أخرجه البخاري، فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب أبي عبيدة بن الجراح رضي الله عنه، ح: ٣٧٤٥ وغيره، ومسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل أبي عبيدة بن الجراح رضي الله عنه، ح: ٢٤٢٠ من حديث أبي إسحاق به.

١٣٦- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لأَبِي عُبَيْدَةَ ابْنِ الْجَرَّاحِ: «هٰذَا أَمِينُ هٰذِهِ الأُمَّةِ».

۱۳۶- حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: ''یہ اس امت کا دیانت دار آدمی ہے۔''

فائدہ: اسی وجہ سے انھیں ''امین الامت'' کہا جاتا ہے۔

(١٠/١١) فَضْلُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

(۱۰/۱۱)- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فضائل

* حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ: نام ونسب: عبداللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب بن شمخ بن فار بن مخزوم الہذلی۔ آپ کی کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے۔ آپ کی والدہ کا نام ام عبد بنت عبدِ وَدّ ہے۔ اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمان ہوئے۔ آپ خود فرماتے تھے کہ میں مسلمان ہونے والوں میں چھٹا شخص تھا' اس وقت روئے زمین پر ہمارے علاوہ کوئی مسلمان نہ تھا۔ آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے نبی اکرم ﷺ سے براہ راست قرآن مجید کی ۷۰ سورتیں سیکھیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ۳۲ ہجری میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئے اور ان کی وصیت کے مطابق انھیں رات کے وقت دفن کیا گیا۔ اس وقت ان کی عمر تقریباً ۶۳ برس تھی۔

* حضرت عبداللہ بن مسعود کے خوب صورت کلام کا ایک نمونہ: آپ فرماتے ہیں: جو شخص آخرت کا طالب ہو اسے دنیا کا خسارہ برداشت کرنا ہوگا۔ اور جو شخص دنیا کا خواہش مند ہے اسے آخرت کا خسارہ ہوگا' لٰہذا' اے لوگو! باقی رہنے والی زندگی کی خاطر فانی دنیا کا خسارہ برداشت کرلو۔

١٣٧- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَوْ كُنْتُ مُسْتَخْلِفاً أَحَداً عَنْ غَيْرِ مَشْوَرَةٍ، لَاسْتَخْلَفْتُ ابْنَ أُمِّ عَبْدٍ».

۱۳۷- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر میں بغیر مشورہ کے کسی کو خلیفہ مقرر کرتا تو ام عبد کے بیٹے (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) کو خلیفہ مقرر کرتا۔''

١٣٦- [صحيح] انظر الحديث السابق.

١٣٧- [إسناده ضعيف] أخرجه الترمذي، المناقب، باب مناقب عبدالله بن مسعود رضي الله عنه، ح: ٣٨٠٨ من حديث أبي إسحاق به، وقال: "غريب إنما نعرفه من حديث الحارث عن علي"، [انظر، ح: ٩٥].

فائدہ: بعض شارحین نے یہاں خلیفہ سے کسی خاص لشکر کی امارت یا کسی اور معاملے میں جانشین بنانا وغیرہ مراد لیا ہے، لیکن یہاں تاویل وغیرہ کی ضرورت ہی نہیں ہے کیونکہ یہ روایت ہی ضعیف ہے۔

١٣٨- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ: حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ زِرٍّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ: أَنَّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ بَشَّرَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَقْرَأَ الْقُرْآنَ غَضًّا كَمَا أُنْزِلَ، فَلْيَقْرَأْهُ عَلَى قِرَاءَةِ ابْنِ أُمِّ عَبْدٍ».

۱۳۸- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے انھیں خوشخبری دی کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص قرآن کو اس طرح تروتازہ پڑھنا چاہتا ہے جس طرح وہ نازل ہوا' اسے چاہیے کہ ابن ام عبد (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) کی قراءت کے مطابق پڑھے۔''

فوائد ومسائل: ① اس میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے انداز تلاوت کی تعریف ہے کہ انتہائی صحت حروف کے ساتھ تلاوت کرتے ہیں۔ تروتازہ قراءت سے مراد' بغیر تغیر کے تلاوت کرنا ہے۔ ② جس طرح قرآن مجید کو سمجھنا اور عمل کرنا ضروری ہے اسی طرح اس کی صحیح اور عمدہ انداز سے تلاوت کرنا بھی ضروری اور قابل تعریف ہے۔ اس سے علم تجوید اور قراءت کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ ③ مسلمان بھائی کو ایسی بات بتا دینا اللہ کے ہاں محبوب ترین اعمال میں سے ہے جس سے اسے خوشی حاصل ہو جس طرح حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو خوش خبری دی کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ان کی تلاوت کو پسند فرمایا ہے اور اس کے مطابق پڑھنے کی ترغیب دی ہے۔

١٣٩- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ، عَنِ الْحَسَنِ ابْنِ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سُوَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذْنُكَ عَلَيَّ أَنْ تَرْفَعَ الْحِجَابَ، وَأَنْ تَسْتَمِعَ سِوَادِي حَتَّى أَنْهَاكَ».

۱۳۹- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: مجھے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''تمھارا اذن (گھر میں آنے کے لیے) یہی ہے کہ پردہ اٹھاؤ' اور تم میری رازدارانہ گفتگو بھی سن سکتے ہو' حتی کہ میں منع کر دوں۔''

١٣٨ـ [حسن] أخرجه أحمد: ١/ ٤٤٥، ٤٥٤ من حديث عاصم به * أبوبكر بن عياش تابعه زائدة وغيره، وباقي السند حسن.

١٣٩ـ [صحيح] أخرجه مسلم، السلام، باب جواز جعل الإذن رفع حجاب، أو غيره من العلامات، ح: ٢١٦٩ من حديث عبدالله بن إدريس وغيره به.

فائدہ: ① حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اکثر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ کام کاج کے لیے اکثر حاضر ہونا پڑتا تھا، چنانچہ ان کے لیے استیذان کے حکم میں نرمی کر دی گئی۔ قرآن مجید میں غلاموں اور لونڈیوں کو بھی تین اوقات کے علاوہ باقی کسی بھی وقت آنے جانے کے لیے بار بار اجازت مانگنے سے معاف رکھا گیا ہے۔ (سورۂ نور: ۵۸)

(۱۱/۱۱) فَضْلُ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

(۱۱/۱۱)- حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے فضائل

* حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ: نام ونسب: عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ، اور کنیت ابوالفضل ہے۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے چچا ہیں۔ آپ کی والدہ نتیلہ بنت جناب بن کلب، وہ پہلی عربی خاتون ہیں جنھوں نے بیت اللہ شریف کو ریشمی غلاف پہنایا۔ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایک دفعہ حضرت عباس بچپن میں گم ہو گئے تو آپ کی والدہ نے نذر مانی کہ اگر ان کا بچہ مل گیا تو وہ بیت اللہ شریف کو ریشمی غلاف پہنائیں گی، لہٰذا حضرت عباس کے ملنے پر انھوں نے بیت اللہ شریف کو غلاف پہنایا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نبیِ اکرم ﷺ سے دو سال بڑے تھے۔ زمانۂ جاہلیت میں قریش کے سردار تھے اور بیت اللہ میں حاجیوں کو زمزم پلانے کی خدمت آپ کے سپرد تھی۔ آخری عمر میں بینائی ختم ہو گئی تھی۔ مدینہ منورہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے دو سال قبل جمعہ کے روز ۱۲ رمضان کو فوت ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۸۸ برس تھی۔ آپ کی اولاد میں حضرت عبداللہ، عبیداللہ اور قثم رضی اللہ عنہم نہایت بلند مرتبہ شخصیات ہیں۔

١٤٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَرِيفٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ: حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي سَبْرَةَ النَّخَعِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ، عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ: كُنَّا نَلْقَى النَّفَرَ مِنْ قُرَيْشٍ، وَهُمْ يَتَحَدَّثُونَ، فَيَقْطَعُونَ حَدِيثَهُمْ، فَذَكَرْنَا ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: «مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَتَحَدَّثُونَ، فَإِذَا رَأَوْا

۱۴۰- حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: قریش کے کچھ لوگ باتیں کر رہے ہوتے، ہم ان سے ملتے (ان کی مجلس میں جا پہنچتے) تو وہ بات چیت ختم کر دیتے۔ ہم نے یہ بات اللہ کے رسول ﷺ کو بتائی تو آپ نے فرمایا: ''لوگوں کو کیا ہوا کہ وہ باتیں کر رہے ہوتے ہیں پھر جب میرے گھر والوں میں سے کسی شخص کو دیکھتے ہیں تو بات چیت ختم کر دیتے ہیں۔ اللہ کی قسم! کسی آدمی کے دل میں ایمان داخل نہیں ہو سکتا

١٤٠- [إسناده ضعيف] أخرجه الحاكم: ٤/ ٧٥ من حديث محمد بن طريف به * محمد بن كعب لم يسمع من العباس رضي الله عنه، قاله يعقوب بن شيبة، وفيه علة أخرى.

الرَّجُلَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي قَطَعُوا حَدِيثَهُمْ، وَاللهِ، لَا يَدْخُلُ قَلْبَ رَجُلٍ الإِيمَانُ حَتَّى يُحِبَّهُمْ لِلَّهِ وَلِقَرَابَتِهِمْ مِنِّي».

حتی کہ وہ ان سے اللہ کے لیے اور ان سے میری قرابت کا لحاظ رکھتے ہوئے محبت رکھے۔"

١٤١- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ الضَّحَّاكِ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ مُرَّةَ الْحَضْرَمِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ اللهَ اتَّخَذَنِي خَلِيلاً كَمَا اتَّخَذَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلاً، فَمَنْزِلِي وَمَنْزِلُ إِبْرَاهِيمَ فِي الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُجَاهَيْنِ، وَالْعَبَّاسُ بَيْنَنَا مُؤْمِنٌ بَيْنَ خَلِيلَيْنِ».

۱۴۱- حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے خلیل بنایا ہے جس طرح ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تھا۔ قیامت کے دن جنت میں میرا مقام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام دونوں آمنے سامنے ہوں گے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ (ہم دونوں کے) اللہ کے دو خلیلوں کے درمیان ایک مومن ہوں گے۔"

فائدہ: حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے فضائل میں یہاں منقول دونوں حدیثیں صحیح نہیں ہیں، تاہم وہ ایک جلیل القدر صحابی اور رسول اللہ ﷺ کے عم بزرگوار ہیں۔ یہ شرف واعزاز بھی کچھ کم نہیں۔

(١١/١٢) فَضْلُ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ ابْنَيْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ

(۱۱/۱۲)- حضرت حسن اور حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہم کے فضائل

* حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ: پیدائش اور نام ونسب: حسن بن علی بن ابو طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف قریشی ہاشمی۔ آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے لاڈلے نواسے فاطمۃ الزہراء کے چہیتے بیٹے اور علی حیدر کے قابل فخر سپوت ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے آپ کا نام حسن اور کنیت ابو محمد رکھی۔ ۳ ہجری میں ۱۵ رمضان المبارک کو پیدا ہوئے اور تقریباً ۴۶ برس کی عمر مبارک گزار کر ۴۹ ہجری میں فوت ہوئے۔ آپ کی موت کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی بیوی جعدہ بنت اشعث نے آپ کو زہر پلا دیا تھا جس سے تقریباً ۴۰ روز آپ کا خون پیشاب کے رستے خارج ہوتا رہا۔ بالآخر اسی مرض سے وفات پا گئے۔ حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور بقیع الغرقد (جنت البقیع) میں آپ کو دفن کیا گیا۔

١٤١- [إسناده موضوع] أخرجه ابن الجوزي في الموضوعات: ٢/ ٣٢ من حديث عبدالوهاب به * وعبدالوهاب كذبه أبوحاتم وغيره (تهذيب).

حضرت فضل بن دکین بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی بیماری شدت اختیار کر گئی تو آپ پریشان ہو گئے۔ اسی اثنا میں ایک آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو تسلی دیتے ہوئے کہا: اے ابومحمد! یہ کیسی پریشانی ہے؟ آپ اس دنیا سے رخصت ہوتے ہی اپنے عزیز والدین حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کو جا ملیں گے۔ اپنے نانا نبی اکرم ﷺ اور نانی خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کریں گے۔ اپنے چچاؤں حضرت حمزہ اور حضرت جعفر کے پاس جاؤ گے، اپنے ماموں قاسم، طیب اور ابراہیم کی زیارت کرو گے، اپنی خالاؤں رقیہ، ام کلثوم اور زینب کا دیدار کرو گے۔ (لہٰذا یہ پریشانی نہیں ہونی چاہیے) یہ سن کر آپ کا غم جاتا رہا اور آپ کی طبیعت خوش ہو گئی۔

* حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما: پیدائش اور نام ونسب: حسین بن علی بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف قریشی ہاشمی۔ آپ رسول اکرم ﷺ کے چہیتے نواسے، فاطمۃ الزہرا کے لاڈلے بیٹے، حسن رضی اللہ عنہ کے محبوب بھائی اور جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔ آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ آپ ۴ ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپ نبی کریم ﷺ کے سینے سے لے کر باقی بدن میں مشابہ تھے جبکہ حضرت حسن آپ سے سر سے سینے تک مشابہ تھے۔ کوفیوں کی غداری کی وجہ سے آپ ۶۱ ہجری میں ماہ محرم میں جمعہ کے روز شہید کر دیے گئے۔

١٤٢ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِلْحَسَنِ : «اللَّهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُ ، فَأَحِبَّهُ وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُ» قَالَ : وَضَمَّهُ إِلٰى صَدْرِهِ .

۱۴۲- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: ”اے اللہ! میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ۔ اور جو اس سے محبت کرے اس سے بھی محبت کر۔“ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ ﷺ نے انھیں سینے سے لگا لیا۔

فوائد ومسائل: ① اس میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے کہ ان سے محبت اللہ کی محبت کے حصول کا ذریعہ ہے۔ ② اپنے بچوں سے محبت کا اظہار کرنا، معاشرہ میں بلند مقام رکھنے والوں کی شان کے منافی نہیں بلکہ اخلاق حسنہ میں شامل ہے۔

١٤٣ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، عَنْ سُفْيَانَ ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي عَوْفٍ

۱۴۳- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”جس نے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما

١٤٢ـ أخرجه البخاري، البيوع، باب ما ذكر في الأسواق، ح: ٢١٢٢، ومسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل الحسن والحسين رضي الله عنهما، ح: ٢٤٢١ من حديث سفيان به، مطولاً ومختصرًا.

١٤٣ـ [صحيح] أخرجه النسائي في الكبرى، ح: ٨١٦٨ من حديث سفيان الثوري به، وصححه البوصيري، وله شواهد صحيحة عند الطبراني، والحاكم وغيرهما، وصحح بعضها الحاكم، والذهبي.

أَبِي الْجَحَّافِ، وَكَانَ مَرْضِيًّا، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ أَحَبَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ فَقَدْ أَحَبَّنِي، وَمَنْ أَبْغَضَهُمَا فَقَدْ أَبْغَضَنِي».

سے محبت کی' اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا' اس نے مجھ سے بغض رکھا۔''

فوائد و مسائل: ① حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے پیارے نواسے تھے۔ اور نبی علیہ السلام سے محبت کا تقاضا ہے کہ ان کے پیاروں سے بھی پیار ہو۔ اسی وجہ سے دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت بھی ایمان کا جز ہے۔ اور ان کے بارے میں دل میں نامناسب جذبات رکھنا ایمان کے منافی ہے۔ ② اہل بیت اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت صرف زبانی دعوے والی چیز نہیں' بلکہ ان کے اسوہ پر عمل کرنا اصل محبت ہے۔ ③ کسی بھی صحابی سے سرزد ہونے والی اجتہادی غلطیوں کو بنیاد بنا کر ان کے خلاف باتیں کرنا یا ان کی معمولی لغزشوں کو بڑے جرائم باور کرانے کی کوشش کرنا درست نہیں۔ جس طرح بعض لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر عائد کیے گئے غلط الزامات کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور اس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کرنے والے مفسدین کا موقف درست ثابت کرنا چاہا ہے۔ اس کے برعکس بعض دوسرے لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ہدف تنقید بنایا ہے۔ خوارج نے حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں کو کافر قرار دیا' یہ سب غلط ہیں۔ صحابۂ کرام کا اختلاف اجتہادی اختلاف تھا جس میں غلطی پر بھی ثواب ہے۔ اس موضوع پر ابن العربی رحمہ اللہ کی کتاب "العواصم من القواصم" کا مطالعہ مفید ہے۔ اردو میں ''خلافت وملوکیت کی تاریخی وشرعی حیثیت۔'' (مصنفہ حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ) کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

١٤٤ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدِ بْنِ كَاسِبٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي رَاشِدٍ أَنَّ يَعْلَى بْنَ مُرَّةَ حَدَّثَهُمْ أَنَّهُمْ خَرَجُوا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى طَعَامٍ دُعُوا لَهُ: فَإِذَا حُسَيْنٌ يَلْعَبُ فِي السِّكَّةِ، قَالَ: فَتَقَدَّمَ النَّبِيُّ ﷺ أَمَامَ الْقَوْمِ، وَبَسَطَ يَدَيْهِ فَجَعَلَ الْغُلَامُ يَفِرُّ هٰهُنَا وَهٰهُنَا، وَيُضَاحِكُهُ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى

۱۴۴- حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو کھانے کی دعوت دی گئی تھی۔ وہ لوگ نبی ﷺ کے ساتھ وہاں جانے کے لیے روانہ ہوئے' دیکھا تو گلی میں حسین رضی اللہ عنہ کھیل رہے تھے۔ نبی ﷺ نے دوسروں سے آگے بڑھ کر (حسین رضی اللہ عنہ کو پکڑنے کے لیے) ہاتھ پھیلا دیے۔ وہ ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ نبی ﷺ انھیں ہنساتے رہے۔ آخر انھیں پکڑ لیا۔ آپ ﷺ نے اپنا ایک ہاتھ ان کی ٹھوڑی کے نیچے رکھا' اور

١٤٤ـ [إسناده حسن] أخرجه الترمذي، المناقب، مناقب حلمه ووضعه ﷺ الحسن والحسين بين يديه، ح: ٣٧٧٥ من حديث ابن خثيم به، وقال: "حديث حسن"، وصححه ابن حبان (موارد)، ح: ٢٢٤٠، والحاكم: ٣/ ١٧٧، والذهبي، وقال البوصيري: "هٰذا إسناد حسن، رجاله ثقات"، وله طرق أخرى.

أَخَذَهُ، فَجَعَلَ إِحْدٰى يَدَيْهِ تَحْتَ ذَقَنِهِ، والأُخْرٰى فِي فَأْسِ رَأْسِهِ فَقَبَّلَهُ، وَقَالَ: «حُسَيْنٌ مِنِّي، وَأَنَا مِنْ حُسَيْنٍ، أَحَبَّ اللهُ مَنْ أَحَبَّ حُسَيْناً، حُسَيْنٌ سِبْطٌ مِنَ الأَسْبَاطِ».

دوسرا ہاتھ ان کے سر کے پچھلے حصے پر رکھا اور انھیں چوم لیا۔ پھر فرمایا: ''حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں' جو حسین سے محبت کرے' اللہ اس سے محبت کرے اور حسین اسباط میں سے ایک سبط ہیں۔''

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ مِثْلَهُ.

امام ابن ماجہ ؒ نے کہا ہمیں علی بن محمد نے وکیع سے انہوں نے سفیان سے سابقہ روایت کی مثل بیان کیا۔

فوائد ومسائل: ① اگر کوئی کھانے کی دعوت دے تو قبول کرنا مسنون ہے۔ ② چھوٹے بچے گلی میں کھیلیں تو جائز ہے۔ ③ اظہار محبت کے لیے بچے کو تھامنا' چہرے کو بوسہ دینا سنت رسول ﷺ ہے۔ ④ ''سبط'' کے معنی نواسہ ہیں مگر اس کا اطلاق قبیلے پر بھی ہوتا ہے۔ اس سے حضرت حسین ڈاٹنٹو کی عظمت ظاہر کرنا مقصود ہے کہ وہ اکیلے ہی ایک قبیلے کی سی شان کے حامل ہیں۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اکیلے ہی ایک امت کی سی شان رکھتے ہیں۔ (النحل: ۱۲۰)

١٤٥- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلاَّلُ، وَعَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ، قَالاَ: حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ: حَدَّثَنَا أَسْبَاطُ بْنُ نَصْرٍ، عَنِ السُّدِّيِّ، عَنْ صُبَيْحٍ، مَوْلٰى أُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِعَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ: «أَنَا سِلْمٌ لِمَنْ سَالَمْتُمْ، وَحَرْبٌ لِمَنْ حَارَبْتُمْ».

۱۴۵- حضرت زید بن ارقم ڈاٹنٹو سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرات علی' فاطمہ' حسن اور حسین ڈیاٹنٹم سے فرمایا: ''جس سے تم صلح کرو' میری بھی اس سے صلح ہے اور جس سے تم جنگ کرو' اس سے میری بھی جنگ ہے۔''

فائدہ: اس قسم کی روایات سے ان صحابہ وتابعین کی مذمت پر استدلال کیا جاتا ہے' جن سے حضرت علی ڈاٹنٹو اور حضرت حسن وحسین ڈاٹنٹہا کا مبینہ طور پر یا واقعتاً اختلاف ہوا' حالانکہ اوّل تو یہ روایت ہی ضعیف ہے۔ ثانیاً اگر غور کیا جائے تو اس سے ان لوگوں کی مذمت نکلتی ہے جنھوں نے علی ڈاٹنٹو یا حسین ڈاٹنٹو سے محبت اور ان کی اطاعت ونصرت کا دعویٰ کیا اور پھر ان سے غداری کر کے انھیں شہید کر دیا۔ حضرت علی ڈاٹنٹو کی شہادت ایک خارجی کے ہاتھ سے ہوئی اور خوارج شروع میں حضرت علی ڈاٹنٹو کی پارٹی میں شامل تھے' بعد میں مخالف ہوئے۔ اسی طرح حضرت حسین ڈاٹنٹو کو کوفہ بلانے والے اور بعد میں انھیں شہید کرنے والے بھی وہی تھے جو ان سے محبت کا دعویٰ رکھتے تھے۔ حضرت حسن ڈاٹنٹو

١٤٥ـ [إسناده ضعيف] أخرجه الترمذي، المناقب، باب ماجاء في فضل فاطمة [بنت محمد ﷺ] رضي الله عنها، ح: ٣٨٧٠ من حديث أسباط به، وقال: "غريب" * وصُبَيْحٌ مولى أم سلمة ليس بمعروف، ولم يوثقه غير ابن حبان.

نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی۔ اس روایت کی روشنی میں معاویہ رضی اللہ عنہ مخالفین میں سے خارج ہو گئے' لہٰذا ان پر طعن کرنے کا کوئی جواز نہیں رہا۔

(١١/١٣) فَضْلُ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ

(۱۱/۱۳)-حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے فضائل

* حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما: نام ونسب: عمار بن یاسر بن عامر بن مالک بن کنانہ بن قیس بن حصین العنسی۔ آپ کی کنیت ابوالیقظان ہے۔ آپ کی والدۂ محترمہ کا نام سمیہ ہے۔ اسلام کے ابتدائی دور میں اپنے والد اور والدہ کے ساتھ اسلام لائے اور کفار کی اذیتیں برداشت کیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ صفین میں شریک ہوئے اور شامی لشکر کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ ۳۷ ہجری میں ۹۳ برس کی عمر میں شہید ہوئے۔

١٤٦- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ هَانِيءِ بْنِ هَانِيءٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: كُنْتُ جَالِساً عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ، فَاسْتَأْذَنَ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «ائْذَنُوا لَهُ، مَرْحَباً بِالطَّيِّبِ الْمُطَيَّبِ».

۱۴۶- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: میں نبی ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نے آنے کی اجازت چاہی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اسے اجازت دے دو۔ اس پاک کیے ہوئے پاک باز کو خوش آمدید۔''

فوائد ومسائل: ① حضرت عمار' ان کے والد یاسر اور والدہ سمیہ رضی اللہ عنہم ان عظیم صحابۂ کرام میں شامل ہیں جنھوں نے ابتدائی دور میں اسلام قبول کیا اور کفار کے ہاتھوں بہت سی تکلیفیں برداشت کیں' اس لیے نبی ﷺ کی نظر میں ان کا مقام بہت بلند تھا۔ ② پاک کیے ہوئے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اخلاص نصیب فرمایا ہے اور ایسی عادات وخصائل سے پاک فرما دیا ہے جو ایک کامل ایمان والے مومن کی شان کے لائق نہیں۔ ③ دوستوں کو مرحبا اور خوش آمدید کہنا بھی اخلاق حسنہ میں شامل ہے۔

١٤٧- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ

۱۴۷- حضرت ہانی بن ہانی رحمہ اللہ سے روایت ہے'

١٤٦ـ [حسن] أخرجه الترمذي، المناقب، باب مناقب عمار بن ياسر . . . الخ، ح: ٣٧٩٨ من حديث سفيان الثوري به، وقال: "حسن صحيح"، وصححه ابن حبان، والحاكم، والذهبي، ورواه شعبة عن أبي إسحاق به عند أحمد وغيره.

١٤٧ـ [إسناده ضعيف] أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف: ١٢/ ١٢٠، ١٢١، وصححه ابن حبان * أبوإسحاق وتلميذه عنعنا، تقدم، ح: ٤٦، وله شواهد ضعيفة عند النسائي، والحاكم وغيرهما، والله أعلم.

الْجَهْضَمِيُّ: حَدَّثَنَا عَثَّامُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ هَانِيءِ بْنِ هَانِيءٍ قَالَ: دَخَلَ عَمَّارٌ عَلٰى عَلِيٍّ، فَقَالَ: مَرْحَباً بِالطَّيِّبِ الْمُطَيَّبِ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مُلِيءَ عَمَّارٌ إِيمَاناً إِلٰى مُشَاشِهِ».

حضرت عمار رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انھوں نے فرمایا: پاک کیے ہوئے پاک باز کو خوش آمدید! میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ نے فرمایا: ''عمار رضی اللہ عنہ سرتاپا ایمان سے معمور ہے۔''

فوائد ومسائل: ① اس میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے خالص مومن ہونے کی شہادت ہے۔ ② جس شخص کے بارے میں فخر وتکبر میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہ ہو اس کے سامنے اس کی تعریف کی جا سکتی ہے۔ ③ یہ روایت بعض محققین کے نزدیک صحیح ہے۔

١٤٨- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسٰى؛ ح: وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ ابْنُ مُحَمَّدٍ، وَعَمْرُو بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَا جَمِيعاً: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ سِيَاهٍ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ عَطَاءِ ابْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «عَمَّارٌ، مَا عُرِضَ عَلَيْهِ أَمْرَانِ إِلَّا اخْتَارَ الأَرْشَدَ مِنْهُمَا».

۱۴۸- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عمار رضی اللہ عنہ پر جب بھی دو کام پیش کیے گئے، تو انھوں نے زیادہ صحیح کام کا انتخاب کیا۔''

فوائد ومسائل: ① دو کام پیش کیے جانے کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی ایسا موقع پیش آئے جب دو میں سے ایک کام کا انتخاب کرنا پڑے، تو عمار رضی اللہ عنہ کا انتخاب صحیح ہوتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص توفیق ہے جو نبی اکرم ﷺ کے اتباع کا نتیجہ ہے، تاہم اس بنا پر انھیں معصوم عن الخطا قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ یہ صرف نبی کی شان ہوتی ہے۔ ② اس سے اور اس قسم کی دوسری احادیث سے یہ دلیل لی گئی ہے کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے اختلاف کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موقف زیادہ درست تھا کیونکہ جنگ کے دوران میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی

١٤٨ـ [ضعيف] أخرجه الترمذي، المناقب، باب مناقب عمار بن ياسر . . . الخ، ح: ٣٧٩٩ من حديث عبيدالله ابن موسٰى به، وقال: "حسن غريب" * حبيب عنعن، وله شاهد ضعيف عند أحمد، وصححه الحاكم، والذهبي، وفيه تدليس وانقطاع.

حمایت کی تھی۔③ اس روایت کی صحت کی تصریح بھی بعض محققین نے کی ہے۔

(۱۱/۱۴) فَضْلُ سَلْمَانَ وَأَبِي ذَرٍّ وَالْمِقْدَادِ (۱۱/۱۴)-حضرت سلمان، ابوذر اور مقداد رضی اللہ عنہم کے فضائل

✱ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ: نام ونسب: آپ سے آپ کے نسب کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: میں سلمان بن الاسلام ہوں۔ اسلام سے پہلے آپ کا نسب یوں ہے: مابہ بن بوذخشان بن مورسلان بن بھبوذان بن فیروز بن سہرک۔ آپ کی کنیت ابوعبداللہ تھی جبکہ آپ سلمان الخیر کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ اصفہان کے ایک مجوسی گھرانے میں پیدا ہوئے، پھر عیسائیت کی تعلیم وتربیت میں ایک عرصہ گزارا بالآخر اسلام کی نعمت سے سرفراز ہوئے۔ آپ کے اسلام لانے کا رقت انگیز واقعہ سیرت ابن ہشام، صفة الصفوہ اور اسد الغابہ میں پڑھا جا سکتا ہے۔ اوران کی اپنی بھی ایک روایت مسند احمد میں ہے جس میں خود انھوں نے اپنی سرگزشت بیان کی ہے، مسند احمد کے محققین نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ (الموسوعة الحديثية: ۳۹/ ۱۴۰) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی عمر کے بارے میں اختلاف ہے۔ مؤرخین کا ایک گروہ ان کی عمر ڈھائی سو سال سے ساڑھے تین سو سال تک بتلاتا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اگر یہ بات ثابت ہو جائے، تو یہ ان کے حق میں خارق عادت (کرامت) بات ہوگی۔ لیکن حافظ ذہبی کہتے ہیں کہ پہلے میں بھی اسی بات کا قائل تھا، لیکن پھر میں نے اس سے رجوع کر لیا، میرے خیال میں ان کی عمر ۸۰ سال سے متجاوز نہیں۔ (الإصابة: ۳/ ۱۱۹، بتحقيق جديد) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا نصیحت آموز خط جو الدین النصیحہ کی خوب صورت تعبیر بھی ہے۔ نبی علیہ السلام نے حضرت سلمان کو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا بھائی بنایا تھا۔ حضرت ابودرداء شام کے علاقے میں چلے گئے جبکہ حضرت سلمان نے عراق کو اپنا مسکن بنایا۔ حضرت ابودرداء نے وہاں سے یہ خط لکھا: ''السلام علیکم! بھائی سلمان! آپ کے جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے کثیر اولاد اور مال سے نوازا ہے۔ اور میں ارض مقدس میں رہ رہا ہوں۔ حضرت سلمان نے درج ذیل خوب صورت جواب لکھا: ''وعلیکم السلام! بھائی ابودرداء! آپ نے اپنے کثیر مال اور اولاد کی خبر دی ہے، خوب یاد رکھیں کہ خیر، وافر مال اور کثیر اولاد میں نہیں بلکہ خیر تو یہ ہے کہ آپ کی بردباری اور تحمل بڑھے اور آپ کا علم آپ کے لیے مفید ہو۔ آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ ارض مقدس کو مسکن بنائے ہوئے ہیں تو یقین جانیں کہ زمین کسی کے لیے کچھ عمل نہیں کرتی، لہٰذا نیک اعمال کو پورے اخلاص سے ادا کریں اور اپنے آپ کو اس دنیا سے جانے والا مسافر سمجھیں۔

✱ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ: نام ونسب: جندب بن جنادہ بن سفیان بن عبید بن حرام بن غفار الغفاری، آپ کی کنیت ابوذر ہے اور اسی سے آپ مشہور ہیں۔ آپ جب مکہ مکرمہ میں اسلام لائے تو مسلمانوں میں آپ کا چوتھا یا پانچواں نمبر تھا۔ ۳۲ ہجری میں آپ ربذہ مقام پر فوت ہوئے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ زہد وتقویٰ میں بہت بلند مقام پر فائز تھے۔ سرکاری ہدایا اور مناصب سے دور بھاگتے تھے۔ دنیا سے

بے زاری اور آخرت کا شوق آپ کا نصب العین رہا۔

* **حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ:** نام ونسب: مقداد بن عمرو بن ثعلبہ بن مالک بن ربیعہ بن ثمامہ بن مطرود البھرانی۔ زمانۂ جاہلیت میں آپ اسود بن عبد یغوث الزہری کے حلیف بنے۔ اسود نے آپ کو منہ بولا بیٹا بنالیا۔ اسی وجہ سے آپ کو مقداد بن اسود بھی کہا جاتا ہے۔ اسی نام سے آپ مشہور ہوگئے۔ مکہ مکرمہ میں سب سے پہلے اسلام کا اعلان کرنے والوں میں آپ بھی شامل تھے۔ جنگ بدر میں مسلمانوں میں سے صرف آپ ہی کے پاس گھوڑا تھا۔ اس طرح جہاد فی سبیل اللہ میں پہلا مسلمان گھوڑ سوار ہونے کا اعزاز بھی آپ کو ملا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت میں آپ ستر برس کی عمر میں فوت ہوئے۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔

١٤٩- **حَدَّثَنَا** إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُوسَى، وَسُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالاَ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ أَبِي رَبِيعَةَ الْإِيَادِيِّ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ اللهَ أَمَرَنِي بِحُبِّ أَرْبَعَةٍ، وَأَخْبَرَنِي: أَنَّهُ يُحِبُّهُمْ» قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ مَنْ هُمْ؟ قَالَ: «عَلِيٌّ مِنْهُمْ» يَقُولُ ذٰلِكَ ثَلاَثاً: «وَأَبُو ذَرٍّ، وَسَلْمَانُ، وَالْمِقْدَادُ».

١٤٩- حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے چار حضرات سے محبت رکھنے کا حکم دیا ہے، اور مجھے خبر دی ہے کہ وہ بھی ان سے محبت رکھتا ہے۔'' عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! وہ کون کون ہیں؟ فرمایا ''ان میں سے ایک علی رضی اللہ عنہ ہیں۔'' یہ بات آپ ﷺ نے تین بار فرمائی۔ پھر فرمایا: ''اور ابوذر، سلمان اور مقداد رضی اللہ عنہم''

١٥٠- **حَدَّثَنَا** أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا زَائِدَةُ بْنُ قُدَامَةَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ أَبِي النَّجُودِ، عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: كَانَ أَوَّلَ مَنْ أَظْهَرَ إِسْلاَمَهُ سَبْعَةٌ: رَسُولُ اللهِ ﷺ، وَأَبُو بَكْرٍ،

١٥٠- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: سب سے پہلے اسلام کا اظہار کرنے والے سات حضرات ہیں۔ رسول اللہ ﷺ، ابوبکر، عمار، ان کی والدہ سمیہ، صہیب، بلال، اور مقداد رضی اللہ عنہم۔ رسول اللہ کو تو اللہ نے آپ ﷺ کے چچا ابوطالب کے ذریعے سے (مشرکین کی اذیتوں سے) محفوظ رکھا،

١٤٩- **[إسناده ضعيف]** أخرجه الترمذي، المناقب، باب تسميته ﷺ أربعة أمر بحبهم وأن الله يحبهم، ح: ٣٧١٨ عن إسماعيل به، وقال: "حسن غريب لا نعرفه إلا من حديث شريك"، وهو مذكور في المدلسين (للحافظ ابن حجر/ المرتبة الثانية) لعله كان يدلس بعد اختلاطه، وأما شيخه فهو حسن الحديث، وثقه الجمهور.

١٥٠- **[إسناده حسن]** أخرجه أحمد: ١/ ٤٠٤ عن يحيى به، وصححه ابن حبان (الإحسان)، ح: ٧٠٨٣، والحاكم: ٣/ ٢٨٤، والذهبي.

وَعَمَّارٌ، وَأُمُّهُ سُمَيَّةُ، وَصُهَيْبٌ، وَبِلاَلٌ، وَالْمِقْدَادُ. فَأَمَّا رَسُولُ اللهِ ﷺ فَمَنَعَهُ اللهُ بِعَمِّهِ أَبِي طَالِبٍ، وَأَمَّا أَبُو بَكْرٍ فَمَنَعَهُ اللهُ بِقَوْمِهِ، وَأَمَّا سَائِرُهُمْ، فَأَخَذَهُمُ الْمُشْرِكُونَ وَأَلْبَسُوهُمْ أَدْرَاعَ الْحَدِيدِ وَصَهَرُوهُمْ فِي الشَّمْسِ، فَمَا مِنْهُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ وَاتَاهُمْ عَلٰى مَا أَرَادُوا، إِلَّا بِلاَلاً، فَإِنَّهُ هَانَتْ عَلَيْهِ نَفْسُهُ فِي اللهِ، وَهَانَ عَلٰى قَوْمِهِ، فَأَخَذُوهُ، فَأَعْطَوْهُ الْوِلْدَانَ، فَجَعَلُوا يَطُوفُونَ بِهِ فِي شِعَابِ مَكَّةَ وَهُوَ يَقُولُ: أَحَدٌ، أَحَدٌ.

ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی اللہ نے ان کی قوم کے ذریعے سے محفوظ رکھا، باقی جو حضرات تھے انھیں مشرکوں نے پکڑ لیا، انھیں لوہے کی زرہیں پہنا کر دھوپ میں ڈال دیا، چنانچہ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جس نے (جان بچانے کے لیے، زبان سے) مشرکین کے مطلب کی بات نہ کہہ دی ہو، سوائے بلال رضی اللہ عنہ کے۔ انھوں نے اللہ کی راہ میں اپنی جان کی پروانہ کی اور ان کی قوم کی نظر میں بھی ان کی کوئی قدر نہ تھی (اس لیے کوئی ان کی حمایت میں نہیں بولتا تھا) کافروں نے انھیں پکڑ کر بچوں کے حوالے کر دیا، وہ انھیں مکہ کی گھاٹیوں میں لیے (گھسیٹتے) پھرتے تھے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کہتے تھے: أحد أحد (اللہ ایک ہے، ایک ہے۔)

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی جسمانی تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں۔ لیکن مذکورہ بالا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے جو تکلیفیں برداشت کیں، وہ بہت شدید تھیں۔ ابوطالب کو اہل مکہ میں ایک معزز مقام حاصل تھا، لہٰذا بہت سے لوگ ابوطالب کا احترام کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کو تکلیف دینے سے اجتناب کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی ان کے قبیلے کا لحاظ کر کے چھوڑ دیا جاتا تھا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ انھیں جسمانی طور پر تکلیفیں بالکل نہیں پہنچیں، البتہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ وغیرہ کو بے حد تکلیفیں پہنچائی گئیں۔ ② صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے مشرکین کی موافقت میں زبان سے جو کچھ کہا، اس سے ان کے مقام ومرتبہ میں کوئی فرق نہیں آیا کیونکہ ایسے موقع پر جب مصائب برداشت سے باہر ہو جائیں، جان بچانے کے لیے کلمۂ کفر کہنے کی اجازت خود قرآن نے دی ہے۔ (دیکھیے سورۂ نحل:۱۰۶) ③ اس سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی استقامت وعظمت ظاہر ہوتی ہے کہ انھوں نے رخصت کے بجائے عزیمت کا راستہ اختیار کیے رکھا، اور زبان سے کبھی ایک بار بھی ان کی مرضی کے مطابق کوئی لفظ نہیں بولا، حالانکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو جو تکلیفیں دی گئی ہیں، وہ اتنی شدید ہیں کہ ان کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

۱۵۱- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ،

۱۵۱- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے اللہ کی راہ میں تکلیفیں

۱۵۱- **[إسناده صحيح]** أخرجه الترمذي، صفة القيامة، باب أحاديث عائشة وأنس وعلي وأبي هريرة ... الخ، ح:۲٤٧٢ من حديث حماد به، وقال: "حسن صحيح"، وصححه ابن حبان، ح:۲٥۲۸.

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَقَدْ أُوذِيتُ فِي اللهِ وَمَا يُؤْذَى أَحَدٌ، وَلَقَدْ أُخِفْتُ فِي اللهِ وَمَا يُخَافُ أَحَدٌ، وَلَقَدْ أَتَتْ عَلَيَّ ثَالِثَةٌ، وَمَا لِي وَلِبِلاَلٍ طَعَامٌ يَأْكُلُهُ ذُو كَبِدٍ، إِلَّا مَا وَارٰى إِبِطُ بِلاَلٍ».

آئیں جب کسی اور کو تکلیفیں نہیں دی جاتی تھیں۔ اور مجھے اللہ کی راہ میں خوف زدہ کیا گیا جب کسی اور کو ڈرایا دھمکایا نہیں جاتا تھا۔ بعض اوقات مجھ پر تیسری رات بھی اس حال میں آ جاتی تھی کہ میرے لیے اور بلال کے لیے کھانے کی کوئی چیز نہیں ہوتی تھی جسے کوئی ذی روح کھا سکے، مگر اتنی سی مقدار میں کہ جسے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی بغل چھپا لے۔"

فوائد ومسائل: ① چونکہ توحید کی دعوت لے کر کھڑے ہونے والے حضرت نبیٔ اکرم ﷺ ہی تھے، اس لیے مشرکین کے ظلم وجور کا اولین نشانہ بھی آپ ﷺ ہی کی ذات اقدس تھی۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے پہلے خود رسول اللہ ﷺ نے ان کے مظالم برداشت کیے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حق کی طرف دعوت دینے والے کو صبر واستقامت کا مظاہرہ دوسروں سے زیادہ کرنا چاہیے تاکہ وہ دوسروں کے لیے اسوہ بن سکے۔ ② حضرت بلال رضی اللہ عنہ ان جاں نثار صحابۂ کرام میں سے ہیں جنھوں نے اولیں دور میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ مصائب برداشت کیے ہیں۔ اس سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔

(١١/١٥) فَضَائِلُ بِلاَلٍ

(11/15)- حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے فضائل

* حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ: نام ونسب: بلال بن رباح الحبشی آپ کی کنیت ابوعبدالکریم یا ابوعبداللہ ہے۔ آپ کی والدہ کا نام حمامہ ہے۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے مؤذن اور خزانچی تھے۔ مکہ کے بنو جمح کے غلام تھے۔ ابتدائے اسلام میں مسلمان ہو گئے اور مشرکین کے ظلم وستم برداشت کیے۔ ابوجہل اور امیہ بن خلف نے طرح طرح کے ظلم آپ پر ڈھائے۔ انھیں شدید گرمی میں ریت پر لٹا کر سینے پر بھاری پتھر رکھ دیا جاتا یا آوارہ لڑکوں کے حوالے کر دیے جاتے اور وہ آپ کو جانوروں کی طرح گلیوں میں گھسیٹتے پھرتے۔ حضرت ابوبکر صدیق سے منظر دیکھا نہ جاتا، لہٰذا بنو جمح کو منہ مانگی قیمت دے کر اللہ کی رضا کے لیے آزاد کر دیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ٦٠ سال سے زائد عمر گزار کر اس دار فانی سے ٢٠ ہجری میں شام کے علاقے میں فوت ہوئے۔ (اسد الغابة: ٤١٥ - ٤١٨)

١٥٢- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ حَمْزَةَ، عَنْ سَالِمٍ

١٥٢- حضرت سالم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ کسی شاعر نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے حضرت

١٥٢ـ [إسناده ضعيف] أخرجه عبدالله بن أحمد في زوائده: ٢/ ٩٠ من حديث أبي أسامة به (راجع أطراف المسند: ٣/ ٣٦٥) ﷺ عمر بن حمزة صدوق ولكنه لا يحتج به في غير صحيح مسلم.

أَنَّ شَاعِرًا مَدَحَ بِلاَلَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، [فَقَالَ: بِلاَلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ] خَيْرُ بِلاَلٍ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: كَذَبْتَ، لاَ. بَلْ: بِلاَلُ رَسُولِ اللهِ خَيْرُ بِلاَلٍ.

بلال رحمہ اللہ کی تعریف کرتے ہوئے یہ کہہ دیا: عبداللہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے بلال ہر بلال سے اچھے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: تو جھوٹ کہتا ہے' نہیں' بلکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بلال (رضی اللہ عنہ) ہر بلال سے اچھے ہیں۔

(١١/١٦) فَضَائِلُ خَبَّابٍ

(۱۱/۱۶)-حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے فضائل

٭ حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ: نام ونسب' خباب بن الارت بن جندلہ بن سعد بن خزیمہ التمیمی۔ آپ کی کنیت ابوعبداللہ یا ابواحمد یا ابویحییٰ ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں کسی قبیلے کی لوٹ مار کی وجہ سے غلام بن گئے اور مکہ مکرمہ میں فروخت کر دیے گئے۔ ام انمار بنت سباع الخزاعیہ نے آپ کو خرید لیا۔ ابتدائے اسلام میں مسلمان ہونے اور بآواز بلند اسلام کا اظہار کرنے والوں میں آپ کا چھٹا نمبر ہے۔ کفار نے انھیں تپتے ہوئے پتھروں سے اذیتیں دیں جس سے آپ کی کمر کا گوشت جل بھن گیا' لیکن ان سب باتوں کے باوجود بھی آپ کے پائے استقلال میں لغزش نہیں آئی۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ تلواریں ڈھالنے کا کام کرتے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی تالیف قلب کے لیے آپ کے پاس تشریف لاتے۔ اس کی خبر آپ کی مالکہ کو ہوئی تو اس نے تپتا ہوا لوہا آپ کے سر پر رکھ کر اذیت دینا شروع کر دی۔ حضرت خباب نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تو آپ نے دعا فرمائی: ''الٰہی! خباب کی مدد فرما۔'' ام انمار مالکہ کے سر میں ایسی بیماری لگ گئی کہ وہ کتوں کی طرح چیخنے اور بھونکنے لگی۔ اسے اس کا علاج یہ بتایا گیا کہ سر میں گرم سلاخ سے داغ لگواؤ' لہٰذا اس کے حکم سے حضرت خباب رضی اللہ عنہ اس کے سر پر سلاخ گرم کر کے لگاتے تو اسے چند لمحوں کے لیے سکون ملتا پھر وہی کیفیت ہو جاتی۔ اسے کہتے ہیں: ''جیسی کرنی ویسی بھرنی۔'' ۳۷ ہجری میں آپ طویل بیماری کے بعد فوت ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور کوفہ میں دفن ہونے والے پہلے آپ ہیں۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۷۳ برس تھی۔ (أسد الغابة:۲/۱۴۷-۱۵۰)

١٥٣ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، وَعَمْرُو ابْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالاَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي لَيْلَى الْكِنْدِيِّ قَالَ: جَاءَ خَبَّابٌ إِلَى عُمَرَ، فَقَالَ: أُدْنُ، فَمَا أَحَدٌ أَحَقَّ بِهٰذَا الْمَجْلِسِ مِنْكَ،

۱۵۳- حضرت ابولیلیٰ کندی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انھوں نے فرمایا: قریب آ کر بیٹھو' اس جگہ بیٹھنے کا حق آپ سے زیادہ کسی کو نہیں' سوائے عمار رضی اللہ عنہ کے۔ پھر حضرت خباب رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مشرکین کی اذیتوں

١٥٣ـ **[إسناده ضعيف]** وصححه البوصيري ٭ أبوإسحاق عنعن وشيخه حسن الحديث، وللحديث شواهد ضعيفة عند ابن سعد: ٣/ ١٦٥ وغيره.

إِلَّا عَمَّارٌ، فَجَعَلَ خَبَّابٌ يُرِيهِ آثَارًا بِظَهْرِهِ مِمَّا عَذَّبَهُ الْمُشْرِكُونَ.

کے نتیجے میں کمر پر پڑ جانے والے نشانات دکھانے لگے۔

فوائد ومسائل: ① یہ روایت بعض ائمہ کے نزدیک صحیح ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام آپس میں ایک دوسرے سے محبت اور ہمدردی کرنے والے تھے۔ ② حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ کو اپنے قریب بٹھایا' اس سے ان کی عزت افزائی بھی مقصود تھی اور اظہار محبت بھی۔ ③ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظر میں حضرت عمار' حضرت خباب اور دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جنھوں نے اللہ کی راہ میں تکلیفیں برداشت کی تھیں' بہت زیادہ قابل قدر اور قابل احترام تھے۔ ④ جو لوگ دین کے لیے محنت کریں اور تکلیفیں برداشت کریں' مسلمان حکومتوں یا جماعتوں کے قائدین کو چاہیے کہ ان کو کما حقہ مقام اور عزت وشرف سے نوازیں۔ ⑤ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زخموں کے نشانات دکھانا ریاکاری میں شامل نہیں کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان تمام شدائد کے عینی گواہ تھے جو سابق الاسلام صحابۂ کرام کو مشرکین کے ہاتھوں برداشت کرنے پڑے تھے بلکہ (بطور تحدیث نعمت) مقصد اللہ کے احسانات کو یاد کرنا تھا کہ اس نے ان ایام میں استقامت بخشی اور بعد میں اسلام کو غلبہ عطا فرمایا اور ان مصائب سے نجات بخشی۔

١٥٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «أَرْحَمُ أُمَّتِي بِأُمَّتِي أَبُو بَكْرٍ، وَأَشَدُّهُمْ فِي دِينِ اللهِ عُمَرُ، وَأَصْدَقُهُمْ حَيَاءً عُثْمَانُ، وَأَقْضَاهُمْ عَلِيُّ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ، وَأَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللهِ أُبَيُّ ابْنُ كَعْبٍ، وَأَعْلَمُهُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، وَأَفْرَضُهُمْ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ، أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِيناً، وَأَمِينُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ».

۱۵۴- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت میں' امت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والے ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور اللہ کے دین میں سب سے سخت عمر رضی اللہ عنہ ہیں' سب سے زیادہ سچی حیا والے عثمان رضی اللہ عنہ ہیں' زیادہ بہتر فیصلہ کرنے والے علی رضی اللہ عنہ ہیں' اللہ کی کتاب کے زیادہ عالم اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں' حلال وحرام کا زیادہ علم رکھنے والے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں اور علم میراث کے زیادہ ماہر زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہیں۔ سنو! ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین (دیانت دار فرد) ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ ہیں۔''

١٥٤- **[إسناده صحيح]** أخرجه الترمذي، المناقب، باب مناقب معاذ بن جبل وزيد بن ثابت . . . الخ، ح: ٣٧٩١ من حديث عبدالوهاب به، وقال: "حسن صحيح"، وصححه ابن حبان، والحاكم * أبوقلابة لا يعرف له تدليس، قاله أبوحاتم، وللحديث طرق أخرى.

١٥٥- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ مِثْلَهُ [عِنْدَ ابْنِ قُدَامَةَ، غَيْرَ أَنَّهُ يَقُولُ فِي حَقِّ زَيْدٍ: «وَأَعْلَمُهُمْ بِالْفَرَائِضِ».]

۱۵۵- دوسری سند سے اسی حدیث میں یہ الفاظ ہیں ''فرائض (وارثوں کے حصوں) کا زیادہ علم رکھنے والے زید بن ثابت ہیں۔''

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی امتیازی خوبیاں بیان کی گئی ہیں، ہر صحابی جس صفت میں دوسروں سے ممتاز ہے اس کا ذکر کیا گیا ہے، تاہم تمام صحابۂ کرام میں ہر قسم کی خوبیاں موجود تھیں۔ ② قائد کو اپنے ساتھیوں کی خوبیوں کا علم ہونا چاہیے تاکہ ہر شخص کو وہ فرائض سونپے جائیں جنھیں وہ ادا کرنے کی اہلیت زیادہ رکھتا ہو۔ ③ مختلف علماء الگ الگ شعبوں میں مہارت رکھتے ہیں، ہر علم کے لیے اس کے ماہر عالم کی طرف رجوع کرنا چاہیے، ان سب کی اہمیت، معاشرے میں ان کی ضرورت اور ان کی قدر ومنزلت برابر ہے۔

(١١/١٧) فَضْلُ أَبِي ذَرٍّ

(۱۱/۱۷)- حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی فضیلت

١٥٦- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ: حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي حَرْبِ بْنِ أَبِي الأَسْوَدِ الدِّيلِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَا أَقَلَّتِ الْغَبْرَاءُ وَلاَ أَظَلَّتِ الْخَضْرَاءُ مِنْ رَجُلٍ أَصْدَقَ لَهْجَةً مِنْ أَبِي ذَرٍّ».

۱۵۶- حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا: ''ابوذر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر بات میں سچا آدمی نہ زمین نے اٹھایا، نہ آسمان نے اس پر سایہ کیا۔''

فوائد ومسائل: ① حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ روئے زمین پر آسمان کے نیچے ابوذر رضی اللہ عنہ سے زیادہ راست گفتار کوئی نہیں۔ یہ ان کے ہر حال میں سچ بولنے کی تعریف ہے۔ ② اس سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے افضل ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں راست گفتاری کے علاوہ اور بہت سی خوبیاں بھی تھیں، جن

١٥٥ـ [صحيح] انظر الحديث السابق.

١٥٦ـ [حسن] أخرجه الترمذي، المناقب، باب مناقب أبي ذر الغفاري رضي الله عنه، ح: ٣٨٠١ من حديث ابن نمير به، وقال: "حسن" * ابن عمير ضعيف مدلس، وله شاهد حسن عند الترمذي، ح: ٣٨٠٢، وحسنه، وصححه ابن حبان، والحاكم، والذهبي.

میں وہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے افضل تھے۔ اہل سنت کا اتفاق ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد سب سے افضل شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں' پھر باقی خلفائے راشدین' پھر عشرۂ مبشرہ میں سے باقی حضرات اور ان کے بعد مختلف اعتبارات سے صحابۂ کرام کی افضلیت ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم.

(۱۱/۱۸) فَضْلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ

(۱۱/۱۸)- حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فضائل

* حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ: نام ونسب: سعد بن معاذ بن نعمان بن امرئ القیس بن زید بن عبدالاشہل الانصاری' آپ کی کنیت ابوعمرو اور والدہ کا نام کبشہ بنت رافع ہے۔ آپ مدینہ منورہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ داعیٔ اسلام حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے مسلمان ہوئے' اسلام لانے کے بعد قبیلے والوں کو مخاطب کر کے فرمایا: تم سب خواتین وحضرات سے بات کرنا میرے لیے حرام ہے حتی کہ تم مسلمان ہو جاؤ' لہٰذا وہ سب مسلمان ہو گئے' اس طرح اسلام کے لیے آپ بڑے بابرکت ثابت ہوئے۔ جنگ خندق میں ایک تیر آپ کو لگا جس سے خون بند نہیں ہوتا تھا' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا خیمہ مسجد نبوی میں لگوا دیا تاکہ تیمارداری میں سہولت رہے پھر وہ زخم بند ہو گیا۔ تیر لگنے کے بعد حضرت سعد نے یہ دعا مانگی: الٰہی اگر قریش کے ساتھ جنگ باقی رہے تو مجھے زندہ رکھ کیونکہ جس قوم نے تیرے نبی کو تکالیف دیں' اسے جھٹلایا اور مکہ سے ہجرت پر مجبور کیا' مجھے اس سے جنگ کرنا بے حد پسند ہے اور اگر ان کے ساتھ جنگ ختم ہو گئی ہے تو میرے اس زخم کو شہادت کا باعث بنا اور بنو قریظہ کے یہودیوں کے بارے میں میری آنکھیں ٹھنڈی کیے بغیر مجھے موت نہ دینا۔ پھر جب بنو قریظہ کا خاتمہ ہو گیا تو آپ کا زخم دوبارہ پھوٹ پڑا اور اسی سے آپ شہید ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی آپ کو دفن کر کے لوٹے تو آپ کے آنسو آپ کی ڈاڑھی مبارک پر گر رہے تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی وفات ۵ ہجری میں ماہ شوال میں ہوئی' اس وقت آپ کی عمر ۳۷ برس تھی۔

۱۵۷- حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: أُهْدِيَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ سَرَقَةٌ مِنْ حَرِيرٍ، فَجَعَلَ الْقَوْمُ يَتَدَاوَلُونَهَا بَيْنَهُمْ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَتَعْجَبُونَ مِنْ هٰذَا؟» فَقَالُوا لَهُ: نَعَمْ. يَارَسُولَ اللهِ! فَقَالَ: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ!

۱۵۷- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ریشمی کپڑا بطور ہدیہ پیش کیا گیا۔ حاضرین اسے ہاتھ میں لے لے کر دیکھنے لگے (کہ کتنا عمدہ ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم اس پر تعجب کرتے ہو؟'' انھوں نے کہا: جی ہاں' اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جنت میں سعد بن

۱۵۷_ أخرجه البخاري، الأيمان والنذور، باب كيف كانت يمين النبي ﷺ، ح: ٦٦٤٠ من حديث أبي الأحوص به.

لَمَنَادِيلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنْ هٰذَا» .

معاذ ؓ کے رومال اس سے بہتر ہیں۔"

فوائد ومسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ حضرت سعد بن معاذ ؓ نہ صرف جنتی ہیں بلکہ ان کو جنت کی اعلیٰ نعمتیں میسر ہوں گی۔ ② جنت کی نعمتوں میں ہر قسم کے کپڑے ہیں حتی کہ رومال بھی ہیں۔ ③ دنیا کی قیمتی سے قیمتی چیز بھی جنت کی معمولی سی چیز کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ④ ہدیہ قبول کرنا چاہیے اگرچہ مشرک ہی کا ہو۔ واضح رہے کہ یہ ہدیہ "قبا" تھی جسے والیٔ دومۃ الجندل کے بھائی نے نبی ﷺ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ ⑤ حضرت سعد بن معاذ ؓ انصاری صحابی ہیں۔ قبیلۂ اوس کے سردار تھے۔ جنگ بدر میں شرکت کا شرف حاصل ہوا' غزوۂ خندق میں انھیں تیر لگا' اس سے شہادت پائی۔

١٥٨ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اِهْتَزَّ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ عَزَّ وَجَلَّ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ» .

١٥٨- حضرت جابر ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "سعد بن معاذ ؓ کی وفات پر رحمان کا عرش بھی جھوم اٹھا۔"

فوائد ومسائل: ① مومن کی روح جب آسمان پر جاتی ہے تو جہاں جہاں سے گزرتی ہے' سب فرشتے خوش ہوتے ہیں۔ حضرت سعد بن معاذ ؓ کی وفات پر جب ان کی روح مبارک آسمانوں پر گئی تو عرش الٰہی کو بھی اس کی آمد پر خوشی ہوئی اور اس میں خوشی کے اظہار کے طور پر حرکت پیدا ہوئی۔ ② اللہ کی مخلوق جو انسان کی نظر میں بے جان اور سمجھ بوجھ سے خالی ہے' حقیقت میں ایسے نہیں' بلکہ بے جان مخلوق میں بھی شعور اور احساس ہے لیکن وہ انسان کے حواس سے بالاتر ہے۔ ③ بعض علماء نے عرش کی خوشی سے مقرب فرشتوں کی خوشی مراد لی ہے۔ واللہ اعلم۔

(١١/١٩) فَضْلُ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِيِّ

(١١/١٩)- حضرت جریر بن عبداللہ بجلی ؓ کے فضائل

✱ حضرت جریر بن عبداللہ ؓ: نام ونسب: جریر بن عبداللہ بن جابر بن مالک بن نصر بجلی۔ آپ کی کنیت ابوعمرو یا ابوعبداللہ اور والدہ کا نام بجیلۃ بنت صعب ہے' اسی نسبت سے آپ البجلی کہلاتے ہیں۔ حضرت جریر بن عبداللہ ١٠ ہجری میں رمضان المبارک میں نبیٔ کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے۔ ۵۱ یا ۵۴ ہجری

١٥٨ـ أخرجه البخاري، مناقب الأنصار، باب مناقب سعد بن معاذ رضي الله عنه، ح: ٣٨٠٣، ومسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل سعد بن معاذ رضي الله عنه، ح: ٢٤٦٦ من حديث الأعمش به .

میں آپ نے وفات پائی۔

۱۵۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ ابْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْبَجَلِيِّ قَالَ: مَا حَجَبَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ مُنْذُ أَسْلَمْتُ، وَلاَ رَآنِي إِلَّا تَبَسَّمَ فِي وَجْهِي، وَلَقَدْ شَكَوْتُ إِلَيْهِ أَنِّي لاَ أَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ، فَضَرَبَ بِيَدِهِ فِي صَدْرِي، فَقَالَ: «اللَّهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِياً مَهْدِيًّا».

۱۵۹- حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: جب سے میں نے اسلام قبول کیا' اللہ کے رسول ﷺ نے کبھی حاضر خدمت ہونے سے منع نہیں فرمایا اور جب بھی مجھے دیکھا' میرے روبرو مسکرائے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ میں گھوڑے پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا' تو آپ ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا: ''اے اللہ! اسے ثابت قدمی نصیب فرما اور اسے ہدایت دینے والا' ہدایت یافتہ بنا دے۔''

فوائد ومسائل: ① حضرت جریر رضی اللہ عنہ دراز قد' خوبصورت اور خوش شکل تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ انھیں اس امت کا یوسف کہا کرتے تھے۔ ② ''حاضر ہونے سے منع نہیں فرمایا۔'' اس کا مطلب یہ ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ اپنے گھر میں تشریف فرما ہوتے تھے یا کسی خاص مجلس میں رونق افروز ہوتے تھے' اگر میں حاضری کی اجازت چاہتا تو مجھے ضرور اجازت مل جاتی تھی۔ کبھی حاضری سے منع نہیں کیا گیا' یعنی حضرت جریر رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ کا خصوصی قرب حاصل تھا۔ ③ ملاقات کے وقت مسکرانا خوشی کا مظہر ہے' جو محبت کی علامت ہے کیونکہ جس سے محبت ہوتی ہے اس کی ملاقات سے خوشی ہوتی ہے' اس سے نبی کریم ﷺ کی خوش خلقی اور خندہ پیشانی کی عادت مبارکہ بھی معلوم ہوتی ہے۔ ④ گھوڑ سواری ایک فن ہے جس کا حصول ایک مجاہد کے لیے بہت ضروری ہے' حضرت جریر رضی اللہ عنہ کو یہ شکایت تھی کہ گھوڑے پر جم کر نہیں بیٹھ سکتے تھے' گرنے کا خطرہ محسوس کرتے تھے' اس لیے انھوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ بات بتائی۔ کسی بزرگ ہستی کو اپنی کسی کمزوری سے آگاہ کرنا درست ہے تاکہ کوئی مناسب مشورہ حاصل ہو یا دعا ہی مل جائے۔ ⑤ جب کسی بزرگ سے دعا کی درخواست کی جائے تو اسے چاہیے کہ دعا کر دے' انکار نہ کرے۔

(۱۱/۲۰) فَضْلُ أَهْلِ بَدْرٍ

(۱۱/۲۰)- جنگ بدر میں شریک ہونے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کے فضائل

۱۶۰- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ

۱۶۰- حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے'

۱۵۹ـ أخرجه البخاري، الجهاد والسير، باب من لا يثبت على الخيل، ح: ٣٠٣٥، وح: ٦٠٨٩ عن ابن نمير، ومسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل جرير بن عبدالله رضي الله عنه، ح: ٢٤٧٥ من حديث قيس به.

۱٦٠ـ [صحيح] أخرجه أحمد: ٣/ ٤٦٥ عن وكيع به ※ سفيان عنعن، وله طريق آخر محفوظ عند البخاري في◄◄

وأَبُو كُرَيْبٍ، قَالاَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ، عَنْ جَدِّهِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ: جَاءَ جِبْرِيلُ، أَوْ مَلَكٌ، إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: مَا تَعُدُّونَ مَنْ شَهِدَ بَدْراً فِيكُمْ؟ قَالُوا: خِيَارَنَا، قَالَ: كَذٰلِكَ هُمْ عِنْدَنَا، خِيَارُ الْمَلاَئِكَةِ.

انھوں نے فرمایا: حضرت جبریل علیہ السلام' یا فرمایا: ایک فرشتہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: تم میں سے جو لوگ جنگ بدر میں شریک ہوئے' تم لوگ انھیں کیا مقام دیتے ہو؟ انھوں نے کہا: ہم انھیں اپنے میں افضل شمار کرتے ہیں۔ فرشتے نے کہا' اسی طرح ہماری نظر میں وہ (فرشتے جو جنگ بدر میں شریک ہوئے دوسرے) فرشتوں میں افضل ہیں۔

فوائد ومسائل: ① ظاہر الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے نے انسانی صورت میں ظاہر ہو کر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بات چیت کی۔ سابقہ امتوں میں بھی فرشتوں کے بعض انسانوں کے سامنے ظاہر ہو کر ان کے ساتھ بات چیت کرنے کے واقعات ہوئے ہیں جس طرح حضرت مریم علیہا السلام اور فرشتے کی بات چیت ہوئی تھی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ فرشتے نے نبی اکرم ﷺ کے واسطے سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بات کی ہو' جس طرح حضرت جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کے ذریعے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سلام پہنچایا تھا۔ ② اس حدیث سے بدر میں شریک ہونے والے تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ بدری صحابہ کی تعداد مشہور روایت کے مطابق تین سو تیرہ ہے جبکہ دوسرے اقوال کے مطابق ان کی تعداد تین سو چودہ یا تین سو سترہ ہے۔ (دیکھیے: فتح الباری' ۷/۳۶۴' حدیث: ۳۹۵۶) ③ فرشتوں کا نزول جنگ بدر کے علاوہ دوسرے موقعوں پر بھی ہوا لیکن جو فرشتے اس موقع پر حاضر تھے' وہ دوسروں سے افضل ہیں۔ ④ جہاد کی بہت فضیلت ہے کہ اس سے انسان تو کیا فرشتوں کو بھی شرف حاصل ہو جاتا ہے۔

١٦١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ؛ ح: وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ؛ ح: وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، جَمِيعاً عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لاَ تَسُبُّوا أَصْحَابِي،

۱۶۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''میرے ساتھیوں کو برا بھلا مت کہو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم میں سے کوئی اگر احد پہاڑ کے برابر سونا بھی (اللہ کی راہ میں) خرچ کر دے' تو ان کے ایک مُد' بلکہ آدھے مُد تک نہیں پہنچ سکتا۔''

◀ صحيحه (فتح): ٧/ ٣٩٥، ح: ٣٩٩٢.

١٦١ـ أخرجه البخاري، فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب، ح: ٣٦٧٣، ومسلم، فضائل الصحابة، باب تحريم سب الصحابة رضي الله عنهم، ح: ٢٥٤٠ من حديث الأعمش به، في الأصل وصحيح مسلم: "عن أبي هريرة رضي الله عنه"، والصواب "عن أبي سعيد" كما في صحيح البخاري وغيره.

فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَباً مَا أَدْرَكَ مُدَّ أَحَدِ[هِمْ] وَلاَ نَصِيفَهُ».

فوائد ومسائل: امام مزی رحمہ اللہ تحفۃ الاشراف میں لکھتے ہیں کہ سنن ابن ماجہ کے جن نسخوں میں یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' وہ کاتبوں کی غلطی ہے کیونکہ صحاح ستہ میں یہ حدیث حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ بہر حال اس غلطی سے حدیث کی صحت پر اثر نہیں پڑتا کیونکہ تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔ ② اس حدیث میں اہل بدر کی تخصیص نہیں شاید مصنف اس باب میں اس حدیث کو اس لیے لائے ہیں کہ اس عموم میں بدری صحابۂ کرام بھی داخل ہیں۔ ③ اس حدیث میں خطاب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد آنے والے مسلمانوں سے ہے۔ بعد کے مسلمانوں کا ایک بڑا عمل بھی وہ مقام نہیں رکھتا جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا بظاہر ایک معمولی عمل رکھتا ہے۔ ④ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اعمال کا مقام اس قدر بلند ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے اس وقت یہ قربانیاں دی تھیں جب اسلام کی بنیاد رکھی جارہی تھی اور ان چند نفوس قدسیہ کے سوا پوری دنیا میں اسلام کی مدد کرنے والا کوئی نہ تھا' علاوہ ازیں نبی ﷺ کی صحبت کا شرف ایسا عظیم شرف ہے جس کا متبادل بڑے سے بڑا نیک عمل نہیں ہوسکتا۔ بڑے سے بڑا تابعی ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی کا مقام حاصل نہیں کرسکتا۔ مُدّ' ماپنے کا ایک پیمانہ ہے جو صاع کے چوتھے حصے کے برابر ہوتا ہے اور صاع کی صحیح مقدار دو کلو اور سو گرام ہے' تاہم غلے کی جنس کے اختلاف کی وجہ سے یہ مقدار ڈھائی کلو تک ہوسکتی ہے۔

١٦٢ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، وَعَمْرُو ابْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالاَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ. قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ نُسَيْرِ بْنِ ذُعْلُوقٍ، قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُولُ: لاَ تَسُبُّوا أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ ﷺ. فَلَمُقَامُ أَحَدِهِمْ سَاعَةً، خَيْرٌ مِنْ عَمَلِ أَحَدِكُمْ عُمْرَهُ.

۱۶۲- حضرت نسیر بن ذعلوق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے: حضرت محمد ﷺ کے صحابہ کو برا نہ کہو' ایک صحابی کا (نبی اکرم ﷺ کی صحبت میں) گھڑی بھر ٹھہرنا' تم میں سے کسی کی زندگی بھر کے عملوں سے بہتر ہے۔

(١١/٢١) فَضْلُ الأَنْصَارِ

(۱۱/۲۱)- انصار کی فضیلت

* الانصار: لفظ ''انصار'' ناصر کی جمع ہے جس کے معنی ''مددگار'' کے ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ سے

١٦٢ـ [إسناده ضعيف] أخرجه أحمد في كتابه "فضائل الصحابة": ١٥ عن وكيع به * سفيان الثوري مذكور في المدلسين وإن كان تدليسه قليلاً (طبقات المدلسين/ المرتبة الثانية)، ولم أجد تصريح سماعه، وقال البوصيري: "هٰذا إسناد صحيح، رجاله ثقات".

ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے' تو مدینہ منورہ میں دو بڑے قبیلے آباد تھے: اَوس جس کے سردار کا نام سعد بن معاذ تھا اور خزرج جس کے رئیس سعد بن عبادۃ تھے۔ اوس اور خزرج دو بھائی تھے۔ ان کی والدہ کا نام قیلہ تھا۔ عرب کے مشہور قبیلۂ ازد کی تمام شاخیں' جن میں قبیلۂ اوس اور خزرج بھی شامل ہیں' حارثہ بن عمرو پر جا کر مل جاتی ہیں۔ اوس اور خزرج نے مسلمان ہو کر نبی ﷺ کی مدد اور تعاون کا معاہدہ کیا تو آپ نے ان دو قبیلوں کو عزت و شرف عطا کرتے ہوئے ''انصار'' کا نام عطا فرمایا۔ (صحیح البخاری' مناقب الانصار' حدیث:۳۷۷۶)

١٦٣- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، وَعَمْرُو ابْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ أَحَبَّ الأَنْصَارَ أَحَبَّهُ اللهُ. وَمَنْ أَبْغَضَ الأَنْصَارَ أَبْغَضَهُ اللهُ». قَالَ شُعْبَةُ: قُلْتُ لِعَدِيٍّ: أَسَمِعْتَهُ مِنَ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ؟ قَالَ: إِيَّايَ حَدَّثَ.

۱۶۳- حضرت براء بن عازب ؓ سے روایت ہے' اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''جو انصار سے محبت کرے گا' اللہ اس سے محبت کرے گا' اور جو انصار سے بغض رکھے گا' اللہ اس سے بغض رکھے گا۔'' شعبہ ؒ نے کہا: میں نے عدی سے پوچھا کہ کیا تم نے یہ حدیث حضرت براء بن عازب ؓ سے (خود) سنی ہے؟ تو انھوں نے کہا مجھے انھوں نے ہی یہ حدیث بیان کی ہے۔

فوائد و مسائل: ① انصار نے رسول اللہ ﷺ کی اس وقت مدد کی تھی' جب آپ ﷺ اور مہاجر صحابۂ کرام ؓ پر انتہائی سخت حالات تھے حتی کہ ان کے لیے اپنے وطن میں ٹھہرنا ممکن نہیں رہ گیا تھا۔ اس کے بعد انصار نے مالی طور پر بھی مہاجر صحابۂ کرام ؓ سے ہر ممکن تعاون کیا' پھر کفار سے جنگوں میں مہاجرین کے شانہ بشانہ جانی اور مالی قربانیاں پیش کیں' اس لیے انصار سے محبت دراصل اسلام اور پیغمبر اسلام سے محبت کا مظہر ہے' اور اللہ تعالیٰ کی محبت ایسے پاک باز لوگوں ہی کے لیے ہے۔ اور اسلام کے ان جاں نثاروں سے نفرت' دراصل اسلام اور پیغمبر اسلام سے نفرت کا مظہر ہے جس کا کسی مسلمان سے تصور نہیں کیا جا سکتا' لہٰذا انصار سے نفرت کسی منافق ہی کے دل میں ہو سکتی ہے۔ ② کسی سے محبت کرنا اور کسی سے بغض رکھنا اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے جو اس روایت سے ثابت ہو رہی ہے۔

١٦٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، عَنْ عَبْدِ الْمُهَيْمِنِ بْنِ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «الأَنْصَارُ شِعَارٌ

۱۶۴- حضرت سہل بن سعد ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''انصار بدن سے متصل لباس (کی طرح) ہیں اور دوسرے لوگ چادر (کی طرح) ہیں۔ اگر لوگ ایک وادی یا گھاٹی اختیار کریں اور انصار

١٦٣ـ أخرجه البخاري، ح: ٣٧٨٣، ومسلم، ح: ٧٥ من حديث شعبة به.

١٦٤ـ [صحيح] * عبدالمهيمن ضعيف (تقريب)، ولحديثه شواهد كثيرة عند البخاري ومسلم وغيرهما.

وَالنَّاسُ دِثَارٌ، وَلَوْ أَنَّ النَّاسَ اسْتَقْبَلُوا وَادِياً أَوْ شِعْباً، واسْتَقْبَلَتِ الأَنْصَارُ وَادِياً، لَسَلَكْتُ وَادِيَ الأَنْصَارِ، وَلَوْلاَ الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَءاً مِنَ الأَنْصَارِ».

دوسری وادی کی طرف چلیں' تو میں انصار کی وادی میں چلوں گا۔ اور اگر ہجرت نہ ہوتی' تو میں انصار کا ایک فرد ہوتا۔"

فوائد و مسائل: ① اس کی سند میں ایک راوی عبدالمہیمن ہے جو ضعیف ہے لیکن یہ حدیث دوسری صحیح سندوں سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مروی ہے۔ (صحیح البخاری' کتاب مناقب الانصار' باب قول النبیﷺ: لو لا الهجرة لكنت امرأ من الإنصار' حديث:٣٧٧٩' وصحيح مسلم' كتاب الزكاة' باب إعطاء المؤلفة قلوبهم على الإسلام و تصبر من قوى إيمانه' حديث :١٠٥٩) اس لیے یہ حدیث صحیح ہے۔ ② یہ ارشاد مبارک رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ حنین کے بعد فرمایا تھا۔ غنیمتوں کی تقسیم میں رسول اللہ ﷺ نے نئے مسلمان ہونے والے افراد کو زیادہ حصہ دیا تا کہ ان کے دلوں میں اسلام کی محبت پیدا ہو جائے اور ایمان پختہ ہو جائے' اس پر بعض انصار کو یہ احساس ہوا کہ انھیں بھی برابر حصہ ملنا چاہیے تھا جبکہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں بالکل نہیں دیا تھا۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے واضح فرمایا کہ انصار کی جاں نثاری اور بہادری کا انکار نہیں' لیکن چونکہ وہ آپ ﷺ کے زیادہ مقرب اور ایمان میں زیادہ مضبوط ہیں' اس لیے ان کے ایمان پر اعتماد کر کے ان کے بجائے دوسرے افراد کو دیا گیا جنھیں تالیف قلب کی ضرورت تھی۔ ③ اس ارشاد مبارک سے انصار کا بلند مقام واضح ہوتا ہے اور یہ کہ نبی کریم ﷺ کی نظر میں بھی انصار کو بہت اہمیت حاصل تھی۔ ④ اس حدیث میں انصار کو "شعار" اور دوسرے مسلمانوں کو "دثار" فرمایا گیا ہے۔ شعار اس کپڑے کو کہتے ہیں جو پہننے والے کے جسم سے مس ہوتا ہے اور دثار وہ لباس ہوتا ہے جو شعار کے اوپر پہنا جاتا ہے۔ اس تشبیہ سے مقصود' اس بات کا اظہار تھا کہ انصار رسول اللہ ﷺ کے خصوصی قرب کے شرف سے مشرف ہیں۔ ⑤ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح ہجرت ایک عظیم عمل ہے اسی طرح مہاجرین کی مدد اور نصرت بھی ایک عظیم عمل ہے۔ ⑥ مہاجرین کے بعد انصار سب سے افضل ہیں۔

١٦٥- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ: حَدَّثَنِي كَثِيرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «رَحِمَ اللهُ الأَنْصَارَ، وَأَبْنَاءَ الأَنْصَارِ، وَأَبْنَاءَ أَبْنَاءِ الأَنْصَارِ».

۱۶۵- حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "اللہ انصار پر رحمت فرمائے' انصار کے بیٹوں پر اور انصار کے پوتوں پر۔"

١٦٥- [إسناده ضعيف] * كثير العوفي ضعيف، أفرط من نسبه إلى الكذب (تقريب)، ولم يثبت تكذيبه عن الشافعي ولا عن أبي داود لجهالة حال الآجري، وحديث مسلم، ح: ٢٥٠٦ يغني عن حديثه.

فائدہ: اس حدیث کی سند ضعیف ہے' البتہ دوسری روایات میں صحیح سند سے یہ الفاظ مروی ہیں: ''اے اللہ! انصار کی مغفرت فرما اور انصار کی اولاد کی' اور انصار کی اولاد کی اولاد کی۔'' (صحیح مسلم' کتاب فضائل الصحابة' باب من فضائل الأنصار' حدیث:۲۵۰۶) یعنی یہ روایت [رَحِمَ اللّٰهُ الْاَنْصَارَ] کی بجائے [اَللّٰهم اغفر للانصار] کے الفاظ کے ساتھ صحیح ہے۔

(۲۲/۱۱) فَضْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ

(۲۲/۱۱)- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے فضائل

* حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما: نام ونسب: عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف قریشی ہاشمی۔ آپ نبی اکرم ﷺ کے چچازاد جبکہ حضرت خالد بن ولید کے خالہ زاد بھائی ہیں۔ بے پناہ علم کی وجہ سے بحر یعنی علم کا سمندر اور حبر الأمة کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔ شعب ابوطالب میں مسلمانوں کے ایام اسیری میں پیدا ہوئے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے لعابِ مبارک سے انھیں گھٹی دی۔ آپ کی والدہ کا نام لبابہ بنت حارث ہے۔ آپ کے وسیع علم کی ایک جھلک حضرت عبیداللہ بن عبداللہ کے اس فرمان میں دیکھی جاسکتی ہے' فرماتے ہیں: میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بڑھ کر فقہ' شعر' حدیثِ رسول' خلفائے راشدین کے فیصلوں' لغت عربی' تفسیر القرآن' حساب' فرائض اور اجتہاد میں کوئی عالم نہیں دیکھا۔ آپ ایک دن فقہ کا درس دیتے' تو فقہ کے علاوہ کوئی چیز بیان نہ کرتے۔ تفسیر' غزوات' شعر' فقہ اور عربوں کے حالات کے لیے الگ الگ دن مقرر فرماتے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما طائف میں ۶۸ ہجری کو ۷۱ برس کی عمر میں فوت ہوئے۔

١٦٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَأَبُوبَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَهَّابِ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: ضَمَّنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَيْهِ، وَقَالَ: «اللَّهُمَّ عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ وَتَأْوِيلَ الْكِتَابِ».

۱۶۶- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے سینے سے لگایا اور فرمایا: ''اے اللہ! اسے حکمت سکھا دے اور کتاب (قرآن مجید) کا مطلب سکھا دے۔''

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں حکمت یعنی دانائی سے مراد حدیث کا علم ہے' قرآن مجید میں یہ لفظ اس مفہوم میں وارد ہے۔ ارشاد ہے: ﴿وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (البقرة:۱۲۹) (حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی کہ اے اللہ! ان میں رسول مبعوث فرما' جو) ''انھیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے۔'' ② اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کی یہ

١٦٦ـ أخرجه البخاري، فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب ذكر ابن عباس رضي الله عنهما، ح:٣٧٥٦ من حديث خالد به.

دعا قبول فرمائی اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو علم تفسیر میں وہ بلند مقام ملا کہ انھیں امیر المفسرین کہا گیا۔ ''تفسیر ابن عباس'' قرآن کی مشہور تفسیر ہے جو بازار سے دستیاب ہو سکتی ہے۔ ③ چھوٹے بچوں کو خصوصاً جو بزرگوں کی خدمت کریں' دعا دینی چاہیے۔ ④ بچوں کو اظہار شفقت کے لیے سینے سے لگانا جائز ہے۔ بشرطیکہ لوگوں کے دلوں میں غلط قسم کے شکوک وشبہات پیدا ہونے کا خدشہ نہ ہو۔ ⑤ علم نافع کے حصول کی دعا ایک بہترین دعا ہے کیونکہ اس سے دنیا میں بھی عزت ملتی ہے اور آخرت میں بھی بلند درجات حاصل ہوتے ہیں۔

(المعجم ١٢) - **بَابٌ: فِي ذِكْرِ الْخَوَارِجِ** (التحفة ١٢)

باب:١٢-خوارج کا بیان

✱ **خوارج**: خوارج سے مراد ہر وہ شخص ہے جو مسلمانوں کے متفقہ حکمران کے خلاف بغاوت کرے' خواہ وہ بغاوت خلفائے راشدین کے خلاف ہو یا ان کے بعد کے حکمرانوں کے خلاف۔ خوارج کے اکابر میں اشعث بن قیس کندی' مسعر بن فدکی تمیمی اور زید بن حصین طائی شامل ہیں۔ خوارج کے کئی نام ہیں' مثلاً: (ا) **حکمیه**: انھیں حکمیہ اس لیے کہتے ہیں کہ انھوں نے حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے منصفوں اور ان کے فیصلے کو رد کر دیا تھا اور کہا تھا: حکم اللہ ہی کا ہے۔ (ب) **حروريه**: یہ حروریہ بھی کہلاتے ہیں کیونکہ یہ مقام حروراء میں ٹھہرے تھے۔ (ج) [**شراة**] انھیں شراۃ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ ان کا گمان ہے کہ انھوں نے اپنی جانیں اللہ کی رضا کے لیے فروخت کر دی ہیں۔ (د) **مارقة**: دین سے نکل جانے کی وجہ سے انھیں مارقہ کہا جاتا ہے۔

✱ **خوارج کے عقائد**: خوارج کے چند اہم عقائد' جو اہل سنت والجماعت کے عقائد سے متصادم ہیں' یہ ہیں' مثلاً: (ا) حکمرانوں کے خلاف اسلحہ اٹھانا' انھیں قتل کرنا اور ان کے مال لوٹنا' ان کے نزدیک جائز ہے۔ (ب) اپنے مخالفین کو کافر کہتے ہیں۔ (ج) حضرت عثمان وحضرت علی رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ کو طعن وتشنیع کرتے ہیں اور ان پر کفر کا حکم لگاتے ہیں۔ (د) عذاب قبر' حوض کوثر اور شفاعت پر ایمان نہیں رکھتے۔ (ھ) ان کا گمان ہے کہ جس شخص نے ایک بار جھوٹ بولا یا کوئی چھوٹا بڑا گناہ کیا اور بغیر توبہ کیے فوت ہو گیا تو وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ (و) اپنے امام کے سوا کسی کے پیچھے نماز ادا نہیں کرتے اور اوقات نماز میں تاخیر کو جائز سمجھتے ہیں۔ (ز) اجنبی عورت سے بغیر ولی کے نکاح کو درست مانتے ہیں نیز متعہ ان کے ہاں حلال ہے۔ (ح) چاند دیکھے بغیر روزہ رکھنا اور چاند دیکھے بغیر عید منانا درست ہے۔

خوارج کے اہم فرقوں میں أزارقه' نجدات' ثعالبه اور اباضيه ہیں۔ موجودہ دور میں صرف اباضیہ فرقہ مملکت عمان' جنوب لیبیا اور مغرب میں موجود ہے۔ مصر' یمن' اردن اور پاکستان کی بعض جماعتوں میں ان کے عقائد اور اثرات پائے جاتے ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (الملل والنحل' امام محمد بن عبدالكريم الشهرستانی رحمہ اللہ. غنية الطالبين' شيخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ. الموسوعة الميسرة في الأديان والمذاهب والأحزاب المعاصره' دكتور مانع بن حماد)

١٦٧- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ عَبِيدَةَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: وَذَكَرَ الْخَوَارِجَ، فَقَالَ: فِيهِمْ رَجُلٌ مُخْدَجُ الْيَدِ، أَوْ مُوْدَنُ الْيَدِ، أَوْ مَثْدُونُ الْيَدِ، وَلَوْلاَ أَنْ تَبْطَرُوا لَحَدَّثْتُكُمْ بِمَا وَعَدَ اللهُ الَّذِينَ يَقْتُلُونَهُمْ، عَلٰى لِسَانِ مُحَمَّدٍ ﷺ، قُلْتُ: أَنْتَ سَمِعْتَهُ مِنْ مُحَمَّدٍ ﷺ؟ قَالَ: إِي، وَرَبِّ الْكَعْبَةِ. ثَلاَثَ مَرَّاتٍ.

۱۶۷- حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے خوارج کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ان میں ایک آدمی ہے جس کا ہاتھ ادھورا ہے' یا فرمایا: ناقص ہے' یا فرمایا: چھوٹا سا ہے۔ اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ تم فخر کرنے لگو گے تو میں تمھیں بتا دیتا کہ انھیں قتل کرنے والوں کے لیے اللہ نے حضرت محمد ﷺ کی زبان مبارک سے کیا کچھ (ثواب وانعامات کا) وعدہ کیا ہے۔ حضرت عبیدہ رحمہ اللہ نے کہا: میں نے عرض کیا: کیا آپ نے یہ باتیں حضرت محمد ﷺ سے (براہ راست) سنی ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تین بار فرمایا: رب کعبہ کی قسم! ہاں۔

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے خوارج کے بارے میں تفصیل سے بیان فرمایا اور وہ واقعات اسی طرح پیش آئے جس طرح آپ نے بیان فرمائے تھے۔ یہ آپ ﷺ کی نبوت کی ایک دلیل ہے۔ ② اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی فضیلت ہے جنھوں نے خوارج سے جنگ کی۔ ③ تاکید کے طور پر قسم کھانا جائز ہے۔

١٦٨- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ زُرَارَةَ، قَالاَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ زِرٍّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ أَحْدَاثُ الأَسْنَانِ، سُفَهَاءُ الأَحْلاَمِ، يَقُولُونَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ النَّاسِ، يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ، لاَ يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الإِسْلاَمِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، فَمَنْ لَقِيَهُمْ فَلْيَقْتُلْهُمْ، فَإِنَّ

۱۶۸- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آخری زمانے میں کچھ لوگ ظاہر ہوں گے' کم عمر (نوجوان)' کم عقل' (بظاہر) بڑی اچھی باتیں کریں گے' قرآن پڑھیں گے' لیکن وہ ان کے گلوں سے آگے نہیں بڑھے گا۔ وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے' جس طرح تیر (نشانہ بننے والے) شکار سے گزر جاتا ہے۔ جو شخص انھیں ملے' اسے چاہیے کہ انھیں قتل کرے' جو کوئی انھیں قتل کرے گا' اسے اللہ سے ان کے قتل کرنے کا ثواب ملے گا۔''

١٦٧ـ أخرجه مسلم، الزكاة، باب التحريض على قتل الخوارج، ح: ١٠٦٦ عن ابن أبي شيبة وغيره به.

١٦٨ـ [صحيح] أخرجه الترمذي، الفتن، باب ماجاء في صفة المارقة، ح: ٢١٨٨ من حديث أبي بكر بن عياش به، وقال: "حسن صحيح"، ولحديثه شواهد كثيرة عند البخاري ومسلم وغيرهما.

قَتْلَهُمْ أَجْرٌ عِنْدَ اللهِ لِمَنْ قَتَلَهُمْ» .

فوائد ومسائل: ① ’’آخری زمانے‘‘ کا مطلب بعض علماء نے خلافت راشدہ کا آخری زمانہ مراد لیا ہے کیونکہ یہ خارجی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ظاہر ہوئے تھے‘ ممکن ہے قیامت کے قریب بھی ایسے لوگ سامنے آئیں جو انہی گمراہیوں کا شکار ہوں جن میں خارجی مبتلا تھے۔ واللہ اعلم. ② بدعت‘ خواہ عقیدہ میں ہو یا عمل میں‘ کم عقلی کی دلیل ہے۔ گویا بدعت کو وہی شخص ایجاد یا اختیار کرتا ہے جو دین کی سمجھ نہیں رکھتا یا دین کو ناقص سمجھتا ہے۔ ③ گمراہ فرقے اپنی گمراہی کی تائید میں ایسی چیزیں پیش کرتے ہیں‘ جن سے کم علم آدمی دھوکا کھا جاتا ہے اور ان باتوں کو پختہ دلائل سمجھ بیٹھتا ہے‘ لیکن اگر ان کے مزعومہ دلائل کو قرآن وحدیث کی روشنی میں پرکھا جائے تو ان کی غلطی واضح ہو جاتی ہے۔ ④ قرآن کے گلے سے آگے نہ گزرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ زبان سے قرآن پڑھیں گے‘ لیکن اس کا اثر ان کے دلوں پر نہ ہوگا یا ان کے دل قرآن کی صحیح سمجھ سے محروم ہوں گے۔ ⑤ بدعتی اپنے خود ساختہ اقوال وافعال ہی کو اسلام سمجھتا ہے‘ اس لیے وہ اصلی اسلام سے محروم ہو جاتا ہے۔ جس طرح وہ تیر جو شکار کیے جانے والے جانور میں سے آر پار گزر جائے‘ کہنے کو تو اس کا تعلق بھی اس جانور سے قائم ہوا ہے‘ لیکن حقیقت میں وہ تعلق کالعدم ہے۔ اسی طرح خوارج یا دوسرے اہل بدعت کا تعلق بظاہر تو اسلام سے قائم ہوتا ہے کیونکہ وہ شہادتین کا اقرار کرتے ہیں اور مسلمانوں والے اعمال کرتے ہیں‘ لیکن بدعت کی وجہ سے ان کی نیکیاں غیر مقبول اور کالعدم ہو جاتی ہیں‘ اس طرح اسلام سے ان کا تعلق قائم نہیں رہ پاتا۔ ⑥ اہل بدعت کو پہلے سمجھانا چاہیے اور ان کی غلطیاں واضح کرنی چاہییں‘ پھر بھی اگر وہ باز نہ آئیں اور عام مسلمانوں کے لیے گمراہی کا باعث بننے لگیں تو اسلامی حکومت کو ان سے باغیوں کا سا سلوک روا رکھ کے‘ بزور قوت ان کے فتنہ کا خاتمہ کرنا چاہیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی پہلے خوارج کو سمجھانے کے لیے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بھیجا تھا جس کے نتیجے میں ان میں سے بہت سے افراد کی سمجھ میں بات آ گئی اور انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت قبول کر لی۔ جو بغاوت پر مصر رہے ان سے جنگ کی گئی۔ (البداية والنهاية: ۲۹۲/۴) ⑦ فتنے کا خاتمہ کرنے کے لیے اسلامی حکومت سے تعاون نیک کام ہے‘ جس پر ثواب ملے گا۔

١٦٩- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ: قُلْتُ لأَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ: هَلْ سَمِعْتَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَذْكُرُ فِي الْحَرُورِيَّةِ شَيْئاً؟ فَقَالَ: سَمِعْتُهُ يَذْكُرُ

۱۶۹- حضرت ابوسلمہ رحمہ اللہ سے روایت ہے‘ انھوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہا‘ کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے حروریہ کے بارے میں کوئی ارشاد سنا ہے؟ انھوں نے فرمایا: میں نے آپ ﷺ کو ایسی جماعت کا ذکر کرتے سنا ہے جو بہت عبادت

١٦٩ـ [صحيح] أخرجه أحمد: ٣/ ٣٣، ٣٤ عن يزيد به، وإسناده حسن، وأصله متفق عليه (البخاري، ح: ٥٠٥٨، ومسلم، ح: ١٠٦٤).

قَوْماً يَتَعَبَّدُونَ «يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلاَتَهُ مَعَ صَلاَتِهِمْ وَصَوْمَهُ مَعَ صَوْمِهِمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، أَخَذَ سَهْمَهُ فَنَظَرَ فِي نَصْلِهِ فَلَمْ يَرَ شَيْئاً، فَنَظَرَ فِي رِصَافِهِ فَلَمْ يَرَ شَيْئاً، فَنَظَرَ فِي قِدْحِهِ فَلَمْ يَرَ شَيْئاً. فَنَظَرَ فِي الْقُذَذِ فَتَمَارٰى هَلْ يَرٰى شَيْئاً أَمْ لاَ».

کریں گے (حتی کہ) ''تم ان کی نمازوں کے مقابلے میں اپنی نمازوں کو اور ان کے روزوں کے مقابلے میں اپنے روزوں کو معمولی سمجھو گے۔ (لیکن) وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے آر پار ہو جاتا ہے۔ تیرانداز تیر کو پکڑ کر اس کا پھل دیکھتا ہے' اسے (شکار ہونے والے جانور کا) کچھ بھی (پھل سے لگا ہوا) نظر نہیں آتا' پٹھے کو دیکھتا ہے' تو کچھ نظر نہیں آتا' تیر کی لکڑی کو دیکھتا ہے تو کچھ نظر نہیں آتا' پھر تیر کے پروں کو دیکھتا ہے تو شک ہوتا ہے کہ (جانور کے خون وغیرہ کا) کچھ (اثر) نظر آ رہا ہے یا نہیں؟''

فوائد و مسائل: ① خوارج' نماز روزہ وغیرہ نیک اعمال میں بہت محنت کرتے تھے حتی کہ صحابہ بھی دیکھیں تو تعجب کریں۔ لیکن عقیدے کی خرابی کے ساتھ نیک عمل میں جتنی بھی محنت کی جائے' کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ ② اس حدیث میں تیر کے مختلف حصوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ نصل (پھل) تیر کے اس حصے کو کہتے ہیں جو لوہے کا بنا ہوتا ہے اور تیز دھار ہونے کی وجہ سے زخمی کرتا ہے۔ رصاف وہ پٹھے جو تیر میں وہاں ہوتے ہیں جہاں لوہے کا پھل لکڑی سے ملتا ہے۔ قدح: تیر کی وہ لمبی لکڑی جس کے سرے پر نصل لگایا جاتا ہے۔ قذذ: اُن پروں کو کہتے ہیں جو تیر کے پچھلے حصے میں ہوتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ تیر کے کسی حصے میں شکار شدہ جانور کا خون یا گوشت کا ٹکڑا تک نہیں لگا بلکہ تیر اسے لگ کر اتنی تیزی سے پار ہو گیا کہ بالکل صاف نکل گیا۔ اسی طرح یہ لوگ اسلام میں داخل ہوئے اور سیدھے باہر نکل گئے۔ اسلام کی دینی اور اخلاقی تعلیمات کا کچھ اثر قبول نہیں کیا۔ ③ اگرچہ خوارج کی گمراہی واضح ہے اور صحیح اسلام سے ان کا کوئی تعلق نہیں' اسی لیے محدثین کا ایک گروہ ان کے کافر ہونے کا قائل ہے، تاہم علماء کی اکثریت نے اس کے باوجود انھیں مرتد یا غیر مسلم قرار نہیں دیا بلکہ گمراہ اور باغی ہی فرمایا ہے۔

١٧٠- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ الْمُغِيرَةِ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلاَلٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ الصَّامِتِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ

۱۷۰- حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے بعد میری امت میں کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے' وہ ان کے گلوں سے آگے نہیں بڑھے گا' وہ دین سے اس طرح نکل

١٧٠ـ أخرجه مسلم، الزكاة، باب الخوارج شر الخلق والخليقة، ح: ١٠٦٧ من حديث سليمان به.

اللهِ ﷺ: «إِنَّ بَعْدِي مِنْ أُمَّتِي، أَوْ سَيَكُونُ بَعْدِي مِنْ أُمَّتِي، قَوْماً يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ، لاَ يُجَاوِزُ حُلُوقَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، ثُمَّ لاَ يَعُودُونَ فِيهِ، هُمْ شِرَارُ الْخَلْقِ وَالْخَلِيقَةِ». قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الصَّامِتِ: فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَافِعِ بْنِ عَمْرٍو، أَخِي الْحَكَمِ بْنِ عَمْرٍو الْغِفَارِيِّ فَقَالَ: وَأَنَا أَيْضاً قَدْ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ.

جائیں گے جس طرح تیر نشانہ بننے والے جانور میں سے گزر جاتا ہے' پھر وہ (دین میں) واپس نہیں آئیں گے۔ وہ تمام مخلوقات میں سے بدترین افراد ہوں گے۔'' حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے شاگرد عبداللہ بن صامت رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے حکم بن عمرو غفاری رضی اللہ عنہ کے بھائی رافع بن عمرو رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کا ذکر کیا تو انھوں نے فرمایا: میں نے بھی یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔

فوائد و مسائل: ① قرآن کے حلق (گلے) سے آگے نہ گزرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے دلوں پر قرآن کا اثر نہیں ہوگا یا ان کے دل قرآن مجید کو سمجھنے سے عاری ہوں گے۔ ② اہل بدعت جانوروں سے بھی بدتر ہیں۔ ③ اس حدیث سے دلیل لی گئی ہے کہ بدعتی فرقوں کے لوگ امت میں شامل ہیں' یعنی دنیوی معاملات میں ان سے مسلمانوں والا سلوک کیا جائے گا' البتہ وہ گمراہ اور فاسق ہیں۔ واللہ اعلم۔

١٧١- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَسُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالاَ: حَدَّثَنَا أَبُوالأَحْوَصِ عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَيَقْرَأَنَّ الْقُرْآنَ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي، يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلاَمِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ».

١٧١- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے کچھ لوگ قرآن پڑھیں گے۔ (اس کے باوجود) وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح نشانہ بننے والے جانور میں سے تیر آر پار ہو جاتا ہے۔''

فائدہ: امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اس حدیث کو خوارج کے باب میں ذکر کیا ہے' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک اس حدیث میں مذکور افراد سے مراد خوارج ہیں' تاہم حدیث کے الفاظ عام ہیں' لہٰذا اس وعید میں بعد کے زمانوں والے وہ لوگ بھی شامل ہو سکتے ہیں جو بظاہر مسلمان کہلاتے اور قرآن و حدیث پڑھتے ہیں' لیکن ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ غیر اسلامی رسم و رواج اور خلاف اسلام اعمال کو عین اسلام ثابت کیا جائے اور اس مقصد کے لیے وہ کبھی تو قرآن و حدیث کی نصوص میں معنوی تحریف کرتے ہیں' کبھی صحیح احادیث کا انکار کرتے ہیں' کبھی کہتے

١٧١- [صحيح] أخرجه أحمد: ١/ ٥٦ من حديث سماك به، وسلسلة سماك عن عكرمة ضعيفة، انظر "سير أعلام النبلاء": ٥/ ٢٤٨ وغيره، وللحديث شواهد، ومعنى الحديث صحيح، انظر الحديث الآتي.

ہیں کہ موجودہ حالات اور ترقی کے اس دور میں اسلام کے فلاں فلاں احکام قابل عمل نہیں رہے۔ اس طرح اسلام کے نام سے اسلام کے خلاف کام کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے شر سے محفوظ رکھے۔ آمین.

١٧٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ: أَنْبَأَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِالْجِعِرَّانَةِ وَهُوَ يَقْسِمُ التِّبْرَ وَالْغَنَائِمَ، وَهُوَ فِي حِجْرِ بِلاَلٍ، فَقَالَ رَجُلٌ: اِعْدِلْ يَا مُحَمَّدُ! فَإِنَّكَ لَمْ تَعْدِلْ. فَقَالَ: «وَيْلَكَ! وَمَنْ يَعْدِلُ بَعْدِي إِذَا لَمْ أَعْدِلْ؟» فَقَالَ عُمَرُ: دَعْنِي يَا رَسُولَ اللهِ! حَتَّى أَضْرِبَ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ هٰذَا فِي أَصْحَابٍ، أَوْ أُصَيْحَابٍ لَهُ، يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لاَ يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ».

١٧٢- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ جعرانہ مقام پر مال غنیمت اور سونا تقسیم کر رہے تھے جو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی جھولی میں تھا۔ ایک آدمی نے کہا: اے محمد! (ﷺ) انصاف کیجیے' آپ نے انصاف نہیں کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''افسوس ہے تجھ پر! اگر میں انصاف نہیں کروں گا تو پھر میرے بعد اور کون انصاف کرے گا؟'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اجازت دیجیے کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''یہ شخص بھی اپنے ان ساتھیوں میں شامل ہے جو قرآن پڑھیں گے' لیکن وہ ان کے گلے سے آگے نہیں گزرے گا' وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر نشانہ بننے والے جانور میں سے پار ہو جاتا ہے۔''

فوائد ومسائل: ① جس شخص نے یہ گستاخی کی اس کا نام ذُوالخُوَیصِرَہ تھا۔ اور یہ واقعہ غزوۂ حنین کے بعد پیش آیا۔ جب نبیٔ کریم ﷺ نے جِعِرَّانہ کے مقام پر غزوۂ حنین سے حاصل ہونے والا مال غنیمت مجاہدین میں تقسیم فرمایا۔ ② نبیٔ اکرم ﷺ کے کسی عمل یا فرمان پر اعتراض کرنا یا اسے غلط قرار دینا یا آپ ﷺ کے کسی حکم کو نا قابل عمل قرار دینا منافقوں کا شیوہ ہے' مومن سے ایسی حرکت کا صدور ممکن نہیں۔ ③ اس واقعہ میں نبیٔ اکرم ﷺ کے حلم وعفو اور صبر و برداشت کی ایک اعلیٰ مثال ہے کہ ایسی گستاخی کے باوجود آپ ﷺ نے اسے سزا نہیں دی۔ ④ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب اس شخص کو منافق قرار دے کر قتل کرنے کی اجازت طلب کی تو نبیٔ اکرم ﷺ نے ان کی تردید نہیں فرمائی۔ گویا اس شخص کے منافق ہونے کی تصدیق فرمائی' تاہم حکمت کی بنا پر اسے سزائے موت دینے سے احتراز فرمایا۔ ⑤ اس شخص کی حرکت میں ارشاد نبوی کی حجت کا انکار پایا جاتا ہے' بعد میں خوارج نے بھی بہت سی احادیث کا انکار کیا کیونکہ ان کے خیال میں وہ قرآن کے اس مزعومہ مفہوم کے خلاف تھیں جو ان کے خیال میں قرآن کا صحیح مطلب تھا۔ لیکن اہل سنت کی نظر میں قرآن مجید کی آیات کا وہی مطلب درست ہوتا ہے جس کی تائید صحیح احادیث سے ہو۔

١٧٢- أخرجه مسلم، الزكاة، باب ذكر الخوارج وصفاتهم، ح: ١٠٦٣ من حديث أبي الزبير به.

١٧٣- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْأَزْرَقُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الْخَوَارِجُ كِلَابُ النَّارِ».

۱۷۳- حضرت ابن ابو اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''خارجی جہنم کے کتے ہیں۔''

١٧٤- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «يَنْشَأُ نَشْءٌ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، كُلَّمَا خَرَجَ قَرْنٌ قُطِعَ» قَالَ ابْنُ عُمَرَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «كُلَّمَا خَرَجَ قَرْنٌ قُطِعَ». أَكْثَرَ مِنْ عِشْرِينَ مَرَّةً. «حَتَّى يَخْرُجَ فِي عِرَاضِهِمُ الدَّجَّالُ».

۱۷۴- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''ایک جماعت پیدا ہوگی جو قرآن پڑھیں گے' وہ ان کے حلق سے آگے نہیں گزرے گا' جب بھی (ان میں سے) کوئی گروہ ظاہر ہوگا' کاٹ دیا جائے گا۔'' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات: ''جب کوئی گروہ ظاہر ہوگا' کاٹ دیا جائے گا۔'' بیس سے زیادہ دفعہ سنی ہے۔ اور فرمایا: ''حتی کہ ان میں سے دجال ظاہر ہوگا۔''

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خوارج کے غلط خیالات سے تھوڑے لوگ متاثر ہوں گے' اکثر مسلمان ان کے معاملہ میں حق پر قائم رہیں گے۔ اور وہ ان گمراہوں سے جنگ کر کے ان کا قلع قمع کرتے رہیں گے۔ ② یہ گمراہی امت میں بعد کے زمانوں میں بھی ظاہر ہوتی رہے گی' تاہم ان کا مقابلہ کرنے والے اہل حق اپنا فریضہ انجام دیتے رہیں گے۔ ③ معلوم ہوتا ہے کہ دجال بھی اسی انداز سے باطل کو حق ثابت کرنے کی کوشش کرے گا اور لوگوں کو گمراہ کرے گا۔ اس کو اور اس کے گروہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کاٹ دیں گے۔

١٧٥- حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ خَلَفٍ أَبُو بِشْرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:

۱۷۵- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''آخر زمانے میں' یا فرمایا: اس امت میں کچھ لوگ ظاہر ہوں گے جو قرآن پڑھیں

١٧٣_ [حسن] أخرجه أحمد: ٤/ ٣٥٥ عن إسحاق به، وله شاهد حسن، انظر، ح: ١٧٦.

١٧٤_ [إسناده حسن] وصححه البوصيري، وله شواهد عند أحمد والحاكم وغيرهما.

١٧٥_ [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، السنة، باب في قتال الخوارج، ح: ٤٧٦٦ من حديث عبدالرزاق به، بألفاظ مختلفة، وصححه الحاكم، والذهبي * قتادة مشهور بالتدليس (طبقات المدلسين/ المرتبة الثالثة)، وعنعن، وحديث البخاري: ٧٥٦٢ يغني عنه.

«يَخْرُجُ قَوْمٌ فِي آخِرِ الزَّمَانِ، أَوْ فِي هٰذِهِ الْأُمَّةِ، يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لاَ يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، أَوْ حُلُوقَهُمْ، سِيمَاهُمُ التَّحْلِيقُ، إِذَا رَأَيْتُمُوهُمْ، أَوْ إِذَا لَقِيتُمُوهُمْ، فَاقْتُلُوهُمْ».

گے اور وہ ان کے حلقوں سے آگے نہیں گزرے گا' ان کی علامت سر منڈانا ہے' جب تم انھیں دیکھو' یا فرمایا: جب تم ان سے ملو' تو انھیں قتل کرو۔"

فوائد و مسائل: ① اس روایت کی تحقیق کی بابت ہمارے فاضل محقق لکھتے ہیں کہ یہ روایت سنداً ضعیف ہے' البتہ صحیح بخاری کی حدیث (۷۵۶۲) اس سے کفایت کرتی ہے' علاوہ ازیں شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے' لہٰذا معلوم ہوا یہ روایت سنداً ضعیف ہونے کے باوجود قابل حجت ہے۔ ② سر کا منڈانا' خارجیوں کی علامت ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ جو بھی سر منڈائے وہ خارجی ہے بلکہ صرف یہ مطلب ہے کہ ان میں یہ عادت پائی جائے گی' ورنہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمیشہ سر منڈاتے تھے جبکہ خارجی ان کے سخت دشمن تھے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے سکھوں کی علامات بیان کرتے ہوئے ان کی ایک علامت ڈاڑھی رکھنا بیان کی جائے' تو لوگ ہر پوری ڈاڑھی رکھنے والے کو سکھ کہنا شروع کر دیں۔ ظاہر بات ہے ایسا کہنا یا سمجھنا سوائے جہالت کے کچھ نہیں۔ اسی طرح بعض اہل بدعت' اہلحدیث کو سنت کے مطابق لمبی نماز پڑھنے' ذوق و شوق سے تلاوت کرنے اور فیشنی بال رکھنے کی بجائے سر کے بال منڈانے پر' انھیں خوارج باور کراتے ہیں' جو حقائق کے بھی یکسر خلاف ہے' جہالت کا مظاہرہ بھی ہے اور سنت پر اور صحیح اسلام پر عمل کرنے کی اہمیت و فضیلت سے انکار بھی۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ منها. ③ "انھیں قتل کر دو" اس کا مطلب ہے ان سے جنگ کرو تاکہ ان کا فتنہ ختم ہو جائے۔

١٧٦ - حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ أَبِي سَهْلٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ أَبِي غَالِبٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ يَقُولُ: «شَرُّ قَتْلَى قُتِلُوا تَحْتَ أَدِيمِ السَّمَاءِ، وَخَيْرُ قَتِيلٍ مَنْ قَتَلُوا، كِلَابُ أَهْلِ النَّارِ. قَدْ كَانَ هٰؤُلَاءِ مُسْلِمِينَ فَصَارُوا كُفَّاراً»، قُلْتُ: يَا أَبَا أُمَامَةَ! هٰذَا شَيْءٌ تَقُولُهُ؟ قَالَ: بَلْ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ.

۱۷۶- حضرت ابو غالب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ لوگ (خارجی) آسمان کے نیچے قتل ہونے والے بدترین افراد ہیں اور جنھیں یہ لوگ قتل کر دیں وہ بہترین مقتول (شہید) ہیں۔ یہ جہنمیوں کے کتے ہیں' یہ مسلمان تھے' پھر کافر ہو گئے۔ میں نے کہا: ابو امامہ! کیا یہ آپ کی (اپنی) رائے ہے؟ انھوں نے کہا: بلکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات سنی ہے۔

١٧٦ـ [إسناده حسن] أخرجه الترمذي، التفسير، باب ومن سورة آل عمران، ح: ٣٠٠٠ من حديث حماد بن سلمة وغيره عن أبي غالب به، وقال: "حديث حسن".

فوائد ومسائل: ① اس میں خارجیوں کی شدید مذمت ہے اور ان کے کافر اور دوزخی ہونے کی صراحت ہے۔ ② اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے عقائد کفریہ ہیں' جن کی وجہ سے انھیں اسلام سے نکل کر کفر اختیار کر لینے والے قرار دیا گیا ہے۔ ③ خارجیوں سے جنگ کرنے والے مسلمانوں کو بلند مقام اور فضیلت حاصل ہے۔ ④ اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے کیونکہ انھوں نے خارجیوں سے جنگ کی اور ایک خارجی کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔

(المعجم ١٣) - بَابٌ: فِيمَا أَنْكَرَتِ الْجَهْمِيَّةُ (التحفة ١٣)

باب:١٣-فرقہ جہمیہ نے جس چیز کا انکار کیا

١٧٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ: حَدَّثَنَا أَبِي، وَوَكِيعٌ؛ ح: وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ ابْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا خَالِي يَعْلَى، وَوَكِيعٌ، وَأَبُو مُعَاوِيَةَ، قَالُوا: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كُنَّا جُلُوساً عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَنَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، قَالَ: «إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ، لَا تَضَامُّونَ فِي رُؤْيَتِهِ، فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تُغْلَبُوا عَلَى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا فَافْعَلُوا». ثُمَّ قَرَأَ: ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ﴾. [ق: ٣٩]

١٧٧- حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے' آپ نے چودھویں رات کے چاند کی طرف نظر اٹھائی اور فرمایا: ''تم عنقریب اپنے رب کو دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھتے ہو' تمھیں اس کے دیدار میں مشقت نہیں ہوگی' لہٰذا اگر تم سے ہو سکے کہ سورج طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے والی نمازوں کے بارے میں مغلوب نہ ہو جاؤ' تو ضرور ایسا کرو۔'' پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ﴾ ''سورج طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی تسبیح کریں۔''

فوائد ومسائل: ① فرقہ جہمیہ' جہم بن صفوان کی طرف منسوب ہے' اس بدعتی فرقے کا اہل سنت سے کئی مسائل میں اختلاف ہے، مثلاً: یہ لوگ بندے کو مجبور محض قرار دیتے ہیں' اسی لیے انھیں جبریہ بھی کہتے ہیں اور اللہ کی صفات کا انکار کرتے ہیں۔ وہ اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ صفات الٰہی تسلیم کرنے سے اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے مشابہ ماننا پڑتا ہے جو

١٧٧ـ أخرجه البخاري، التوحيد، باب قول الله تعالىٰ: "وجوه يومئذ ناضرة . . . الخ"، ح: ٧٤٣٤، ٧٤٣٥، وغيره، ومسلم، المساجد، باب فضل صلاتي الصبح والعصر والمحافظة عليهما، ح: ٦٣٣ من حديث إسماعيل به.

اللہ کی شان کے لائق نہیں، حالانکہ اہل سنت اللہ کی صفات کو مخلوقات کی صفات کے مشابہ قرار نہیں دیتے بلکہ کہتے ہیں کہ جس طرح اس کی ذات بندوں کی ذات سے مشابہ نہیں، اسی طرح اس کی صفات بندوں کی صفات سے مشابہ نہیں، جس طرح اس کی ذات کو موجود ماننے سے تشبیہ لازم نہیں آتی، اسی طرح اس کی صفات کو تسلیم کرنے سے اس کی بندوں سے تشبیہ لازم نہیں آتی بلکہ بندوں کی صفات بندوں کی حالت سے مناسبت رکھتی ہیں اور اللہ کی صفات ویسی ہیں جیسی اس کی شان کے لائق ہیں اور یہ تشبیہ نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ (شوریٰ:۱۱) یعنی اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہ خوب سننے والا دیکھنے والا ہے۔ ② اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کا دیدار ممکن ہے، قیامت کو اور جنت میں مومنوں کو اللہ کا دیدار ہوگا۔ دنیا میں اس لیے ممکن نہیں کہ موجودہ جسم اور موجودہ قوتوں کے ساتھ بندہ اللہ کے دیدار کی تاب نہیں لاسکتا بلکہ اس دنیا کی کوئی قوت اس کی زیارت کی متحمل نہیں ہوسکتی اسی لیے جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہوگئے (دیکھیے: سورۃ الاعراف:۱۴۳) لیکن عالم آخرت میں اللہ تعالیٰ بندوں کو طاقت عطا فرمائے گا کہ وہ اللہ کی تجلی کو برداشت کرسکیں۔ ③ اس حدیث کا مقصد اللہ تعالیٰ کو چاند سے محض تشبیہ دینا نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ جس طرح دنیا میں لاکھوں افراد بیک وقت چاند کو دیکھ سکتے ہیں اور انھیں اس میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی، اسی طرح جنت میں بے شمار مومن بیک وقت دیدار الٰہی کا شرف حاصل کرسکیں گے اور انھیں اس میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔ ④ نماز باقاعدگی سے ادا کرنا، بالخصوص نماز فجر اور عصر قضا نہ ہونے دینا بہت بڑا نیک عمل ہے، جس کا بدلہ زیارت باری تعالیٰ ہے۔ ⑤ اس کا مطلب یہ نہیں کہ باقی تین نمازوں کی کوئی اہمیت نہیں، بلکہ جو شخص فجر اور عصر باقاعدگی سے ادا کرتا ہے، وہ دوسری نمازیں بدرجہ اولیٰ باقاعدگی سے ادا کرتا ہے کیونکہ فجر کی نماز کے وقت نیند اور سستی کا غلبہ ہوتا ہے اور عصر کے وقت کاروبار وغیرہ کے روزمرہ کاموں میں انتہائی مصروفیت ہوتی ہے، اس لیے انھیں بروقت اور باجماعت ادا کرنا دوسری نمازوں کی نسبت مشکل ہے۔ جو شخص یہ مشکل کام کرلیتا ہے، وہ دوسری نمازیں بھی آسانی سے ادا کرسکتا ہے اور اس طرح جنت میں داخل ہونے اور اللہ کی زیارت سے مشرف ہونے کی امید رکھ سکتا ہے۔ ⑥ چاند کے ساتھ تشبیہ دینے میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے علو (اوپر ہونے) کا بھی اثبات ہے۔

۱۷۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عِيسَى الرَّمْلِيُّ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

۱۷۸- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تمھیں چودھویں رات کو چاند دیکھنے میں مشقت ہوتی ہے؟'' صحابہ نے کہا: جی

۱۷۸ـ [صحيح] * الأعمش كان يدلس (طبقات المدلسين/ المرتبة الثانية، والتلخيص الحبير: ۱/ ۱۹، ح: ۱۱۸۱) وعنعن، ولحديثه شواهد كثيرة، انظر الحديث السابق والآتي، ومسند الإمام أحمد: ۲/ ۳۸۹، وأخرجه مسلم، ح: ۲۹٦۸ من حديث أبي صالح به، نحو المعنى.

قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : «تَضَامُّونَ فِي رُؤْيَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ؟» قَالُوا : لاَ . قَالَ : «فَكَذٰلِكَ لاَ تَضَامُّونَ فِي رُؤْيَةِ رَبِّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» .

نہیں۔ فرمایا: ''اسی طرح قیامت کے دن تمھیں اپنے رب کی زیارت میں کوئی مشکل نہیں ہوگی۔''

فائدہ: حدیث میں لفظ ''تَضَامُّونَ'' وارد ہے۔ اس کا مفہوم بھیڑ اور ازدحام کی وجہ سے مشقت اور تکلیف کا پیش آنا ہے۔ جب بہت سے لوگ ایک چیز کو دیکھنے کی کوشش کر رہے ہوں' تو جو لوگ اس کے قریب ہوتے ہیں' وہ آسانی سے دیکھ لیتے ہیں جب کہ پیچھے والے لوگ آسانی سے نہیں دیکھ سکتے۔ یہ صورت اس وقت پیش آتی ہے جب وہ چیز چھوٹی ہو اور انسانوں کے ہجوم میں چھپ جائے۔ چاند بڑا اور بلند ہونے کی وجہ سے بھیڑ میں چھپ نہیں سکتا' اس لیے دیکھنے والوں کی تعداد جتنی بھی ہو' آسانی سے دیکھ سکتے ہیں۔ مومنوں کو اللہ تعالیٰ کی زیارت میں کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی' جس طرح پورا چاند دیکھنے میں دشواری پیش نہیں آتی۔

١٧٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلاَءِ الْهَمْدَانِيُّ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ : قُلْنَا : يَا رَسُولَ اللهِ! أَنَرَى رَبَّنَا؟ قَالَ : «تَضَامُّونَ فِي رُؤْيَةِ الشَّمْسِ فِي الظَّهِيرَةِ فِي غَيْرِ سَحَابٍ؟» قُلْنَا : لاَ . قَالَ : «فَتَضَارُّونَ فِي رُؤْيَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ فِي غَيْرِ سَحَابٍ؟» قَالُوا : لاَ . قَالَ : «إِنَّكُمْ لاَ تَضَارُّونَ فِي رُؤْيَتِهِ إِلَّا كَمَا تَضَارُّونَ فِي رُؤْيَتِهِمَا» .

۱۷۹- حضرت ابوسعید (خدری) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تمھیں دوپہر کے وقت سورج کو دیکھنے میں کوئی دشواری پیش آتی ہے جبکہ (آسمان پر) بادل بھی نہ ہو؟'' ہم نے کہا: جی نہیں۔ فرمایا: ''کیا تمھیں چودھویں رات کو چاند دیکھنے میں دشواری ہوتی ہے جب کہ بادل بھی نہ ہو؟'' صحابہ نے کہا: جی نہیں۔ فرمایا: ''تمھیں اللہ کی زیارت میں اتنی ہی دشواری ہوگی' جتنی سورج اور چاند دیکھنے میں ہوتی ہے۔''

١٨٠ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ : أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ

۱۸۰- حضرت ابورزین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے کہا: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا قیامت

١٧٩ـ [صحيح] أخرجه أحمد : ٣/ ١٦ من حديث الأعمش به، وانظر الحديثين السابقين .

١٨٠ـ [إسناده حسن] أخرجه أبوداود، السنة، باب في الرؤية، ح : ٤٧٣١ من حديث يعلى به، وصححه الحاكم، والذهبي .

سَلَمَةَ، عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ وَكِيعِ بْنِ حُدُسٍ، عَنْ عَمِّهِ أَبِي رَزِينٍ قَالَ قُلْتُ: يَارَسُولَ اللهِ! أَنَرَى اللهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ وَمَا آيَةُ ذٰلِكَ فِي خَلْقِهِ؟ قَالَ: «يَا أَبَا رَزِينٍ! أَلَيْسَ كُلُّكُمْ يَرَى الْقَمَرَ مُخْلِياً بِهِ؟» قَالَ، قُلْتُ: بَلٰى. قَالَ: «فَاللهُ أَعْظَمُ، وَذٰلِكَ آيَةٌ فِي خَلْقِهِ».

کو ہم اللہ کی زیارت کریں گے؟ اور اس کی مخلوق میں اس کی کیا نشانی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے ابورزین! کیا تم میں سے ہر شخص چاند کو اس طرح نہیں دیکھتا گویا وہ اکیلا ہی اسے دیکھ رہا ہے؟'' میں نے عرض کیا: جی ہاں (ایسے ہی ہوتا ہے۔) فرمایا: ''اللہ زیادہ عظمت والا ہے اور یہ (چاند) مخلوقات میں اس کی نشانی ہے۔''

فائدہ: ''گویا اکیلا ہی دیکھ رہا ہے'' اس کا مطلب یہ ہے کہ دیکھنے والوں کی کثرت کے باوجود کسی کو اسے دیکھنے میں کوئی مشقت یا دشواری پیش نہیں آتی۔

١٨١ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: أَنْبَأَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ وَكِيعِ بْنِ حُدُسٍ، عَنْ عَمِّهِ أَبِي رَزِينٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «ضَحِكَ رَبُّنَا مِنْ قُنُوطِ عِبَادِهِ وَقُرْبِ غِيَرِهِ» قَالَ، قُلْت: يَا رَسُولَ اللهِ! أَوَ يَضْحَكُ الرَّبُّ؟ قَالَ: «نَعَمْ» قُلْتُ: لَنْ نَعْدَمَ مِنْ رَبٍّ يَضْحَكُ خَيْرًا.

١٨١- حضرت ابورزین ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہمارا رب بندوں کی مایوسی پر ہنستا ہے حالانکہ اس کی طرف سے حالات کی تبدیلی قریب ہوتی ہے۔'' میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا رب تعالیٰ ہنستا ہے؟ فرمایا: ''ہاں۔'' میں نے کہا: ہم ایسے رب کی خیر سے کبھی محروم نہیں ہوں گے جو ہنستا ہے۔

١٨٢ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: أَنْبَأَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ يَعْلَى ابْنِ عَطَاءٍ، عَنْ وَكِيعِ بْنِ حُدُسٍ، عَنْ عَمِّهِ

١٨٢- حضرت ابورزین ؓ سے روایت ہے' انھوں نے کہا: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے ہمارا رب کہاں تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ بادل میں تھا' اس (بادل) کے نیچے بھی ہوا نہ

١٨١ـ [إسناده حسن] أخرجه أحمد: ٤/ ١١، ١٢ من حديث حماد به * وكيع حسن الحديث، جهله ابن القطان وغيره، ووثقه ابن حبان، والترمذي، والحاكم وغيرهم.

١٨٢ـ [إسناده حسن] أخرجه الترمذي، التفسير، باب ومن سورة هود، ح: ٣١٠٩ من حديث يزيد به، وقال: "هٰذا حديث حسن".

أَبِي رَزِينٍ قَالَ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَيْنَ كَانَ رَبُّنَا قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ خَلْقَهُ؟ قَالَ: «كَانَ فِي عَمَاءٍ، مَا تَحْتَهُ هَوَاءٌ، وَمَا فَوْقَهُ هَوَاءٌ، وَمَا ثَمَّ خَلْقٌ، عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ».

تھی' اور اس کے اوپر بھی ہوا نہ تھی' اور نہ وہاں کوئی اور مخلوق تھی۔ اس کا عرش پانی پر تھا۔''

فوائد ومسائل: ① [مَاتَحْتَهُ هَوَاءٌ وَمَا فَوْقَهُ هَوَاءٌ] کا ترجمہ بعض علماء نے یوں کیا ہے ''جس کے نیچے بھی ہوا تھی' اور اوپر بھی۔'' اس صورت میں ''ما'' موصولہ ہوگا۔ لیکن محمد فواد عبدالباقی ؒ نے سنن ابن ماجہ کے حاشیے میں لکھا ہے کہ ''ما'' نافیہ ہے' موصولہ نہیں۔ ہم نے ترجمہ اسی قول کے مطابق کیا گیا ہے۔ ② كَانَ فِي عَمَاءٍ (اللہ تعالیٰ عماء میں تھا) اس کے ایک معنی تو بادل ہیں۔ ایک معنی یہ کیے گئے ہیں کہ اس سے مراد ایسی چیز ہے جو انسانی فہم سے ماوراء ہو' یعنی اس سوال کا جواب عقل سے ماوراء ہے۔ بہر حال ان توضیحات و تاویلات کی ضرورت تب پیش آتی ہے جب حدیث قابل استدلال ہو۔ جیسا کہ ہمارے محقق نے اس حدیث کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔ لیکن اس حدیث کے ضعیف ہونے کی وجہ سے جیسا کہ شیخ البانی ؒ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے' اس میں تاویل کی ضرورت نہیں۔

١٨٣ - حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ الْمَازِنِيِّ قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ مَعَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ وَهُوَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ إِذْ عَرَضَ لَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا ابْنَ عُمَرَ! كَيْفَ سَمِعْتَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَذْكُرُ فِي النَّجْوٰى؟ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «يُدْنَى الْمُؤْمِنُ مِنْ رَبِّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يَضَعَ عَلَيْهِ كَنَفَهُ، ثُمَّ يُقَرِّرُهُ بِذُنُوبِهِ، فَيَقُولُ: هَلْ تَعْرِفُ؟ فَيَقُولُ: يَارَبِّ! أَعْرِفُ، حَتَّى إِذَا بَلَغَ مِنْهُ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَبْلُغَ

١٨٣- حضرت صفوان بن محرز مازنی ؒ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے' ہم بھی ان کے ساتھ تھے' اچانک ایک آدمی سامنے آ گیا' اس نے کہا: اے ابن عمر! آپ نے رسول اللہ ﷺ کو سرگوشی کے بارے میں کیا فرماتے سنا ہے؟ انھوں نے فرمایا: میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے سنا' آپ فرماتے تھے: ''قیامت کے دن بندے کو رب کے قریب کیا جائے گا' حتی کہ اللہ تعالیٰ اس پر پردہ ڈال دے گا' اور اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا۔ فرمائے گا: کیا تو (فلاں گناہ کو) جانتا ہے؟ بندہ کہے گا: یارب! پہچانتا ہوں

١٨٣ـ أخرجه البخاري، التفسير، باب قوله: "ويقول الأشهاد هؤلاء الذين كذبوا"، ح: ٤٦٨٥ كما في تحفة الأشراف: ٥/ ٤٣٧ من حديث سعيد بن أبي عروبة به، ومسلم، التوبة، باب في سعة رحمة الله تعالى على المؤمنين ... الخ، ح: ٢٧٦٨ من طريق آخر عن قتادة به.

قَالَ: إِنِّي سَتَرْتُهَا عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا وَأَنَا أَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ»، قَالَ: «ثُمَّ يُعْطَى صَحِيفَةَ حَسَنَاتِهِ، أَوْ كِتَابَهُ، بِيَمِينِهِ»، قَالَ: «وَأَمَّا الْكَافِرُ أَوِ الْمُنَافِقُ فَيُنَادَى عَلَى رُؤُوسِ الأَشْهَادِ».

(میں نے یہ گناہ کیا ہے۔) حتی کہ جب اقرار سے اس کی وہ حالت ہو جائے گی' جو اللہ چاہے گا (جب بندے کو یقین ہو جائے گا کہ اب ضرور سخت سزا ملے گی)' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے دنیا میں تیرے ان گناہوں پر پردہ ڈال دیا تھا اور آج انھیں تیرے لیے معاف کرتا ہوں' پھر اسے نیکیوں والی کتاب دائیں ہاتھ میں دے دی جائے گی۔ اور کافر یا منافق کو سب حاضرین (اہل محشر) کے سامنے پکار کر کہا جائے گا: ﴿هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا۔ سنو! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔''

قَالَ خَالِدٌ: فِي «الأَشْهَادِ» شَيْءٌ مِنِ انْقِطَاعٍ.

﴿هَٰٓؤُلَآءِ ٱلَّذِينَ كَذَبُواْ عَلَىٰ رَبِّهِمْۚ أَلَا لَعۡنَةُ ٱللَّهِ عَلَى ٱلظَّٰلِمِينَ﴾. [هود: ١٨]

خالد (بن حارث) نے فرمایا: [عَلٰى رُؤُوسِ الْأَشْهَادِ] ''سب حاضرین کے سامنے۔'' یہ لفظ منقطع سند سے مروی ہے' باقی پوری حدیث کی سند متصل ہے۔

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے اللہ تعالیٰ کی صفت ''کلام'' کا ثبوت ملتا ہے۔ اہل سنت کا اس مسئلہ میں یہ موقف ہے کہ اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے' جس سے چاہتا ہے' جو چاہتا ہے' کلام فرماتا ہے اور مخاطب اس کلام کو سنتا ہے اور یہ امر حروف و اصوات کے بغیر ممکن نہیں جیسا کہ آگے وضاحت آ رہی ہے۔ جن آیات و احادیث میں اللہ کے کلام کرنے کا ذکر آیا ہے' علمائے حق ان کی تاویل نہیں کرتے' بلکہ اسے حقیقت پر محمول کرتے ہیں' البتہ اللہ کی صفت کلام کو مخلوق کے کلام سے تشبیہ نہیں دیتے۔ ② اللہ کا کلام اس انداز سے بھی ہو سکتا ہے کہ صرف ایک فرد سنے' جیسے اس حدیث میں ہے' اسی لیے اسے ''سرگوشی'' فرمایا گیا ہے یا جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہے ﴿وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا﴾ (مریم:٥٦) ''ہم نے اسے سرگوشی کے لیے اپنا قرب بخشا۔'' اور اس انداز سے بھی ہو سکتا ہے کہ زیادہ افراد سنیں' جیسے جنت میں اللہ تعالیٰ تمام مومنین سے فرمائے گا کہ میں آئندہ کبھی تم سے ناراض نہیں ہوں گا۔ ③ اس میں اللہ کی عظیم رحمت کا تذکرہ ہے' جس کی وجہ سے مومن اللہ سے مغفرت کی امید رکھتے ہیں' نیز مجرموں کی رسوائی بھی مذکور ہے' جس کی وجہ سے مومن اللہ سے ڈرتے ہیں کیونکہ ایمان میں امید اور خوف دونوں شامل ہیں۔

١٨٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الْعَبَّادَانِيُّ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ الرَّقَاشِيُّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «بَيْنَا أَهْلُ الْجَنَّةِ فِي نَعِيمِهِمْ إِذْ سَطَعَ لَهُمْ نُورٌ، فَرَفَعُوا رُؤُوسَهُمْ، فَإِذَا الرَّبُّ قَدْ أَشْرَفَ عَلَيْهِمْ مِنْ فَوْقِهِمْ، فَقَالَ: السَّلاَمُ عَلَيْكُمْ، يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ! قَالَ وَذٰلِكَ قَوْلُ اللهِ: ﴿سَلَٰمٌ قَوْلًا مِّن رَّبٍّ رَّحِيمٍ﴾ [يس: ٥٨] قَالَ: فَيَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَيَنْظُرُونَ إِلَيْهِ، وَلاَ يَلْتَفِتُونَ إِلٰى شَيْءٍ مِنَ النَّعِيمِ مَا دَامُوا يَنْظُرُونَ إِلَيْهِ حَتَّى يَحْتَجِبَ عَنْهُمْ وَيَبْقٰى نُورُهُ وَبَرَكَتُهُ عَلَيْهِمْ فِي دِيَارِهِمْ».

۱۸۴- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”اہل جنت اپنی نعمتوں (سے لطف اندوز ہونے) میں (مشغول) ہوں گے، اچانک ایک نور نمایاں ہوگا۔ وہ سر اٹھائیں گے تو (دیکھیں گے کہ) رب ان کے اوپر جلوہ افروز ہوگا۔ وہ فرمائے گا: اے جنت والو! تم پر سلامتی ہے۔ اس آیت مبارکہ میں یہی مذکور ہے: ﴿سَلَٰمٌ قَوْلًا مِّن رَّبٍّ رَّحِيمٍ﴾ (یٰس: ۵۸) ”مہربان رب کی طرف سے سلام کہا جائے گا۔“ اللہ تعالیٰ ان کی طرف دیکھے گا اور وہ اس کا دیدار کریں گے، جب تک وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار کرتے رہیں گے، جنت کی کسی نعمت کی طرف توجہ نہیں دیں گے حتی کہ اللہ تعالیٰ پردے میں ہو جائے گا اور ان کے گھروں میں اس کی طرف سے نور اور برکت رہ جائے گی۔“

١٨٥- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ خَيْثَمَةَ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ، لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تَرْجُمَانٌ، فَيَنْظُرُ مِنْ عَنْ أَيْمَنَ مِنْهُ فَلاَ يَرٰى إِلَّا شَيْئاً قَدَّمَهُ، ثُمَّ يَنْظُرُ مِنْ [عَنْ] أَيْسَرَ مِنْهُ فَلاَ يَرٰى إِلَّا شَيْئاً قَدَّمَهُ، ثُمَّ يَنْظُرُ أَمَامَهُ فَتَسْتَقْبِلُهُ النَّارُ، فَمَنِ

۱۸۵- حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے ہر شخص سے اللہ تعالیٰ کلام فرمائے گا، جب کہ بندے اور رب کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا۔ بندہ اپنی دائیں طرف نظر کرے گا، تو وہی اعمال نظر آئیں گے جو اس نے آگے بھیجے، پھر بائیں طرف نظر کرے گا، تو وہی اعمال نظر آئیں گے جو اس نے آگے بھیجے، پھر سامنے نظر اٹھائے گا، تو سامنے (جہنم کی) آگ نظر آئے گی، لہٰذا جو شخص

١٨٤ـ [إسناده ضعيف] وضعفه البوصيري * الفضل الرقاشي ضعيف جدًا، جرحه أحمد وغيره (تهذيب).

١٨٥ـ أخرجه البخاري، الرقاق، باب من نوقش الحساب عذب، ح: ٦٥٣٩، ٧٤٤٣، ومسلم، الزكوٰة، باب الحث على الصدقة ولو . . . الخ، ح: ١٠١٦ من حديث الأعمش به.

اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَتَّقِيَ النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ، فَلْيَفْعَلْ».

کسی بھی طرح آگ سے بچ سکتا ہے' وہ ضرور اپنا بچاؤ کرے' اگرچہ آدھی کھجور کے ذریعے سے ہی ہو سکے۔"

فوائد و مسائل: ① اس حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ کی صفت "کلام" کا ثبوت ہے۔ ② بندے کو اپنے اعمال کا خود ہی حساب دینا پڑے گا' اس لیے کسی بزرگ کی سفارش وغیرہ پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے۔ ③ جہنم سے بچاؤ کے لیے نیک اعمال ضروری ہیں۔ ④ صدقہ بھی اللہ کے عذاب سے محفوظ رکھنے والا نیک عمل ہے۔ ⑤ اگر بڑا نیک عمل کرنے کی طاقت نہ ہو تو چھوٹا عمل کر لینا چاہیے' کچھ نہ کرنے سے چھوٹی نیکی بھی بہتر ہے۔ ⑥ کسی نیکی کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے' خلوص کے ساتھ کی گئی چھوٹی سی نیکی بھی اللہ کی رحمت کے حصول کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

١٨٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ الصَّمَدِ، عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ: حَدَّثَنَا أَبُو عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ قَيْسٍ الأَشْعَرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «جَنَّتَانِ مِنْ فِضَّةٍ، آنِيَتُهُمَا وَمَا فِيهِمَا، وَجَنَّتَانِ مِنْ ذَهَبٍ، آنِيَتُهُمَا وَمَا فِيهِمَا، وَمَا بَيْنَ الْقَوْمِ وَبَيْنَ أَنْ يَنْظُرُوا إِلَى رَبِّهِمْ تَبَارَكَ وَتَعَالَى إِلَّا رِدَاءُ الْكِبْرِيَاءِ عَلَى وَجْهِهِ فِي جَنَّةِ عَدْنٍ».

١٨٦- حضرت عبداللہ بن قیس اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "دو جنتیں چاندی کی ہیں' ان کے برتن اور ان میں موجود سب چیزیں چاندی کی ہیں۔ اور دو جنتیں سونے کی ہیں' ان کے برتن اور ان میں موجود سب کچھ سونے کا ہے اور لوگوں کو اللہ کی زیارت سے کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ سوائے اس کے کہ اللہ کے چہرۂ اقدس پر کبریائی کی چادر ہوگی۔ جنت عدن میں (یہ زیارت ہوگی۔)"

فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں دیدار الٰہی کا اثبات ہے۔ ② اہل جنت جب جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ کی زیارت ہو سکے گی۔ صرف اللہ تعالیٰ کی کبریائی کی چادر دیدار سے مانع ہوگی۔ جب اللہ تعالیٰ اپنی رحمت و فضل کا اظہار کرے گا تو وہ مانع دور اور دیدار کا شرف حاصل ہو جائے گا۔ ③ "اللہ تعالیٰ کے چہرۂ اقدس پر کبریائی کی چادر ہوگی۔" اس امر کو یوں ہی تسلیم کرنا ہوگا' تاویل کی ضرورت نہیں' ورنہ انکار لازم آئے گا۔ ④ جنت کی نعمتیں بے شمار اور بے مثال ہیں۔ قرآن و حدیث میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ صرف اس حد تک ہے جس قدر انسان سمجھ سکیں۔ جنت کی چاندی اور سونا بھی دنیا کی چاندی اور سونے کی طرح نہیں' بلکہ اس قدر عمدہ اور اعلیٰ ہے کہ اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ⑤ ان جنتوں کی چیزیں سونے چاندی کی ہوں گی' مثلاً: برتن' پلنگ' تخت' اور درخت وغیرہ۔ واللہ اعلم.

١٨٦- أخرجه البخاري، التفسير، باب قوله: "ومن دونهما جنتان"، ح:٤٨٧٨، ٤٨٨٠، ٧٤٤٤، ومسلم، الإيمان، باب إثبات رؤية المؤمنين ... الخ، ح:١٨٠ من حديث أبي عبدالصمد به.

١٨٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقُدُّوسِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى، عَنْ صُهَيْبٍ قَالَ: تَلاَ رَسُولُ اللهِ ﷺ هٰذِهِ الآيَةَ: ﴿لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ﴾ [يونس: ٢٦] وَقَالَ: «إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ، وَأَهْلُ النَّارِ النَّارَ، نَادَى مُنَادٍ: يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ! إِنَّ لَكُمْ عِنْدَ اللهِ مَوْعِداً يُرِيدُ أَنْ يُنْجِزَكُمُوهُ، فَيَقُولُونَ: وَمَا هُوَ؟ أَلَمْ يُثَقِّلِ اللهُ مَوَازِينَنَا، وَيُبَيِّضْ وُجُوهَنَا، وَيُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَيُنْجِنَا مِنَ النَّارِ؟ قَالَ فَيَكْشِفُ الْحِجَابَ فَيَنْظُرُونَ إِلَيْهِ، فَوَاللهِ، مَا أَعْطَاهُمُ اللهُ شَيْئاً أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ - يَعْنِي: إِلَيْهِ - وَلاَ أَقَرَّ لِأَعْيُنِهِمْ».

١٨٧-حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ﴾ ''جنھوں نے نیکی کی ان کے لیے بہترین (جزا) ہے اور مزید (انعام بھی۔'') اور فرمایا: ''جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے اور جہنمی جہنم میں پہنچ جائیں گے تو ایک آواز دینے والا آواز دے گا: اے جنت والو! اللہ نے تم سے ایک وعدہ کر رکھا ہے اب وہ اسے پورا کرنا چاہتا ہے وہ کہیں گے: وہ کیا ہے؟ (کیا ابھی اور نعمت بھی باقی ہے؟)' کیا اللہ تعالیٰ نے ہماری نیکیوں کے وزن بھاری نہیں کر دیے؟ اور ہمارے چہرے سفید نہیں کر دیے' ہمیں جنت میں داخل نہیں۔ کر دیا اور جہنم سے نجات نہیں دے دی؟ (اب اس سے بڑھ کر کون سی نعمت ہو سکتی ہے جو ملنے والی ہے؟) آپ نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ پردہ ہٹا دے گا' تو لوگ اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے۔ اللہ کی قسم! اللہ نے انھیں کوئی نعمت عطا نہیں کی ہوگی جو اپنی زیارت سے زیادہ پیاری اور اس سے زیادہ آنکھیں ٹھنڈی کرنے والی ہو۔''

فوائد و مسائل: ① اللہ تعالیٰ کا دیدار سب سے عظیم اور سب سے خوش کن نعمت ہے جو اہل جنت کو حاصل ہوگی اور یہ ان کے لیے سب سے محبوب نعمت ہوگی۔ ② جنت میں داخل ہونا بھی ایک نعمت ہے جو دیدار الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہے اس لیے بعض صوفیاء کا یہ کہنا درست نہیں کہ نیکی کرتے ہوئے جنت کی طمع یا جہنم کا خوف نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ صرف اللہ کی ذات مطلوب ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے نیک مومنوں کی یہ صفت بیان کی ہے کہ وہ یوں دعا کرتے ہیں: ﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ (البقرة:٢٠١) ''اے ہمارے مالک! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی نصیب فرما اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا لے۔''

١٨٧ـ أخرجه مسلم، الإيمان، باب إثبات رؤية المومنين . . . الخ، ح: ١٨١ من حديث حماد بن سلمة به.

١٨٨ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ: حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ، عَنْ تَمِيمِ ابْنِ سَلَمَةَ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَسِعَ سَمْعُهُ الأَصْوَاتَ، لَقَدْ جَاءَتِ الْمُجَادِلَةُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، وَأَنَا فِي نَاحِيَةِ الْبَيْتِ، تَشْكُو زَوْجَهَا، وَمَا أَسْمَعُ مَا تَقُولُ: فَأَنْزَلَ اللهُ: ﴿قَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَٰدِلُكَ فِي زَوْجِهَا﴾. [المجادلة: ١]

١٨٨- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام آوازوں کو سنتا ہے' تکرار کرنے والی خاتون نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور میں کمرے کے ایک کونے میں تھی۔ وہ (نبی ؑ سے) اپنے خاوند کی شکایت کر رہی تھی اور مجھے اس کی بات سنائی نہیں دے رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی: ﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا﴾ ”اللہ تعالیٰ نے اس (عورت) کی بات سن لی جو آپ سے اپنے خاوند کے بارے میں تکرار کر رہی تھی۔“

فوائد و مسائل: ① اس حدیث کو اس باب میں بیان کرنے کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ سمیع یعنی سننے والا ہے اور سننا اس کی صفت ہے' لیکن اللہ کی صفات بندوں کی صفات کی طرح نہیں۔ ہلکی سے ہلکی آواز اس کے علم سے باہر نہیں کیونکہ اس کی دیگر صفات کی طرح سننے کی صفت بھی لامحدود ہے۔ ② اس حدیث اور آیت میں جس خاتون کا ذکر کیا گیا ہے اس کا نام خولہ ؓ ہے جو مالک بن ثعلبہ کی بیٹی تھیں' ان کے خاوند حضرت اوس بن صامت ؓ نے ان سے ظہار کر لیا' اس وقت تک ظہار کے کالعدم ہونے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا' اس لیے نبی ﷺ نے فرمایا: ”تو اپنے خاوند پر حرام ہوگئی ہے۔“ اس نے اپنے حالات عرض کیے کہ جدائی کی صورت میں بہت سی مشکلات پیدا ہوں گی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی' تب اللہ تعالیٰ نے سورۂ مجادلہ میں اس کا حل نازل فرما دیا۔ (سنن ابي داود' الطلاق' باب في الظهار' حديث:٢٢١٤) ③ ظہار کا مطلب ہے بیوی کو ماں سے تشبیہ دے کر خود پر حرام کر لینا' مثلاً: کوئی شخص اپنی بیوی سے کہتا ہے: ”تو میرے لیے اس طرح ہے جیسے میری ماں۔“ اسلام سے قبل اس صورت میں مرد اور عورت کا تعلق ہمیشہ کے لیے منقطع ہو جاتا تھا اور بیوی کو واقعی ماں کے برابر سمجھ لیا جاتا تھا۔ سورۂ مجادلہ میں واضح کیا گیا ہے کہ بیوی کو ماں کہنے سے وہ ماں نہیں بن جاتی' لیکن اس طرح کہنا گناہ کی بات ہے۔ یہ گناہ اس صورت میں معاف ہو سکتا ہے کہ ایک غلام آزاد کیا جائے' یہ ممکن نہ ہو تو مسلسل دو ماہ روزے رکھے جائیں' اگر درمیان میں ناغہ ہو جائے تو نئے سرے سے گنتی شروع کی جائے۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے' جب تک یہ کفارہ ادا نہ کر لیا جائے' میاں بیوی کو صنفی تعلقات قائم کرنے کی اجازت نہیں۔ ④ بعض لوگ کسی اجنبی عورت کو ماں' بہن یا بیٹی کہہ

١٨٨- [صحيح] أخرجه النسائي: ٦/ ١٦٨، ح: ٣٤٦٠ من حديث الأعمش به، وعلقه البخاري في التوحيد، باب قول الله تعالى: "وكان الله سميعًا بصيرًا" قبل، ح: ٧٣٨٦، وانظر، ح: ٢٠٦٣.

دیتے ہیں یا کوئی عورت کسی مرد کو اپنا بھائی یا بیٹا قرار دے لیتی ہے حالانکہ اس سے کوئی حقیقی محرم والا رشتہ نہیں ہوتا' پھر اس منہ بولے رشتے کی بنا پر آپس میں پردہ ختم کر دیا جاتا ہے' یہ سب غلط اور شرعاً گناہ ہے جس سے اجتناب کرنا اور توبہ کرنا ضروری ہے۔ ⑤ نبی ﷺ حکم الٰہی کے پابند تھے' اپنی مرضی سے حلال و حرام نہیں فرما سکتے تھے۔ جب وحی نازل ہوئی تو حکم بیان فرما دیا۔

١٨٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى: حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عِيسٰى، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ بِيَدِهِ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ الْخَلْقَ: رَحْمَتِي سَبَقَتْ غَضَبِي».

١٨٩- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کرنے سے پہلے اپنے ہاتھ سے اپنی ذات کے بارے میں یہ تحریر فرما دیا ہے: میری رحمت میرے غضب سے بڑھ گئی۔''

فائدہ: اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت اور صفت غضب کا ثبوت ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاتھ مبارک کا ذکر ہے۔ ان تمام پر بلا تشبیہ ایمان لانا ضروری ہے۔ اور ہاتھ کا مطلب قدرت لینا بھی درست نہیں کیونکہ اس طرح دو صفات کو ایک صفت کے معنی میں لینے سے دوسری صفت کا انکار ہوتا ہے۔ اللہ کے دو ہاتھوں کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے۔ ارشاد ہے: ﴿قَالَ يَاِبْلِيسُ مَامَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾ (ص:٧٥) ''فرمایا: اے ابلیس! تجھے اسے سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا۔''

١٩٠ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ وَيَحْيَى بْنُ حَبِيبِ بْنِ عَرَبِيٍّ، قَالَا: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ كَثِيرٍ الْأَنْصَارِيُّ الْحِزَامِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ طَلْحَةَ بْنَ خِرَاشٍ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ: لَمَّا قُتِلَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرِو

١٩٠- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: جب جنگ احد میں (میرے والد) عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے' تو رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ''اے جابر! کیا میں تجھے نہ بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے والد سے کیا فرمایا؟'' دوسری سند سے اس حدیث میں یہ لفظ ہیں

١٨٩ـ **[إسناده صحيح]** أخرجه الترمذي، الدعوات، باب إن رحمتي تغلب غضبي، ح:٣٥٤٣ من حديث ابن عجلان به، وقال: "حسن صحيح غريب" * ابن عجلان صرح بالسماع عند أحمد: ٢/ ٤٣٣، وانظر، ح: ٤٢٩٥.

١٩٠ـ **[إسناده حسن]** أخرجه الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة آل عمران، ح: ٣٠١٠ عن يحيي بن حبيب به، وقال: "حسن غريب"، وصححه ابن حبان، والحاكم، وانظر، ح: ٢٨٠٠، وله شواهد عند أحمد وغيره.

ابْنِ [حَرَامٍ]، يَوْمَ أُحُدٍ، لَقِيَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: «يَا جَابِرُ! أَلاَ أُخْبِرُكَ مَا قَالَ اللهُ لِأَبِيكَ؟» وَقَالَ يَحْيٰى فِي حَدِيثِهِ، فَقَالَ: «يَا جَابِرُ! مَا لِي أَرَاكَ مُنْكَسِرًا؟» قَالَ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! اسْتُشْهِدَ أَبِي وَتَرَكَ عِيَالاً وَدَيْناً، قَالَ: «أَفَلاَ أُبَشِّرُكَ بِمَا لَقِيَ اللهُ بِهِ أَبَاكَ؟» قَالَ: بَلٰى يَارَسُولَ اللهِ! قَالَ: «مَا كَلَّمَ اللهُ أَحَداً قَطُّ إِلَّا مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ، وَكَلَّمَ أَبَاكَ كِفَاحاً، فَقَالَ: يَا عَبْدِي! تَمَنَّ عَلَيَّ أُعْطِكَ. قَالَ: يَا رَبِّ! تُحْيِينِي فَأُقْتَلُ فِيكَ ثَانِيَةً. فَقَالَ الرَّبُّ سُبْحَانَهُ: إِنَّهُ سَبَقَ مِنِّي أَنَّهُمْ إِلَيْهَا لاَ يَرْجِعُونَ، قَالَ: يَارَبِّ! فَأَبْلِغْ مَنْ وَرَائِي قَالَ: فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ ٱلَّذِينَ قُتِلُوا۟ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ أَمْوَٰتًۢا ۚ بَلْ أَحْيَآءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ﴾». [آل عمران: ١٦٩]

کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے جابر! کیا بات ہے، میں تجھے شکستہ دل دیکھ رہا ہوں؟“ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے والد شہید ہو گئے اور بچے اور قرض چھوڑ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا میں تجھے خوشخبری نہ دوں کہ اللہ نے تیرے والد سے کس انداز سے ملاقات کی؟“ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ضرور فرمائیے، فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے جس سے بھی کلام کیا ہے، پردے کے پیچھے سے کیا ہے، لیکن تیرے والد سے بغیر حجاب کے کلام فرمایا۔ اور فرمایا: میرے بندے! مجھ سے کسی تمنا کا اظہار کر، میں تجھے عطا فرماؤں گا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یارب! مجھے زندہ کر دے، میں دوبارہ تیری راہ میں قتل ہو جاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرا یہ فیصلہ پہلے سے ہو چکا ہے کہ انھیں دنیا میں واپس نہیں بھیجا جائے گا۔ انھوں نے کہا: یارب! پھر میرے پسماندگان کو پیغام پہنچا دے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا، بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ﴾ ”جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کر دیے گئے انھیں مردہ نہ سمجھو، بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس، انھیں رزق دیا جاتا ہے۔“

فوائد و مسائل: ① نبی اکرم ﷺ اپنے صحابۂ کرام کی غمی خوشی میں شریک ہوتے تھے۔ اس طرح ہر قائد اور سربراہ کو اپنے ساتھیوں اور ماتحتوں کی خوشی غمی کا خیال رکھنا چاہیے اور ان کے ساتھ اپنائیت کا سلوک کرنا چاہیے۔ ② فوت ہونے والے کے پس ماندگان کو ایسے انداز سے تسلی تشفی دینی چاہیے جس سے ان کے غم میں تخفیف ہو۔ ایسا انداز اختیار کرنے اور ایسی بات کہنے سے پرہیز کرنا چاہیے جس سے اس کے غم میں اضافہ ہو اور اسے تکلیف ہو۔ ③ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی صفت کلام کا ثبوت ہے۔ ④ فوت ہونے کے بعد انسان عالم آخرت میں داخل ہو جاتا ہے، اس لیے وہاں اسے اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے اور اس کے دیدار کا شرف حاصل ہو سکتا ہے۔ ⑤ اس حدیث سے شہداء کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ ⑥ حضرت عبداللہ بن حرام رضی اللہ عنہ کا مقام عظیم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے خود ان کی

خواہش دریافت کی۔ ⑦ شہادت کا ثواب اتنا زیادہ ہے کہ شہید دوبارہ اس کے حصول کے لیے دنیا میں آنے کی خواہش رکھتا ہے۔ شہید کے علاوہ کوئی اور جنتی دوبارہ دنیا میں آنے کی خواہش نہیں رکھتا۔ ⑧ فوت ہونے والوں کا دنیا سے رابطہ منقطع ہو جاتا ہے اور وہ دوبارہ دنیا میں نہیں آ سکتے اور اس سے عقیدۂ ''تناسخ ارواح'' کا بھی رد ہوتا ہے۔ ⑨ شہداء کی زندگی بھی دوسرے لوگوں کی طرح برزخی زندگی ہے' دنیوی نہیں۔ اس زندگی میں وہ جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے کہ شہداء کی روحیں سبز پرندوں کی صورت میں جنت میں کھاتی پیتی اور اس کی نعمتوں سے متمتع ہوتی ہیں۔ (صحیح مسلم' الإمارة' باب بیان أن أرواح الشهداء في الجنة' حدیث: ١٨٨٧)

١٩١- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ اللهَ يَضْحَكُ إِلَى رَجُلَيْنِ يَقْتُلُ أَحَدُهُمَا الآخَرَ، كِلاَهُمَا دَخَلَ الْجَنَّةَ، يُقَاتِلُ هٰذَا فِي سَبِيلِ اللهِ فَيُسْتَشْهَدُ، ثُمَّ يَتُوبُ اللهُ عَلَى قَاتِلِهِ، فَيُسْلِمُ، فَيُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللهِ فَيُسْتَشْهَدُ».

١٩١- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ دو آدمیوں (کے معاملے) سے ہنستا ہے کہ ان میں سے ایک' دوسرے کو قتل کرتا ہے اور وہ دونوں جنت میں داخل ہو جاتے ہیں۔ (وہ اس طرح ہوتا ہے کہ) ایک شخص اللہ کی راہ میں جنگ کرتا ہے اور شہید ہو جاتا ہے' پھر اللہ تعالیٰ قاتل (کو توبہ کی توفیق دیتا ہے اور اس) کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ وہ اسلام قبول کر کے اللہ کی راہ میں جنگ کرتا ہے اور شہید ہو جاتا ہے (اس طرح قاتل اور مقتول دونوں شہید ہو کر جنت حاصل کر لیتے ہیں۔'')

فوائد و مسائل: ① اس سے اللہ کی صفت ضِحك (ہنسنا) کا ثبوت ملتا ہے لیکن اللہ کی صفات پر ایمان رکھنے کے باوجود انھیں مخلوق کی صفات سے تشبیہ دینا جائز نہیں۔ ② اللہ کا ہنسنا اس کی رضامندی اور خوشنودی کا اظہار ہے اور رضا (خوشنودی) بھی اللہ کی ایک صفت ہے۔ ③ انسانوں کے انجام کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے' بڑے سے بڑے مجرم کے بارے میں یہ امید کی جا سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ہدایت سے نواز دے' اس لیے جب تک کسی شخص کی موت کفر پر نہیں ہوتی اس کے بارے میں یہ نہیں کہنا چاہیے کہ اسے ہدایت نصیب نہیں ہوگی' لہٰذا اسے تبلیغ کرتے رہنا چاہیے۔ ④ اسلام قبول کرنے کی وجہ سے پہلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں' اس لیے دوسرے آدمی کو ایک مومن کے قتل کے باوجود جہنم کی سزا نہیں ملی۔

١٩١- أخرجه مسلم، الإمارة، باب بيان الرجلين يقتل أحدهما الآخر يدخلان الجنة، ح: ١٨٩٠ عن ابن أبي شيبة وغيره به.

۱۹۲- حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى وَيُونُسُ ابْنُ عَبْدِ الأَعْلٰى، قَالا: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَقْبِضُ اللهُ الأَرْضَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَيَطْوِي السَّمَاءَ بِيَمِينِهِ، ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا الْمَلِكُ. أَيْنَ مُلُوكُ الأَرْضِ».

۱۹۲- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن زمین کو ہاتھ میں لے لے گا اور آسمان کو دائیں ہاتھ سے لپیٹ دے گا، پھر فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں، زمین کے بادشاہ کہاں ہیں؟''

فوائد و مسائل: ① اس سے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کا ثبوت ملتا ہے، تاہم اللہ کی ان صفات کے بارے میں اپنے ذہن سے کوئی تصور تراش لینا درست نہیں، جتنی بات بتائی گئی اس پر ایمان لانا اور اللہ کی صفات کو مخلوق سے تشبیہ نہ دینا ضروری ہے۔ ② موجودہ آسمان قیامت کے دن ختم ہو جائیں گے۔ قرآن مجید میں اس کے لیے لپیٹنے کا لفظ بھی آیا ہے: ﴿وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهٖ﴾ (الزمر:٦٧) ''اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں، لپٹے ہوئے ہوں گے۔'' اور پھٹ جانے کا بھی ذکر ہے: ﴿اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ﴾ (الانشقاق:١) ''جب آسمان پھٹ جائے گا۔'' ③ دنیا کا اقتدار اور بادشاہی ایک امتحان اور آزمائش ہے، اصل بادشاہی اللہ ہی کی ہے۔ ارشاد ہے: ﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ﴾ (آل عمران:٢٦) ''کہہ دیجیے اے اللہ! اے بادشاہی کے مالک! تو جسے چاہتا ہے بادشاہی دے دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے بادشاہی چھین لیتا ہے۔'' قیامت کو یہ حقیقت بالکل واضح ہو کر سامنے آ جائے گی۔

۱۹۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ أَبِي ثَوْرٍ الْهَمْدَانِيُّ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمِيرَةَ، عَنِ الأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ، عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ: كُنْتُ

۱۹۳- حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: میں بطحاء مقام پر ایک جماعت میں تھا۔ مجلس میں رسول اللہ ﷺ بھی تشریف فرما تھے۔ ایک بدلی گزری تو آپ ﷺ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا: ''تم لوگ اسے کیا کہتے ہو؟'' انھوں نے کہا:

۱۹۲- أخرجه البخاري، الرقاق، باب يقبض الله الأرض يوم القيامة، ح:٦٥١٩، ٧٣٨٢، ومسلم، صفات المنافقين، باب صفة القيامة والجنة والنار، ح:٢٧٨٧ من حديث يونس بن يزيد به.

۱۹۳- [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، السنة، باب في الجهمية، ح:٤٧٢٣ عن محمد بن الصباح به، والترمذي، ح:٣٣٢٠، وقال: "حسن غريب" * سماك اختلط وابن عميرة لا يعرف له سماع من الأحنف.

بِالْبَطْحَاءِ فِي عِصَابَةٍ، وَفِيهِمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ. فَمَرَّتْ بِهِ سَحَابَةٌ، فَنَظَرَ إِلَيْهَا، فَقَالَ: «مَا تُسَمُّونَ هٰذِهِ؟» قَالُوا: السَّحَابَ. قَالَ: «وَالْمُزْنُ» قَالُوا: وَالْمُزْنُ. قَالَ: «وَالْعَنَانُ» قَالَ أَبُو بَكْرٍ: قَالُوا: وَالْعَنَانُ. قَالَ: «كَمْ تَرَوْنَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ السَّمَاءِ؟» قَالُوا: لاَ نَدْرِي. قَالَ: «فَإِنَّ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهَا إِمَّا وَاحِدًا أَوِ اثْنَيْنِ أَوْ ثَلاَثًا وَسَبْعِينَ سَنَةً، وَالسَّمَاءُ فَوْقَهَا [كَذٰلِكَ]» حَتَّى عَدَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ «ثُمَّ فَوْقَ السَّمَاءِ السَّابِعَةِ، بَحْرٌ. بَيْنَ أَعْلاَهُ وَأَسْفَلِهِ كَمَا بَيْنَ سَمَاءٍ إِلٰى سَمَاءٍ، ثُمَّ فَوْقَ ذٰلِكَ ثَمَانِيَةُ أَوْعَالٍ، بَيْنَ أَظْلاَفِهِنَّ وَرُكَبِهِنَّ كَمَا بَيْنَ سَمَاءٍ إِلٰى سَمَاءٍ، ثُمَّ عَلٰى ظُهُورِهِنَّ الْعَرْشُ، بَيْنَ أَعْلاَهُ وَأَسْفَلِهِ كَمَا بَيْنَ سَمَاءٍ إِلٰى سَمَاءٍ، ثُمَّ اللهُ فَوْقَ ذٰلِكَ، تَبَارَكَ وَتَعَالٰى».

سحاب۔ فرمایا: ’’اور بادل بھی (کہتے ہو۔‘‘) انھوں نے کہا: اور بادل بھی۔ فرمایا: ’’اور ابر بھی۔‘‘ انھوں نے کہا: اور ابر بھی۔ فرمایا: ’’تمھارے خیال میں تم سے آسمان کا فاصلہ کس قدر ہے؟‘‘ انھوں نے کہا: ہمیں تو معلوم نہیں۔ فرمایا: ’’تم سے اس کا فاصلہ اکہتر یا بہتر یا تہتر سال کا ہے۔ اس سے اوپر آسمان (کی موٹائی) بھی اسی قدر ہے۔‘‘ حتی کہ آپ ﷺ نے سات آسمان (اس انداز سے) شمار فرمائے۔ پھر فرمایا: ’’پھر ساتویں آسمان کے اوپر ایک سمندر ہے اس کے اوپر کے حصے اور نیچے کے حصے کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک ہے۔ اس سے اوپر آٹھ مینڈھے ہیں (عرش اٹھانے والے فرشتے، جن کی صورت مینڈھوں کی سی ہے۔) ان کے کھروں اور گھٹنوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک ہے۔ پھر ان کی پشتوں پر عرش الٰہی ہے، اس کے اوپر کے حصے اور نیچے کے حصے کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک ہے۔ پھر اللہ اس سے بھی اوپر ہے، وہ برکتوں والا اور بلندیوں والا ہے۔‘‘

١٩٤- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدِ بْنِ كَاسِبٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرِو ابْنِ دِينَارٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «إِذَا قَضَى اللهُ أَمْراً فِي السَّمَاءِ ضَرَبَتِ الْمَلاَئِكَةُ أَجْنِحَتَهَا خُضْعَاناً

۱۹۴- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ’’جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے، تو فرشتے فرمان الٰہی سن کر اپنے پر ہلا کر خشوع کا اظہار کرتے ہیں۔ (وہ آواز اتنی پر ہیبت ہوتی ہے) گویا وہ ہموار پتھر پر زنجیر (کے ٹکرانے کی آواز)

١٩٤ـ أخرجه البخاري، التفسير، سورة سبأ، باب "حتى إذا فزع عن قلوبهم . . . الخ"، ح: ٤٨٠٠، ٧٤٨١ من حديث سفيان به.

لِقَوْلِهِ كَأَنَّهُ سِلْسِلَةٌ عَلٰى صَفْوَانٍ ، فـ ﴿إِذَا فُزِّعَ عَن قُلُوبِهِمْ قَالُوا۟ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ ۖ قَالُوا۟ ٱلْحَقَّ ۖ وَهُوَ ٱلْعَلِىُّ ٱلْكَبِيرُ﴾ [سبأ : ٢٣] قَالَ ، فَيَسْمَعُهَا مُسْتَرِقُو السَّمْعِ بَعْضُهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ ، فَيَسْمَعُ الْكَلِمَةَ ، فَيُلْقِيهَا إِلٰى مَنْ تَحْتَهُ ، فَرُبَّمَا أَدْرَكَهُ الشِّهَابُ قَبْلَ أَنْ يُلْقِيَهَا إِلَى الَّذِي تَحْتَهُ ، فَيُلْقِيهَا عَلٰى لِسَانِ الْكَاهِنِ أَوِ السَّاحِرِ ، فَرُبَّمَا لَمْ يُدْرَكْ حَتّٰى يُلْقِيَهَا ، فَيَكْذِبُ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ ، فَتَصْدُقُ تِلْكَ الْكَلِمَةُ الَّتِي سُمِعَتْ مِنَ السَّمَاءِ».

ہے۔حتی کہ جب ان کے دلوں سے خوف کا اثر ختم ہوتا ہے تو (ایک دوسرے سے) کہتے ہیں: تمھارے رب نے کیا فرمایا؟ وہ کہتے ہیں: سچ فرمایا' اور وہ بلندیوں والا' کبریائی والا ہے۔ پھر چوری چھپے سننے والے اسے سننے کی کوشش کرتے ہیں جو ایک دوسرے کے اوپر ہوتے ہیں۔تو (ان میں سے کوئی) ایک لفظ سن لیتا ہے اور اپنے سے نیچے والے کو بتاتا ہے۔کبھی تو اسے شہاب ثاقب آلیتا ہے' قبل اس سے کہ وہ اپنے سے نیچے والے کو بتائے' جسے وہ جادوگر یا کاہن کی زبان پر جاری کرے۔ اور کبھی اس تک نہیں پہنچتا حتی کہ وہ اپنے سے نیچے والے کو بتا دیتا ہے۔ وہ اس کے ساتھ (اپنے پاس سے) سو جھوٹ ملا دیتا ہے۔ان میں سے سچی بات وہی ثابت ہوتی ہے جو آسمان سے سنی گئی تھی۔''

فوائد و مسائل: ① اللہ تعالیٰ کا کلام آواز و الفاظ سے ہوتا ہے جسے فرشتے سنتے ہیں۔ ② فرشتے اللہ کی عظمت و کبریائی کا شعور رکھتے ہیں' اس لیے وہ اللہ کا کلام سن کر فروتنی کا اظہار کرتے ہیں۔لیکن انسان کو اللہ تعالیٰ کے احکام سن کر زیادہ لرزاں و ترساں رہنا چاہیے کیونکہ اس کو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے زیادہ مرتبہ و مقام عطا کیا ہے۔ ③ اوپر والے جن نیچے والے جنوں کو وہ بات بتاتے ہیں جو انھوں نے اپنے اوپر موجود فرشتوں سے سنی ہوتی ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام اوپر سے نازل ہوتا ہے۔اس سے اللہ تعالیٰ کا علو اور اوپر ہونا ثابت ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا اپنی ذات کے ساتھ ہر جگہ موجود ہونے کا تصور درست نہیں' البتہ اپنے علم کے اعتبار سے وہ ہر جگہ ہے' یعنی ہر چیز سے وہ باخبر ہے۔ ④ جنوں کو بھگانے کے لیے شعلے مارے جاتے ہیں' یہ شعلے جنوں کو تباہ بھی کر سکتے ہیں۔ ⑤ کاہنوں اور نجومیوں کا تعلق شیاطین سے ہوتا ہے اس لیے علم نجوم' جوتش وغیرہ سب شیطانی علوم ہیں۔مسلمانوں کو ان پر یقین نہیں رکھنا چاہیے' بلکہ ایسی چیزوں کے مطالعہ سے پرہیز کرنا چاہیے۔ ⑥ کاہنوں اور نجومیوں کی باتیں اکثر غلط اور جھوٹ ہوتی ہیں' کبھی کوئی بات صحیح نکل آتی ہے اور وہ بھی وہ بات ہوتی ہے جو کسی شیطان نے کسی فرشتے سے سن کر نجومی کو بتا دی ہوتی ہے' اس لیے ان پر اعتماد کرنا درست نہیں' بلکہ سخت گناہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو کسی نجومی (یا رمّال) کے پاس گیا اور اس سے کسی چیز کے بارے میں پوچھا' اس کی چالیس دن تک نماز قبول نہیں ہوتی۔''

(صحیح مسلم' السلام' باب تحریم الکھانة واتیان الکھان' حدیث:۲۲۳۰)

١٩٥- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: قَامَ فِينَا رَسُولُ اللهِ ﷺ بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ، فَقَالَ: «إِنَّ اللهَ لاَ يَنَامُ، وَلاَ يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَنَامَ، يَخْفِضُ الْقِسْطَ وَيَرْفَعُهُ، وَيُرْفَعُ إِلَيْهِ عَمَلُ اللَّيْلِ قَبْلَ عَمَلِ النَّهَارِ وَعَمَلُ النَّهَارِ قَبْلَ عَمَلِ اللَّيْلِ، حِجَابُهُ النُّورُ، لَوْ كَشَفَهُ لأَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهِ مَا انْتَهَى إِلَيْهِ بَصَرُهُ مِنْ خَلْقِهِ».

۱۹۵- حضرت ابوموسیٰ (اشعری) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ہمارے درمیان کھڑے ہو کر (خطبہ دیا' اس میں) پانچ باتیں ارشاد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سوتا نہیں' نہ سونا اس کی شان کے لائق ہے' وہ میزان کو جھکاتا اور بلند کرتا ہے' اس کی طرف دن کے عملوں سے پہلے رات کے عمل' اور رات کے عملوں سے پہلے دن کے عمل بلند کیے جاتے ہیں' اس کا پردہ نور ہے' اگر وہ اسے ہٹا دے' تو اس کے چہرۂ مبارک کے جلوے سے اس کی وہ تمام مخلوق جل جائے جس تک اس کی نظر پہنچتی ہے۔''

فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اللہ عزوجل کی بعض صفات بیان فرمائی ہیں' ان پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔ ② عقیدے کے مسائل بہت اہم ہیں' لہٰذا انھیں وضاحت سے بیان کرنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی اہمیت کے پیش نظر خطبے میں انھیں بیان فرمایا تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ سنیں اور سمجھ سکیں۔ ③ نیند اور آرام مخلوقات کی ضرورت ہے تاکہ کام کرنے سے جو تھکاوٹ اور کمزوری پیدا ہوتی ہے' اس کا مداوا ہو جائے' اللہ تعالیٰ حيّ و قيوّم ہے' جو تمام مخلوقات کو قائم رکھنے والا ہے' اس لیے نہ تو اللہ تعالیٰ کو تھکاوٹ لاحق ہوتی ہے' نہ آرام اور نیند کی ضرورت پیش آتی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ﴾ (قٓ:۳۸) ''یقیناً ہم نے آسمان و زمین' اور جو کچھ ان کے درمیان ہے' سب کو (صرف) چھ دن میں پیدا کیا اور ہمیں تکان نے چھوا تک نہیں۔'' اس طرح قرآن مجید نے بائبل کی غلطی کی اصلاح کر دی' بائبل میں عہد قدیم کی کتاب خروج' باب: ۲۰' فقرہ: ۱۱ کے الفاظ یہ ہیں: ''کیونکہ خداوند نے چھ دن میں آسمان اور زمین اور سمندر اور جو کچھ ان میں ہے' وہ سب بنایا' اور ساتویں دن آرام کیا۔ اس لیے خداوند نے سبت کے دن کو برکت دی اور اسے مقدس ٹھہرایا۔'' ④ میزان (ترازو) کو جھکانے اور بلند کرنے کا ایک مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ اپنی حکمت کے مطابق کسی کو روزی کم دیتا ہے' کسی کو زیادہ۔ ایک مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ اعمال اس کی طرف بلند ہوتے ہیں' اور رزق اس کے پاس سے نازل ہوتا ہے' جس طرح تولتے وقت ترازو کے پلڑے اوپر نیچے ہوتے ہیں۔ ⑤ اعمال اللہ ہی کے سامنے پیش ہوتے ہیں' کسی اور کے سامنے نہیں' لہٰذا عمل کرتے وقت اس کی رضا

١٩٥ـ أخرجه مسلم، الإيمان، باب في قوله عليه السلام "إن الله لا ينام . . . الخ"، ح: ١٧٩ من حديث أبي معاوية به.

پیش نظر رہنی چاہیے۔ ⑥ اعمال کی یہ پیشی مختلف اعتبارات سے الگ الگ مدت کے بعد ہوتی ہے' جیسے اس حدیث میں ہے کہ چوبیس گھنٹے میں دو بار عمل پیش ہوتے ہیں' دوسری حدیث میں ہے کہ سوموار اور جمعرات کو بندوں کے اعمال اللہ کے حضور پیش کیے جاتے ہیں۔ (صحيح مسلم' البر والصلة والآداب' باب النهي عن الشحناء والتهاجر' حديث:٢٥٦٥) والله اعلم. ⑦ بندہ اس فانی جسم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی زیارت نہیں کر سکتا۔ نور کا پردہ اس کے اور مخلوق کے درمیان حائل ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا' کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ نور ہے' میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں؟'' ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا: ''میں نے ایک نور دیکھا ہے۔'' (صحيح مسلم' الإيمان' باب في قوله عليه السلام: نُورٌ أَنّٰى أَرَاهُ' و في قوله: رَأَيْتُ نُورًا' حديث:١٧٨) یعنی صرف نور کا پردہ دیکھا ہے' ذات اقدس کی زیارت نہیں ہوئی' البتہ جنت میں مومنوں کو اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوگی جیسے گزشتہ احادیث میں بیان ہوا۔ ⑧ اس فانی کائنات کی کوئی چیز اللہ کی تجلی برداشت نہیں کر سکتی۔ جب اللہ تعالیٰ نے کوہ طور پر تجلی فرمائی' تو پہاڑ بھی اسے برداشت نہ کر سکا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے ﴿فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا﴾ (الأعراف:١٤٣) ''جب اس کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اس (تجلی) نے اس کے پرخچے اڑا دیے۔''

١٩٦ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا الْمَسْعُودِيُّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسٰى قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ اللهَ لاَ يَنَامُ، وَلاَ يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَنَامَ يَخْفِضُ الْقِسْطَ وَيَرْفَعُهُ، حِجَابُهُ النُّورُ، لَوْ كَشَفَهَا لأَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهِ كُلَّ شَيْءٍ أَدْرَكَهُ بَصَرُهُ» ثُمَّ قَرَأَ أَبُو عُبَيْدَةَ: ﴿أَنْ بُورِكَ مَن فِى ٱلنَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا وَسُبْحَـٰنَ ٱللَّهِ رَبِّ ٱلْعَـٰلَمِينَ﴾. [النمل: ٨]

١٩٦- حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سوتا نہیں' نہ سونا اس کی شان کے لائق ہے۔ وہ میزان کو جھکاتا اور بلند کرتا ہے۔ اس کا پردہ نور ہے اگر وہ اسے ہٹا دے تو اس کے چہرۂ مبارک کا جلوہ ہر اس چیز کو جلا دے جس پر اس کی نظر پڑے۔'' اس کے بعد (حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے شاگرد) حضرت ابو عبیدہ رحمہ اللہ نے یہ آیت تلاوت کی: ﴿أَنْ بُورِكَ مَنْ فِى النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا وَسُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ ''بابرکت ہے وہ جو اس آگ میں ہے' اور برکت دیا گیا ہے وہ جو اس کے آس پاس ہے اور پاک ہے اللہ' جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔''

فوائد و مسائل: ① یہ دنیا کی آگ نہ تھی بلکہ اللہ کا نور تھا جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے ''حجابه النور'' کہ اس کا پردہ ''نور'' یا ''آگ'' ہے۔ ② ''اور جو اس کے آس پاس ہے۔'' یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرشتے۔ (تفسیر

١٩٦- [صحيح] انظر الحديث السابق.

ابن جریر:۱۱/۱۶۵)

۱۹۷- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «يَمِينُ اللهِ مَلأَى، لاَ يَغِيضُهَا شَيْءٌ، سَحَّاءُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ، وَبِيَدِهِ الأُخْرَى الْمِيزَانُ، يَرْفَعُ الْقِسْطَ وَيَخْفِضُ، قَالَ: أَرَأَيْتَ مَا أَنْفَقَ مُنْذُ خَلَقَ اللهُ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضَ؟ فَإِنَّهُ لَمْ يَنْقُصْ مِمَّا فِي يَدَيْهِ شَيْئاً».

۱۹۷- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ بھرپور ہے' کوئی شے اس (کے خزانوں) کو کم نہیں کرتی' وہ رات دن فراواں عطا فرماتا ہے۔ اس کے دوسرے ہاتھ میں میزان ہے' وہ ترازو کو اونچا کرتا ہے اور جھکاتا ہے۔ غور کرو جب سے اللہ نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا ہے' (تب سے اب تک) کس قدر (بے حساب) خرچ کر دیا ہوگا؟ اس کے باوجود جو کچھ اس کے ہاتھوں میں ہے اس میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔''

فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں اللہ کے لیے ''ہاتھ'' اور ''ہاتھوں'' کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ بھی ان صفات میں سے ہے جن پر بلا تشبیہ اور بلا تاویل ایمان لانا چاہیے' قرآن مجید میں اللہ کے لیے ''دو ہاتھوں'' کا ذکر متعدد مقامات پر ہے' مثلاً: (دیکھیے سورۂ صٓ:۷۵) ② اس حدیث میں اللہ کے ایک ہاتھ کو ''دایاں'' کہا گیا ہے' عربی میں لفظ ''یمین'' ہے جس میں یمن' یعنی برکت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ حدیث میں ہے: [كِلْتَا يَدَيْهِ يَمِينٌ] (صحيح مسلم' الإمارة' باب فضيلة الأمير العادل' حديث:۱۸۲۷) ''اللہ کے دونوں ہاتھ یمین ہیں'' یعنی ایک کو یمین (دایاں' بابرکت) کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ دوسرے ہاتھ میں برکت نہیں۔ اس کے دونوں ہاتھ ہی بابرکت ہیں۔ ③ ترازو کو اونچا کرنے اور جھکانے کا مطلب ہے کسی کو کوئی نعمت زیادہ دینا' اور کسی کو (حکمت کی بنا پر) کم دینا یا کبھی زیادہ دینا اور کبھی کم دینا یا کبھی کسی کو کوئی نعمت زیادہ دینا اور دوسرے کو کوئی اور نعمت زیادہ دینا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ۔ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ﴾ (الحجر:۲۱) ''ہمارے پاس ہر چیز کے خزانے موجود ہیں (لیکن) ہم اسے ایک مقرر اندازے کے مطابق نازل کرتے ہیں۔'' ④ اللہ کے خزانے ختم ہونا تو درکنار ان میں کمی بھی نہیں ہوتی۔ کیونکہ اسے کسی بھی چیز کے حصول کے لیے کسی کا محتاج نہیں ہونا پڑتا' نہ کوئی محنت کرنا پڑتی ہے۔ بلکہ اس کا ارادہ ہی ہر مخلوق کو ہر قسم کی نعمتیں عطا فرمانے کے لیے کافی ہے۔ ارشاد ہے: ﴿اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیْـًٔا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ﴾ (یٰس:۸۲) ''وہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے' تو اسے اتنا فرما دینا کافی ہے کہ ہوجا' وہ اسی وقت ہو جاتی ہے۔'' ⑤ جب اللہ کے خزانے بے شمار ہیں' بھرپور ہیں' ان میں کمی بھی نہیں ہوتی' تو انسان کو چاہیے کہ

۱۹۷- [صحيح] أخرجه الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة المائدة، ح:۳۰۴۵ من حديث يزيد به، وقال: "حسن صحيح" * ابن إسحاق عنعن، وللحديث طرق عند البخاري ومسلم وغيرهما.

اپنی ہر حاجت اسی کے سامنے پیش کرے اور سب کچھ اسی سے مانگے۔ کیونکہ جن وانس کے سوا ہر مخلوق اسی سے سوال کرتی ہے اور وہ سب کو دیتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿يَسْئَلُهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ﴾ (الرحمٰن: ۲۹) ''سب آسمان وزمین والے اسی سے مانگتے ہیں' ہر روز وہ ایک شان میں ہے۔''

۱۹۸- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، وَمُحَمَّدُ ابْنُ الصَّبَّاحِ، قَالاَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ مِقْسَمٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ، وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ، يَقُولُ: «يَأْخُذُ الْجَبَّارُ سَمٰوَاتِهِ وَأَرَضِيهِ بِيَدِهِ - وَقَبَضَ بِيَدِهِ فَجَعَلَ يَقْبِضُهَا وَيَبْسُطُهَا - ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا الْجَبَّارُ! أَيْنَ الْجَبَّارُونَ؟ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُونَ؟» قَالَ، وَيَتَمَيَّلُ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ يَمِينِهِ، وَعَنْ يَسَارِهِ، حَتَّى نَظَرْتُ إِلَى الْمِنْبَرِ يَتَحَرَّكُ مِنْ أَسْفَلِ شَيْءٍ مِنْهُ، حَتَّى إِنِّي أَقُولُ: أَسَاقِطٌ هُوَ بِرَسُولِ اللهِ ﷺ؟

۱۹۸- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا' جب کہ آپ منبر پر تشریف فرما تھے' آپ فرما رہے تھے: ''جبار اپنے آسمانوں کو اور اپنی زمین کو اپنے ہاتھ میں لے لے گا۔'' یہ فرماتے ہوئے آپ ﷺ نے اپنی مٹھی بند کی' پھر اسے کھولنے اور بند کرنے لگے۔ (فرمایا:) ''پھر فرمائے گا: جبار تو میں ہوں' (دنیا کے نام نہاد) جبار (آج) کہاں ہیں؟ متکبر کہاں ہیں؟'' آپ ﷺ (نے یہ الفاظ اس قدر جوش سے ارشاد فرمائے کہ) دائیں بائیں جھکنے لگے یہاں تک کہ میں نے منبر کی طرف نظر کی' تو وہ نیچے تک اتنا ہل رہا تھا کہ میں (دل میں) کہہ رہا تھا کہیں وہ (منبر) رسول اللہ ﷺ کو گرا تو نہ دے گا؟

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے بھی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کا ثبوت ملتا ہے۔ ہاتھ سے مراد ''قدرت'' لینا باطل ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی مٹھی بند کر کے بات کو واضح فرما دیا ہے' پھر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو ذرہ بھر تعجب نہ ہوا' ورنہ خلاف عقل بات سمجھ کر ضرور سوال کرتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام بھی اللہ تعالیٰ کی صفات کو من وعن تسلیم کرتے تھے۔ کما یلیق بجلالہ. ② اس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی کا پتہ چلتا ہے کہ اتنی عظیم اور وسیع مخلوق اللہ تعالیٰ کے لیے ایک معمولی ذرے کی طرح ہے۔ ③ وعظ میں مناسب موقع پر جوش یا غضب کا اظہار جائز ہے۔ ④ تکبر (بڑائی کا اظہار) بہت بری خصلت ہے جو انسان جیسی ضعیف اور حقیر مخلوق کے لائق نہیں' البتہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور شان ہی اس لائق ہے کہ وہ تکبر یعنی بڑائی اور عظمت کے اظہار کی صفت سے متصف ہو۔

۱۹۹- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا

۱۹۹- حضرت نواس بن سمعان کلابی رضی اللہ عنہ سے

۱۹۸_ أخرجه مسلم، صفات المنافقين، باب صفة القيامة والجنة والنار، ح: ۲۷۸۸ من حديث عبدالعزيز وغيره به.

۱۹۹_ [إسناده صحيح] أخرجه النسائي في الكبرٰى، ح: ۷۷۳۸ من حديث عبدالرحمٰن بن يزيد بن جابر به، وقال ◀◀

صَدَقَةُ بْنُ خَالِدٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ بُسْرَ بْنَ عُبَيْدِ اللهِ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيَّ يَقُولُ: حَدَّثَنِي النَّوَّاسُ ابْنُ سَمْعَانَ الْكِلَابِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَا مِنْ قَلْبٍ إِلَّا بَيْنَ إِصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ، إِنْ شَاءَ أَقَامَهُ وَإِنْ شَاءَ أَزَاغَهُ». وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «يَا مُثَبِّتَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قُلُوبَنَا عَلٰى دِينِكَ» قَالَ: «وَالْمِيزَانُ بِيَدِ الرَّحْمٰنِ يَرْفَعُ أَقْوَاماً وَيَخْفِضُ آخَرِينَ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ».

روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے: ”ہر دل رحمان کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے‘ وہ چاہے اسے سیدھا (ہدایت پر قائم) رکھے‘ چاہے تو ٹیڑھا (اور گمراہ) کر دے۔“ اور اللہ کے رسول ﷺ فرمایا کرتے تھے: [يَامُثَبِّتَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قُلُوبَنَا عَلٰى دِينِكَ] ”اے دلوں کو ثابت رکھنے والے! ہمارے دلوں کو اپنے دین پر قائم رکھ۔“ اور آپ ﷺ نے فرمایا: ”میزان رحمان کے ہاتھ میں ہے‘ وہ قیامت تک کچھ لوگوں کو بلند کرتا رہے گا اور کچھ لوگوں کو پست کرتا رہے گا۔“

فوائد و مسائل: ① مصنف اس حدیث کو اللہ تعالیٰ کی صفت ”اصابع“ (انگلیوں) کے اثبات کے لیے لائے ہیں‘ اس قسم کی تمام حدیثوں میں سلف کا مسلک یہی ہے کہ ان پر بلا تشبیہ ایمان لانا چاہیے۔ ② ہدایت‘ اللہ کے ہاتھ میں ہے اس لیے اس سے ہدایت اور ثابت قدمی کی دعا کرتے رہنا چاہیے۔ ③ رسول اللہ ﷺ نے ثابت قدمی کے لیے دعا کی‘ اس کی وجہ یہ ہے کہ دین کے داعی کو قدم قدم پر جو مشکلات پیش آتی ہیں‘ ان میں اسے اللہ کی نصرت و توفیق کی ہر لحہ ضرورت رہتی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس میں اپنے عجز اور احتیاج کا اظہار ہے جو عبادت کی بنیادی اور مرکزی چیز ہے‘ اور رسول اللہ ﷺ نے ہر قسم کی عبادت کی ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ امت بھی اس سے سبق حاصل کرے اور نبی ﷺ کی اقتدا کرتے ہوئے ہر امتی اللہ سے استقامت کی دعا کرتا رہے۔ ④ عزت اور ذلت اللہ کے ہاتھ میں ہے‘ وہ جسے چاہتا ہے دنیا میں سربلندی‘ قوت‘ شان اور ہدایت عطا فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے پستی‘ ضعف‘ ذلت اور گمراہی میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اور یہ بات اللہ ہی کو معلوم ہے کہ کون سا فرد یا گروہ کس درجہ کی عزت یا ذلت کا مستحق ہے‘ یہ پیمانہ کسی اور کے ہاتھ میں نہیں۔ ⑤ بلندی اور پستی‘ عزت اور ذلت وغیرہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ سے انسان کے اپنے اعمال کے نتیجہ میں حاصل ہوتی ہے‘ بعض اوقات یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہوتی ہے اور اس کے مطابق انسان اللہ تعالیٰ کے ہاں درجات کا مستحق ہوتا ہے۔

٢٠٠- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ

۲۰۰- حضرت ابو سعید خدری ؓ سے روایت ہے‘

◀◀ البوصيري: "هٰذا إسناد صحيح".

٢٠٠- [إسناده ضعيف] أخرجه أحمد: ٨٠/٣ من حديث مجالد به * مجالد تقدم حاله، ح: ١١، وتلميذه مجهول (تقريب)، ولبعض الحديث شاهد ضعيف عند البزار.

الْعَلَاءِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ مُجَالِدٍ، عَنْ أَبِي الْوَدَّاكِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ اللهَ لَيَضْحَكُ إِلَى ثَلَاثَةٍ: لِلصَّفِّ فِي الصَّلَاةِ، وَلِلرَّجُلِ يُصَلِّي فِي جَوْفِ اللَّيْلِ، وَلِلرَّجُلِ يُقَاتِلُ - أُرَاهُ قَالَ - خَلْفَ الْكَتِيبَةِ».

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تین افراد کو دیکھ کر ہنستا ہے (اور خوش ہوتا ہے) نمازیوں کی صف' اور جو شخص رات کے اوقات میں نماز پڑھتا ہے' اور جو شخص (فوج کے) دستے کے پیچھے (ساتھیوں کا دفاع کرتے ہوئے) جنگ کرتا ہے۔''

٢٠١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ رَجَاءٍ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ عُثْمَانَ - يَعْنِي: ابْنَ الْمُغِيرَةِ الثَّقَفِيَّ - عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَعْرِضُ نَفْسَهُ عَلَى النَّاسِ فِي الْمَوْسِمِ، فَيَقُولُ: «أَلَا رَجُلٌ يَحْمِلُنِي إِلَى قَوْمِهِ، فَإِنَّ قُرَيْشًا قَدْ مَنَعُونِي أَنْ أُبَلِّغَ كَلَامَ رَبِّي».

٢٠١- حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ حج کے ایام میں لوگوں سے ملاقاتیں کرتے تھے اور فرماتے تھے: ''کیا کوئی آدمی ہے جو مجھے اپنی قوم میں لے جائے؟ قریش تو مجھے اپنے رب کے کلام کی تبلیغ سے روکتے ہیں۔''

فوائد ومسائل: ① لوگوں سے ملاقاتیں کرنے کا مطلب ہے کہ حج کے ایام میں عرب کے ہر علاقے سے لوگ مکے آتے تھے اس لیے رسول اللہ ﷺ امید رکھتے تھے کہ شاید ان میں سے کوئی شخص یا قبیلہ ایسا ہو جو تبلیغ کے کام میں آپ ﷺ کی مدد کرے اور مخالفین کو مخالفت سے منع کرے تا کہ لوگ حق کو سمجھ کر قبول کر سکیں۔ ② دنیوی معاملات میں' اسباب کی حد تک' کسی سے تعاون اور مدد مانگنا توحید کے منافی نہیں' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ﴾ (المائدة:٢) ''نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔'' ③ اس سے اللہ کی صفت کلام کا ثبوت ملتا ہے اور یہ کہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے جبرئیل کا یا کسی اور کا نہیں۔ اس سے معتزلہ کی تردید ہو جاتی ہے۔

٢٠٢- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا

٢٠٢- حضرت ابودرداء ؓ سے روایت ہے کہ

٢٠١- **[إسناده صحيح]** أخرجه أبوداود، السنة، باب في القرآن، ح:٤٧٣٤، والترمذي، ح:٢٩٢٥ من حديث إسرائيل به، وقال الترمذي: "حسن صحيح غريب" * سالم مذكور في المدلسين (المرتبة الثانية)، ولا يثبت هذا عنه، والله أعلم.

٢٠٢- **[حسن]** أخرجه ابن أبي حاتم في تفسيره، وصححه ابن حبان (الإحسان)، ح:٦٨٩، وحسنه البوصيري * الوزير محله الصدق، ولحديثه طرق أخرى، وله طريق موقوف في شعب الإيمان، وعلقه البخاري في صحيحه◄◄

الْوَزِيرُ بْنُ صَبِيحٍ : حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ حَلْبَسٍ، عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، فِي قَوْلِهِ تَعَالَى : ﴿كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ﴾ [الرحمن : ٢٩] قَالَ : «مِنْ شَأْنِهِ أَنْ يَغْفِرَ ذَنْباً، وَيُفَرِّجَ كَرْباً، وَيَرْفَعَ قَوْماً، وَيَخْفِضَ آخَرِينَ».

آیت مبارکہ ﴿كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ﴾ ”ہر روز وہ ایک شان میں ہے۔“ کی وضاحت کرتے ہوئے نبی ﷺ نے فرمایا: ”یہ بھی اس کی شان ہے کہ وہ گناہ معاف کرتا ہے‘ پریشانی دور کرتا ہے‘ کسی قوم کو بلندیوں سے نوازتا ہے اور کسی کو پست کر دیتا ہے۔“

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے اللہ کی صفات فعلیہ کا ثبوت ملتا ہے‘ جن کا ظہور ہر وقت ہوتا رہتا ہے۔ ② اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا کر کے اس سے بے تعلق نہیں ہو گیا جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ مخلوق کے تمام معاملات چند خاص نیک بندوں کے ہاتھوں میں ہیں‘ اللہ تعالیٰ نے انھیں مختار بنا دیا ہے کہ جو چاہیں کریں‘ حقیقت یہ ہے کہ تمام اختیارات اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں: ﴿اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ﴾ (الاعراف:۵۴) ”پیدا کرنا بھی اسی کا کام ہے‘ اور حکم دینا (اور تمام اختیارات) بھی اسی کے ہاتھ میں ہے۔“ ③ گناہوں کی معافی بھی اسی کی شان ہے‘ اس معاملے میں اللہ اور بندے کے درمیان کوئی واسطہ حائل نہیں‘ بعض گمراہ لوگ یہاں بھی واسطوں کے قائل ہیں۔ عیسائیوں کے خیال میں گناہوں کی معافی پادری یا پوپ کا کام ہے‘ ہندوؤں کے خیال میں برہمن کے توسط کے بغیر معبود سے رابطہ ممکن نہیں اور اسی کے ذریعے سے گناہ معاف ہو سکتے ہیں‘ جبکہ قرآن کہتا ہے: ﴿وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ (آل عمران:۱۳۵) ”اللہ کے سوا کون گناہ معاف کر سکتا ہے؟“

(المعجم ١٤) - بَابُ مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً أَوْ سَيِّئَةً (التحفة ١٤)

باب: ۱۴- اس شخص کا بیان جس نے اچھا یا برا طریقہ جاری کیا

٢٠٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ، عَنِ الْمُنْذِرِ بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَعُمِلَ بِهَا كَانَ لَهُ

۲۰۳- حضرت جریر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”جس نے اچھا طریقہ جاری کیا اور اس پر عمل کیا گیا‘ اسے اس کا ثواب ملے گا اور ان لوگوں کے ثواب کے برابر (مزید ثواب) ملے گا‘ جو اس پر عمل کریں گے۔ ان (بعد والوں) کے ثواب میں

◄◄ :٨/ ٧٩٨ قبل حديث : ٤٨٧٨.

٢٠٣- أخرجه مسلم، الزكاة، باب الحث على الصدقة... الخ، ح: ١٠١٧، العلم، باب من سن سنة حسنة... الخ، ح: ١٥ عن محمد بن عبدالملك وغيره به.

جْرُهَا، وَمِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا لاَ يَنْقُصُ
بنْ أُجُورِهِمْ شَيْئاً، وَمَنْ سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً
عُمِلَ بِهَا كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ
هَا لاَ يَنْقُصُ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْئاً».

کوئی کمی نہیں ہوگی۔اور جس شخص نے برا طریقہ ایجاد کیا' پھر اس پر عمل کیا گیا' اسے اس کا گناہ ہوگا اور ان لوگوں کے گناہ کے برابر (مزید گناہ) ہوگا' جو اس پر عمل کریں گے' ان (بعد والوں) کے گناہ میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی۔''

فوائد ومسائل: ① سنت کے لغوی معنی طریقے کے ہیں' اچھا ہو یا برا۔اس حدیث میں یہ لفظ اپنے لغوی معنی ہی میں استعمال ہوا ہے۔علم حدیث اور اصول حدیث میں سنت میں وہ تمام چیزیں شامل ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے مروی ہیں' خواہ وہ آپ ﷺ کا ارشاد (قولی حدیث) ہو یا آپ ﷺ کا عمل (فعلی حدیث) یا ایسی چیز جو رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں کی گئی اور آپ ﷺ نے علم ہونے کے بعد اس سے منع نہیں فرمایا یا اس کی تردید نہیں فرمائی۔ (تقریری حدیث) فقہاء سنت سے مراد وہ اچھا کام لیتے ہیں جو فرض وواجب نہ ہو' اسے مستحب بھی کہا جاتا ہے' نیز سنت کا لفظ بدعت کے مقابلے میں بھی بولا جاتا ہے' یعنی وہ عقیدہ وعمل جس کا وجوب' استحباب یا جواز شریعت سے ثابت ہو اور بدعت سے مراد وہ عمل ہے جسے ثواب سمجھ کر کیا جائے' حالانکہ شریعت میں اس کی کوئی اصل نہ ہو۔ ② اچھا طریقہ جاری کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک اچھے کام کی ضرورت تھی اور کوئی اسے نہیں کر رہا تھا۔یا کسی سنت پر عمل متروک ہو چکا تھا' اس نے شروع کیا تو اسے دیکھ کر دوسروں نے اس پر عمل کرنا شروع کر دیا۔یا کسی مشروع کام کو فروغ دینے کے لیے نیا طریقہ اختیار کیا۔محض اپنی رائے سے کسی کام کو اچھا قرار دے کر ایجاد کرنا بدعت ہے جس پر ثواب کی بجائے گناہ ہوگا۔ ③ برا طریقہ جاری کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جو برائی پہلے کسی معاشرے میں موجود نہیں تھی' ایک آدمی نے وہ کام کیا' اسے دیکھ کر دوسرے بھی وہ کام کرنے لگے۔ارشاد نبوی ہے: ''جو جان بھی ظلم سے قتل کی جاتی ہے' اس کے خون ناحق کا ایک حصہ آدم علیہ السلام کے پہلے بیٹے (قابیل) کے سر ہوتا ہے کیونکہ وہی وہ پہلا شخص ہے جس نے قتل (ناحق) کا طریقہ جاری کیا۔'' (صحیح البخاری' الاعتصام' باب إثم من دعا الی ضلالة' حدیث:۷۳۲۱' وصحیح مسلم' القسامة' باب إثم من سنّ القتل' حدیث:۱۶۷۷) ④ اس کی وضاحت اس پس منظر سے بھی ہوتی ہے' جس میں نبی ٔ کریم ﷺ نے یہ فرمایا: واقعہ یوں ہے کہ قبیلہ ٔ بنو مضر کے افراد آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جن کی ظاہری حالت قابل رحم تھی' انھیں مناسب لباس بھی دستیاب نہ تھا۔اس موقع پر نبی ٔ کریم ﷺ نے صحابہ ٔ کرام رضی اللہ عنہم کو صدقہ دینے کی ترغیب دی' سب سے پہلے ایک انصاری صحابی درہم ودینار سے بھری ہوئی اتنی بھاری تھیلی لے کر حاضر ہوا کہ اس کے ہاتھ سے گری جا رہی تھی۔اس کے بعد تو اتنی کثرت سے صدقات آئے کہ ایک طرف کھانے پینے کی چیزوں کا ڈھیر لگ گیا' دوسری طرف کپڑوں کا ڈھیر لگ گیا۔اس موقع پر آپ ﷺ نے مذکورہ بالا ارشاد فرمایا۔(صحیح مسلم' الزکاة' باب الحث علی الصدقة ولو بشق تمرة أو کلمة طیبة...... الخ' حدیث:۱۰۱۶) ⑤ دعوت وتبلیغ کا کام کرنے والوں کو احتیاط سے کام لینا چاہیے تاکہ وہ ضعیف

اور موضوع احادیث کو دیکھ کر کسی ایسے کام کی دعوت دینا شروع نہ کر دیں جو صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے ورنہ نہ صرف محنت ضائع ہو جائے گی بلکہ وہ بہت بڑے گناہ کا بوجھ اٹھالیں گے۔ ⑥ جب کسی کو گناہ کی طرف دعوت دی جاتی ہے تو شیطان عموماً یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ یہ گناہ کر لینے میں ہمارا کوئی نقصان نہیں' گناہ تو اس کو ہوگا جس نے ہمیں گناہ کی طرف بلایا ہے' یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے۔ غلط کام کا ارتکاب کرنے والا اس کی ذمہ داری سے بچ نہیں سکتا' البتہ اسے گناہ کی طرف بلانے والے کا گناہ زیادہ شدید ہے' اس لیے وہ بھی اس مجرم کے جرم میں برابر کا شریک سمجھا جائے گا اور سزا کا مستحق ہوگا۔ ⑦ اس حدیث میں نیکی کی تبلیغ کرنے والوں کے لیے بہت بڑی خوش خبری ہے۔ ایک آدمی کی محنت سے جتنے آدمی کسی نیکی کو اختیار کریں گے' ان کے ثواب کے برابر اس کے نامۂ اعمال میں ثواب خود بخود درج ہوتا چلا جائے گا۔ ⑧ ثواب اور گناہ کا' دعوت دینے والے کے حساب میں جمع ہونا خود بخود ہوتا ہے' اس میں عمل کرنے والے کے قصد یا نیت کو کوئی دخل نہیں' لہٰذا اس حدیث سے ایصال ثواب کے مروجہ تصور پر استدلال درست نہیں' ورنہ ایصال ثواب کی طرح ایصال گناہ کا تصور بھی تسلیم کرنا پڑے گا۔

٢٠٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِالصَّمَدِ بْنِ عَبْدِ الْوَارِثِ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَحَثَّ عَلَيْهِ، فَقَالَ رَجُلٌ: عِنْدِي كَذَا وَكَذَا قَالَ، فَمَا بَقِيَ فِي الْمَجْلِسِ رَجُلٌ إِلاَّ تَصَدَّقَ عَلَيْهِ بِمَا قَلَّ أَوْ كَثُرَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنِ اسْتَنَّ خَيْراً فَاسْتُنَّ بِهِ، كَانَ لَهُ أَجْرُهُ كَامِلاً، وَمِنْ أُجُورِ مَنِ اسْتَنَّ بِهِ وَلاَ يَنْقُصُ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئاً، وَمَنِ اسْتَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً، فاسْتُنَّ بِهِ، فَعَلَيْهِ وِزْرُهُ كَامِلاً، وَمِنْ أَوْزَارِ الَّذِي اسْتَنَّ بِهِ، وَلاَ يَنْقُصُ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْئاً».

٢٠٤- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے (حاضرین کو) اس کی مدد کی ترغیب دلائی۔ (حاضرین میں سے) ایک آدمی نے کہا: میرے پاس اتنا مال ہے (میں اسے بطور صدقہ دیتا ہوں) چنانچہ مجلس میں سے ہر شخص نے اسے (حسب استطاعت) کم یا زیادہ صدقہ دیا' کوئی بھی صدقہ دیے بغیر نہ رہا۔ تب اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اچھا طریقہ جاری کیا' پھر اس (طریقہ) پر عمل کیا گیا' اسے اس کا پورا ثواب ملے گا' اور ان لوگوں (کے برابر عمل) کا ثواب بھی' جنھوں نے اس کی پیروی کی' اور ان کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور جس نے برا طریقہ (گناہ کا کام) شروع کیا' پھر اس (طریقہ) پر عمل کیا گیا' اسے اس کا پورا گناہ ہوگا' اور ان لوگوں (کے برابر عمل) کا گناہ بھی' جنھوں نے اس کی

٢٠٤- [إسناده صحيح] أخرجه أحمد: ٢/ ٢٥٠ عن عبدالصمد به، وقال البوصيري: "هٰذا إسناد صحيح" وسقط "عن أبيه" من الأصل، وزدته من تحفة الأشراف وغيره.

پیروی کی، البتہ ان کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔"

٢٠٥- حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ الْمِصْرِيُّ: أَنْبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ سِنَانٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «أَيُّمَا دَاعٍ دَعَا إِلَى ضَلاَلَةٍ فَاتُّبِعَ، فَإِنَّ لَهُ مِثْلَ أَوْزَارِ مَنِ اتَّبَعَهُ وَلاَ يَنْقُصُ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْئاً، وَأَيُّمَا دَاعٍ دَعَا إِلَى هُدًى فَاتُّبِعَ، فَإِنَّ لَهُ مِثْلَ أُجُورِ مَنِ اتَّبَعَهُ، وَلاَ يَنْقُصُ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئاً».

٢٠٥- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو بلانے والا کسی گمراہی کی طرف بلائے، پھر اس کی پیروی کی جائے تو اسے ان لوگوں کے گناہ کے برابر (گناہ) ہوگا جنھوں نے اس کی پیروی کی، اور ان کے اپنے گناہ میں بھی کمی نہیں ہوگی۔ اور جس بلانے والے نے ہدایت کی طرف بلایا، پھر اس کی پیروی کی گئی تو اسے بھی پیروی کرنے والوں کے برابر ثواب ملے گا، اور ان کے ثواب میں بھی کمی نہیں ہوگی۔"

فائدہ: گمراہی سے شرک، بدعت، فسق و فجور اور وہ تمام کام مراد ہیں جو شریعت میں منع اور حرام ہیں۔ جو کسی ایسے کام کی طرف بلائے یا ترغیب دے یا تعاون کرے، اسے اتنا گناہ ہوگا جتنا اس کی وجہ سے اس غلط کام کا ارتکاب کرنے والے تمام لوگوں کو مجموعی طور پر ہوگا، اور ہدایت سے مراد توحید، اتباع سنت، واجبات کی ادائیگی اور گناہ سے اجتناب وغیرہ جیسے اعمال ہیں۔ ان کی دعوت دینے والے کو اتنا ثواب ہوگا جتنا اس سے متاثر ہو کر اس نیکی کا کام کرنے والے تمام افراد کو مجموعی طور پر ہوگا۔

٢٠٦- حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ، مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الْعُثْمَانِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنِ الْعَلاَءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنِ اتَّبَعَهُ، لاَ يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئاً، وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلاَلَةٍ،

٢٠٦- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے ہدایت کی طرف بلایا، اسے پیروی کرنے والوں کے ثواب کے برابر ثواب ملے گا، اس سے ان کے اجر و ثواب میں کمی نہیں آئے گی۔ اور جس نے گمراہی کی طرف بلایا، اسے پیروی کرنے والوں کے گناہوں کے برابر گناہ ہوگا، اس سے ان کے گناہوں میں کمی نہیں آئے گی۔"

٢٠٥ـ [إسناده حسن] وضعفه البوصيري * الراوي عن أنس رضي الله عنه حسن الحديث، راجع نيل المقصود، ح: ١٥٨٥.

٢٠٦ـ أخرجه مسلم، العلم، باب من سن سنةً حسنةً أو سيئةً . . . الخ، ح: ٢٦٧٤ من حديث العلاء به.

فَعَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنِ اتَّبَعَهُ، لاَ يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئاً».

٢٠٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ (إِسْمَاعِيلُ أَبُو إِسْرَائِيلَ)، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً [فَ]عُمِلَ بِهَا بَعْدَهُ، كَانَ لَهُ أَجْرُهُ وَمِثْلُ أُجُورِهِمْ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئاً، وَمَنْ سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً، فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهُ، كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهُ وَمِثْلُ أَوْزَارِهِمْ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْئاً».

۲۰۷-حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے‘رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:’’جس نے اچھا طریقہ جاری کیا‘اس پر اس (کی وفات) کے بعد عمل ہوتا رہا‘ اسے اس کا اپنا ثواب بھی ملے گا اور ان لوگوں کے برابر (مزید) ثواب بھی ملے گا‘ البتہ ان کے اجر وثواب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ اور جس نے برا رواج نکالا‘ پھر اس کے (مرنے کے) بعد اس پر عمل ہوتا رہا‘ اسے اس کا اپنا گناہ بھی ہوگا اور ان لوگوں کے گناہ کے برابر (مزید) گناہ بھی ہوگا‘ البتہ ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔‘‘

٢٠٨- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ لَيْثٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا مِنْ دَاعٍ يَدْعُو إِلٰى شَيْءٍ إِلَّا وُقِفَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لاَزِماً لِدَعْوَتِهِ، مَا دَعَا إِلَيْهِ، وَإِنْ دَعَا رَجُلٌ رَجُلاً».

۲۰۸-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے‘رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:’’جو دعوت دینے والا کسی (اچھی یا بری) چیز کی طرف دعوت دیتا ہے‘وہ قیامت کے دن اس طرح کھڑا کیا جائے گا کہ وہ اپنی دعوت کے عمل سے جدا نہیں ہوسکے گا‘جس چیز کی طرف بھی اس نے دعوت دی ہو اگرچہ کسی آدمی نے ایک ہی آدمی کو دعوت دی ہو۔‘‘

(المعجم ١٥) - بَابُ مَنْ أَحْيَا سُنَّةً قَدْ أُمِيتَتْ (التحفة ١٥)

باب:۱۵-مردہ سنت زندہ کرنے والے شخص کے (اجر) کا بیان

٢٠٩- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ:

۲۰۹-حضرت عمرو بن عوف مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت

٢٠٧_ [صحيح] ولشواهده انظر الأحاديث السابقة من، ح: ٢٠٣ إلى، ح: ٢٠٦.

٢٠٨_ [إسناده ضعيف] أخرجه ابن أبي عاصم في السنة، ح: ١١٢ عن ابن أبي شيبة به، وقال البوصيري: "هٰذا إسناد ضعيف * ليث هو ابن أبي سليم ضعفه الجمهور".

٢٠٩_ [إسناده ضعيف جدًا] أخرجه الترمذي، العلم، باب ماجاء في الأخذ بالسنة واجتناب البدعة، ح: ٢٦٧٧ من حديث كثير به، وقال: "حسن" * كثير تقدم حاله، ح: ١٦٥.

حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ: حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ عَبْدِاللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ الْمُزَنِيُّ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ جَدِّي أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ أَحْيَا سُنَّةً مِنْ سُنَّتِي فَعَمِلَ بِهَا النَّاسُ، كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا لاَ يَنْقُصُ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئاً، وَمَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَةً فَعُمِلَ بِهَا، كَانَ عَلَيْهِ أَوْزَارُ مَنْ عَمِلَ بِهَا لاَ يَنْقُصُ مِنْ أَوْزَارِ مَنْ عَمِلَ بِهَا شَيْئاً».

ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے میری کسی سنت کو زندہ کیا' پھر اس پر لوگوں نے عمل کیا' اسے اس سنت پر عمل کرنے والوں کے برابر ثواب ملے گا' اور ان کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ اور جس نے کوئی بدعت ایجاد کی' پھر اس پر عمل کیا گیا' اسے عمل کرنے والوں کے برابر گناہ ہوگا' اور عمل کرنے والوں کے گناہ میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی۔''

فوائد و مسائل: ① مردہ سنت سے مراد وہ ثابت شدہ شرعی عمل ہے جس کو لوگوں نے جہالت یا سستی کی وجہ سے ترک کر دیا ہو' خواہ وہ فرض و واجب ہو یا مستحب و مندوب۔ اور اسے زندہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اسے دوبارہ معاشرے میں رواج دیا جائے۔ اس مقصد کے لیے ظاہر ہے کہ دعوت دینے والے کو خود بھی اس پر سختی سے عمل پیرا ہونا پڑے گا اور دوسروں کو بھی اس کی تبلیغ کرنی ہوگی۔ پھر جب لوگ اس پر تعجب کا اظہار کریں گے اور اس سے روکنے کی کوشش کریں گے تو استقامت کا مظاہرہ کرنا ہوگا' اس لیے اللہ کے رسول ﷺ نے خاص طور پر توجہ دلائی ہے۔ ② اس روایت میں ان لوگوں کے لیے سخت وعید ہے جو بدعات کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں اور مسلمانوں میں اسے رائج کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اہل علم کو چاہیے کہ ایسے لوگوں کا سخت مقابلہ کریں کیونکہ بدعت سنت کی مخالف ہے' جیسے جیسے بدعت رائج ہوتی ہے لوگوں کی توجہ سنت کی طرف سے ہٹتی چلی جاتی ہے' جس کے نتیجہ میں ایک وقت وہ آتا ہے کہ سنت مردہ ہو جاتی ہے' چنانچہ اسے زندہ کرنے کے لیے نئے سرے سے محنت کرنی پڑتی ہے' چنانچہ سنتوں کو قائم رکھنے کے لیے بدعتوں کی پرزور تردید کی ضرورت ہے۔ ③ بعض ائمہ نے شواہد کی بنیاد پر اس روایت کی تصحیح کی ہے۔

٢١٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ: حَدَّثَنِي كَثِيرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ أَحْيَا سُنَّةً مِنْ سُنَّتِي قَدْ أُمِيتَتْ بَعْدِي، فَإِنَّ لَهُ مِنَ

۲۱۰- حضرت عمرو بن عوف مزنی ؓ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا' آپ نے فرمایا: ''جس نے میری کسی ایسی سنت کو زندہ کیا جو میرے بعد مردہ ہو گئی تھی' اسے ان لوگوں کے ثواب کے برابر ثواب ملے گا جو اس پر عمل کریں گے' اس سے

٢١٠- [ضعيف جدًا] انظر الحديث السابق.

الأَجْرِ مِثْلَ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنَ النَّاسِ، لاَ يَنْقُصُ مِنْ أُجُورِ النَّاسِ شَيْئاً، وَمَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَةً لاَ يَرْضَاهَا اللهُ وَرَسُولُهُ، فَإِنَّ عَلَيْهِ مِثْلَ إِثْمِ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنَ النَّاسِ، لاَ يَنْقُصُ مِنْ آثَامِ النَّاسِ شَيْئاً».

(پیروی کرنے والے) لوگوں کے ثواب میں بالکل کمی نہیں آئے گی۔ اور جس نے کوئی بدعت ایجاد کی جو اللہ اور اس کے رسول کو پسند نہیں' اسے ان لوگوں کے گناہ کے برابر گناہ ہوگا جو اس پر عمل کریں گے۔ اس سے (پیروی کرنے والے) لوگوں کے گناہ میں بالکل کمی نہیں آئے گی۔"

فائدہ: یہ حدیث ضعیف ہے' تاہم جہاں تک مردہ سنت کے زندہ کرنے پر اجر وثواب کا اور اسی طرح بدعت کے ایجاد کرنے پر سخت گناہ ملنے کا تعلق ہے' وہ دوسری احادیث سے بھی ثابت ہے۔

(المعجم ١٦) - بَابُ فَضْلِ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ (التحفة ١٦)

باب:١٦- قرآن کا علم حاصل کرنے اور اس کی تعلیم دینے والے کی فضیلت

٢١١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ وَسُفْيَانُ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنْ سَعْدِ ابْنِ عُبَيْدَةَ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ - قَالَ شُعْبَةُ -: «خَيْرُكُمْ». - وَقَالَ سُفْيَانُ:- «أَفْضَلُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ».

٢١١- حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے بہتر وہ ہے جس نے قرآن سیکھا اور سکھایا۔" ایک روایت میں راوی سفیان کے یہ لفظ ہیں: "تم میں سے افضل وہ ہے......"

فوائد ومسائل: ① قرآن مجید اللہ کا کلام ہے' لہٰذا اس کا علم حاصل کرنا بھی دوسرے علوم سے افضل ہے اور اس کی تعلیم دینا بھی دوسرے علوم پڑھانے سے افضل ہے۔ ② اللہ تعالیٰ کے ہاں بندوں کی افضلیت کا دارومدار اعمال پر ہے جب کہ دنیا میں عام طور پر مال ودولت' حسن وجمال' یا عہدہ ومنصب کو افضلیت کا معیار سمجھا جاتا ہے جو درست نہیں۔ ③ اس حدیث میں قرآن مجید کا علم حاصل کرنے اور اس کی تعلیم دینے کی ترغیب ہے۔ ④ قرآن مجید کے علم میں قرآن مجید کے الفاظ کی تلاوت وتجوید سیکھنا اور سکھانا بھی شامل ہے اور اس کا ترجمہ وتفسیر بھی' چونکہ حدیث نبوی بھی قرآن کی وضاحت ہے' اس لیے حدیث کا علم حاصل کرنے والا اور اس کی تعلیم دینے والا بھی اس شرف میں

٢١١_ أخرجه البخاري، فضائل القرآن، باب خيركم من تعلم القرآن وعلمه، ح: ٥٠٢٧، ٥٠٢٨ من حديث علقمة به.

شریک ہے۔⑤ قرآن پر عمل نہ کرنے والا اس شرف میں شریک نہیں جیسے کہ دوسری احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔

٢١٢- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَفْضَلُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ».

۲۱۲- حضرت عثمان ؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے افضل وہ ہے جو قرآن کا علم حاصل کرے اور اس کی تعلیم دے۔''

٢١٣- حَدَّثَنَا أَزْهَرُ بْنُ مَرْوَانَ: حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ نَبْهَانَ: حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ بَهْدَلَةَ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «خِيَارُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ» قَالَ: وَأَخَذَ بِيَدِي فَأَقْعَدَنِي مَقْعَدِي هٰذَا، أُقْرِئُ.

۲۱۳- عاصم بن بہدلہ نے حضرت مصعب بن سعد سے اور انھوں نے اپنے والد حضرت سعد بن ابو وقاص ؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے وہ لوگ بہتر ہیں جو قرآن سیکھیں اور سکھائیں۔'' عاصم نے کہا: مصعب بن سعد نے مجھے ہاتھ سے پکڑ کر اس جگہ بٹھایا کہ میں قرآن پڑھاؤں۔

فوائد و مسائل: ① سند میں مذکور عاصم ؒ قراءت کے مشہور امام ہیں۔ ② جس شخص میں کسی اچھے کام کی صلاحیت موجود ہو اُسے اس کام کا مشورہ دینا چاہیے اور اس کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے تاکہ اس سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچے اور خود اسے بھی اس نیک کام کی وجہ سے ثواب اور فائدہ حاصل ہو۔

* عاصم بن ابونجود: آپ کوفہ میں حضرت معاویہ ؓ کے دور خلافت میں پیدا ہوئے۔ حضرت علی بن عبدالرحمٰن سلمی اور زر بن حبیش سے قرآن کریم پڑھا، کبار تابعین سے تعلیم حاصل کی اور اپنے استاد محترم علی بن عبدالرحمٰن کے بعد قرآن کریم کی تعلیم دینے کی ذمہ داری سنبھالی۔ اس عرصے میں آپ سے ابوبکر، حفص بن سلیمان اور مفضل بن محمد جیسے عظیم قراء نے قرآنی قراءات کی تعلیم لی۔ آپ انتہائی خوش آواز، قاریٔ قرآن اور بہت زیادہ نماز ادا کرنے والے عابد و زاہد تھے۔ اکثر اوقات گھر سے کسی کام کی غرض سے نکلتے لیکن جب مسجد کے قریب پہنچتے تو یہ کہتے ہوئے نفل ادا کرنے کے لیے مسجد میں داخل ہو جاتے: ''ضروریات پوری ہوتی رہیں گی، پہلے نماز پڑھ لیں۔'' آپ کا شمار

٢١٢ـ [صحيح] انظر الحديث السابق.

٢١٣ـ [إسناده ضعيف جدًا] والحديث صحيح، أخرجه الدارمي: ٢/ ٤٣٧، فضائل القرآن باب: ٢، ح: ٣٣٣٩ من حديث الحارث به، وقال البوصيري: "هٰذا إسناد ضعيف لضعف الحارث بن نبهان"، وهو متروك كما في التقريب، وح: ٢١١ وغيره يغني عن حديثه.

قراءات سبعہ کے مشہور و معروف قرائے کرام میں ہوتا ہے۔ آپ ۱۲۸ ہجری میں فوت ہوئے۔

٢١٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالاَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ سَعِيدٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى الأَشْعَرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الأُتْرُجَّةِ، طَعْمُهَا طَيِّبٌ وَرِيحُهَا طَيِّبٌ، وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي لاَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ التَّمْرَةِ، طَعْمُهَا طَيِّبٌ وَلاَ رِيحَ لَهَا، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الرَّيْحَانَةِ، رِيحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي لاَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ، طَعْمُهَا مُرٌّ وَلاَ رِيحَ لَهَا».

۲۱۴- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو مومن قرآن پڑھتا ہے اس کی مثال ترنجبین کی سی ہے جس کا ذائقہ بھی اچھا ہے اور بو بھی خوش گوار ہے۔ اور وہ مومن جو قرآن نہیں پڑھتا' اس کی مثال خشک کھجور کی سی ہے کہ اس کا ذائقہ اچھا ہے لیکن (اس میں) خوشبو نہیں۔ جو منافق قرآن پڑھتا ہے اس کی مثال نازبو کی سی ہے' اس کی خوشبو تو اچھی ہے لیکن ذائقہ تلخ ہے۔ اور جو منافق قرآن نہیں پڑھتا' اس کی مثال تُمّے کی سی ہے۔ اس کا ذائقہ بھی تلخ ہے اور خوشبو بھی نہیں۔“

فوائد و مسائل: ① قرآن کی تلاوت اور اس پر عمل دونوں خوبیاں ہیں اور دونوں مطلوب ہیں۔ تلاوت ظاہری خوبی ہے جسے خوشبو سے تشبیہ دی گئی ہے اور عمل باطنی خوبی ہے کیونکہ اس میں ایمان' اخلاص' اللہ سے محبت' خشیت الٰہی اور تقویٰ جیسے باطنی اعمال بھی شامل ہیں' اس لیے اسے ذائقے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ تلاوت کو خوشبو سے اس لیے تشبیہ دی گئی ہو کہ اسے ہر خاص و عام سن لیتا ہے جب کہ عمل کا اندازہ اسی کو ہوتا ہے جس کو واسطہ پڑے جس طرح ذائقے کا علم اسی کو ہوتا ہے جو پھل کو چکھے۔ ② اَلْأُتْرُجَّہِ: (ترنجبین) لیموں کے خاندان سے تعلق رکھنے والا ایک پھل ہے۔ اس کا رنگ بھی خوش کن ہوتا ہے اور ذائقہ بھی عمدہ ہوتا ہے۔ ③ اَلرَّيْحَانَۃ: اصل میں ہر اس پودے کو کہتے ہیں جس سے خوشبو آئے' عام طور پر یہ لفظ نازبو کے لیے مستعمل ہے لیکن دوسرے خوشبودار پودوں پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ ④ منافق کا عقیدہ اور سیرت تلخ اور خراب ہوتی ہے مگر قراءت قرآن کی وجہ سے دوسروں کو فائدہ پہنچتا ہے اس لیے اس کی مثال ایسے پھول سے دی ہے جس کی خوشبو دور سے بھی محسوس ہوتی ہے لیکن کھانے کے لائق ہرگز نہیں ہوتا۔

٢١٤ـ أخرجه البخاري، فضائل القرآن، باب إثم من راءى بقراءة القرآن . . . الخ، ح: ٥٠٥٩ وغيره، ومسلم، صلوٰة المسافرين، باب فضيلة حافظ القرآن، ح: ٧٩٧ من حديث يحيٰى به.

٢١٥- حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ خَلَفٍ أَبُو بِشْرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ: حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ بُدَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ لِلَّهِ أَهْلِينَ مِنَ النَّاسِ» قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ مَنْ هُمْ؟ قَالَ: «هُمْ أَهْلُ الْقُرْآنِ، أَهْلُ اللهِ وَخَاصَّتُهُ».

۲۱۵- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں میں سے کچھ افراد اللہ والے ہوتے ہیں۔'' صحابۂ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: ''قرآن والے' وہی اللہ والے اور اس کے خاص بندے ہیں۔''

فوائد و مسائل: ① ''قرآن والے'' یعنی قرآن پڑھنے والے' یاد کرنے والے' احادیث رسول ﷺ کے ذریعے سے اس کا فہم حاصل کرنے والے' اس پر عمل کرنے والے' اور اس کی تبلیغ کرنے والے' یہ سب قرآن والوں میں شامل ہیں۔ ② قرآن کے ساتھ تعلق رکھنے والے اللہ کے خاص بندے اور اس کے مقرب ہیں' لہٰذا قیامت اور جنت میں بھی ان پر خصوصی انعامات ہوں گے۔ اور یہ بہت بڑا شرف ہے کہ اللہ نے انھیں ''اپنے'' قرار دیا ہے۔

٢١٦- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيدِ بْنِ كَثِيرِ بْنِ دِينَارٍ الْحِمْصِيُّ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ أَبِي عُمَرَ، عَنْ كَثِيرِ ابْنِ زَاذَانَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ [ضَمْرَةَ]، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَحَفِظَهُ أَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ وَشَفَّعَهُ فِي عَشَرَةٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ، كُلُّهُمْ قَدِ اسْتَوْجَبَ النَّارَ».

۲۱۶- حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے قرآن پڑھا اور اسے حفظ کیا' اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا اور اس کے گھر والوں میں سے دس ایسے افراد کے حق میں اس کی شفاعت قبول کرے گا جن پر (گناہوں کی وجہ سے) جہنم واجب ہو چکی ہو گی۔''

٢١٧- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبْدِ اللهِ

۲۱۷- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ

٢١٥ـ [إسناده حسن] أخرجه النسائي في الكبرى في فضائل القرآن، ح: ٤٥٦، والحاكم: ١/ ٥٥٦ من حديث ابن مهدي به، وصححه المنذري، والبوصيري.

٢١٦ـ [إسناده ضعيف جدًا] أخرجه الترمذي، فضائل القرآن، باب ماجاء في فضل قارىء القرآن، ح: ٢٩٠٥ من حديث أبي عمر حفص بن سليمان القاري به، وقال: "غريب . . ." وليس له إسناد صحيح * وحفص بن سليمان يضعف في الحديث" بل هو متروك الحديث، وشيخه مجهول.

٢١٧ـ [إسناده حسن] أخرجه الترمذي، فضائل القرآن، باب ماجاء في سورة البقرة وآية الكرسي، ح: ٢٨٧٦ من ◀◀

الأَوْدِيُّ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ عَبْدِالْحَمِيدِ ابْنِ جَعْفَرٍ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ عَطَاءٍ مَوْلٰى أَبِي أَحْمَدَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «تَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ واقْرَءُوهُ وَارْقُدُوا، فَإِنَّ مَثَلَ الْقُرْآنِ وَمَنْ تَعَلَّمَهُ فَقَامَ بِهِ، كَمَثَلِ جِرَابٍ مَحْشُوٍّ مِسْكاً يَفُوحُ رِيحُهُ كُلَّ مَكَانٍ، وَمَثَلُ مَنْ تَعَلَّمَهُ فَرَقَدَ وَهُوَ فِي جَوْفِهِ، كَمَثَلِ جِرَابٍ أُوكِيَ عَلٰى مِسْكٍ».

ﷺ نے فرمایا: ''قرآن سیکھو' پھر اسے پڑھو اور سورہو۔ (رات کو نماز میں تلاوت کرو' لیکن ساری رات نماز نہ پڑھو بلکہ کچھ وقت آرام بھی کرو) کیونکہ قرآن' اسے سیکھنے والے اور اس کے ساتھ قیام کرنے والے کی مثال ایسے ہے جیسے چمڑے کی ایک تھیلی کستوری سے بھری ہوئی ہو اور اس کی خوشبو ہر جگہ مہکتی ہو۔ اور جس نے قرآن سیکھا' پھر سو رہا حالانکہ قرآن اس کے سینے میں ہے اس کی مثال اس طرح ہے جیسے چمڑے کی تھیلی میں کستوری ہو اور اس کا منہ (رسی وغیرہ سے کس کر) باندھ دیا گیا ہو۔''

٢١٨- حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ، مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الْعُثْمَانِيُّ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَامِرِ بْنِ وَاثِلَةَ أَبِي الطُّفَيْلِ عَنْ نَافِعِ بْنِ عَبْدِ الْحَارِثِ لَقِيَ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ بِعُسْفَانَ، وَكَانَ عُمَرُ اسْتَعْمَلَهُ عَلٰى مَكَّةَ، فَقَالَ عُمَرُ: مَنِ اسْتَخْلَفْتَ عَلٰى أَهْلِ الْوَادِي؟ قَالَ: اسْتَخْلَفْتُ عَلَيْهِمُ ابْنَ أَبْزٰى. قَالَ: وَمَنِ ابْنُ أَبْزٰى؟ قَالَ: رَجُلٌ مِنْ مَوَالِينَا. قَالَ عُمَرُ: فَاسْتَخْلَفْتَ عَلَيْهِمْ مَوْلًى؟ قَالَ: إِنَّهُ قَارِىءُ كِتَابِ اللهِ تَعَالٰى، عَالِمٌ بِالْفَرَائِضِ، قَاضٍ. قَالَ عُمَرُ: أَمَا إِنَّ نَبِيَّكُمْ ﷺ قَالَ: «إِنَّ اللهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ

۲۱۸- حضرت ابوطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عسفان کے مقام پر حضرت نافع بن عبدالحارث رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی۔ انھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مکہ کا گورنر مقرر فرمایا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ وادئ مکہ کے باشندوں پر (ان کے معاملات کی دیکھ بھال کے لیے) اپنا نائب کسے مقرر کر کے آئے ہیں؟ انھوں نے کہا: میں نے ابن ابزی رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام مقرر کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ابن ابزی کون صاحب ہیں؟ انھوں نے کہا: ہمارے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ نے ایک مولیٰ کو ان پر حاکم مقرر کر دیا؟ انھوں نے کہا: وہ کتاب اللہ کے عالم ہیں' علم میراث کے بھی عالم ہیں' اور فیصلہ کرنے کی

◀◀ حديث أبي أسامة به، وقال: "حسن"، وصححه ابن خزيمة، وابن حبان.

٢١٨ـ أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب فضل من يقوم بالقرآن ويعلمه . . . الخ، ح:٨١٧ من حديث إبراهيم به.

أَقْوَاماً وَيَضَعُ بِهِ آخَرِينَ».

صلاحیت بھی رکھتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمھارے نبی ﷺ نے (واقعی سچ) فرمایا تھا: ''اللہ تعالیٰ اس کتاب (کے علم اور اس پر عمل) کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو بلند مقام عطا فرمائے گا اور اس (سے اعراض) کی وجہ سے دوسرے لوگوں کو پست (اور ذلیل) کر دے گا۔''

فوائد و مسائل: ① اس واقعہ کے راوی ابوطفیل عامر بن واثلہ ان صحابۂ کرام میں سے ہیں جو نبئ اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ کے دوران میں بچپن کی عمر میں تھے۔ امام مسلم رحمہ اللہ کے قول کے مطابق آپ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے سب سے آخر میں فوت ہوئے۔ آپ کی وفات ۱۱۰ ہجری میں ہوئی۔ حضرت نافع بن عبدالحارث رضی اللہ عنہ بھی صحابی ہیں۔ فتح مکہ کے موقع پر قبول اسلام کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت ابن ابزیٰ رضی اللہ عنہ کا نام عبدالرحمٰن ہے' قبیلۂ بنوخزاعہ سے ولاء کا تعلق ہے' یہ بھی صغار صحابہ میں سے ہیں۔ ② خلافت راشدہ کے دوران میں کسی بھی سرکاری منصب کے لیے اہلیت کا معیار صرف علم و عمل تھا' نہ کہ قبیلہ و خاندان۔ ③ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آزاد کردہ غلام کو عہدہ دینے پر جو تعجب کا اظہار کیا' اس کا مطلب یہ نہیں کہ ایسے افراد کو عہدے کا اہل نہیں سمجھتے تھے بلکہ آپ رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ معلوم کرنا تھا کہ نافع رضی اللہ عنہ نے ابن ابزیٰ رضی اللہ عنہ کو اس عہدے پر فائز کرتے ہوئے کس معیار کو پیش نظر رکھا ہے۔ جب معلوم ہوا کہ وہ واقعی اس عہدے کے اہل ہیں تو ان کے تقرر پر پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ ④ ارشاد نبوی میں صرف کتاب اللہ (قرآن مجید) کا ذکر ہے لیکن کتاب اللہ کا عالم وہی کہلا سکتا ہے جو حدیث کا علم بھی رکھتا ہو کیونکہ حدیث نبوی قرآن مجید کی تشریح اور عملی تفسیر ہے۔

۲۱۹- حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْوَاسِطِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ غَالِبٍ الْعَبَّادَانِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زِيَادٍ الْبَحْرَانِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَاأَبَاذَرٍّ: لأَنْ تَغْدُوَ فَتَعَلَّمَ آيَةً مِنْ كِتَابِ اللهِ،

۲۱۹- حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا: ''ابوذر! اگر تو صبح کو (علم سیکھنے کے لیے) نکلے اور اللہ کی کتاب کی ایک آیت سیکھ لے' یہ تیرے لیے سو رکعت (نفل) نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ اور اگر تو صبح نکل کر علم کا ایک باب سیکھ لے' خواہ اس پر عمل کر سکے یا نہ کر سکے' یہ

۲۱۹ـ [إسناده ضعيف] أخرجه ابن عبدالبر في جامع بيان العلم وفضله: ١/ ٢٥ من حديث عبدالله بن زياد به، وحسنه المنذري، وضعفه العراقي، والبوصيري وغيرهما * علي بن زيد تقدم حاله، ح: ١١٦، وتلميذه والعباداني مستوران.

خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ تُصَلِّيَ مِائَةَ رَكْعَةٍ، وَلأَنْ تَغْدُوَ فَتَعَلَّمَ بَاباً مِنَ الْعِلْمِ، عُمِلَ بِهِ أَوْ لَمْ يُعْمَلْ، خَيْرٌ مِنْ أَنْ تُصَلِّيَ أَلْفَ رَكْعَةٍ».

تیرے لیے ہزار رکعت (نفل) نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔"

(المعجم ١٧) - بَابُ فَضْلِ الْعُلَمَآءِ وَالْحَثِّ عَلَى طَلَبِ الْعِلْمِ (التحفة ١٧)

باب: ۱۷- علماء کی فضیلت اور حصول علم کی ترغیب

٢٢٠- حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ خَلَفٍ، أَبُو بِشْرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَعْلَى، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْراً يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ».

۲۲۰- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے' اسے دین کی سمجھ عطا کر دیتا ہے۔"

فوائد و مسائل: ① عام طور پر "فقہ" سے نماز روزہ جیسے امور اور خرید وفروخت جیسے معاملات میں جائز ناجائز' واجب و مستحب اور ان کی شروط' ارکان و آداب وغیرہ مراد لیے جاتے ہیں' عقائد و اخلاق وغیرہ کو الگ علوم تصور کیا جاتا ہے لیکن قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں جہاں فقہ و تفقہ جیسے الفاظ آئے ہیں' ان سے یہ اصطلاحی معنی مراد نہیں بلکہ وہاں مطلقاً دین کا علم و فہم مراد ہوتا ہے جس میں عبادات و معاملات کے ساتھ ساتھ اصلاح قلب' تزکیۂ نفس' اخلاق حسنہ اور عقائد صحیحہ وغیرہ سبھی مراد ہوتے ہیں۔ جس کو ان چیزوں کا علم حاصل ہو جائے وہ اللہ کے حقوق بھی ادا کر سکتا ہے' اپنی ذات کے حقوق بھی اور احباب و اقارب کے علاوہ عام مسلمانوں اور اصحاب اقتدار کے حقوق بھی ادا کر سکتا ہے۔ اس طرح اس کی زندگی قرآن و سنت کے سانچے میں ڈھل کر دینی و دنیوی خیر و برکت کا ذریعہ بن جاتی ہے' اور وہ دوسروں کے لیے بھی سراپا رحمت بن جاتا ہے' اور یہی وہ خیر عظیم ہے جس سے بڑھ کر کوئی خیر نہیں۔ ② دین و دنیا کی یہ برکات وہی شخص حاصل کر سکتا ہے جو مذکورہ بالا امور کے بارے میں شرعی احکام سے واقف ہو' لہٰذا اس سے علم دین سیکھنے کی اہمیت اور ضرورت واضح ہوتی ہے۔ ③ اس سے دین کے معلمین و مدرسین کا بلند مقام بھی واضح ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے دنیا سے رحلت فرما جانے کے بعد یہ سب کچھ علماء ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اور خود رسول اللہ ﷺ کا منصب بھی ایک معلم کا تھا جیسے کہ قرآن مجید میں ہے: ﴿وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (البقرة:۱۲۹) "(وہ پیغمبر) انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے گا۔" یہی حکمت' وہ فہم دین ہے جسے اس حدیث میں فقہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

٢٢٠ـ [صحيح] أخرجه الطبراني في الصغير، ح: ٨١٠ من حديث معمر به، ورواه أحمد: ٢/ ٢٣٤ عن عبدالأعلى به * الزهري عنعن، وله شواهد كثيرة عند البخاري، ح: ٧١، ومسلم، ح: ١٠٣٧ وغيرهما.

٢٢١- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ جَنَاحٍ، عَنْ يُونُسَ بْنِ مَيْسَرَةَ بْنِ حَلْبَسٍ أَنَّهُ حَدَّثَهُ، قَالَ: سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «اَلْخَيْرُ عَادَةٌ، وَالشَّرُّ لَجَاجَةٌ، وَمَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْراً يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ».

۲۲۱- حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نیکی عادت ہے اور گناہ ایک جھگڑا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جس کے لیے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے، اسے دین کی سمجھ عطا کر دیتا ہے۔''

فوائد ومسائل: ① ''نیکی عادت ہے'' اس کا مطلب یہ ہے کہ سیدھا راستہ انسان کی فطرت ہے۔ ایک فطرت سلیم کا مالک نیکی کے راستے پر چلنے میں کوئی دشواری محسوس نہیں کرتا، البتہ غلط ماحول کی وجہ سے یا شیطان کے وسوسہ و مکر کی وجہ سے بعض اوقات انسان برائی کی راہ پر چل پڑتا ہے اس کے باوجود اس کا ضمیر اسے جھنجھوڑتا رہتا ہے۔ چنانچہ جب بھی انسان گناہ کی زندگی چھوڑ کر نیکی کی طرف آتا ہے، اسے ایک روحانی خوشی اور دلی اطمینان کی وہ کیفیت نصیب ہوتی ہے جو گناہ کی بظاہر خوبصورت زندگی میں حاصل نہیں ہو سکی تھی۔ اسلام کی تعلیمات اسی فطرت سلیم کے مطابق ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِىْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ﴾ (الروم: ۳۰) یعنی ''اللہ کا قانون و دین وہی ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا، اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں تبدیلی نہیں، یہی مضبوط دین ہے۔'' ② ''گناہ ایک جھگڑا ہے۔'' مطلب یہ ہے کہ گناہ کا ارتکاب کرنے والا اپنے اندر ایک کشمکش محسوس کرتا ہے۔ نفس امارہ اسے گناہ کی طرف دعوت دیتا ہے اور توبہ سے روکتا ہے جب کہ ضمیر اسے گناہ سے باز رکھنے کی کوشش کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اگرچہ گناہ کا ارتکاب کرنے والا بظاہر وہ کام کر رہا ہوتا ہے جو اس کا جی چاہتا ہے اس کے باوجود اسے خوشی حاصل نہیں ہوتی، دنیا کی دولت اسے اطمینان قلب مہیا کرنے سے قاصر رہتی ہے، سوائے اس کے کہ اس کا ضمیر بالکل مردہ ہو جائے اور اس کی فطرت مسخ ہو جائے۔

٢٢٢- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ جَنَاحٍ، أَبُو سَعِيدٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

۲۲۲- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''ایک فقیہ (دین کی صحیح سمجھ رکھنے والا عالم) شیطان کو ایک ہزار (جاہل)

٢٢١ـ [إسناده حسن] أخرجه الطبراني في الكبير: ١٩/ ٣٨٥، وصححه ابن حبان، ح: ٨٢ * الوليد صرح بالسماع المسلسل عند الطبراني.

٢٢٢ـ [إسناده ضعيف جدًا] أخرجه الترمذي، العلم، باب ماجاء في فضل الفقه على العبادة، ح: ٢٦٨١ من حديث الوليد به، وقال: "غريب" * روح بن جناح ضعفه الجمهور، واتهمه ابن حبان وغيره.

قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «فَقِيهٌ وَاحِدٌ أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ».

عبادت گزار افراد سے زیادہ ناگوار اور بھاری ہوتا ہے۔''

٢٢٣- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ رَجَاءِ بْنِ حَيْوَةَ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ جَمِيلٍ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ: كُنْتُ جَالِساً عِنْدَ أَبِي الدَّرْدَاءِ فِي مَسْجِدِ دِمَشْقَ، فَأَتَاهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا أَبَا الدَّرْدَاءِ أَتَيْتُكَ مِنَ الْمَدِينَةِ، مَدِينَةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ لِحَدِيثٍ بَلَغَنِي أَنَّكَ تُحَدِّثُ بِهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: فَمَا جَاءَ بِكَ تِجَارَةٌ؟ قَالَ: لاَ. قَالَ: وَلاَ جَاءَ بِكَ غَيْرُهُ؟ قَالَ: لاَ. قَالَ: فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ سَلَكَ طَرِيقاً يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْماً سَهَّلَ اللهُ لَهُ طَرِيقاً إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الْمَلاَئِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا رِضاً لِطَالِبِ الْعِلْمِ، وَإِنَّ طَالِبَ الْعِلْمِ يَسْتَغْفِرُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَاءِ وَالأَرْضِ، حَتَّى الْحِيتَانِ فِي الْمَاءِ، وَإِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلَى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ، إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الأَنْبِيَاءِ، إِنَّ الأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا دِينَاراً وَلاَ دِرْهَماً، إِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ، فَمَنْ أَخَذَهُ،

۲۲۳- حضرت کثیر بن قیس رحمہ اللہ سے روایت ہے' انھوں نے کہا: میں دمشق کی جامع مسجد میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ کے پاس ایک آدمی آ گیا' اس نے کہا: ابودرداء! میں مدینہ سے آیا ہوں...... اللہ کے رسول ﷺ کے شہر سے...... کیونکہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ ایک حدیث نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں (اور میں چاہتا ہوں کہ آپ کی زبانی وہ حدیث سنوں۔) ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ تجارت کے سلسلے میں تو نہیں آئے؟ اس نے کہا: جی نہیں۔ فرمایا: کسی اور کام سے بھی نہیں آئے؟ اس نے کہا: جی نہیں۔ فرمایا: (اگر یہ بات ہے تو ایک خوش خبری سن لو:) میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا' آپ نے فرمایا: ''جو شخص علم کی تلاش میں کسی راہ پر چلتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کی راہ آسان فرما دیتا ہے اور فرشتے علم کے متلاشی سے خوش ہو کر اس کے لیے اپنے پر جھکا دیتے ہیں اور علم کے طلب گار کے لیے آسمان اور زمین کی ہر مخلوق دعائے مغفرت کرتی ہے حتی کہ پانی میں مچھلیاں بھی (اس کے لیے دعائیں کرتی ہیں) اور عالم کو عبادت گزار پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسی فضیلت چاند کو باقی تمام ستاروں پر حاصل ہے۔ علماء انبیائے کرام کے وارث ہیں' نبیوں نے وراثت

۲۲۳- [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، العلم، باب في فضل العلم، ح: ٣٦٤١ من حديث عبدالله بن داود، والترمذي، ح: ٢٦٨٢، وقال: "وليس إسناده عندي بمتصل"، وصححه ابن حبان * داود ضعيف وكذا شيخه، وللحديث شواهد كثيرة ضعيفة.

أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ».

میں دینار اور درہم نہیں چھوڑے انھوں نے تو علم کا ترکہ چھوڑا ہے جس نے اسے حاصل کیا' اس نے (نبیوں کی وراثت میں سے) وافر حصہ پالیا۔''

فوائد و مسائل: ① یہ روایت بعض دوسرے محققین کے نزدیک صحیح ہے۔ ② علماء کو مسجد میں علم سکھانے کے لیے بیٹھنا چاہیے یا ایسی جگہ علمی مجلس منعقد کرنی چاہیے جہاں کسی کو ان کے پاس آنے سے رکاوٹ نہ ہو اور ہر امیر و غریب' ادنیٰ و اعلیٰ مستفید ہو سکے۔ ③ کسی بڑے عالم سے علم حاصل کرنے کے لیے ایک شہر سے دوسرے شہر جانا بہت اچھا کام ہے۔ ④ حصول علم کے لیے سفر کرنے والے سے اللہ کی ہر مخلوق خوش ہوتی اور اسے دعائیں دیتی ہے۔ ⑤ بالواسطہ سنی ہوئی حدیث کو بڑے عالم سے براہ راست سننے کی کوشش کرنا مستحب ہے' اسے محدثین کی اصطلاح میں عالی سند کا حصول کہتے ہیں۔ ⑥ استاد کو چاہیے کہ طالب علم کو علم کی اہمیت اور فضیلت سے باخبر کرے تاکہ اسے خوشی ہو اور شوق میں اضافہ ہو اور اس طرح وہ بہتر استفادہ کر سکے۔ ⑦ عالم' عبادت گزار سے افضل ہے کیونکہ عالم دوسروں کو فائدہ پہنچاتا ہے جب کہ عابد صرف اپنے لیے کوشش کرتا ہے۔ اس کے علاوہ عبادت کے لیے بھی علم کی ضرورت ہے ورنہ بدعات میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے جس سے بجائے اللہ کی رضا حاصل ہونے کے اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے۔ ⑧ علماء کا یہ بہت بڑا شرف ہے کہ وہ نبیوں کے روحانی وارث ہیں۔ لیکن یہ بلند مقام ان پر اتنی ہی بڑی ذمہ داری بھی عائد کرتا ہے کہ وہ حق واضح کریں' حق کی طرف بلائیں' باطل سے منع کریں' اور اس راہ میں کسی خوف یا لالچ کو خاطر میں نہ لائیں' جس طرح انبیائے کرام نے اس علم کی تبلیغ میں جدوجہد' صبر' اخلاص اور للّٰہیت کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔ ⑨ انبیائے کرام کا مالی ترکہ دوسرے لوگوں کی طرح وارثوں پر تقسیم نہیں ہوتا بلکہ وہ عام مسلمانوں پر صدقہ ہوتا ہے۔ ⑩ انبیاء کی میراث سے حصہ لینے کا دروازہ بند نہیں ہوا' ہر شخص اپنی محنت کے مطابق اس علمی میراث میں سے حصہ لے سکتا ہے کیونکہ یہ میراث نہ ختم ہونے والا خزانہ ہے۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ اس مقدس میراث میں سے زیادہ سے زیادہ حصہ حاصل کرے۔ ⑪ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ فرشتے طالب علم کے قدموں کے نیچے اپنے پر بچھا دیتے ہیں۔ حدیث کے الفاظ سے یہ مفہوم نہیں نکلتا۔ ''وضع'' کا لفظ ''رفع'' کے مقابلے میں ہے' اس کے لیے اس کے معنی پروں کا جھکانا بھی ہو سکتے ہیں کیونکہ ''قدموں'' کا لفظ حدیث میں نہیں۔ فرشتوں کا پروں کو جھکانا محبت اور احترام کا اظہار ہے۔ واللہ اعلم.

٢٢٤- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ سُلَيْمَانَ: حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ شِنْظِيرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

۲۲۴- حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''علم طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اور علم کو نااہلوں کے سامنے رکھنے والا ایسے

٢٢٤- [إسناده ضعيف جدًا] * حفص تقدم، ح: ٢١٦، وله طرق كلها ضعيفة.

قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ. وَوَاضِعُ الْعِلْمِ عِنْدَ غَيْرِ أَهْلِهِ كَمُقَلِّدِ الْخَنَازِيرِ الْجَوْهَرَ وَاللُّؤْلُؤَ وَالذَّهَبَ».

ہے جیسے خنزیروں کو جواہرات' موتیوں اور سونے کے ہار پہنانے والا۔"

فوائد و مسائل: ① "ہر مسلمان" سے مراد مرد اور عورتیں سبھی ہیں کیونکہ شریعت کے احکام پر عمل کرنا مردوں اور عورتوں سبھی پر فرض ہے' لہٰذا انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ کیا جائز ہے کیا ناجائز۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے مردوں اور عورتوں سب کو دین سکھایا اور اس کے مسائل بتائے۔ ② یہ روایت سنداً ضعیف ہے لیکن اس کا پہلا حصہ (طلب علم کی فرضیت) معناً صحیح ہے' یعنی احکام شریعت کا ضروری علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔

٢٢٥- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا، نَفَّسَ اللهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِماً سَتَرَهُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَمَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ، يَسَّرَ اللهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ. وَاللهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ، وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا، سَهَّلَ اللهُ لَهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ، وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللهِ يَتْلُونَ كِتَابَ اللهِ وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ إِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَذَكَرَهُمُ اللهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ، وَمَنْ أَبْطَأَ

۲۲۵- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے کسی مسلمان کی ایک دنیاوی پریشانی دور کی' اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی پریشانیوں میں سے ایک پریشانی دور کرے گا' اور جس نے مسلمان کا پردہ رکھا' اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کا پردہ رکھے گا۔ اور جس نے کسی مشکل میں مبتلا شخص پر آسانی کی' اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس پر آسانی فرمائے گا' اور اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں مشغول رہتا ہے۔ اور جو شخص علم کی تلاش میں راستہ طے کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے' اور جب بھی کچھ لوگ اللہ کے کسی گھر میں جمع ہو کر اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے اور اسے باہم سیکھتے سکھاتے ہیں' تو فرشتے ان کے گرد حلقہ کر لیتے ہیں' ان پر سکینت نازل ہوتی ہے' ان پر رحمت سایہ فگن ہو جاتی ہے' اور اللہ تعالیٰ اپنے پاس

٢٢٥ـ أخرجه مسلم، الذكر والدعاء، باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن وعلى الذكر، ح: ٢٦٩٩ عن ابن أبي شيبة وغيره به.

بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ».

والے (مقرب فرشتوں) میں ان کا ذکر فرماتا ہے۔ اور جس کا عمل اسے پیچھے کر دے اس کا نسب اسے آگے نہیں بڑھا سکتا۔"

فوائد و مسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح کا عمل ہوتا ہے اسی طرح کا بدلہ ملتا ہے۔ ② اعمال کی جزا و سزا صرف آخرت ہی میں نہیں بلکہ کچھ جزا و سزا دنیا میں بھی مل جاتی ہے۔ ③ اس میں مختلف نیک اعمال کی ترغیب ہے مثلاً: پریشانی کے موقع پر مسلمان کی مدد کرنا' اس کے عیوب کی پردہ پوشی اور اس کے لیے آسانیاں مہیا کرنے کی کوشش کرنا۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کے باہمی معاملات کی بنیاد محبت اور خیر خواہی پر ہونی چاہیے۔ ④ بھائی کی مدد صرف نیک کام میں کرنی چاہیے' غلط کام میں مدد کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اسے اس غلط کام اور گناہ سے روکا جائے۔ ⑤ مسلمان کی پردہ پوشی کا مطلب یہ ہے کہ اس کی کوئی خامی' کوتاہی' عیب یا غلطی جو عام لوگوں کو معلوم نہیں' اس کی تشہیر نہ کی جائے بلکہ اسے تنہائی میں سمجھایا جائے تاکہ اس کی اصلاح ہو جائے۔ یہ مطلب نہیں کہ اس کے جرائم پر پردہ ڈال کر اس کے حق میں جھوٹی گواہی دی جائے۔ ⑥ حصول علم کی راہ میں پیش آنے والی مشکلات درجات کی بلندی کا باعث اور دخول جنت کا ذریعہ ہیں' لہٰذا ان مشکلات سے گھبرا کر طلب علم سے پہلو تہی نہیں کرنی چاہیے بلکہ ان پر صبر کرنا چاہیے۔ ⑦ علمی حلقہ جات اللہ کی خصوصی رحمت کے مورد ہیں' لہٰذا درس قرآن و حدیث کی مجلس ہو یا مدارس دینیہ میں کسی علم کی کلاس' اس میں حاضری کا اہتمام کرنا چاہیے اور غیر حاضری سے زیادہ سے زیادہ اجتناب کرنا چاہیے۔ ⑧ طالب علم کا یہ شرف بہت عظیم ہے کہ اللہ تعالیٰ مقرب فرشتوں کے سامنے ان کا ذکر کرتا اور خوشنودی کا اظہار فرماتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حصول علم' تقرب الٰہی کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ ⑨ اللہ کے ہاں مقام و مرتبے کا دارومدار ایمان و عمل پر ہے' حسب و نسب اور قوم و قبیلہ پر نہیں' یہی وجہ ہے کہ حضرت بلال حبشی' صہیب رومی اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم جیسے صحابہ بلند مراتب پر فائز ہو گئے' حالانکہ ان کا رسول اللہ ﷺ سے کوئی نسبی یا خاندانی تعلق نہیں تھا۔ لیکن ابوجہل اور ابولہب جیسے افراد محروم رہ گئے' حالانکہ وہ نسبی طور پر نبی ﷺ سے بہت قریب تھے۔

٢٢٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَنْبَأَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ أَبِي النَّجُودِ، عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ قَالَ: أَتَيْتُ صَفْوَانَ بْنَ عَسَّالٍ الْمُرَادِيَّ، فَقَالَ: مَا جَاءَ بِكَ؟ قُلْتُ: أُنْبِطُ الْعِلْمَ.

۲۲۶- حضرت زر بن حبیش رحمہ اللہ سے روایت ہے' انھوں نے بیان کیا کہ میں حضرت صفوان بن عسال مرادی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انھوں نے کہا: کس کام سے آئے ہو؟ میں نے کہا: علم (حاصل کر کے لوگوں میں) پھیلانے کے لیے۔ انھوں نے کہا: میں نے اللہ

٢٢٦ـ [إسناده حسن] أخرجه أحمد: ٤/ ٢٣٩، ٢٤٠ عن عبدالرزاق به، وصححه ابن حبان (موارد)، ح: ٧٩.

قَالَ: فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَا مِنْ خَارِجٍ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ إِلَّا وَضَعَتْ لَهُ الْمَلَائِكَةُ أَجْنِحَتَهَا، رِضاً بِمَا يَصْنَعُ».

کے رسول ﷺ سے سنا ہے' آپ نے فرمایا: ''جو شخص اپنے گھر سے علم کی تلاش میں نکلتا ہے اس کے عمل سے خوش ہو کر فرشتے اس کے لیے پر جھکاتے ہیں۔''

٢٢٧- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ صَخْرٍ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ جَاءَ مَسْجِدِي هٰذَا، لَمْ يَأْتِهِ إِلَّا لِخَيْرٍ يَتَعَلَّمُهُ أَوْ يُعَلِّمُهُ، فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَمَنْ جَاءَ لِغَيْرِ ذٰلِكَ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الرَّجُلِ يَنْظُرُ إِلَى مَتَاعِ غَيْرِهِ».

۲۲۷-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے: ''جو شخص میری اس مسجد میں آئے' اور اس کا ارادہ صرف کوئی اچھی بات سیکھنا یا سکھانا ہو (کوئی دنیوی غرض نہ ہو) تو اس کا درجہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کا سا ہے۔ اور جو شخص کسی اور مقصد کے لیے (مسجد میں) آیا۔ وہ اس آدمی کی طرح ہے جس کی نظر کسی اور کے مال پر ہو۔''

فوائد و مسائل: ① مسجد کی تعمیر کا مقصد جہاں اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت ہے' وہیں اس کا مقصد یہ بھی ہے کہ وہ دین کی نشر و اشاعت کا مرکز اور علم سیکھنے سکھانے کا ادارہ ہے۔ مسجد نبوی بھی علم کا ایک عظیم مرکز تھی' جس میں رسول اللہ ﷺ تعلیم کتاب و حکمت کا فریضہ بھی انجام دیتے تھے اور تربیت و تزکیۂ نفس کا بھی' اس لیے جب کوئی مسلمان مسجد میں آتا ہے تو اس کی نیت انہی بلند مقاصد کے حصول کی ہونی چاہیے' تبھی وہ مسجد کے بابرکت ماحول سے صحیح استفادہ کر سکے گا۔ ② مسجد میں غیر ضروری باتیں اور لڑائی جھگڑے مسجد کے ادب کے منافی ہیں' جن سے مسجد کا تقدس متاثر ہوتا ہے چنانچہ ایسی حرکتیں کرنے والا نہ صرف مسجد کی برکات سے محروم رہتا ہے بلکہ گناہ گار بھی شمار ہوتا ہے۔ ③ علوم دینیہ کا سلسلۂ درس و تدریس بھی ایک قسم کا جہاد ہے کیونکہ قتال فی سبیل اللہ کا مقصد لوگوں کو کفر کی گمراہی سے نکال کر اسلام کے نور سے مستفید کرنا ہے۔ چنانچہ اگر علم و تعلیم کے مراکز موجود نہیں ہوں گے تو غیر مسلموں اور نومسلموں کو اسلام کی تعلیم دینا مشکل ہو جائے گا اور جہاد کا اصل مقصد ہی فوت ہو جائے گا۔ ④ جو شخص مسجد میں نہ عبادت و ذکر الٰہی کے لیے آیا' نہ علم سیکھنے سکھانے کے لیے' اس نے کچھ بھی حاصل نہیں کیا' جس طرح کوئی شخص بازار میں' جا کر نہ کچھ خریدتا ہے' نہ بیچتا ہے' اسے کوئی دنیوی منافع حاصل نہیں ہوتا' بازار میں جو سامان پڑا ہے وہ اس کا نہیں' محض اسے دیکھ

٢٢٧ـ [إسناده حسن] أخرجه أحمد: ٢/ ٤١٨ من حديث حاتم بن إسماعيل به، وصححه ابن حبان، والحاكم، والذهبي، والبوصيري.

لینے سے اس کی کوئی ضرورت پوری نہیں ہوتی۔ وہ بازار سے کوئی بھی دنیوی فائدہ حاصل کیے بغیر لوٹ آتا ہے۔ اسی طرح مسجد میں بے مقصد جا کر بیٹھ رہنے والا آدمی دینی فوائد سے محروم رہتا ہے۔

٢٢٨- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ خَالِدٍ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي عَاتِكَةَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «عَلَيْكُمْ بِهٰذَا الْعِلْمِ قَبْلَ أَنْ يُقْبَضَ، وَقَبْضُهُ أَنْ يُرْفَعَ» وَجَمَعَ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ الْوُسْطٰى وَالَّتِي تَلِي الإِبْهَامَ هٰكَذَا، ثُمَّ قَالَ: «الْعَالِمُ وَالْمُتَعَلِّمُ شَرِيكَانِ فِي الأَجْرِ، وَلاَ خَيْرَ فِي سَائِرِ النَّاسِ».

٢٢٨- حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس علم (علم دین) کو اس کے قبض ہونے سے پہلے پہلے حاصل کرلو۔ قبض (ہونے کا مطلب) یہ ہے کہ اسے اٹھالیا جائے گا۔'' اس کے بعد آپ ﷺ نے درمیانی انگلی اور انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی ملا کر (اشارہ کیا اور) فرمایا: ''عالم اور طالب علم ثواب میں شریک ہیں اور دوسرے لوگوں میں کوئی خیر نہیں۔''

٢٢٩- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلاَلٍ الصَّوَّافُ: حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ الزِّبْرِقَانِ، عَنْ بَكْرِ بْنِ خُنَيْسٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو. قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ مِنْ بَعْضِ حُجَرِهِ، فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَإِذَا هُوَ بِحَلْقَتَيْنِ: إِحْدَاهُمَا يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ وَيَدْعُونَ اللهَ، وَالأُخْرٰى يَتَعَلَّمُونَ وَيُعَلِّمُونَ. فَقَالَ النَّبِيُّ: «كُلٌّ عَلٰى خَيْرٍ، هٰؤُلاَءِ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ وَيَدْعُونَ اللهَ، فَإِنْ

٢٢٩- حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: ایک دن رسول اللہ ﷺ اپنے ایک حجرۂ مبارک سے باہر نکلے اور مسجد میں تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ وہاں دو حلقے ہیں، ایک حلقے کے لوگ قرآن مجید کی تلاوت کررہے تھے اور اللہ سے دعائیں مانگ رہے تھے۔ دوسرے حلقے کے لوگ علم سیکھنے اور سکھانے میں مشغول تھے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''سب لوگ نیکی میں مشغول ہیں، یہ لوگ قرآن کی تلاوت کررہے ہیں اور اللہ سے دعائیں کررہے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو انھیں (ان کی مطلوبہ چیزیں) دے دے گا، اور اگر چاہے گا تو

٢٢٨ـ [إسناده ضعيف جدًا] أخرجه الطبراني في الكبير: ٨/ ٦٢، ح: ٧٨٧٥ من حديث عثمان بن أبي العاتكة به * علي بن يزيد ضعيف جدًا، وكذا تلميذه.

٢٢٩ـ [ضعيف] وضعفه العراقي * داود متروك، وشيخه ضعفه الجمهور، وابن زياد تقدم، ح: ٥٤، وللحديث لون آخر عند الدارمي، وإسناده ضعيف لضعف الإفريقي وشيخه.

شَاءَ أَعْطَاهُمْ وَإِنْ شَاءَ مَنَعَهُمْ، وَهٰؤُلَاءِ يَتَعَلَّمُونَ وَيُعَلِّمُونَ، وَإِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّماً» فَجَلَسَ مَعَهُمْ.

نہیں دے گا۔ اور یہ لوگ علم سیکھ رہے ہیں اور سکھا رہے ہیں اور مجھے بھی علم سکھانے والا بنا کر بھیجا گیا ہے۔" چنانچہ آپ ان کے ساتھ بیٹھ گئے۔

(المعجم ١٨) - بَابُ مَنْ بَلَّغَ عِلْماً (التحفة ١٨)

باب:۱۸-علم کی باتیں دوسروں تک پہنچانے والے کی فضیلت

٢٣٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ فُضَيْلٍ: حَدَّثَنَا لَيْثُ بْنُ أَبِي سُلَيْمٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبَّادٍ، أَبِي هُبَيْرَةَ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ زَيْدِ بنِ ثَابِتٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «نَضَّرَ اللهُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِي فَبَلَّغَهَا. فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ غَيْرُ فَقِيهٍ، وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ» زَادَ فِيهِ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: «ثَلَاثٌ لَا يُغَلُّ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ امْرِىءٍ مُسْلِمٍ: إِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلَّهِ، وَالنُّصْحُ لِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ، وَلُزُومُ جَمَاعَتِهِمْ».

۲۳۰-حضرت زید بن ثابت ؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش رکھے جس نے میرا کلام سنا' پھر اسے (دوسروں تک) پہنچا دیا۔ بعض لوگوں کے پاس فقہ کی بات ہوتی ہے' اور وہ خود فقیہ نہیں ہوتے۔ بعض لوگ فقہ کی بات اپنے سے زیادہ فقیہ آدمی تک پہنچا دیتے ہیں۔" علی بن محمد کی ایک روایت میں یہ اضافہ ہے: "مسلمان کا دل تین چیزوں میں خیانت نہیں کرتا' عمل کو خالصتاً اللہ کے لیے انجام دینا' مسلمانوں کے ائمہ کی خیر خواہی کرنا اور مسلمانوں کی جماعت میں شامل رہنا۔"

فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں حدیث کا علم حاصل کرنے اور اس کی تبلیغ و تعلیم کے شرف کا بیان ہے کہ یہ کام انجام دینے والوں کو اللہ کے رسول ﷺ نے دعا دی ہے۔ ② حدیث میں [نَضَّرَ اللّٰہ] کا لفظ ہے۔ اس کا اصل مفہوم دل کی خوشی کے اثرات کا چہرے پر ظاہر ہونا ہے جس کی وجہ سے چہرہ روشن اور چمکتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ ③ اس میں تعلیم حدیث کا ایک فائدہ بیان کیا گیا ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک آدمی کو حدیث یاد ہوتی ہے لیکن وہ استنباط اور اجتہاد نہیں کر سکتا۔ جب وہ حدیث دوسرے آدمی تک پہنچتی ہے تو وہ اس سے مختلف مسائل اخذ کر لیتا ہے۔ یا حدیث سنانے والے نے جو اس سے مسائل اخذ کیے ہیں' ہو سکتا ہے سننے والا اس سے زیادہ مسائل اخذ کر لے۔ ④ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اجتہاد کا دروازہ بند نہیں ہوا' ممکن ہے بعد کے زمانے کا ایک آدمی اپنے سے پہلے

٢٣٠ـ [حسن] أخرجه الطبراني في الكبير: ٥/ ١٥٤، ح: ٤٩٢٤ من حديث ابن نمير وغيره به، ليث تقدم، ح: ٢٠٨، ولحديثه شواهد قوية عند أبي داود، والحاكم وغيرهما.

زمانے والوں سے زیادہ اجتہاد کر سکتا ہو یا آئندہ زمانے میں ایسے حالات پیش آئیں کہ نئے اجتہاد کی ضرورت ہو' تب اس زمانے کے علماء ان احادیث کی روشنی میں شریعت کا منشا سمجھنے کی کوشش کریں جو ان تک پہنچی ہیں' لہٰذا جس طرح پہلے زمانے کے لوگ حدیث پڑھنے پڑھانے کی ضرورت رکھتے تھے' اسی طرح متاخر زمانہ والے بھی حدیث کی تعلیم و تعلم کے محتاج ہیں۔ ⑤ دل کے خیانت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان ان تین معاملات میں کوتاہی نہیں کرتا اور ان تین کاموں سے جی نہیں چراتا۔ اس سے ان تین اعمال کی اہمیت اور فضیلت واضح ہوتی ہے۔ ⑥ مسلمانوں کے ائمہ سے مراد علماء اور حکام ہیں۔ علماء کی خیر خواہی ان کا احترام اور خدمت ہے' اور ان کی غلطیوں سے درگزر کر کے ان کے صحیح اقوال پر عمل پیرا رہنا بھی اس میں شامل ہے' ہاں پورے احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے انھیں کسی غلطی پر متنبہ کیا جا سکتا ہے۔ حکام کی خیر خواہی یہ ہے کہ ان کے جو احکام شریعت سے متصادم نہ ہوں' ان کی تعمیل کی جائے اور جو احکامات شرعاً غلط ہوں' ان کی غلطی ان پر واضح کی جائے' نیز ان کی ہدایت اور اصلاح کے لیے دعا کی جائے' ان سے بغاوت نہ کی جائے تا کہ ملک میں فتنہ و فساد برپا نہ ہو۔ ⑦ مسلمانوں کی جماعت میں شامل رہنے کا مطلب یہ ہے کہ تفرقہ پیدا نہ کیا جائے اور کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جس سے مسلمانوں کے دشمنوں کو فائدہ اور مسلمانوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔

٢٣١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ السَّلَامِ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِالْخَيْفِ مِنْ مِنًى. فَقَالَ: «نَضَّرَ اللهُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِي فَبَلَّغَهَا، فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ غَيْرُ فَقِيهٍ، وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ».

٢٣١- حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منیٰ میں مقام خیف پر کھڑے ہو کر فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش رکھے جس نے میرا کلام سنا' پھر اسے (دوسروں تک) پہنچا دیا۔ بعض لوگوں کے پاس فقہ کی بات ہوتی ہے اور وہ فقیہ نہیں ہوتے۔ بعض لوگ فقہ کی بات اپنے سے زیادہ فقیہ آدمی تک پہنچا دیتے ہیں۔''

حدّثنا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا خَالِي، يَعْلَى؛ ح: وَحَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى، قَالاَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرٍ

محمد بن اسحاق کے دوسرے دو شاگردوں یعلیٰ اور سعید بن یحییٰ نے یہ روایت ان (محمد بن اسحاق) سے بیان کی تو محمد بن اسحاق اور امام زہری کے درمیان واسطہ بیان نہیں کیا۔

٢٣١ـ [حسن] أخرجه الطبراني في الكبير: ٢/ ١٢٧، ح١٥٤٢ من حديث ابن نمير به * ابن إسحاق عنعن، وشيخه عبدالسلام بن أبي الجنوب ضعيف، وللحديث شواهد كثيرة عند أحمد وغيره.

ابْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِنَحْوِهِ.

٢٣٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ، قَالاَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «نَضَّرَ اللهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِيثاً فَبَلَّغَهُ، فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَحْفَظُ مِنْ سَامِعٍ».

۲۳۲- حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش رکھے، جس نے ہماری کوئی بات سنی، پھر اسے (دوسروں تک) پہنچایا، بعض اوقات جسے حدیث پہنچائی جاتی ہے، وہ (براہ راست) سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والا ہوتا ہے۔''

فوائد ومسائل: ① حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نام کے متعدد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے احادیث مروی ہیں۔ اس حدیث کے راوی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔ جب صرف عبداللہ (صحابی) لکھا ہو تو مراد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہی ہوں گے۔ ② اس حدیث میں بشارت ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد بھی ہر دور میں حفاظ حدیث موجود رہیں گے اگرچہ ان کی تعداد کسی دور میں بہت زیادہ اور کسی دور میں کم ہوگی۔ ③ حفظ حدیث سے عموماً حدیث کو زبانی یاد رکھنا مراد لیا جاتا ہے لیکن تحریری طور پر حدیث کو محفوظ کر لینا بھی حفظ حدیث میں شامل ہے۔ ائمۂ حدیث نے دونوں طرح حدیث کو محفوظ کیا ہے بلکہ صحابۂ کرام میں سے متعدد حضرات حدیث تحریری طور پر محفوظ رکھتے تھے اور زبانی بھی یاد کرتے تھے اور روایت کرتے تھے۔ مثلاً: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما وغیرہ۔

٢٣٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ، أَمْلاَهُ عَلَيْنَا: حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، وَعَنْ رَجُلٍ آخَرَ هُوَ أَفْضَلُ فِي نَفْسِي مِنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ: خَطَبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ،

۲۳۳- حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے دن خطبہ دیا اور فرمایا: ''جو شخص حاضر ہے، وہ غیر موجود تک (میری یہ باتیں) پہنچا دے۔ بعض اوقات جس شخص کو بات پہنچائی جاتی ہے، وہ (براہِ راست) سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والا ہوتا ہے۔''

٢٣٢ـ [إسناده صحيح] أخرجه الترمذي، العلم، باب ماجاء في الحث علٰى تبليغ السماع، ح: ٢٦٥٧ من حديث شعبة به، وقال: 'حسن صحيح'، وصححه ابن حبان.

٢٣٣ـ [إسناده صحيح جليل] وأصله متفق عليه باختلاف يسير، البخاري، الحج، باب الخطبة أيام منىً، ح: ١٧٤١، ومسلم، القسامة، باب تغليظ تحريم الدماء . . . الخ، ح: ١٦٧٩.

فَقَالَ: «لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، فَإِنَّهُ رُبَّ مُبَلَّغٍ يُبَلَّغُهُ، أَوْعٰى لَهُ مِنْ سَامِعٍ».

٢٣٤- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ؛ ح: وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ: أَنْبَأَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ، عَنْ بَهْزِ ابْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ مُعَاوِيَةَ الْقُشَيْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَلاَ لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ».

۲۳۴- حضرت معاویہ قشیری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سنو! جو شخص موجود ہے' وہ غیر موجود تک پہنچادے۔''

فائدہ: غیر موجود میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو کسی دوسری جگہ پر موجود تھے' نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد نہیں سن رہے تھے اور وہ لوگ بھی شامل ہیں جو اس زمانے میں موجود نہیں تھے' بعد میں پیدا ہوئے' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے انھیں نبی علیہ السلام کے ارشادات سنائے۔

٢٣٥- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ: أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ الدَّرَاوَرْدِيُّ: حَدَّثَنِي قُدَامَةُ بْنُ مُوسٰى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحُصَيْنِ التَّمِيمِيِّ، عَنْ أَبِي عَلْقَمَةَ، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ يَسَارٍ، مَوْلَى ابْنِ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لِيُبَلِّغْ شَاهِدُكُمْ غَائِبَكُمْ».

۲۳۵- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے جو لوگ موجود ہیں' وہ انھیں پہنچادیں جو موجود نہیں۔''

٢٣٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ

۲۳۶- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے'

٢٣٤ـ [إسناده حسن] أخرجه أحمد: ٥/ ٥ من حديث بهز به، وحسنه البوصيري.

٢٣٥ـ [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، التطوع، باب من رخص فيهما ... الخ، ح:١٢٧٨، والترمذي، ح:٤١٩ عن أحمد بن عبدة من حديث قدامة به، وقال: "غريب" ❊ ابن الحصين مجهول (تقريب)، والحديث السابق يغني عنه.

٢٣٦ـ [حسن] أخرجه أحمد عن أبي المغيرة عن معان به، وهو ضعيف لين الحديث، وللحديث طريق حسن عند ابن عبدالبر في كتاب العلم.

الدِّمَشْقِيُّ: حَدَّثَنَا مُبَشِّرُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْحَلَبِيُّ، عَنْ مُعَانِ بْنِ رِفَاعَةَ، عَنْ عَبْدِالْوَهَّابِ بْنِ بُخْتٍ الْمَكِّيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «نَضَّرَ اللهُ عَبْداً سَمِعَ مَقَالَتِي فَوَعَاهَا، ثُمَّ بَلَّغَهَا عَنِّي. فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ غَيْرُ فَقِيهٍ، وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلٰى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ».

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش رکھے جس نے میرا کلام سنا' اسے یاد رکھا' پھر میری طرف سے (روایت کرتے ہوئے) اسے (دوسروں تک) پہنچادیا۔ بعض لوگوں کے پاس فقہ (اور علم) کی بات ہوتی ہے اور وہ خود فقیہ نہیں ہوتے۔ بعض لوگ فقہ کی بات اپنے سے زیادہ فقیہ آدمی تک پہنچادیتے ہیں۔''

(المعجم ١٩) - بَابُ مَنْ كَانَ مِفْتَاحاً لِلْخَيْرِ (التحفة ١٩)

باب:١٩- جو شخص نیکی کی چابی ہو

٢٣٧- حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ الْمَرْوَزِيُّ: أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي حُمَيْدٍ: حَدَّثَنَا حَفْصُ ابْنُ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ مِنَ النَّاسِ مَفَاتِيحَ لِلْخَيْرِ، مَغَالِيقَ لِلشَّرِّ، وَإِنَّ مِنَ النَّاسِ مَفَاتِيحَ لِلشَّرِّ، مَغَالِيقَ لِلْخَيْرِ، فَطُوبٰى لِمَنْ جَعَلَ اللهُ مَفَاتِيحَ الْخَيْرِ عَلٰى يَدَيْهِ، وَوَيْلٌ لِمَنْ جَعَلَ اللهُ مَفَاتِيحَ الشَّرِّ عَلٰى يَدَيْهِ».

٢٣٧- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کچھ لوگ نیکی کی چابیاں اور برائی کے تالے ہوتے ہیں اور کچھ لوگ برائی کی چابیاں اور نیکی کے تالے ہوتے ہیں۔ اس شخص کو مبارک ہو جس کے ہاتھ میں اللہ نے نیکی کی چابیاں دے دیں اور اس شخص کے لیے ہلاکت ہے جس کے ہاتھ میں اللہ نے برائی کی چابیاں دے دیں۔''

فوائد ومسائل: ① کسی شخص کے چابی اور تالا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ہاتھ میں نیکی یا برائی کی چابی ہے جس سے وہ اس کے دروازے کھولتا چلا جاتا ہے' چنانچہ جو شخص نیکی کی چابی والا ہوتا ہے' اسے اللہ تعالیٰ توفیق دیتا ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو نیکی کی طرف لائے' ایسا شخص برائی کا تالا ہوتا ہے' یعنی وہ گناہ کی راہیں بند کرتا اور لوگوں کو اس سے روکتا ہے۔ اس کے برعکس جو شخص شیطان کا ساتھی بن جائے وہ برائی کے دروازے کھولنے والا بن جاتا

٢٣٧- [إسناده ضعيف] أخرجه ابن أبي عاصم على اختلاف في السند * محمد بن أبي حميد ضعيف، وللحديث طرق ضعيفة عند ابن أبي عاصم وغيره.

ہے جس سے بہت سے لوگ گمراہ ہوتے ہیں اور جہنم کی راہ پر چلتے ہیں' ایسا شخص نیکی کے لیے تالا بن جاتا ہے' یعنی نیکی کے دروازے بند کرتا اور لوگوں کو سیدھی راہ سے روکتا ہے۔ ④ نیکی کی طرف بلانا' نیکی کے کام میں تعاون کرنا اور ایسے کام کرنا جس سے لوگ نیکی کی طرف راغب ہوں' بڑی سعادت کی بات ہے۔ خاص طور پر جب کہ اس شخص کے ہاتھ میں اقتدار واختیار بھی ہو۔ اس کے برعکس برائی کی طرف بلانا' گناہوں میں تعاون کرنا اور لوگوں کو گناہ کی طرف راغب کرنے کی کوشش کرنا شیطان کی اتباع اور بڑی شقاوت کی بات ہے' ایسا شخص جہنم کی راہ پر چلتا اور چلاتا ہے۔ جب اسے اقتدار واختیار مل جائے تو وہ زیادہ خطرناک ہوجاتا ہے اور اہل ایمان کے لیے فتنہ بن جاتا ہے' لہٰذا دائمی شقاوت اور تباہی یعنی جہنم کی سزا اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنها.

٢٣٨- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الأَيْلِيُّ، أَبُو جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّ هٰذَا الْخَيْرَ خَزَائِنُ، وَلِتِلْكَ الْخَزَائِنِ مَفَاتِيحُ فَطُوبٰى لِعَبْدٍ جَعَلَهُ اللهُ مِفْتَاحاً لِلْخَيْرِ، مِغْلاَقاً لِلشَّرِّ، وَوَيْلٌ لِعَبْدٍ جَعَلَهُ اللهُ مِفْتَاحاً لِلشَّرِّ، مِغْلاَقاً لِلْخَيْرِ».

٢٣٨- حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نیکی کے کچھ خزانے ہیں اور ان خزانوں کی چابیاں ہیں۔ مبارک ہے اس بندے کو جسے اللہ نے نیکی کی چابی اور برائی کا تالا بنا دیا' اور تباہی ہے اس بندے کے لیے جسے اللہ نے برائی کی چابی اور نیکی کا تالا بنا دیا۔''

فائدہ: بعض محققین نے مذکورہ دونوں روایتوں کو حسن قرار دیا ہے' تفصیل کے لیے دیکھیے: (الصحیحة' حدیث: ١٣٣٢' و ظلال الجنة' رقم: ٢٨٨' ٢٨٩)

(المعجم ٢٠) - بَابُ ثَوَابِ مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرَ (التحفة ٢٠)

باب: ٢٠- لوگوں کو نیکی کی تعلیم دینے والے کا ثواب

٢٣٩- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا

٢٣٩- حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں

٢٣٨ـ [إسناده ضعيف] أخرجه الأصبهاني في الحلية: ٨/ ٣٢٩ من حديث هارون بن سعيد به، وقال: "غريب" . . . الخ * عبدالرحمٰن بن زيد ضعيف كما في التقريب وغيره.

٢٣٩ـ [إسناده ضعيف] أخرجه الآجري في "أخلاق العلماء" * عثمان بن عطاء الخراساني ضعيف، وكذا أبوه، وحفص بن عمر مجهول (تقريب)، وله شواهد، منها الحديث السابق: (٢٢٣).

حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّهُ لَيَسْتَغْفِرُ لِلْعَالِمِ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَمَنْ فِي الأَرْضِ، حَتَّى الْحِيتَانَ فِي الْبَحْرِ».

نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا' آپ نے فرمایا: ''عالم کے لیے ہر وہ چیز دعائے مغفرت کرتی ہے جو آسمان میں ہے اور جو زمین میں ہے حتی کہ سمندر میں مچھلیاں بھی (اس کے حق میں دعائے مغفرت کرتی ہیں۔'')

فوائد ومسائل: ① بعض محققین نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے' تفصیل کے لیے دیکھیے: (التعليق الرغيب: ۵۹/۱'۶۰) ② آسمان کی مخلوقات سے مراد فرشتے ہیں اور زمینی مخلوقات میں تمام حیوانات' جمادات' حشرات' پرندے اور سمندری مخلوقات وغیرہ شامل ہیں۔ اور نیک آدمی کی برکات سے تمام مخلوقات مستفید ہوتی ہیں۔ ③ حیوانات و جمادات میں بھی شعور پایا جاتا ہے اگرچہ ہمیں اس کا احساس نہ ہو' اس لیے وہ اپنے اپنے طریقے سے اللہ کی عبادت بھی کرتے ہیں' انھیں اللہ کی محبت وخشیت بھی حاصل ہے۔ اسی وجہ سے وہ اللہ کے نیک بندوں سے محبت اور نافرمان گناہ گاروں سے نفرت رکھتے ہیں۔ ④ اس حدیث سے معلم اور مبلغ کا شرف اور اللہ کے ہاں ان کا بلند مقام ظاہر ہوتا ہے' یہ تعلیم وتبلیغ تقریر سے ہو یا تحریر سے یا تدریس کی صورت میں ہو بشرطیکہ وہ خود بھی اپنے علم کے مطابق عمل کریں۔

٢٤٠- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى الْمِصْرِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ، عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ، قَالَ: «مَنْ عَلَّمَ عِلْماً، فَلَهُ أَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهِ. لاَ يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِ الْعَامِلِ».

۲۴۰- حضرت معاذ بن انس ؓ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو (کسی کو) علم سکھاتا ہے' اسے اس پر عمل کرنے والے کے برابر ثواب ملتا ہے اور عمل کرنے والے کے ثواب میں کمی نہیں ہوتی۔''

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ علم سکھانا بھی ایک طرح کی تبلیغ ہے اور نیکی کی دعوت دینے والے کے لیے مذکورہ ثواب حدیث نمبر: ۲۰۵ اور ۲۰۶ میں بیان ہو چکا ہے۔

٢٤١- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي كَرِيمَةَ الْحَرَّانِيُّ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحِيمِ: حَدَّثَنِي زَيْدُ

۲۴۱- حضرت ابوقتادہ ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''انسان (مرنے کے بعد) اپنے پیچھے جو کچھ چھوڑ کر جاتا ہے ان میں سے بہترین چیزیں تین

٢٤٠ـ [إسناده حسن] انفرد به ابن ماجه.

٢٤١ـ [حسن] أخرجه النسائي في الكبرٰى، وصححه ابن حبان، والمنذري.

ابْنُ أَبِي أُنَيْسَةَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «خَيْرُ مَا يُخَلِّفُ الرَّجُلُ مِنْ بَعْدِهِ ثَلَاثٌ: وَلَدٌ صَالِحٌ يَدْعُو لَهُ، وَصَدَقَةٌ تَجْرِي يَبْلُغُهُ أَجْرُهَا، وَعِلْمٌ يُعْمَلُ بِهِ مِنْ بَعْدِهِ».

ہیں: نیک اولاد جو اس کے حق میں دعا کرے، صدقہ جاریہ جس کا ثواب اسے پہنچتا رہے، اور وہ علم جس پر اس کے بعد عمل ہوتا رہے۔''

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ: وَحَدَّثَنَا أَبُو حَاتِمٍ، [عَنْ] مُحَمَّدِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ سِنَانٍ الرَّهَاوِيُّ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ سِنَانٍ، يَعْنِي أَبَاهُ: حَدَّثَنِي زَيْدُ ابْنُ أَبِي أُنَيْسَةَ، عَنْ فُلَيْحِ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ. فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

(امام ابن ماجہ ؒ کے شاگرد) ابوالحسن القطان نے اپنے استاذ ابوحاتم کی سند سے ابوقتادہ سے یہی روایت سماع کے صیغے سے بیان کی ہے۔

فوائد ومسائل: ① انسان کی زندگی انتہائی مختصر اور محدود ہے۔ انسان کی کوشش ہونی چاہیے کہ اس مختصر مدت میں ایسے کام کر لے جو اسے موت کے بعد فائدہ دیں۔ ان میں سے وہ اعمال خاص اہمیت رکھتے ہیں جن کا ثواب مسلسل حاصل ہوتا رہے۔ ایسے اعمال کی وجہ سے وہ تھوڑے وقت میں بھی زیادہ کمائی کر سکتا ہے اس لیے انھیں بہترین ترکہ قرار دیا گیا ہے۔ ② انسان کو مرنے کے بعد ان اعمال کا ثواب ملتا رہتا ہے جن کا دوسروں کو فائدہ حاصل ہوتا رہے۔ اس حدیث میں بطور مثال تین چیزیں ذکر کی گئی ہیں۔ ③ اولاد اللہ کی عظیم نعمت ہے، خواہ بیٹے ہوں یا بیٹیاں۔ اس نعمت پر شکر ادا کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ان کی اچھی تعلیم وتربیت کا اہتمام کیا جائے تاکہ وہ اچھے مسلمان اور معاشرے کے مفید رکن بن سکیں۔ نیک اولاد زندگی میں بھی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دنیوی معاملات میں دست و بازو بنتی ہے اور والدین کی وفات کے بعد بھی ان کے لیے درجات کی بلندی کا باعث بنتی ہے۔ جب اولاد والدین کے حق میں خلوص سے دعا کرے تو فوت شدہ والدین کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور درجات بلند ہوتے ہیں۔ ④ فوت شدہ بزرگوں کے لیے دعا کا کوئی مخصوص وقت یا مخصوص طریقہ نہیں۔ قل، دسواں، چالیسواں، برسی وغیرہ محض رسمیں ہیں جو ہندوؤں کی نقل میں مسلمانوں نے اختیار کر لی ہیں، شرعی طور پر ان کا کوئی ثبوت نہیں، لہٰذا ان پر ثواب کی امید بھی نہیں رکھی جا سکتی۔ اس کے علاوہ ایصال ثواب کے مروج طریقے بھی قرآن وسنت سے ثابت نہیں ہیں۔ ⑤ صدقہ جاریہ سے مراد ایسی چیز ہے جس کا فائدہ دیر تک حاصل ہوتا رہے، مثلاً: جہاں لوگوں کو پانی کے حصول میں مشکل پیش آتی ہو وہاں پانی کا انتظام کرنا، کسی بے کار آدمی کو کوئی ہنر سکھا دینا جس سے وہ حلال روزی کما تا رہے وغیرہ۔ ⑥ کسی کو علم

سکھانا یا کوئی مفید علمی کام کرنا بھی ایک ایسا عمل ہے جس کا ثواب جاری رہتا ہے۔ محدثین کرام ؒ کی تصنیفات اور دوسری علمی تالیفات بھی اس میں شامل ہیں' جب تک ان سے استفادہ کیا جاتا رہے گا مصنفین کو ثواب پہنچتا رہے گا۔

٢٤٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ وَهْبِ بْنِ عَطِيَّةَ : حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ : حَدَّثَنَا مَرْزُوقُ بْنُ أَبِي الْهُذَيْلِ : حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ : حَدَّثَنِي أَبُو عَبْدِ اللهِ الأَغَرُّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : «إِنَّ مِمَّا يَلْحَقُ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَمَلِهِ وَحَسَنَاتِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ، عِلْماً عَلَّمَهُ وَنَشَرَهُ، وَوَلَداً صَالِحاً تَرَكَهُ، وَمُصْحَفاً وَرَّثَهُ، أَوْ مَسْجِداً بَنَاهُ أَوْ بَيْتاً لابْنِ السَّبِيلِ بَنَاهُ، أَوْ نَهْراً أَجْرَاهُ أَوْ صَدَقَةً أَخْرَجَهَا مِنْ مَالِهِ فِي صِحَّتِهِ وَحَيَاتِهِ، يَلْحَقُهُ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِ» .

۲۴۲- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مومن کو وفات کے بعد جو نیک عمل پہنچتے ہیں' ان میں یہ بھی ہیں: جس علم کی تعلیم دی اور اسے پھیلایا' نیک اولاد جو پیچھے چھوڑی' قرآن مجید کا نسخہ جو کسی کو وراثت میں ملا' مسجد جو اس نے تعمیر کی' مسافر خانہ جو اس نے قائم کیا' نہر جو اس نے جاری کی یا صدقہ جو اس نے اپنی زندگی میں صحت کی حالت میں نکالا' ان سب کا ثواب اس کی موت کے بعد اسے ملتا رہتا ہے۔''

فوائد و مسائل: ① بعض محققین نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے' تفصیل کے لیے دیکھیے: (التعليق الرغيب: ۵۸٬۵۷/۱ و ارواء الغليل: ۲۹/۶) ② اس حدیث میں بطور مثال چند اعمال کا ذکر کیا گیا ہے جو کسی کی وفات کے بعد بھی گناہوں کی معافی اور درجات کی بلندی کا باعث بنتے رہتے ہیں' گویا اس کا عمل اب بھی جاری ہے۔ ③ حدیث میں مذکور تمام اعمال ایسے ہیں جو فوت ہونے والے نے اپنی زندگی میں خود کیے تھے' بعد میں کسی کی طرف سے قرآن پڑھنا یا نماز ادا کرنا اس میں شامل نہیں۔ ④ صدقہ وہی افضل ہے جو انسان اپنی زندگی میں صحت کی حالت میں دیتا ہے۔ اسی طرح اللہ کی راہ میں کیے جانے والے دوسرے اخراجات کا حال ہے۔ جب کوئی شخص شدید بیمار ہو جائے اور محسوس ہو کہ اب آخری وقت قریب ہے اس وقت صدقہ خیرات کرنا یا اس کی وصیت کرنا وہ مقام نہیں رکھتا۔ حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا: کون سا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا: ''جو صدقہ تو اس وقت کرے جب تو تندرست ہو' مال سے محبت رکھتا ہو' فقر سے ڈرتا ہو اور تونگری کی امید رکھتا ہو۔ اور اتنی دیر نہ کر کہ جان حلق میں آ پہنچے پھر تو کہے فلاں کو اتنا اور فلاں کو اتنا دے دینا۔ اب تو وہ مال انہی کا ہو چکا۔'' (صحيح البخاري' الزكاة' باب: فضل صدقة الشحيح الصحيح' حديث: ۱۴۱۹)

٢٤٢ـ [إسناده ضعيف] أخرجه البيهقي في شعب الايمان، وصححه ابن خزيمة، وحسنه المنذري * الوليد لم يصرح بالسماع المسلسل، وشيخه ضعفه الجمهور .

٢٤٣- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدِ بْنِ كَاسِبٍ الْمَدَنِيُّ: حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ ابْنِ طَلْحَةَ، عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «أَفْضَلُ الصَّدَقَةِ أَنْ يَتَعَلَّمَ الْمَرْءُ الْمُسْلِمُ عِلْماً، ثُمَّ يُعَلِّمَهُ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ».

۲۴۳- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان آدمی کسی چیز کا علم حاصل کرے' پھر اپنے مسلمان بھائی کو اس کی تعلیم دے۔''

(المعجم ٢١) - بَابُ مَنْ كَرِهَ أَنْ يُوطَأَ عَقِبَاهُ (التحفة ٢١)

باب:۲۱- جس نے ساتھیوں کا پیچھے چلنا پسند نہ کیا

٢٤٤- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ شُعَيْبِ بْنِ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِيهِ قَالَ: مَا رُئِيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَأْكُلُ مُتَّكِئاً قَطُّ، وَلَا يَطَأُ عَقِبَيْهِ رَجُلَانِ.

۲۴۴- حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کو کبھی اس حال میں نہیں دیکھا گیا کہ آپ ٹیک لگا کر کھانا کھا رہے ہوں' نہ اس حال میں دیکھا گیا کہ دو آدمی آپ کے پیچھے پیچھے چل رہے ہوں۔

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ: وَحَدَّثَنَا حَازِمُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَجَّاجِ السَّامِيُّ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، قَالَ أَبُو الْحَسَنِ: وَحَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَصْرٍ الْهَمْدَانِيُّ، صَاحِبُ الْقَفِيزِ، حَدَّثَنَا مُوسَى ابْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ.

(امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کے شاگرد) ابوالحسن القطان نے اپنی عالی سند سے یہی حدیث حماد بن سلمہ کے دوسرے دو شاگردوں سے بھی بیان کی ہے۔

٢٤٣ـ [إسناده ضعيف] أخرجه المزي في تهذيب الكمال عن يعقوب به * الحسن عنعن، تقدم، ح: ١٧، وضعفه البوصيري.

٢٤٤ـ [صحيح] أخرجه أبوداود، الأطعمة، باب في الأكل متكئًا، ح: ٣٧٧١ عن موسى بن إسماعيل به * شعيب هو ابن محمد بن عبدالله بن عمرو، وقوله "عن أبيه" أي عن جده عبدالله بن عمرو كما في تحفة الأشراف: ٦/ ٣٠٢، ح: ٨٦٥٦، ونحوه في المستدرك: ٤/ ٢٧٩.

فوائد و مسائل: ① [مُتَّكِئًا] کا مطلب یہ ہے کہ کھانا کھاتے ہوئے کسی چیز سے ٹیک لگا کر بیٹھا جائے' بعض علماء نے اس کا مطلب ایک ہاتھ زمین پر ٹکا کر بیٹھنا یا چار زانو بیٹھنا بیان کیا ہے۔ چونکہ ٹیک لگا کر یا زمین پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنا متکبروں کا طریقہ ہے اور چار زانو بیٹھ کر وہ آدمی کھاتا ہے جو زیادہ کھانے کا عادی اور پیٹو ہو اس لیے نبی ﷺ نے اس سے پرہیز فرمایا۔ ② ایک آدمی آگے چل رہا ہو اور دوسرے لوگ اس کے پیچھے پیچھے چلیں' اس سے آگے والے کا تکبر ظاہر ہوتا ہے کہ وہ خود کو دوسروں سے افضل سمجھتا ہے اور نہیں چاہتا کہ دوسرے افراد اس کے برابر چلیں' علاوہ ازیں اس میں پیچھے چلنے والوں کی تحقیر ہے اور وہ بھی گویا اپنے آپ کو اس سے کم تر سمجھتے ہیں۔ ③ اس چیز کو احترام قرار نہیں دیا جا سکتا جس چیز کو اللہ کے رسول ﷺ نے ناپسند کیا ہو۔ ④ بعض لوگوں میں یہ رواج ہے کہ جب پیر یا بزرگ چارپائی پر بیٹھا ہو تو وہ اس کے پاس چارپائی پر نہیں بیٹھتے بلکہ زمین پر بیٹھتے ہیں۔ یہ بھی بہت غلط رواج ہے کیونکہ اس میں پیچھے پیچھے چلنے سے بھی زیادہ حقارت پائی جاتی ہے۔

٢٤٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى : حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ: حَدَّثَنَا مُعَانُ بْنُ رِفَاعَةَ: حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ يَزِيدَ قَالَ: سَمِعْتُ الْقَاسِمَ ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ، فِي يَوْمٍ شَدِيدِ الْحَرِّ نَحْوَ بَقِيعِ الْغَرْقَدِ، وَكَانَ النَّاسُ يَمْشُونَ خَلْفَهُ، فَلَمَّا سَمِعَ صَوْتَ النِّعَالِ وَقَرَ ذٰلِكَ فِي نَفْسِهِ، فَجَلَسَ حَتّٰى قَدَّمَهُمْ أَمَامَهُ، لِئَلَّا يَقَعَ فِي نَفْسِهِ شَيْءٌ مِنَ الْكِبْرِ.

٢٤٥- حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن نبی ﷺ شدید گرمی میں بقیع الغرقد کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔ دوسرے حضرات آپ ﷺ کے پیچھے چلے آ رہے تھے۔ آپ نے ان کے جوتوں کی آواز سنی تو ناگواری محسوس ہوئی' لہٰذا آپ علیہ السلام بیٹھ گئے حتی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو آگے نکل جانے دیا تا کہ آپ کے دل میں فخر کی کوئی کیفیت پیدا نہ ہو جائے۔

٢٤٦- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ نُبَيْحٍ الْعَنَزِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا مَشٰى، مَشٰى

٢٤٦- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: جب نبی ﷺ چلتے تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آپ سے آگے چلتے تھے اور آپ کے پیچھے فرشتوں کے لیے جگہ چھوڑ دیتے تھے۔

٢٤٥ـ [إسناده ضعيف] وضعفه البوصيري، وانظر، ح: ٢٢٨، ٢٤٥ لضعف معان وعلي بن يزيد.

٢٤٦ـ [حسن] أخرجه أحمد: ٣/ ٣٠٢ عن وكيع به، وصححه البوصيري * الثوري عنعن، وحديث أبي عوانة عن الأسود شاهد له عند أحمد: ٣/ ٣٩٧، ٣٩٨، ح: ١٥٣٥٥، وحديث شعبة (المستدرك: ٤/ ٢٨١) يخالفه، والله أعلم.

أَصْحَابُهُ أَمَامَهُ، وَتَرَكُوا ظَهْرَهُ لِلْمَلَائِكَةِ.

فوائد ومسائل: ① اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کچھ لوگ بزرگ شخصیت کے آگے چلیں اور کچھ پیچھے چلیں تو یہ درست ہے' ممنوع صرف اس وقت ہے جب سب لوگ پیچھے چلیں۔ ② بزرگ شخصیت کے آگے چلنا ادب کے منافی نہیں۔

(المعجم ٢٢) - بَابُ الْوَصَاةِ بِطَلَبَةِ الْعِلْمِ (التحفة ٢٢)

باب: ۲۲- طالبان علم کے حق میں وصیت

٢٤٧- **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ رَاشِدٍ الْمِصْرِيُّ: حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ عَبْدَةَ، عَنْ أَبِي هَارُونَ الْعَبْدِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: «سَيَأْتِيكُمْ أَقْوَامٌ يَطْلُبُونَ الْعِلْمَ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمْ فَقُولُوا لَهُمْ: مَرْحَباً مَرْحَباً بِوَصِيَّةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَاقْنُوهُمْ».

۲۴۷- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمھارے پاس لوگ علم کی تلاش میں آئیں گے۔ جب تم انھیں دیکھو تو کہو: مرحبا' خوش آمدید جن کے حق میں اللہ کے رسول ﷺ نے وصیت کی۔ اور انھیں وہ چیز دو جو ذخیرہ کیے جانے کے قابل ہے۔''

قُلْتُ لِلْحَكَمِ: مَا «اقْنُوهُمْ؟» قَالَ: عَلِّمُوهُمْ.

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کے استاذ محمد بن حارث فرماتے ہیں: میں نے اپنے استاذ حکم بن عبدہ سے پوچھا: قابل ذخیرہ چیز دینے کا کیا مطلب ہے؟ انھوں نے فرمایا: اس کا مطلب ہے کہ انھیں علم سکھاؤ۔

فوائد ومسائل: ① یہ روایت بعض محققین کے نزدیک حسن ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (الصحيحة' حديث: ۲۸۰) ② اس سے معلوم ہوا کہ حدیث نبوی وہ علم ہے جو انتہائی توجہ اور شوق سے حاصل کیے جانے کے لائق ہے۔ صحابۂ کرام نے نبیٔ اکرم ﷺ سے یہ علم حاصل کیا اور آپ ﷺ نے انھیں خوش خبری دی کہ ان سے بھی یہ علم حاصل کرنے کے لیے دور دراز سے لوگ آئیں گے۔ چنانچہ ہر دور میں مسلمان اس مبارک علم کے لیے ایک شہر سے دوسرے شہر بلکہ ایک ملک سے دوسرے ملک سفر کرتے رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ ③ مبارک باد کے لائق ہیں وہ طالبان علوم نبویہ جنھیں خوش آمدید کہنے کی وصیت خود نبیٔ اکرم ﷺ نے کی ہے' دوسرے علوم وفنون کو یہ شرف حاصل

٢٤٧ـ [إسناده ضعيف جدًا] أخرجه الترمذي، العلم، باب ماجاء في الاستيصاء بمن يطلب العلم، ح: ٢٦٥٠ من حديث أبي هارون به، وذكر كلامًا * وأبوهارون متروك، وكذبه حماد بن زيد وابن معين وغيرهما.

نہیں اگرچہ ان کا سیکھنا بھی مسلمان معاشرے کی ضرورت ہے۔ ④ علمائے دین کو چاہیے کہ طلبہ سے شفقت ومحبت کا اظہار کریں اور انھیں دینی علوم کے شرف اور مقام ومرتبہ سے آگاہ کریں تاکہ طلبہ توجہ اور محنت سے یہ علم حاصل کریں اور اس کے راستے میں آنے والی مشکلات کو صبر وحوصلہ سے برداشت کریں۔ ⑤ أَقْنُوهم (انھیں قابل ذخیرہ چیز دو) کا لفظ قُنْيَة سے ماخوذ ہے اور قنية اس چیز کو کہتے ہیں جسے جمع کیا جائے اور سنبھال کر رکھا جائے۔ علم بھی ایسی چیز ہے جسے زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی کوشش کی جانی چاہیے اور پھر اسے یاد رکھا جانا چاہیے۔ لکھ کر، دہرائی اور مذاکرہ کے ذریعے سے اسے ذہن نشین کرنا اور سمجھنا چاہیے تاکہ وہ محفوظ رہے اور فراموش ہو کر ضائع نہ ہو جائے۔

٢٤٨- **حَدَّثَنَا** عَبْدُ اللهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ زُرَارَةَ: حَدَّثَنَا الْمُعَلَّى بْنُ هِلاَلٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى الْحَسَنِ نَعُودُهُ حَتَّى مَلأْنَا الْبَيْتَ، فَقَبَضَ رِجْلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى أَبِي هُرَيْرَةَ نَعُودُهُ حَتَّى مَلأْنَا الْبَيْتَ، فَقَبَضَ رِجْلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ حَتَى مَلأْنَا الْبَيْتَ، وَهُوَ مُضْطَجِعٌ لِجَنْبِهِ، فَلَمَّا رَآنَا قَبَضَ رِجْلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: «إِنَّهُ سَيَأْتِيكُمْ أَقْوَامٌ مِنْ بَعْدِي يَطْلُبُونَ الْعِلْمَ، فَرَحِّبُوا بِهِمْ، وَحَيُّوهُمْ وَعَلِّمُوهُمْ».

۲۴۸- اسماعیل (بن مسلم) سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: ہم حضرت حسن (بصری) رحمہ اللہ کی عیادت کے لیے ان کے ہاں گئے (ہم لوگوں کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ) کمرہ ہم لوگوں سے بھر گیا حسن (بصری) رحمہ اللہ نے اپنے پاؤں سمیٹ لیے اور فرمایا: (ایک بار) ہم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیمار پرسی کے لیے ان کے ہاں گئے حتی کہ کمرہ بھر گیا تو انھوں نے بھی پاؤں سمیٹ لیے تھے اور فرمایا تھا: ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے حتی کہ کمرہ بھر گیا آپ ﷺ پہلو کے بل لیٹے ہوئے تھے۔ ہمیں دیکھ کر قدم مبارک سمیٹ لیے۔ پھر فرمایا: ”میرے بعد تمھارے پاس بہت سے لوگ علم کی طلب میں آئیں گے تم انھیں خوش آمدید کہنا انھیں دعائیں دینا اور انھیں تعلیم دینا۔“

قَالَ: فَأَدْرَكْنَا، وَاللهِ، أَقْوَاماً، مَا رَحَّبُوا بِنَا وَلاَ حَيَّوْنَا وَلاَ عَلَّمُونَا، إِلَّا بَعْدَ أَنْ كُنَّا نَذْهَبُ إِلَيْهِمْ فَيَجْفُونَا.

حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! ہمیں تو ایسے لوگ ملے جنھوں نے ہمیں نہ مرحبا کہا نہ دعائیں دیں اور تعلیم بھی اس طرح دی کہ ہم ان کے پاس جاتے تھے اور وہ ہم سے بے رخی کا اظہار کرتے تھے۔

٢٤٨ـ [إسناده موضوع] مُعلّى بن هلال كذاب، اتفق النقاد على تكذيبه.

فائدہ: حسن بصری رحمہ اللہ تابعی ہیں ان کے اساتذہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور کبار تابعین ہیں۔ ان حضرات کے متعلق یہ تصور کرنا دشوار ہے کہ وہ اپنے شاگردوں کے ساتھ نامناسب رویہ اختیار کرتے تھے۔

٢٤٩- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَنْقَزِيُّ : أَنْبَأَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي هَارُونَ الْعَبْدِيِّ قَالَ : كُنَّا إِذَا أَتَيْنَا أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ ، قَالَ : مَرْحَباً بِوَصِيَّةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ . إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لَنَا : «إِنَّ النَّاسَ لَكُمْ تَبَعٌ ، وَإِنَّهُمْ سَيَأْتُونَكُمْ مِنْ أَقْطَارِ الأَرْضِ يَتَفَقَّهُونَ فِي الدِّينِ ، فَإِذَا جَاءُوكُمْ فَاسْتَوْصُوا بِهِمْ خَيْراً» .

۲۴۹- ابوہارون عبدی سے روایت ہے' اس نے فرمایا: ہم لوگ جب حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو وہ فرماتے: انھیں خوش آمدید جن کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے وصیت کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فرمایا تھا: ''لوگ (دین میں) تمھارے تابع ہیں' وہ دنیا کے (دور دراز) علاقوں سے تمھارے پاس دین کی سمجھ حاصل کرنے کے لیے آئیں گے۔ میں وصیت کرتا ہوں کہ جب وہ تمھارے پاس آئیں تو ان سے بھلائی کرنا۔''

(المعجم ٢٣) - بَابُ الِانْتِفَاعِ بِالْعِلْمِ وَالْعَمَلِ بِهِ (التحفة ٢٣)

باب: ۲۳- علم سے فائدہ اٹھانا اور اس پر عمل کرنا

٢٥٠- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الأَحْمَرُ ، عَنِ ابْنِ عَجْلاَنَ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : كَانَ مِنْ دُعَاءِ النَّبِيِّ ﷺ : «اللَّهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لاَ يَنْفَعُ ، وَمِنْ دُعَاءٍ لاَ يُسْمَعُ ، وَمِنْ قَلْبٍ لاَ يَخْشَعُ ، وَمِنْ نَفْسٍ لاَ تَشْبَعُ» .

۲۵۰- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ کی ایک دعا یہ بھی تھی: [اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَایَنْفَعُ' وَمِنْ دُعَاءٍ لَایُسْمَعُ' وَمِنْ قَلْبٍ لَا یَخْشَعُ' وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ] ''اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں اس علم سے جو فائدہ نہ دے' اس دعا سے جو قبول نہ ہو' اس دل سے جو (تیرے سامنے) عاجزی نہ کرے اور اس نفس سے جو سیر نہ ہو۔''

٢٤٩ـ [ضعيف جدًا] انظر، ح: ٢٤٧ .

٢٥٠ـ [صحيح] أخرجه النسائي: ٨/ ٢٨٤، ح: ٥٥٣٨ من حديث أبي خالد به، وله شاهد حسن عند أبي داود، ح: ١٥٤٨، والنسائي، ح: ٥٥٣٩، وصححه الحاكم، والذهبي.

فوائد و مسائل: ① دعا بھی ایک عبادت ہے اس لیے رسول اللہ ﷺ مختلف موقعوں پر مختلف دعائیں کرتے تھے۔ اس میں امت کے لیے تعلیم بھی ہے کہ اس طرح دعا کیا کرو۔ ② قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں بہت سی دعائیں مذکور ہیں' انسان موقع محل کی مناسبت سے ان میں سے کوئی بھی دعا منتخب کر سکتا ہے۔ ویسے تو اپنے الفاظ میں اور اپنی زبان میں بھی دعا کرنا درست ہے لیکن زبان رسالت سے جو دعائیں ادا ہوئی ہیں ان کی سی برکت دوسری دعاؤں میں نہیں ہو سکتی۔ اس کے علاوہ ان الفاظ میں دعا مانگنے سے نبی اکرم ﷺ کی اقتدا و اتباع کا جو شرف حاصل ہوتا ہے' وہ دوسرے الفاظ سے نہیں ہو سکتا اگرچہ وہ الفاظ بظاہر کتنے ہی خوبصورت اور عمدہ ہوں۔ ③ علم نافع' جس کی دعا اس حدیث میں کی گئی ہے' اس سے مراد وہ علم ہے جس پر عمل بھی ہو کیونکہ عمل صالح ہی سے دنیا و آخرت میں فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ ④ وہ دعا جو سنی نہ جائے' یعنی قبول نہ ہو۔ اس سے پناہ کا مطلب یہ درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ میری تمام دعائیں قبول فرمائے اور مجھے پورے آداب کے ساتھ ایسی دعا کرنے کی توفیق بخشے جو اللہ کے ہاں شرف قبولیت حاصل کر سکے۔ ④ ''سیر نہ ہونے والے نفس'' سے مراد دنیا کی دولت' شہرت' منصب وغیرہ کا حریص نفس ہے۔ زیادہ سے زیادہ علم نافع کی طلب اور موجود علم سے سیر نہ ہونا ایک اچھی خصلت ہے' اس لیے حکم دیا گیا ہے: ﴿وَقُل رَّبِّ زِدْنِی عِلْمًا﴾ (طٰہ: ۱۱۴) ''(اے نبی!) آپ کہیے: اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔'' ⑤ اس میں علم نافع کی فضیلت ہے کیونکہ اس کے لیے خود رسول اللہ ﷺ نے بھی دعا کی ہے۔

٢٥١ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «اللَّهُمَّ! انْفَعْنِي بِمَا عَلَّمْتَنِي، وَعَلِّمْنِي مَا يَنْفَعُنِي، وَزِدْنِي عِلْماً. وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ».

۲۵۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ فرمایا کرتے تھے: [اَللّٰھُمَّ انْفَعْنِی بِمَا عَلَّمْتَنِی' وَعَلِّمْنِی مَا یَنْفَعُنِی' وَزِدْنِی عِلْمًا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ] ''اے اللہ! تو مجھے جو علم نصیب فرمائے اس سے مجھے فائدہ پہنچا اور مجھے وہ علم دے جو مجھے فائدہ دے اور میرے علم میں اضافہ فرما۔ اور ہر حال میں اللہ کی تعریف ہے۔''

فوائد و مسائل: ① ہمارے فاضل محقق نے اس روایت کو سنداً ضعیف قرار دیا ہے اور مزید لکھا ہے کہ اس حدیث کے بعض حصے کے شواہد مستدرک حاکم میں ہیں لیکن ان کی صحت و ضعف کی طرف اشارہ نہیں کیا' جبکہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت میں مذکور لفظ [والحمد لله على كل حال] کے علاوہ باقی روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ تفصیل کے

٢٥١ـ [إسناده ضعيف] أخرجه الترمذي، الدعوات، باب "سبق المفردون . . . الخ"، ح: ٣٥٩٩ من حديث ابن نمير به، وذكر كلامًا * موسى بن عبيدة ضعيف، وشيخه مجهول (تقريب)، ولبعض الحديث شواهد عند الحاكم: ١/ ٥١٠.

لیے دیکھیے: (المشكاة' التحقيق الثاني للألباني' حديث:٣٤٩٣) ② اس میں علم نافع کے حصول کی درخواست کے ساتھ ساتھ یہ دعا بھی ہے کہ جو علم پہلے حاصل ہو چکا ہے' اللہ اسے بھی نفع بخش بنا دے۔

٢٥٢- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ و[سُرَيْجُ] ابْنُ النُّعْمَانِ. قَالاَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَعْمَرٍ، أَبِي طُوَالَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ تَعَلَّمَ عِلْماً مِمَّا يُبْتَغٰى بِهِ وَجْهُ اللهِ، لاَ يَتَعَلَّمُهُ إِلَّا لِيُصِيبَ بِهِ عَرَضاً مِنَ الدُّنْيَا، لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» يَعْنِي: رِيحَهَا.

٢٥٢- حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے' اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''جو علم اللہ کی رضا کے لیے حاصل کیا جاتا ہے' جس نے اسے دنیا کا مال و متاع حاصل کرنے کے لیے سیکھا' اسے قیامت کے دن جنت کی خوشبو نہیں آئے گی۔''

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ: أَنْبَأَنَا أَبُو حَاتِمٍ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ: حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

(امام ابن ماجہ ؒ کے شاگرد) ابو الحسن القطان نے اپنی عالی سند سے یہی حدیث فلیح بن سلیمان کے شاگرد سعید بن منصور سے بھی بیان کی ہے۔

فوائد و مسائل: ① جس طرح دوسرے نیک اعمال کے لیے اخلاص نیت شرط ہے اسی طرح حصول علم کے لیے بھی خلوص ضروری ہے۔ ② علم حاصل کرتے وقت یہ نیت نہیں ہونی چاہیے کہ اس سے دنیوی فوائد حاصل ہوں گے۔ صاحب اخلاص کو اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی ذلیل نہیں فرماتا اور اپنے فضل سے اس کی دنیاوی ضروریات پوری ہونے کے اسباب مہیا فرما دیتا ہے' اس لیے یہ سوچ کر دینی علم سے محروم نہیں رہنا چاہیے کہ عالم دین کو دنیا نہیں ملتی۔ ③ جنت کی خوشبو نہ آنے کا مطلب یہ ہے کہ جنت سے بہت دور ہو گا حتی کہ جنت کا نظر آنا تو درکنار اس کی خوشبو بھی نہیں پہنچے گی۔ دنیا میں ایسا ہوتا ہے کہ جہاں نظر نہیں پہنچتی وہاں خوشبو پہنچ جاتی ہے۔ جنت سے اس قدر دوری کا مطلب یہ ہے کہ وہ جہنم میں جائے گا۔ اَعَاذَنَا اللهُ مِنهَا. ④ دنیا کمانے کے لیے دینی علم سیکھنے سے اس لیے منع کیا گیا ہے کہ ایسا شخص دنیا کے لالچ میں غلط مسائل بیان کرتا ہے تاکہ لوگ اس سے خوش ہو کر اس کی خدمت کرتے رہیں۔ اس طرح وہ ہدایت کے بجائے گمراہی پھیلانے والا بن جاتا ہے۔ ⑤ دنیوی علوم اس غرض سے حاصل کرنا کہ ان کے ذریعے سے رزق

٢٥٢ـ [إسناده حسن] أخرجه أبوداود، العلم، باب في طلب العلم لغير الله، ح:٣٦٦٤ عن ابن أبي شيبة به مختصرًا، وصححه ابن حبان، والحاكم، والذهبي.

حلال کمایا جائے' اس وعید میں شامل نہیں۔

٢٥٣- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: حَدَّثَنَا أَبُو كَرِبٍ الأَزْدِيُّ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: «مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ، أَوْ لِيُبَاهِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ، أَوْ لِيَصْرِفَ وُجُوهَ النَّاسِ إِلَيْهِ، فَهُوَ فِي النَّارِ».

٢٥٣- حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اس لیے علم حاصل کرتا ہے کہ بے علم (عوام) سے بحث کرے یا علماء کے مقابلے میں فخر کا اظہار کرے یا لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرائے' وہ جہنم میں جائے گا۔''

فوائد و مسائل: ① جو شخص بغیر اخلاص کے علم حاصل کرتا ہے اس کا مقصد عام طور پر یہی باتیں ہوتی ہیں جو حدیث میں مذکور ہوئیں۔ ایسا شخص نیت کی خرابی کے جرم میں جہنم کی سزا کا مستحق ہوگا۔ ② بے عمل علماء عام طور پر نئے نئے مسئلے نکالتے رہتے ہیں تاکہ عوام انھیں عالم سمجھیں۔ خصوصاً ایسے اجتہادی مسائل جن میں سلف کے درمیان اختلاف رہا ہے یا ایک عمل دو طریقوں سے جائز ہے اور ان میں سے ایک طریقہ رائج ہو گیا ہے' ان میں نئے سرے سے اختلاف پیدا کرنا مستحسن نہیں' البتہ اگر کوئی مسنون عمل معاشرہ میں متروک ہو گیا ہے یا کوئی بدعت رائج ہو گئی ہے تو اس سنت کا احیاء اور بدعت کی تردید ضروری ہے۔ ③ اگر کسی مقام پر اختلافی مسئلہ بیان کرنے کی ضرورت ہو تو اسے اس انداز سے بیان کرنا چاہیے جس سے دوسرا موقف رکھنے والے علماء کی تحقیر اور توہین نہ ہو۔ اور اگر کسی عالم سے بحث مباحثہ کی نوبت آ جائے تو مخاطب کا پورا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے ادب کے دائرے میں بات چیت ہونی چاہیے' گالی گلوچ علماء کی شان کے لائق نہیں بلکہ ایسی حرکتیں عدم خلوص کی علامت ہیں۔ ④ بعض لوگوں کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ عوام میں ان کا نام زیادہ مشہور ہو اور ان کے نام کے ساتھ لمبے چوڑے القاب لکھے اور بولے جائیں یا کسی مذہبی اور سیاسی تنظیم میں ان کو اونچا عہدہ اور منصب ملے' اس مقصد کے لیے وہ اپنی تشہیر اور دوسرے علماء کی تحقیر کے لیے طرح طرح کے ہتھکنڈے اختیار کرتے ہیں۔ یہ سب کام خلوص سے محرومی کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ علماء کو چاہیے کہ اپنی ذات کا کڑا احتساب کرتے رہیں تاکہ شیطان کے داؤ سے محفوظ رہ سکیں۔ اس سلسلہ میں ''تلبیس ابلیس'' (مصنفہ علامہ ابن الجوزی ؒ) امام ابن القیم کی ''الداء والدواء'' اور اس قسم کی دوسری کتابوں کا مطالعہ مفید ہے۔ ⑤ بعض محققین نے شواہد کی بنا پر اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (المشكاة للألباني' حدیث: ۲۲۵' ۲۲۶) علاوہ ازیں ہمارے فاضل محقق نے بھی تحقیق میں اس کے شواہد کا تذکرہ کیا ہے لیکن ان کی صحت و ضعف کی طرف اشارہ نہیں کیا۔ بہرحال روایت شواہد کی وجہ سے قابل حجت ہے۔ واللہ اعلم۔

٢٥٣_ [إسناده ضعيف] * حماد ضعيف، وشيخه مجهول(تقريب)، وللحديث شواهد عند الترمذي، ح: ٢٦٥٤.

٢٥٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى : حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ: أَنْبَأَنَا يَحْيَـى بْنُ أَيُّوبَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ، قَالَ: «لاَ تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ لِتُبَاهُوا بِهِ الْعُلَمَاءَ، وَلاَ لِتُمَارُوا بِهِ السُّفَهَاءَ، وَلاَ تَخَيَّرُوا بِهِ الْمَجَالِسَ. فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ، فَالنَّارُ النَّارُ».

۲۵۴- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''علم اس لیے حاصل نہ کرو کہ علماء کے مقابلہ میں فخر کا اظہار کرو' نہ اس لیے کہ کم عقل لوگوں سے بحث کرو' نہ اس لیے کہ مجلس میں ممتاز مقام حاصل کرو۔ جس نے ایسا کیا تو (اس کے لیے) آگ ہے' آگ ہے۔''

فوائد و مسائل: ① بعض محققین نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھیے: (صحیح الترغیب للألبانی' حدیث:۱۰۲) نیز ہمارے محقق نے بھی اس کے دیگر شواہد کا تذکرہ کیا ہے لیکن ان کی صحت وضعف کی طرف اشارہ نہیں کیا' بہر حال یہ روایت شواہد کی بنا پر قابل حجت ہے۔ ② [فَالنَّارُ النَّارُ] کا جملہ دو طرح پڑھا گیا ہے۔ اگر پیش سے [فَالنَّارُ النَّارُ] پڑھا جائے تو وہ ترجمہ ہوگا جو بیان ہوا۔ اگر زبر سے فَالنَّارَ النَّارَ پڑھا جائے تو مطلب یہ ہوگا ''یہ آگ کا مستحق ہے۔'' یا ''اسے چاہیے کہ آگ سے ڈرے۔''

٢٥٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ : أَنْبَأَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ يَحْيَـى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْكِنْدِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: «إِنَّ أُنَاساً مِنْ أُمَّتِي سَيَتَفَقَّهُونَ فِي الدِّينِ، وَيَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ، وَيَقُولُونَ: نَأْتِي الأُمَرَاءَ فَنُصِيبُ مِنْ دُنْيَاهُمْ وَنَعْتَزِلُهُمْ بِدِينِنَا، وَلاَ يَكُونُ ذٰلِكَ، كَمَا لاَ يُجْتَنٰى مِنَ الْقَتَادِ إِلَّا الشَّوْكُ، كَذٰلِكَ لاَ يُجْتَنٰى مِنْ قُرْبِهِمْ إِلَّا».

۲۵۵- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے کچھ لوگ دین کا علم حاصل کریں گے اور قرآن پڑھیں گے۔ (پھر) وہ کہیں گے: ہم حکمرانوں کے پاس جاتے ہیں' ان کی دنیا سے کچھ حاصل کر لیں گے اور اپنا دین بچا کر الگ ہو جائیں گے۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ جس طرح قتاد (ایک قسم کا کانٹوں والا درخت) سے صرف کانٹے ہی حاصل ہو سکتے ہیں (پھل نہیں) اس طرح ان کے پاس جا کر کچھ حاصل نہیں ہوگا سوائے......''

٢٥٤ـ [إسناده ضعيف] أخرجه ابن عبدالبر في العلم، وصححه ابن حبان، ح: ٩٠، والحاكم: ١/ ٨٦، والذهبي
* ابن جريج وشيخه عنعنا، وله شواهد.

٢٥٥ـ [إسناده ضعيف] * الوليد بن مسلم "ثقة لكنه كثير التدليس والتسوية" (تقريب) وعنعن.

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ: كَأَنَّهُ يَعْنِي: الْخَطَايَا.

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کے استاد محمد بن صباح رحمہ اللہ نے فرمایا: یعنی سوائے گناہوں کے۔

٢٥٦- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، وَمُحَمَّدُ ابْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالاَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ مُحَمَّدٍ الْمُحَارِبِيُّ: حَدَّثَنَا عَمَّارُ بْنُ سَيْفٍ، عَنْ أَبِي مُعَاذٍ الْبَصْرِيِّ؛ ح: وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، عَنْ عَمَّارِ بْنِ سَيْفٍ، عَنْ أَبِي مُعَاذٍ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «تَعَوَّذُوا بِاللهِ مِنْ جُبِّ الْحُزْنِ» قَالُوا: يَارَسُولَ اللهِ! وَمَا جُبُّ الْحُزْنِ؟ قَالَ: «وَادٍ فِي جَهَنَّمَ يَتَعَوَّذُ مِنْهُ جَهَنَّمُ كُلَّ يَوْمٍ أَرْبَعَمِائَةِ مَرَّةٍ» قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ! وَمَنْ يَدْخُلُهُ؟ قَالَ: «أُعِدَّ لِلْقُرَّاءِ الْمُرَائِينَ بِأَعْمَالِهِمْ، وَإِنَّ مِنْ أَبْغَضِ الْقُرَّاءِ إِلَى اللهِ الَّذِينَ يَزُورُونَ الأُمَرَاءَ».

٢٥٦- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''جُبُّ الْحُزْن سے اللہ کی پناہ مانگو۔'' صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! جُبُّ الْحُزْن (غم کا کنواں) کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: ''جہنم کی ایک وادی ہے جس سے باقی جہنم بھی روزانہ چار سو دفعہ پناہ مانگتی ہے۔'' انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اس میں کون داخل ہوگا؟ فرمایا: ''یہ وادی ان قاریوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو اپنے اعمال میں ریاکاری کرتے ہیں اور اللہ کے ہاں سب سے قابل نفرت قُرّاء وہ ہیں جو حکمرانوں سے ملاقاتیں کرتے ہیں۔''

قَالَ الْمُحَارِبِيُّ: الْجَوَرَةَ. قال أبوالحَسَن: حَدَّثَنَا حَازِمُ بْنُ يَحْيٰى: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، ومُحَمَّدُ بْنُ نُمَيرٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابنُ نُمَيرٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ النَّصرِيِّ، وكَانَ ثِقَةً، ثم ذَكَرَ الحَدِيثَ نَحْوَهُ بِإِسْنَادِهِ.

محاربی نے فرمایا: یعنی ظالم حکمرانوں سے ملتے ہیں۔

ابوالحسن القطان رحمہ اللہ نے معاویۃ النصری اور وہ ثقہ تھے کی سند سے سابقہ روایت کی مثل حدیث بیان کی۔

حدّثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَصْرٍ: حَدَّثَنَا أَبُوغَسَّانَ، مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے ایک دوسری سند سے (حدیث کے راوی ابن سیرین) کے بارے میں راوی کا تردد بھی

٢٥٦ـ [إسناده ضعيف] أخرجه الترمذي، الزهد، باب، ح:٢٣٨٣ من حديث المحاربي به، وقال: "حسن غريب" * عمار ضعيف الحديث وكان عابدًا، وشيخه مجهول(تقريب).

عَمَّارُ بْنُ سَيْفٍ، عَنْ أَبِي مُعَاذٍ، قَالَ مَالِكُ ابْنُ إِسْمَاعِيلَ: قَالَ عَمَّارٌ: لاَ أَدْرِي مُحَمَّدٌ أَوْ أَنَسُ بْنُ سِيرِينَ.

بیان کیا کہ وہ محمد بن سیرین ہے یا انس بن سیرین۔

۲۵۷- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، وَالْحُسَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَالاَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ النَّصْرِيِّ، عَنْ نَهْشَلٍ، عَنِ الضَّحَّاكِ، عَنِ الأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: لَوْ أَنَّ أَهْلَ الْعِلْمِ صَانُوا الْعِلْمَ وَوَضَعُوهُ عِنْدَ أَهْلِهِ لَسَادُوا بِهِ أَهْلَ زَمَانِهِمْ، وَلٰكِنَّهُمْ بَذَلُوهُ لِأَهْلِ الدُّنْيَا لِيَنَالُوا بِهِ مِنْ دُنْيَاهُمْ، فَهَانُوا عَلَيْهِمْ، سَمِعْتُ نَبِيَّكُمْ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ جَعَلَ الْهُمُومَ هَمًّا وَاحِداً، هَمَّ آخِرَتِهِ، كَفَاهُ اللهُ هَمَّ دُنْيَاهُ، وَمَنْ تَشَعَّبَتْ بِهِ الْهُمُومُ فِي أَحْوَالِ الدُّنْيَا، لَمْ يُبَالِ اللهُ فِي أَيِّ أَوْدِيَتِهَا هَلَكَ».

۲۵۷- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: اگر علماء علم کی حفاظت کرتے اور اسے اہل لوگوں کے سامنے پیش کرتے تو (اس کی برکت سے) اپنے زمانے والوں کے سردار بن جاتے۔ لیکن انھوں نے علم دنیا داروں کی خدمت میں پیش کر دیا تا کہ اس کے ذریعے سے ان کی دنیا میں سے کچھ حاصل کر لیں، چنانچہ وہ ان (کی نگاہوں) میں بے قدر ہو گئے۔ میں نے تمھارے نبی ﷺ سے یہ ارشاد مبارک سنا ہے: ’’جس شخص نے اپنے تمام تفکرات کو ایک ہی فکر یعنی فکر آخرت میں ڈھال لیا، اللہ اسے دنیا کے تفکرات سے بچا لیتا ہے، اور جسے مختلف معاملات دنیاوی کی فکر رہتی ہے (اور وہ ان میں مشغول ہو کر آخرت کو فراموش کر دیتا ہے) اللہ کو اس کی کوئی پروا نہیں ہوتی کہ کس وادی میں جا کر تباہ ہوتا ہے۔‘‘

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ: حَدَّثَنَا حَازِمُ بْنُ يَحْيٰى: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ، قَالاَ: حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ النَّصْرِيِّ، وَكَانَ ثِقَةً، ثُمَّ ذَكَرَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِهِ بِإِسْنَادِهِ.

(امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کے شاگرد) أبو الحسن القطان نے یہ روایت اپنی عالی سند سے ابن نمیر کے دوسرے دو شاگردوں ابوبکر بن ابی شیبہ اور محمد بن عبداللہ بن نمیر سے بھی سابقہ روایت کی طرح بیان کی۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو دنیا کے معاملات میں بھی آخرت کے فائدہ اور

۲۵۷۔ [إسناده ضعيف جدًا] أخرجه ابن أبي شيبة، وضعفه البوصيري * نهشل بن سعيد متروك، وكذبه إسحاق بن راهويه، وانظر، ح: ٤١٠٦.

نقصان کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔مومن آخرت کے فائدہ کے لیے دنیا کا نقصان برداشت کر لیتا ہے اس لیے اس کو اس قربانی پر غم اور افسوس نہیں ہوتا بلکہ خوشی ہوتی ہے' اس طرح وہ دنیا کے تفکرات سے گویا محفوظ ہو جاتا ہے۔② آخرت کو فراموش کرنے کا برا نتیجہ دنیا میں بھی ملتا ہے اور وہ یہ کہ انسان ہمیشہ فکر و غم میں مبتلا رہتا ہے' اس سے جو چیز چھن جاتی ہے اس پر سخت غمگین ہوتا ہے جبکہ مومن کو کوئی مصیبت پیش آتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے کیونکہ اسے آخرت میں بہتر جزا ملنے کی امید ہوتی ہے۔③ بعض محققین نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔

٢٥٨- حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَخْزَمَ، [وَأَبُوبَدْرٍ]، عَبَّادُ بْنُ الْوَلِيدِ، قَالاَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ الْهُنَائِيُّ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ الْهُنَائِيُّ، عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ، عَنْ خَالِدِ بْنِ دُرَيْكٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِغَيْرِ اللهِ، أَوْ أَرَادَ بِهِ غَيْرَ اللهِ، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ».

٢٥٨- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے غیر اللہ کے لیے علم طلب کیا یا اس سے اللہ کے سوا کسی اور کا ارادہ کیا' اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔''

٢٥٩- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَاصِمٍ الْعَبَّادَانِيُّ: حَدَّثَنَا بَشِيرُ بْنُ مَيْمُونٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَشْعَثَ بْنَ سَوَّارٍ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «لاَ تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ لِتُبَاهُوا بِهِ الْعُلَمَاءَ، أَوْ لِتُمَارُوا بِهِ السُّفَهَاءَ، أَوْ لِتَصْرِفُوا وُجُوهَ النَّاسِ إِلَيْكُمْ، فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ، فَهُوَ فِي النَّارِ».

٢٥٩- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ ارشاد مبارک سنا ہے: ''علم کو اس غرض سے حاصل نہ کرو کہ علماء کے مقابلے میں فخر کا اظہار کرو یا کم عقل لوگوں سے بحث کرو' یا لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرو۔جس نے یہ کام کیا' وہ جہنمی ہے۔''

٢٦٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ:

٢٦٠- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ

٢٥٨ـ [إسناده ضعيف] أخرجه الترمذي، العلم، باب فيمن يطلب بعلمه الدنيا، ح: ٢٦٥٥ من حديث محمد بن عباد به، وقال: "حسن غريب" * خالد بن دريك لم يدرك ابن عمر رضي الله عنهما.

٢٥٩ـ [ضعيف] وقال البوصيري: "هٰذا إسناد ضعيف" * بشير بن ميمون متروك متهم، وأشعث بن سوار ضعيف (تقريب)، وللحديث شواهد، منها الحديث السابق، ح: ٢٥٤.

٢٦٠ـ [ضعيف] قال البوصيري: "هٰذا إسناد ضعيف لاتفاقهم علٰى ضعف عبدالله بن سعيد"، وهو متروك كما في ◀◀

أَنْبَأَنَا وَهْبُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الأَسَدِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ لِيُبَاهِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ، وَيُجَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ، وَيَصْرِفَ بِهِ وُجُوهَ النَّاسِ إِلَيْهِ أَدْخَلَهُ اللهُ جَهَنَّمَ».

ﷺ نے فرمایا: ''جس نے علم اس لیے حاصل کیا کہ اس کی وجہ سے علماء کے مقابلے میں فخر کرے یا کم عقل لوگوں سے بحث کرے یا لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرے تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل کرے گا۔''

(المعجم ٢٤) - بَابُ مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ فَكَتَمَهُ (التحفة ٢٤)

باب: ۲۴- علم کی بات پوچھے جانے پر علم چھپانے والے (کے گناہ) کا بیان

٢٦١- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ: حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ زَاذَانَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَكَمِ: حَدَّثَنَا عَطَاءٌ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَا مِنْ رَجُلٍ يَحْفَظُ عِلْماً فَيَكْتُمُهُ، إِلاَّ أُتِيَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلْجَماً بِلِجَامٍ مِنَ النَّارِ».

۲۶۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کو علم (کا کوئی مسئلہ) یاد ہو' پھر اس نے چھپالیا' وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اسے آگ کی لگام پڑی ہوگی۔''

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ، أَيِ الْقَطَّانُ: وَحَدَّثَنَا أَبُو حَاتِمٍ: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا عُمَارَةُ ابْنُ زَاذَانَ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

(امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کے شاگرد) ابوالحسن القطان نے یہ روایت اپنی عالی سند سے عمارہ بن زاذان کے دوسرے شاگرد ابوالولید کی سند سے بھی اسی طرح بیان کی۔

فوائد ومسائل: ① امام خطابی رحمہ اللہ نے فرمایا: اس سے وہ علم مراد ہے جس کا سائل کو علم ہونا انتہائی ضروری ہے' مثلاً: نماز کا طریقہ وغیرہ۔ نفلی علوم کے بارے میں یہ وعید لازم نہیں آتی' مثلاً: نحو' صرف یا منطق وفلسفہ کا علم۔ ② بعض اوقات ایک مسئلہ سائل کی ذہنی سطح سے بلند ہوتا ہے جسے سمجھنا اس کے لیے دشوار ہوتا ہے' مثلاً: ایک عام آدمی جو صرف یہ سمجھ سکتا ہے کہ حدیث صحیح ہوتی ہے یا ضعیف۔ وہ اگر ضعف کے اسباب یا کسی راوی کے بارے میں علمائے جرح و

◀ التقريب، وله شواهد منها، ح: ٢٥٤، ٢٥٩.

٢٦١ـ [حسن] أخرجه أبوداود، العلم، باب كراهية منع العلم، ح: ٣٦٥٨، والترمذي، ح: ٢٦٤٩ من حديث علي بن الحكم به، وقال: "حسن"، وصححه ابن حبان، ح: ٩٥، وله شواهد عند ابن حبان، ح: ٩٦، والحاكم: ١٠٢/١ وغيرهما.
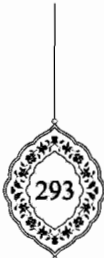
تعدیل کے اقوال کے بارے میں سوال کرے تو اسے مناسب طریقے سے ٹالا جا سکتا ہے جیسے نبی ﷺ سے سوال کیا گیا کہ چاند کے گھٹنے بڑھنے کی کیا وجہ ہے تو اللہ تعالیٰ نے جواب میں وجہ بیان کرنے کی بجائے اس کی حکمت اور فائدہ بیان فرما دیا۔ ارشاد ہے: ﴿یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الۡاَہِلَّۃِ قُلۡ ہِیَ مَوَاقِیۡتُ لِلنَّاسِ وَالۡحَجِّ﴾ (البقرة:١٨٩) ''لوگ آپ سے چاند کے متعلق سوال کرتے ہیں' فرما دیجیے وہ لوگوں کے لیے وقت (کے اندازے) کا ذریعہ ہے' خصوصاً حج کے لیے۔'' اسی طرح جب روح کی حقیقت کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا گیا: ﴿قُلِ الرُّوۡحُ مِنۡ اَمۡرِ رَبِّیۡ﴾ (بنی اسرائیل:٨٥) فرما دیجیے روح میرے رب کے حکم سے ہے۔'' یعنی اللہ کے حکم سے ایک چیز پیدا ہوگئی ہے جس کی حقیقت تم نہیں سمجھ سکتے۔ ③ جس شخص کے بارے میں یہ خدشہ ہو کہ وہ علم کا ناجائز استعمال کرے گا اسے بھی جواب دینے سے گریز کیا جا سکتا ہے۔ حجاج بن یوسف نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے سب سے سخت سزا کیا دی ہے؟ انھوں نے عرنیین کا واقعہ بیان فرمایا جس میں ہے کہ قبیلۂ عرینہ کے کچھ لوگ مدینہ منورہ آئے انھیں مدینہ منورہ کی آب و ہوا موافق نہ آئی تو وہ بیمار ہو گئے۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے ان کے علاج کے لیے اونٹوں کا دودھ اور ان کا پیشاب تجویز فرمایا۔ آپ نے انھیں صدقے کے اونٹوں کے پاس بھیج دیا تاکہ وہ اپنا علاج کر سکیں۔ یہ لوگ جب صحت یاب ہو گئے تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے اونٹ لوٹ لیے اور آپ کے چرواہے کو بڑی بے دردی سے قتل کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی گرفتاری کے لیے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک لشکر بھیجا جو انھیں گرفتار کر کے لے آیا۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے ان کے ہاتھ پاؤں کٹوا دیے اور ان کی آنکھوں میں لوہے کی گرم سلائیاں پھیر دیں اور انھیں دھوپ میں پیاسے ڈال دیا حتی کہ تڑپ تڑپ کر مر گئے۔ انھوں نے آپ کے چرواہے کو اسی طرح قتل کیا تھا' لہٰذا انھیں ان کے عمل کے مطابق سزا دی گئی۔ (صحیح البخاري' الوضوء' باب أبوال الإبل والدواب ...... الخ' حدیث:٢٣٣) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: کاش وہ یہ حدیث بیان نہ کرتے کیونکہ حجاج بن یوسف اسی حدیث سے دلیل لے کر لوگوں کو سخت اذیتیں دیتا تھا۔ (بحوالہ تفسیر ابن کثیر' سورۂ مائدہ:٣٣) ④ جب کسی کا امتحان لینے کی غرض سے سوال کیا جائے تاکہ اس کی علمی استعداد کا صحیح اندازہ ہو سکے تو جس سے سوال کیا گیا ہے اسے اس کی معلومات کے مطابق جواب دینے کا موقع دینا چاہیے' دوسرے آدمی کا اس کی مدد کرنا درست نہیں کیونکہ اس سے امتحان کا اصل مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات اس کی وجہ سے ایک لائق آدمی کی حق تلفی ہو جاتی ہے اور نااہل آدمی کو وہ مقام مل جاتا ہے جس کا وہ مستحق نہیں۔ امتحان میں ناجائز ذرائع استعمال کر کے کامیاب ہونا اس وعید کے تحت بھی آتا ہے: [اَلْمُتَشَبِّعُ بِمَالَمْ یُعْطَ' کَلَابِسِ ثَوْبَیْ زُوْرٍ] (صحیح مسلم' اللباس' باب النهي عن التزویر فی اللباس وغیره' والتشبع بمالم یعط' حدیث:٢١٢٩) ''جس شخص کو ایک چیز حاصل نہیں اور وہ تکلفاً خود کو اس سے بہرہ ور ظاہر کرتا ہے' اس نے گویا جھوٹ کے دو کپڑے پہن رکھے ہیں۔''

٢٦٢- حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ الْعُثْمَانِيُّ، مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ الأَعْرَجِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: وَاللهِ! لَوْلاَ آيَتَانِ فِي كِتَابِ اللهِ تَعَالَى مَا حَدَّثْتُ عَنْهُ - يَعْنِي: عَنِ النَّبِيِّ ﷺ - شَيْئاً أَبَداً. لَوْلاَ قَوْلُ اللهِ: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَٰبِ﴾ إِلَى آخِرِ الآيَتَيْنِ. [البقرة: ١٧٤، ١٧٥]

٢٦٢- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: قسم ہے اللہ کی! اگر اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن مجید) میں دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں نبی ﷺ کی کوئی حدیث بیان نہ کرتا، یعنی اگر یہ آیتیں نہ ہوتیں: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ○﴾ "بے شک جو لوگ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب چھپاتے ہیں اور اسے تھوڑی سی قیمت پر بیچتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں محض آگ بھر رہے ہیں۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے کلام نہیں کرے گا، نہ انھیں پاک کرے گا، اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ یہ لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی کو اور بخشش کے بدلے عذاب کو خرید لیا ہے۔ یہ لوگ آگ کا عذاب کس قدر برداشت کرنے والے ہیں۔"

فوائد و مسائل: ① حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ۷ ہجری میں اسلام لائے۔ اس طرح انھیں تقریباً چار سال تک خدمت نبوی میں رہ کر علم حاصل کرنے کا موقع ملا۔ آپ کی وفات ۵۸ یا ۵۹ ہجری میں ہوئی۔ اس طرح آپ کو اس دور میں علم کی نشر و اشاعت کا موقع ملا جب بہت سے کبار صحابہ وفات پا چکے تھے یا انھیں مختلف انتظامی عہدوں پر فائز ہونے کی وجہ سے تعلیم و تبلیغ کا اتنا موقع نہیں ملتا تھا۔ ان حالات میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث نبوی کی تعلیم و تدریس کو اپنا مشن بنا لیا۔ اس پر بعض لوگوں نے ایسی باتیں کیں کہ آپ اتنی زیادہ حدیثیں بیان کرتے ہیں جبکہ بعض دوسرے صحابہ جن کو زیادہ عرصہ صحبت نبوی کا شرف حاصل ہے، وہ اتنی حدیثیں بیان نہیں کرتے۔ اس پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے

٢٦٢ـ أخرجه البخاري، الحرث والمزارعة، باب ماجاء في الغرس، ح: ٢٣٥٠ من حديث ابن سعد، ومن غيره، ومسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل أبي هريرة الدوسي رضي الله عنه، ح: ٢٤٩٢ بغير هذا اللفظ، من حديث الزهري به.

وضاحت فرمائی کہ میرا مقصد صرف یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ کے ہاں علم چھپانے کے جرم کا مرتکب قرار نہ دیا جاؤں۔ ② کتب احادیث میں جتنی حدیثیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں اتنی کسی اور صحابی سے مروی نہیں۔ اس کے مندرجہ بالا اسباب کے علاوہ کچھ اور اسباب بھی ہیں مثلاً (ا) مہاجر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم تجارت وغیرہ کو وقت دیتے تھے تاکہ حلال روزی کما کر اپنے اہل وعیال کا حق ادا کریں۔ اسی طرح اکثر انصاری صحابہ زراعت پیشہ تھے اور انھیں بھی اس میں کافی وقت صرف کرنا پڑتا تھا جبکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اصحاب صفہ میں سے تھے جو فکر معاش کی طرف توجہ نہ دیتے ہوئے تحصیل علم میں مشغول رہتے تھے۔ اسی وجہ سے اکثر بھوک بھی برداشت کرتے تھے۔ (ب) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ صرف نبی اکرم ﷺ سے علم حاصل نہیں کرتے تھے بلکہ جب آپ ﷺ گھر میں ہوتے یا کسی اور مصروفیت میں ہوتے تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے احادیث اور مسائل معلوم کرتے رہتے تھے۔ (ج) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ خصوصی شرف حاصل ہے کہ آپ کے لیے نبی اکرم ﷺ نے حفظ علم کی خصوصی دعا کی تھی۔ دیکھیے: (صحیح البخاری، العلم، باب حفظ العلم، حدیث:۱۱۸، وصحیح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل أبي هريرة الدوسي رضی اللہ عنہ، حدیث:۲۴۹۲) ③ روایت میں ذکر کردہ آیات مبارکہ سے کتمان علم کی شناعت اور اس کی شدید سزا معلوم ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بوقت ضرورت علم چھپانا کبیرہ گناہ ہے۔

٢٦٣ - حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ أَبِي السَّرِيِّ الْعَسْقَلَانِيُّ: حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ تَمِيمٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ السَّرِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا لَعَنَ آخِرُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَوَّلَهَا، فَمَنْ كَتَمَ حَدِيثاً فَقَدْ كَتَمَ مَا أَنْزَلَ اللهُ».

۲۶۳- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب امت کے پچھلے لوگ پہلوں پر لعنت کرنے لگیں، اس وقت جس نے کوئی حدیث چھپائی، اس نے اللہ کی نازل کردہ چیز کو چھپالیا۔“

٢٦٤ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْأَزْهَرِ: حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ جَمِيلٍ: حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ

۲۶۴- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے:

٢٦٣ـ [موضوع] أخرجه ابن عدي وغيره من طرق عن خلف به * عبدالله بن السري لم يدرك محمد بن المنكدر، بل سمع هٰذا الحديث من سعيد بن زكريا المدائني عن عنبسة بن عبدالرحمٰن متروك، رماه أبوحاتم بالوضع عن محمد بن زاذان (وهو متروك) عن ابن المنكدر به كما في المعجم الأوسط للطبراني، ح: ٤٣٢.

٢٦٤ـ [حسن] قال البوصيري: "هٰذا إسناد ضعيف، فيه يوسف بن إبراهيم، قال ابن حبان: روى عن أنس ما ليس من حديثه، لا تحل الرواية عنه"، وانظر، ح: ٢٦٦.

سَلِيم: حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ فَكَتَمَهُ، أُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ».

آپ نے فرمایا: ''جس سے علم کی کوئی بات دریافت کی گئی' پھر اس نے اسے چھپایا' اسے قیامت کے دن آگ کی لگام دی جائے گی۔''

فوائد ومسائل: ① چھپانے کا مطلب ہے کہ اسے صحیح مسئلہ معلوم تھا' پھر بھی اس نے کسی معقول عذر کے بغیر اسے ظاہر نہ کیا۔ ② لِجام عربی زبان میں لگام کے اس حصے کو کہتے ہیں جو گھوڑے وغیرہ کے منہ میں ہوتا ہے اور لوہے کا بنا ہوا ہوتا ہے۔ لگام کا جو حصہ سوار کے ہاتھ میں ہوتا ہے اسے زِمام کہتے ہیں۔ ③ اس سے علم چھپانے کی سخت سزا ثابت ہوتی ہے۔

٢٦٥- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ حِبَّانَ بْنِ وَاقِدٍ الثَّقَفِيُّ، أَبُو إِسْحَاقَ الْوَاسِطِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَاصِمٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَأْبٍ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ كَتَمَ عِلْماً مِمَّا يَنْفَعُ اللهُ بِهِ فِي أَمْرِ النَّاسِ، أَمْرِ الدِّينِ، أَلْجَمَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِنَ النَّارِ».

۲۶۵- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے علم کی کوئی ایسی بات چھپائی جس سے اللہ لوگوں کو دین کے معاملے میں فائدہ پہنچاتا ہے' اسے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آگ کی لگام ڈالے گا۔''

٢٦٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَفْصِ بْنِ هِشَامِ بْنِ زَيْدِ بْنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: حَدَّثَنَا أَبُو إِبْرَاهِيمَ، إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْكَرَابِيسِيُّ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ

۲۶۶- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''جس سے علم کا کوئی ایسا مسئلہ پوچھا گیا جو اسے معلوم تھا' پھر بھی اس نے اسے چھپایا' اسے قیامت کے دن آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔''

٢٦٥ـ [إسناده ضعيف جدًا] قال البوصيري: "هٰذا إسناد ضعيف، فيه محمد بن دأب، كذبه أبوزرعة وغيره، ونسب إلى وضع الحديث".

٢٦٦ـ [حسن] * الكرابيسي لين الحديث، ولحديثه شاهد عند أبي داود، ح: ٣٦٥٨، وانظر، ح: ٢٦١.

اللهِ ﷺ: «مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ يَعْلَمُهُ فَكَتَمَهُ أُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ».

فائدہ: جو مسئلہ معلوم نہ ہو' اسے اپنی رائے سے بنا کر بیان کرنا بھی بڑا گناہ ہے۔ ہاں تلاش کے باوجود قرآن یا حدیث میں سے نہ ملے' تب اجتہاد کرنا جائز ہوتا ہے۔

طہارت کی اہمیت وفضیلت

٭ **طہارت کے لغوی معنی:** لغت میں، میل سے صاف ہونے، نجاست سے پاک ہونے اور ہر عیب دار قول وفعل سے بری ہونے کا نام ''طہارت'' ہے۔

٭ **اصطلاحی تعریف:** شریعت میں حدثِ اصغر (بے وضو ہونے) کے بعد وضو کرنے اور حدثِ اکبر (جنبی ہونے) کے بعد غسل کرنے کو ''طہارت'' کہتے ہیں۔

٭ **طہارت کی ضرورت و اہمیت:** اسلام طہارت و نظافت کا دین ہے۔ اس میں پیروکاروں کو نجاست اور گندگی سے دور رہنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو جسم، لباس، رہنے سہنے کی جگہ، کھانے پینے، غرضیکہ تمام امورِ حیات میں طہارت وصفائی کا پابند بناتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب نبی اور امت کے رہنما و مرشد کو صفائی وستھرائی کا حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ﴾ (المدثر: ۷۴/ ۴، ۵) ''(اے نبی!) اپنے کپڑے صاف رکھیے اور گندگی سے دور رہیے۔''

اسلام کا پہلا درس طہارت ہی ہے۔ اسلام کے بنیادی اور اہم رکن نماز کے لیے رسول اکرم ﷺ نے

طہارت کی شرط لگائی ہے۔ اگر پہلے سے باوضو ہو تو دوبارہ وضو کرنے کی ترغیب دلائی' صفائی کے اہتمام میں مسواک کی فضیلت واہمیت واضح فرمائی' پانی موجود نہ ہو تو تیمم مشروع فرما کر سہولت مہیا کر دی تاکہ مسلمان ہر حالت میں صفائی وستھرائی کو اپنی زندگی کا لازمہ بنائیں۔ اس طرح اسلام کا سارا نظام صفائی و ستھرائی پر منحصر ہے۔ نبیٔ کریم ﷺ نے خود اپنی ذات کا شاندار اسوہ پیش کیا ہے' آپ ہر نماز سے پہلے' گھر داخل ہوتے ہوئے اور صبح بیدار ہونے کے بعد کثرت سے مسواک کرتے۔ لباس وجسم کی صفائی کا اہتمام فرماتے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو ترغیب بھی دلاتے، مثلاً: ایک صحابی میلے کچیلے اور بوسیدہ کپڑے پہنے خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا: ''کیا تمھارے پاس مال نہیں ہے؟'' وہ کہنے لگا: کیوں نہیں' اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی نعمت عطا کی ہوئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پھر تمھارے رہن سہن میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اظہار بھی ہونا چاہیے۔'' (مجمع الزوائد: ۱۳۲/۵' وسلسلة الأحاديث الصحيحة: ۳۱۱/۳)

اسلام کے اس روشن اور پاک صاف نظام کے مقابلے میں یہودیت' عیسائیت' ہندومت' بدھ مت یا سکھ مت کو دیکھیں تو ان کی ساری زندگی غلاظت وگندگی میں غرق نظر آتی ہے۔ غسل وصفائی سے نا آشنا یہ اقوام پلیدی ونجاست کی پیداوار میں دن رات اضافے کا باعث بن رہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کو اسلامی نظام طہارت سے تعجب ہوتا ہے جیسا کہ ایک یہودی نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو بطور طنز کہا: سنا ہے آپ کا رسول آپ کو رفع حاجت کے طریقے بھی سکھاتا ہے؟ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے بغیر کوئی خفت اور شرمندگی محسوس کیے کمال خود اعتمادی اور فخر وسرشاری سے جواب دیا: ہاں ہمارا نبی ہمیں ہر بات کی تعلیم دیتا ہے حتی کہ رفع حاجت کے آداب بھی سکھاتا ہے۔ اس پر یہود ونصاریٰ اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔ دیکھیے: (صحیح مسلم' الطهارة' باب الاستطابة' حديث: ۲۶۲)

اسی تعلیم وتربیت کے سائے میں پرورش پانے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعریف وتوصیف خود رب العالمین نے بیان کی ہے۔ ارشاد ہے: ﴿فِيهِ رِجَالٌ يُّحِبُّونَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ﴾ (التوبة: ۱۰۸/۹) ''اس (مسجد قباء) میں ایسے لوگ (نماز پڑھتے) ہیں جو طہارت کو بہت پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ طہارت کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔'' یہ آیت کریمہ اہل قباء کی شان میں نازل ہوئی جو قضائے حاجت کے بعد پانی سے استنجا کرتے تھے اور جنابت کے بعد غسل کرتے تھے۔ اسلام کے اسی نظام

طہارت کی شان واہمیت بیان کرتے ہوئے رسولِ کریم ﷺ فرماتے ہیں:[اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْإِيْمَانِ] (صحيح مسلم' الطهارة' باب فضل الوضوء، حديث:٢٢٣) ''طہارت نصف ایمان ہے۔'' اسلام کے نظام طہارت نے انسان کے اشرف المخلوقات ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے جبکہ غیر مسلم اقوام کے نظام ہائے حیات کو دیکھ کر انسانیت شرمندہ ہو جاتی ہے۔ حیوانات اور ان کی زندگی میں کچھ فرق محسوس نہیں ہوتا' اس لیے ہم بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ اسلام میں وہ نظام ہے جو پوری انسانیت کا رہنما اور قائد ہو سکتا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(المعجم ١) أَبْوَابُ الطَّهَارَةِ وَسُنَنِهَا (التحفة ٢)

طہارت کے مسائل اور اس کی سنتیں

(المعجم ١) - بَابُ مَا جَاءَ فِي مِقْدَارِ الْمَاءِ لِلْوُضُوءِ وَالْغُسْلِ مِنَ الْجَنَابَةِ (التحفة ١)

باب:۱-وضو اور غسل جنابت کے لیے پانی کی مقدار کا بیان

٢٦٧- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي رَيْحَانَةَ، عَنْ سَفِينَةَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ، وَيَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ.

۲۶۷-حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ایک مُد (پانی) سے وضو اور ایک صاع (پانی) سے غسل کر لیا کرتے تھے۔

فوائد و مسائل: ① ''صاع'' پیمائش کا ایک پیمانہ ہے جس کی مقدار ۵ رطل اور تہائی یعنی ⅓۵ رطل ہے۔ کلوگرام کے حساب سے اس کی مقدار دو کلو سو گرام اور بعض کے نزدیک ڈھائی کلو ہے۔ [مُد] صاع کے چوتھائی (¼ صاع) کو کہتے ہیں اس کی مقدار پانچ سو پچیس گرام ہے۔ مائعات کے لیے صاع تقریباً دو لیٹر سے کچھ زائد اور مُد اس سے چوتھائی سمجھا جا سکتا ہے۔ ② غسل اور وضو کے لیے یہ مقدار ذکر کرنے کا یہ مقصد نہیں کہ اس سے کم یا زیادہ پانی استعمال کرنا جائز نہیں۔ مقصد محض ایک اندازہ بیان کرنا ہے تاکہ بلاوجہ بہت زیادہ پانی ضائع نہ کیا جائے بلکہ تھوڑے پانی کو اس طریقے سے استعمال کیا جائے کہ پوری طرح صفائی حاصل ہو جائے، البتہ صدقۂ فطر وغیرہ میں ''صاع'' سے کم مقدار میں غلہ ادا کرنا درست نہیں۔

٢٦٨- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ:

۲۶۸-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں

٢٦٧- أخرجه مسلم، الحيض، باب القدر المستحب من الماء في غسل الجنابة ... الخ، ح: ٣٢٦ عن ابن أبي شيبة به.

٢٦٨- [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب ما يجزئ من الماء في الوضوء، ح: ٩٢ من حديث همام به.

حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ، وَيَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ.

نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ایک مُد (پانی) سے وضو اور ایک صاع (پانی) سے غسل فرماتے تھے۔

٢٦٩- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ بَدْرٍ: حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ، وَيَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ.

۲۶۹-حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک مُد (پانی) سے وضو اور ایک صاع (پانی) سے غسل فرماتے تھے۔

٢٧٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُؤَمَّلِ بْنِ الصَّبَّاحِ، وَعَبَّادُ بْنُ الْوَلِيدِ قَالاَ: حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ يَحْيَى بْنِ زَبَّانَ: حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يُجْزِىءُ مِنَ الْوُضُوءِ مُدٌّ، وَمِنَ الْغُسْلِ صَاعٌ» فَقَالَ رَجُلٌ: لاَ يُجْزِئُنَا، فَقَالَ: قَدْ كَانَ يُجْزِىءُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْكَ، وَأَكْثَرُ شَعَرًا: يَعْنِي: النَّبِيَّ ﷺ.

۲۷۰-حضرت عقیل بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وضو کے لیے ایک مُد (پانی) اور غسل کے لیے ایک صاع (پانی) کافی ہے۔'' ایک آدمی نے کہا: ہمارے لیے تو کافی نہیں ہوتا۔ حضرت عقیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کو تو کافی ہوتا تھا جو تجھ سے افضل تھے اور ان کے بال بھی تجھ سے زیادہ تھے' یعنی نبی ﷺ۔

فائدہ: حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ زیادہ پانی استعمال کرنے کا مقصد اگر طہارت اور صفائی ہے تو رسول اللہ ﷺ صفائی پسند تھے۔ اگر احتیاط مطلوب ہے تو نبی اکرم ﷺ زیادہ متقی تھے۔ اگر یہ خیال ہے کہ بال زیادہ ہیں تو رسول اللہ ﷺ کے بال بھی تجھ سے کم نہ تھے' لہٰذا سائل کا زیادہ پانی استعمال کرنا محض شک اور وسوسہ کی وجہ سے ہوسکتا ہے یا اسراف کی وجہ سے' اور اس سے بچنا ضروری ہے۔

٢٦٩- [صحيح] * الربيع بن بدر متروك (تقريب)، وله شواهد كثيرة جدًا، منها الحديث السابق: ٢٦٧.

٢٧٠- [صحيح] قال البوصيري: "هذا إسناد ضعيف لضعف حبان ويزيد"، ولكن له شواهد عند البخاري وغيره.

(المعجم ٢) - بَابُ لَا يَقْبَلُ اللهُ صَلَاةً بِغَيْرِ طُهُورٍ (التحفة ٢)

باب:۲-اللہ تعالیٰ بغیر پاکیزگی کے نماز قبول نہیں فرماتا

٢٧١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ؛ ح: وَحَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ خَلَفٍ، أَبُو بِشْرٍ، خَتَنُ الْمُقْرِئِ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ ابْنِ أُسَامَةَ، عَنْ أَبِيهِ أُسَامَةَ بْنِ عُمَيْرٍ الْهُذَلِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لاَ يَقْبَلُ اللهُ صَلاَةً إِلَّا بِطُهُورٍ، وَلاَ يَقْبَلُ صَدَقَةً مِنْ غُلُولٍ».

۲۷۱-حضرت اُسامہ بن عُمیر ہذلی ؓ سے روایت ہے' اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ پاکیزگی کے بغیر نماز قبول نہیں فرماتا اور خیانت کے مال میں سے (دیا ہوا) صدقہ قبول نہیں فرماتا۔''

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ، وشَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ، عَنْ شُعْبَةَ نَحْوَهُ.

امام ابن ماجہ نے ایک تیسری سند یعنی ابوبکر بن ابی شیبہ کی سند سے مذکورہ حدیث کی مثل بیان کیا۔

فوائد ومسائل: ① ''پاکیزگی'' سے مراد وضو اور غسل ہے۔ نماز کے لیے شرط ہے کہ نمازی حدث اصغر' حدث اکبر اور ظاہری نجاست سے پاک ہو۔ ظاہری نجاست' دھونے سے' حدث اصغر وضو سے اور حدثِ اکبر غسل سے دور ہوتا ہے۔ ''حدث'' سے مراد انسان کا ایسی حالت میں ہونا ہے جس سے وضو یا غسل کرنا ضروری ہو' جیسے باوضو شخص کی ہوا خارج ہو جائے یا وہ قضائے حاجت کر لے تو اس کا وضو برقرار نہیں رہتا۔ یہ حالت حدث اصغر کہلاتی ہے۔ اور اگر وہ بیوی سے ہم بستر ہوا ہے یا ویسے ہی اسے احتلام ہو گیا ہے تو یہ حالت حدثِ اکبر کہلاتی ہے۔ ایسی حالت میں غسل ضروری ہے۔ مزید تفصیل آئندہ ابواب میں اپنے مقام پر آئے گی۔ ② قبول نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس پر ثواب نہیں ملتا اور اگر وہ فرض نماز ہے تو انسان کے ذمہ اس کی ادائیگی باقی رہتی ہے۔ ③ ''خیانت کے مال'' کے لیے حدیث میں لفظ ''غُلُول'' استعمال ہوا ہے' اس سے مراد مال غنیمت میں کی ہوئی خیانت ہے، یعنی جہاد میں کافروں سے حاصل ہونے والے مالِ غنیمت کے مجاہدین میں باقاعدہ تقسیم ہونے سے پہلے اگر کوئی مجاہد اس میں سے

٢٧١ـ [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب فرض الوضوء، ح:٥٩ من حديث شعبة به، وصححه ابن حبان.

کوئی چیز اپنے قبضے میں رکھتا ہے تو یہ مسلمانوں کے اجتماعی مال میں خیانت ہے جو بہت بڑا گناہ ہے۔اس طریقے سے حاصل ہونے والا مال حرام کمائی میں شامل ہے، لہٰذا اس کو اگر نیکی کے کسی کام میں خرچ کیا جائے تو وہ اللہ کے ہاں قابل قبول نہیں، یعنی جس طرح مال کو خرچ کرتے وقت حلال وحرام مصرف کا خیال رکھنا ضروری ہے اسی طرح مال کے حصول میں بھی حلال وحرام میں تمیز کرنا ضروری ہے۔

٢٧٢- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ سِمَاكٍ؛ ح: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لاَ يَقْبَلُ اللهُ صَلاَةً إِلَّا بِطُهُورٍ، وَلاَ صَدَقَةً مِنْ غُلُولٍ».

٢٧٢- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ پاکیزگی کے بغیر نماز قبول نہیں فرماتا اور خیانت کے مال میں سے صدقہ قبول نہیں فرماتا۔''

٢٧٣- حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ أَبِي سَهْلٍ: حَدَّثَنَا أَبُو زُهَيْرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ سِنَانِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «لاَ يَقْبَلُ اللهُ صَلاَةً بِغَيْرِ طُهُورٍ، وَلاَ صَدَقَةً مِنْ غُلُولٍ».

٢٧٣- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے: ''اللہ تعالیٰ پاکیزگی کے بغیر نماز قبول نہیں فرماتا اور خیانت کے مال میں سے صدقہ قبول نہیں فرماتا۔''

٢٧٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَقِيلٍ: حَدَّثَنَا الْخَلِيلُ بْنُ زَكَرِيَّا: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لاَ يَقْبَلُ اللهُ صَلاَةً بِغَيْرِ طُهُورٍ، وَلاَ صَدَقَةً مِنْ غُلُولٍ».

٢٧٤- حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ پاکیزگی کے بغیر نماز قبول نہیں فرماتا اور خیانت کے مال میں سے صدقہ قبول نہیں فرماتا۔''

٢٧٢ـ أخرجه مسلم، الطهارة، باب وجوب الطهارة للصلاة، ح: ٢٢٤ من حديث سماك به.

٢٧٣ـ [صحيح] والسند ضعفه البوصيري، والحديث السابق شاهد له.

٢٧٤ـ [صحيح] قال البوصيري: "هٰذا إسناد ضعيف لضعف الخليل بن زكريا، انظر، ح: ٢٧٢".

(المعجم ٣) - **بَابٌ: مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ** (التحفة ٣)

باب:۳- پاکیزگی' نماز کی کنجی ہے

٢٧٥- **حَدَّثَنَا** عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدِ ابْنِ عَقِيلٍ، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ، وَتَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ، وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ».

۲۷۵- حضرت علی ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نماز کی کنجی' پاکیزگی ہے اور نماز کی تحریم (اس میں پابندیاں لگانے والی چیز) تکبیر ہے اور نماز کی تحلیل (اس میں پابندیاں ختم کرنے والی چیز) سلام ہے۔''

فوائد ومسائل: ① جس طرح کنجی کے بغیر تالا نہیں کھلتا' اسی طرح حدث اصغر اور حدث اکبر سے پاک ہوئے بغیر نماز میں داخل ہونا ممکن نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ طہارت نماز کے لیے شرط ہے۔ ② تکبیر' یعنی اللہ اکبر کہنے سے نماز کے منافی تمام امور ممنوع ہو جاتے ہیں' اس لیے نماز میں داخل ہوتے وقت کہی جانے والی پہلی تکبیر کو تکبیر تحریمہ کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے نماز میں اس کی وہی حیثیت ہے جو حج میں ''احرام'' باندھنے کی ہے جس سے حاجی پر کچھ پابندیاں لگ جاتی ہیں۔ ③ تکبیر تحریمہ سے لگنے والی پابندیاں اس وقت اٹھتی ہیں جب نمازی سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہوتا ہے' اس لیے اسے ''تحلیل'' کہا گیا ہے، یعنی جو چیزیں نماز میں حرام اور ممنوع تھیں' اب وہ حلال اور جائز ہو گئیں۔ ④ نماز میں داخل ہونے کا طریقہ تکبیر ہی ہے' اس کے علاوہ کسی دوسرے کلمے سے یا کسی دوسری زبان میں اللہ کا نام لے کر انسان نماز میں داخل نہیں ہو سکتا۔ بعض علماء کا یہ موقف درست نہیں کہ اللہ کا نام کسی طرح سے بھی لے لیا جائے نماز شروع ہو جاتی ہے' خواہ ''اللہ اعظم'' کہا جائے یا ''اللہ کبیر'' وغیرہ۔ ⑤ بعض علماء کی رائے ہے کہ نمازی نماز کے باقی اعمال پورے کرنے کے بعد سلام کی بجائے کوئی ایسا عمل کر لے جو نماز کے منافی ہو تو نماز مکمل ہو جاتی ہے جبکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ ہے سلام۔ اس کے متعلق احادیث (حدیث:۹۱۴ تا ۹۱۷) آگے آئیں گی۔

٢٧٦- **حَدَّثَنَا** سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، طَرِيفِ

۲۷۶- حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''نماز کی کنجی' پاکیزگی ہے اور نماز کی

٢٧٥ـ [حسن] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب فرض الوضوء، ح:٦١ من حديث وكيع به، وحسنه البغوي، والنووي.

٢٧٦ـ [حسن] أخرجه الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في تحريم الصلاة وتحليلها، ح:٢٣٨، من حديث أبي سفيان به، وحسنه، وانظر الحديث السابق فإنه شاهد له.

السَّعْدِيِّ ؛ ح : وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ ، مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلاَءِ : حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ السَّعْدِيِّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ : «مِفْتَاحُ الصَّلاَةِ الطُّهُورُ، وَتَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ، وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ».

تحریم (اس میں پابندیاں لگانے والی چیز) تکبیر ہے اور نماز کی تحلیل (اس میں پابندیاں ختم کرنے والی چیز) سلام ہے۔''

(المعجم ٤) - بَابُ الْمُحَافَظَةِ عَلَى الْوُضُوءِ (التحفة ٤)

باب:۴- وضو کی حفاظت کرنا

٢٧٧- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : «اسْتَقِيمُوا وَلَنْ تُحْصُوا . وَاعْلَمُوا أَنَّ خَيْرَ أَعْمَالِكُمُ الصَّلاَةُ، وَلاَ يُحَافِظُ عَلَى الْوُضُوءِ إِلاَّ مُؤْمِنٌ».

۲۷۷- حضرت ثوبان ؓ سے روایت ہے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''سیدھی راہ پر قائم رہو اور تم (کما حقہ) قائم نہیں رہ سکو گے اور تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ تمھارا بہترین عمل نماز ہے اور وضو کی حفاظت مومن ہی کرتا ہے۔''

فوائد ومسائل: ① ''سیدھی راہ پر قائم رہو'' اس کا مطلب یہ ہے کہ دین اسلام پر قائم رہو، جیسے حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب ؑ نے اپنی اپنی اولاد کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا تھا: ﴿فَلَا تَمُوتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ﴾ (البقرة:۲/۱۳۲) ''تمھیں جب بھی موت آئے اسلام پر آئے۔'' دوسرا مطلب یہ ہے کہ افراط وتفریط سے بچ کر راہ اعتدال پر قائم رہو۔ نہ ذکر وعبادت سے بے پروائی کرو نہ خود پر اتنا بوجھ ڈال لو کہ اس پر کاربند رہنا دشوار ہو جائے۔ ② [لَنْ تُحْصُوْا] کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی شخص اس انداز سے نیکی کی راہ پر قائم نہیں رہ سکتا کہ اس سے کوئی غلطی اور کوتاہی سرزد نہ ہو نہ یہ ممکن ہے کہ ذکر شکر اور عبادت کا حق ادا کر سکے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی طرف اشارہ ہے: ﴿عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ﴾ (المزمل:۷۳/۲۰) ''اسے معلوم ہے کہ تم پوری طرح نباہ نہ سکو گے۔'' رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے: [لَا اُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ] (صحيح مسلم، الصلاة، باب ما يقال في الركوع والسجود؟ حديث : ۴۸۶) ''(اے اللہ!) میں تیری پوری پوری تعریف نہیں کر سکتا، تو

٢٧٧_ [حسن] * سالم لم يسمع من ثوبان رضي الله عنه، وللحديث شاهدان حسنان عند أحمد: ٥/ ٢٨٠، ٢٨٢ وغيره، وصححه ابن عبدالبر وغيره.

ایسے ہی ہے جیسے تو نے اپنی ثنا فرمائی۔'' ③ وضو کا قائم رہنا یا ٹوٹ جانا ایسی چیز ہے جس کا علم دوسروں کو عام طور پر نہیں ہوتا اور اس معاملے کو آسانی سے پوشیدہ رکھا جا سکتا ہے۔ اس کا اہتمام محض اسی یقین کی بنا پر ہو سکتا ہے کہ دوسرے جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں' اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔ وضو کی حفاظت کا مطلب اولاً سردیوں اور گرمیوں میں پوری طرح اعضاء کو دھونا ہے۔ ثانیاً وضو کرتے وقت اعضاء کو توجہ سے دھونا کہ کوئی حصہ خشک نہ رہ جائے۔ اور ثالثاً زیادہ سے زیادہ اوقات میں باوضو رہنا بھی ہو سکتا ہے اور یہ کام ایمان کی قوت کے بغیر انجام نہیں دیا جا سکتا۔ ④ ایمان ایک قلبی کیفیت ہے جس کا اظہار اعمال سے ہوتا ہے۔ اعمال میں اہم ترین عمل نماز ہے۔ فرضی نماز تو اتنا اہم عمل ہے کہ اسے کفر اور ایمان کے درمیان امتیاز کے لیے ایک علامت قرار دیا گیا ہے۔ متقین کی سب سے اہم صفت اور اخروی فلاح و کامیابی کے لیے اولین شرط نماز کو قرار دیا گیا ہے۔ (دیکھیے سورۃ البقرۃ:۲/۲-۵) نفل نماز کی اپنی ایک اہمیت ہے۔ حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ نے جب نبی اکرم ﷺ سے اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ وہ جنت میں آپ ﷺ کی رفاقت چاہتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے اس مقام کے حصول کا طریقہ بتایا اور فرمایا: [فَأَعِنِّي عَلَى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُودِ] (صحيح مسلم' الصلاة' باب فضل السجود والحث عليه' حديث:٤٨٩) ''سجدوں کی کثرت کے ذریعے سے اپنے نفس کے خلاف میری مدد کرو۔''

٢٧٨- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ حَبِيبٍ: حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ لَيْثٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اسْتَقِيمُوا وَلَنْ تُحْصُوا. وَاعْلَمُوا أَنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَعْمَالِكُمُ الصَّلَاةَ، وَلَا يُحَافِظُ عَلَى الْوُضُوءِ إِلَّا مُؤْمِنٌ».

۲۷۸- حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سیدھی راہ پر قائم رہو' اور تم (کما حقہ) قائم نہیں رہ سکو گے' اور تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ تمھارا افضل عمل نماز ہے اور وضو کی حفاظت مومن ہی کرتا ہے۔''

٢٧٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ: حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ أَسِيدٍ، عَنْ أَبِي حَفْصٍ الدِّمَشْقِيِّ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، يَرْفَعُ الْحَدِيثَ قَالَ: «اسْتَقِيمُوا، وَنِعِمَّا إِنِ اسْتَقَمْتُمْ،

۲۷۹- حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سیدھی راہ پر قائم رہو اور کتنا اچھا ہو اگر تم قائم رہ سکو' اور تمھارا بہترین عمل نماز ہے اور وضو کی حفاظت مومن ہی کرتا ہے۔''

٢٧٨ـ [حسن] ضعفه البوصيري، وانظر الحديث السابق وتخريجه.

٢٧٩ـ [إسناده ضعيف] * إسحاق بن أسيد فيه ضعف، وشيخه مجهول.

وخَيْرُ أَعْمَالِكُمُ الصَّلاَةُ، وَلاَ يُحَافِظُ عَلَى الْوُضُوءِ إِلَّا مُؤْمِنٌ».

فائدہ: مذکورہ روایت کو ہمارے فاضل محقق نے سنداً ضعیف قرار دیا ہے جبکہ شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔(تفصیل کے لیے دیکھیے: ارواء الغلیل: ۲/۱۳۷)

(المعجم ٥) - بَابُ الْوُضُوءِ شَطْرُ الْإِيمَانِ (التحفة ٥)

باب:۵-وضو نصف ایمان ہے

٢٨٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ شَابُورٍ: أَخْبَرَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامٍ، عَنْ أَخِيهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ عَنْ جَدِّهِ أَبِي سَلَّامٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ، عَنْ أَبِي مَالِكٍ الأَشْعَرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ شَطْرُ الإِيمَانِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَمْلَأُ الْمِيزَانَ، وَالتَّسْبِيحُ وَالتَّكْبِيرُ مِلْءُ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضِ، وَالصَّلاَةُ نُورٌ، وَالزَّكَاةُ بُرْهَانٌ، وَالصَّبْرُ ضِيَاءٌ، وَالْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَكَ أَوْ عَلَيْكَ، كُلُّ النَّاسِ يَغْدُو، فَبَائِعٌ نَفْسَهُ فَمُعْتِقُهَا، أَوْ مُوبِقُهَا».

۲۸۰- حضرت ابو مالک اشعری ؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پورا (اچھی طرح) وضو کرنا نصف ایمان ہے اور الحمدللہ سے (اعمال کا) ترازو بھر جاتا ہے اور تسبیح وتکبیر سے آسمان اور زمین پُر ہو جاتے ہیں، نماز نور ہے، زکاۃ دلیل ہے، صبر روشنی ہے، قرآن تیرے حق میں یا تیرے خلاف ایک حجت ہے، ہر شخص صبح کو اپنے آپ کو فروخت کرتا ہے، خود کو آزاد کر لیتا ہے یا تباہ کر لیتا ہے۔''

فوائد ومسائل: ① [إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ] سے مراد وضو کرتے وقت اعضاء کو اس طرح دھونا ہے کہ کوئی حصہ خشک نہ رہ جائے۔ اس مقصد کے لیے توجہ اور احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ خصوصاً جب پانی کم ہو یا سردی کی وجہ سے ٹھنڈا پانی استعمال کرنا دشوار ہو یا انسان جلدی میں ہو تو اعضائے وضو پوری طرح نہیں دھوئے جاتے۔ ایسے مواقع پر وضو پوری طرح سنوار کر کرنا یقیناً ایمان کی علامت ہے۔ ② صحیح مسلم میں یہ حدیث ان الفاظ سے مروی ہے: [اَلطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ] (صحیح مسلم، الطهارة، باب فضل الوضوء، حدیث: ۲۲۳) ''پاکیزگی نصف ایمان ہے۔''

٢٨٠ـ [إسناده صحيح] أخرجه النسائي: ٥/٥ـ ٨، ح: ٢٤٣٧ من حديث محمد بن شعيب به (وأخوه زيد)، وأخرجه مسلم، ح: ٢٢٣ عن زيد أبي سلام عن أبي مالك الأشعري به.

اس میں وضو اور غسل کے علاوہ ظاہری نجاست سے جسم اور لباس کو پاک رکھنا بھی شامل ہے۔ ③ ''ترازو'' سے مراد اعمال کا وزن کرنے والی ترازو کا نیکیوں کا پلڑا ہے۔ [اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ] میں اللہ کی تعریف بھی ہے کہ وہ ان تمام صفاتِ حمیدہ سے متصف ہے جو اس کی شان کے لائق ہیں بلکہ مخلوقات میں بھی جو قابل تعریف صفات پائی جاتی ہیں' وہ اسی کی دی ہوئی اور اسی کی پیدا کی ہوئی ہیں' اس لحاظ سے بھی اور ان صفات کی وجہ سے بھی وہی قابل تعریف قرار پاتا ہے۔ چونکہ یہ کلمہ [اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ] اللہ تعالیٰ کی بے شمار صفات کا اظہار ہے اس لیے اس کا مقام اس قدر بلند ہے کہ اگر پورے شعور واحساس کے ساتھ یہ لفظ ادا کیا جائے تو اکیلا ہی نیکیوں کا پلڑا پر کرنے کے لیے کافی ہے۔ علاوہ ازیں [اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ] اللہ کے لیے شکر کا اظہار بھی ہے جس میں یہ اقرار بھی شامل ہے کہ ہر نعمت اللہ ہی سے ملی ہے اور یہ اس کا احسان اور فضل ہے' ورنہ مخلوق ذاتی طور پر کسی نعمت کا استحقاق نہیں رکھتی حتی کہ ہمارا وجود اور تخلیق بھی سراسر احسان اور فضل ہی ہے' لہٰذا مخلوق کو فخر وتکبر کے بجائے شکر وامتنان ہی زیبا ہے' اس لیے [اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ] کا لفظ اتنی عظمت کا حامل ہے کہ نیکیوں کے پلڑے کو پر کر دیتا ہے۔ ④ [سُبْحَانَ اللّٰهِ] کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام اوصاف وافعال سے پاک ہے جو اس کی شان کے لائق نہیں۔ اس طرح یہ لفظ تمام سلبی صفات کا جامع ہے جس طرح [اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ] تمام ایجابی اور اثباتی صفات کا جامع ہے۔ ان دونوں کے اجتماع سے اللہ تعالیٰ کی ہمہ پہلو صفات کا اقرار ہو جاتا ہے۔ چنانچہ [سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ] اتنا عظیم الشان ذکر ہے کہ آسمان سے زمین تک سب کو محیط ہے کیونکہ تمام کائنات میں اللہ کی ان صفاتِ مقدسہ ہی کی کارفرمائی اور انہی کا ظہور ہے۔ ⑤ نماز کو نور قرار دیا گیا ہے کیونکہ یہ گناہوں سے باز رکھتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ (العنکبوت:٢٩/٤٥) ''یقیناً نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔'' جس طرح روشنی کی وجہ سے انسان اپنے فائدے اور نقصان کی چیزوں کو معلوم کر لیتا ہے' اسی طرح نماز کی وجہ سے دل میں نیکیوں سے محبت اور گناہوں سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ ⑥ زکاۃ دلیل ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس شخص کے ایمان کا دعوی سچ ہے۔ اللہ کی راہ میں خلوص کے ساتھ مال خرچ کرنا تبھی ممکن ہے اگر دل میں یہ یقین اور ایمان موجود ہو کہ آخرت میں اس کی جزا ملے گی۔ اسی طرح نفلی صدقات بھی قیامت کے دن نجات کا باعث بنیں گے۔ ⑦ صبر سے مراد اللہ کی اطاعت اور نیکی پر استقامت بھی ہے اور گناہ کی طرف دعوت دینے والے اسباب اور خواہشات کا مقابلہ کرتے ہوئے تقوی اختیار کرنا بھی' اس کے علاوہ دنیا میں پیش آنے والے حادثات ومصائب کے موقع پر جزع فزع سے پرہیز کرنا اور گناہ کی طرف راغب نہ ہونا بھی صبر میں شامل ہے۔ یہ وصف ایک روشنی کی طرح زندگی کے سفر میں ہر قدم پر رہنمائی کرتا ہے۔ بعض علماء نے صبر کی وضاحت روزہ سے کی ہے کیونکہ روزہ بھی گناہ کے جذبات کو مغلوب کر کے دل کو روشن کر دیتا ہے۔ ⑧ قرآن مجید اس لیے نازل کیا گیا ہے کہ اس پر عمل کیا جائے ، چنانچہ جو شخص اس کی تلاوت کرتا اور اس پر عمل کرتا ہے' قرآن مجید قیامت کے دن اس کے حق میں گواہی دے گا۔ جو شخص اس کی پروا نہیں کرے گا اور عمل نہیں کرے گا' قرآن مجید اس کے خلاف گواہی دے گا۔ قرآن مجید کی بعض سورتوں کے' مثلاً: سورۂ بقرہ اور آل

عمران کے بارے میں بھی وارد ہے کہ وہ پڑھنے والے کے حق میں گواہی دیں گی اور شفاعت کریں گی۔ دیکھیے: (صحیح مسلم، صلاة المسافرين، باب فضل قراءة القرآن و سورة البقرة، حدیث:۸۰۴) ⑨ انسان کی نجات کا دارومدار اس کے عملوں پر ہے۔ اس کو حدیث میں ایک مثال کے ذریعے سے واضح کیا گیا ہے۔ ہر شخص کے سامنے صبح کے وقت دونوں راستے کھلے ہوتے ہیں نیکی کا بھی اور برائی کا بھی۔ اور یہ انسان کے اپنے اختیار میں ہے کہ وہ خود کو اس دن کے لیے اللہ کے ہاتھ فروخت کرتا ہے یا شیطان کے ہاتھ۔ جس نے اللہ کی اطاعت اختیار کر لی اور اس کی پسند کے نیک اعمال کیے، اس نے نجات حاصل کر لی اور جس نے اپنی لگام شیطان کے ہاتھ میں دے دی اور اس کی پسند کے کام کرتا رہا، اس نے خود کو تباہ کر لیا۔

(المعجم ٦) - [بَابُ] ثَوَابِ الطُّهُورِ (التحفة ٦)

باب:٦- طہارت کا ثواب

٢٨١- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ أَتَى الْمَسْجِدَ لاَ يَنْهَزُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ، لَمْ يَخْطُ خَطْوَةً إِلَّا رَفَعَهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ بِهَا دَرَجَةً، وَحَطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةً، حَتَّى يَدْخُلَ الْمَسْجِدَ».

۲۸۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص جب وضو کرتا ہے اور اچھی طرح (خوب سنوار کر) وضو کرتا ہے، پھر مسجد میں آتا ہے، اسے نماز کے علاوہ کوئی اور مقصد گھر سے نہیں نکالتا، (ایسا شخص) جو قدم بھی اٹھاتا ہے، اس کے بدلے اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند فرماتا ہے اور ایک گناہ معاف کرتا ہے۔ (اسے مسلسل یہ ثواب ملتا رہتا ہے) حتی کہ وہ مسجد میں داخل ہو جاتا ہے۔''

فوائد و مسائل: ① وضو کرتے ہوئے اچھی طرح سنوار کر وضو کرنے کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ ② بعض اوقات انسان مسجد میں آتا ہے تو اس کا مقصد کسی آدمی سے ملاقات کرنا یا کوئی اور ضرورت پوری کرنا ہوتا ہے مگر ساتھ نماز بھی پڑھ لیتا ہے۔ اس صورت میں نماز کے ثواب میں کمی نہیں آتی لیکن جب صرف نماز کے لیے گھر سے نکلے کوئی اور مقصد نہ ہو تو ثواب زیادہ ہوتا ہے۔ ③ نماز اتنا عظیم عمل ہے کہ اس کے لیے مسجد میں آنے کا اس قدر ثواب ہے تو خود نماز اگر پورے آداب و شروط کا خیال رکھتے ہوئے پڑھی جائے تو کتنی رحمتیں اور برکتیں حاصل ہوں گی، اور یہ نماز کس قدر بلندئ درجات کا باعث ہوگی! ④ اللہ کی رحمت اتنی وسیع ہے کہ اس نے بظاہر معمولی نظر آنے والے اعمال کے لیے بہت زیادہ اجر و ثواب مقرر کر رکھا ہے، پھر بھی اگر انسان جہنم سے چھٹکارا پا کر جنت حاصل نہ کر سکے تو یہ حقیقتاً

۲۸۱_[صحیح] وهو متفق عليه في حديث أطول منه، وسيأتي طرفه، ح: ٧٧٤.

انسان کی بہت بڑی کوتاہی ہے۔ ⑤ مسجد کی بجائے اپنے گھر' دفتر اور دکان وغیرہ سے وضو کر کے مسجد میں آنے کا ثواب زیادہ ہے۔

٢٨٢- حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنِي حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ: حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ الصُّنَابِحِيِّ، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ تَوَضَّأَ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ، خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ فِيهِ وَأَنْفِهِ، فَإِذَا غَسَلَ وَجْهَهُ خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ وَجْهِهِ، حَتَّى يَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَشْفَارِ عَيْنَيْهِ، فَإِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ يَدَيْهِ، فَإِذَا مَسَحَ بِرَأْسِهِ خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ رَأْسِهِ، حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ أُذُنَيْهِ، فَإِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ رِجْلَيْهِ حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَظْفَارِ رِجْلَيْهِ، وَكَانَتْ صَلَاتُهُ، وَمَشْيُهُ إِلَى الْمَسْجِدِ نَافِلَةً».

٢٨٢- حضرت عبداللہ صنابحی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص وضو کرتا ہے اور (وضو کرتے ہوئے) کلی کرتا اور ناک میں پانی ڈالتا ہے تو اس کے منہ اور ناک سے گناہ نکل جاتے ہیں' پھر جب چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرے سے گناہ نکل جاتے ہیں حتی کہ اس کی آنکھوں کے پپوٹوں سے بھی نکل جاتے ہیں۔ پھر جب اپنے ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے ہاتھوں سے گناہ نکل جاتے ہیں' پھر جب سر کا مسح کرتا ہے تو اس کے سر سے گناہ نکل جاتے ہیں حتی کہ کانوں میں سے بھی نکل جاتے ہیں۔ پھر جب اپنے پاؤں دھوتا ہے تو اس کے پاؤں سے گناہ نکل جاتے ہیں حتی کہ پاؤں کے ناخنوں کے نیچے سے بھی نکل جاتے ہیں۔ پھر اس کی نماز اور اس کا مسجد کی طرف چل کر جانا مزید (درجات میں بلندی کا باعث) ہوتا ہے۔''

فوائد و مسائل: ① جسم سے گناہوں کے نکل جانے کا مطلب گناہوں کی معافی ہے۔ ② وضو سے معاف ہونے والے گناہ' صغیرہ گناہ ہیں۔ کبیرہ گناہ صرف توبہ سے معاف ہوتے ہیں یا پھر اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل سے معاف کر دے۔ اس کے علاوہ اگر گناہوں کا تعلق حقوق العباد سے ہو تو معافی کے لیے ان حقوق کی ادائیگی ضروری ہے یا صاحب حقوق معاف کر دے۔ ③ پپوٹوں اور ناخنوں سے گناہوں کے نکل جانے کا مطلب تمام گناہوں کی معافی ہے۔ گناہوں کو ظاہری میل کچیل سے تشبیہ دی گئی ہے' جسم کے بعض حصوں سے میل کچیل دور کرنے کے لیے زیادہ توجہ کی ضرورت ہوتی ہے جب یہ بھی صاف ہو گئے تو باقی جسم یقیناً صاف ستھرا ہو چکا ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ وضو سے تمام صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں کوئی باقی نہیں رہتا۔ واللہ اعلم

٢٨٢- [صحيح] أخرجه النسائي: ١/ ٧٤، ٧٥، ح: ١٠٣ من حديث زيد به.

٢٨٣- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالاَ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ طَلْقٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ الْبَيْلَمَانِيِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا تَوَضَّأَ فَغَسَلَ يَدَيْهِ، خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ يَدَيْهِ، فَإِذَا غَسَلَ وَجْهَهُ خَرَّتْ خَطَايَاهُ مِنْ وَجْهِهِ، فَإِذَا غَسَلَ ذِرَاعَيْهِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ خَرَّتْ خَطَايَاهُ مِنْ ذِرَاعَيْهِ وَرَأْسِهِ، فَإِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَّتْ خَطَايَاهُ مِنْ رِجْلَيْهِ».

٢٨٣- حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب بندہ وضو کرتا ہے اور اپنے ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے ہاتھوں سے گناہ گر جاتے ہیں۔ پھر جب اپنا چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرے سے گناہ گر جاتے ہیں۔ پھر جب اپنے بازو دھوتا ہے اور اپنے سر کا مسح کرتا ہے تو اس کے بازوؤں اور سر سے گناہ گر جاتے ہیں۔ پھر جب اپنے پاؤں دھوتا ہے تو اس کے پاؤں سے گناہ گر جاتے ہیں۔''

فوائد ومسائل: ① ''گر جانے'' سے مراد گناہوں کی معافی ہے۔ جس طرح پانی کے ساتھ ظاہری میل کچیل دور ہو جاتا ہے' اسی طرح وضو کے ساتھ باطنی میل کچیل (گناہوں) سے صفائی ہو جاتی ہے۔ ② ہاتھوں کے گناہوں سے مراد وہ غلطیاں اور کوتاہیاں ہیں جن کا تعلق ہاتھوں سے ہے۔ اسی طرح چہرے کے گناہوں سے مراد نامناسب الفاظ کی ادائیگی' یا ایسی بات سننا جس کا سننا درست نہیں' یا ایسی چیز کی طرف دیکھنا جسے دیکھنا جائز نہیں اور اس طرح کے دیگر اعمال ہیں۔ اگر وہ معمولی کوتاہی ہے تو صغیرہ گناہ ہے جو وضو سے معاف ہو جائے گا۔ اگر جان بوجھ کر اہتمام سے کیا ہوا عمل ہے تو کبیرہ گناہ ہے جس کے لیے توبہ کی ضرورت ہے۔

٢٨٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى النَّيْسَابُورِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُودٍ قَالَ: قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ! كَيْفَ تَعْرِفُ مَنْ

٢٨٤- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کہا (پوچھا) گیا: آپ نے اپنی امت کے جن افراد کو نہیں دیکھا' انھیں (قیامت کے دن) کس طرح پہچانیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ وضو کے نشانات سے پنج کلیان' چتکبرے ہوں گے۔''

٢٨٣ـ [حسن] أخرجه أحمد: ٤/ ١١٤ عن محمد بن جعفر غندر به مطولاً * يزيد مجهول، وشيخه ضعيف (تقريب)، وللحديث شواهد، منها الحديث السابق: ٢٨٢.

٢٨٤ـ [إسناده حسن] أخرجه الطيالسي في مسنده، ح: ١٥٢ عن هشام بن عبدالملك به، وصححه ابن حبان، ح: ١٤٦، وحسنه البوصيري.

لَمْ تَرَ مِنْ أُمَّتِكَ؟ قَالَ: «غُرٌّ مُحَجَّلُونَ، بُلْقٌ مِنْ آثَارِ الْوُضُوءِ».

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ الْقَطَّانُ: حَدَّثَنَا أَبُو حَاتِمٍ: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، فَذَكَرَ مِثْلَهُ.

امام ابن ماجہ کے شاگرد ابوحسن قطان نے ابوحاتم کے واسطے سے بھی مذکورہ روایت کی مثل بیان کیا۔

فوائد ومسائل: ① [غُـرٌّ] اَغَـرٌّ کی جمع ہے جس سے مراد وہ جانور (گھوڑا وغیرہ) ہوتا ہے جس کی پیشانی سفید ہو اور [مُحَجَّل] وہ جانور ہوتا ہے جس کی ٹانگیں سفید ہوں۔ [بُلْقٌ] اَبْلَق کی جمع ہے یعنی وہ گھوڑا جو کچھ سیاہ اور کچھ سفید ہو۔ اس قسم کا گھوڑا سیاہ گھوڑوں میں ممتاز ہوتا ہے اور دور سے پہچانا جاتا ہے۔ ② اس سے امت محمدیہ کا شرف ظاہر ہوتا ہے کیونکہ وضو کے اثر سے اعضائے وضو کا نورانی ہونا اس امت کا خاص امتیاز ہے۔ ③ اعضاء کا نورانی ہونا' وضو کا اثر فرمایا گیا ہے۔ گویا بے نماز مسلمان اس امتیازی شرف سے محروم ہوں گے اور وہ غیر مسلموں سے ممتاز نہیں ہو سکیں گے۔ اس سے بڑھ کر بدنصیبی کیا ہو سکتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ' امتی ہونے کا دعویٰ رکھنے والے کسی شخص کو پہچاننے ہی سے انکار کر دیں؟

٢٨٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا الأَوْزَاعِيُّ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنِي شَقِيقُ ابْنُ سَلَمَةَ: حَدَّثَنِي حُمْرَانُ مَوْلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ: رَأَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ قَاعِداً فِي الْمَقَاعِدِ، فَدَعَا بِوَضُوءٍ فَتَوَضَّأَ، ثُمَّ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي مَقْعَدِي هٰذَا تَوَضَّأَ مِثْلَ وُضُوئِي هٰذَا، ثُمَّ قَالَ: «مَنْ تَوَضَّأَ مِثْلَ وُضُوئِي هٰذَا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ» وَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «وَلَا تَغْتَرُّوا».

٢٨٥- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت حمران رحمہ اللہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو مقام ''مقاعد'' پر بیٹھے دیکھا' (وہاں) انھوں نے پانی منگوا کر وضو کیا' پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی مقام پر بیٹھے دیکھا تھا' آپ نے بھی اسی طرح کا وضو کیا تھا جس طرح میں نے یہ وضو کیا ہے' پھر فرمایا تھا: ''جو شخص میرے اس وضو جیسا وضو کرے گا' اس کے تمام گزشتہ گناہ بخش دیے جائیں گے۔'' اور (اس کے بعد) رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''اور مغرور نہ ہو جانا۔'' (یا ''تم دھوکا نہ کھانا۔'')

حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے ہشام بن عمار کے واسطے سے

٢٨٥- **[إسناده صحيح]** أخرجه أحمد: ١/ ٦٦ من طريق الأوزاعي به بالطريق الأول، والثاني أيضًا صحيح، وللحديث طرق كثيرة عن حمران به.

ابْنُ حَبِيبٍ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ: حَدَّثَنِي يَحْيٰى: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنِي عِيسَى بْنُ طَلْحَةَ: حَدَّثَنِي حُمْرَانُ، عَنْ عُثْمَانَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ.

بھی مذکورہ روایت کی مثل بیان کیا۔

فوائد ومسائل: ① [مَقَاعِد] حضرت عثمان ؓ کے گھر کے پاس یا مسجد کے پاس ایک جگہ تھی جہاں لوگ فارغ اوقات میں مل بیٹھتے تھے۔ ② صحابۂ کرام ؓ نبی اکرم ﷺ کے اقوال وافعال کو یاد رکھتے تھے' ان کے مطابق عمل کرتے اور دوسروں کو اسی طرح کر کے دکھاتے تھے تاکہ اچھی طرح سمجھ میں آ جائیں۔ ③ تعلیم کا ایک مؤثر طریقہ یہ بھی ہے کہ استاد خود کام کر کے دکھائے تاکہ شاگرد اسے دیکھ کر اس کے مطابق کرنے کی کوشش کریں۔ خصوصاً وضو' نماز' حج' عمرہ وغیرہ جیسے عملی مسائل میں یہ طریقہ بہت مفید ہے۔ ④ ''مغرور نہ ہونا'' یا ''دھوکا نہ کھانا'' اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص ایک عمل کا اتنا زیادہ ثواب دیکھ کر نیکی کے دوسرے اعمال میں کوتاہی نہ کرے۔ یا یہ سوچ کر گناہوں کی جرأت نہ کرے کہ کوئی بات نہیں' وضو سے معاف ہو ہی جائیں گے۔ یہ بے خوفی خود ایک گناہ اور دھوکا ہے۔ یا کوئی شخص یہ سوچ کر غرور نہ کرے کہ میرے سب گناہ معاف ہو چکے ہیں اور میں بالکل پاک باز اور پاک دامن ہوں۔

(المعجم ٧) - بَابُ السِّوَاكِ (التحفة ٧)

باب: ٧- مسواک کا بیان

٢٨٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَأَبِي، عَنِ الْأَعْمَشِ؛ ح: وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ وَ حُصَيْنٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتَهَجَّدُ يَشُوصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ.

٢٨٦- حضرت حذیفہ ؓ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ جب رات کو نماز تہجد کے لیے بیدار ہوتے تھے تو مسواک کے ساتھ اپنا منہ صاف کرتے تھے۔

فوائد ومسائل: ① اسلام میں طہارت اور پاکیزگی کو ایک ممتاز مقام حاصل ہے، اس لیے عبادت کے موقع پر ظاہری صفائی کو بھی اہمیت دی گئی ہے۔ وضو کے ساتھ ساتھ ظاہری صفائی کا ایک ذریعہ مسواک بھی ہے جس کے

٢٨٦- أخرجه البخاري، الجمعة، باب السواك يوم الجمعة، ح: ٨٨٩، ومسلم، الطهارة، باب فضل إسباغ الوضوء على المكاره، ح: ٢٥٥ من حديث سفيان به، وله طرق عندهما، ورواه مسلم عن ابن نمير به.

بارے میں رسول اللہ ﷺ نے بہت تاکید فرمائی ہے۔ ② منہ اور زبان اللہ کے ذکر کا ذریعہ ہیں' لہٰذا اللہ کا نام لینے کے لیے ان کی صفائی کا اہتمام ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نماز کے لیے وضو کو شرط قرار دیا گیا ہے جس میں منہ کی صفائی کرنے والی دو چیزیں شامل ہیں' یعنی کلی اور مسواک۔ ③ نیند کی وجہ سے منہ میں ایک بو پیدا ہو جاتی ہے جس کے ازالے کے لیے بیدار ہونے پر منہ کی صفائی اور مسواک کی ضرورت ہے، خواہ یہ بیداری نفل نماز (تہجد) کے لیے ہو یا فرض نماز (فجر) کے لیے۔

۲۸۷- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ و عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَوْلاَ أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِي لأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلاَةٍ».

۲۸۷- حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میں اپنی امت کو مشقت میں ڈال دوں گا تو میں انھیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔''

فوائد و مسائل: ① مشقت میں ڈالنے کا مطلب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے یہ خطرہ محسوس کیا کہ اس حکم پر عمل کرنا امت کے لیے دشوار ہوگا کیونکہ ایسے مواقع پیش آ سکتے ہیں جب مسواک موجود نہ ہو' یا آسانی سے دستیاب نہ ہو تو لوگوں کے لیے مشکل بن جائے گی۔ ② حکم دینے کا مطلب ہے ضروری قرار دے دینا کیونکہ استحبابی حکم تو اب بھی موجود ہے لیکن واجب نہیں کہ اس کے بغیر وضو ہی نہ ہو۔ ③ رسول اللہ ﷺ امت کے حق میں انتہائی شفیق تھے، اس لیے آپ نے حسب امکان مشکل احکام نہیں دیے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے بھی یہی دعائیں کرتے رہے کہ مشکل احکام میں نرمی کی جائے جیسا کہ معراج کی رات اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بار بار درخواست فرما کر پچاس نمازوں کے حکم میں تخفیف کروائی۔ ④ شریعت محمدیہ کی یہ خوبی ہے کہ اس میں آسانیاں بہم پہنچائی گئی ہیں جیسا کہ ارشاد نبوی: [إِنِّي أُرْسِلْتُ بِحَنِيفِيَّةٍ سَمْحَةٍ] (مسند احمد:۶/۱۱۶) ''بلاشبہ مجھے آسان حنفی دین دے کر بھیجا گیا ہے۔'' تاہم آسانی کا یہ مطلب نہیں کہ کوئی حکم ایسا نہیں جو نفس پر شاق ہو۔ کیونکہ نفس امارہ تو ہر نیکی سے بدکتا اور ہر گناہ کی طرف بھاگتا ہے۔ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ شریعت کے جس حکم پر عمل نہیں کرنا چاہتے' اس کے بارے میں کہہ دیتے ہیں کہ مجبوری ہے اور دین میں تنگی نہیں۔ یہ طرز عمل درست نہیں کیونکہ یہ شریعت کی پیروی نہیں' اپنے نفس کی پیروی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ﴾ (البقرة:۲/۸۵)

۲۸۷- [إسناده صحيح] أخرجه النسائي في الكبرى، ح: ۳۰۳۴-۳۰۳۷ عن عبيدالله بن عمر به.

''کیا تم کچھ کتاب پر ایمان لاتے ہو اور کچھ کا انکار کر دیتے ہو؟ تم میں سے جو کوئی ایسا کام کرے اس کا بدلہ دنیا کی زندگی میں رسوائی ہے اور آخرت میں انھیں شدید ترین عذاب کی طرف پھیر دیا جائے گا۔'' ⑤ ''ہر نماز کے وقت'' ان الفاظ سے معلوم ہوا کہ اگر وضو سے پہلے مسواک نہیں کی گئی لیکن نماز شروع کرتے وقت مسواک کر لی ہے تو پھر بھی درست ہے۔ ⑥ اس روایت سے ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا استحباب معلوم ہوتا ہے۔

۲۸۸- حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ: حَدَّثَنَا عَثَّامُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ حَبِيبِ ابْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيَسْتَاكُ.

۲۸۸- حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ رات کو دو دو رکعت نماز پڑھتے رہتے تھے پھر (ہر دو رکعت سے) فارغ ہو کر مسواک کرتے تھے۔

فوائد ومسائل: ① ہمارے فاضل محقق نے اس روایت کو سنداً ضعیف قرار دیا ہے جبکہ دیگر محققین نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (الموسوعة الحديثيه مسند إمام أحمد: ۳۷۲/۳، حديث: ۱۸۸۲، وصحيح الترغيب للألباني، حديث: ۲۰۸، وصحيح أبي داود للألباني، حديث: ۵۲) لہٰذا مذکورہ حدیث دیگر شواہد کی بنا پر قابل حجت ہے۔ ② نماز تہجد میں رسول اللہ ﷺ کا اکثر عمل یہی تھا کہ دو دو رکعت پر سلام پھیرتے تھے۔ اور وتر سمیت گیارہ رکعت ادا کرتے تھے۔ (صحيح البخاري، الوتر، باب ماجاء في الوتر، حديث: ۹۹۲ والتهجد، باب قيام النبي ﷺ بالليل في رمضان وغيره، حديث: ۱۱۴۷) ③ پہلے بیان ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز تہجد کے لیے تیاری کے وقت بھی مسواک کرتے تھے۔ (دیکھیے حدیث: ۲۸۶) یہاں ذکر ہے کہ تہجد کی ہر دو رکعتوں سے فارغ ہو کر بھی مسواک کرتے تھے۔ اگر یہ روایت صحیح ہے (جیسا کہ بعض حضرات نے اس کی تصحیح کی ہے) تو ممکن ہے کہ کبھی کبھار اس طرح کرتے ہوں۔ واللہ اعلم۔

۲۸۹- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ

۲۸۹- حضرت ابوامامہ ؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسواک کیا کرو کیونکہ مسواک منہ صاف

۲۸۸ـ [إسناده ضعيف] أخرجه أحمد: ۱/ ۲۱۸ عن عثام به، والنسائي في الكبرٰى، وصححه الحاكم: ۱/ ۱۴۵، والذهبي * سليمان الأعمش عنعن، تقدم، ح: ۱۷۸، وسيأتي، ح: ۱۳۲۱.

۲۸۹ـ [إسناده ضعيف] أخرجه الطبراني في الكبير: ۸/ ۲۶۲، ح: ۷۸۷۶ من حديث عثمان بن أبي العاتكة به، وانظر، ح: ۲۲۸.

أَبِي الْعَاتِكَةِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «تَسَوَّكُوا، فَإِنَّ السِّوَاكَ مِطْهَرَةٌ لِلْفَمِ، مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ، مَا جَاءَنِي جِبْرِيلُ إِلَّا أَوْصَانِي بِالسِّوَاكِ، حَتَّى لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ يُفْرَضَ عَلَيَّ وَعَلَى أُمَّتِي، وَلَوْلَا أَنِّي أَخَافُ أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَفَرَضْتُهُ لَهُمْ، وَإِنِّي لَأَسْتَاكُ حَتَّى لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ أُحْفِيَ مَقَادِمَ فَمِي».

کرنے والی ہے اور اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے والی ہے۔ جبریل علیہ السلام جب بھی میرے پاس آئے' مسواک کی تاکید ضرور کی حتی کہ مجھے خوف محسوس ہوا کہ مجھ پر اور میری امت پر وہ (مسواک) فرض کر دی جائے گی۔ اور اگر مجھے امت پر مشقت کا خوف نہ ہوتا تو میں اسے ان پر فرض کر دیتا۔ میں تو اس قدر مسواک کرتا ہوں کہ مجھے خطرہ محسوس ہوتا ہے کہ منہ کا اگلا حصہ چھیل ڈالوں گا۔"

٢٩٠- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحِ بْنِ هَانِىءٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَ: قُلْتُ: أَخْبِرِينِي، بِأَيِّ شَيْءٍ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَبْدَأُ إِذَا دَخَلَ عَلَيْكِ؟ قَالَتْ: كَانَ إِذَا دَخَلَ يَبْدَأُ بِالسِّوَاكِ.

٢٩٠- حضرت شریح بن ہانی رحمہ اللہ سے روایت ہے' انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا: مجھے یہ بتائیے کہ رسول اللہ ﷺ جب (باہر سے) آپ کے پاس آتے تو سب سے پہلے کیا کرتے تھے؟ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی علیہ السلام جب گھر میں تشریف لاتے تو سب سے پہلے مسواک کرتے تھے۔

فوائد ومسائل: ① اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نماز کے اوقات کے علاوہ بھی مسواک کا اہتمام فرماتے تھے۔ ② بعض فقہاء نے کچھ ایسی شرطیں لگائی ہیں جو کسی دلیل سے ثابت نہیں، مثلاً: مسواک کا ایک بالشت ہونا یا پانی کے بغیر مسواک نہ کرنا' وغیرہ۔

٢٩١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا بَحْرُ بْنُ [كَنِيزٍ]، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ سَاجٍ، عَنْ سَعِيدِ ابْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ:

٢٩١- حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: تمھارے منہ قرآن کے راستے ہیں' لہٰذا انھیں مسواک کے ذریعے سے پاک صاف رکھا کرو۔

٢٩٠ـ أخرجه مسلم، الطهارة، باب السواك، ح: ٢٥٣ من حديث المقدام به.

٢٩١ـ **[إسناده ضعيف]** أخرجه الأصبهاني في الحلية: ٤/ ٢٩٦ من حديث مسلم بن إبراهيم به مرفوعًا، وضعفه البوصيري * بحر ضعيف (تقريب)، وفيه علة أخرٰى، وله شاهد ضعيف، انظر التلخيص الحبير: ١/ ٧٠، ح: ٦٩.

إِنَّ أَفْوَاهَكُمْ طُرُقُ الْقُرْآنِ، فَطَيِّبُوهَا بِالسِّوَاكِ.

فوائد و مسائل: ① یہ حدیث موقوف ہے' یعنی صحابی کا قول ہے' نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نہیں' تاہم مسواک کی فضیلت واہمیت مرفوع احادیث سے ثابت ہے ② ''تمھارے منہ قرآن کے راستے ہیں'' کا مطلب ایک دوسری روایت کی رُو سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب انسان قرآن پڑھتا ہے تو فرشتہ اس کے پیچھے آ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور قرآن سنتا ہے حتی کہ قرآن سنتے سنتے اس کے اتنا قریب ہو جاتا ہے کہ فرشتہ اپنا منہ' پڑھنے والے کے منہ پر رکھ دیتا ہے' پھر پڑھنے والا جو آیت بھی پڑھتا ہے تو وہ فرشتے کے اندر چلی جاتی ہے' اسی لیے فرمایا کہ قرآن پڑھتے وقت منہ کو صاف رکھو۔ (الصحيحة' حديث: ١٢١٣) اسی روایت کی بنیاد پر شیخ البانی نے اس کی تصحیح بھی کی ہے۔ بہرحال قرآن مجید کے احترام کا تقاضا یہ ہے کہ منہ کو پاک صاف رکھا جائے۔ ③ منہ کو پاک صاف رکھنے کا تقاضا یہ بھی ہے کہ بدبودار اشیاء سے پرہیز کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ پیاز وغیرہ سے پرہیز فرماتے تھے' حالانکہ وہ حرام نہیں' اس لیے منشیات سے بدرجۂ اولیٰ پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ وہ حرام بھی ہیں اور بدبودار بھی۔ سگریٹ اور تمباکو وغیرہ بھی سخت بدبودار اشیاء ہیں اور ان میں کوئی فائدہ بھی نہیں جب کہ نقصانات بے شمار ہیں' اس لیے ان کا استعمال ''بے جا مال ضائع کرنے'' کے تحت آتا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا ۝ إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوٓا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا﴾ (بنی اسرائیل:١٧/٢٦' ٢٧) ''اور بے جا خرچ نہ کر۔ بے شک بے جا خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔'' اسی طرح گالی گلوچ' فحش کلامی' جھوٹ' فریب اور اس طرح کے دوسرے اعمال سے بھی منہ کو پاک رکھنا ضروری ہے۔

(المعجم ٨) - بَابُ الْفِطْرَةِ (التحفة ٨)

باب:٨- امورِفطرت کا بیان

٢٩٢- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الْفِطْرَةُ خَمْسٌ، أَوْ خَمْسٌ مِنَ الْفِطْرَةِ: الْخِتَانُ، وَالاسْتِحْدَادُ، وَتَقْلِيمُ الأَظْفَارِ، وَنَتْفُ

٢٩٢- حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''فطرت پانچ چیزیں ہیں' یا فرمایا: پانچ چیزیں فطرت میں سے ہیں: ختنہ' (زیر ناف بالوں کی صفائی کے لیے) لوہے کی چیز استعمال کرنا' ناخن تراشنا' بغلوں کے بال اکھاڑنا اور مونچھیں کاٹنا۔''

٢٩٢ـ أخرجه البخاري، اللباس، باب قص الشارب، ح:٥٨٨٩، ومسلم، الطهارة، باب خصال الفطرة، ح:٢٥٧ من حديث سفيان بن عيينة به، وهو في جزءه: (١١).

الْإِبِطِ، وَقَصُّ الشَّارِبِ».

فوائد ومسائل: ① ''فطرت'' اس سے مراد دین فطرت کے وہ امور ہیں جو تمام انبیائے کرام کی سنت ہیں اور تمام انبیاء کی شریعتوں میں ان پر عمل ہوتا رہا ہے۔ اس سے ان اعمال کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔ ان پانچوں کا تعلق انسان کی ظاہری صفائی سے ہے اور جب شریعت ان کا حکم دے تو حکم کی تعمیل سے باطنی طہارت میں بھی اضافہ ہوگا۔ ② ''ختنہ'' اس سے مراد ہے' مرد کے عضو خاص سے ابتدائی حصہ پر موجود پردے کو کاٹ دینا حتی کہ حشفہ (عضو کا ابتدائی حصہ) ظاہر ہو جائے۔ طبی نقطۂ نظر سے بھی یہ عمل بہت مفید ہے کیونکہ اس پردے کے اندر میل کچیل جمع ہونے سے طرح طرح کی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں اور اس کی صفائی پر عام طور پر توجہ نہیں دی جاتی۔ اس کے علاوہ اس کے اندر پیشاب کے قطرات رہ جاتے ہیں جن کی وجہ سے جسم اور کپڑے ناپاک ہو جاتے ہیں۔ بائبل میں بھی ختنہ کو ایک دائمی شرعی حکم قرار دیا گیا ہے جو کبھی منسوخ نہیں ہوگا۔ (دیکھیے: کتاب پیدائش' باب: ۱۷' فقرات: ۹ تا ۱۴) اسی لیے یہودی ختنہ کرتے ہیں۔ عہد جدید کے بیان کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی ختنہ کیا گیا تھا۔ (دیکھیے: انجیل لوقا' باب: ۲' فقرہ: ۲۱) ③ ''استحداد'' (لوہا استعمال کرنا) اس سے مراد اعضائے مخصوصہ کے اردگرد اُگے ہوئے بالوں کو دور کرنا ہے، خواہ لوہے کی بنی ہوئی کسی چیز (استرے وغیرہ) سے ہو' یا اس مقصد کے لیے تیار شدہ پاؤڈر یا کریم وغیرہ سے ہو۔ ④ بغلوں کے بال اکھاڑنا ہی مسنون ہے۔ اکھاڑنے کے بعد دوبارہ صفائی کی ضرورت کافی دیر کے بعد ہوتی ہے' البتہ مونڈنے سے بھی صفائی کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔ ⑤ ناخن بڑھ جائیں تو ان میں میل کچیل جمع ہو جاتا ہے، اس لیے صفائی کا تقاضا بھی ہے کہ انھیں کاٹ دیا جائے۔ فیشن کے طور پر ناخن بڑھا لینا خلافِ فطرت بھی ہے اور ان کے ٹوٹنے کا خطرہ بھی رہتا ہے جس سے نقصان اور تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے، نیز ناخن کاٹنے سے انسان اور حیوان میں قدرتی فرق برقرار رہتا ہے۔ ⑤ مونچھیں بڑھانا عجمی غیر مسلموں کا رواج تھا۔ ان کو دیکھ کر عربوں نے بھی یہ طریقہ اختیار کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں کاٹنے اور خوب پست کرنے کا حکم دیا۔ یہ پانچوں امور نظافت وطہارت سے تعلق رکھتے ہیں اور نظافت وطہارت تمام انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں میں مطلوب اور مستحسن رہی ہے۔ میلا کچیلا یا ناپاک رہنا غیر مسلموں، مثلاً: ہندو جوگیوں یا عیسائی راہبوں کا طریقہ ہے اور ان کی خود ساختہ پابندیاں ہیں جن کا کسی آسمانی شریعت سے کوئی تعلق نہیں۔ ⑥ صفائی اور طہارت کے ان تمام افعال میں دائیں جانب سے شروع کرنا مسنون ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''نبئ اکرم ﷺ جوتا پہننے میں' کنگھی کرنے میں' پاکیزگی حاصل کرنے میں (وضو اور غسل میں) اور ہر کام میں دائیں طرف سے شروع کرنا پسند فرماتے تھے۔'' (صحيح البخاري' الوضوء' باب التيمن في الوضوء والغسل، حديث: ١٦٨' وصحيح مسلم' الطهارة' باب التيمن في الطهور وغيره حديث: ٢٦٨)

٢٩٣- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ، عَنْ طَلْقِ بْنِ حَبِيبٍ، عَنِ [ابنِ] الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ: قَصُّ الشَّارِبِ، وَإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ، والسِّوَاكُ، وَالاِسْتِنْشَاقُ بِالْمَاءِ، وَقَصُّ الأَظْفَارِ، وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ، وَنَتْفُ الْإِبِطِ، وَحَلْقُ الْعَانَةِ، وَانْتِقَاصُ الْمَاءِ» يَعْنِي: الاِسْتِنْجَاءَ.

قَالَ زَكَرِيَّا: قَالَ مُصْعَبٌ: وَنَسِيتُ الْعَاشِرَةَ. إِلَّا أَنْ تَكُونَ الْمَضْمَضَةَ.

۲۹۳-حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دس چیزیں فطرت سے ہیں: مونچھیں کاٹنا' ڈاڑھی بڑھانا' مسواک کرنا' (دوران وضو) ناک میں پانی ڈالنا' ناخن تراشنا' انگلیوں کے جوڑ دھونا' بغلوں کے بال اکھاڑنا' زیر ناف بال مونڈنا اور پانی استعمال کرنا' یعنی استنجا کرنا۔''

(حدیث کے ایک راوی) حضرت مصعب ؒ نے (حدیث روایت کرتے ہوئے) فرمایا: میں دسویں چیز بھول گیا ہوں' شاید کلی کرنا ہو۔

فوائد و مسائل: ① ڈاڑھی بڑھانے کا مطلب یہ ہے کہ اسے کاٹا نہ جائے جس طرح مونچھوں کے بال کاٹ دیے جاتے ہیں۔ ڈاڑھی منڈانا حرام ہے اور منڈانے والا فاسق ہے کیونکہ وہ ان احادیث کی مخالفت کرتا ہے جن میں ڈاڑھی بڑھانے کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت ابن عمر ؓ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ' وَوَفِّرُوا اللِّحٰى وَاَحْفُوا الشَّوَارِبَ] (صحيح البخاری' اللباس' باب تقليم الأظفار' حديث:٥٨٩٢' و صحيح مسلم' الطهارة' باب خصال الفطرة' حديث : ٢٥٩) ''مشرکوں کی مخالفت کرو' ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کتراؤ۔'' اور حضرت ابو ہریرہ سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: [جُزُّوا الشَّوَارِبَ وَاَرْخُوا اللِّحٰى' وَ خَالِفُوا الْمَجُوْسَ] (صحيح مسلم' الطهارة' باب خصال الفطرة' حديث:٢٦٠) ''مونچھوں کو کتراؤ' ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ اور مجوسیوں کی مخالفت کرو۔'' داڑھی منڈانے پر اصرار کرنا کبیرہ گناہ ہے' جو شخص منڈائے اسے نصیحت کرنا اور ڈاڑھی منڈانے سے منع کرنا واجب ہے اگر ایسا کوئی شخص قیادت یا کسی دینی مرکز میں ہو تو اسے اور بھی زیادہ تاکید کے ساتھ سمجھانا ضروری ہے۔ علاوہ ازیں احادیث میں مونچھوں کی کانٹ تراش کے لیے دو لفظ استعمال ہوئے ہیں ایک ہے ''احفاء'' جس کے معنی خوب اچھی

٢٩٣ـ أخرجه مسلم، الطهارة، باب خصال الفطرة، ح: ٢٦١ عن ابن أبي شيبة وغيره به.

طرح مونڈنا ہیں اور دوسرا ہے ''قص'' جس کے معنی قینچی وغیرہ سے کاٹنے کے ہیں' لہٰذا اس مسئلہ میں شرعاً دونوں طرح اختیار ہے' لہٰذا ہماری رائے میں یہ کہنا جائز نہیں کہ مونچھوں کو خوب اچھی طرح مونڈنا مثلہ یا بدعت ہے کیونکہ ایسا کہنا مذکورہ نص کے خلاف ہے اور رسول اللہ ﷺ کی سنت صحیحہ کی موجودگی میں کسی کے قول کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔
④ انگلیوں کے جوڑوں میں میل کچیل جمع ہو جاتا ہے' اس لیے وضو اور غسل کے موقع پر ان مقامات کو زیادہ توجہ سے صاف کرنا چاہیے اسی طرح جسم کے وہ حصے جہاں میل کچیل جمع ہونے کا زیادہ امکان ہوتا ہے' غسل کے دوران میں ان کی طرف زیادہ توجہ دینی چاہیے' ویسے بھی اگر ان مقامات کی طرف توجہ نہ دی جائے تو بعض اوقات وہاں پانی نہیں پہنچ پاتا اور غسل نہیں ہوتا۔

٢٩٤- حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ أَبِي سَهْلٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى قَالاَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ ابْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مِنَ الْفِطْرَةِ الْمَضْمَضَةُ وَالاِسْتِنْشَاقُ وَالسِّوَاكُ وَقَصُّ الشَّارِبِ وَتَقْلِيمُ الأَظْفَارِ وَنَتْفُ الْإِبِطِ وَالاِسْتِحْدَادُ وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ وَالاِنْتِضَاحُ وَالاِخْتِتَانُ».

٢٩٤- حضرت عمار بن یاسر ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ چیزیں فطرت سے ہیں: کلی کرنا' ناک میں پانی ڈالنا' مسواک کرنا' مونچھیں کاٹنا' ناخن کاٹنا' بغلوں کے بال اکھاڑنا' (زیر ناف صفائی کے لیے) لوہے کی چیز استعمال کرنا' انگلیوں کے جوڑ دھونا' چھینٹے مارنا اور ختنہ کرنا۔''

حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عُمَرَ: حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، مِثْلَهُ.

امام ابن ماجہ نے یہ روایت حماد بن سلمۃ کے دوسرے شاگرد عفان بن مسلم کی سند سے بھی اسی طرح بیان کی ہے۔

فائدہ: ''چھینٹے مارنا'' یعنی وضو کے بعد ازار پر پانی کے چھینٹے ڈالنا۔ اس کی حکمت بظاہر عدم طہارت کے وسوسے کا ازالہ ہے۔ واللہ اعلم. یہ روایت صحیح روایات کے ہم معنی ہے' اس لیے بعض محققین نے اسے حسن یا صحیح لغیرہ قرار دیا ہے۔ دیکھیے: (الموسوعة الحديثية: ٣٠/٢٦٨)

٢٩٥- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلاَلٍ

٢٩٥- حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے

٢٩٤ـ [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الطهارة، ح: ٥٤ من حديث حماد بن سلمة به * علي بن زيد تقدم، ح: ١١٦، وشيخه مجهول.
٢٩٥ـ أخرجه مسلم، الطهارة، باب خصال الفطرة، ح: ٢٥٨ من حديث جعفر به.

الصَّوَّافُ : حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: وُقِّتَ لَنَا فِي قَصِّ الشَّارِبِ، وَحَلْقِ الْعَانَةِ، وَنَتْفِ الْإِبِطِ وَتَقْلِيمِ الأَظْفَارِ أَنْ لاَ نَتْرُكَ أَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً.

کہ انھوں نے فرمایا: مونچھیں کاٹنے' زیر ناف بال مونڈنے' بغلوں کے بال اکھاڑنے اور ناخن کاٹنے کے لیے ہمارے لیے یہ حد مقرر کی گئی ہے کہ انھیں چالیس راتوں سے زیادہ نہ چھوڑیں۔''

فائدہ: جب بھی ضرورت محسوس ہو یہ اعمال انجام دے لینے چاہییں لیکن اگر دیر بھی ہو جائے تو چالیس دن سے زیادہ تاخیر نہیں ہونی چاہیے ورنہ گناہ گار ہوگا۔ یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ چالیس دن سے پہلے صفائی ہی نہ کی جائے۔

(المعجم ٩) - بَابُ مَا يَقُولُ [الرَّجُلُ] إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ (التحفة ٩)

باب:٩- بیت الخلاء میں جاتے وقت آدمی کیا کہے؟

٢٩٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالاَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ النَّضْرِ ابْنِ أَنَسٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ هٰذِهِ الْحُشُوشَ مُحْتَضَرَةٌ، فَإِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ: اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ».

٢٩٦- حضرت زید بن ارقم ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ بیت الخلاء (شیطانوں کے) حاضر ہونے کی جگہیں ہیں۔ چنانچہ جب تم میں سے کوئی (بیت الخلاء میں) داخل ہو تو اسے یوں کہنا چاہیے: [اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ] ''اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں ناپاک جنوں اور ناپاک جنّیوں سے۔''

حَدَّثَنَا جَمِيلُ بْنُ الْحَسَنِ الْعَتَكِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَعْلَى بْنُ عَبْدِ الأَعْلَى: [حَدَّثَنَا سَعِيدُ ابْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ]؛ ح: وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحَاقَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ. قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ

امام ابن ماجہ ؒ نے یہی روایت اپنے دوسرے دو اساتذہ جمیل بن حسن عتکی اور ہارون بن اسحاق کی سندوں سے بھی یہ روایت اسی طرح رسول اللہ ﷺ سے بیان کی ہے۔

٢٩٦ـ [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب ما يقول الرجل إذا دخل الخلاء، ح:٦ من حديث شعبة به، وصححه ابن خزيمة، وابن حبان، والحاكم، والذهبي.

عَوْفٍ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ.

فوائد ومسائل: ① ناپاک مذکر ومؤنث جنوں سے مراد شیطان جنات ہیں جو محض شرارت کے طور پر انسانوں کو تنگ کر کے خوش ہوتے ہیں۔ ② شیاطین اپنی ناپاک فطرت کی وجہ سے ناپاک مقامات ہی کو پسند کرتے ہیں' اس لیے بیت الخلاء میں ان کا آنا جانا ہوتا ہے۔ ③ شیطان اس جگہ اس لیے بھی آتے ہیں کہ ہر انسان طبعی طور پر وہاں جانے پر مجبور ہوتا ہے۔ اور وہاں وہ اللہ کا ذکر بھی نہیں کر سکتا' اس لیے وہاں شیطان انسان کے دل میں ہر قسم کے غلط سلط خیالات اور وسوسے آسانی سے ڈال سکتا ہے۔ ④ شیطان کے اس شر سے بچنے کے لیے مذکورہ بالا دعا ایک آسان طریقہ ہے۔ اس کی برکت سے وہ ہمیں نہ جسمانی نقصان پہنچا سکتا ہے' نہ گندے خیال کے ذریعے سے پریشان کر سکتا ہے۔ ⑤ مذکورہ بالا دعا بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے پڑھنی چاہیے جیسے کہ صحیح بخاری کی ایک روایت میں صراحت ہے۔ دیکھیے: (صحيح البخاری' الوضوء' باب مايقول عند الخلاء' حديث:١٤٢) کیونکہ اس مقام پر زبان سے اللہ کا ذکر کرنا ادب کے منافی ہے۔ اگر کسی میدان وغیرہ میں قضائے حاجت کے لیے جائے تو کپڑے کھولنے سے پہلے یہ دعا پڑھنی چاہیے۔

٢٩٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ: حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ بَشِيرِ بْنِ سَلْمَانَ: حَدَّثَنَا خَلَّادٌ الصَّفَّارُ، عَنِ الْحَكَمِ النَّصْرِيِّ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «سِتْرُ مَا بَيْنَ الْجِنِّ وَعَوْرَاتِ بَنِي آدَمَ، إِذَا دَخَلَ الْكَنِيفَ، أَنْ يَقُولَ: بِسْمِ اللهِ».

٢٩٧- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بنی آدم (انسانوں) کے پردے کے اعضاء اور جنوں کی نظروں کے درمیان یہ چیز پردہ بن جاتی ہے کہ جب کوئی بیت الخلاء میں داخل ہو تو بِسْمِ اللّٰہ کہے۔"

فوائد ومسائل: ① اس روایت کی صحت وضعف میں اختلاف ہے۔ ہمارے فاضل محقق شیخ علی زئی اور سنن ابن ماجہ کے ایک دوسرے معروف محقق ڈاکٹر بشار عواد کے نزدیک یہ ضعیف اور احمد شاکر مصری اور شیخ البانی رحمہما اللہ کے نزدیک صحیح ہے۔ (سنن ابن ماجہ بہ تحقیق الدکتور بشار عواد) ② مذکورہ بالا دعا کے ساتھ "بسم اللہ" بھی کہنا چاہیے یا پہلے "بسم اللہ" کہہ کر پھر دعا پڑھ لے۔ ③ جن ہماری نظروں سے اوجھل ہیں۔ ان کے شر سے بچاؤ کے لیے ہم وہ طریقے

٢٩٧_ **[إسناده ضعيف]** أخرجه الترمذي، الجمعة، باب ما ذكر من التسمية عند دخول الخلاء، ح: ٦٠٦ عن محمد ابن حميد به، وقال: "غريب . . . وإسناده ليس بذاك القوي" * أبوإسحاق عنعن، تقدم، ح:٤٦، وللحديث شواهد، كلها ضعيفة.

اختیار نہیں کر سکتے جو برے انسانوں کے شر سے بچاؤ کے لیے اختیار کرتے ہیں' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان کی شرارتوں سے بچاؤ کے لیے یہ روحانی ذرائع دیے ہیں۔ ان سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہیے۔ ④ ''بسم اللہ'' کہنے سے جن' انسان کے اعضائے مستورہ کو نہیں دیکھ سکتے۔ جس طرح انسانوں کی نظروں سے بچنے کے لیے بیت الخلاء میں داخل ہونے کی ضرورت ہوتی ہے' اسی طرح جنوں کی نظروں سے بچنے کے لیے ''بسم اللہ'' کہنا بھی ضروری ہے۔

٢٩٨- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ رَافِعٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ قَالَ: «أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ».

۲۹۸- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو کہتے تھے: [اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ] ''میں ناپاک جنوں اور ناپاک جنیوں سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔''

٢٩٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ زَحْرٍ، عَنْ عَلِيِّ ابْنِ يَزِيدَ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا يَعْجِزْ أَحَدُكُمْ، إِذَا دَخَلَ مِرْفَقَهُ أَنْ يَقُولَ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الرِّجْسِ النَّجِسِ، الْخَبِيثِ الْمُخْبِثِ، الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ».

۲۹۹- حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کسی کو اس بات سے عاجز نہیں ہونا چاہیے کہ جائے ضرورت میں داخل ہوتے وقت یوں کہہ لے: [اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوذُبِكَ مِنَ الرِّجْسِ النَّجِسِ الْخَبِيثِ الْمُخْبِثِ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ] ''اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں گندے' پلید' ناپاک' گندے کام سکھانے والے مردود شیطان سے۔''

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ: وَحَدَّثَنَا أَبُوحَاتِمٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ فَذَكَرَ نَحْوَهُ، وَلَمْ يَقُلْ فِي حَدِيثِهِ: مِنَ الرِّجْسِ النَّجِسِ، إِنَّمَا قَالَ: مِنَ الْخَبِيثِ الْمُخْبِثِ، الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ.

ابوحاتم نے ابن ابی مریم سے اسی طرح روایت بیان کی لیکن اس نے اپنی روایت میں [مِنَ الرِّجْسِ النَّجِسِ] کے الفاظ بیان نہیں کیے بلکہ صرف [مِنَ الْخَبِيثِ الْمُخْبِثِ] کے الفاظ بیان کیے ہیں۔

٢٩٨ـ أخرجه مسلم، الحيض، باب ما يقول إذا أراد دخول الخلاء، ح: ٣٧٥، من حديث إسماعيل وغيره به.

٢٩٩ـ [إسناده ضعيف] أخرجه الطبراني في الكبير: ٨/ ٢٤٩، ح: ٧٨٤٩ من حديث سعيد بن أبي مريم به، وضعفه البوصيري، وانظر، ح: ٢٢٨ لحال علي بن يزيد.

(المعجم ١٠) - بَابُ مَا يَقُوْلُ إِذَا خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ (التحفة ١٠)

باب:١٠- بیت الخلاء سے باہر آ کر کیا پڑھے؟

٣٠٠- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي [بُكَيْرٍ]: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ: حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ أَبِي بُرْدَةَ: سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ: دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ فَسَمِعْتُهَا تَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، إِذَا خَرَجَ مِنَ الْغَائِطِ، قَالَ: «غُفْرَانَكَ».

٣٠٠- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ جب بیت الخلاء سے باہر آتے تھے تو فرماتے تھے: [غُفْرَانَكَ] ”اے اللہ! میں تیری بخشش کا طلب گار رہوں۔“

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ بْنُ سَلَمَةَ: وَأَخْبَرَنَا أَبُو حَاتِمٍ: حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ النَّهْدِيُّ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، نَحْوَهُ.

ابو غسان النہدی نے بھی اسرائیل سے اسی (یحییٰ بن ابی بکیر) کی مثل روایت بیان کی۔

فوائد ومسائل: ① قضائے حاجت سے فارغ ہو کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے کی حکمت یہ ذکر کی گئی ہے کہ انسان اتنے عرصے تک زبان سے ذکر کرنے سے محروم رہتا ہے۔ اس فطری کوتاہی کو اد با اپنی طرف منسوب کر کے مغفرت کی دعا کی گئی ہے۔ یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ نجاست کا جسم سے نکل جانا بھی اللہ کی ایک عظیم نعمت ہے جس پر شکر واجب ہے۔ ہم اس کی کماحقہ ادائیگی نہیں کر سکتے' اس لیے معافی کے طلب گار ہیں۔ ② یہ دعا بیت الخلاء سے باہر آ کر پڑھنی چاہیے۔ اگر میدان وغیرہ میں ہو تو فارغ ہو کر کپڑے درست کرنے کے بعد پڑھنی چاہیے۔

٣٠١- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحَاقَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ الْمُحَارِبِيُّ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنِ الْحَسَنِ وَقَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ، إِذَا خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ قَالَ: «الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنِّي الأَذٰى وَعَافَانِي».

٣٠١- حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ جب بیت الخلاء سے باہر تشریف لاتے تو فرماتے: [اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ] ”اللہ کا شکر ہے جس نے مجھ سے نجاست (یا تکلیف دہ چیز) کو دور کر دیا اور مجھے عافیت بخشی۔“

٣٠٠- [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب ما يقول الرجل إذا خرج من الخلاء، ح: ٣٠ من حديث إسرائيل به، وحسنه الترمذي، ح: ٧، وصححه ابن خزيمة، وابن حبان، والحاكم، والذهبي.

٣٠١- [إسناده ضعيف] وقال البوصيري: "هٰذا إسناد ضعيف" ✽ إسماعيل بن مسلم المكي ضعيف الحديث

(المعجم ١١) - بَابُ ذِكْرِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ عَلَى الْخَلَاءِ وَالْخَاتَمِ فِي الْخَلَاءِ (التحفة ١١)

باب:١١- بیت الخلاء میں اللہ کا ذکر کرنا اور انگوٹھی لے کر جانا

٣٠٢- حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ خَالِدِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ الْبَهِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَذْكُرُ اللهَ عَلَى كُلِّ أَحْيَانِهِ.

۳۰۲- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ اپنے تمام اوقات میں اللہ کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔

فوائد ومسائل: ① ''تمام اوقات'' سے مراد یہ ہے کہ خواہ باوضو ہوں یا نہ ہوں' اللہ کا ذکر فرماتے تھے۔ یعنی زبانی ذکر کے لیے طہارت کا وہ اہتمام ضروری نہیں جو نماز وغیرہ کے لیے ضروری ہے۔ ''تمام اوقات'' کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ جس طرح نماز کے لیے بعض اوقات مکروہ ہیں' اللہ کے ذکر کے لیے اس طرح کوئی وقت مکروہ نہیں۔ ② بعض علماء نے اس سے استدلال کیا ہے کہ تلاوت قرآن مجید کے لیے جس طرح حدثِ اصغر سے پاک ہونا' یعنی باوضو ہونا ضروری نہیں۔ اسی طرح حدث اکبر' یعنی جنابت سے پاک ہونا بھی شرط نہیں۔ کیونکہ قرآن مجید بھی ذکر ہے۔ لیکن اولاً تو ''اللہ کے ذکر'' کا متبادر مفہوم ''سُبْحَانَ اللّٰہ' اَلْحَمْدُ لِلّٰہ'' وغیرہ جیسے اذکار ہیں' جن کے زبان سے ادا کرنے کو ''تلاوتِ قرآن نہیں'' سمجھا جاتا۔ ثانیاً حالتِ جنابت میں تلاوت ممنوع ہونے کی متعدد احادیث مروی ہیں۔ جو اگرچہ الگ الگ ضعیف ہیں' لیکن علماء کے ایک گروہ کے نزدیک باہم مل کر وہ قابل استدلال ہو جاتی ہیں کیونکہ ان کا ضعف شدید نہیں' اس لیے ان کے نزدیک احتیاط اس میں ہے کہ جنابت کی حالت میں تلاوت سے حتی الامکان اجتناب کیا جائے' الا یہ کہ کوئی ناگزیر صورت پیش آ جائے۔ لیکن علماء کا ایک دوسرا گروہ جس میں امام بخاری' امام ابن تیمیہ اور امام ابن حزم ؒ جیسے حضرات بھی شامل ہیں' کہتا ہے کہ ممانعت کی تمام احادیث ضعیف ہیں، اس لیے جنبی اور حائضہ بھی قرآن مجید کی تلاوت کر سکتے ہیں۔ واللہ اعلم.

٣٠٣- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ

۳۰۳- حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے

◀◀(تقريب)، وفيه علل أخرى، وله شاهد ضعيف عند ابن السني، ح: ٢٢ وغيره.

٣٠٢ـ أخرجه مسلم، الحيض، باب ذكر الله تعالى في حال الجنابة وغيرها، ح: ٣٧٣ من طريق ابن أبي زائدة به، وعلقه البخاري، كتاب الأذان، باب هل يتتبع المؤذن فاه . . . الخ، قبل، ح: ٦٣٤.

٣٠٣ـ [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب الخاتم يكون فيه ذكر الله تعالى يدخل به الخلاء، ح:١٩ عن نصر به، وقال: "هذا حديث منكر"، وصححه الترمذي، ح:١٧٤٦، وضعفه النسائي (تحفة الأشراف: ١/ ٣٨٥) * ابن جريج مشهور بالتدليس، ولم أجد تصريح سماعه.

الْجَهْضَمِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ: حَدَّثَنَا هَمَّامُ بْنُ يَحْيٰى، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا دَخَلَ الْخَلاَءَ وَضَعَ خَاتَمَهُ.

کہ نبی ﷺ جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو انگوٹھی اتار دیتے تھے۔

فائدہ: یہ روایت ضعیف' بلکہ منکر ہے۔ صحیح روایت اس طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی تھی لیکن پھر آپ نے وہ اتار دی۔ دیکھیے: (سنن ابوداود' الطھارۃ' باب الخاتم یکون فیہ ذکراللہ یدخل بہ الخلاء' حدیث:١٩) بنابریں بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت نبی ﷺ واقعی انگوٹھی اتار دیتے تھے یا نہیں؟ اس کی بابت کوئی صحیح صریح روایت نہیں، تاہم ادب واحترام کا تقاضا ہے کہ ایسی انگوٹھی یا کتاب وغیرہ جس میں اللہ کا نام ہو' بیت الخلاء میں لے جانا مناسب نہیں۔

(المعجم ١٢) - بَابُ كَرَاهِيَةِ الْبَوْلِ فِي الْمُغْتَسَلِ (التحفة ١٢)

باب:١٢- غسل خانے میں پیشاب کرنے کی کراہت کا بیان

٣٠٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَنْبَأَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ أَشْعَثَ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لاَ يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي مُسْتَحَمِّهِ، فَإِنَّ عَامَّةَ الْوَسْوَاسِ مِنْهُ».

٣٠٤- حضرت عبداللہ بن مغفل ؓ سے روایت ہے' رسول ﷺ نے فرمایا: ''کوئی شخص اپنے غسل خانے میں ہرگز پیشاب نہ کرے کیونکہ زیادہ تر وسوسے اسی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔''

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ ابْنُ مَاجَهْ: [قَالَ أَبُو الْحَسَنِ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ يَزِيدَ يَقُولُ:] سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ مُحَمَّدٍ الطَّنَافِسِيَّ يَقُولُ: إِنَّمَا هٰذَا فِي الْحَفِيرَةِ. فَأَمَّا الْيَوْمَ، [فَلاَ]، فَمُغْتَسَلاَتُهُمُ الْجِصُّ وَالصَّارُوجُ وَالْقِيرُ، فَإِذَا بَالَ فَأَرْسَلَ عَلَيْهِ الْمَاءَ، لاَ بَأْسَ بِهِ.

جناب علی بن محمد طنافسی ؒ فرماتے ہیں: یہ حکم ایسے (کچے) غسل خانوں کے بارے میں ہے جن کا پانی گڑھے میں جمع ہوتا ہے۔ آج کل یہ حکم نہیں۔ چونکہ اب لوگ غسل خانوں کی تعمیر میں چونا' قلعی اور تارکول استعمال کرتے ہیں (اس لیے پختہ فرش پر پانی نہیں ٹھہرتا اور ایسی دیواروں میں بھی جذب نہیں ہوتا) لہٰذا جب آدمی

٣٠٤ـ [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب في البول في المستحم، ح: ٢٧ من حديث عبدالرزاق به واستغربه الترمذي، ح: ٢١، وصححه الحاكم، والذهبي * الحسن عنعن، تقدم، ح: ٧١، وحديث أبي داود ح: ٢٧ يغني عنه.

پیشاب کر کے اس جگہ پانی بہادے تو کوئی حرج نہیں۔

فائدہ: مذکورہ روایت کو ہمارے فاضل محقق نے سنداً ضعیف قرار دیا ہے اور مزید کہا ہے کہ اس روایت سے سنن ابوداود کی حدیث نمبر ۲۷ کفایت کرتی ہے جو کہ صحیح الاسناد ہے۔ علاوہ ازیں شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے' بہر حال احتیاط اور احترامِ سنت کا تقاضا یہی ہے کہ غسل خانے میں پیشاب کرنے سے اجتناب ہی کیا جائے۔

(المعجم ١٣) - بَابُ مَا جَاءَ فِي الْبَوْلِ قَائِمًا (التحفة ١٣)

باب:۱۳- کھڑے ہوکر پیشاب کرنا

٣٠٥- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ وَ هُشَيْمٌ وَ وَكِيعٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَتَى سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ عَلَيْهَا قَائِمًا.

۳۰۵- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کچھ لوگوں کے کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ پہنچے اور وہاں کھڑے ہوکر پیشاب کیا۔

فوائد ومسائل: ① پیشاب کرنے کے لیے بہتر طریقہ یہ ہے کہ بیٹھ کر اس حاجت سے فراغت حاصل کی جائے۔ نبئ اکرم ﷺ کی اکثر عادت مبارکہ بیٹھ کر پیشاب کرنے کی تھی۔ ② اس مقام پر نبئ اکرم ﷺ نے کھڑے ہوکر پیشاب کیا۔ ممکن ہے اس کا سبب امت کو یہ بتانا ہو کہ یہ بھی جائز ہے تا کہ اگر کسی کو کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کی ضرورت محسوس ہو تو وہ حرج محسوس نہ کرے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے کوئی ایسی ضرورت محسوس کی ہو، مثلاً: بیٹھ کر پیشاب کرنے کی صورت میں جسم یا کپڑوں پر چھینٹے پڑنے کا اندیشہ محسوس ہوا ہو' یا کسی عذر کی وجہ سے بیٹھنے میں مشقت محسوس ہوئی ہو۔ واللہ اعلم. تاہم یہ احتیاط ضروری ہے کہ پیشاب کے چھینٹے کپڑے یا جسم پر نہ پڑیں۔ ③ کچھ لوگوں کی کوڑا پھینکنے کی جگہ کا مطلب یہ ہے کہ اس محلے کے لوگ اپنا کوڑا کرکٹ وہاں پھینکا کرتے تھے۔ ④ نبی ﷺ نے پیشاب کے لیے وہ جگہ اس لیے پسند فرمائی کہ وہاں دیوار کی اوٹ موجود تھی اس لیے پردے کا اہتمام بہتر طور پر ممکن تھا۔ دیکھیے: (صحیح مسلم' الطهارة' باب المسح علی الخفین' حدیث:۲۷۳)

٣٠٦- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ

۳۰۶- حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی قوم کی کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ

٣٠٥ـ أخرجه البخاري، الوضوء، باب البول قائمًا وقاعدًا، ح: ٢٢٤ وغيره، ومسلم، الطهارة، باب المسح على الخفين، ح: ٢٧٣ من حديث الأعمش به.

٣٠٦ـ [إسناده حسن] أخرجه أحمد: ٤/ ٢٤٦ من طريق آخر عن عاصم بن بهدلة وغيره به.

عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَتٰى سُبَاطَةَ قَوْمٍ، فَبَالَ قَائِمًا.

پہنچے اور کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔

قَالَ شُعْبَةُ: قَالَ عَاصِمٌ يَوْمَئِذٍ، وَهٰذَا الْأَعْمَشُ يَرْوِيهِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ، وَمَا حَفِظَهُ، فَسَأَلْتُ عَنْهُ مَنْصُورًا فَحَدَّثَنِيهِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَتٰى سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا.

امام شعبہ کے استاد عاصم بیان کرتے ہیں کہ اعمش اس حدیث کو ابووائل کے واسطے سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' ان سے بھول ہو گئی ہے (کہ اصل میں یہ حدیث مغیرہ بن شعبہ کی ہے' اعمش نے غلطی سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا نام لے دیا ہے۔) امام شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے منصور سے پوچھا تو انھوں نے مجھے ابووائل کے واسطے سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کسی قوم کی کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ پہنچے اور کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔

توضیح: سند کا اختلاف امام ابن ماجہ نے خود واضح کر دیا ہے جس سے واضح ہے کہ اس اختلاف کا حدیث کی صحت پر اثر نہیں پڑتا۔ چونکہ حضرت حذیفہ اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہما دونوں صحابی ہیں' اس لیے ان دونوں میں سے جس نے بھی رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہو حدیث صحیح ہوگی' ضعیف نہیں ہوگی۔ بنا بریں سنداً حدیث صحیح ہے۔

(المعجم ١٤) - بَابٌ فِي الْبَوْلِ قَاعِدًا (التحفة ١٤)

باب:۱۴- بیٹھ کر پیشاب کرنا

٣٠٧- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَ سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ، وَ إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُوسَى السُّدِّيُّ قَالُوا: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنِ الْمِقْدَامِ ابْنِ شُرَيْحِ بْنِ هَانِئٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: مَنْ حَدَّثَكَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ بَالَ قَائِمًا فَلَا تُصَدِّقْهُ، أَنَا رَأَيْتُهُ يَبُولُ قَاعِدًا.

۳۰۷- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: جو شخص تمھیں یہ بات بتائے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا' اس کی تصدیق نہ کرنا۔ میں نے آپ ﷺ کو (ہمیشہ) بیٹھ کر پیشاب کرتے دیکھا ہے۔

٣٠٧ـ [حسن] أخرجه الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في النهي عن البول قائمًا، ح: ١٢ من حديث شريك به، وتابعه إسرائيل وغيره (السنن الكبرٰى للبيهقي: ١/ ١٠١، ١٠٢).

فائدہ: حضرت عائشہ ؓ کی یہ نفی ان کی اپنی معلومات کے مطابق ہے کیونکہ گھر میں نبی ﷺ ہمیشہ بیت الخلاء ہی میں بیٹھ کر پیشاب کرتے تھے۔ گزشتہ حدیث میں حضرت حذیفہ ؓ نے گھر سے باہر کا واقعہ بیان کیا ہے جس کا ام المومنین ؓ کو علم نہیں ہوا، اس لیے دونوں اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں۔

٣٠٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ [بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ]، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ قَالَ: رَآنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: وَأَنَا أَبُولُ قَائِمًا، فَقَالَ: «يَا عُمَرُ لاَ تَبُلْ قَائِمًا» فَمَا بُلْتُ قَائِمًا، بَعْدُ.

۳۰۸- حضرت عمر ؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے کھڑے ہو کر پیشاب کرتے دیکھا تو فرمایا: ”عمر! کھڑے ہو کر پیشاب نہ کرو۔“ (حضرت عمر ؓ نے فرمایا:) اس کے بعد میں نے کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا۔

٣٠٩- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْفَضْلِ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ: حَدَّثَنَا عَدِيُّ بْنُ الْفَضْلِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَكَمِ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: نَهٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ يَبُولَ قَائِمًا.

۳۰۹- حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔

سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ يَزِيدَ، أَبَا عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُومِيَّ يَقُولُ: قَالَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ - فِي حَدِيثِ عَائِشَةَ: أَنَا رَأَيْتُهُ يَبُولُ قَاعِدًا - قَالَ: الرَّجُلُ أَعْلَمُ بِهٰذَا مِنْهَا.

امام ابن ماجہ نے اپنے استاد احمد بن عبدالرحمٰن مخزومی کے واسطے سے حدیث عائشہ کے بارے میں حضرت سفیان ثوری سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: اس مسئلہ میں مردوں کو زیادہ معلومات ہو سکتی ہیں۔ یعنی امام سفیان ثوری نے حضرت عائشہ ؓ کے فرمان: ”میں نے آپ ﷺ کو (ہمیشہ) بیٹھ کر پیشاب کرتے دیکھا ہے۔“ پر حضرت حذیفہ ؓ کی حدیث (حدیث: ۳۰۵) کو ترجیح دی ہے۔

٣٠٨ـ [إسناده ضعيف] أخرجه البيهقي: ١/ ١٠٢ من طريق عبدالرزاق به، وقال البوصيري: "هٰذا إسناد ضعيف، عبدالكريم متفق علٰى تضعيفه".

٣٠٩ـ [إسناده ضعيف جدًا] أخرجه ابن عدي في الكامل: ٥/ ٢٠١٣ من حديث أبي عامر العقدي به، وضعفه البوصيري * عدي بن الفضل متروك (تقريب).

قَالَ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: وَكَانَ مِنْ شَأْنِ الْعَرَبِ الْبَوْلُ قَائِماً، أَلاَ تَرَاهُ، فِي حَدِيثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَسَنَةَ يَقُولُ: قَعَدَ يَبُولُ كَمَا تَبُولُ الْمَرْأَةُ.

احمد بن عبدالرحمٰن مخزومی نے فرمایا: عربوں میں کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کا رواج تھا، اس لیے عبدالرحمٰن بن حسنہ کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں: (یہودیوں نے کہا) یہ تو بیٹھ کر پیشاب کرتے ہیں جس طرح عورتیں پیشاب کیا کرتی ہیں۔

فائدہ: روایت: ۳۰۸، ۳۰۹ دونوں سنداً ضعیف ہیں، اس لیے قابل حجت نہیں، اور ان سے کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی، تاہم نبی ﷺ کا عام معمول بیٹھ کر ہی پیشاب کرنے کا تھا، اس لیے ہر مسلمان کا معمول بھی یہی ہونا چاہیے۔ اصل اور اہم مسئلہ پیشاب کے چھینٹوں سے بچنا ہے، اس میں کوتاہی کی گنجائش نہیں کیونکہ اس پر سخت وعید احادیث میں آئی ہے۔

(المعجم ١٥) - بَابُ كَرَاهَةِ مَسِّ الذَّكَرِ بِالْيَمِيْنِ وَالِاسْتِنْجَاءِ بِالْيَمِيْنِ (التحفة ١٥)

باب: ۱۵- دائیں ہاتھ سے عضو خاص کو چھونا اور دائیں ہاتھ سے استنجا کرنا ممنوع ہے

٣١٠- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ حَبِيبِ بْنِ أَبِي الْعِشْرِينَ: حَدَّثَنَا الأَوْزَاعِيُّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي قَتَادَةَ: أَخْبَرَنِي أَبِي أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِذَا بَالَ أَحَدُكُمْ فَلاَ يَمَسَّ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ، وَلاَ يَسْتَنْجِ بِيَمِينِهِ».

۳۱۰- حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ”جب کوئی شخص پیشاب کرے تو اسے چاہیے کہ عضو خاص کو دائیں ہاتھ سے نہ چھوئے اور نہ دائیں ہاتھ سے استنجا کرے۔“

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا الأَوْزَاعِيُّ بِإِسْنَادِهِ، نَحْوَهُ.

امام ابن ماجہ نے امام اوزاعی رحمہ اللہ کے دوسرے شاگرد ولید بن مسلم کی سند سے بھی یہ حدیث اسی طرح بیان کی۔

فوائد و مسائل: ① اسلامی تہذیب کی یہ خوبی ہے کہ اس میں طہارت و نظافت کو خاص اہمیت دی گئی ہے۔ اس ضمن میں استنجا کے آداب کی تعلیم بھی دی گئی ہے۔ اس حدیث میں یہ ادب بیان ہوا ہے کہ اعضائے مخصوصہ کو چھونے

٣١٠ـ أخرجه البخاري، الوضوء، باب لا يمسك ذكره بيمينه إذا بال، ح: ١٥٤ من حديث الأوزاعي به، وغيره، ومسلم، الطهارة، باب النهي عن الاستنجاء باليمين، ح: ٢٦٧ من حديث يحيىٰ به.

کی ضرورت پیش آئے تو دایاں ہاتھ استعمال نہ کیا جائے۔ اسی طرح استنجا کرتے وقت بھی دایاں ہاتھ نجاست سے دور رہنا چاہیے۔ ② دائیں اور بائیں ہاتھ میں امتیاز بھی اسلامی تہذیب کے آداب میں سے ہے۔ دایاں ہاتھ ان کاموں کے لیے ہے جو شرعاً' عرفاً یا طبعاً پسندیدہ ہوں اور بایاں ہاتھ ان کاموں کے لیے ہے جو عرفاً یا طبعاً ناپسندیدہ ہوں۔ استنجا کرنا انسانی ضرورت ہے' ورنہ طبیعت مقام نجاست کو چھونا پسند نہیں کرتی' یہی وجہ ہے کہ اس کے لیے بایاں ہاتھ مقرر کیا گیا ہے۔ پسندیدہ معاملات میں نبی ﷺ دایاں ہاتھ استعمال کرتے اور دائیں جانب کو ترجیح دیتے تھے۔ حضرت عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے تمام کاموں' مثلاً: وضو کرنے' کنگھی کرنے اور جوتے پہننے میں دائیں طرف سے شروع کرنے کو پسند کرتے تھے۔ (صحیح البخاری' الوضوء' باب التیمن فی الوضوء والغسل' حدیث:۱۶۸' و صحیح مسلم' الطہارۃ' باب التیمن فی الطہور وغیرہ' حدیث:۲۶۸)

٣١١- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ دِينَارٍ، عَنْ عُقْبَةَ ابْنِ صُهْبَانَ قَالَ: سَمِعْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ يَقُولُ: مَا تَغَنَّيْتُ وَلاَ تَمَنَّيْتُ وَلاَ مَسِسْتُ ذَكَرِي بِيَمِينِي مُنْذُ بَايَعْتُ بِهَا رَسُولَ اللهِ ﷺ.

۳۱۱- حضرت عثمان بن عفان ؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: میں نے نہ کبھی گانا گایا' نہ جھوٹ بولا' اور نہ عضو خاص کو دائیں ہاتھ سے چھوا' جب سے میں نے اس (ہاتھ) سے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی۔

٣١٢- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدِ بْنِ كَاسِبٍ: حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ رَجَاءٍ الْمَكِّيُّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلاَنَ، عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا اسْتَطَابَ أَحَدُكُمْ، فَلاَ يَسْتَطِبْ بِيَمِينِهِ. لِيَسْتَنْجِ بِشِمَالِهِ».

۳۱۲- حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص جب استنجا کرے تو دائیں ہاتھ سے استنجا نہ کرے' اسے اپنے بائیں ہاتھ سے استنجا کرنا چاہیے۔''

(المعجم ١٦) - بَابُ الاِسْتِنْجَاءِ بِالْحِجَارَةِ وَالنَّهْيِ عَنِ الرَّوْثِ وَالرِّمَّةِ (التحفة ١٦)

باب ۱۶:- استنجا کے لیے پتھر کا استعمال' نیز لید اور ہڈی سے ممانعت

٣١١ـ [إسناده ضعيف جدًا] * الصلت بن دينار متروك الحديث، كما قال أحمد وغيره (تهذيب التهذيب).

٣١٢ـ [إسناده حسن] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب كراهية استقبال القبلة عند قضاء الحاجة، ح:٨ من حديث محمد بن عجلان به مطولاً، وصححه ابن خزيمة، وابن حبان.

٣١٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ: أَنْبَأَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ ابْنِ عَجْلاَنَ، عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ لِوَلَدِهِ أُعَلِّمُكُمْ، إِذَا أَتَيْتُمُ الْغَائِطَ فَلاَ تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلاَ تَسْتَدْبِرُوهَا». وَأَمَرَ بِثَلاَثَةِ أَحْجَارٍ، وَنَهٰى عَنِ الرَّوْثِ وَالرِّمَّةِ، وَنَهٰى أَنْ يَسْتَطِيبَ الرَّجُلُ بِيَمِينِهِ.

٣١٣- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمھارے لیے اس طرح ہوں جس طرح اولاد کے لیے باپ ہوتا ہے۔ (اس لیے) میں تمھیں (بظاہر معمولی سمجھے جانے والے امور کی بھی) تعلیم دیتا ہوں۔ جب تم قضائے حاجت کے لیے جاؤ تو قبلہ کی طرف منہ نہ کرو اور اس کی طرف پیٹھ بھی نہ کرو۔'' اور رسول اللہ ﷺ نے تین ڈھیلے استعمال کرنے کا حکم دیا' لید اور ہڈی استعمال کرنے سے منع فرمایا' اور دائیں ہاتھ سے استنجا کرنے سے منع فرمایا۔

فوائد و مسائل: ① شریعت کے تمام احکام اہم ہیں، اس لیے جس طرح فرائض کا اہتمام کیا جاتا ہے آداب پر بھی عمل پیرا ہونا چاہیے۔ ② امام کو چاہیے کہ اپنے مقتدیوں کو ہر قسم کے مسائل سے آگاہ کرے' البتہ موقع محل اور مناسب انداز کا خیال رکھنا چاہیے۔ ③ پیشاب یا پاخانہ کے وقت کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے یا پیٹھ کر کے بیٹھنا جائز نہیں۔ علمائے کرام نے اس حکم کو میدان اور کھلی جگہ کے لیے قرار دیا ہے کیونکہ بیت الخلاء کے اندر کعبہ کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھنا خود رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ دیکھیے: (صحيح البخاري' الوضوء' باب التبرز في البيوت' حديث:١٤٨' و صحيح مسلم' الطهارة' باب الاستطابة' حديث:٢٦٦) ④ تین ڈھیلے استعمال کرنے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ صفائی اچھی طرح ہو جائے۔ اگر پانی سے صفائی کی جائے تو ڈھیلے استعمال کرنے کی ضرورت نہیں۔ لید اور ہڈی سے استنجا منع ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو جنوں کے لیے خوراک بنایا ہے۔ ارشاد نبوی ہے: ''لید اور ہڈیوں کے ساتھ استنجا نہ کرو کیونکہ یہ جنوں میں سے تمھارے (مسلمان) بھائیوں کی خوراک ہے۔'' (جامع الترمذي' الطهارة' باب ماجاء في كراهية مايستنجىٰ به' حديث:١٨) دوسری وجہ یہ ہے کہ لید' گوبر خود ناپاک ہے' لہٰذا اس سے طہارت حاصل نہیں ہو سکتی جیسے کہ آئندہ حدیث میں آ رہا ہے۔

٣١٤- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ، عَنْ زُهَيْرٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ - قَالَ: لَيْسَ

٣١٤- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے اور فرمایا: ''مجھے تین پتھر لا دو۔'' میں دو پتھر اور

٣١٣ـ [حسن] انظر الحديث السابق.

٣١٤ـ أخرجه البخاري، الوضوء، باب لا يستنجىٰ بروث، ح:١٥٦ من حديث زهير به.

أَبُو عُبَيْدَةَ ذَكَرَهُ، وَلٰكِنْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الأَسْوَدِ، - عَنِ الأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَتَى الْخَلاَءَ، فَقَالَ: «ائْتِنِي بِثَلاَثَةِ أَحْجَارٍ» فَأَتَيْتُهُ بِحَجَرَيْنِ وَرَوْثَةٍ فَأَخَذَ الْحَجَرَيْنِ وَأَلْقَى الرَّوْثَةَ، وَقَالَ: «هِيَ رِجْسٌ».

ایک لید لے آیا۔ آپ ﷺ نے دونوں پتھر لے لیے اور لید پھینک دی اور فرمایا: ''یہ ناپاک ہے۔''

فوائد ومسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ اگر تین ڈھیلے نہ ملیں تو دو ڈھیلوں پر بھی اکتفا کیا جا سکتا ہے، تاہم افضل یہی ہے کہ تین ڈھیلوں سے صفائی کی جائے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ تیسرا ڈھیلا آپ نے خود ڈھونڈ لیا ہو۔ ② ساتھی یا شاگرد سے چھوٹی موٹی خدمت لینا درست ہے۔ خصوصاً جب کہ وہ اس میں کراہت محسوس نہ کرتا ہو۔

٣١٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ: أَنْبَأَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ؛ ح: وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ ابْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، جَمِيعاً عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِي خُزَيْمَةَ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ خُزَيْمَةَ، عَنْ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «فِي الاِسْتِنْجَاءِ ثَلاَثَةُ أَحْجَارٍ لَيْسَ فِيهَا رَجِيعٌ».

٣١٥- حضرت خزیمہ بن ثابت ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''استنجا میں تین پتھر (استعمال) ہوتے ہیں' ان میں گوبر' لید نہ ہو۔''

فائدہ: [رَجِیعٌ] کا لفظ گوبر' لید اور انسانی فضلہ سب کے لیے بولا جاتا ہے۔ یہاں اس کا ترجمہ گوبر اور لید اس لیے کیا گیا ہے کہ دوسری احادیث میں [رَوثٌ] کا لفظ ہے جو گدھے گھوڑے وغیرہ کی لید کے لیے بولا جاتا ہے۔ جب لید اور گوبر سے استنجا منع ہے تو انسانی فضلہ کا استعمال بدرجۂ اولیٰ منع ہوگا۔ اس سے ماقبل کی روایت سے بھی' جو صحیح ہے' گوبر اور لید کے عدم استعمال کا اثبات ہوتا ہے' اس لیے معناً یہ روایت بھی صحیح ہے۔

٣١٦- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنِ الأَعْمَشِ؛ ح: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ

٣١٦- حضرت سلمان ؓ سے روایت ہے کہ بعض مشرکین ان کا مذاق اڑانے لگے' ایک مشرک نے کہا:

٣١٥ـ [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب الاستنجاء بالأحجار، ح: ٤١ من حديث هشام به * عمرو ابن خزيمة لم يوثقه غير ابن حبان.

٣١٦ـ أخرجه مسلم، الطهارة، باب الاستطابة، ح: ٢٦٢ من حديث وكيع به وغيره.

ابْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، وَالأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ سَلْمَانَ، قَالَ: قَالَ لَهُ بَعْضُ الْمُشْرِكِينَ، وَهُمْ يَسْتَهْزِئُونَ بِهِ: إِنِّي أَرَى صَاحِبَكُمْ يُعَلِّمُكُمْ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى الْخِرَاءَةِ، قَالَ: أَجَلْ. أَمَرَنَا أَنْ لاَ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ، وَلاَ نَسْتَنْجِيَ بِأَيْمَانِنَا، وَلاَ نَكْتَفِيَ بِدُونِ ثَلاَثَةِ أَحْجَارٍ، لَيْسَ فِيهَا رَجِيعٌ وَلاَ عَظْمٌ.

میں دیکھتا ہوں کہ تمھارا ساتھی (محمد ﷺ) تمھیں سب کچھ سکھاتا ہے حتی کہ پاخانہ کرنا بھی (سکھاتا ہے۔) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں' آپ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم (قضائے حاجت کے لیے) قبلہ کی طرف منہ نہ کریں' اور دائیں ہاتھ سے استنجا نہ کریں' اور تین پتھروں سے کم استعمال نہ کریں' ان میں لید یا ہڈی شامل نہ ہو۔

فوائد و مسائل: اسلام دین فطرت ہے، اس لیے اس نے انسان کی زندگی کے کسی پہلو کو نظر انداز نہیں کیا حتی کہ وہ مسائل بھی جنھیں زیر بحث لانا عام طور پر پسند نہیں کیا جاتا ان میں بھی ہدایت کی ضروری تفصیل موجود ہے۔ علاوہ ازیں اسلامی تعلیمات میں نہ یہودیت کی سی ناروا سختی ہے' نہ نصرانیت کی سی بے لگام اباحیت، بلکہ ایک حسین اعتدال موجود ہے۔ ② غیر مسلم اقوام کی ہمیشہ سے یہ عادت رہی ہے کہ وہ اسلام کی خوبیوں کو بھی خامیاں بنا کر پیش کرتے ہیں۔ بعض مسلمان جو ذہنی طور پر ان سے مرعوب ہوتے ہیں' وہ اس کے جواب میں معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرتے ہیں اور تاویل یا انکار کے ذریعے سے اسلام کو ان کے غیر اسلامی تصورات کے مطابق ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ اسلام کے احکام کی خوبیاں اور غیر اسلامی افکار کی خامیاں واضح کی جائیں کیونکہ اسلام ہی راہ ہدایت ہے اور کافروں کا گمراہ ہونا کسی دلیل کا محتاج نہیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے بھی معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرنے کے بجائے انھیں مسکت جواب دیا' یعنی ہمیں تو اللہ کے نبی ﷺ نے بیت الخلاء کے آداب سکھائے ہیں اور یہ کوئی شرم کی بات نہیں۔ شرم کی بات تو یہ ہے کہ تم جیسے لوگوں کو قضائے حاجت کی بھی تمیز نہیں۔ ③ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے قضائے حاجت کے جو چار آداب ذکر کیے ہیں' ان سے اسلامی تہذیب کی دوسری تہذیبوں پر برتری واضح ہے۔ اپنے اپنے قبلہ کا احترام ہر مذہب کے ہاں مسلّم ہے لیکن اس احترام کے لیے جس طرح کی ہدایات اسلام نے دی ہیں' دوسرے مذاہب میں موجود نہیں۔ عبادت کے موقع پر جس طرف منہ کیا جاتا ہے قضائے حاجت کے وقت اس طرف منہ کرنے سے اجتناب اس احترام کا ایک واضح مظہر ہے۔ یہود و نصاریٰ میں ان کے قبلے کے لیے اس قسم کے احترام کی کوئی مثال موجود نہیں۔ دائیں اور بائیں ہاتھ کو الگ الگ کاموں کے لیے مخصوص کرنا بھی اسلامی تہذیب کی ایک نمایاں خوبی ہے۔ دایاں ہاتھ کھانے پینے کے لیے مخصوص ہے اور بایاں ہاتھ صفائی سے متعلقہ امور کے لیے۔ غیر مسلموں میں اس طرح کا کوئی امتیاز نہیں۔ خاص طور پر نصاریٰ میں تو قضائے حاجت کے بعد جسم کی صفائی کی بھی

وہ اہمیت نہیں جو فطرت سلیم کا تقاضا ہے۔ اس کے بعد ہاتھ دھوئے بغیر کھانا کھالینا تہذیب سے کس قدر دور ہے، یہ محتاج وضاحت نہیں۔ تین ڈھیلے استعمال کرنے کا حکم بھی صفائی کی اہمیت واضح کرتا ہے، یعنی قضائے حاجت کے بعد جسم کی اس قدر صفائی ہو جانی چاہیے کہ نجاست لگے رہنے کا احتمال نہ رہے۔ اسی طرح لید، گوبر اور ہڈی سے استنجا کرنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ یہ مسلمان جنوں اور ان کے جانوروں کی خوراک ہے، نیز غذائی اشیاء کو استنجا کے لیے استعمال کرنا ایک قابل نفرت فعل ہے جسے کوئی صاحب عقل پسند نہیں کر سکتا۔ نبی اکرم ﷺ نے مسلمان جنوں سے فرمایا تھا: ''تمھارے لیے ہر وہ ہڈی ہے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو، وہ تمھارے ہاتھ میں آئے گی تو بہت زیادہ گوشت والی ہو جائے گی اور ہر مینگنی تمھارے جانوروں کے لیے چارہ ہو گی۔'' اور صحابۂ کرام ؓ سے فرمایا: ''تم ان دونوں چیزوں سے استنجا نہ کرو کیونکہ یہ تمھارے بھائیوں کا طعام ہے۔'' (صحیح مسلم، الصلاۃ، باب الجهر بالقراءۃ في الصبح والقراءۃ علی الجن، حدیث:۴۵۰)

(المعجم ١٧) - بَابُ النَّهْيِ عَنِ اسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ بِالْغَائِطِ وَالْبَوْلِ (التحفة ١٧)

باب:۱۷- پیشاب پاخانے کے وقت قبلہ رو ہونے کی ممانعت کا بیان

٣١٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ الْمِصْرِيُّ: أَنْبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ الزُّبَيْدِيَّ، يَقُولُ: أَنَا أَوَّلُ مَنْ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ» وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ حَدَّثَ النَّاسَ بِذٰلِكَ.

۳۱۷- حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: سب سے پہلے میں نے ہی رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''تم میں سے کوئی قبلہ کی طرف منہ کر کے پیشاب نہ کرے۔'' اور سب سے پہلے میں نے ہی لوگوں کو یہ حدیث سنائی۔

٣١٨- حَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ، أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ: أَنْبَأَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ،

۳۱۸- حضرت ابو ایوب انصاری ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے قضائے حاجت کے لیے جانے والے کو قبلہ کی طرف منہ کرنے سے منع

٣١٧ـ [إسناده صحيح] أخرجه أحمد: ٤/ ١٩١ من حديث الليث به، وصححه ابن حبان، والحاكم، والبوصيري وغيرهم.

٣١٨ـ أخرجه البخاري، الوضوء، باب لا تستقبل القبلة ببول ولا غائط... الخ، ح: ١٤٤، وح: ٣٩٤، ومسلم، الطهارة، باب الاستطابة، ح: ٢٦٤ من حديث الزهري به.

عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا أَيُّوبَ الأَنْصَارِيَّ يَقُولُ: نَهٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ يَسْتَقْبِلَ الَّذِي يَذْهَبُ إِلَى الْغَائِطِ الْقِبْلَةَ، وقَالَ: «شَرِّقُوا أَوْ غَرِّبُوا».

کیا اور فرمایا: ''مشرق یا مغرب کی طرف منہ کیا کرو۔''

فوائد و مسائل: ① مدینہ منورہ سے بیت اللہ شریف جنوب کی طرف ہے، اس لیے جو شخص جنوب کی طرف منہ کرے اس کا منہ قبلہ کی طرف ہوگا اور جو شخص شمال کی طرف منہ کرے اس کی پشت قبلہ کی طرف ہوگی، جب کہ مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرنے سے قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ نہیں ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کے لحاظ سے مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا۔ جو مقامات کعبہ شریف سے مشرق یا مغرب میں واقع ہیں ان کے لیے شمال یا جنوب کی طرف منہ کرنا درست ہوگا۔ اور مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرنا ممنوع ہوگا کیونکہ اصل وجہ کعبہ کی طرف منہ یا پشت ہونا ہے نہ کہ کسی خاص سمت کو اہمیت دینا۔ ② اگلے باب کی احادیث سے واضح ہے کہ یہ پابندی کھلے مقام کے لیے ہے بیت الخلاء اگر اس رخ بنے ہوئے ہوں تو ان میں بیٹھنا جائز ہے، تاہم بیت الخلاء بناتے وقت اگر یہ خیال رکھا جائے کہ وہ قبلہ رخ نہ ہوں تو بہتر ہے۔

٣١٩- **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ: حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ يَحْيَى الْمَازِنِيُّ، عَنْ أَبِي زَيْدٍ مَوْلَى الثَّعْلَبِيِّينَ، عَنْ مَعْقِلِ ابْنِ أَبِي مَعْقِلٍ الأَسَدِيِّ، وَقَدْ صَحِبَ النَّبِيَّ ﷺ، قَالَ: نَهٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَتَيْنِ بِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ.

٣١٩- حضرت معقل بن ابو معقل اسدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو نبی ﷺ کے صحابی ہیں، انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے پاخانہ پیشاب کرتے وقت دونوں قبلوں (کعبہ اور بیت المقدس) کی طرف منہ کرنے سے ہمیں منع فرمایا۔

٣٢٠- **حَدَّثَنَا** الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ الدِّمَشْقِيُّ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ

٣٢٠- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں گواہی دی کہ آپ علیہ السلام نے پیشاب یا پاخانہ کے وقت قبلہ کی طرف

٣١٩ـ [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب كراهية استقبال القبلة عند قضاء الحاجة، ح:١٠ من حديث عمرو به * أبوزيد مجهول كما في التقريب وغيره.

٣٢٠ـ [صحيح] * ابن لهيعة وشيخه عنعنا، فالسند ضعيف، وانظر، ح:٣١٨، والذي قبله.

جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ أَنَّهُ شَهِدَ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ نَهٰى أَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ وبَوْلٍ

منہ کرنے سے منع فرمایا۔

فائدہ: گواہی دینے کا مطلب یہ ہے کہ انھوں نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے پیشاب یا پاخانے کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے منع فرمایا۔ اس انداز کا مقصد محض تاکید ہے اور یہ اشارہ بھی ہے کہ انھوں نے یہ حدیث براہ راست آپ ﷺ سے سنی ہے، کسی اور صحابی کے واسطے سے نہیں، اس لیے وہ اس قدر یقین سے بیان کرتے ہیں جس طرح گواہی صرف چشم دید یقینی معاملے پر ہوسکتی ہے۔

٣٢١- قَالَ أَبُو الْحَسَنِ بْنُ سَلَمَةَ: وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو سَعِيدٍ، عُمَيْرُ بْنُ مِرْدَاسٍ الدَّوْنَقِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَبُو يَحْيَى الْبَصْرِيُّ: حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَانِي أَنْ أَشْرَبَ قَائِمًا، وَأَنْ أَبُولَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ.

٣٢١- حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: مجھے رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہوکر پانی پینے اور قبلہ کی طرف منہ کرکے پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔

فائدہ: اس حدیث میں کھڑے ہوکر پانی پینے سے منع کیا گیا ہے۔ بعض علماء اس نہی کو تنزیہ پر محمول کرتے ہیں، یعنی کھڑے ہوکر پانی پینا جائز تو ہے لیکن بہتر نہیں کیونکہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہوکر بھی پانی پیا ہے۔ بعض دیگر علماء اسے جائز نہیں سمجھتے کیونکہ صحیح مسلم میں یہ ارشاد نبوی ہے: [لَا يَشْرَبَنَّ اَحَدٌ مِّنْكُمْ قَائِمًا، فَمَنْ نَسِىَ فَلْيَسْتَقِئْ] (صحيح مسلم، الأشربة، باب في الشرب قائما، حديث: ٢٠٢٦) "تم میں سے کوئی شخص کھڑے ہوکر (پانی وغیرہ) نہ پیے اور جو بھول کر پی لے اسے چاہیے کہ قے کردے۔" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جواز کو مجبوری کی حالت پر محمول کرنا چاہیے، یعنی اگر بیٹھنے کے لیے مناسب جگہ نہ ہو تو کھڑے ہوکر پانی پی لے ورنہ پرہیز کرے۔ واللہ اعلم

(المعجم ١٨) - بَابُ الرُّخْصَةِ فِي ذٰلِكَ فِي الْكَنِيفِ، وَإِبَاحَتِهِ دُونَ الصَّحَارِي (التحفة ١٨)

باب: ١٨- قبلہ کی طرف منہ کرنا بیت الخلاء میں جائز ہے، صحرا میں نہیں

٣٢١- [صحيح] انظر الحديث السابق، هٰذا الحديث من زوائد القطان.

٣٢٢- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ حَبِيبٍ: حَدَّثَنَا الأَوْزَاعِيُّ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الأَنْصَارِيُّ؛ ح: وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى قَالاَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: أَنْبَأَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ أَنَّ مُحَمَّدَ ابْنَ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، أَخْبَرَهُ أَنَّ عَمَّهُ وَاسِعَ ابْنَ حَبَّانَ، أَخْبَرَهُ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ: يَقُولُ أُنَاسٌ: إِذَا قَعَدْتَ لِلْغَائِطِ فَلاَ تَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ، وَلَقَدْ ظَهَرْتُ، ذَاتَ يَوْمٍ مِنَ الأَيَّامِ، عَلَى ظَهْرِ بَيْتِنَا، فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَاعِداً عَلَى لَبِنَتَيْنِ، مُسْتَقْبِلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ، هٰذَا حَدِيثُ يَزِيدَ بْنِ هَارُونَ.

٣٢٢- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: کچھ لوگ کہتے ہیں جب تم قضائے حاجت کے لیے بیٹھو تو تمھارا چہرہ قبلہ کی طرف نہیں ہونا چاہیے۔ میں ایک دن اپنے گھر کی چھت پر چڑھا تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیت المقدس کی طرف منہ کیے ہوئے دو کچی اینٹوں پر بیٹھے دیکھا۔ یہ روایت یزید بن ہارون کی ہے۔

فوائد و مسائل: ① یہ گھر ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی رہائش گاہ تھا جو راویٔ حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ہمشیرہ تھیں۔ دیکھیے: (صحیح البخاري' الوضوء' باب التبرز فی البیوت' حدیث:١٤٨) بہن کا گھر ہونے کی وجہ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے اپنا گھر کہہ دیا۔ ② حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے رسول اللہ ﷺ کو دیکھنے کا یہ مطلب نہیں کہ انھوں نے نبی علیہ السلام کو بے پردہ دیکھا۔ بات یہ ہے کہ بیت الخلاء کی دیوار چھوٹی ہونے کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کا سر مبارک نظر آیا جس سے معلوم ہوا کہ آپ کی پشت کعبہ شریف کی طرف اور چہرۂ مبارک بیت المقدس کی طرف ہے۔ کچی اینٹوں کا آپ کو پہلے سے علم تھا کہ یہاں بیٹھنے کے لیے کچی اینٹیں رکھی ہوئی ہیں۔ (دیکھیے: فتح الباري:١/ ٣٢٥)

٣٢٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا

٣٢٣- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے'

٣٢٢ـ أخرجه البخاري، الوضوء، باب التبرز في البيوت، ح:١٤٩ من حديث يزيد بن هارون وغيره، ومسلم، الطهارة، باب الاستطابة، ح:٢٦٦ من حديث يحي بن سعيد به.

٣٢٣ـ [ضعيف] وضعفه البوصيري * عيسَى بن أبي عيسَى الخياط متروك كما في التقريب وغيره، وله شاهد ضعيف عند أحمد: ٢/ ٩٩.

عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسٰى، عَنْ عِيسَى الْخَيَّاطِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي كَنِيفِهِ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ.

انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیت الخلاء میں قبلے کی طرف منہ کر کے بیٹھے ہوئے دیکھا۔

قَالَ عِيسٰى: فَقُلْتُ ذٰلِكَ لِلشَّعْبِيِّ، فَقَالَ: صَدَقَ ابْنُ عُمَرَ وَصَدَقَ أَبُو هُرَيْرَةَ، أَمَّا قَوْلُ أَبِي هُرَيْرَةَ فَقَالَ: فِي الصَّحْرَاءِ لاَ يَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلاَ يَسْتَدْبِرْهَا، وَأَمَّا قَوْلُ ابْنِ عُمَرَ، فَإِنَّ الْكَنِيفَ لَيْسَ فِيهِ قِبْلَةٌ، اسْتَقْبِلْ فِيهِ حَيْثُ شِئْتَ.

(حدیث کی سند میں ایک راوی) ’’عیسیٰ خیاط‘‘ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام شعبی سے اس حدیث کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی سچ کہا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی سچ کہا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا مطلب ہے کہ صحرا (اور کھلے میدان) میں قبلے کی طرف منہ یا پیٹھ کر کے نہ بیٹھے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بیت الخلاء کے اندر قبلے کا خیال رکھنا ضروری نہیں‘ وہاں تم جدھر چاہو منہ کر سکتے ہو۔

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ بْنُ سَلَمَةَ: وَحَدَّثَنَا أَبُو حَاتِمٍ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسٰى، فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

ابو حاتم نے عبید اللہ بن موسیٰ سے اسی (محمد بن یحییٰ) کی مثل روایت بیان کی۔

فوائد و مسائل: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ روایت اس سند سے تو ضعیف ہے‘ تاہم دوسرے طرق سے اس کا حسن ہونا ثابت ہے۔ عیسیٰ خیاط (اور انھیں حناط بھی کہتے ہیں۔ دیکھیے: تقریب التھذیب: ۵۳۵۲) نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی جس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے‘ غالباً اس سے مراد صحیح مسلم کی وہ حدیث ہے جس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبئ اکرم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا: ’’جب کوئی شخص قضائے حاجت کے لیے بیٹھے تو قبلے کی طرف منہ بھی نہ کرے اور پیٹھ بھی نہ کرے۔‘‘ (صحیح مسلم‘ الطھارۃ‘ باب الاستطابۃ‘ حدیث: ۲۶۵) اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث یہی ہے جو زیر مطالعہ ہے جس میں چار دیواری کے اندر اس کی اجازت معلوم ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے وضاحت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کسی غرض سے چھت پر چڑھے تو ان کی نظر اچانک نبی ﷺ پر پڑ گئی‘ جان بوجھ کر انھوں نے نہیں دیکھا، تاہم اس اچانک نظر سے یہ شرعی حکم معلوم ہو گیا کہ چار دیواری کے اندر ایسا کرنا جائز ہے۔ (الموسوعۃ الحدیثیۃ‘ ۲۱۶/۸) ② علامہ وحید الزمان نے فرمایا ہے کہ نبی ﷺ سے قبلے کی طرف منہ کرنے اور پیٹھ کرنے کی احادیث بھی مروی ہیں اور ان سے ممانعت کی احادیث بھی موجود ہیں۔ ان میں تطبیق دو طرح ہو سکتی ہے۔

ایک تو یہ کہ نہی تحریمی ہے لیکن ممانعت صرف صحرا اور کھلی جگہ میں ہے' عمارت میں جائز ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ نہی کو تنزیہی قرار دیا جائے تو اجتناب افضل ہوگا اور نبی علیہ السلام کے فعل سے جواز ثابت ہوگا۔ (ترجمہ سنن ابن ماجہ از علامہ وحید الزمان...... بتصرف)

٣٢٤- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالاَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ خَالِدِ بْنِ أَبِي الصَّلْتِ، عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: ذُكِرَ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَوْمٌ يَكْرَهُونَ أَنْ يَسْتَقْبِلُوا بِفُرُوجِهِمُ الْقِبْلَةَ. فَقَالَ: «أُرَاهُمْ قَدْ فَعَلُوهَا، اسْتَقْبِلُوا بِمَقْعَدَتِي الْقِبْلَةَ».

۳۲۴- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں ذکر ہوا کہ کچھ لوگ بیت الخلاء میں قبلہ کی طرف منہ کرنا مکروہ سمجھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرا خیال ہے کہ وہ عملی طور پر بھی اجتناب کرتے ہوں گے۔ میری جائے ضرورت کا رخ قبلہ کی طرف کر دو۔''

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ الْقَطَّانُ: حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ عَبْدَكَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُغِيرَةِ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ خَالِدِ بْنِ أَبِي الصَّلْتِ، مِثْلَهُ.

ابو الحسن القطان نے کہا: یحیی بن عبدك نے عبدالعزیز بن مغیرہ سے' انھوں نے خالد حذاء سے' انھوں نے خالد بن ابی الصلت سے سابقہ روایت کی مثل بیان کیا۔

٣٢٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ: حَدَّثَنَا أَبِي، قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْحَاقَ، عَنْ أَبَانَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِبَوْلٍ، فَرَأَيْتُهُ، قَبْلَ أَنْ يُقْبَضَ بِعَامٍ، يَسْتَقْبِلُهَا.

۳۲۵- حضرت جابر ؓ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں پیشاب کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے منع فرمایا تھا۔ پھر میں نے آپ ﷺ کو وفات سے ایک سال پہلے اس طرف منہ کرتے دیکھا۔

٣٢٤ـ [إسناده ضعيف] أخرجه أحمد: ٦/ ١٣٧ عن وكيع به * خالد وثقه ابن حبان وحده، وجهله أحمد وغيره، وضعفه عبدالحق، وفيه علل أخرى.

٣٢٥ـ [حسن] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب الرخصة في ذلك، ح: ١٣ عن محمد بن بشار به، وحسنه الترمذي، ح: ٩، وصححه ابن خزيمة، وابن حبان، والحاكم، والذهبي وغيرهم.

فائدہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اس فرمان سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس ممانعت کو منسوخ سمجھتے ہیں لیکن اگر نہی کو کھلی جگہ کیلئے خاص قرار دیا جائے یا اجتناب کو افضل اور منہ کرنے کو جائز سمجھ لیا جائے تو اسے منسوخ قرار دینے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ واللہ اعلم.

(المعجم ١٩) - بَابُ الِاسْتِبْرَاءِ بَعْدَ الْبَوْلِ (التحفة ١٩)

باب:١٩- پیشاب کے بعد اس کے قطرات سے بچاؤ حاصل کرنا

٣٢٦- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ؛ ح: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا زَمْعَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ عِيسَى بْنِ يَزْدَادَ الْيَمَانِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا بَالَ أَحَدُكُمْ فَلْيَنْتُرْ ذَكَرَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ».

٣٢٦- حضرت عیسیٰ بن یزداد یمانی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی شخص پیشاب کرے تو عضو کو تین بار سونت لے (زور سے دبا کر کھینچے تا کہ اس کے اندر جو قطرات ہیں، وہ نکل جائیں۔'')

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ بْنُ سَلَمَةَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ ابْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا زَمْعَةُ، [فَذَكَرَ] نَحْوَهُ.

ابوالحسن بن سلمہ نے کہا کہ علی بن عبدالعزیز نے ابو نعیم سے زمعہ کے واسطے سے اسی (محمد بن یحییٰ) کی مثل روایت بیان کی۔

(المعجم ٢٠) - بَابُ مَنْ بَالَ وَلَمْ يَمَسَّ مَاءً (التحفة ٢٠)

باب:٢٠- جس نے پیشاب کے بعد پانی استعمال نہ کیا

٣٢٧- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَحْيَى التَّوْأَمِ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: انْطَلَقَ النَّبِيُّ ﷺ يَبُولُ،

٣٢٧- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ پیشاب کے لیے (باہر) تشریف لے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پانی لے کر آپ کے پیچھے چلے تو آپ نے فرمایا: ''عمر یہ کیا ہے؟'' انھوں نے کہا: پانی۔

٣٢٦- [إسناده ضعيف] أخرجه أحمد: ٤/ ٣٤٧ عن وكيع به، وقال البوصيري: "إسناده ضعيف . . . وزمعة ضعيف"، وانظر، ح: ٥٠١ * وعيسى بن يزداد مجهول الحال.

٣٢٧- [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب في الاستبراء، ح: ٤٢ من حديث عبدالله بن يحيیٰ التوأم به، وهو ضعيف كما في التقريب.

فَاتَّبَعَهُ عُمَرُ بِمَاءٍ، فَقَالَ: «مَا هٰذا؟ يَا عُمَرُ!» قَالَ: مَاءٌ. قَالَ: «مَا أُمِرْتُ كُلَّمَا بُلْتُ أَنْ أَتَوَضَّأَ، وَلَوْ فَعَلْتُ لَكَانَتْ سُنَّةً».

آپ نے فرمایا: ''مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ جب بھی پیشاب کروں' تو وضو بھی کروں۔ اگر میں ایسا کروں گا تو یہ (لازمی) سنت بن جائے گی۔''

(المعجم ٢١) - بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْخَلَاءِ عَلٰى قَارِعَةِ الطَّرِيقِ (التحفة ٢١)

باب:٢١- راستے پر قضائے حاجت کی ممانعت کا بیان

٣٢٨- حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ: أَخْبَرَنِي نَافِعُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْحِمْيَرِيَّ حَدَّثَهُ قَالَ: كَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ يَتَحَدَّثُ بِمَا لَمْ يَسْمَعْ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَيَسْكُتُ عَمَّا سَمِعُوا، فَبَلَغَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو مَا يَتَحَدَّثُ بِهِ، فَقَالَ: وَاللهِ! مَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ هٰذَا. وَأَوْشَكَ مُعَاذٌ أَنْ يَفْتِنَكُمْ فِي الْخَلَاءِ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ مُعَاذاً، فَلَقِيَهُ، فَقَالَ مُعَاذٌ: يَا عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو! إِنَّ التَّكْذِيبَ بِحَدِيثٍ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ نِفَاقٌ، وَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلٰى مَنْ قَالَهُ، لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «اتَّقُوا الْمَلَاعِنَ الثَّلَاثَ: الْبَرَازَ فِي الْمَوَارِدِ، وَالظِّلِّ، وَقَارِعَةِ الطَّرِيقِ».

٣٢٨- ابوسعید حمیری سے روایت ہے' انھوں نے کہا: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ وہ احادیث بیان کیا کرتے تھے جو دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے نہیں سنی ہوتی تھیں اور جو حدیثیں دوسروں نے سنی ہوتی تھیں معاذ رضی اللہ عنہ انھیں بیان نہیں کرتے تھے۔ ان کی بیان کردہ کوئی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کو معلوم ہوئی تو انھوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرمان نہیں سنا۔ ممکن ہے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ (کے یہ حدیث بیان کرنے) کی وجہ سے تم لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہو جاؤ۔ یہ بات حضرت معاذ رضی اللہ عنہ تک بھی پہنچ گئی۔ (ایک موقع پر) ان کی آپس میں ملاقات ہوئی تو معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عبداللہ بن عمرو! رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر کے جھوٹ بولنا منافقت ہے۔ جو شخص ایسی بات کرے گا' خود گناہ گار ہوگا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ ارشاد مبارک سنا ہے: ''لعنت کا سبب بننے والے تین کاموں سے اجتناب کرو یعنی گھاٹ پر' سائے میں اور راستے کے درمیان قضائے حاجت کرنے سے (پرہیز کرو۔'')

فوائد ومسائل: ① یہ روایت ہمارے فاضل محقق کے نزدیک سنداً ضعیف ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

٣٢٨ـ [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب المواضع التي نهي عن البول فيها، ح:٢٦ من حديث نافع ابن يزيد به، قال البوصيري: "هٰذا إسناد ضعيف، فيه أبوسعيد . . . روايته عن معاذ مرسلة".

سے یہ حدیث مروی ہے لیکن اس میں دو مقامات سے ممانعت کا ذکر ہے، گھاٹ کا ذکر نہیں۔ دیکھیے: (صحیح مسلم' الطھارۃ' باب النھي عن التخلي في الطرق و الظلال' حدیث:٢٦٩) علاوہ ازیں شیخ البانی ؒ نے اسے حسن قرار دیا ہے۔ اس حدیث سے یہ استدلال صحیح ہے کہ گھاٹ سمیت ایسی تمام جگہوں پر بول و براز کرنا صحیح نہیں جس سے دوسروں کو تکلیف ہو۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے: الإرواء' حدیث:٦٢) ② ''گھاٹ'' سے مراد دریا یا تالاب وغیرہ کا کنارہ ہے جہاں سے پانی لینے کے لیے یا دوسرے مقاصد کے لیے عام لوگوں کی آمد و رفت ہو۔ ③ ''سائے'' سے مراد وہ سایہ ہے جہاں گرمی اور دھوپ سے بچنے کے لیے لوگ ٹھہرتے ہوں۔ یہاں پاخانہ کرنے سے عام لوگوں کو تکلیف ہو گی اور وہ اس سائے سے فائدہ حاصل نہیں کر سکیں گے۔ اگر کوئی درخت ایسی جگہ اگا ہوا ہو جہاں عام لوگوں کو آنے جانے کی ضرورت نہیں پڑتی تو اس کے سائے میں قضائے حاجت کی گنجائش ہے جیسے کہ حدیث: ٣٣٨' ٣٣٩ میں ذکر ہو گا۔ ④ ''راستے کے درمیان'' مراد یہ ہے کہ عین راستے میں قضائے حاجت نہ کی جائے۔ جس سے آنے جانے والوں کو تکلیف ہو۔ ہاں راستے سے ایک طرف ہٹ کر جہاں سے لوگ نہیں گزرتے' فراغت حاصل کی جا سکتی ہے۔

٣٢٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ زُهَيْرٍ قَالَ : قَالَ سَالِمٌ : سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُولُ : حَدَّثَنَا جَابِرُ ابْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : «إِيَّاكُمْ وَالتَّعْرِيسَ عَلٰى جَوَادِّ الطَّرِيقِ ، وَالصَّلَاةَ عَلَيْهَا ، فَإِنَّهَا مَأْوَى الْحَيَّاتِ وَالسِّبَاعِ ، وَقَضَاءَ الْحَاجَةِ عَلَيْهَا ، فَإِنَّهَا [مِنَ] الْمَلَاعِنِ» .

٣٢٩- حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''راستے کے درمیان (رات کو آرام کرنے اور سونے کے لیے) نہ ٹھہرو' اور وہاں نماز نہ پڑھو کیونکہ یہ سانپوں اور درندوں کا ٹھکانا ہے' اور وہاں قضائے حاجت نہ کرو کیونکہ یہ لعنت کا باعث ہے۔''

فوائد و مسائل: ① رات کو جب راستے پر انسانوں کی آمد و رفت رک جاتی ہے تو موذی جانور اور حشرات اپنے ٹھکانوں سے نکل آتے ہیں اور ان راستوں سے گزرتے ہیں، اس لیے اگر کوئی مسافر لیٹ کر سو رہا ہو تو ممکن ہے کوئی سانپ بچھو وغیرہ اسے نقصان پہنچائے۔ ② اس حدیث سے بھی راستے میں قضائے حاجت کرنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ ③ بعض محققین نے [وَالصَّلَاةَ عَلَيْهَا] کے الفاظ کے علاوہ اسے حسن قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (الصحیحۃ' حدیث : ٢٤٣٣)

٣٢٩۔ [ضعيف] قال الإمام أحمد في عمرو بن سلمة : "روىٰ عن زهير أحاديث بواطيل" (تهذيب)، وللحديث طرق ضعيفة عند أحمد: ٣/ ٣٠٥، ٣٨١ وغيره .

٣٣٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ قُرَّةَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى أَنْ يُصَلّٰى عَلٰى قَارِعَةِ الطَّرِيقِ، أَوْ يُضْرَبَ الْخَلاءُ عَلَيْهَا، أَوْ يُبَالَ فِيهَا.

۳۳۰- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے راستے میں نماز پڑھنے سے یا قضائے حاجت کرنے سے یا پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(المعجم ٢٢) - بَابُ التَّبَاعُدِ لِلْبَرَازِ فِي الْفَضَاءِ (التحفة ٢٢)

باب:۲۲-میدان میں قضائے حاجت کے لیے (لوگوں سے) دور جانا

٣٣١- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ، إِذَا ذَهَبَ الْمَذْهَبَ، أَبْعَدَ.

۳۳۱- حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ جب قضائے حاجت کے لیے جاتے تو دور تشریف لے جاتے تھے۔

فائدہ: پردے کے اعضاء کو دوسروں کی نظروں سے چھپانا ہر حال میں فرض ہے۔ پیشاب وغیرہ کی حاجت کے وقت انسان کو اپنا جسم کھولنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اس مقصد کے لیے بیت الخلاء میں جانا چاہیے تاکہ دوسروں سے پردہ قائم رہے۔ اگر میدان میں یہ ضرورت پیش آئے تو دوسروں سے اس قدر دور چلے جانا چاہیے کہ کسی کی نظر نہ پڑے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کسی چیز کی اوٹ میں فراغت حاصل کر لی جائے' مثلاً: کسی دیوار یا درخت کے پیچھے چلا جائے بشرطیکہ وہاں ممانعت کی کوئی دوسری وجہ نہ ہو' یعنی وہ درخت عام لوگوں کے بیٹھنے کی جگہ کے طور پر استعمال نہ ہوتا ہو۔

٣٣٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ: حَدَّثَنَا [عُمَرُ] بْنُ عُبَيْدٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ

۳۳۲- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: میں ایک سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ تھا۔ آپ

٣٣٠ـ [إسناده ضعيف] أخرجه الطبراني في المعجم الكبير: ١٢/ ٢٨١، ح: ١٣١٢٠ من حديث عمرو بن خالد الحراني به * ابن لهيعة يدلس عن الضعفاء (انظر طبقات المدلسين/ المرتبة الخامسة)، والسند ضعفه البوصيري.

٣٣١ـ [إسناده حسن] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب التخلي عند قضاء الحاجة، ح: ١، وصححه الترمذي، وابن خزيمة، والحاكم، والذهبي.

٣٣٢ـ [إسناده ضعيف] وقال البوصيري: "هٰذا إسناد ضعيف لضعف عمر بن المثنى والأشجعي وهو مستور كما في التقريب، وقال أبوزرعة: "عطاء لم يسمع من أنس"، وللحديث شواهد كثيرة.

الْمُثَنَّى، عَنْ عَطَاءٍ الْخُرَاسَانِيِّ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ، فَتَنَحَّى لِحَاجَتِهِ، ثُمَّ جَاءَ فَدَعَا بِوَضُوءٍ فَتَوَضَّأَ.

قضائے حاجت کے لیے دور تشریف لے گئے' پھر واپس آ کر وضو کے لیے پانی طلب فرمایا اور وضو کیا۔"

فائدہ: یہ روایت اگرچہ سنداً ضعیف ہے لیکن وضو ٹوٹ جانے کے بعد وضو کر لینے اور ہر وقت باوضو رہنے کے استحباب میں کوئی شک نہیں۔

٣٣٣- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدِ بْنِ كَاسِبٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ، عَنِ ابْنِ خُثَيْمٍ، عَنْ يُونُسَ بْنِ خَبَّابٍ، عَنْ يَعْلَى ابْنِ مُرَّةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ، إِذَا ذَهَبَ إِلَى الْغَائِطِ، أَبْعَدَ.

٣٣٣- حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ جب قضائے حاجت کے لیے جاتے تو دور تشریف لے جاتے تھے۔

٣٣٤- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ الْخَطْمِيِّ، - قَالَ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: وَاسْمُهُ عُمَيْرُ بْنُ يَزِيدَ - عَنْ عُمَارَةَ بْنِ خُزَيْمَةَ وَالْحَارِثِ بْنِ فُضَيْلٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي قُرَادٍ قَالَ: حَجَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَذَهَبَ لِحَاجَتِهِ فَأَبْعَدَ.

٣٣٤- حضرت عبدالرحمٰن بن ابو قراد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: میں نے نبی ﷺ کے ہمراہ حج کیا۔ (راستے میں) آپ قضائے حاجت کے لیے گئے تو (لوگوں سے) دور تشریف لے گئے۔

٣٣٥- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى: أَنْبَأَنَا

٣٣٥- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں

٣٣٣ـ [حسن] وقال البوصيري: "هٰذا إسناد ضعيف لضعف يونس بن خباب"، والحديث السابق، ح: ٣٣١ شاهد له.

٣٣٤ـ [إسناده حسن] أخرجه النسائي: ١/ ١٧، ١٨، ح: ١٦ من حديث يحيىٰ بن سعيد به، وحسنه الحافظ في الإصابة (٢/ ٤١٩ ت: ٥١٨٥).

٣٣٥ـ [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب التخلي عند قضاء الحاجة، ح: ٢ من حديث إسماعيل به، وهو ضعيف كما في التقريب وغيره، ولبعض الحديث شواهد عند أبي داود، ح: ١ وغيره.

إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي سَفَرٍ، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لاَ يَأْتِي الْبَرَازَ حَتَّى يَتَغَيَّبَ، فَلاَ يُرٰى.

روانہ ہوئے۔ (سفر کے دوران میں) رسول اللہ ﷺ اس وقت تک قضائے حاجت نہیں کرتے تھے جب تک کہ نظروں سے اوجھل نہ ہو جاتے اور کسی کو نظر نہ آتے۔

٣٣٦- حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ كَثِيرِ بْنِ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْمُزَنِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ بِلاَلِ بْنِ الحارِثِ الْمُزَنِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا أَرَادَ الْحَاجَةَ أَبْعَدَ.

٣٣٦- حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب قضائے حاجت کے لیے جاتے تو دور چلے جاتے۔

(المعجم ٢٣) - بَابُ الارْتِيَادِ لِلْغَائِطِ وَالْبَوْلِ (التحفة ٢٣)

باب: ٢٣- پیشاب اور پاخانہ کے لیے مناسب جگہ تلاش کرنا

٣٣٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ الصَّبَّاحِ: حَدَّثَنَا ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ حُصَيْنٍ الْحِمْيَرِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخَيْرِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوتِرْ، مَنْ فَعَلَ [ذٰلِكَ] فَقَدْ أَحْسَنَ، وَمَنْ لاَ، فَلاَ حَرَجَ، وَمَنْ تَخَلَّلَ فَلْيَلْفِظْ، وَمَنْ لاَكَ فَلْيَبْتَلِعْ، مَنْ فَعَلَ ذاكَ فَقَدْ أَحْسَنَ، وَمَنْ لاَ، فَلاَ حَرَجَ، وَمَنْ أَتَى الْخَلاَءَ فَلْيَسْتَتِرْ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ إِلَّا كَثِيباً مِنْ

٣٣٧- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو ڈھیلے استعمال کرے وہ طاق تعداد میں استعمال کرے۔ جس نے ایسا کیا تو اچھا کیا۔ جس نے نہ کیا تو کوئی حرج نہیں۔ جس نے (دانتوں میں) خلال استعمال کیا تو (کھانے کے جو ذرے وغیرہ نکلیں انھیں) پھینک دے اور جو کچھ زبان کے ذریعے سے (دانتوں کے درمیان سے) نکل آئے اسے نگل لے۔ جس نے اس طرح کیا تو اچھا کیا۔ جس نے نہ کیا تو کوئی حرج نہیں۔ جو شخص قضائے حاجت کے لیے جائے اسے چاہیے کہ پردہ

٣٣٦ـ [حسن] انظر، ح:١٦٥ لضعف كثير العوفي، وتلميذه مستور، وللحديث شواهد، منها الحديث السابق: ٣٣١، ٣٣٤، وهو بها حسن.

٣٣٧ـ [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب الاستتار في الخلاء، ح:٣٥، وصححه ابن حبان ✽ حصين مجهول كما في التقريب.

رَمْلٍ فَلْيَمْدُدْهُ عَلَيْهِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَلْعَبُ بِمَقَاعِدِ ابْنِ آدَمَ. مَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَحْسَنَ وَمَنْ لاَ، فَلاَ حَرَجَ».

کرے۔ اگر ریت کی ڈھیری کے سوا کوئی اوٹ نہ ملے تو (مزید ریت جمع کر کے) اس میں اضافہ کر لے (تاکہ مناسب حد تک پردے کے قابل ہو جائے) کیونکہ شیطان انسان کی دبر سے چھیڑ چھاڑ کرتا ہے۔ جس نے ایسا کیا تو اچھا کیا۔ جس نے نہ کیا تو کوئی حرج نہیں۔''

٣٣٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عُمَرَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ الصَّبَّاحِ بِإِسْنَادِهِ نَحْوَهُ، وَزَادَ فِيهِ: «وَمَنِ اكْتَحَلَ فَلْيُوتِرْ، مَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَحْسَنَ، وَمَنْ لاَ، فَلاَ حَرَجَ، وَمَنْ لاَكَ فَلْيَبْتَلِعْ».

٣٣٨- اسی حدیث کی ایک روایت میں یہ اضافہ ہے: ''جو سرمہ لگائے تو طاق تعداد میں لگائے۔ جس نے ایسا کیا تو اچھا کیا۔ جس نے نہ کیا تو کوئی حرج نہیں۔ اور جو شخص زبان کے ذریعے سے (دانتوں کے درمیان سے) کچھ نکالے تو اسے چاہیے کہ نگل لے۔''

٣٣٩- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ يَعْلَى بْنِ مُرَّةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ، فَأَرَادَ أَنْ يَقْضِيَ حَاجَتَهُ، فَقَالَ لِي: «ائْتِ تِلْكَ الأَشَاءَتَيْنِ» قَالَ وَكِيعٌ: - يَعْنِي: النَّخْلَ الصِّغَارَ. - «فَقُلْ لَهُمَا: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَأْمُرُكُمَا أَنْ تَجْتَمِعَا». فَاجْتَمَعَتَا، فَاسْتَتَرَ بِهِمَا، فَقَضَى حَاجَتَهُ، ثُمَّ قَالَ لِي: «ائْتِهِمَا، فَقُلْ لَهُمَا: لِتَرْجِعْ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْكُمَا إِلَى مَكَانِهَا» فَقُلْتُ لَهُمَا فَرَجَعَتَا.

٣٣٩- حضرت یعلیٰ بن مرہ ؓ اپنے والد (مرہ بن وہب ثقفی) سے روایت کرتے ہیں انھوں نے فرمایا: میں ایک سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ تھا۔ آپ نے قضائے حاجت کا ارادہ کیا تو مجھ سے فرمایا: ''کھجور کے ان دو چھوٹے پودوں کے پاس جا کر انھیں کہو: اللہ کے رسول تمھیں حکم دیتے ہیں کہ آپس میں مل جاؤ۔'' چنانچہ وہ مل گئے۔ آپ ﷺ نے ان کے ذریعے سے پردہ فرما کر حاجت پوری کی پھر مجھ سے فرمایا: ''ان کے پاس جا کر کہو: تم میں سے ہر پودا اپنی اپنی جگہ واپس چلا جائے۔'' میں نے انھیں کہا تو وہ اپنی اپنی جگہ واپس چلے گئے۔

٣٣٨- [ضعيف] انظر الحديث السابق، وسيأتي، ح: ٣٤٩٨.

٣٣٩- [حسن] أخرجه أحمد: ٤/ ١٧٠ عن وكيع به * الأعمش عنعن، وتقدم، ح: ١٧٨، والمنهال لم يسمع من يعلى، وفيه علة أخرى، وللحديث شواهد عند مسلم، ح: ٣٠١٠ وغيره.

فوائد ومسائل: ① یہ رسول اللہ ﷺ کا معجزہ ہے کہ آپ کے لیے اللہ تعالیٰ نے درختوں کو ان کی جگہ سے منتقل کر دیا اور پھر انھیں دوبارہ ان کی جگہ واپس پہنچا دیا، مزید یہ کہ درختوں کو اللہ کے رسول ﷺ نے براہ راست حکم نہیں دیا بلکہ صحابی نے ان تک پیغام پہنچایا اور انھوں نے تعمیل کی۔ یہ صحابی کی کرامت ہے۔ ② اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کے موقع پر پردے کا کس قدر اہتمام فرماتے تھے کہ کھجور کا ایک پودا پردے کے لیے کافی نہیں سمجھا حتی کہ اللہ کے حکم سے دوسرا پودا اس کے ساتھ مل کر زیادہ پردہ ہو گیا۔

٣٤٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى : حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ: حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي يَعْقُوبَ ، عَنِ الْحَسَنِ ابْنِ سَعْدٍ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ : كَانَ أَحَبَّ مَا اسْتَتَرَ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ لِحَاجَتِهِ هَدَفٌ أَوْ حَائِشُ نَخْلٍ .

۳۴۰- حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کے موقع پر کسی ٹیلے یا کھجوروں کے جھنڈ کی آڑ لینا زیادہ پسند فرماتے تھے۔

فائدہ: درخت کی آڑ میں قضائے حاجت کرنا درست ہے جب کہ وہ درخت پھل والا نہ ہو۔ کھجور کا پھل ایک خاص موسم میں اتارا جاتا ہے' اس لیے دوسرے موسموں میں اس سے پھل حاصل کرنے کے لیے اس کے پاس جانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ سائے کے لیے بھی کھجور کے باغ سے تو فائدہ حاصل کیا جاتا ہے۔ الگ لگے ہوئے درختوں کو اس مقصد کے لیے اہمیت نہیں دی جاتی' البتہ چھوٹے قد کے درخت جو پھل لگنے کی عمر کو نہیں پہنچے ہوتے' اچھا پردہ فراہم کرتے ہیں۔

٣٤١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَقِيلِ بْنِ خُوَيْلِدٍ : حَدَّثَنِي حَفْصُ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ ذَكْوَانَ ، عَنْ يَعْلَى بْنِ حَكِيمٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : عَدَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَى الشِّعْبِ فَبَالَ ، حَتَّى إِنِّي آوِي لَهُ مِنْ فَكِّ وَرِكَيْهِ حِينَ بَالَ .

۳۴۱- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ راستے سے ہٹ کر گھاٹی کی طرف چلے گئے اور (وہاں جا کر) پیشاب کیا۔ جب آپ نے پیشاب کیا تو میں آپ کے قریب (منہ دوسری طرف کر کے کھڑا) تھا تا کہ آپ کی پشت ظاہر نہ ہو۔

٣٤٠ـ [صحيح] أخرجه مسلم، الحيض، باب التستر عند البول، ح : ٣٤٢ من حديث مهدي به .

٣٤١ـ [إسناده ضعيف] وضعفه البوصيري * محمد بن ذكوان ضعيف (تقريب) .

(المعجم ٢٤) - بَابُ النَّهْيِ عَنِ الاِجْتِمَاعِ عَلَى الْخَلَاءِ وَالْحَدِيْثِ عِنْدَهُ (التحفة ٢٤)

باب:۲۴-قضائے حاجت کے وقت ایک دوسرے کے قریب بیٹھنا اور باتیں کرنا منع ہے

٣٤٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ رَجَاءٍ: أَنْبَأَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ عِيَاضٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ عَلٰى غَائِطِهِمَا، يَنْظُرُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا إِلٰى عَوْرَةِ صَاحِبِهِ، فَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَمْقُتُ عَلٰى ذٰلِكَ».

۳۴۲-حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قضائے حاجت کرتے وقت دو آدمی باتیں نہ کریں کہ ہر ایک کی نظر اپنے ساتھی کے پردے کے اعضاء پر پڑ رہی ہو۔ اللہ تعالیٰ اس (غلط کام) سے سخت ناراض ہوتا ہے۔''

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى: حَدَّثَنَا سَلْمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْوَرَّاقُ: حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، عَنْ يَحْيَى ابْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ هِلَالٍ، قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى: وَهُوَ الصَّوَابُ.

محمد بن یحییٰ (مذکورہ روایت جب) عکرمہ بن عمار کے (دوسرے) شاگرد سلم بن ابراہیم الوراق سے بیان کرتے ہیں تو راوی کا نام (ہلال بن عیاض کی بجائے) عیاض بن ہلال بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہی درست اور صحیح ہے۔

حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيدٍ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ ابْنِ عَمَّارٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، نَحْوَهُ.

محمد بن حمید (مذکورہ روایت جب) عکرمہ بن عمار کے (تیسرے) شاگرد سفیان ثوری سے بیان کرتے ہیں تو راوی کا نام (ہلال بن عیاض اور عیاض بن ہلال کی بجائے) عیاض بن عبداللہ بیان کرتے ہیں۔

فوائد و مسائل: ① حدیث کی اس سند میں ضعف ہے البتہ یہی حدیث دوسری صحیح سندوں کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ دیکھیے: (صحيح الجامع الصغير' حديث:۲۰۱۳) ② جب

٣٤٢ـ [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب كراهية الكلام عند الخلاء، ح:١٥، وصححه ابن خزيمة، وابن حبان، والحاكم، والذهبي * عكرمة مضطرب الحديث عن يحيىٰ بن أبي كثير.

انسان قضائے حاجت کے وقت اپنے ستر کو کھولے ہوئے ہو تو اسے بات چیت کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ یہ شرم و حیا کے منافی ہے' اسی لیے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔ ③ باتیں کرنا اس لیے بھی منع ہے کہ باتیں کرتے وقت انھیں ایک دوسرے کے قریب بیٹھنا پڑے گا جس کی وجہ سے پردے کا اہتمام نہیں ہو سکے گا اور ایک دوسرے کے پوشیدہ اعضاء پر نظر پڑے گی اور کسی کے پردے کے اعضاء کو دیکھنا اور اپنے پوشیدہ اعضاء کسی کو دکھانا گناہ ہے۔

(المعجم ٢٥) - بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْبَوْلِ فِي الْمَاءِ الرَّاكِدِ (التحفة ٢٥)

باب:۲۵- ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا منع ہے

٣٤٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ: أَنْبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ نَهَى عَنْ أَنْ يُبَالَ فِي الْمَاءِ الرَّاكِدِ.

۳۴۳- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔

فوائد و مسائل: ① ٹھہرے ہوئے پانی سے مراد تالاب وغیرہ کا وہ پانی ہے جو جاری نہیں۔ ایسے پانی میں اگر لوگ پیشاب کرتے رہیں گے تو وہ انتہائی گندا ہو جائے گا اور قابل استعمال نہیں رہے گا۔ ② اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر پانی بہہ رہا ہو' جیسے ندی' نہر یا دریا کا پانی ہوتا ہے تو اس میں پیشاب کرنا منع نہیں' تاہم اجتناب بہتر ہے کیونکہ یہ صفائی اور نظافت کے خلاف ہے۔

٣٤٤- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الأَحْمَرُ، عَنِ ابْنِ عَجْلاَنَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لاَ يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الرَّاكِدِ».

۳۴۴- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی شخص ٹھہرے ہوئے پانی میں ہرگز پیشاب نہ کرے۔''

٣٤٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُبَارَكِ: حَدَّثَنَا يَحْيَى

۳۴۵- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی شخص ٹھہرے ہوئے پانی

٣٤٣ـ أخرجه مسلم، الطهارة، باب النهي عن البول في الماء الراكد، ح: ٢٨١ عن محمد بن رمح وغيره به.

٣٤٤ـ [إسناده حسن] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب البول في الماء الراكد، ح: ٧٠ من حديث ابن عجلان به.

٣٤٥ـ [إسناده ضعيف جدًا] وقال البوصيري: "هٰذا إسناد ضعيف * ابن أبي فروة اسمه إسحاق، متفق على تركه".

ابْنُ حَمْزَةَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فَرْوَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لاَ يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ النَّاقِعِ».

میں ہرگز پیشاب نہ کرے۔“

(المعجم ٢٦) - بَابُ التَّشْدِيدِ فِي الْبَوْلِ (التحفة ٢٦)

باب:۲۶- پیشاب سے انتہائی احتیاط کی تاکید

٣٤٦- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَسَنَةَ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ، وَفِي يَدِهِ الدَّرَقَةُ، فَوَضَعَهَا ثُمَّ جَلَسَ فَبَالَ إِلَيْهَا، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: انْظُرُوا إِلَيْهِ، يَبُولُ كَمَا تَبُولُ الْمَرْأَةُ، فَسَمِعَهُ النَّبِيُّ ﷺ، فَقَالَ: «وَيْحَكَ! أَمَا عَلِمْتَ مَا أَصَابَ صَاحِبَ بَنِي إِسْرَائِيلَ؟ كَانُوا إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَوْلُ قَرَضُوهُ بِالْمَقَارِيضِ، فَنَهَاهُمْ [عَنْ ذٰلِكَ]، فَعُذِّبَ فِي قَبْرِهِ».

۳۴۶- حضرت عبدالرحمٰن بن حسنہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ (گھر سے) باہر ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ کے ہاتھ میں ایک ڈھال تھی۔ (آپ ﷺ کو پیشاب کی حاجت محسوس ہوئی تو) اسے (زمین پر) رکھا اور اس کی طرف رخ کر کے بیٹھ کر پیشاب کیا۔ کسی نے کہا: ان صاحب کو دیکھو اس طرح پیشاب کرتے ہیں جس طرح عورت کیا کرتی ہے۔ نبی ﷺ نے اس کی بات سن لی۔ چنانچہ فرمایا: ”تجھ پر افسوس! کیا تجھے معلوم نہیں کہ بنی اسرائیل کے اس آدمی کے ساتھ کیا ہوا؟ ان لوگوں کو جب (کپڑے وغیرہ کو) پیشاب لگ جاتا تو قینچیوں سے کاٹ دیا کرتے تھے (کیونکہ ان کی شریعت میں یہی حکم تھا) اس نے انھیں اس سے منع کر دیا تو اسے قبر میں عذاب دیا گیا۔“

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ بْنُ سَلَمَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو حَاتِمٍ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسٰى: أَنْبَأَنَا الأَعْمَشُ فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

امام ابن ماجہ نے اعمش کے دوسرے شاگرد عبیداللہ بن موسیٰ سے اسی (ابومعاویہ) کی مثل روایت بیان کی۔

فوائد ومسائل: ① کھلی جگہ پیشاب کرتے ہوئے پردے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ یہ پردہ درخت‘ دیوار وغیرہ سے بھی ہوسکتا ہے اور اپنے پاس موجود کسی چیز سے بھی کیا جا سکتا ہے جیسے آپ ﷺ نے ڈھال کو پردے کے طور پر

٣٤٦- **[إسناده ضعيف]** أخرجه أبوداود، الطهارة، باب الاستبراء من البول، ح:٢٢ وغيره * فيه الأعمش، ولم أجد تصريح سماعه، وتقدم، ح:١٧٨.

استعمال فرمایا۔ ② بے پردگی اور بے حیائی غیر مسلموں کی عادت ہے۔ وہ مسلمانوں کی شرم وحیا اور عفت پر طعنہ زنی کرتے ہیں تاکہ مسلمان بھی ان کی سی عادات واطوار اختیار کرلیں۔ لیکن سچے مسلمان کو ان کے طعنوں کی پروا نہیں کرنی چاہیے بلکہ ان پر واضح کرنا چاہیے کہ تمھارا رسم ورواج اور تمھارے طریقے غلط اور قابل ترک ہیں۔ ③ یہود ونصاریٰ میں بھی اصل شرعی حکم شرم وحیا، پردہ اور طہارت وپاکیزگی کے اہتمام کا ہے۔ موجودہ تہذیب کے مظاہر خود ان کی شریعت اور ان کے انبیائے کرام ﷺ کی سیرت کے خلاف ہیں۔ ④ گناہ کی طرف دعوت دینا یا نیکی اور اچھائی سے منع کرنا بہت بڑا جرم ہے جس کی سزا قیامت سے پہلے قبر میں بھی مل سکتی ہے۔ ⑤ اس سے عذاب قبر کا ثبوت ملتا ہے۔ ⑥ [إذَا اَصَابَهُمُ الْبَوْلُ قَرَضُوهُ بِالْمَقَارِيضِ] ''جب ان لوگوں کو پیشاب لگ جاتا تو قینچیوں سے کاٹ دیا کرتے تھے۔'' اس میں ابہام ہے کہ کس چیز کو کاٹتے تھے؟ ابوداود کی ایک روایت میں [جِلد] چمڑے کے الفاظ ہیں اور ابوداود ہی کی ایک دوسری روایت میں [جَسد] جسم کا ذکر ہے۔ جسد کے لفظ کو شیخ البانی ؒ نے منکر کہا ہے اور جِلد سے مراد چمڑے کا لباس لیا ہے جو پہنا جاتا ہے۔ اس طرح کاٹی جانے والی چیز جسم کا حصہ نہیں بلکہ لباس (کپڑا یا چمڑا) ہوتا تھا جسے پیشاب لگ جاتا تھا۔ صحیح بخاری کی روایت سے بھی اسی باب کی تائید ہوتی ہے۔ اس روایت کے الفاظ ہیں: [إذَا اَصَابَ ثَوْبَ اَحَدِهِمْ قَرَضَهُ] (صحيح البخارى، حديث:٢٢٦) ''جب ان میں سے کسی کے کپڑے کو پیشاب لگ جاتا، تو وہ اسے کاٹ دیتا تھا۔''

354

٣٤٧- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، وَوَكِيعٌ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: مَرَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِقَبْرَيْنِ جَدِيدَيْنِ، فَقَالَ: «إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ. وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ، أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لاَيَسْتَنْزِهُ مِنْ بَوْلِهِ، وَأَمَّا الآخَرُ فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ».

٣٤٧- حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ دو نئی قبروں کے پاس سے گزرے تو فرمایا: ''ان دونوں (آدمیوں) کو عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا۔ ان میں سے ایک تو اپنے پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغل خوری کا عادی تھا۔''

فوائد ومسائل: ① رسول اللہ ﷺ کو قبر کے اندر کے حالات سے آگاہ کر دیا گیا۔ اس کی حیثیت ایک معجزے کی ہے اور معجزہ نبی کے ساتھ خاص ہوتا ہے۔ ممکن ہے وحی کے ذریعے اطلاع دی گئی ہو۔ ② اس واقعہ سے قبر میں عذاب کا بھی ثبوت ملتا ہے۔ ③ پیشاب سے بچنے کا مطلب یہ ہے کہ جسم اور لباس کو پیشاب کے چھینٹوں سے بچایا جائے اور پیشاب سے فارغ ہو کر مٹی یا پانی سے استنجا کیا جائے۔ ④ یہاں پیشاب سے مراد انسان کا پیشاب ہے کیونکہ اس

٣٤٧ـ أخرجه البخاري، الجنائز، باب الجريدة على القبر، ح:١٣٦١ من حديث أبي معاوية، ومسلم، الطهارة، باب الدليل على نجاسة البول . . . الخ، ح:٢٩٢ من حديث الأعمش به.

حدیث میں ''اپنے پیشاب سے'' کے الفاظ ہیں۔ جن جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جاتا ان کے پیشاب سے بھی بچنا ضروری ہے' البتہ گائے' بھینس وغیرہ جن کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کے پیشاب کے بارے میں شریعت نے نرمی کی ہے تاہم صفائی کے نقطۂ نظر سے ان کے پیشاب سے بھی اجتناب کرنا بہتر ہے۔ ⑤ ''کسی بڑی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا'' کا مطلب یہ ہے کہ پیشاب سے بچنا مشکل کام نہ تھا۔ اگر ذرا سی توجہ اور احتیاط سے کام لیتا تو پیشاب کے چھینٹوں سے خود کو بچا سکتا تھا۔ ⑥ چغلی [نَمِيمَة] کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص کی کہی ہوئی بات دوسرے کو بتائی جائے تاکہ دونوں میں جھگڑا ہو جائے یا ان کی باہمی محبت ختم ہو جائے۔ یہ بات سچ بھی ہو تو اس طرح لگائی بجھائی کے طور پر ایک دوسرے کو جا بتانا سخت گناہ ہے۔ اور اگر جھوٹ ہو تو گناہ کی شناعت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ کسی کے عیوب اس کی غیر موجودگی میں ذکر کرنا بھی چغلی (غیبت) اور بڑا گناہ ہے، تاہم بعض اوقات کسی کی غیر موجودگی میں اس کے عیب کا ذکر جائز بھی ہوتا ہے۔ علماء نے جائز غیبت میں چھ امور ذکر کیے ہیں: ① مظلوم کا حاکم یا کسی ایسے شخص کے پاس ظالم کی شکایت کرنا جو اسے سزا دے سکے یا ظلم سے منع کر سکے۔ ② کسی کو برائی سے روکنے کے لیے دوسرے سے مدد حاصل کرنا مقصود ہو جب کہ یہ امید ہو کہ یہ شخص اسے برائی سے روک سکتا ہے۔ ③ مسئلہ پوچھتے وقت صورتِ حال کی وضاحت کے لیے۔ ④ مسلمانوں کی خیر خواہی کرتے ہوئے کسی کے شر سے بچانا مقصود ہو تو اس کا عیب بیان کرنا ضروری ہے' مثلاً: حدیث کی سند کے راوی کا ضعف بیان کرنا' یا جب کسی سے رشتہ ناتا کرنے' کاروبار میں شراکت کرنے یا اس کے پاس امانت رکھنے کے بارے میں مشورہ کیا جائے تو مشورہ دینے والے کو چاہیے کہ اگر ایسا شخص اس قابل نہیں تو مشورہ لینے والے کو حقیقت حال سے آگاہ کر دے۔ ⑤ جو شخص سر عام گناہ یا بدعت کا ارتکاب کرتا ہو اس کے اس عیب کو اس کی غیر موجودگی میں بیان کرنا جائز ہے تاکہ سب لوگ مل جل کر اسے اس سے منع کر سکیں۔ ⑥ کوئی شخص کسی جسمانی نقص یا عیب کی وجہ سے خاص نام سے معروف ہو جائے تو اس شخص کا ذکر اس نام سے کیا جا سکتا ہے' جیسے لنگڑا یا ٹنڈا وغیرہ، بشرطیکہ اس سے توہین و تنقیص مقصود نہ ہو۔ (رياض الصالحين' باب بيان مايباح من الغيبة)

٣٤٨- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا عَفَّانُ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَكْثَرُ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنَ الْبَوْلِ».

۳۴۸- حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عذاب قبر زیادہ تر پیشاب (سے احتیاط نہ کرنے) کی وجہ سے ہوتا ہے۔''

٣٤٨- [حسن] أخرجه أحمد: ٢/ ٣٨٨ عن عفان به، وهو في مصنف ابن أبي شيبة: ١/ ١٢٢، وصححه الحاكم، والذهبي، والبوصيري * الأعمش عنعن، وتقدم، ح: ١٧٨، وله شاهد حسن عند النسائي، ح: ١٣٤٤.

٣٤٩- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا الأَسْوَدُ بْنُ شَيْبَانَ: حَدَّثَنِي بَحْرُ بْنُ مَرَّارٍ، عَنْ جَدِّهِ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِقَبْرَيْنِ، فَقَالَ: «إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ، أَمَّا أَحَدُهُمَا فَيُعَذَّبُ فِي الْبَوْلِ، وَأَمَّا الآخَرُ فَيُعَذَّبُ فِي الْغِيبَةِ».

۳۴۹- حضرت ابوبکرہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے تو فرمایا: ”ان دو شخصوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ اور عذاب بھی کسی بڑے کام کی وجہ سے نہیں ہو رہا۔ ایک کو تو پیشاب کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے اور دوسرے کو غیبت کی سزا مل رہی ہے۔“

فائدہ: ان گناہوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ بڑے نہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ صغیرہ گناہ ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ان سے بچنا کوئی بہت دشوار اور زیادہ محنت طلب کام نہیں تھا بلکہ معمولی سی احتیاط کے ساتھ ان دونوں جرائم سے پرہیز ممکن تھا۔

(المعجم ٢٧) - بَابُ الرَّجُلِ يُسَلَّمُ عَلَيْهِ وَهُوَ يَبُوْلُ (التحفة ٢٧)

باب: ۲۷- پیشاب کرنے والے کو سلام کہنا

٣٥٠- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُحَمَّدٍ الطَّلْحِيُّ، وَأَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ حُضَيْنِ بْنِ الْمُنْذِرِ ابْنِ الْحَارِثِ بْنِ وَعْلَةَ، أَبِي سَاسَانَ الرَّقَاشِيِّ، عَنِ الْمُهَاجِرِ بْنِ قُنْفُذِ بْنِ [عُمَيْرِ] ابْنِ جُدْعَانَ؛ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ

۳۵۰- حضرت مہاجر بن قنفذ ؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ آپ وضو کر رہے تھے۔ میں نے سلام کہا تو آپ نے جواب نہ دیا۔ جب آپ ﷺ وضو سے فارغ ہوئے تو فرمایا: ”میں نے سلام کا جواب صرف اس وجہ سے نہیں دیا تھا کہ میں بے وضو تھا۔“

٣٤٩ـ [صحيح] أخرجه أحمد: ٥/ ٣٩ عن وكيع به * بحر سمع هذا الحديث من عبدالرحمٰن بن أبي بكرة عن أبيه، مسند أحمد: ٥/ ٣٥، ٣٦، وهو متهم بالاختلاط ولم يتبين تحديثه به قبل اختلاطه، فالسند ضعيف، وللحديث شواهد كثيرة، منها الحديث السابق: ٣٤٧.

٣٥٠ـ [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب في الرجل يرد السلام وهو يبول، ح: ١٧ * الحسن عنعن، وتقدم، ح: ١٧.

[السَّلَامَ]، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ وُضُوئِهِ، قَالَ «إِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِي مِنْ أَنْ أَرُدَّ عَلَيْكَ، إِلَّا أَنِّي كُنْتُ عَلٰى غَيْرِ وُضُوءٍ».

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ بْنُ سَلَمَةَ: حَدَّثَنَا أَبُوحَاتِمٍ: حَدَّثَنَا الأَنْصَارِيُّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے سعید بن ابی عروبہ کے دوسرے شاگرد الانصاری سے بھی یہ روایت اسی طرح بیان کی ہے۔

فوائد ومسائل: ① مذکورہ روایت سنداً ضعیف ہے‘ تاہم یہی روایت ایک دوسرے طریق سے صحیح مسلم میں ہے‘ اس میں صرف یہاں تک بیان ہے کہ نبی ﷺ نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا۔ دیکھیے: (صحیح مسلم‘ الحیض‘باب التیمم‘ حدیث:۳۷۰) لہٰذا یہ بات تو صحیح ثابت ہوئی کہ پیشاب پاخانہ کرتے ہوئے سلام کا جواب نہ دیا جائے لیکن یہ کہنا صحیح نہیں ہوگا کہ سلام کا جواب یا اللہ کا ذکر وضو کے بغیر جائز نہیں۔ ② اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قضائے حاجت کے لیے بیٹھے ہوئے شخص کو سلام نہ کیا جائے۔ ③ لیکن اگر کوئی شخص سلام کرے تو فوری طور پر اس کا جواب نہ دیا جائے‘ البتہ مستحب ہے کہ فراغت کے بعد وضو یا تیمم کرکے سلام کا جواب دے دیا جائے جیسا کہ اگلی حدیث کے فوائد میں نبی ﷺ کے عمل کا حوالہ آ رہا ہے، اس لیے اس کے استحباب میں کوئی شک نہیں۔

٣٥١- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا مَسْلَمَةُ بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا الأَوْزَاعِيُّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ؛ قَالَ: مَرَّ رَجُلٌ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يَبُولُ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ، فَلَمَّا فَرَغَ، ضَرَبَ بِكَفَّيْهِ الْأَرْضَ فَتَيَمَّمَ، ثُمَّ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ.

٣٥١- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ پیشاب کر رہے تھے کہ ایک آدمی پاس سے گزرا‘ اس نے آپ ﷺ پر سلام کیا۔ نبی ﷺ نے جواب نہ دیا۔ جب آپ فارغ ہوئے تو زمین پر دونوں ہاتھ مار کر تیمم کیا‘ پھر اس کے سلام کا جواب دیا۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث کی یہ سند ضعیف ہے، البتہ اس قسم کا واقعہ دوسری صحیح سند سے بھی مروی ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابوجہیم بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: ’’نبی اکرم ﷺ بئر جمل کی طرف سے تشریف لا رہے تھے کہ ایک آدمی آپ کو ملا۔ اس نے سلام کہا تو نبی ﷺ نے جواب دینے سے پہلے دیوار پر ہاتھ مار کر چہرے اور ہاتھوں پر پھیرے (تیمم کیا) پھر سلام کا جواب دیا۔ (صحیح البخاري‘ التیمم‘ باب التیمم في

٣٥١ـ [إسناده ضعيف جدًا] وضعفه البوصيري * وفيه مسلمة بن علي، وهو متروك كما في التقريب وغيره.

الحضر اذا لم يجد الماء وخاف فوت الصلاة' حديث:٣٣٧) ② کسی عذر اور مشغولیت کی وجہ سے سلام کا جواب مؤخر کرنا جائز ہے۔ ③ امام بخاری ؒ نے مذکورہ بالا واقعہ سے استدلال کیا ہے کہ تیمم کے لیے سفر شرط نہیں۔ سورۂ مائدہ کی آیت ٦ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ تیمم سفر ہی کی صورت میں ہوسکتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آیت میں ان حالات کا ذکر ہے جن میں عام طور پر تیمم کی ضرورت پیش آ سکتی ہے' یہ مطلب نہیں کہ ان حالات کے علاوہ تیمم جائز نہیں۔

٣٥٢- حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ هَاشِمِ بْنِ الْبَرِيدِ، عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِاللهِ؛ أَنَّ رَجُلًا مَرَّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يَبُولُ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ «إِذَا رَأَيْتَنِي عَلَى مِثْلِ هٰذِهِ الْحَالَةِ فَلَا تُسَلِّمْ عَلَيَّ، فَإِنَّكَ إِنْ فَعَلْتَ ذٰلِكَ، لَمْ أَرُدَّ عَلَيْكَ».

٣٥٢- حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ پیشاب کر رہے تھے کہ ایک آدمی پاس سے گزرا تو اس نے سلام کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: "جب تم مجھے اس حالت میں دیکھو تو سلام نہ کہا کرو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو میں تمھیں جواب نہیں دوں گا۔"

فائدہ: قضائے حاجت یا پیشاب میں مشغولیت کے موقع پر سلام کا جواب دینا درست نہیں، اس لیے بہتر ہے کہ ایسی صورت حال میں سلام نہ کہا جائے۔ واللہ اعلم۔

٣٥٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ، وَالْحُسَيْنُ بْنُ أَبِي السَّرِيِّ الْعَسْقَلَانِيُّ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الضَّحَّاكِ ابْنِ عُثْمَانَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: مَرَّ رَجُلٌ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يَبُولُ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ.

٣٥٣- حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ پیشاب کر رہے تھے کہ ایک آدمی پاس سے گزرا۔ اس نے سلام کہا تو آپ نے جواب نہ دیا۔

٣٥٢- [حسن] أخرجه ابن عدي: ٧/ ٢٥٧٤ من حديث الحكم بن موسى ثنا عيسى بن يونس به، وقال البوصيري: "هٰذا إسناد حسن لأن سويدًا لم ينفرد به".

٣٥٣- أخرجه مسلم، الحيض، باب التيمم، ح: ٣٧٠ من حديث سفيان به.

(المعجم ٢٨) - بَابُ الِاسْتِنْجَاءِ بِالْمَاءِ (التحفة ٢٨)

باب:٢٨-پانی سے استنجا کرنا

٣٥٤- حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ: حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ خَرَجَ مِنْ غَائِطٍ قَطُّ إِلَّا مَسَّ مَاءً.

۳۵۴-حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کبھی بیت الخلاء سے تشریف لائے ہوں اور پانی استعمال نہ کیا ہو۔

فوائد ومسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کا گھر میں معمول پانی سے استنجا کرنے کا تھا کیونکہ اس سے زیادہ اور بہتر صفائی حاصل ہوتی ہے۔ ② گھر سے باہر رسول اللہ ﷺ عموماً ڈھیلوں سے استنجا کرتے تھے۔ لیکن بعض اوقات باہر بھی پانی لے جاتے تھے۔ ③ یہ روایت بعض حضرات کے نزدیک صحیح ہے۔

٣٥٥- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ خَالِدٍ: حَدَّثَنَا عُتْبَةُ بْنُ أَبِي حَكِيمٍ: حَدَّثَنِي طَلْحَةُ بْنُ نَافِعٍ، أَبُو سُفْيَانَ، [قَالَ:] حَدَّثَنِي أَبُو أَيُّوبَ الأَنْصَارِيُّ، وَجَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، وَأَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، أَنَّ هٰذِهِ الآيَةَ نَزَلَتْ: ﴿فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُوا۟ وَٱللَّهُ يُحِبُّ ٱلْمُطَّهِّرِينَ﴾، [التوبة: ١٠٨] قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَا مَعْشَرَ الأَنْصَارِ! إِنَّ اللهَ قَدْ أَثْنَى عَلَيْكُمْ فِي الطُّهُورِ، فَمَا طُهُورُكُمْ؟» قَالُوا: نَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ وَنَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ وَنَسْتَنْجِي بِالْمَاءِ. قَالَ: «فَهُوَ ذَاكَ فَعَلَيْكُمُوهُ».

۳۵۵-حضرت ابوایوب انصاری، حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ﴾ ''اس مسجد میں ایسے آدمی (نماز پڑھتے) ہیں جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں اور اللہ بھی پاک رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔'' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے انصار کی جماعت! اللہ تعالیٰ نے تمھاری صفائی پسندی کی تعریف کی ہے۔ تمھاری صفائی کیسی ہوتی ہے؟'' انھوں نے عرض کیا: ہم نماز کے لیے وضو کرتے ہیں، جنابت سے غسل کرتے ہیں اور پانی سے استنجا کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہی بات ہے۔ اس کو اختیار کیے رکھنا۔''

فوائد ومسائل: ① وضو اور غسل جنابت تو تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔ صرف پانی سے استنجا ایسی چیز ہے جس پر

٣٥٤_[إسناده ضعيف] * إبراهيم النخعي كان يدلس (طبقات المدلسين/ المرتبة الثانية) وعنعن.

٣٥٥_[إسناده حسن] أخرجه البيهقي: ١/ ١٠٥ من حديث عتبة به، وصححه الحاكم: ١/ ١٥٥، والذهبي * عتبة حسن الحديث.

بعض لوگوں کا عمل نہ کرنا ممکن ہے جس کی وجہ سے عمل کرنے والے قابل تعریف ہوں۔ بہرحال اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مٹی پر اکتفا کرنے کے بجائے پانی استعمال کرنا افضل ہے۔ ④ آیت مبارکہ میں جس مسجد کا ذکر ہے اس سے بعض علماء نے مسجد نبوی اور بعض نے مسجد قباء مراد لی ہے، تاہم دونوں مساجد کی بنیاد تقوی پر رکھی گئی ہے اور دونوں مساجد میں نماز پڑھنے والے طہارت اور نظافت کا اہتمام کرنے والے تھے۔

٣٥٦- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ جَابِرٍ، عَنْ زَيْدٍ الْعَمِّيِّ، عَنْ أَبِي الصِّدِّيقِ النَّاجِي، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَغْسِلُ مَقْعَدَتَهُ ثَلَاثًا، قَالَ ابْنُ عُمَرَ: فَعَلْنَاهُ فَوَجَدْنَاهُ دَوَاءً وَطُهُورًا.

٣٥٦- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ (استنجا کرتے وقت) پشت تین بار دھوتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ نے فرمایا: ہم نے اس عمل کو اختیار کیا تو اسے علاج بھی پایا اور پاکیزگی کا باعث بھی۔

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ بْنُ سَلَمَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو حَاتِمٍ، وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْوَاسِطِيُّ. قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ. حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، نَحْوَهُ.

ابوالحسن بن سلمہ قطان نے اپنی سند سے بھی مذکورہ روایت کی طرح بیان کیا ہے۔

٣٥٧- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، عَنْ يُونُسَ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «نَزَلَتْ فِي أَهْلِ قُبَاءٍ ﴿فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُوا۟ وَٱللَّهُ يُحِبُّ ٱلْمُطَّهِّرِينَ﴾ [التوبة: ١٠٨] قَالَ: كَانُوا يَسْتَنْجُونَ بِالْمَاءِ فَنَزَلَتْ فِيهِمْ هٰذِهِ الْآيَةُ».

٣٥٧- حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”آیت مبارکہ ﴿فِيهِ رِجَالٌ يُّحِبُّونَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوا ۚ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ﴾ ”اس مسجد میں ایسے آدمی (نماز پڑھتے) ہیں جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں اور اللہ بھی پاک رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔“ قباء والوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ فرمایا: وہ پانی سے استنجا کرتے تھے تو ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔“

٣٥٦ـ [إسناده ضعيف جدًا] وقال البوصيري: "هٰذا إسناد فيه زيد العمي وهو ضعيف . . ." * وجابر وهو ضعيف، رافضي كما في التقريب، وقال ابن رجب "جابر الجعفي ضعفه الأكثرون".

٣٥٧ـ [حسن] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب في الاستنجاء بالماء، ح: ٤٤، والترمذي وقال: "غريب" * يونس ضعيف، وشيخه مجهول الحال، والحديث السابق، ح: ٣٥٥ شاهد له.

فائدہ: صحیح مسلم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں سوال کیا تو نبی علیہ السلام نے مسجد نبوی کو اس آیت کا مصداق قرار دیا ہے۔ دیکھیے: (صحیح مسلم' الحج' باب بیان ان المسجد الذي اسس علی التقوی هو مسجد النبي ﷺ بالمدینة' حدیث:۱۳۹۸) تاہم مسجد قباء کی بنیاد بھی خود رسول اللہ ﷺ نے رکھی ہے اس لیے اسے بھی تقوی کی بنیاد پر تعمیر شدہ [لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰی] پاک لوگوں کی مسجد قرار دیا جا سکتا ہے۔

(المعجم ٢٩) - **بَابُ مَنْ دَلَكَ يَدَهُ بِالْأَرْضِ بَعْدَ الِاسْتِنْجَاءِ** (التحفة ٢٩)

باب:۲۹- جس نے استنجا کے بعد ہاتھ زمین پر رگڑے

٣٥٨- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ ابْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ شَرِيكٍ، [عَنْ] إِبْرَاهِيمَ بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَضَى حَاجَتَهُ، ثُمَّ اسْتَنْجَى مِنْ تَوْرٍ، ثُمَّ دَلَكَ يَدَهُ بِالْأَرْضِ.

۳۵۸- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے قضائے حاجت کی' پھر پیتل کے برتن سے (پانی لے کر) استنجا کیا' پھر ہاتھ زمین پر رگڑ کر صاف کیا۔

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ بْنُ سَلَمَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو حَاتِمٍ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْوَاسِطِيُّ، عَنْ شَرِيكٍ، نَحْوَهُ.

أبوالحسن بن سلمہ قطان نے یہ حدیث شریک کے دوسرے شاگرد سعید بن سلیمان الواسطی کی سند سے اسی کی مثل بیان کی۔

فائدہ: مٹی پر ہاتھ مل کر دھونے سے صفائی زیادہ حاصل ہوتی ہے۔ آج کل اس مقصد کے لیے صابن وغیرہ کا استعمال بھی درست ہے' تاہم یہ واجب نہیں۔ صرف پانی سے ہاتھ دھولینا بھی کافی ہے۔

٣٥٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا أَبَانُ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ نَبِيَّ

۳۵۹- حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ درختوں کے ایک جھنڈ میں داخل ہوئے اور قضائے حاجت کی۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے پانی

٣٥٨- [إسناده حسن] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب الرجل يدلك يده بالأرض إذا استنجى، ح: ٤٥، وصححه ابن حبان.

٣٥٩- [حسن] أخرجه النسائي: ١/ ٤٥، الطهارة، باب دلك اليد بالأرض بعد الاستنجاء، ح: ٥١ من حديث أبان به، وصححه ابن خزيمة: ١/ ٤٧، وح: ٨٩ * إبراهيم صدوق لكنه لم يسمع من أبيه، وللحديث شواهد كثيرة.

اللهِ ﷺ دَخَلَ الْغَيْضَةَ فَقَضٰى حَاجَتَهُ، فَأَتَاهُ جَرِيرٌ بِإِدَاوَةٍ مِنْ مَاءٍ فَاسْتَنْجٰى مِنْهَا، وَمَسَحَ يَدَهُ بِالتُّرَابِ.

کا برتن حاضر کیا' چنانچہ آپ نے اس سے استنجا فرمایا اور ہاتھ کو مٹی سے رگڑا۔

(المعجم ٣٠) - بَابُ تَغْطِيَةِ الْإِنَاءِ (التحفة ٣٠)

باب:٣٠-برتن ڈھانک کر رکھنا

٣٦٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى: حَدَّثَنَا يَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: أَمَرَ[نَا] النَّبِيُّ ﷺ أَنْ نُوكِيَ أَسْقِيَتَنَا وَنُغَطِّيَ آنِيَتَنَا.

٣٦٠-حضرت جابر ؓ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اپنے مشکیزوں کا منہ باندھ دیا کریں اور برتنوں کو ڈھانک دیا کریں۔

فوائد ومسائل: ① اسلام نے اپنی تعلیمات میں حفظانِ صحت کے اصولوں کو بھی مدنظر رکھا ہے۔ اس کی ایک مثال یہ حدیث مبارک ہے جس میں کھانے پینے کی چیزوں کو نقصان دہ اشیاء سے محفوظ رکھنے کے لیے ڈھانک کر رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ② پانی میں مضر صحت اشیاء' گردوغبار وغیرہ بہت جلد مل جاتی ہیں۔ جب پانی کی مقدار کم ہو جیسے کہ گھر کے برتنوں میں ہوتی ہے تو تھوڑی سی آلودگی بھی پانی کو ناقابل استعمال بنا سکتی ہے۔ پانی کے مشکیزے کا منہ باندھ کر رکھنے میں یہ حکمت ہے کہ اس طرح پانی آلودگی سے محفوظ ہو جاتا ہے اور اس کے خراب ہونے کا اندیشہ نہیں رہتا۔ ③ برتن خواہ پانی کے ہوں یا کھانے کے ان پر ڈھکن وغیرہ ضرور رکھنا چاہیے تاکہ ان میں گردوغبار یا کیڑے مکوڑے داخل نہ ہوسکیں کیونکہ بعض حشرات خطرناک بھی ہو سکتے ہیں۔ خاص طور پر رات کے وقت چھوٹے موٹے حشرات اپنے بلوں سے باہر نکلتے ہیں' وہ کھانے پینے کی چیزوں میں داخل ہو سکتے ہیں، اس لیے رات کو برتن ڈھانکنے کا خاص طور پر حکم دیا گیا ہے۔ دیکھیے: (صحيح البخاري' الأشربة' باب تغطية الإناء' حديث:٥٦٢٣)

٣٦١- حَدَّثَنَا عِصْمَةُ بْنُ الْفَضْلِ وَ يَحْيَـى بْنُ حَكِيمٍ، قَالاَ: حَدَّثَنَا حَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ بْنِ أَبِي حَفْصَةَ: حَدَّثَنَا حَرِيشُ بْنُ

٣٦١-حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں رات کے وقت رسول اللہ ﷺ کے لیے تین ڈھانکے ہوئے برتن تیار رکھتی تھی۔ ایک برتن

٣٦٠ـ أخرجه مسلم، من حديث الليث بن سعد عن أبي الزبير به مطولاً، انظر، ح: ٣٤١٠، ٣٧٧١ من هٰذا الكتاب.
٣٦١ـ [إسناده ضعيف] وقال البوصيري: "هٰذا إسناد ضعيف، حريش بن خريت متفق علٰى ضعفه"، وانظر، ح: ٣٤١٢.

[الْخِرِّيتِ]: أَنْبَأَنَا ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَصْنَعُ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ ثَلَاثَةَ آنِيَةٍ مِنَ اللَّيْلِ مُخَمَّرَةً: إِنَاءً لِطَهُورِهِ، وَإِنَاءً لِسِوَاكِهِ، وَإِنَاءً لِشَرَابِهِ.

آپ کے وضو کے لیے' ایک آپ کے مسواک کے لیے اور ایک آپ کے پینے کے لیے۔

٣٦٢- حَدَّثَنَا أَبُو بَدْرٍ، عَبَّادُ بْنُ الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا مُطَهَّرُ بْنُ الْهَيْثَمِ: حَدَّثَنَا عَلْقَمَةُ بْنُ أَبِي جَمْرَةَ الضُّبَعِيُّ، عَنْ أَبِيهِ أَبِي جَمْرَةَ الضُّبَعِيِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَا يَكِلُ طُهُورَهُ إِلَى أَحَدٍ وَلَا صَدَقَتَهُ الَّتِي يَتَصَدَّقُ بِهَا، يَكُونُ هُوَ الَّذِي يَتَوَلَّاهَا بِنَفْسِهِ.

٣٦٢- حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی پاکیزگی (وضو وغیرہ) اور اپنا صدقہ جو کسی کو دینا ہوتا تھا' کسی کے سپرد نہیں کرتے تھے بلکہ یہ کام خود کرتے تھے۔

(المعجم ٣١) - بَابُ غَسْلِ الْإِنَاءِ مِنْ وُلُوغِ الْكَلْبِ (التحفة ٣١)

باب:٣١- برتن میں کتا منہ ڈال دے تو اسے دھونا چاہیے

٣٦٣- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي رَزِينٍ قَالَ: رَأَيْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَضْرِبُ جَبْهَتَهُ بِيَدِهِ وَيَقُولُ: يَا أَهْلَ الْعِرَاقِ! أَنْتُمْ تَزْعُمُونَ أَنِّي أَكْذِبُ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ: لِيَكُونَ لَكُمُ الْمَهْنَأُ وَعَلَيَّ الْإِثْمُ، أَشْهَدُ لَسَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي

٣٦٣- جناب ابو رزین ؒ سے روایت ہے' انھوں نے کہا: میں نے حضرت ابو ہریرہ ؓ کو دیکھا کہ انھوں نے پیشانی پر ہاتھ مارا اور کہا: اے عراق والو! تمھارا یہ خیال ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بول رہا ہوں؟ (اس کا نتیجہ یہ ہوگا) کہ تمھیں فائدہ حاصل ہو جائے اور مجھے گناہ ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: ''جب تم میں سے

٣٦٢ـ [إسناده ضعيف] قال البوصيري: "هٰذا إسناد ضعيف، علقمة بن أبي جمرة مجهول، ومطهر بن الهيثم ضعيف".

٣٦٣ـ [إسناده ضعيف] * أبومعاوية موصوف بالتدليس (طبقات المدلسين/ المرتبة الثانية)، والأعمش تقدم، ح:١٧٨، وعنعنا، وأخرجه مسلم، الطهارة، باب حكم ولوغ الكلب، ح:٢٧٩ من طريق آخر عن الأعمش به مختصرًا، المرفوع فقط، وروايات المدلسين في الصحيحين محمولة على السماع.

إِنَاءِ أَحَدِكُمْ، فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ».

کسی کے برتن میں کتا منہ ڈال دے تو اسے چاہیے کہ اس (برتن) کو سات بار دھوئے۔''

فوائد ومسائل: ① اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کتے کا منہ اور اس کا لعاب ناپاک ہے جس سے پانی بھی ناپاک ہو جاتا ہے اور برتن بھی، اس لیے حکم ہے کہ جس پانی میں کتا منہ ڈالے اسے گرا دیا جائے۔ دیکھیے: (صحیح مسلم، الطھارۃ، باب حکم ولوغ الکلب، حدیث: ۲۷۹) ② جس برتن میں کتا منہ ڈالے اسے سات بار دھونا ضروری ہے۔ ③ اس کے علاوہ اس برتن کو ایک مرتبہ مٹی سے مانجھنا بھی ضروری ہے۔ جیسے کہ صحیح مسلم کے مذکورہ بالا باب میں مذکور احادیث میں صراحت ہے۔ مٹی کا استعمال شروع میں بھی ہو سکتا ہے اور آخر میں بھی کیونکہ ایک روایت میں ہے: [أُولَاهُنَّ بِالتُّرَابِ] ''پہلی بار مٹی سے مل کر دھوؤ۔'' اور ایک روایت میں ہے: [عَفِّرُوهُ الثَّامِنَةَ بِالتُّرَابِ] ''اس کو آٹھویں بار مٹی سے مل کر دھوؤ۔'' سات بار پانی سے دھونے کے ساتھ جب ایک بار مٹی استعمال کی جائے گی تو یہ مٹی کا استعمال گویا آٹھویں بار دھونا ہے۔ ④ کتے کے لعاب میں باؤلا پن کے جراثیم ہوتے ہیں جو ایک دو بار دھونے سے ختم نہیں ہوتے۔ اس کے علاوہ مٹی میں جراثیم کش خاصیت پائی جاتی ہے، اس لیے شریعت نے کتے کے جوٹھے کے بارے میں خاص طور پر یہ حکم دیا ہے، دوسرے جانوروں کے بارے میں نہیں دیا۔ ⑤ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا پیشانی پر ہاتھ مارنا افسوس اور تعجب کے لیے ہے کہ تم لوگوں کو میری بات پر یقین کیوں نہیں آتا؟ معلوم ہوتا ہے کہ اہل عراق میں شروع سے قابل احترام ہستیوں کا احترام کم تھا، اس لیے وہ مدینہ سے مقرر ہو کر جانے والے گورنروں پر بھی بے جا تنقید کرتے رہتے تھے اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ کو دارالحکومت بنایا تو انھیں بھی پریشان کرتے رہے۔ عراق ہی سے خوارج کا فتنہ شروع ہوا اور یہیں معتزلہ فرقہ پیدا ہوا۔ ⑥ یہ روایت ہمارے محقق کے نزدیک سنداً ضعیف ہے جبکہ دیگر بہت سے محققین کے نزدیک صحیح ہے۔

٣٦٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى: حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ».

۳۶۴- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کے برتن میں کتا پی لے تو اسے چاہیے کہ اس (برتن) کو سات بار دھوئے۔''

٣٦٥- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ:

۳۶۵- حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت

٣٦٤ـ أخرجه البخاري، الوضوء، باب إذا شرب الكلب في إناء أحدكم فليغسله سبعًا، ح: ١٧٢، ومسلم، الطهارة، باب حكم ولوغ الكلب، ح: ٢٧٩ من حديث مالك به.

٣٦٥ـ أخرجه مسلم، الطهارة، باب حكم ولوغ الكلب، ح: ٢٨٠ من حديث شعبة به.

حَدَّثَنَا شَبَابَةُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ قَالَ: سَمِعْتُ مُطَرِّفًا يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُغَفَّلِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي الْإِنَاءِ فَاغْسِلُوهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ، وَعَفِّرُوهُ الثَّامِنَةَ بِالتُّرَابِ».

ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب برتن میں کتا پی لے تو اسے سات بار دھوؤ اور آٹھویں مرتبہ مٹی کے ساتھ صاف کرو۔''

٣٦٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ: أَنْبَأَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ».

٣٦٦-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کے برتن میں کتا پی لے تو اسے چاہیے کہ اس (برتن) کو سات بار دھوئے۔''

(المعجم ٣٢) - بَابُ الْوُضُوءِ بِسُؤْرِ الْهِرَّةِ وَالرُّخْصَةِ فِي ذٰلِكَ (التحفة ٣٢)

باب:٣٢-بلی کے جوٹھے پانی سے وضو کا بیان

٣٦٧- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ: أَنْبَأَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ: أَخْبَرَنِي إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيُّ، عَنْ حُمَيْدَةَ بِنْتِ عُبَيْدِ بْنِ رِفَاعَةَ، عَنْ كَبْشَةَ بِنْتِ كَعْبٍ، وَكَانَتْ تَحْتَ بَعْضِ وَلَدِ أَبِي قَتَادَةَ، أَنَّها صَبَّتْ لِأَبِي قَتَادَةَ مَاءً يَتَوَضَّأُ بِهِ، فَجَاءَتْ هِرَّةٌ تَشْرَبُ، فَأَصْغٰى لَهَا الْإِنَاءَ، فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ

٣٦٧- حضرت کبشہ بنت کعب رضی اللہ عنہا جو حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے کی بیوی تھیں' ان سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے لیے برتن میں پانی ڈال کر رکھا تا کہ وہ وضو کرلیں۔ (اتنے میں) ایک بلی آ کر (اس سے پانی) پینے لگی۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے برتن جھکا دیا (تا کہ وہ آسانی سے پانی پی لے)' (حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا) میں ان کی طرف (تعجب سے) دیکھنے لگی تو انھوں نے فرمایا: میری بھتیجی!

٣٦٦ـ [إسناده حسن] أخرجه الطبراني في الكبير: ١٢/ ٣٦٥، ح: ١٣٣٥٧ من حديث سعيد بن أبي مريم به * عبدالله العمري عن نافع قوي، قواه أحمد وابن معين، وانظر، ح: ١٢٩٩ ـ تنبيه: قال الحافظ المزي في الأطراف: "وقع في بعض النسخ عن عبيدالله وهو وهم".

٣٦٧ـ [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب سؤر الهرة، ح: ٧٥ من حديث مالك به، وصححه الترمذي، ح: ٩٢، وابن خزيمة، وابن حبان، والبخاري، والدارقطني، والحاكم، والذهبي وغيرهم.

إِلَيْهِ، فَقَالَ: يَا ابْنَةَ أَخِي أَتَعْجَبِينَ؟ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ، هِيَ مِنَ الطَّوَّافِينَ أَوِ الطَّوَّافَاتِ».

کیا تمھیں تعجب ہو رہا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ ناپاک نہیں۔ یہ تو (ہر وقت گھروں میں) آتی جاتی رہتی ہے۔''

فوائد ومسائل: ① بزرگوں کی خدمت اور چھوٹوں پر شفقت اور ان کی تربیت ضروری ہے۔ ② بے زبان جانوروں پر رحم کرنا چاہیے۔ ③ بلی کا جوٹھا ناپاک نہیں۔ ④ اسلام سہولت اور آسانی والا دین ہے۔ چونکہ بلیوں کو گھروں میں آنے سے روکنا ممکن نہیں' اس لیے ان کے بارے میں حکم نرم کر دیا گیا ہے۔

٣٦٨- **حَدَّثَنَا** عَمْرُو بْنُ رَافِعٍ، وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ تَوْبَةَ، قَالاَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ حَارِثَةَ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَتَوَضَّأُ أَنَا وَرَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ، قَدْ أَصَابَتْ مِنْهُ الْهِرَّةُ قَبْلَ ذٰلِكَ.

٣٦٨- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: میں اور رسول اللہ ﷺ ایک ہی برتن سے وضو کرلیا کرتے تھے جب کہ اس میں سے پہلے بلی نے پانی پیا ہوتا تھا۔

٣٦٩- **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ، - يَعْنِي: أَبَا بَكْرٍ الْحَنَفِيَّ:- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الْهِرَّةُ لاَ تَقْطَعُ الصَّلاَةَ، لِأَنَّهَا مِنْ مَتَاعِ الْبَيْتِ».

٣٦٩- حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بلی (کے نمازی کے آگے سے گزرنے) سے نماز نہیں ٹوٹتی کیونکہ وہ گھر کی اشیاء میں سے ہے۔''

(المعجم ٣٣) - **بَابُ الرُّخْصَةِ بِفَضْلِ وَضُوءِ الْمَرْأَةِ** (التحفة ٣٣)

باب: ٣٣- عورت کے وضو سے بچے ہوئے پانی کے استعمال کی رخصت

٣٦٨ـ **[إسناده ضعيف]** قال البوصيري: "هٰذا إسناد ضعيف لضعف حارثة بن أبي الرجال"، وانظر، ح: ٥٦.

٣٦٩ـ **[إسناده حسن]** أخرجه ابن عدي: ٤/ ١٥٨٦ من حديث محمد بن بشار بندار به، وصححه الحاكم: ١/ ٢٥٤، ٢٥٥، والذهبي، وابن خزيمة * عبدالرحمٰن بن أبي الزناد حسن الحديث كما حققته في "نور العينين في إثبات رفع اليدين".

٣٧٠- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: اغْتَسَلَ بَعْضُ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ فِي جَفْنَةٍ، فَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ لِيَغْتَسِلَ أَوْ يَتَوَضَّأَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنِّي كُنْتُ جُنُبًا، قَالَ: «الْمَاءُ لاَ يُجْنِبُ».

٣٧٠- حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کی ایک زوجۂ محترمہ ؓ نے ایک ٹب میں (پانی لے کر) غسل کیا۔ اس کے بعد نبی ﷺ غسل یا وضو کرنے کے لیے تشریف لائے تو انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں جنبی تھی۔ تو (آپ ﷺ نے) فرمایا: ''پانی ناپاک نہیں ہوتا۔''

فوائد ومسائل: ① ہمارے فاضل محقق کے نزدیک یہ روایت سنداً ضعیف ہے' تاہم صحیح مسلم کی حدیث میں یہی بات بیان کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت میمونہ ؓ کے غسل سے بچے ہوئے پانی سے غسل فرمالیا کرتے تھے۔ دیکھیے: (صحیح مسلم' الحيض' باب القدر المستحب من الماء في غسل الجنابة...... حدیث:۳۲۳) غالباً اسی وجہ سے شیخ البانی ؒ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ ② اس سے معلوم ہوا کہ جنبی کا مستعمل بقیہ پانی پاک اور قابل استعمال رہتا ہے۔

٣٧١- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ امْرَأَةً مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ اغْتَسَلَتْ مِنْ جَنَابَةٍ، فَتَوَضَّأَ وَاغْتَسَلَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ فَضْلِ وَضُوئِهَا.

٣٧١- حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ ازواج مطہرات ؓ میں سے کسی زوجۂ محترمہ نے غسل جنابت کیا۔ ان کے وضو سے بچے ہوئے پانی سے نبی ﷺ نے وضو اور غسل فرمالیا۔

٣٧٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى، وَإِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالُوا: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ،

٣٧٢- حضرت ابن عباس ؓ نے حضرت میمونہ ؓ سے روایت بیان کی ہے کہ نبی ﷺ نے ان کے غسل جنابت سے بچے ہوئے پانی سے غسل فرمایا۔

٣٧٠ـ [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب الماء لا يجنب، ح:٦٨ من حديث أبي الأحوص به، وصححه الترمذي، ح:٦٥، ولكن سلسلة سماك عن عكرمة ضعيفة كما تقدم، ح:١٧١، ولبعض الحديث شواهد عند مسلم، ح:٣٢٣ وغيره.

٣٧١ـ [ضعيف] انظر الحديث السابق.

٣٧٢ـ [إسناده ضعيف] أخرجه أحمد: ٦/ ٣٣٠ عن أبي داود الطيالسي به، وانظر، ح: ٣٧٠ لعلته.

عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ مَيْمُونَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَوَضَّأَ بِفَضْلِ غُسْلِهَا مِنَ الْجَنَابَةِ.

توضیح: مذکورہ بالا روایات میں ام المومنین ؓ کا نام ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ وہ حضرت میمونہ ؓ تھیں۔

(المعجم ٣٤) - **بَابُ النَّهْيِ عَنْ ذٰلِكَ** (التحفة ٣٤)

باب:۳۴-اس (پانی سے وضو اور غسل) کی ممانعت

٣٧٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَاصِمٍ الأَحْوَلِ، عَنْ أَبِي حَاجِبٍ، عَنِ الْحَكَمِ ابْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهٰى أَنْ يَتَوَضَّأَ الرَّجُلُ بِفَضْلِ وَضُوءِ الْمَرْأَةِ.

۳۷۳- حضرت حکم بن عمرو ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عورت کے وضو سے بچے ہوئے پانی سے آدمی کو وضو کرنے سے منع فرمایا۔

٣٧٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى: حَدَّثَنَا الْمُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ ابْنُ الْمُخْتَارِ: حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الأَحْوَلُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَرْجِسَ قَالَ: نَهٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ يَغْتَسِلَ الرَّجُلُ بِفَضْلِ وَضُوءِ الْمَرْأَةِ، وَالْمَرْأَةُ بِفَضْلِ الرَّجُلِ، وَلٰكِنْ يَشْرَعَانِ جَمِيعاً.

۳۷۴- حضرت عبداللہ بن سرجس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ عورت کے وضو سے بچے ہوئے پانی سے آدمی غسل کرے یا مرد کے بچے ہوئے پانی سے عورت غسل کرے۔ بلکہ (یہ حکم دیا کہ) دونوں اکٹھا شروع کریں۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ ابْنُ مَاجَه: الصَّحِيحُ هُوَ

ابوعبداللہ ابن ماجہ (مؤلف سنن ابن ماجہ) نے کہا:

٣٧٣ـ [إسناده حسن] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب النهي عن ذٰلك، ح: ٨٢ عن ابن بشار به، وحسنه الترمذي، ح: ٦٤، وصححه ابن حبان.

٣٧٤ـ [إسناده صحيح] أخرجه الدارقطني: ١/ ١١٦، ١١٨ من حديث أبي حاتم الرازي به، وقفه شعبة عن عاصم به، وقال الدارقطني: "وهٰذا موقوف صحيح وهو أولٰى بالصواب".

الأَوَّلُ، وَالثَّانِي وَهَمٌ.

صحیح پہلی بات ہے۔ دوسری وہم ہے۔

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ بْنُ سَلَمَةَ: حَدَّثَنَا أَبُوحَاتِمٍ، وَأَبُو عُثْمَانَ الْمُحَارِبِيُّ قَالاَ: حَدَّثَنَا الْمُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ، نَحْوَهُ.

ابوالحسن بن سلمہ نے کہا' ہمیں ابو حاتم اور ابوعثمان محاربی نے بیان کیا' ان دونوں نے کہا کہ ہمیں معلّٰی بن اسد نے سابق روایت کی طرح بیان کیا۔

فوائد ومسائل: ① امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے فرمایا: صحیح اوّل ہے اور ثانی وہم ہے۔ اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پہلی روایت صحیح ہے اور دوسری میں راوی سے غلطی ہوئی ہے۔ اور یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ جو مسئلہ پہلے باب میں ذکر ہوا ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کے بچے ہوئے پانی سے غسل کر سکتے ہیں' وہ صحیح ہے۔ اور دوسرے باب والا مسئلہ' یعنی اس کا منع ہونا راجح نہیں۔ ② بعض علماء نے اس نہی کی بابت لکھا ہے کہ یہ نہی یا تو رخصت سے پہلے کی ہے یا احتیاط پر محمول ہے۔ اور صحیح تر وہی ہے جو پچھلے باب میں مذکور ہوا کہ عورت اور مرد ایک دوسرے کے استعمال شدہ اور بچے ہوئے پانی سے وضو کر سکتے ہیں۔

٣٧٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْحارِثِ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَهْلُهُ يَغْتَسِلُونَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ، وَلاَ يَغْتَسِلُ أَحَدُهُمَا بِفَضْلِ صَاحِبِهِ.

٣٧٥- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ اور آپ کی زوجہ ایک ہی برتن سے (پانی لے لے کر) غسل کر لیا کرتے تھے لیکن ایک دوسرے کے بچے ہوئے پانی سے غسل نہیں کرتے تھے۔

فائدہ: یہ روایت سنداً ضعیف ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ میاں بیوی اکٹھے بھی غسل کر سکتے ہیں اور ایک دوسرے کے بچے ہوئے پانی سے بھی غسل کر سکتے ہیں۔

(المعجم ٣٥) - بَابُ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ يَغْتَسِلَانِ مِنْ إِنَاءٍ وَّاحِدٍ (التحفة ٣٥)

باب: ٣٥- میاں بیوی ایک برتن سے پانی لے کر غسل کر سکتے ہیں

٣٧٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ: أَنْبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ؛ ح:

٣٧٦- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ ﷺ ایک ہی برتن سے

٣٧٥- [إسناده ضعيف] أخرجه أحمد: ١/ ٧٧ من حديث إسرائيل به، وانظر، ح: ٩٥ لعلته.

٣٧٦- أخرجه مسلم، الحيض، باب القدر المستحب من الماء في غسل الجنابة . . . الخ، ح: ٣١٩ عن ابن رمح، وابن أبي شيبة وغيرهما به.

وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ. حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ.

غسل کرلیا کرتے تھے۔

فائدہ: ایک برتن سے غسل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک بڑے برتن میں پانی رکھا ہوا ہو اور میاں بیوی دونوں اسی میں سے پانی لے لے کر نہالیں' یہ جائز ہے۔

٣٧٧- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ خَالَتِهِ مَيْمُونَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ.

٣٧٧- ام المومنین حضرت میمونہ ؓ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: میں اور رسول اللہ ﷺ ایک ہی برتن سے غسل کرلیا کرتے تھے۔

٣٧٨- حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الأَشْعَرِيُّ، عَبْدُ اللهِ بْنُ عَامِرٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ أُمِّ هَانِيءٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اغْتَسَلَ وَمَيْمُونَةُ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ، فِي قَصْعَةٍ، فِيهَا أَثَرُ الْعَجِينِ.

٣٧٨- حضرت ام ہانی ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اور حضرت میمونہ ؓ نے ایک ٹب (میں پانی لے کر اس) سے غسل کیا جب کہ اس (برتن) میں (گوندھے ہوئے) آٹے کا اثر تھا۔

فوائد و مسائل: ① ہمارے فاضل محقق نے اس روایت کو سنداً ضعیف قرار دیا ہے اور مزید اس کی بابت لکھتے ہیں کہ سنن النسائی کی روایت اس سے کفایت کرتی ہے جبکہ شیخ البانی ؒ نے مذکورہ روایت ہی کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھیے: (الإرواء: ١/ ٦٤) لہٰذا معلوم ہوا کہ مذکورہ روایت قابل حجت ہے۔ ② آٹا لگا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ برتن میں آٹا گوندھا گیا تھا' بعد میں برتن صاف کرتے وقت کچھ تھوڑا بہت ادھر اُدھر لگا ہوا رہ گیا۔ اسی برتن میں پانی ڈال لیا

٣٧٧ـ أخرجه مسلم، الحيض، باب القدر المستحب من الماء . . . الخ، ح: ٣٢٢، وابن أبي شيبة وغيره به.

٣٧٨ـ [إسناده ضعيف] أخرجه النسائي: ١/ ١٣١، الطهارة، باب ذكر الاغتسال في القصعة التي يعجن فيها، ح: ٢٤١ من حديث إبراهيم به * عبدالله بن أبي نجيح أكثر عن مجاهد، وكان يدلس عنه، وصفه بذلك النسائي (طبقات المدلسين/ المرتبة الثالثة)، وحديث النسائي: ٤١٥ يغني عنه.

گیا۔ چونکہ آٹا پاک چیز ہے اور اگر اس میں سے معمولی مقدار میں پانی میں مل بھی گیا ہو تو کوئی حرج نہیں۔

٣٧٩- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الأَسَدِيُّ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَزْوَاجُهُ يَغْتَسِلُونَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ.

٣٧٩- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ اور آپ کی ازواج مطہرات ایک ہی برتن سے غسل کر لیا کرتے تھے۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جس ام المومنین کے گھر میں رسول اللہ ﷺ غسل فرماتے ان کے ساتھ ہی ایک برتن میں غسل کر لیتے تھے۔ یہ مطلب نہیں کہ ایک سے زیادہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بیک وقت اکٹھی غسل کرتی ہوں کیونکہ عورت کو دوسری عورت سے وہ اعضاء چھپانا ضروری ہیں جو خاوند سے چھپانا ضروری نہیں۔

٣٨٠- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ هِشَامٍ الدَّسْتَوَائِيِّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّهَا كَانَتْ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ يَغْتَسِلَانِ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ.

٣٨٠- ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ اور رسول اللہ ﷺ ایک ہی برتن میں سے غسل کر لیتے تھے۔

(المعجم ٣٦) - بَابُ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ يَتَوَضَّآنِ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ (التحفة ٣٦)

باب: ٣٦- مرد اور عورت ایک ہی برتن میں سے وضو کر سکتے ہیں

٣٨١- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ يَتَوَضَّأُونَ عَلَى

٣٨١- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مرد اور عورتیں ایک ہی برتن میں سے وضو کر لیا کرتے تھے۔

٣٧٩_ [حسن] أخرجه ابن أبي شيبة: ١/٣٦، وانظر، ح: ١٤٩ لعلته، وللحديث شواهد، انظر الحديث السابق: ٣٧٨.

٣٨٠_ أخرجه البخاري، الصوم، باب القبلة للصائم، ح: ١٩٢٩، ومسلم، الحيض، باب القدر المستحب من الماء . . . الخ، ح: ٣٢٤ من حديث هشام الدستوائي به، وللحديث طرق.

٣٨١_ أخرجه البخاري، الوضوء، باب وضوء الرجل مع امرأته وفضل وضوء المرأة، ح: ١٩٣ من حديث مالك به.

عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ.

فوائد ومسائل: ① گزشتہ باب میں بیان ہوا کہ میاں بیوی ایک ہی برتن میں سے پانی لے کر اکٹھے غسل کر سکتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اکٹھے وضو بھی کر سکتے ہیں۔ اس باب کی احادیث سے صراحت کے ساتھ ثابت ہو گیا کہ یہ درست ہے۔ ② مردوں اور عورتوں کے اکٹھے وضو کرنے سے مراد خاوند بیوی کا اکٹھے وضو کرنا بھی ہو سکتا ہے اور محرم مردوں عورتوں کا مل کر وضو کرنا بھی مراد ہو سکتا ہے کیونکہ وضو کے اعضاء محرم کے سامنے ظاہر کیے جا سکتے ہیں۔ محرم سے مراد وہ رشتہ دار ہیں جن سے ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہے، مثلاً: ماں بیٹا' بہن بھائی اور باپ بیٹی وغیرہ۔ عورت کو ان رشتہ داروں سے پردہ کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ وہ افراد جن سے نکاح وقتی طور پر حرام ہے' محرم نہیں ہیں' مثلاً: سالی اور بہنوئی کا رشتہ محرم کا نہیں ہے کیونکہ سالی سے نکاح صرف اس وقت تک حرام ہے جب تک اس کی بہن (بیوی) نکاح میں ہے۔ اگر بیوی فوت ہو جائے یا اسے طلاق ہو جائے تو اس کی بہن (سالی) سے نکاح جائز ہے۔

٣٨٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ: حَدَّثَنَا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ سَالِمٍ أَبِي النُّعْمَانِ، - وَهُوَ ابْنُ سَرْجٍ - عَنْ أُمِّ صُبَيَّةَ الْجُهَنِيَّةِ قَالَتْ: رُبَّمَا اخْتَلَفَتْ يَدِي وَيَدُ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي الْوُضُوءِ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ.

٣٨٢- حضرت ام صُبیہ جہنیہ ؓ سے روایت ہے کہ ایک ہی برتن میں سے وضو کرتے ہوئے بعض اوقات میرا ہاتھ اور رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ یکے بعد دیگرے (برتن میں) پڑتا۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ ابْنُ مَاجَه: سَمِعْتُ مُحَمَّداً يَقُولُ: أُمُّ صُبَيَّةَ هِيَ خَوْلَةُ بِنْتُ قَيْسٍ، فَذَكَرْتُ لِأَبِي زُرْعَةَ، فَقَالَ: صَدَقَ.

امام ابوعبداللہ ابن ماجہ نے فرمایا: میں نے محمد (بن یحیٰ ذہلی) سے سنا' وہ کہتے تھے' ام صبیہ' خولہ بنت قیس ہے۔ یہ بات میں نے ابوزرعہ سے ذکر کی تو انھوں نے کہا' محمد نے سچ کہا۔

توضیح: ممکن ہے یہ واقعہ پردے کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہو یا شاید ان کا نبی ﷺ سے کوئی ایسا رشتہ ہو جس کی وجہ سے پردہ واجب نہ ہو۔ واللہ اعلم۔

٣٨٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى: حَدَّثَنَا

٣٨٣- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ وہ اور

٣٨٢ـ [إسناده حسن] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب الوضوء بفضل المرأة، ح: ٧٨ من حديث أسامة به.

٣٨٣ـ [صحيح] إسناده ضعيف لعنعنة حبيب، وأما المتن فصحيح، وله طرق كثيرة * حبيب يكثر التدليس (طبقات المدلسين/ المرتبة الثالثة).

دَاوُدُ بْنُ شَبِيبٍ : حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ هَرِمٍ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنْ عَائِشَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُمَا كَانَا يَتَوَضَّآنِ جَمِيعًا لِلصَّلاَةِ .

نبی ﷺ نماز کے لیے وضول کر (اکٹھے) کرلیا کرتے تھے۔

(المعجم ٣٧) - بَابُ الْوُضُوءِ بِالنَّبِيذِ (التحفة ٣٧)

باب:۳۷-نبیذ سے وضو کرنا

٣٨٤- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ ، قَالاَ : حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، عَنْ أَبِيهِ ؛ ح : وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ، عَنْ سُفْيَانَ ، عَنْ أَبِي فَزَارَةَ الْعَبْسِيِّ ، عَنْ أَبِي زَيْدٍ ، مَوْلٰى عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لَهُ ، لَيْلَةَ الْجِنِّ «عِنْدَكَ طَهُورٌ؟» قَالَ : لاَ . إِلاَّ شَيْءٌ مِنْ نَبِيذٍ فِي إِدَاوَةٍ . قَالَ : «تَمْرَةٌ طَيِّبَةٌ وَمَاءٌ طَهُورٌ» فَتَوَضَّأَ . هٰذَا حَدِيثُ وَكِيعٍ .

۳۸۴- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنوں سے ملاقات والی رات ان سے فرمایا: ''کیا تمھارے پاس وضو کا پانی ہے؟'' میں نے عرض کیا: جی نہیں، بس چمڑے کے برتن میں تھوڑی سی نبیذ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پاک کھجوریں ہیں اور پاک کرنے والا پانی ہے۔'' پھر نبی علیہ السلام نے (اسی پانی سے) وضو کرلیا۔ یہ روایت وکیع کی ہے۔

فوائد ومسائل: ① ''نبیذ'' عرب کا خاص مشروب ہے جو وہ خشک کھجور یا منقّی پانی میں بھگوئے رکھنے سے تیار کرتے تھے جیسے ہمارے ہاں املی اور آلو بخارے سے شربت تیار کرتے ہیں۔ ② بعض علماء نے اس حدیث کی وجہ سے اس شربت (نبیذ) سے وضو کرنا جائز قرار دیا ہے لیکن یہ روایت چونکہ ضعیف ہے' اس لیے اس سے استدلال صحیح نہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی راجح یہی ہے کہ اگر کسی کے پاس پانی نہ ہو اور شربت (نبیذ) موجود ہو تو وہ شربت سے وضو نہ کرے بلکہ تیمم کرے۔ امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کی تمام سندوں کو ضعیف قرار دے کر یہ فیصلہ دیا ہے کہ نبیذ سے کسی حال میں وضو جائز نہیں۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: (شرح معاني الآثار: ١/ ٥٧'٥٨

٣٨٤ـ [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب الوضوء بالنبيذ، ح: ٨٤ من حديث أبي فزارة به، وقال الترمذي، ح: ٨٨ "أبوزيد رجل مجهول عند أهل الحديث"، والحديث ضعفه ابن حبان، والطحاوي وغيرهما بل قال السيد جمال: "أجمع المحدثون علٰى أن هٰذا الحديث ضعيف".

وجامع الترمذی تحقیق احمد محمد شاکر، حدیث:۸۸) ③ ''جنوں والی رات'' سے مراد یہ واقعہ ہے کہ ایک رات کچھ مسلمان جن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ آپ جنوں کے اجتماع میں وعظ ونصیحت ارشاد فرمائیں اور انھیں دینی مسائل سے آگاہ کریں، چنانچہ نبی ﷺ ان کے ساتھ تشریف لے گئے اور جنوں کو وعظ ونصیحت فرمائی۔ یہ واقعہ ہجرت سے پہلے کا ہے۔

٣٨٥- **حَدَّثَنَا** الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ الدِّمَشْقِيُّ : حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ : حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ الْحَجَّاجِ ، عَنْ حَنَشٍ الصَّنْعَانِيِّ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لِابْنِ مَسْعُودٍ ، لَيْلَةَ الْجِنِّ : «مَعَكَ مَاءٌ؟» قَالَ : لَا . إِلَّا نَبِيذًا فِي سَطِيحَةٍ ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : «تَمْرَةٌ طَيِّبَةٌ وَمَاءٌ طَهُورٌ ، صُبَّ عَلَيَّ» قَالَ : فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ ، فَتَوَضَّأَ بِهِ .

۳۸۵- حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے کہ جنوں والی رات اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے فرمایا: ''کیا تمھارے پاس پانی ہے؟'' انھوں نے کہا: نہیں۔ لیکن مشکیزے میں نبیذ موجود ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پاک کھجوریں ہیں اور پاک کرنے والا پانی ہے، مجھ پر ڈالو۔'' میں نے (نبیذ کو) نبی ﷺ (کے ہاتھوں) پر انڈیلا اور آپ ﷺ نے اس کے ساتھ وضو کیا۔

(المعجم ٣٨) - بَابُ الْوُضُوءِ بِمَاءِ الْبَحْرِ (التحفة ٣٨)

باب:۳۸- سمندر کے پانی سے وضو کرنا

٣٨٦- **حَدَّثَنَا** هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ : حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ : حَدَّثَنِي صَفْوَانُ بْنُ سُلَيْمٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ سَلَمَةَ ، هُوَ مِنْ آلِ ابْنِ الْأَزْرَقِ أَنَّ الْمُغِيرَةَ بْنَ أَبِي بُرْدَةَ ، وَهُوَ مِنْ بَنِي عَبْدِ الدَّارِ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ

۳۸۶- حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: ''اے اللہ کے رسول! ہم سمندر کا سفر کرتے ہیں اور اپنے ساتھ تھوڑا سا پانی لے لیتے ہیں۔ اگر ہم اس سے وضو کرلیں تو پیاسے رہ جائیں گے (پینے

٣٨٥ـ **[إسناده ضعيف]** أخرجه الدارقطني: ١/ ٧٦ عن ابن لهيعة به، وقال: تفرد به ابن لهيعة، وهو ضعيف الحديث، وقال البوصيري: "هٰذا إسناد ضعيف لضعف ابن لهيعة" يعني أنه حدث به بعد اختلاطه، والحديث ضعفه البزار أيضًا.

٣٨٦ـ **[إسناده صحيح]** أخرجه أبوداود، الطهارة، باب الوضوء بماء البحر، ح: ٨٣ من حديث مالك به، وصححه الترمذي، ح: ٦٩، والبخاري، وابن خزيمة، وابن حبان وغيرهم.

يَقُولُ: جَاءَ رَجُلٌ إِلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: يَارَسُولَ اللهِ! إِنَّا نَرْكَبُ الْبَحْرَ، وَنَحْمِلُ مَعَنَا الْقَلِيلَ مِنَ الْمَاءِ، فَإِنْ تَوَضَّأْنَا بِهِ عَطِشْنَا، أَفَنَتَوَضَّأُ مِنْ مَاءِ الْبَحْرِ؟ فَقَالَ: رَسُولُ اللهِ ﷺ: «هُوَ الطَّهُورُ مَاؤُهُ، والْحِلُّ مَيْتَتُهُ».

کے لیے پانی نہیں رہے گا) تو کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو کر لیا کریں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس کا پانی پاک کرنے والا اور اس کا مرا ہوا جانور حلال ہے۔''

فوائد ومسائل: ① سوال کرنے والے صحابی کا نام طبرانی کی روایت میں ''عبداللہ'' مذکور ہے اور مسند احمد کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا تعلق قبیلۂ بنو مدلج سے تھا۔ دیکھیے: (سبل السلام شرح بلوغ المرام: ١/١٠) ② سمندر کے پانی کا ذائقہ عام پانی سے مختلف ہوتا ہے۔ غالباً اسی وجہ سے صحابی کے ذہن میں اشکال پیدا ہوا۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے وضاحت فرما دی کہ سمندر کا پانی پاک بھی ہے اور پاک کرنے والا بھی، اس لیے اس کو وضو وغیرہ کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ ③ سمندر کے مرے ہوئے جانور سے مراد وہ جانور ہے جو پانی میں رہنے والا ہے۔ وہ جس طرح زندہ پکڑا جائے تو حلال ہوتا ہے اسی طرح اگر سمندر میں مر جائے یا سمندر سے باہر آ کر مر جائے تو بھی حلال ہے۔ اسے خشکی کے جانور کی طرح ذبح کرنے کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ﴾ (المائدة:٥/٩٦) ''تمھارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال قرار دیا گیا ہے۔'' البتہ خشکی میں رہنے والا جانور اگر پانی میں ڈوب کر مر جائے تو وہ حرام ہے کیونکہ وہ ''مردہ سمندری جانور'' نہیں بلکہ ''خشکی کا مردہ جانور'' ہے۔ دیکھیے: (صحيح البخاري، الذبائح والصيد، باب الصيد إذا غاب عنه يومين أو ثلاثة، حديث: ٥٤٨٤) ④ صحابی نے صرف سمندر کے پانی کے بارے میں پوچھا تھا نبی ﷺ نے پانی کے ساتھ ساتھ سمندر کے جانور کے بارے میں بھی بتا دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر عالم محسوس کرے کہ سائل کو کوئی دوسرا مسئلہ بتانے کی بھی ضرورت ہے جو اس نے نہیں پوچھا تو اس کے پوچھے ہوئے مسئلے کے ساتھ دوسرا مسئلہ بھی بتا دینا چاہیے۔ ⑤ بعض جانور پانی میں بھی زندہ رہ سکتے ہیں اور خشکی میں بھی۔ کیا انھیں پانی کے جانوروں میں شمار کرنا چاہیے یا خشکی کے جانوروں میں؟ حدیث میں ان میں سے صرف مینڈک کا ذکر آتا ہے۔ اس کے بارے میں سنن ابن ماجہ میں ایک حدیث مروی ہے جس میں مینڈک کو قتل کرنے کی ممانعت ہے۔ اس حدیث کے بارے میں محمد فواد عبدالباقی نے کہا ہے: [في الزوائد: في إسناده ابراهيم بن الفضل المخزومي، وهو ضعيف] ''زوائد میں لکھا ہے کہ اس کی سند میں ابراہیم بن فضل مخزومی ہے اور وہ ضعیف ہے۔'' لیکن علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''صحیح سنن ابن ماجہ'' میں ذکر کیا ہے۔ ایک اور حدیث امام ابن حجر رحمہ اللہ نے بلوغ المرام میں ذکر کی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے طبیب کو دوا میں ڈالنے کے لیے مینڈک مارنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ حافظ ابن

حجر ؒ نے فرمایا: ”اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے‘ امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ امام ابوداود اور امام نسائی نے بھی اسے روایت کیا ہے۔“ دیکھیے: (بلوغ المرام‘ كتاب الأطعمة‘ حديث:١٣) اس حدیث کی روشنی میں ایسے جانوروں سے پرہیز ہی صحیح معلوم ہوتا ہے جو پانی اور خشکی دونوں جگہ پر زندہ رہ سکتے ہیں۔ واللہ اعلم.

٣٨٧- حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ أَبِي سَهْلٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ بَكْرِ بْنِ سَوَادَةَ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ مَخْشِيٍّ، عَنِ ابْنِ الْفِرَاسِيِّ قَالَ: كُنْتُ أَصِيدُ وَكَانَتْ لِي قِرْبَةٌ أَجْعَلُ فِيهَا مَاءً، وَإِنِّي تَوَضَّأْتُ بِمَاءِ الْبَحرِ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: «هُوَ الطَّهُورُ مَاؤُهُ، الْحِلُّ مَيْتَتُهُ».

٣٨٧- حضرت ابن فراسی ؓ سے روایت ہے‘ انھوں نے کہا: میں شکار کیا کرتا تھا اور میرے پاس ایک مشک تھی‘ میں اس میں پانی ڈال لیا کرتا تھا۔ میں نے سمندر کے پانی سے وضو کیا‘ پھر رسول اللہ ﷺ سے یہ واقعہ بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس کا پانی پاک کرنے والا ہے اور اس کا مرا ہوا جانور حلال ہے۔“

٣٨٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: حَدَّثَنَا أَبُو الْقَاسِمِ ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ، قَالَ: حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ حَازِمٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، هُوَ ابْنُ مِقْسَمٍ، عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سُئِلَ عَنْ مَاءِ الْبَحْرِ، فَقَالَ: «هُوَ الطَّهُورُ مَاؤُهُ. الْحِلُّ مَيْتَتُهُ».

٣٨٨- حضرت جابر ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ سے سمندر کے پانی کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ”اس کا پانی پاک کرنے والا ہے اور اس کا مرا ہوا جانور حلال ہے۔“

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ بْنُ سَلَمَةَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ ابْنُ الْحَسَنِ الْهِسِنْجَانِيُّ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: حَدَّثَنَا أَبُو الْقَاسِمِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ: حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ حَازِمٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، هُوَ ابْنُ مِقْسَمٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ: أَنَّ

(امام ابن ماجہ کے شاگرد) ابوالحسن بن سلمہ نے امام احمد بن حنبل کے دوسرے شاگرد علی بن الحسن الہسنجانی سے مذکورہ بالا روایت کی مانند بیان کیا۔

٣٨٧ـ [إسناده ضعيف] * مسلم بن مخشي مستور، لم يوثقه غير ابن حبان، وأما ابن الفراسي فلم أجد من وثقه، والحديث السابق، ح: ٣٨٦ يغني عنه.

٣٨٨ـ [إسناده حسن] أخرجه أحمد: ٣/ ٣٧٣، وهٰذا من زيادات ابن القطان.

النَّبِيَّ ﷺ. فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

(المعجم ٣٩) - **بَابُ الرَّجُلِ يَسْتَعِينُ عَلٰى وُضُوئِهِ فَيَصُبُّ عَلَيْهِ** (التحفة ٣٩)

باب:٣٩-وضو میں دوسرے آدمی سے مدد لینا اور اس کا پانی ڈالنا

٣٨٩- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ: حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ صُبَيْحٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنِ الْمُغِيرَةِ ابْنِ شُعْبَةَ قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ لِبَعْضِ حَاجَتِهِ، فَلَمَّا رَجَعَ تَلَقَّيْتُهُ بِالْإِدَاوَةِ، فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ، فَغَسَلَ يَدَيْهِ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ، ثُمَّ ذَهَبَ يَغْسِلُ ذِرَاعَيْهِ فَضَاقَتِ الْجُبَّةُ فَأَخْرَجَهُمَا مِنْ تَحْتِ الْجُبَّةِ، فَغَسَلَهُمَا وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ، ثُمَّ صَلّٰى بِنَا.

٣٨٩- حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ کسی کام سے تشریف لے گئے۔ جب آپ واپس آئے تو میں پانی کا برتن لے کر حاضر ہوا۔ میں نے پانی ڈالا تو نبی ﷺ نے دونوں ہاتھ دھوئے' پھر چہرۂ مبارک دھویا' پھر اپنے بازو دھونے کا ارادہ کیا تو جبہ کی آستینیں تنگ معلوم ہوئیں' چنانچہ آپ نے جبہ کے نیچے سے بازو نکال لیے اور انھیں دھویا اور موزوں پر مسح کیا' پھر ہمیں نماز پڑھائی۔

فوائد ومسائل: ① مقام ومرتبہ یا عمر کے لحاظ سے بڑوں کی خدمت کرنا اور ان کی ضرورت کی چیزوں کو بروقت تیار رکھنا مستحسن ہے۔ ② چھوٹوں سے خدمت لینا جائز ہے اگرچہ وہ خدمت ایسے کام میں ہو جو عبادت سے تعلق رکھتا ہو۔ ③ اس حدیث میں وضو کی پوری تفصیل نہیں' بعض اہم امور کا ذکر کر دیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے معروف طریقے سے پورا وضو کیا۔ ④ اس سے موزوں پر مسح کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ ⑤ بہرحال وضو کرنا ضروری ہے چاہے اس میں مشقت ہی ہو جیسے رسول اللہ ﷺ نے مکمل وضو کرنے کے لیے بازو دھوئے' حالانکہ جبہ اتارنے میں دشواری تھی۔

٣٩٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى: حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ جَمِيلٍ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنِ

٣٩٠- حضرت رُبیّع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: میں وضو کا برتن لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے فرمایا: ''پانی ڈالو۔''

٣٨٩- أخرجه البخاري، الصلاة، باب الصلاة في الجبة الشامية، ح:٣٦٣، ٣٨٨، ٢٩١٨، ٥٧٩٨، ومسلم، الطهارة، باب المسح على الخفين، ح: ٢٧٤ من حديث الأعمش به، مطولاً ومختصرًا، بألفاظ متقاربة.

٣٩٠- [إسناده ضعيف] * ابن عقيل ضعيف، والحديث حسن دون قوله «أخذ ماءً جديدًا»، انظر سنن أبي داود برقم: ١٢٦، طبعه دارالسلام.

الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ قَالَتْ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ بِمِيضَأَةٍ، فَقَالَ: «اسْكُبِي». فَسَكَبْتُ، فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَذِرَاعَيْهِ، وَأَخَذَ مَاءً جَدِيداً، فَمَسَحَ بِهِ رَأْسَهُ، مُقَدَّمَهُ وَمُؤَخَّرَهُ، وَغَسَلَ قَدَمَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا.

میں نے پانی ڈالا تو آپ نے اپنا چہرۂ مبارک اور دونوں بازو دھوئے۔ پھر نیا پانی لیا اور اس کے ساتھ سر کے اگلے اور پچھلے حصے کا مسح کیا اور اپنے پاؤں کو تین تین بار دھویا۔

فوائد ومسائل: ① حضرت ربیع ؓ صغار صحابیات میں سے ہیں یعنی رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں کم سن تھیں۔ انصار کے قبیلۂ بنونجار سے تعلق تھا۔ ان کے والد حضرت معوذ ابن عفراء ؓ جنگ بدر میں شریک تھے۔ ② ہمارے فاضل محقق نے اس روایت کو سنداً ضعیف قرار دیا ہے لیکن دیگر شواہد کی بنا پر حدیث میں مذکور جملے [أَخَذَ مَاءً جَدِيدًا] کے سوا باقی روایت قابل حجت ہے۔ علاوہ ازیں شیخ البانی ؒ نے بھی اس روایت کی بابت یہی حکم لگایا ہے۔ دیکھیے: (صحیح ابوداود، حدیث: ۱۱۷، ۱۲۲) ③ پورے سر کا مسح کرنا مسنون ہے جیسا کہ صحیح روایات میں بیان ہوا ہے۔ اس میں ''سر کے اگلے اور پچھلے حصے'' کے مسح کرنے کا بیان ہے اس سے مراد پورے سر کا مسح ہی ہے۔

٣٩١- **حَدَّثَنَا** بِشْرُ بْنُ آدَمَ: حَدَّثَنَا زَيْدُ ابْنُ الْحُبَابِ: حَدَّثَنِي الْوَلِيدُ بْنُ عُقْبَةَ: حَدَّثَنِي حُذَيْفَةُ بْنُ أَبِي حُذَيْفَةَ الأَزْدِيُّ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ قَالَ: صَبَبْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ الْمَاءَ فِي السَّفَرِ وَالْحَضَرِ، فِي الْوُضُوءِ.

۳۹۱- حضرت صفوان بن عسال ؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں نے سفر اور حضر میں نبی ﷺ کو وضو کرانے کے لیے (آپ کے ہاتھوں اور پاؤں پر) پانی ڈالا۔

٣٩٢- **حَدَّثَنَا** كُرْدُوسُ بْنُ أَبِي عَبْدِ اللهِ الْوَاسِطِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْكَرِيمِ بْنُ رَوْحٍ: حَدَّثَنَا أَبِي، رَوْحُ بْنُ عَنْبَسَةَ بْنِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَيَّاشٍ، مَوْلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، عَنْ أَبِيهِ عَنْبَسَةَ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ جَدَّتِهِ، أُمِّ أَبِيهِ،

۳۹۲- رسول اللہ ﷺ کی صاحب زادی حضرت رقیہ ؓ کی لونڈی حضرت ام عیاش ؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کو وضو کرایا کرتی تھی۔ میں کھڑی ہوتی تھی اور آپ بیٹھے ہوتے تھے۔

٣٩١- [إسناده ضعيف] * الوليد بن عقبة مجهول (تقريب)، وشيخه مستور.

٣٩٢- [إسناده ضعيف جدًا] أخرجه الطبراني في الكبير: ٢٥/ ٩١، ح: ٢٣٤ من حديث كردوس به، وقال البوصيري: "هٰذا إسناد مجهول وعبدالكريم مختلف فيه"، وهو ضعيف كما في التقريب، وشيخه مجهول ... الخ، فالسند مظلم.

أُمُّ عَيَّاشٍ، وَكَانَتْ أَمَةً لِرُقَيَّةَ بِنْتِ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَتْ: كُنْتُ أُوَضِّئُ رَسُولَ اللهِ ﷺ، أَنَا قَائِمَةٌ وَهُوَ قَاعِدٌ.

(المعجم ٤٠) - **بَابُ الرَّجُلِ يَسْتَيْقِظُ مِنْ مَّنَامِهِ هَلْ يُدْخِلُ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ قَبْلَ أَنْ يَّغْسِلَهَا** (التحفة ٤٠)

باب:۴۰-کیا آدمی نیند سے بیدار ہوکر بغیر دھوئے، ہاتھ پانی کے برتن میں ڈال سکتا ہے؟

٣٩٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ: حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ: أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَلَا يُدْخِلْ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ حَتَّى يُفْرِغَ عَلَيْهَا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا: فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَا يَدْرِي فِيمَ بَاتَتْ يَدُهُ».

۳۹۳- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جب کوئی شخص رات کو سو کر جاگے تو برتن میں اپنا ہاتھ نہ ڈالے جب تک اس پر دو تین بار پانی نہ ڈال لے۔ (ہاتھ دھو کر پانی میں ڈالے) کیونکہ اسے معلوم نہیں کہ رات کو اس کا ہاتھ کہاں رہا ہے۔‘‘

فوائد ومسائل: ① رات اور دن کا حکم ایک ہی ہے۔ حدیث میں رات کا لفظ اس لیے بولا گیا ہے کہ انسان رات ہی کو زیادہ سوتا ہے۔ ② پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے ہاتھ دھو لینے کی حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ نیند میں انسان کو اپنے افعال وحرکات کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہوتا، اس لیے ممکن ہے کہ ہاتھ ناک وغیرہ یا پردے کے اعضاء کو یا زمین پر سونے کی صورت میں مٹی وغیرہ میں لگ جائے لہٰذا صفائی اور طہارت کا تقاضا ہے کہ نیند سے جاگ کر ہاتھ دھو لیے جائیں۔ ③ دو تین دفعہ دھونے کا حکم اس لیے ہے کہ ہاتھ اچھی طرح صاف ہو جائے اور کسی قسم کا شک باقی نہ رہے، اس لیے اگر ایک بار دھونے سے صفائی کا یقین ہو جائے تو کافی ہے۔ ④ بعض علماء نے ’’برتن‘‘ کے لفظ سے استدلال کیا ہے کہ یہ حکم ہر قسم کے برتن کے لیے ہے، البتہ نہر اور حوض وتالاب اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ حوض اور تالاب کا پانی بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اس میں قلیل نجاست مل جانے سے وہ ناپاک نہیں ہوتا اور مذکورہ بالا صورت میں تو یہ نجاست بھی یقینی نہیں بلکہ نجاست کا محض احتمال ہے۔

٣٩٣ـ [صحيح] أخرجه الترمذي، الطهارة، باب ماجاء إذا استيقظ أحدكم من منامه . . . الخ، ح: ٢٤ من حديث الوليد به، وقال: "هٰذا حديث حسن صحيح"، وأصله عند مسلم، ح: ٢٧٨ وغيره.

٣٩٤- حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ : أَخْبَرَنِي ابْنُ لَهِيعَةَ ، وَجَابِرُ ابْنُ إِسْمَاعِيلَ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ سَالِمٍ ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : «إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهِ فَلاَ يُدْخِلْ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ حَتَّى يَغْسِلَهَا» .

٣٩٤- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو برتن میں ہاتھ نہ ڈالے حتی کہ ہاتھ دھولے۔''

٣٩٥- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ تَوْبَةَ : حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْبَكَّائِيُّ ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : «إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ مِنَ النَّوْمِ فَأَرَادَ أَنْ يَتَوَضَّأَ ، فَلاَ يُدْخِلْ يَدَهُ فِي وَضُوئِهِ حَتَّى يَغْسِلَهَا ، فَإِنَّهُ لاَ يَدْرِي أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ ، وَلاَ عَلَى مَا وَضَعَهَا» .

٣٩٥- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی نیند سے بیدار ہو کر وضو کرنا چاہے تو وضو کے پانی میں ہاتھ نہ ڈالے جب تک اسے دھو نہ لے کیونکہ اسے معلوم نہیں کہ رات کو اس کا ہاتھ کہاں رہا ہے اور نہ یہ معلوم ہے کہ اس نے کس چیز پر ہاتھ رکھا ہے۔''

[قَالَ أَبو إِسحاقَ : الصَّحِيحُ جَابِرٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ] .

ابواسحاق نے کہا' صحیح سند جابر عن ابی ہریرہ ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں تین بار دھونے کی صراحت ہے۔ حدیث ۳۹۳ میں ''دو یا تین بار'' دھونے کا ذکر ہے' اس لیے علماء کہتے ہیں کہ تین بار دھونا بہتر ہے' واجب نہیں۔

٣٩٦- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ ،

٣٩٦- حضرت حارث سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پانی منگوایا' پھر پانی میں ہاتھ ڈالنے سے

٣٩٤ـ [صحيح] إسناده فيه نظر ، أخرجه الدارقطني : ١/ ٤٩ ، ح : ١٢٦ ، وصححه البوصيري على شرط مسلم ، والحديث السابق شاهد له .

٣٩٥ـ [حسن] أخرجه الدارقطني : ١/ ٤٨ ، ح : ١٢٥ من حديث زياد بن عبدالله البكائي به ، وقال : إسناد حسن ، وقال البوصيري : "هٰذا إسناد صحيح ، رجاله ثقات" ✽ أبوالزبير المكي مشهور بالتدليس (طبقات المدلسين / المرتبة الثالثة) وعنعن ، وللحديث شواهد .

٣٩٦ـ [حسن] وله شواهد عند البيهقي : ١/ ٤٧ وغيره ، وانظر ، ح : ٩٥ لعلته ، وفيه علل أخرى ، فالسند ضعيف ، وحسن بالشواهد .

عَنِ الْحارِثِ، قَالَ: دَعَا عَلِيٌّ بِمَاءٍ، فَغَسَلَ يَدَيْهِ قَبْلَ أَنْ يُدْخِلَهُمَا الْإِنَاءَ، ثُمَّ قَالَ: هٰكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ صَنَعَ.

پہلے ہاتھ دھوئے' پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔

(المعجم ٤١) - بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّسْمِيَةِ فِي الْوُضُوءِ (التحفة ٤١)

باب:۴۱-وضو کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا

٣٩٧- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ؛ ح: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ؛ ح: وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ: حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ، قَالُوا: حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ رُبَيْحِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «لَا وُضُوءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللهِ عَلَيْهِ».

۳۹۷-حضرت ابو سعید ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اس شخص کا وضو نہیں جو وضو کرتے وقت اللہ کا نام نہیں لیتا۔''

فوائد ومسائل: ①اس حدیث کی روشنی میں بعض علماء نے وضو کے شروع میں ''بِسْمِ اللّٰہ'' پڑھنے کو واجب قرار دیا ہے اور بعض علماء نے اسے سنت قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک ''وضو نہیں'' کا مطلب یہ ہے کہ ''کما حقہ مکمل وضو نہیں۔'' لیکن یہ تاویل بلا دلیل ہے۔ ②اگر ''بِسْمِ اللّٰہ'' بھول گئی اور وضو کے دوران میں یاد آئی تو فوراً پڑھ لے' تاہم وضو دوبارہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ بھول چوک معاف ہے۔

٣٩٨- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: أَنْبَأَنَا يَزِيدُ

۳۹۸-حضرت سعید بن زید ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس شخص کی نماز نہیں جس کا

٣٩٧ـ [إسناده حسن] أخرجه أحمد: ٣/ ٤١ عن أبي أحمد به، وحسنه البوصيري * ربيح وثقه ابن حبان، وابن عدي، ولحديثه شواهد كثيرة.

٣٩٨ـ [حسن] أخرجه الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في التسمية عند الوضوء، ح: ٢٦ عن الحسن بن علي الخلال به * ابن عياض كذاب، ولحديثه طريق آخر عند الترمذي وغيره، وانظر الحديث السابق، فإنه يغني عن حديث ابن عياض وأمثاله.

ابْنُ عِيَاضٍ: حَدَّثَنَا أَبُو ثِفَالٍ، عَنْ رَبَاحِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ أَنَّهُ سَمِعَ جَدَّتَهُ بِنْتَ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ تَذْكُرُ أَنَّهَا سَمِعَتْ أَبَاهَا سَعِيدَ بْنَ زَيْدٍ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لاَ صَلاَةَ لِمَنْ لاَ وُضُوءَ لَهُ، وَلاَ وُضُوءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللهِ عَلَيْهِ».

وضو نہیں اور اس کا وضو نہیں جس نے اس میں اللہ کا نام نہ لیا ہو۔''

٣٩٩- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالاَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى بْنِ أَبِي عَبْدِ اللهِ، عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ سَلَمَةَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لاَ صَلاَةَ لِمَنْ لاَ وُضُوءَ لَهُ، وَلاَ وُضُوءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللهِ عَلَيْهِ».

٣٩٩- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس شخص کی نماز نہیں جس کا وضو نہیں اور اس کا وضو نہیں جس نے (وضو کرتے وقت) اللہ کا نام نہ لیا ہو۔''

٤٠٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، عَنْ عَبْدِ الْمُهَيْمِنِ بْنِ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لاَ صَلاَةَ لِمَنْ لاَ وُضُوءَ لَهُ، وَلاَ وُضُوءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللهِ عَلَيْهِ، وَلاَ صَلاَةَ لِمَنْ لاَ يُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ. وَلاَ صَلاَةَ لِمَنْ لم يُحِبَّ الأَنْصَارَ».

٤٠٠- حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس شخص کی نماز نہیں جس کا وضو نہیں اور اس کا وضو نہیں جس نے (وضو کرتے وقت) اللہ کا نام نہ لیا ہو اور اس کی نماز نہیں جو نبی ﷺ پر درود نہیں پڑھتا۔ اور جو انصار سے محبت نہیں رکھتا اس کی بھی نماز نہیں۔''

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ بْنُ سَلَمَةَ: حَدَّثَنَا

(امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کے شاگرد) ابوالحسن بن سلمة

٣٩٩- [حسن] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب في التسمية على الوضوء، ح: ١٠١ من حديث محمد بن موسى به وسنده ضعيف، وللحديث شواهد، تقدم، ح: ٣٩٧ وهو بها حسن.

٤٠٠- [إسناده ضعيف] وقال البوصيري: "هذا إسناد ضعيف لاتفاقهم على ضعف عبدالمهيمن".

أَبُو حَاتِمٍ : حَدَّثَنَا عُبَيْسُ بْنُ مَرْحُومٍ الْعَطَّارُ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمُهَيْمِنِ بْنُ عَبَّاسٍ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

نے عبدالمہیمن بن عباس کے دوسرے شاگرد عبیس بن مرحوم عطار سے اسی طرح روایت بیان کی۔

فائدہ: مذکورہ روایت کو ہمارے فاضل محقق نے سنداً ضعیف قرار دیا ہے جبکہ اسی باب کی حدیث نمبر ۳۹۸ کو حسن قرار دیا ہے جس میں [لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَا وُضُوءَ لَهُ ، وَلَا وُضُوءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ] کے الفاظ ہیں۔ اور مذکورہ روایت میں یہ اضافہ ہے [وَلَا صَلَاةَ لِمَنْ لَا يُصَلِّيْ عَلَى النَّبِيِّ وَلَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يُحِبَّ الْأَنْصَارَ] اس اضافے کے شواہد نہیں مل سکے جس کی بنا پر یہ قابل حجت نہیں ہے اس کے علاوہ باقی روایت قابل حجت اور قابل عمل ہے۔ غالباً اسی وجہ سے شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی آخری دو جملوں کے سوا باقی روایت کو حسن قرار دیا ہے۔ دیکھیے: (صحیح ابن ماجه، حدیث: ۳۲۶، والضعيفة، حديث: ۴۷۰۶،۲۱۶۷)

(المعجم ٤٢) - بَابُ التَّيَمُّنِ فِي الْوُضُوءِ (التحفة ٤٢)

باب: ۴۲- وضو میں دائیں طرف سے شروع کرنا

٤٠١- **حَدَّثَنَا** هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ : حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ ، عَنْ أَشْعَثَ بْنِ أَبِي الشَّعْثَاءِ ؛ ح : وَحَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ : حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عُبَيْدٍ الطَّنَافِسِيُّ، عَنْ أَشْعَثَ بْنِ أَبِي الشَّعْثَاءِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُحِبُّ التَّيَمُّنَ فِي الطُّهُورِ إِذَا تَطَهَّرَ، وَفِي تَرَجُّلِهِ إِذَا تَرَجَّلَ ، وَفِي انْتِعَالِهِ إِذَا انْتَعَلَ .

۴۰۱- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ کو وضو میں یہ بات پسند تھی کہ جب وضو کریں تو دائیں طرف سے شروع کریں اور جب کنگھی کریں تو دائیں طرف سے کنگھی کرنا شروع کریں اور جب جوتا پہنیں تو پہلے دایاں جوتا پہنیں۔

فوائد و مسائل: ① [طُهُور] سے مراد ہر وہ عمل ہے جس کا تعلق پاکیزگی اور صفائی سے ہو۔ یہاں اس سے مراد وضو اور غسل ہے۔ ② ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں: [وَفِي شَأْنِهِ كُلِّهِ] ”اور اپنے ہر کام میں“ یعنی دوسرے کاموں میں بھی دائیں طرف سے شروع کرنا پسند فرماتے تھے۔ (صحيح البخاري، الوضوء، باب التيمن في الوضوء والغسل، حديث: ۱۶۸، وصحيح مسلم، الطهارة، باب التيمن في الطهور وغيره، حديث: ۲۶۸)

٤٠١ـ أخرجه البخاري، الوضوء، باب التيمن في الوضوء والغسل، ح: ١٦٨ وغيره، ومسلم، الطهارة، باب التيمن في الطهور وغيره، ح: ٢٦٨ من حديث أبي الأحوص عن أشعث به.

لیکن اس سے بعض چیزیں مستثنیٰ ہیں' مثلاً: استنجا کرنا' مسجد سے باہر نکلنا' جوتا اتارنا' ناک صاف کرنا اور اس قسم کے دوسرے کام جن میں طبعی کراہت پائی جاتی ہے۔ ③ جو کام صرف ایک ہاتھ سے کیے جاتے ہیں۔ ان میں [تیمُّن] سے مراد دائیں ہاتھ سے کام کرنا ہوگا، مثلاً: مصافحہ کرنا' کوئی چیز لینا یا دینا' لکھنا وغیرہ۔ بعض علماء نے اس حدیث کی روشنی میں کہا ہے کہ گھڑی بھی دائیں ہاتھ میں پہننا بہتر ہے۔

٤٠٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى: حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ النُّفَيْلِيُّ: حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا تَوَضَّأْتُمْ فَابْدَأُوا بِمَيَامِنِكُمْ».

۴۰۲- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم وضو کرو تو دائیں طرف سے شروع کرو۔''

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ بْنُ سَلَمَةَ: حَدَّثَنَا أَبُوحَاتِمٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ وَابْنُ نُفَيْلٍ وَغَيْرُهُمَا، قَالُوا: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

(امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کے شاگرد) ابوالحسن بن سلمۃ نے زہیر کے دو شاگردوں یحییٰ بن صالح اور ابن نفیل سے اسی طرح روایت بیان کی۔

(المعجم ٤٣) - بَابُ الْمَضْمَضَةِ وَالِاسْتِنْشَاقِ مِنْ كَفٍّ وَاحِدٍ (التحفة ٤٣)

باب: ۴۳- ایک ہی چلو سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا

٤٠٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْجَرَّاحِ، وَأَبُوبَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ غُرْفَةٍ وَاحِدَةٍ.

۴۰۳- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ہی چلو سے کلی بھی کی اور ناک میں پانی بھی ڈالا۔

فوائد ومسائل: ① حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہاتھ میں پانی لے کر کچھ پانی سے کلی کر لی جائے اور باقی پانی ناک

٤٠٢ـ [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، اللباس، باب في الانتعال، ح: ٤١٤١ * الأعمش عنعن، وتقدم، ح: ١٧٨، ورواه شعبة عنه بلفظ "كان إذا لبس ثوبًا بدأ بميامنه"، وهو الصحيح.

٤٠٣ـ أخرجه البخاري، الوضوء، باب غسل الوجه باليدين من غرفة واحدة، ح: ١٤٠ من حديث زيد به مطولاً.

میں ڈال کر ناک صاف کی جائے۔ناک کے لیے الگ سے پانی نہ لیا جائے۔تین بار یہی عمل دہرایا جائے۔② یہ بھی جائز ہے کہ پہلے تین بار کلی کر لی جائے' پھر تین بار ناک میں پانی ڈالا جائے۔امام ترمذی ؒ نے فرمایا ہے کہ بعض علماء نے اس طریقے کو بہتر قرار دیا ہے' بعض نے دوسرے کو۔امام شافعی ؒ نے فرمایا: اگر دونوں کام ایک ہی چلو سے کر لے تو جائز ہے۔لیکن ہمیں الگ الگ پانی لینا زیادہ پسند ہے۔ (جامع الترمذي' الطهارة' باب المضمضة والاستنشاق من كف واحد' حديث:٢٨) حدیث کی رو سے زیادہ بہتر یہی ہے کہ ایک ہی چلو سے کلی کی جائے اور ناک میں پانی ڈالا جائے کیونکہ ایک چلو سے کلی اور ناک صاف کرنے والی روایات سند کے لحاظ سے زیادہ قوی اور مستند ہیں۔

٤٠٤- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ خَالِدِ بْنِ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ، عَنْ عَلِيٍّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ تَوَضَّأَ فَمَضْمَضَ ثَلَاثًا، وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا، مِنْ كَفٍّ وَاحِدٍ.

۴۰۴- حضرت علی ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا' تو ایک چلو سے تین بار کلی کی اور تین بار ناک میں پانی ڈالا۔

٤٠٥- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ الْعُكْلِيُّ، عَنْ خَالِدِ بْنِ عَبْدِاللهِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ الأَنْصَارِيِّ قَالَ: أَتَانَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فَسَأَلَنَا وَضُوءًا، فَأَتَيْتُهُ بِمَاءٍ، فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفٍّ وَاحِدٍ.

۴۰۵- حضرت عبداللہ بن زید انصاری ؓ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور وضو کے لیے پانی طلب فرمایا: میں نے پانی حاضر کیا تو آپ ﷺ نے ایک چلو سے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔

(المعجم ٤٤) - بَابُ الْمُبَالَغَةِ فِي الِاسْتِنْشَاقِ وَالِاسْتِنْثَارِ (التحفة ٤٤)

باب:۴۴- ناک میں اچھی طرح پانی ڈالنا اور اسے خوب صاف کرنا

٤٠٦- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ: حَدَّثَنَا

۴۰۶- حضرت سلمہ بن قیس ؓ سے روایت ہے'

٤٠٤ـ [صحيح] أخرجه عبدالله بن أحمد في زوائد المسند: ١/ ١٢٣ عن ابن أبي شيبة به مطولاً * شريك تابعه غير واحد، وله شواهد كثيرة.

٤٠٥ـ أخرجه البخاري، الوضوء، باب من مضمض واستنشق من غرفة واحدة، ح: ١٩١، ومسلم، الطهارة، باب آخر في صفة الوضوء، ح: ٢٣٥ من حديث خالد بن عبدالله به مطولاً ومختصرًا.

٤٠٦ـ [إسناده صحيح] أخرجه الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في المضمضة والاستنشاق، ح:٢٧ من حديث◄◄

حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ مَنْصُورٍ؛ ح: وَحَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَبُوالأَحْوَصِ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلاَلِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ قَيْسٍ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا تَوَضَّأْتَ فَانْثُرْ، وَإِذَا اسْتَجْمَرْتَ فَأَوْتِرْ».

انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: جب تو وضو کرے تو ناک صاف کیا کر اور جب (قضائے حاجت کے بعد) ڈھیلے استعمال کرے تو طاق تعداد میں استعمال کر۔"

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صرف ناک میں پانی ڈال لینا ہی کافی نہیں بلکہ ضرورت ہو تو ناک کو اچھی طرح صاف کرنا چاہیے۔ ② استنجا کے لیے تین ڈھیلے استعمال کرنا ضروری ہیں۔ اگر تین سے زیادہ ڈھیلے استعمال کرنے کی ضرورت محسوس ہو تو کرسکتا ہے' تاہم ان کی تعداد طاق ہونی چاہیے۔ واللہ اعلم۔

٤٠٧- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا يَحْيَـى بْنُ سُلَيْمٍ الطَّائِفِيُّ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ لَقِيطِ بْنِ صَبِرَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَخْبِرْنِي عَنِ الْوُضُوءِ قَالَ: «أَسْبِغِ الْوُضُوءَ، وَبَالِغْ فِي الاِسْتِنْشَاقِ، إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَائِمًا».

۴۰۷- حضرت لقیط بن صبرہ ؓ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے وضو کے بارے میں ارشاد فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "وضو اچھی طرح پورا کر' اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کر' سوائے اس کے کہ تو روزے سے ہو۔"

فوائد ومسائل: ① "اسباغ وضو" سے مراد یہ ہے کہ وضو اس طرح توجہ سے کیا جائے کہ دھوئے جانے والے اعضاء میں سے کسی عضو کا کوئی حصہ خشک نہ رہے۔ اس طرح تین تین بار اعضاء کو دھونا اور مل کر دھونا یہ بھی "اسباغ" (وضو پورا کرنے) میں شامل ہے۔ ② [اِسْتِنْشَاق] کا مطلب یہ ہے کہ ناک میں پانی ڈال کر اسے اوپر تک پہنچانے کی کوشش کی جائے جس طرح سانس لیتے وقت ہوا اندر کو کھینچی جاتی ہے۔ لیکن روزے کی حالت میں اس سے پرہیز کرنا چاہیے تاکہ پانی ناک کے راستے حلق میں نہ چلا جائے۔

٤٠٨- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ:

۴۰۸- حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت

◄◄ منصور به، وقال: حسن صحيح.

٤٠٧ـ [صحيح] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب في الاستنثار، ح: ١٤٢ من حديث يحي بن سليم به، وصححه الترمذي، وابن خزيمة، وابن حبان، والحاكم، والذهبي وغيرهم.

٤٠٨ـ [إسناده حسن] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب في الاستنثار، ح: ١٤١ من حديث وكيع به.

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سُلَيْمَانَ؛ ح: وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ قَارِظِ بْنِ شَيْبَةَ، عَنْ أَبِي غَطَفَانَ الْمُرِّيِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اسْتَنْثِرُوا مَرَّتَيْنِ بَالِغَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا».

ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو تین بار اچھی طرح ناک صاف کرو۔''

فائدہ: [اِسْتِنْثَار] کا مطلب ہے کہ ناک سے پانی وغیرہ اس طرح نکالا جائے جس طرح سانس کے دوران میں ہوا ناک سے نکالی جاتی ہے۔

٤٠٩- **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، وَدَاوُدُ بْنُ عَبْدِاللهِ، قَالَا: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ تَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْثِرْ، وَمَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوتِرْ».

۴۰۹- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص وضو کرے' اسے چاہیے کہ ناک جھاڑے' اور جو (استنجا کے لیے) ڈھیلے استعمال کرے' اسے چاہیے کہ طاق تعداد میں استعمال کرے۔''

(المعجم ٤٥) - **بَابُ مَا جَاءَ فِي الْوُضُوءِ مَرَّةً مَرَّةً** (التحفة ٤٥)

باب: ۴۵- وضو کے اعضاء ایک ایک بار دھونا

٤١٠- **حَدَّثَنَا** عَبْدُ اللهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ زُرَارَةَ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ [بْنُ عَبْدِ اللهِ النَّخَعِيُّ]، عَنْ ثَابِتِ بْنِ أَبِي صَفِيَّةَ الثُّمَالِيِّ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا جَعْفَرٍ، قُلْتُ لَهُ: حُدِّثْتَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَوَضَّأَ مَرَّةً مَرَّةً؟ قَالَ: نَعَمْ. قُلْتُ: وَمَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ

۴۱۰- حضرت ثابت بن ابی صفیہ ثمالی سے روایت ہے' انھوں نے کہا کہ میں نے ابوجعفر سے پوچھا: کیا آپ کو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی ﷺ نے ایک ایک بار (اعضاء دھو کر) وضو کیا؟ انھوں نے فرمایا: ہاں' میں نے کہا: اور (یہ حدیث بھی کہ) دو دو بار اور تین تین بار (اعضاء دھو کر

٤٠٩ـ أخرجه البخاري، الوضوء، باب الاستنثار في الوضوء، ح: ١٦١، ومسلم، الطهارة، باب الإيتار في الاستنثار والاستجمار، ح: ٢٣٧ من حديث الزهري به.

٤١٠ـ [صحيح] أخرجه الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في الوضوء مرةً ومرتين وثلاثًا، ح: ٤٥ من حديث شريك به * ثابت بن أبي صفية ضعيف رافضي (تقريب)، والحديث صحيح لكثرة الشواهد له.

وَثَلاَثًا ثَلاَثًا؟ قَالَ: نَعَمْ.

وضو کیا؟) انھوں نے فرمایا: ہاں۔

٤١١- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ تَوَضَّأَ غُرْفَةً غُرْفَةً.

۴۱۱- حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے ایک ایک چلو لے کر وضو کیا۔

٤١٢- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا رِشْدِينُ بْنُ سَعْدٍ: أَنْبَأَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ شُرَحْبِيلَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُمَرَ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ تَوَضَّأَ وَاحِدَةً وَاحِدَةً.

۴۱۲- حضرت عمر ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: میں نے غزوۂ تبوک کے دوران میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے ایک ایک بار (اعضاء دھو کر) وضو کیا۔

فائدہ: ہمارے فاضل محقق نے اس روایت کو سنداً ضعیف قرار دیا ہے جبکہ شیخ البانی ؒ نے حسن اور الموسوعة الحديثية کے محققین نے صحیح لغیرہ قرار دیا ہے، نیز انھوں نے کہا ہے کہ اس مسئلہ کی بابت صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس ؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ایک دفعہ وضو کیا تو وضو کے اعضاء کو ایک ایک مرتبہ دھویا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (الموسوعة الحديثية مسند أحمد: ١/ ۲۹۳، حدیث: ۱۴۹، ۱۵۱)

(المعجم ٤٦) - بَابُ الْوُضُوءِ ثَلَاثاً ثَلَاثاً (التحفة ٤٦)

باب: ۴۶- وضو کے اعضاء تین تین بار دھونا

٤١٣- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ الدِّمَشْقِيُّ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ الدِّمَشْقِيُّ،

۴۱۳- حضرت شقیق بن سلمہ ؒ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: میں نے حضرت عثمان اور حضرت علی

٤١١_ أخرجه البخاري، الوضوء، باب الوضوء مرةً مرةً، ح: ١٥٧، وأبوداود، الطهارة، باب الوضوء مرةً مرةً، ح: ١٣٨، وغيرهما من حديث سفيان الثوري به.

٤١٢_ [إسناده ضعيف] أخرجه أحمد: ١/ ٢٣ من حديث رشدين به، وعلقه الترمذي، وقال البوصيري: "هو إسناد ضعيف لضعف رشدين بن سعد"، وتابعه ابن لهيعة عند أحمد، وسنده ضعيف لأنه لم يعلم تحديث ابن لهيعة به قبل اختلاطه.

٤١٣_ [إسناده حسن] أخرجه البزار في البحر الزخار: ٢/ ٥١، ح: ٣٩٤ من حديث عبدالرحمٰن بن ثابت بن ثوبان به.

عَنِ ابْنِ ثَوْبَانَ، عَنْ عَبْدَةَ بْنِ أَبِي لُبَابَةَ، عَنْ شَقِيقِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ: رَأَيْتُ عُثْمَانَ وَعَلِيًّا يَتَوَضَّآنِ ثَلاَثًا ثَلاَثًا، وَيَقُولاَنِ: هٰكَذَا كَانَ وُضُوءُ رَسُولِ اللهِ ﷺ.

ؓ کو دیکھا کہ وہ تین تین بار (اعضاء دھوکر) وضو کرتے تھے اور فرماتے تھے: رسول اللہ ﷺ کا وضو اس طرح ہوا کرتا تھا۔

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ بْنُ سَلَمَةَ: حَدَّثَنَاهُ أَبُو حَاتِمٍ: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ ثَابِتِ بْنِ ثَوْبَانَ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

(امام ابن ماجہ ؒ کے شاگرد) ابوالحسن بن سلمہ نے کہا: ہمیں ابو حاتم نے ابونعیم سے انھوں نے عبدالرحمٰن بن ثابت بن ثوبان سے اسی طرح حدیث بیان کی۔

٤١٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا الأَوْزَاعِيُّ، عَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَنْطَبٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّهُ تَوَضَّأَ ثَلاَثًا ثَلاَثًا، وَرَفَعَ ذٰلِكَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ.

۴۱۴- حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے تین تین بار اعضاء دھوکر وضو کیا اور اسے رسول اللہ ﷺ کا عمل قرار دیا۔

٤١٥- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا خَالِدُ ابْنُ حَيَّانَ، عَنْ سَالِمٍ أَبِي الْمُهَاجِرِ، عَنْ مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ، عَنْ عَائِشَةَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَوَضَّأَ ثَلاَثًا ثَلاَثًا.

۴۱۵- حضرت عائشہ ؓ اور حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے تین تین بار اعضاء دھوکر وضو کیا۔

٤١٦- حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ فَائِدٍ، أَبِي الْوَرْقَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى

۴۱۶- حضرت عبداللہ بن ابی اوفی ؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے تین تین بار (اعضاء دھوکر) وضو کیا اور سر کا مسح

٤١٤ـ [صحيح] أخرجه النسائي: ١/ ٦٢، ٦٣، الطهارة، باب الوضوء ثلاثًا ثلاثًا، ح: ٨١ من حديث الأوزاعي به * رواية مطلب عن ابن عمر مرسلة، قاله أبوحاتم الرازي. والوضوء ثلاثًا، ثابت عن رسول الله ﷺ، انظر الحديث السابق وغيره.

٤١٥ـ [إسناده حسن] أخرجه أبويعلى في مسنده، ح: ٤٦٩٥، ومسند أحمد: ٢/ ٣٤٨ من طريق عطاء عن أبي هريرة.

٤١٦ـ [صحيح] قال البوصيري: "هٰذا إسناد ضعيف" * فائد بن عبدالرحمٰن قال فيه البخاري: منكر الحديث، وقال الحاكم: "روى عن ابن أبي أوفى أحاديث موضوعةً"، وللحديث شواهد، منها الحديث السابق.

قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ تَوَضَّأَ ثَلاَثًا ثَلاَثًا، وَمَسَحَ رَأْسَهُ مَرَّةً.

ایک بار کیا۔

فائدہ: اس حدیث سے واضح ہوگیا کہ تین تین بار اعضاء دھونے میں سر کا مسح شامل نہیں، وہ ایک ہی بار ہوگا۔

٤١٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ لَيْثٍ، عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ أَبِي مَالِكٍ الأَشْعَرِيِّ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَتَوَضَّأُ ثَلاَثًا ثَلاَثًا.

۴۱۷- حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ تین تین بار (اعضائے وضو دھو کر) وضو کرتے تھے۔

٤١٨- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالاَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ ابْنِ عَفْرَاءَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ تَوَضَّأَ ثَلاَثًا ثَلاَثًا.

۴۱۸- حضرت رُبَیِّع بنت معوذ ابن عفراء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین تین بار (اعضاء دھو کر) وضو کیا۔

(المعجم ٤٧) - بَابُ مَا جَاءَ فِي الْوُضُوءِ مَرَّةً وَمَرَّتَيْنِ وَثَلاَثًا (التحفة ٤٧)

باب: ۴۷- وضو میں اعضاء کو ایک بار، دو بار اور تین بار دھونا

٤١٩- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ: حَدَّثَنِي مَرْحُومُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْعَطَّارُ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ زَيْدٍ الْعَمِّيُّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ، عَنِ

۴۱۹- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ایک ایک بار وضو کیا اور فرمایا: ''یہ وہ وضو ہے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ نماز قبول نہیں فرماتا۔'' پھر دو دو بار وضو کیا تو فرمایا: ''یہ مقام ومرتبہ

٤١٧ـ [صحيح] وضعفه البوصيري، وانظر، ح: ٢٠٨ لعلته، وحديث: ٤١٥ شاهد له.

٤١٨ـ [حسن] * سفيان الثوري تابعه بشر بن المفضل عند أبي داود، الطهارة، باب صفة وضوء النبي ﷺ، ح: ١٢٦ مطولاً.

٤١٩ـ [إسناده ضعيف جدًا] وقال البوصيري: "هٰذا إسناد فيه زيد العمي، وهو ضعيف، وابنه عبدالرحيم متروك بل كذاب، ومعاوية بن قرة لم يلق ابن عمر، قاله ابن أبي حاتم في العلل، وصرح به الحاكم في المستدرك"، وللحديث طرق كلها ضعيفة.

ابْنِ عُمَرَ قَالَ: تَوَضَّأَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَاحِدَةً وَاحِدَةً. فَقَالَ: «هٰذَا وُضُوءُ مَنْ لاَ يَقْبَلُ اللهُ مِنْهُ صَلاَةً إِلَّا بِهِ» ثُمَّ تَوَضَّأَ ثِنْتَيْنِ ثِنْتَيْنِ، فَقَالَ: «هٰذَا وُضُوءُ الْقَدْرِ مِنَ الْوُضُوءِ». وَتَوَضَّأَ ثَلاَثًا، وَقَالَ: «هٰذَا أَسْبَغُ الْوُضُوءِ، وَهُوَ وُضُوئِي وَوُضُوءُ خَلِيلِ اللهِ إِبْرَاهِيمَ، وَمَنْ تَوَضَّأَ هٰكَذَا ثُمَّ قَالَ عِنْدَ فَرَاغِهِ: أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، فُتِحَ لَهُ ثَمَانِيَةُ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ».

رکھنے والا وضو ہے۔'' اور تین تین بار وضو کیا تو فرمایا: ''یہ سب سے کامل وضو ہے۔ یہ میرا اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا وضو ہے۔ جو شخص اس طرح وضو کرے پھر فارغ ہو کر پڑھے: [أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ] ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔'' تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں۔ جس میں سے وہ چاہے داخل ہو جائے۔''

فوائد ومسائل: ① یہ روایت سنداً ضعیف ہے' تاہم اس میں مذکور مسائل دوسری صحیح احادیث سے ثابت ہیں۔ ② ایک ایک بار' دو دو بار اور تین تین بار وضو کی احادیث بھی پہلے گزر چکی ہیں اور وضو کے بعد مذکورہ بالا دعا آگے حدیث: ۴۷۰ میں آ رہی ہے۔ یہ دعا صحیح مسلم میں بھی مروی ہے۔ دیکھیے: (صحیح مسلم' الطهارة' باب الذكر المستحب عقب الوضوء' حديث: ۲۳۴)

٤٢٠ - حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ قَعْنَبٍ، أَبُو بِشْرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ عَرَادَةَ الشَّيْبَانِيُّ، عَنْ زَيْدِ بْنِ الْحَوَارِيِّ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ، عَنْ عُبَيْدِ ابْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ دَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ مَرَّةً مَرَّةً، فَقَالَ: «هٰذَا وَظِيفَةُ الْوُضُوءِ» أَوْ قَالَ: «وُضُوءُ مَنْ لَمْ يَتَوَضَّأْهُ لَمْ يَقْبَلِ اللهُ لَهُ صَلاَةً» ثُمَّ تَوَضَّأَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ قَالَ: «هٰذَا وُضُوءُ مَنْ

۴۲۰- حضرت اُبی بن کعب ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پانی طلب فرمایا اور ایک ایک بار وضو کیا' پھر فرمایا: ''یہ لازمی وضو ہے۔'' یا فرمایا: ''یہ ایسا وضو ہے کہ جس نے یہ وضو نہ کیا اللہ اس کی نماز قبول نہیں کرتا۔'' پھر دو دو بار وضو کیا اور فرمایا: ''جو شخص یہ وضو کرے گا اللہ اسے دگنا ثواب دے گا۔'' پھر تین تین بار وضو کیا اور فرمایا: ''یہ میرا اور مجھ سے پہلے رسولوں کا وضو ہے۔''

٤٢٠ـ [إسناده ضعيف] أخرجه الدارقطني: ١/ ٨١ من حديث إسماعيل به، وقال البوصيري: "هٰذا إسناد ضعيف، زيد بن الحواري هو العمي ضعيف، وكذٰلك الراوي عنه"، وانظر، ح: ٣٥٦.

تَوَضَّأَهُ أَعْطَاهُ اللهُ كِفْلَيْنِ مِنَ الأَجْرِ» ثُمَّ تَوَضَّأَ ثَلاَثًا ثَلاَثًا، فَقَالَ: «هٰذَا وُضُوئِي وَوُضُوءُ الْمُرْسَلِينَ [مِنْ] قَبْلِي».

(المعجم ٤٨) - بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقَصْدِ فِي الْوُضُوءِ وَكَرَاهِيَةِ التَّعَدِّي فِيهِ (التحفة ٤٨)

باب:۴۸-وضو میں میانہ روی اختیار کرنے کا اور زیادتی کے مکروہ ہونے کا بیان

٤٢١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ: حَدَّثَنَا خَارِجَةُ بْنُ مُصْعَبٍ، عَنْ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عُتَيِّ بْنِ ضَمْرَةَ السَّعْدِيِّ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ لِلْوُضُوءِ شَيْطَانًا يُقَالُ لَهُ وَلَهَانُ، فَاتَّقُوا وَسْوَاسَ الْمَاءِ».

۴۲۱-حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وضو کا بھی ایک شیطان ہے' جسے ''ولہان'' کہتے ہیں' اس لیے پانی کے وسوسے سے بچو۔''

٤٢٢- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا خَالِي يَعْلَى، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَسَأَلَهُ عَنِ الْوُضُوءِ، فَأَرَاهُ ثَلاَثًا ثَلاَثًا، ثُمَّ قَالَ: هٰذَا الْوُضُوءُ، فَمَنْ زَادَ عَلَى هٰذَا، فَقَدْ أَسَاءَ وَتَعَدَّى وَظَلَمَ».

۴۲۲-حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: ایک اعرابی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے وضو کے بارے میں سوال کیا۔ آپ ﷺ نے اسے تین تین بار (اعضاء دھو کر) وضو کر کے دکھایا' پھر فرمایا: ''وضو یہ ہوتا ہے۔ جس نے اس پر اضافہ کیا' اس نے برا کیا' حد سے تجاوز کیا اور ظلم کیا۔''

فوائد ومسائل: ① تعلیم کا ایک مؤثر طریقہ یہ بھی ہے کہ کام کر کے دکھایا جائے۔ اساتذہ کو چاہیے کہ عملی مسائل کی تفہیم میں اس طریقے سے فائدہ اٹھائیں۔ ② [هٰذَا الْوُضُوء] ''یہ ہوتا ہے وضو'' اس کا مطلب یہ ہے کہ وضو کا صحیح طریقہ یہ ہے۔ ③ ''اضافہ کرنے'' سے یہ مراد ہے کہ تین بار سے زیادہ کسی عضو کو دھوئے۔ ④ ''اضافے'' کی ایک

٤٢١ـ [إسناده ضعيف جدًا] أخرجه الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في كراهية الإسراف في الوضوء بالماء، ح:٥٧ عن ابن بشار به، وضعفه * خارجة بن مصعب متروك، ويدلس عن الكذابين، راجع التقريب وغيره.

٤٢٢ـ [حسن] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب الوضوء ثلاثًا ثلاثًا، ح:١٣٥ وغيره، وصححه ابن خزيمة وغيره.

صورت یہ بھی ہے کہ پانی کے استعمال میں فضول خرچی کرے' لہٰذا اس سے بھی بچنا چاہیے۔

٤٢٣- حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الشَّافِعِيُّ، إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْعَبَّاسِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، سَمِعَ كُرَيْباً يَقُولُ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ: بِتُّ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ، فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَتَوَضَّأَ مِنْ شَنَّةٍ وُضُوءًا، يُقَلِّلُهُ، فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ كَمَا صَنَعَ.

۴۲۳- حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: میں رات کو اپنی خالہ (ام المومنین) حضرت میمونہ ؓ کے ہاں ٹھہرا۔ (رات کو) نبی ﷺ اٹھے' آپ نے ایک مشک سے وضو کیا اور وضو بھی مختصر کیا (کم پانی استعمال کیا) میں اٹھا اور میں نے بھی ویسے ہی کیا جیسے آپ ﷺ نے کیا تھا۔

فوائد و مسائل: ① یہ ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے جس میں اس کے بعد نبی ﷺ کی نماز تہجد کا ذکر ہے جس میں حضرت ابن عباس ؓ بھی بطور مقتدی شریک تھے۔ ② نفلی عبادت میں بھی بچوں کو شریک کرنا چاہیے تاکہ انھیں اس کی عادت ہو جائے۔ ③ وضو میں ضرورت سے زیادہ پانی استعمال کرنا درست نہیں ہے بلکہ تھوڑے پانی کے ساتھ ہلکا وضو کر لینا بھی کافی ہے۔ ④ صحابۂ کرام ؓ ہر کام میں نبی ﷺ کے طریقے پر عمل کرنے کی کوشش کرتے تھے' خواہ وہ کام واجب ہو یا مستحب۔

٤٢٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى الْحِمْصِيُّ: حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْفَضْلِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: رَأَى رَسُولُ اللهِ ﷺ رَجُلاً يَتَوَضَّأُ فَقَالَ: «لاَ تُسْرِفْ، لاَ تُسْرِفْ».

۴۲۴- حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو وضو کرتے دیکھا تو فرمایا: ''فضول خرچی نہ کر' فضول خرچی نہ کرو۔''

٤٢٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ [حُيَيِّ] بْنِ عَبْدِاللهِ الْمَعَافِرِيِّ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

۴۲۵- حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ سے روایت ہے کہ حضرت سعد ؓ وضو کر رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ پاس سے گزرے تو فرمایا: ''یہ کیا اسراف ہے؟'' انھوں

٤٢٣ـ أخرجه البخاري، الوضوء، باب التخفيف في الوضوء، ح:١٣٨، ومسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة النبي ﷺ ودعائه بالليل، ح:٧٦٣، وح:١٨٦ من حديث ابن عيينة به.

٤٢٤ـ [إسناده موضوع] قال البوصيري: "هٰذا إسناد ضعيف، الفضل بن عطية ضعيف، وابنه كذاب، وبقية مدلس".

٤٢٥ـ [إسناده ضعيف] أخرجه أحمد:٢/ ٢٢١ عن قتيبة به، وضعفه الحافظ في التلخيص، والبوصيري في الزوائد، وانظر، ح:٣٣٠.

الْحُبُلِيِّ، عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ مَرَّ بِسَعْدٍ، وَهُوَ يَتَوَضَّأُ، فَقَالَ: «مَا هٰذَا السَّرَفُ؟». فَقَالَ: أَفِي الْوُضُوءِ إِسْرَافٌ؟ قَالَ: «نَعَمْ، وَإِنْ كُنْتَ عَلٰى نَهْرٍ جَارٍ».

نے کہا: کیا وضو میں بھی اسراف ہوتا ہے؟ فرمایا: ''ہاں! اگرچہ تم بہتے دریا پر (اس کے کنارے بیٹھے) ہو۔''

(المعجم ٤٩) - بَابُ مَا جَاءَ فِي إِسْبَاغِ الْوُضُوءِ (التحفة ٤٩)

باب:۴۹-کامل وضو کرنا

٤٢٦- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ: حَدَّثَنَا مُوسَى [بْنُ سَالِمٍ]، أَبُو جَهْضَمٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ بِإِسْبَاغِ الْوُضُوءِ.

۴۲۶- حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: ہمیں رسول اللہ ﷺ نے خوب کامل وضو کرنے کا حکم دیا۔

توضیح: ''اسباغ'' کی وضاحت کے لیے حدیث ۴۰۷ کا فائدہ نمبر ① ملاحظہ فرمائیں۔

٤٢٧- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «أَلاَ أَدُلُّكُمْ عَلٰى مَا يُكَفِّرُ اللهُ بِهِ الْخَطَايَا وَيَزِيدُ بِهِ فِي الْحَسَنَاتِ؟» قَالُوا: بَلٰى. يَا رَسُولَ اللهِ! قَالَ: «إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ عَلَى الْمَكَارِهِ، وَكَثْرَةُ الْخُطَا إِلَى الْمَسَاجِدِ، وَانْتِظَارُ الصَّلاَةِ بَعْدَ الصَّلاَةِ».

۴۲۷- حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ''کیا میں تمھیں وہ اعمال نہ بتاؤں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ غلطیاں معاف فرما دیتا ہے اور نیکیوں میں اضافہ فرما دیتا ہے؟'' صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں! اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس وقت کامل (سنوار کر) وضو کرنا جب (سردی وغیرہ کی وجہ سے) دل نہ چاہتا ہو، اور مسجدوں کی طرف زیادہ قدم اٹھانا، اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔''

٤٢٦ـ [إسناده حسن] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب قدر القراءة في صلاة الظهر والعصر، ح: ٨٠٨ من حديث موسى بن سالم به، وصححه الترمذي، ح: ١٧٠١.

٤٢٧ـ [حسن] أخرجه أحمد: ٣/ ٣ من حديث زهير به.

فوائد ومسائل: ① نیک اعمال سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں بشرطیکہ وہ خلوص کے ساتھ اور سنت کے مطابق ادا کیے گئے ہوں۔ ② مسجدوں کی طرف زیادہ قدم اٹھانے کا مطلب یہ ہے کہ اگر گھر مسجد سے دور ہو تب بھی مسجد میں جا کر باجماعت نماز ادا کی جائے۔ اسی طرح بار بار مسجد میں جانا بھی زیادہ قدم اٹھانے میں شامل ہے' یعنی نماز کے بعد مسجد سے باہر گھر یا بازار میں حلال روزی کمانے میں یا دوسری جائز مصروفیات میں مشغول ہو جائے اور دوسری نماز کا وقت آنے پر پھر مسجد کی طرف چل پڑے۔ اس سے بھی نیکیوں میں اضافہ ہوتا اور گناہ معاف ہوتے ہیں۔ ③ نماز کا انتظار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے کاروبار یا دوسرے کاموں میں مصروف ہو کر نماز کو فراموش نہ کر دے اور کوئی نماز بے وقت ادا کرے' نہ ترک کرے۔ بلکہ کام کاج کے دوران میں بھی اس کی توجہ نماز کی طرف ہو تا کہ جوں ہی نماز کا وقت آئے وہ مسجد کی طرف چل دے۔ ایک روایت میں اسے ''سرحدوں کی حفاظت'' کا نام دیا گیا ہے' گویا یہ بھی ایک قسم کا جہاد ہے۔ دیکھیے: (صحیح مسلم' الطهارة' باب فضل إسباغ الوضوء علی المكاره' حديث : ٢٥١)

٤٢٨- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدِ بْنِ كَاسِبٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ حَمْزَةَ، عَنْ كَثِيرِ ابْنِ زَيْدٍ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ رَبَاحٍ، عَنْ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «كَفَّارَاتُ الْخَطَايَا إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ عَلَى الْمَكَارِهِ، وَإِعْمَالُ الأَقْدَامِ إِلَى الْمَسَاجِدِ، [وَانْتِظَارُ الصَّلاَةِ بَعْدَ الصَّلاَةِ»].

۴۲۸- حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''غلطیوں کے کفارے یہ ہیں: اس وقت کامل وضو کرنا جب دل نہ چاہتا ہو' اور مسجدوں کی طرف (چلنے کے لیے) پاؤں کام میں لانا اور نماز کے بعد نماز کا انتظار کرنا۔''

فائدہ: قدموں کے ذکر سے اشارہ ملتا ہے کہ پیدل چل کر مسجد میں آنا سواری پر آنے کی نسبت زیادہ ثواب کا باعث ہے۔ واللہ اعلم.

(المعجم ٥٠) - **بَابُ مَا جَاءَ فِي تَخْلِيلِ اللِّحْيَةِ** (التحفة ٥٠)

باب:۵۰- ڈاڑھی کا خلال کرنا

٤٢٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ الْعَدَنِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ

۴۲۹- حضرت عمار بن یاسر ؓ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ڈاڑھی

٤٢٨- **[إسناده حسن]** انفرد به ابن ماجه.

٤٢٩- **[إسناده ضعيف]** أخرجه الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في تخليل اللحية، ح: ٢٩، ٣٠ من حديث سفيان به * عبدالكريم ضعيف (تقريب)، وسعيد بن أبي عروبة كثير التدليس، وانظر، ح: ١٧٥، فالسند ضعيف، والحديث الآتي يغني عنه.

أَبِي أُمَيَّةَ، عَنْ حَسَّانَ بْنِ بِلاَلٍ، عَنْ عَمَّارِ ابْنِ يَاسِرٍ؛ ح: وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ حَسَّانَ بْنِ بِلاَلٍ، عَنْ عَمَّارِ ابْنِ يَاسِرٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يُخَلِّلُ لِحْيَتَهُ.

مبارک کا خلال کرتے دیکھا۔

فوائد ومسائل: ① ہمارے فاضل محقق نے اس روایت کو سنداً ضعیف قرار دیا ہے اور مزید لکھا ہے کہ اگلی روایت اس سے کفایت کرتی ہے علاوہ ازیں شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھیے: (الروض النضير في ترتيب و تخريج معجم الطبراني الصغير، رقم: ٤٧٥) بہر حال یہ روایت قابل حجت ہے۔ ② امام ابن اثیر نے اپنی کتاب "النهاية" میں "خلال" کی وضاحت یوں فرمائی ہے: [اَلتَّخْلِيلُ تَفْرِيقُ شَعْرِ اللِّحْيَةِ وَاَصَابِعِ الْيَدَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ فِي الْوُضُوءِ] (النهاية في غريب الحديث والأثر، ٧٣/٢ـ مادة "خلل") "خلال کرنے کا مطلب ہے وضو میں ڈاڑھی کے بالوں اور ہاتھوں پاؤں کی انگلیوں میں ہاتھ کی انگلیاں پھیرنا۔" اس کا مقصد یہ ہے کہ پانی اعضائے وضو کے زیادہ سے زیادہ حصوں تک پہنچ جائے۔ ③ امام ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا: نبی ﷺ کبھی کبھی ڈاڑھی کا خلال کرتے تھے اور اس پر پابندی نہیں فرماتے تھے...... اسی طرح انگلیوں کے خلال میں بھی آپ ﷺ دوام نہیں فرماتے تھے۔ (زادالمعاد: ٦٨/١ طبع مصر، فصل في هديه في الوضوء) لیکن انھوں نے کبھی کبھی کرنے کی کوئی دلیل ذکر نہیں کی بلکہ بعض روایات میں حکم بھی ملتا ہے جس سے دوام کا پہلو راجح معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم.

٤٣٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ الْقَزْوِينِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ عَامِرِ بْنِ شَقِيقٍ الأَسَدِيِّ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عُثْمَانَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ تَوَضَّأَ فَخَلَّلَ لِحْيَتَهُ.

۴۳۰- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا تو ڈاڑھی مبارک کا خلال کیا۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ڈاڑھی کا خلال کرنا سنت ہے۔

٤٣١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ

۴۳۱- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،

٤٣٠ـ [إسناده حسن] أخرجه الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في تخليل اللحية، ح: ٣١ من حديث عبدالرزاق به، وقال: "هٰذا حديث حسن صحيح".

٤٣١ـ [إسناده ضعيف] وقال البوصيري: "هٰذا إسناد ضعيف لضعف يحيى بن كثير وشيخه".

حَفْصِ بْنِ هِشَامِ بْنِ زَيْدِ بْنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كَثِيرٍ، أَبُو النَّضْرِ، صَاحِبُ الْبَصْرِيِّ، عَنْ يَزِيدَ الرَّقَاشِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا تَوَضَّأَ خَلَّلَ لِحْيَتَهُ وَفَرَّجَ أَصَابِعَهُ مَرَّتَيْنِ.

انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ جب وضو کرتے تھے تو ریش مبارک کا خلال کرتے اور (خلال کرنے کے لیے) اپنی انگلیاں کھولتے' دوبار ایسا کرتے۔

٤٣٢- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ حَبِيبٍ: حَدَّثَنَا الأَوْزَاعِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ قَيْسٍ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا تَوَضَّأَ عَرَكَ عَارِضَيْهِ بَعْضَ الْعَرْكِ، ثُمَّ شَبَكَ لِحْيَتَهُ بِأَصَابِعِهِ مِنْ تَحْتِهَا.

۴۳۲- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ جب وضو کرتے تھے تو رخساروں کے بالوں کو تھوڑا سا ملتے تھے۔ پھر ڈاڑھی میں نیچے کی طرف انگلیاں ڈال کر خلال کرتے تھے۔

٤٣٣- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الرَّقِّيُّ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَبِيعَةَ الْكِلاَبِيُّ: حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ السَّائِبِ الرَّقَاشِيُّ، عَنْ أَبِي سَوْرَةَ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الأَنْصَارِيِّ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ تَوَضَّأَ فَخَلَّلَ لِحْيَتَهُ.

۴۳۳- حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے وضو کیا تو ڈاڑھی مبارک کا خلال کیا۔

(المعجم ٥١) - بَابُ مَا جَاءَ فِي مَسْحِ الرَّأْسِ (التحفة ٥١)

باب:۵۱- سر کے مسح کا بیان

٤٣٤- حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ، وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى، قَالاَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ

۴۳۴- حضرت عمرو بن یحییٰ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے (اپنے والد) عمرو بن یحییٰ کے

٤٣٢ـ [إسناده ضعيف] وقال البوصيري: "هٰذا إسناد فيه عبدالواحد، وهو مختلف فيه"، وضعفه الجمهور.

٤٣٣ـ [صحيح] وقال البوصيري: "هٰذا إسناد ضعيف لضعف أبي سورة، وواصل الرقاشي"، وللحديث شواهد كثيرة جدًا.

٤٣٤ـ أخرجه البخاري، الوضوء، باب مسح الرأس كله، ح: ١٨٥، ومسلم، الطهارة، باب آخر في صفة الوضوء، ح: ٢٣٥.

ابْنُ إِدْرِيسَ الشَّافِعِيُّ، قَالَ: أَنْبَأَنَا مَالِكُ ابْنُ أَنَسٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى، عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ - وَهُوَ جَدُّ عَمْرِو ابْنِ يَحْيٰى: هَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تُرِيَنِي كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَتَوَضَّأُ؟ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ ابْنُ زَيْدٍ: نَعَمْ. فَدَعَا بِوَضُوءٍ، فَأَفْرَغَ عَلٰى يَدَيْهِ، فَغَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ، ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ، بَدَأَ بِمُقَدَّمِ رَأْسِهِ، ثُمَّ ذَهَبَ بِهِمَا إِلٰى قَفَاهُ، ثُمَّ رَدَّهُمَا حَتّٰى رَجَعَ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي بَدَأَ مِنْهُ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ.

دادا حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: کیا آپ مجھے (عملی طور پر) دکھا سکتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کس طرح وضو کرتے تھے؟ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں (ابھی دکھا دیتا ہوں۔) انھوں نے پانی طلب فرمایا' پھر اپنے ہاتھوں پر پانی ڈال کر دو بار ہاتھ دھوئے۔ پھر تین بار کلی کی اور ناک صاف کی' پھر تین بار چہرہ دھویا' پھر کہنیوں تک بازو دو دو بار دھوئے' پھر دونوں ہاتھوں سے سر کا مسح کیا' (مسح کے دوران میں) ہاتھوں کو آگے بھی لائے اور پیچھے بھی لے گئے۔ (مسح کرنا) سر کے اگلے حصے سے شروع کیا' پھر گدی تک ہاتھوں کو لے گئے' پھر واپس اسی جگہ لے آئے جہاں سے شروع کیا تھا۔ اس کے بعد دونوں پاؤں دھوئے۔

فوائد و مسائل: ① زبانی سنے ہوئے مسئلہ کو مزید بہتر طور پر سمجھنے کے لیے دوبارہ پوچھنے میں کوئی حرج نہیں۔ ② کوئی کام عملی طور پر کر کے دکھانا تعلیم کا ایک مؤثر اور مفید طریقہ ہے جس سے مسئلہ بہتر طور پر سمجھ میں آتا ہے اور زیادہ اچھی طرح یاد رہتا ہے۔ ③ وضو کے بعض اعضاء کو دو دو بار اور بعض کو تین تین بار دھونا جائز ہے' البتہ سر کا مسح ایک ہی بار کرنا چاہیے۔ ④ سر کے مسح میں کانوں کا مسح بھی شامل ہے جسے راوی نے اس روایت میں اختصار کے طور پر ترک کر دیا ہے جس طرح پاؤں دھونے کی تعداد ذکر نہیں کی۔ حدیث بیان کرنے کا اصل مقصد یہ وضاحت کرنا ہے کہ مسح پورے سر کا ہوتا ہے کچھ حصے کا نہیں۔ ⑤ ''ہاتھوں کو آگے لائے اور پیچھے لے گئے'' اس جملے میں مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ یہ دونوں کام کیے۔ یہ مطلب نہیں کہ پہلے ہاتھوں کو پیچھے سے آگے لائے اور بعد میں آگے سے پیچھے لے گئے' اس لیے فوراً اس کی وضاحت فرما دی۔

٤٣٥- **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ، عَنْ حَجَّاجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ: رَأَيْتُ

۴۳۵- حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے وضو کیا تو سر کا مسح ایک ہی بار کیا۔

٤٣٥ـ [صحيح] وله شواهد عند البخاري، الوضوء، باب مسح الرأس مرةً، ح: ١٩٢ وغيره.

رَسُولَ اللهِ ﷺ تَوَضَّأَ فَمَسَحَ رَأْسَهُ مَرَّةً.

فائدہ: یعنی جس طرح دوسرے اعضاء دو دو یا تین تین بار دھوئے، مسح دو یا تین بار نہیں کیا۔

٤٣٦- حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ: حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي حَيَّةَ، عَنْ عَلِيٍّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ مَسَحَ رَأْسَهُ مَرَّةً.

۴۳۶- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سر کا مسح ایک بار کیا۔

٤٣٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَارِثِ الْمِصْرِيُّ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ رَاشِدٍ الْبَصْرِيُّ، عَنْ يَزِيدَ، مَوْلَى سَلَمَةَ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الأَكْوَعِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ تَوَضَّأَ فَمَسَحَ رَأْسَهُ مَرَّةً.

۴۳۷- حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے وضو کیا تو سر کا مسح ایک بار کیا۔

٤٣٨- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالاَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ ابْنِ عَفْرَاءَ قَالَتْ: تَوَضَّأَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَمَسَحَ رَأْسَهُ مَرَّتَيْنِ.

۴۳۸- حضرت ربیع بنت معوذ ابن عفراء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا تو دو بار سر کا مسح کیا۔

فوائد ومسائل: ① مذکورہ روایت کو ہمارے فاضل محقق نے سنداً ضعیف قرار دیا ہے جبکہ یہی روایت ابن عفراء رضی اللہ عنہا سے سنن ابوداود میں بھی ہے اور وہاں ہمارے فاضل محقق نے حسن قرار دیا ہے، علاوہ ازیں مذکورہ روایت کو شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی حسن قرار دیا ہے۔ بہرحال یہ روایت قابل حجت اور قابل عمل ہے۔ ② اس روایت میں سر کے مسح کو دو بار کرنے کا ذکر ہے جو کہ بیان جواز کے لیے ہے۔ بعض کا قول ہے کہ یہ راوی کی تعبیر ہے۔ راوی کا مطلب ہے ایک بار ہاتھ پیچھے سے آگے کو لائے اور دوسری بار آگے سے پیچھے کو لیکن پہلی بات زیادہ درست ہے۔

٤٣٦ـ [صحيح] انظر الحديث السابق.

٤٣٧ـ [صحيح] قال البوصيري: "هٰذا إسناد ضعيف لضعف يحيى بن راشد . . . "، والحديث السابق شاهد له.

٤٣٨ـ [إسناده ضعيف والحديث حسن] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب صفة وضوء النبي ﷺ، ح:١٢٦ من حديث ابن عقيل به مطولاً، ومعنى الحديث: أنه بدأ بمقدم (فهذه مرة)، ثم بمؤخر رأسه (وهذه مرة ثانية) * ابن عقيل تقدم، ح:٣٩٠ وللحديث شواهد.

(المعجم ٥٢) - بَابُ مَا جَاءَ فِي مَسْحِ الْأُذُنَيْنِ (التحفة ٥٢)

باب:۵۲-کانوں کے مسح کا بیان

٤٣٩- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ مَسَحَ أُذُنَيْهِ، دَاخِلَهُمَا بِالسَّبَّابَتَيْنِ، وَخَالَفَ إِبْهَامَيْهِ إِلَى ظَاهِرِ أُذُنَيْهِ، فَمَسَحَ ظَاهِرَهُمَا وَبَاطِنَهُمَا.

۴۳۹-حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (وضو کے دوران میں) کانوں کا مسح کیا- ان کی اندرونی طرف کا مسح شہادت کی انگلیوں سے کیا اور انگوٹھے کانوں کے باہر کی طرف لے آئے پھر ان کا باہر اور اندر سے مسح کیا۔

فوائد ومسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ سر کے مسح کے ساتھ کانوں کا مسح بھی کرنا ہے۔ ② کانوں کی اندرونی طرف سے وہ حصہ مراد ہے جو چہرے سے متصل ہونے کی وجہ سے دیکھنے والے کو نظر آتا ہے۔ اور بیرونی طرف سے وہ حصہ مراد ہے جو سر سے متصل ہونے کی وجہ سے سامنے سے دیکھنے پر نظر نہیں آتا۔

٤٤٠- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ ابْنِ عَقِيلٍ، عَنِ الرُّبَيِّعِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَوَضَّأَ فَمَسَحَ ظَاهِرَ أُذُنَيْهِ وَبَاطِنَهُمَا.

۴۴۰-حضرت رُبَیِّع ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے وضو کیا تو کانوں کے باہر اور اندر مسح کیا۔

٤٤١- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ ابْنِ عَفْرَاءَ قَالَتْ: تَوَضَّأَ النَّبِيُّ ﷺ فَأَدْخَلَ

۴۴۱-حضرت رُبَیِّع بنت معوذ ابن عفرا ؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ نے وضو کیا تو اپنے کانوں کے سوراخوں میں انگلیاں داخل کیں۔

٤٣٩ـ [صحيح] تقدم، ح: ٣

٤٤٠ـ [حسن] أخرجه الطبراني في الكبير: ٢٤/ ٢٦٩، ٢٧٠، ح: ٦٨٣ من حديث ابن أبي شيبة به، وللحديث شواهد، انظر الحديث الآتي، ح: ٤٤٢.

٤٤١ـ [حسن] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب صفة وضوء النبي ﷺ، ح: ١٣١ من حديث وكيع به.

إِصْبَعَيْهِ فِي جُحْرَيْ أُذُنَيْهِ.

٤٤٢- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ: حَدَّثَنَا حَرِيزُ بْنُ عُثْمَانَ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ مَيْسَرَةَ، عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيكَرِبَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ تَوَضَّأَ فَمَسَحَ بِرَأْسِهِ وَأُذُنَيْهِ، ظَاهِرَهُمَا وَبَاطِنَهُمَا.

۴۴۲- حضرت مقدام بن معدیکرب ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا تو سر کا مسح کیا' اور کانوں کا بھی باہر اندر سے مسح کیا۔

(المعجم ٥٣) - **بَابُ الْأُذُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ** (التحفة ٥٣)

باب:۵۳- کان سر کا حصہ ہیں

٤٤٣- حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الأُذُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ».

۴۴۳- حضرت عبداللہ بن زید ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کان سر میں شامل ہیں۔''

فوائد ومسائل: ① حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح سر کا مسح کیا جاتا ہے کانوں کا بھی مسح کیا جائے۔ یہ چہرے کے ساتھ دھونے کے حکم میں شامل نہیں ہیں، اس لیے چہرہ دھوتے وقت کان نہ دھوئے جائیں۔ ② جو پانی سر کے مسح کے لیے لیا ہے اسی سے کانوں کا مسح کر لیا جائے' یعنی کانوں کے مسح کے لیے نیا پانی ضروری نہیں۔

٤٤٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ: أَنْبَأَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ سِنَانِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ شَهْرِ ابْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «الأُذُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ» وَكَانَ يَمْسَحُ رَأْسَهُ مَرَّةً، وَكَانَ يَمْسَحُ الْمَأْقَيْنِ.

۴۴۴- حضرت ابو امامہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کان سر میں شامل ہیں۔'' اور آپ ﷺ ایک بار سر کا مسح کرتے تھے اور آنکھوں کے کونوں کا مسح کرتے تھے۔

٤٤٢ـ [حسن] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب صفة وضوء النبي ﷺ، ح: ١٢٢، ١٢٣ من حديث الوليد بن مسلم به.

٤٤٣ـ [حسن] قال البوصيري: "هٰذا إسناد حسن إن كان سويد بن سعيد حفظه"، وله شواهد، انظر الحديث الآتي.

٤٤٤ـ [إسناده حسن] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب صفة وضوء النبي ﷺ، ح: ١٣٤ من حديث حماد بن زيد به * شهر وتلميذه متكلمان فيهما ولكن حديثهما لا ينزل عن درجة الحسن، وله شواهد.

٤٤٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ الْحُصَيْنِ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللهِ ابْنِ عُلَاثَةَ ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ الْجَزَرِيِّ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : «الأُذُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ» .

۴۴۵- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کان سر کا حصہ ہیں۔''

(المعجم ٥٤) - بَابُ تَخْلِيلِ الْأَصَابِعِ (التحفة ٥٤)

باب:۵۴-انگلیوں کا خلال کرنا

٤٤٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى الْحِمْصِيُّ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حِمْيَرَ ، عَنِ ابْنِ لَهِيعَةَ : حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ عَمْرٍو الْمَعَافِرِيُّ ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيِّ ، عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ : رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ تَوَضَّأَ فَخَلَّلَ أَصَابِعَ رِجْلَيْهِ بِخِنْصِرِهِ .

۴۴۶- حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا تو ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے اپنے دونوں قدموں کی انگلیوں کا خلال فرمایا۔

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ بْنُ سَلَمَةَ : حَدَّثَنَا خَلَّادُ ابْنُ يَحْيَى الْحُلْوَانِيُّ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ .

(امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کے شاگرد) ابوالحسن القطان نے یہی روایت اپنی سند سے رسول اللہ ﷺ سے اسی طرح بیان کی ہے۔

فائدہ: ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کے درمیان بعض اوقات پانی اچھی طرح نہ پہنچنے کی وجہ سے جگہ خشک رہ جاتی ہے' اس لیے ان کا خلال کرنا چاہیے۔ ہاتھوں کی انگلیوں کے خلال کا ذکر اگلی حدیث میں آ رہا ہے۔

٤٤٧- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ

۴۴۷- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت

٤٤٥_ [حسن] انظر الحديث السابق، وقال البوصيري: "هٰذا إسناد ضعيف لضعف عمرو بن الحصين"، وهو متروك كما في التقريب.

٤٤٦_ [صحيح] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب غسل الرجل، ح:١٤٨ من حديث ابن لهيعة به، وحسنه الترمذي، ح:٤٠ * ابن لهيعة صرح بالسماع، وتابعه الليث بن سعد وغيره.

٤٤٧_ [حسن] أخرجه الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في تخليل الأصابع، ح:٣٩ عن إبراهيم به، وقال: "هٰذا حديث حسن غريب"، وحسنه البخاري * موسٰى سمع من صالح قبل اختلاطه.

الْجَوْهَرِيُّ: حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ ابْنِ جَعْفَرٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ مُوسَى ابْنِ عُقْبَةَ، عَنْ صَالِحٍ، مَوْلَى التَّوْأَمَةِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَأَسْبِغِ الْوُضُوءَ وَاجْعَلِ الْمَاءَ بَيْنَ أَصَابِعِ رِجْلَيْكَ وَيَدَيْكَ».

ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تو نماز کے لیے اٹھے تو کامل وضو کر' اور ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کے درمیان پانی پہنچا۔''

٤٤٨- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ الطَّائِفِيُّ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ لَقِيطِ بْنِ صَبِرَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَسْبِغِ الْوُضُوءَ وَخَلِّلْ بَيْنَ الأَصَابِعِ».

۴۴۸- حضرت عاصم بن لقیط بن صبرہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کامل وضو کر اور انگلیوں میں خلال کر۔''

٤٤٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مُحَمَّدٍ الرَّقَاشِيُّ: حَدَّثَنَا مَعْمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عُبَيْدِاللهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ عُبَيْدِاللهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا تَوَضَّأَ حَرَّكَ خَاتَمَهُ.

۴۴۹- حضرت ابو رافع ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب وضو کرتے تھے تو اپنی انگوٹھی کو حرکت دیتے تھے (تاکہ اس کے نیچے بھی پانی پہنچ جائے۔)

(المعجم ٥٥) - بَابُ غَسْلِ الْعَرَاقِيبِ (التحفة ٥٥)

باب:۵۵-ایڑیاں دھونا

٤٥٠- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ أَبِي يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ

۴۵۰- حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے کچھ لوگوں کو وضو کرتے دیکھا' (آپ نے دیکھا کہ جو افراد وضو کر چکے تھے) ان کی ایڑیاں چمک رہی تھیں (جو پاؤں اچھی طرح

٤٤٨_[صحيح] تقدم، ح: ٤٠٧.

٤٤٩_[إسناده ضعيف] وقال البوصيري: "هٰذا إسناد ضعيف لضعف معمر وأبيه".

٤٥٠_أخرجه مسلم، الطهارة، باب وجوب غسل الرجلين بكمالهما، ح: ٢٤١ عن ابن أبي شيبة وغيره به.

عَمْرٍو قَالَ: رَأَى رَسُولُ اللهِ ﷺ قَوْماً يَتَوَضَّؤُونَ، وَأَعْقَابُهُمْ تَلُوحُ، فَقَالَ: «وَيْلٌ لِلأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ، أَسْبِغُوا الْوُضُوءَ».

نہ دھونے کی وجہ سے واضح طور پر خشک نظر آ رہی تھیں) آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے' وضو اچھی طرح مکمل کرو۔''

فوائد ومسائل: ① اس سے ظاہر ہے کہ وضو میں پیروں کو دھونا چاہیے مسح کافی نہیں۔ مسح صرف اس وقت ہو سکتا ہے جب باوضو حالت میں موزے یا جرابیں پہنی ہوں' یا پاؤں پر کوئی زخم ہو اور پانی سے نقصان کا اندیشہ ہو۔ ② وضو کے اعضاء کے ایسے حصے جہاں پانی نہ پہنچنے کا امکان ہوتا ہے انھیں توجہ سے دھونا چاہیے تاکہ خشک نہ رہ جائیں۔ اسی طرح فرض غسل کے دوران میں جسم کے ان حصوں تک توجہ سے پانی پہنچانا چاہیے جن کے خشک رہ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ ③ کسی جماعت کے بعض افراد سے غلطی ہو جائے تو بہتر طریقہ یہ ہے کہ ان کا نام لینے کے بجائے عام تنبیہ یا نصیحت کر دی جائے' البتہ بعض حالات میں انفرادی طور پر متنبہ کرنا زیادہ مناسب ہوتا ہے۔ ④ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ وضو میں پاؤں دھونا ضروری ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے جن صحابہ کو دیکھ کر یہ ڈانٹ پلائی تھی انھوں نے وضو کرتے ہوئے پاؤں پر مسح کیا تھا اور انھیں دھویا نہ تھا۔ (صحيح البخاري' الوضوء' باب غسل الرجلين ولا يمسح على القدمين' حديث:١٦٣' و صحيح مسلم' الطهارة' باب وجوب غسل الرجلين بكمالهما' حديث:٢٤١) ⑤ ایک صاحب ایمان آدمی بھی اپنے کسی گناہ کی وجہ سے جہنم کے عذاب کا شکار ہو سکتا ہے لیکن اس کی سزا دائمی نہیں ہوگی، البتہ کافر ومشرک کا عذاب دائمی ہوگا۔ ⑥ ''ویل'' کا مطلب تباہی اور ہلاکت ہے۔

٤٥١- [قَالَ الْقَطَّانُ:] حَدَّثَنَا أَبُوحَاتِمٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمُؤْمِنِ بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلاَمِ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «وَيْلٌ لِلأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ».

۴۵۱- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔''

٤٥٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ رَجَاءٍ الْمَكِّيُّ، عَنِ ابْنِ

۴۵۲- حضرت ابوسلمہ رحمہ اللہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے (اپنے بھائی) حضرت

٤٥١ـ [صحيح] أخرجه الدارقطني: ١/ ٩٤، الطهارة، باب وجوب غسل القدمين والعقبين، ح: ٣١٢ عن عروة به.

٤٥٢ـ [حسن] أخرجه أحمد: ٦/ ٤٠، ح: ٢٤٦٢٤ من حديث ابن عجلان به، وصرح بالسماع، وله شواهد عند مسلم، ح: ٤٤١ وغيره.

عَجْلاَنَ ؛ ح : وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، وَأَبُو خَالِدٍ الأَحْمَرُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلاَنَ، عَنْ سَعِيدِ ابْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ : رَأَتْ عَائِشَةُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ، فَقَالَتْ : أَسْبِغِ الْوُضُوءَ . فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ : «وَيْلٌ لِلْعَرَاقِيبِ مِنَ النَّارِ» .

عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے دیکھا تو فرمایا: کامل وضو کیا کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرمان سنا ہے: ''ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔''

فائدہ: حدیث میں [عَرَاقِیب] کا لفظ ہے جو ''عُرقُوب'' کی جمع ہے۔ اس سے مراد دونوں ٹخنوں کے درمیان کا پیچھے والا وہ حصہ ہے جو ایڑی سے اوپر ہوتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا ضروری ہیں اور پیچھے سے بھی اسی کے برابر پاؤں دھونے چاہئیں۔

٤٥٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ ابْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ : حَدَّثَنَا سُهَيْلٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : «وَيْلٌ لِلأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ» .

۴۵۳- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔''

٤٥٤- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي كَرْبٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ : «وَيْلٌ لِلْعَرَاقِيبِ مِنَ النَّارِ» .

۴۵۴- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ ارشاد سنا: ''ایڑیوں (عراقیب) کے لیے آگ کا عذاب ہے۔''

٤٥٥- حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عُثْمَانَ،

۴۵۵- حضرت خالد بن ولید' حضرت یزید بن

٤٥٣- أخرجه مسلم، الطهارة، باب وجوب غسل الرجلين بكمالها، ح: ٢٤٢ من حديث سهيل به.

٤٥٤- [إسناده صحيح] أخرجه أحمد: ٣/ ٣٦٩ من حديث شعبة عن أبي إسحاق به، وقال البوصيري: "هٰذا إسناد رجاله ثقات".

٤٥٥- [صحيح] وقال البوصيري: "هٰذا إسناد حسن، ما علمت في رجاله ضعفًا" قلت: شيبة لم يوثقه غير ابن حبان، والوليد لم يصرح بالسماع المسلسل، وأصل الحديث صحيح متواتر.

وَعُثْمَانُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الدِّمَشْقِيَّانِ، قَالاَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا شَيْبَةُ بْنُ الأَحْنَفِ، عَنْ أَبِي سَلَّامٍ الأَسْوَدِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ الأَشْعَرِيِّ: حَدَّثَنِي أَبُو عَبْدِ اللهِ الأَشْعَرِيُّ، عَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ، وَيَزِيدَ ابْنِ أَبِي سُفْيَانَ، وَشُرَحْبِيلَ بْنِ حَسَنَةَ، وَعَمْرِو بْنِ الْعَاصِ كُلُّ هٰؤُلاَءِ سَمِعُوا مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: «أَتِمُّوا الْوُضُوءَ، وَيْلٌ لِلأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ».

ابوسفیان' حضرت شرحبیل بن حسنہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم ان سب سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ''وضو پورا کرو' ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔''

(المعجم ٥٦) - بَابُ مَا جَاءَ فِي غَسْلِ الْقَدَمَيْنِ (التحفة ٥٦)

باب:٥٦-دونوں پاؤں دھونے کا بیان

٤٥٦- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي حَيَّةَ قَالَ رَأَيْتُ عَلِيًّا تَوَضَّأَ فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ قَالَ: أَرَدْتُ أَنْ أُرِيَكُمْ طُهُورَ نَبِيِّكُمْ ﷺ.

٤٥٦-حضرت ابوحیہ رحمہ اللہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انھوں نے وضو کیا تو اپنے دونوں قدم ٹخنوں تک دھوئے' پھر فرمایا: میں نے چاہا کہ تم لوگوں کو تمھارے نبی ﷺ کے وضو کا طریقہ (عملی طور پر) دکھادوں۔

فائدہ: وضو میں پاؤں کا دھونا بہت سے صحابہ سے مروی ہے بلکہ جس جس صحابی نے بھی رسول اللہ ﷺ سے وضو کا طریقہ روایت کیا ہے ان سب نے پاؤں دھونے کا ذکر کیا ہے۔ چونکہ شیعہ حضرات اس کا انکار کرتے ہیں' اس لیے مصنف رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا پاؤں دھونا ثابت کیا ہے۔

٤٥٧- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا حَرِيزُ بْنُ عُثْمَانَ،

٤٥٧-حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا تو اپنے پاؤں تین تین

٤٥٦ـ [صحيح] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب صفة وضوء النبي ﷺ، ح:١١٦، وصححه الترمذي، وانظر، ح:٤٦ لعلته.

٤٥٧ـ [صحيح] أخرجه الطبراني في الكبير: ٢٠/ ٢٧٧ من حديث الوليد به، وتابعه أبوالمغيرة عند أبي داود، ح:١٢١ وغيره، وحسنه الحافظ، والبوصيري.

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَيْسَرَةَ، عَنِ الْمِقْدَامِ ابْنِ مَعْدِيكَرِبَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ تَوَضَّأَ فَغَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلاَثًا ثَلاَثًا.

بار دھوئے۔

٤٥٨- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ رَوْحِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنِ الرُّبَيِّعِ قَالَتْ: أَتَانِي ابْنُ عَبَّاسٍ فَسَأَلَنِي عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ - تَعْنِي: حَدِيثَهَا الَّذِي ذَكَرَتْ - أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ تَوَضَّأَ وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: إِنَّ النَّاسَ أَبَوْا إِلَّا الْغَسْلَ، وَلاَ أَجِدُ فِي كِتَابِ اللهِ إِلَّا الْمَسْحَ.

۴۵۸- حضرت رُبَيِّع ؓ سے روایت ہے‘ انھوں نے فرمایا: حضرت عبداللہ بن عباس ؓ میرے پاس تشریف لائے اور مجھ سے اس حدیث کے متعلق دریافت کیا‘ یعنی وہ حدیث جس میں انھوں نے ذکر کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا تو پاؤں دھوئے (جب حضرت رُبَيِّع ؓ نے حدیث بیان کی تو) حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے فرمایا: لوگ پاؤں دھونے کا ذکر کرتے ہیں‘ مجھے تو قرآن مجید میں صرف مسح کا ذکر ملتا ہے۔

فائدہ: قرآن مجید میں ہے: ﴿فَاغۡسِلُوۡا وُجُوۡهَكُمۡ وَ اَيۡدِيَكُمۡ اِلَى الۡمَرَافِقِ وَامۡسَحُوۡا بِرُءُوۡسِكُمۡ وَاَرۡجُلَكُمۡ اِلَى الۡكَعۡبَيۡنِ﴾ (المائدۃ:٦) اس میں متواتر روایت ﴿اَرۡجُلَكُمۡ﴾ (لام مفتوح) ہے جس کا عطف ﴿وُجُوۡهَكُمۡ﴾ پر ہے۔ یعنی ’’جب تم نماز کا ارادہ کرو تو اپنے منہ اور اپنے ہاتھ کہنیوں تک دھوؤ اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پیر ٹخنوں تک دھوؤ۔‘‘ لیکن ایک شاذ قراءت ﴿اَرۡجُلِكُمۡ﴾ (لام مکسور) ہے‘ اس صورت میں اس کا عطف ﴿بِرُءُوۡسِكُمۡ﴾ پر ہوگا‘ اور معنی ہوں گے‘ اپنے سروں اور پیروں کا مسح کرو۔ حضرت ابن عباس ؓ کی بات اس شاذ قراءت پر مبنی ہو سکتی تھی۔ چونکہ یہ روایت ہی صحیح نہیں ہے، اسی لیے شیخ البانی ؒ نے حضرت ابن عباس ؓ کے اس قول کو ’’منکر‘‘ قرار دیا ہے۔ صحیح بات متواتر قراءت کے مطابق ہی اس آیت کا مفہوم ہے اور اس کی رُو سے قرآن میں پیروں کے دھونے ہی کا ذکر ہے نہ کہ مسح کا۔

(المعجم ٥٧) - بَابُ مَا جَاءَ فِي الْوُضُوءِ عَلٰى مَا أَمَرَ اللهُ تَعَالٰى (التحفة ٥٧)

باب: ۵۷- اللہ کے حکم کے مطابق وضو کرنا

٤٥٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا

۴۵۹- حضرت عثمان بن عفان ؓ سے روایت ہے

٤٥٨ـ [إسناده ضعيف] وحسنه البوصيري، ولأثر ابن عباس طرق عنه (راجع تفسير ابن كثير: ٢/ ٢٥ وغيره) ولعله رجع إلى قول الجمهور لما قال: رجعت إلى الغسل (أيضًا، ص: ٢٤) * ابن عقيل ضعيف تقدم، ح: ٣٩٠.

٤٥٩ـ أخرجه مسلم، الطهارة، باب فضل الوضوء والصلاة عقبه، ح: ٢٣١ عن ابن بشار وغيره به.

مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ جَامِعِ ابْنِ شَدَّادٍ، أَبِي صَخْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ حُمْرَانَ يُحَدِّثُ أَبَا بُرْدَةَ فِي الْمَسْجِدِ أَنَّهُ سَمِعَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ أَتَمَّ الْوُضُوءَ كَمَا أَمَرَهُ اللهُ، فَالصَّلاَةُ الْمَكْتُوبَاتُ كَفَّارَاتٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ».

کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اس طرح مکمل وضو کرتا ہے جس طرح اللہ نے حکم دیا ہے تو اس کی فرض نمازیں ان کے درمیانی اوقات کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں۔''

فائدہ: اس قسم کی احادیث سے یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ نمازی جتنے بھی گناہ کرتا رہے کوئی حرج نہیں کیونکہ نماز کے آداب اور خشوع وخضوع میں کمی سے گناہوں کی معافی میں بھی کمی آ جاتی ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی بڑے گناہ کی وجہ سے نماز کی توفیق ہی حاصل نہ رہے بلکہ بعض اوقات نماز اتنی ناقص ہوتی ہے کہ اس کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کو مزید ناراض کر لیتا ہے۔

٤٦٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ: حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ يَحْيَى بْنِ خَلَّادٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَمِّهِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ أَنَّهُ كَانَ جَالِساً عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: «إِنَّهَا لاَ تَتِمُّ صَلاَةٌ لِأَحَدٍ حَتَّى يُسْبِغَ الْوُضُوءَ كَمَا أَمَرَهُ اللهُ تَعَالٰى، يَغْسِلُ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ، وَيَمْسَحُ بِرَأْسِهِ وَرِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ».

۴۶۰- حضرت رفاعہ بن رافع ؓ سے روایت ہے کہ وہ نبی ﷺ کی خدمت میں بیٹھے تھے تو آپ نے فرمایا: ''کسی کی نماز اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک وہ اپنا وضو اس طرح کامل طور پر نہ کرے جس طرح اسے اللہ نے حکم دیا ہے۔ (یعنی) اپنا چہرہ اور کہنیوں تک بازو دھوئے، سر کا مسح کرے اور ٹخنوں تک پاؤں دھوئے۔''

فوائد ومسائل: ① وضو میں نقص سے نماز متاثر ہوتی ہے اور اس کا پورا ثواب نہیں ملتا۔ ② وضو کا کامل طریقہ وہ ہے جو گزشتہ احادیث میں تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے۔ ③ یہ حدیث سورۂ مائدہ کی مذکورہ آیت کی تفسیر ہے۔ جس سے واضح ہے کہ قرآن مجید میں بھی پیروں کے دھونے ہی کا حکم ہے نہ کہ مسح کرنے کا۔

٤٦٠ـ [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب صلاة من لا يقيم صلبه في الركوع والسجود، ح: ٨٥٨ من حديث حجاج به، وصححه الحاكم، والذهبي.

(المعجم ٥٨) - بَابُ مَا جَاءَ فِي النَّضْحِ بَعْدَ الْوُضُوءِ (التحفة ٥٨)

باب:۵۸-وضو کے بعد چھینٹے مارنا

٤٦١- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ أَبِي زَائِدَةَ قَالَ: قَالَ مَنْصُورٌ: حَدَّثَنَا مُجَاهِدٌ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ سُفْيَانَ الثَّقَفِيِّ أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللهِ ﷺ تَوَضَّأَ ثُمَّ أَخَذَ كَفًّا مِنْ مَاءٍ فَنَضَحَ بِهِ فَرْجَهُ.

۴۶۱-حضرت حکم بن سفیان ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے وضو کیا، پھر پانی کا ایک چلو لے کر اپنے ستر پر چھڑکا۔

فوائد ومسائل: ① یہ عمل وضو کا حصہ نہیں، تاہم وضو کے بعد ایسا کرنا سنت ہے۔ ② جسم کے خاص حصے (شرم گاہ) پر پانی چھڑکنے کا مطلب اس کپڑے پر پانی کے چھینٹے ڈالنا ہے جس سے جسم کا وہ حصہ چھپا ہوا ہے۔ ③ علمائے کرام نے اس کی حکمت یہ بیان کی ہے کہ اس سے پیشاب کا قطرہ نکل جانے کے وسوسے کا ازالہ ہو جاتا ہے۔

٤٦٢- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْفِرْيَابِيُّ: حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَبِيهِ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «عَلَّمَنِي جِبْرَائِيلُ الْوُضُوءَ، وَأَمَرَنِي أَنْ أَنْضَحَ تَحْتَ ثَوْبِي، لِمَا يَخْرُجُ مِنَ الْبَوْلِ بَعْدَ الْوُضُوءِ».

۴۶۲-حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھے وضو کرنے کا طریقہ بتایا، اور مجھے حکم دیا کہ میں وضو کے بعد آ جانے والے پیشاب (کے قطروں کے شبہ سے بچنے) کے لیے کپڑے کے نیچے چھینٹے مار لیا کروں۔“

فائدہ: یہ روایت سنداً ضعیف ہے، البتہ دوسری احادیث سے جبریل علیہ السلام کا نبی ﷺ کو وضو کی تعلیم دینا ثابت ہے۔ اور اسی طرح وضو کے بعد شرم گاہ والی جگہ پر چھینٹے مارنا بھی دیگر صحیح اور حسن درجے کی احادیث سے ثابت ہے۔

٤٦١ـ [حسن] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب في الانتضاح، ح:١٦٨ من حديث منصور به، وصححه الحاكم، والذهبي.

٤٦٢ـ [إسناده ضعيف] أخرجه أحمد: ٤/ ١٦١ من حديث ابن لهيعة به، وقال البوصيري: "هٰذا إسناد ضعيف لضعف ابن لهيعة"، وانظر، ح: ٣٣٠.

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ بْنُ سَلَمَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو حَاتِمٍ؛ [ح: وَ] حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ التِّنِّيسِيُّ: حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

(امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کے شاگرد) ابوالحسن بن سلمہ نے ابن لہیعہ کے دوسرے دو شاگردوں ابوحاتم اور عبداللہ بن یوسف التنیسی سے اسی طرح روایت بیان کی۔

٤٦٣- حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ سَلَمَةَ الْيَحْمَدِيُّ: حَدَّثَنَا سَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْهَاشِمِيُّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا تَوَضَّأْتَ فَانْتَضِحْ».

۴۶۳- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تو وضو کرے تو (شرم گاہ والے حصے کے کپڑے پر) چھینٹے مار لیا کر۔''

٤٦٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى: حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا قَيْسٌ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلٰى، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: تَوَضَّأَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَنَضَحَ فَرْجَهُ.

۴۶۴- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا تو اپنے ستر پر پانی کے چھینٹے مارے۔

(المعجم ٥٩) - بَابُ الْمِنْدِيلِ بَعْدَ الْوُضُوءِ وَبَعْدَ الْغُسْلِ (التحفة ٥٩)

باب: ۵۹- وضو اور غسل کے بعد رومال استعمال کرنا

٤٦٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ: أَنْبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ أَنَّ أَبَا مُرَّةَ، مَوْلٰى عَقِيلٍ: حَدَّثَهُ أَنَّ أُمَّ هَانِئٍ بِنْتَ أَبِي طَالِبٍ حَدَّثَتْهُ: أَنَّهُ لَمَّا كَانَ عَامُ الْفَتْحِ، قَامَ

۴۶۵- حضرت ام ہانی بنت ابو طالب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: ''جس سال مکہ فتح ہوا رسول اللہ ﷺ نہانے کے پانی کی طرف گئے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے لیے پردہ تان دیا (تو آپ ﷺ نے غسل فرمایا) اس کے بعد آپ نے اپنا

٤٦٣_ [إسناده ضعيف] أخرجه الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في النضح بعد الوضوء، ح: ٥٠ من حديث سلم بن قتيبة به، وقال: "هٰذا حديث غريب، وسمعت محمدًا (البخاري) يقول: الحسن بن علي الهاشمي منكر الحديث".

٤٦٤_ [حسن] وقال البوصيري: "هٰذا إسناد ضعيف لضعف قيس وشيخه"، وللحديث شواهد عند أبي داود، ح: ١٦٦، ١٦٧، ١٦٨ وغيره.

٤٦٥_ أخرجه البخاري، الغسل، باب التستر في الغسل عند الناس، ح: ٢٨٠ وغيره، ومسلم، الحيض، باب تستر المغتسل بثوب ونحوه، ح: ٣٣٦ من حديث أبي مرة به.

رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلٰى غُسْلِهِ. فَسَتَرَتْ عَلَيْهِ فَاطِمَةُ، ثُمَّ أَخَذَ ثَوْبَهُ فَالْتَحَفَ بِهِ.

کپڑا لے کر جسم پر لپیٹ لیا۔

فوائد ومسائل: ① پانی کی طرف جانے کا مفہوم یہ ہے کہ گھر میں ایک طرف برتن میں نہانے کے لیے پانی رکھا گیا اور آپ ﷺ نہانے کے لیے وہاں تشریف لے گئے۔ ② نہاتے وقت جسم پر چھوٹا کپڑا موجود ہو تب بھی مزید پردہ کرنا یا غسل خانے میں کپڑا پہن کر نہانا افضل ہے، تاہم اگر پردے میں نہاتے وقت جسم پر کوئی کپڑا نہ ہو تب بھی جائز ہے۔ ③ نہانے کے بعد جب کپڑا جسم پر لپیٹا جائے تو وہ جسم پر موجود قطرات کو جذب کر لیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کپڑے یا تولیے سے جسم خشک کرنا جائز ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔

٤٦٦- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي لَيْلٰى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعْدِ بْنِ زُرَارَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ شُرَحْبِيلَ، عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: أَتَانَا النَّبِيُّ ﷺ فَوَضَعْنَا لَهُ مَاءً فَاغْتَسَلَ، ثُمَّ أَتَيْنَاهُ بِمِلْحَفَةٍ وَرْسِيَّةٍ فَاشْتَمَلَ بِهَا، فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلٰى أَثَرِ الْوَرْسِ عَلٰى عُكَنِهِ.

۴۶۶- حضرت قیس بن سعد ؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے۔ ہم نے آپ کے لیے پانی رکھا تو آپ نے غسل فرمایا۔ ہم نے آپ ﷺ کو ورس سے رنگی ہوئی ایک چادر پیش کی تو آپ نے وہ چادر اوڑھ لی۔ (مجھے وہ منظر اس طرح یاد ہے) گویا میں (اب بھی) آپ کے شکم مبارک کے شکن پر ورس کا نشان دیکھ رہا ہوں۔

٤٦٧- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالاَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ، عَنْ خَالَتِهِ مَيْمُونَةَ قَالَتْ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ بِثَوْبٍ، حِينَ اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ، فَرَدَّهُ وَجَعَلَ يَنْفُضُ الْمَاءَ.

۴۶۷- حضرت ام المومنین میمونہ ؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ نے غسل جنابت کیا تو میں نے آپ کی خدمت میں کپڑا (تولیہ وغیرہ) پیش کیا آپ ﷺ نے اسے واپس کر دیا اور (جسم پر سے ہاتھ کے ساتھ) پانی جھاڑنے لگے۔

٤٦٦ـ **[إسناده ضعيف]** أخرجه أحمد: ٦/٦، ٧ عن وكيع به * محمد بن شرحبيل مجهول (تقريب)، وانظر، ح: ٤٦٤، ٨٥٤ لعلة أخرٰى.

٤٦٧ـ أخرجه البخاري، الغسل، باب المضمضة والاستنشاق في الجنابة، ح: ٢٥٩ وغيره، ومسلم، الحيض، باب صفة غسل الجنابة، ح: ٣١٧، ٣٣٧ من حديث الأعمش به مطولاً ومختصرًا.

فائدہ: نبی ﷺ نے کپڑا اس لیے واپس کر دیا کہ اسے ضروری نہ سمجھ لیا جائے تا کہ اس سے امت کے لیے مشکل پیدا نہ ہو، پھر کسی موقع پر ایک آدمی کے لیے بدن پونچھنے کے لیے الگ کپڑا موجود نہ ہو تو وہ حرج محسوس کرے گا۔

٤٦٨- **حَدَّثَنَا** الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ، وَأَحْمَدُ بْنُ الأَزْهَرِ قَالاَ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ السِّمْطِ: حَدَّثَنَا الْوَضِينُ بْنُ عَطَاءٍ، عَنْ مَحْفُوظِ بْنِ عَلْقَمَةَ، عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ تَوَضَّأَ، فَقَلَبَ جُبَّةَ صُوفٍ كَانَتْ عَلَيْهِ، فَمَسَحَ بِهَا وَجْهَهُ.

۴۶۸- حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا' پھر اس کے بعد جسم مبارک پر پہنا ہوا اُونی جُبہ الٹ کر اس سے چہرۂ مبارک صاف کر لیا۔

(المعجم ٦٠) - بَابُ مَا يُقَالُ بَعْدَ الْوُضُوءِ (التحفة ٦٠)

باب: ۶۰- وضو کے بعد پڑھنے کی دعا

٤٦٩- **حَدَّثَنَا** مُوسَى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، وَزَيْدُ ابْنُ الْحُبَابِ. ح: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ وَهْبٍ، أَبُو سُلَيْمَانَ النَّخَعِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي زَيْدٌ الْعَمِّيُّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ قَالَ، ثَلاَثَ مَرَّاتٍ: أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلٰهَ إِلاَّ اللهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ فُتِحَ لَهُ ثَمَانِيَةُ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، مِنْ أَيِّهَا شَاءَ دَخَلَ».

۴۶۹- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے وضو کیا اور خوب اچھی طرح وضو کیا' پھر تین بار یوں کہا: [أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ] ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اکیلے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' اس کا کوئی شریک نہیں' اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔'' اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں' وہ جس میں سے چاہے داخل ہو جائے۔''

٤٦٨- **[إسناده ضعيف]** صححه البوصيري مع قوله: "وفي سماع محفوظ عن سلمان نظر" يعني أنه منقطع.

٤٦٩- **[إسناده ضعيف]** وقال البوصيري: "هٰذا إسناد فيه زيد العمي، وهو ضعيف"، وانظر، ح: ٣٥٦.

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ بْنُ سَلَمَةَ الْقَطَّانُ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَصْرٍ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ بِنَحْوِهِ.

(امام ابن ماجہ ؒ کے شاگرد) ابوالحسن بن سلمہ القطان نے کہا کہ ابونعیم کے شاگرد ابراہیم بن نصر نے سابقہ روایت کی مثل بیان کی۔

توضیح: یہ روایت زید العمی کی وجہ سے سنداً ضعیف ہے لیکن ایک دفعہ دعا پڑھنے کی احادیث صحیح ہیں جیسے کہ اگلی حدیث میں مذکور ہے' نیز ایک دفعہ پڑھنے کی مذکورہ بالا فضیلت صحیح مسلم میں بھی مروی ہے۔ دیکھیے: (صحیح مسلم' الطهارة' باب الذكر المستحب عقب الوضوء' حدیث: ۲۳۴)

٤٧٠- حَدَّثَنَا عَلْقَمَةُ بْنُ عَمْرٍو الدَّارِمِيُّ : حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَطَاءٍ الْبَجَلِيِّ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ الْوُضُوءَ. ثُمَّ يَقُولُ : أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، إِلَّا فُتِحَتْ لَهُ ثَمَانِيَةُ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ».

٤٧٠- حضرت عمر بن خطاب ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو بھی مسلمان وضو کرتا ہے اور وضو بھی اچھا کرتا ہے' پھر کہتا ہے: [أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ] ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اکیلے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' اس کا کوئی شریک نہیں' اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔'' اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں' وہ جس میں سے چاہے داخل ہو جائے۔''

فوائد ومسائل: ① صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ دعا ان الفاظ میں بھی مروی ہے [أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ] (صحیح مسلم' الطهارة' باب الذكر المستحب عقب الوضوء' حدیث: ۲۳۴) ② جنت کے دروازے کھول دیے جانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے لیے نیکی کے دروازے کھل گئے ہیں۔ جو نیکیاں وہ شخص وضو کے بغیر ادا نہیں کر سکتا تھا' اب کر سکتا ہے' لہٰذا اب جو نیکی چاہے انجام دے لے۔ اور یہ مطلب بھی ہے کہ وفات کے بعد اس کے لیے جنت کے سب دروازے کھل جائیں گے۔ اسے جنت میں داخل ہونے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ ③ داخل ہونے کے لیے تو ایک دروازہ بھی کافی ہوتا ہے لیکن زیادہ دروازوں کا کھلنا اس کی عزت افزائی کے لیے ہے تاکہ اس کا مقام ومرتبہ واضح ہو اور اسے بہت زیادہ خوشی حاصل ہو۔ واللہ اعلم.

(المعجم ٦١) - بَابُ الْوُضُوءِ بِالصُّفْرِ (التحفة ٦١)

باب: ٦١- پیتل کے برتن میں وضو کرنا

٤٧٠ـ أخرجه مسلم، الطهارة، باب الذكر المستحب عقب الوضوء، ح: ٢٣٤ من طريق آخر من حديث عقبة به.

٤٧١- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ ابْنِ الْمَاجِشُونِ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ، صَاحِبِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: أَتَانَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فَأَخْرَجْنَا لَهُ مَاءً فِي تَوْرٍ مِنْ صُفْرٍ، فَتَوَضَّأَ بِهِ.

۴۷۱- حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے۔ہم نے پیتل کے ایک برتن میں پانی پیش کیا تو آپ ﷺ نے اس سے وضو کیا۔

فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ پیتل کے برتن بنانا اور کھانے پینے میں ان کا استعمال جائز ہے۔ ② پیتل کی انگوٹھی یا کوئی اور زیور پہننے سے پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ نبیٔ اکرم ﷺ نے پیتل کی انگوٹھی پہننے والے سے فرمایا: ''کیا وجہ ہے کہ مجھے تم سے بتوں کی بو آرہی ہے؟'' (جامع الترمذي' اللباس' باب ماجاء في خاتم الحديد' حديث:۱۷۸۵' وسنن ابي داود' الخاتم' باب ماجاء في خاتم الحديد' حديث: ۴۲۲۳' و سنن النسائي' الزينة' باب مقدار مايجعل في الخاتم من الفضة' حديث:۵۱۹۷) شیخ عبدالقادر ارناؤوط نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔(حاشية جامع الأصول :۴/۷۱۴)

٤٧٢- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدِ بْنِ كَاسِبٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ الدَّرَاوَرْدِيُّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَحْشٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ أَنَّهُ كَانَ لَهَا مِخْضَبٌ مِنْ صُفْرٍ، قَالَتْ: كُنْتُ أُرَجِّلُ رَأْسَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِيهِ.

۴۷۲- حضرت ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ان کے ہاں پیتل کا ایک ٹب ہوا کرتا تھا۔انھوں نے فرمایا: میں اس میں پانی ڈال کر رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک میں کنگھی کیا کرتی تھی۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ پیتل کے برتن میں پانی ڈال کر رکھا جا سکتا ہے' لہٰذا اس سے وضو بھی جائز ہے۔

٤٧١ـ أخرجه البخاري، الوضوء، باب الغسل والوضوء في المخضب . . . الخ، ح:١٩٧، ومسلم، الطهارة، باب آخر في صفة الوضوء، ح:٢٣٦.

٤٧٢ـ [حسن] أخرجه أحمد:٦/ ٣٢٤ من طريق آخر عن عبيدالله به، وقال البوصيري: "هٰذا إسناد صحيح، ورجاله ثقات".

٤٧٣- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالاَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ ابْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَوَضَّأَ فِي تَوْرٍ.

۴۷۳- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے تور (ایک قسم کے کھلے منہ کے برتن) میں پانی لے کر وضو کیا۔

(المعجم ٦٢) - بَابُ الْوُضُوءِ مِنَ النَّوْمِ (التحفة ٦٢)

باب: ٦٢- نیند کی وجہ سے وضو کرنا

٤٧٤- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالاَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَنَامُ حَتَّى يَنْفُخَ، ثُمَّ يَقُومُ فَيُصَلِّي، وَلاَ يَتَوَضَّأُ.

۴۷۴- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ سو جاتے تھے حتی کہ خراٹے لینے لگتے، پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھتے اور وضو نہ کرتے۔

قَالَ الطَّنَافِسِيُّ: قَالَ وَكِيعٌ: - تَعْنِي: وَهُوَ سَاجِدٌ - .

وکیع بیان کرتے ہیں کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کی مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کو بعض اوقات سجدے میں نیند آ جاتی تھی۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ نیند سے وضو نہیں ٹوٹتا جبکہ آگے آنے والی حدیث (۴۷۷) میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سو جانے والے کو دوبارہ وضو کرنے کا حکم دیا ہے، اس لیے اس مسئلہ میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ زیادہ صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ بیٹھے بیٹھے سو جانے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور لیٹ کر سو جانے سے ٹوٹ جاتا ہے۔ ٹیک لگا کر سونا بھی لیٹ کر سونے کے حکم میں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث میں یہ صراحت نہیں کہ آپ ﷺ جس نیند کے بعد وضو نہیں کرتے تھے وہ بیٹھے بیٹھے ہوتی تھی یا لیٹ کر۔ اگر بیٹھے ہوئے سونا مراد ہو تو کوئی اشکال نہیں۔ اگر لیٹ کر ہو تو کہا جا سکتا ہے کہ یہ نبی ﷺ کا خاصہ ہے کیونکہ آپ ﷺ کے حواس نیند میں بھی قائم رہتے تھے۔ آپ کا ارشاد ہے: [تَنَامُ عَيْنِي وَلاَ يَنَامُ قَلْبِي] (صحيح البخاري، المناقب، باب كان النبي ﷺ

٤٧٣_ [حسن] تقدم، ح: ٣٥٨.

٤٧٤_ [حسن] أخرجه أحمد: ٦/ ١٣٥ عن وكيع به * الأعمش عنعن، وتقدم، ح: ١٧٨، ولحديثه شواهد كثيرة، وهذا لا خلاف فيه بين العلماء.

تنام عینه ولا ینام قلبه' حدیث:٣٥٦٩) ''میری آنکھ سوتی ہے اور میرا دل نہیں سوتا۔'' امام نووی ؒ نے صحیح مسلم کی شرح میں اسی عنوان سے باب باندھا ہے۔ ''بَابُ الدَّلِيلِ أَنَّ نَوْمَ الْجَالِسِ لَا يَنْقُضُ الْوُضُوءَ'' ''اس بات کی دلیل کہ بیٹھ کر سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔'' ② اس مسئلہ میں جو مختلف اقوال ہیں ان میں سے ایک کی طرف حضرت وکیع کے قول سے اشارہ ہوتا ہے۔ وکیع نے اس حدیث کو نماز کے اندر سو جانے پر محمول کیا ہے۔ اسی بنا پر بعض علماء کا خیال ہے کہ رکوع، سجدے یا قیام کی حالت میں سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا لیکن یہ قول بھی پہلے قول سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے کیونکہ نماز کی کسی ہیئت میں سونا، لیٹ کر سونا نہیں اور وضو لیٹ کر سونے سے ٹوٹتا ہے۔ واللہ اعلم.

٤٧٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ زُرَارَةَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ حَجَّاجٍ، عَنْ فُضَيْلِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَامَ حَتَّى نَفَخَ. ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى.

٤٧٥- حضرت عبداللہ (بن مسعود) ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سو گئے حتی کہ خراٹے لینے لگے، پھر اٹھ کھڑے ہوئے اور نماز پڑھ لی۔

٤٧٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ زُرَارَةَ، عَنِ ابْنِ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ حُرَيْثِ بْنِ أَبِي مَطَرٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبَّادٍ، أَبِي هُبَيْرَةَ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ نَوْمُهُ ذٰلِكَ وَهُوَ جَالِسٌ. [- يَعْنِي: النَّبِيَّ ﷺ -].

٤٧٦- حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ کی وہ نیند بیٹھے بیٹھے تھی۔

٤٧٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى الْحِمْصِيُّ: حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنِ الْوَضِينِ بْنِ

٤٧٧- حضرت علی بن ابو طالب ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آنکھیں سرین کا بندھن

٤٧٥ـ [حسن] أخرجه أحمد: ١/٤٢٦ من حديث يحيىٰ به * حجاج بن أرطاة عنعن، والحديث السابق شاهد له، ولهما شواهد أخرىٰ.

٤٧٦ـ [إسناده ضعيف] وقال البوصيري: "هٰذا إسناد فيه حريث بن أبي مطر، وهو ضعيف".

٤٧٧ـ [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب في الوضوء من النوم، ح: ٢٠٣ من حديث بقية به * ابن عائذ عن علي مرسل كما قال أبوزرعة وأبوحاتم، وله شاهد ضعيف، وله شواهد أخرىٰ.

عَطَاءٍ، عَنْ مَحْفُوظِ بْنِ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَائِذٍ الأَزْدِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «الْعَيْنُ وِكَاءُ السَّهِ، فَمَنْ نَامَ فَلْيَتَوَضَّأْ».

ہیں' لہٰذا جو شخص سو جائے' اسے چاہیے کہ وضو کرے۔''

فوائد ومسائل: ① تھیلی میں اشرفیاں وغیرہ ڈال کر اس کا منہ جس دھاگے یا رسی وغیرہ سے باندھا جاتا ہے اسے ''وِکاء'' کہتے تھے۔ جب تک وکاء نہ کھولا جائے تھیلی میں سے کوئی چیز نہیں نکل سکتی۔ گویا وہ تھیلی کے اندر کی چیزوں کا محافظ ہے۔ اسی طرح بیداری کی حالت میں انسان کو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا وضو قائم ہے یا ہوا خارج ہونے کی وجہ سے ٹوٹ گیا ہے۔ جب آنکھیں نیند سے بند ہو جائیں تو جسم پر کنٹرول نہیں رہتا' گویا بندھن کھل جاتا ہے اور ہوا خارج ہو جانے کا احساس نہیں ہوتا، اس لیے نیند ہی کو وضو توڑنے والا قرار دیا گیا ہے۔ ② نیند عام حالات میں وضو ٹوٹنے کا باعث بنتی ہے' اس لیے نیند سے وضو کا حکم دیا گیا۔ اسی طرح شریعت میں بعض دوسرے احکام میں بھی ایک چیز کا باعث بننے والی شے کو اسی چیز والا حکم دے دیا جاتا ہے تاکہ انسان شکوک وشبہات کا شکار نہ رہے، مثلاً: ایک مشروب زیادہ مقدار میں پینے سے نشہ ہوتا ہے تو اس کی کم مقدار کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے تاکہ ایسا نہ ہو کہ انسان یہ تصور کرے کہ فلاں شراب کا ایک گلاس پینے سے نشہ نہیں ہوگا، پھر یہ سوچ کر ایک گلاس پی لے اور اسے نشہ ہو جائے، اس لیے ایک گلاس بھی حرام ہے اگرچہ نشہ نہ ہو۔ ③ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''حسن'' کہا ہے۔

٤٧٨- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ زِرٍّ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَأْمُرُنَا أَنْ لاَ نَنْزِعَ خِفَافَنَا ثَلاَثَةَ أَيَّامٍ، إِلَّا مِنْ جَنَابَةٍ، لٰكِنْ مِنْ غَائِطٍ وَبَوْلٍ وَنَوْمٍ.

۴۷۸- حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم تین دن تک اپنے موزے نہ اتاریں سوائے اس کے کہ جنابت کی وجہ سے (غسل کرنا پڑے۔ تب تو اتارنا ہی پڑیں گے) لیکن پیشاب' پاخانے یا نیند کی وجہ سے (موزے اتارنے کی ضرورت نہیں۔)

فوائد ومسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح پیشاب یا پاخانے کے بعد وضو کی ضرورت ہوتی ہے' اسی طرح نیند کے بعد بھی وضو کی ضرورت ہوتی ہے۔ ② وضو میں پاؤں دھونا ضروری ہیں لیکن اگر موزے پہنے ہوئے ہوں تو ان پر مسح کر لینا کافی ہے بشرطیکہ پہننے سے پہلے پورا وضو کیا ہو اور اس میں پاؤں بھی دھوئے ہوں۔ (صحیح

٤٧٨ـ [إسناده حسن] أخرجه الترمذي، الطهارة، باب المسح على الخفين للمسافر والمقيم، ح:٩٦ وغيره، والنسائي، ح:١٢٦، ١٢٧ وغيرهما من حديث عاصم به، وقال الترمذي: "حسن صحيح".

مسلم' الطهارة' باب المسح على الخفين' حديث:٢٧٢) ③ تین دن کی یہ مدت مسافر کے لیے ہے۔ مقیم صرف ایک دن رات تک مسح کر سکتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے (موزوں پر مسح کے لیے) مسافر کے لیے تین دن رات کی مدت مقرر فرمائی ہے اور مقیم کے لیے ایک دن رات کی۔ (صحيح مسلم' الطهارة' باب التوقيت في المسح على الخفين' حديث:٢٧٦)

(المعجم ٦٣) - بَابُ الْوُضُوءِ مِنْ مَسِّ الذَّكَرِ (التحفة ٦٣)

باب:٦٣-شرم گاہ کو چھونے سے وضو کرنا چاہیے

٤٧٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ، عَنْ بُسْرَةَ بِنْتِ صَفْوَانَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا مَسَّ أَحَدُكُمْ ذَكَرَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ».

۴۷۹- حضرت بسرہ بنت صفوان رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی شخص اپنی شرم گاہ کو ہاتھ لگائے تو اسے چاہیے کہ وضو کرے۔''

فوائد ومسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ پیشاب کے اعضاء کو ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ (اگر بغیر کپڑے کے ہاتھ لگے۔) ② بعض علماء نے اس حدیث پر یہ شبہ وارد کیا ہے کہ یہ ایسا مسئلہ ہے جس سے اکثر واسطہ پیش آتا ہے' پھر اس کا تعلق مردوں سے ہے لیکن اس کو روایت کرنے والی صرف ایک خاتون ہیں۔ یہ شبہ اس لیے قابل اعتنا نہیں کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ حدیث بیان کر کے فرمایا ہے: [وَفِي الْبَابِ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ ' وَ أَبِي أَيُّوبَ ' وَ أَبِي هُرَيْرَةَ ' وَ أَرْوَى ابْنَةِ أُنَيْسٍ ' وَ عَائِشَةَ ' وَ جَابِرٍ ' وَ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ ' وَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضى الله عنهم اجمعين] یعنی یہ مسئلہ مذکورہ بالا آٹھ صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔ جن میں پانچ مرد اور تین خواتین ہیں۔ ان میں سے بعض صحابہ کی احادیث اسی باب میں آ رہی ہیں۔ اس کے علاوہ یہ مسئلہ صرف مردوں کے لیے نہیں بلکہ عورتوں کے لیے بھی یہی حکم ہے کہ اگر کوئی عورت اپنے پردہ کے خاص مقام کو ہاتھ لگا لیتی ہے تو اسے وضو دوبارہ کرنا چاہیے۔ ③ بعض علماء نے اس حدیث کی صحت پر یہ شبہ ذکر کیا ہے کہ بعض راویوں نے ''عروة عن بسرة'' ذکر کیا ہے اور بعض نے سند میں ''عروة عن مروان عن بسرة'' کہا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ حضرت عروہ نے یہ حدیث مروان رحمہ اللہ کے واسطے سے بھی سنی ہے اور براہ راست حضرت بسرہ رضی اللہ عنہا سے بھی سنی ہے۔ یہ واقعہ

٤٧٩ـ [إسناده حسن] أخرجه الترمذي، الطهارة، باب الوضوء من مس الذكر، ح: ٨٣ من حديث هشام به، وقال: "حسن صحيح"، وراجع سنن أبي داود، ح: ١٨١ بتعليقي "نيل المقصود".

امام نسائی رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں تفصیل سے روایت کیا ہے۔حضرت مروان جب مدینہ کے گورنر تھے تو ایک دن ان کی مجلس میں وضوتوڑنے والی چیزوں کے موضوع پر گفتگو شروع ہوگئی۔مروان نے کہا: عضو خاص کو ہاتھ لگانے سے بھی وضوٹوٹ جاتا ہے۔حضرت عروہ نے فرمایا: نہیں ٹوٹتا۔مروان نے کہا: مجھے حضرت بسرہ رضی اللہ عنہا نے یہ حدیث سنائی ہے لیکن عروہ کو اطمینانِ قلب حاصل نہ ہوا۔مروان نے مجلس میں حاضر ایک آدمی سے کہا: جاؤ حضرت بسرہ رضی اللہ عنہا سے پوچھ کر آ ؤ۔اس نے واپس آکر بتایا کہ واقعی حضرت بسرہ رضی اللہ عنہا اسی طرح فرماتی ہیں۔(سنن النسائي' الطهارة' باب الوضوء من مس الذكر' حديث:١٦٣) اس کے بعد عروہ نے حضرت بسرہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوکر ان سے خود بھی براہ راست یہ حدیث سنی(مستدرك حاكم: ١/١٣٦' ١٣٧) مزید تفصیل کے لیے جامع ترمذی میں اس حدیث پر شیخ احمد شاکر کی مفصل تحقیق ملاحظہ فرمائیے۔

٤٨٠- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ: حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيسٰى؛ ح: وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نَافِعٍ، جَمِيعاً، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ ثَوْبَانَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا مَسَّ أَحَدُكُمْ ذَكَرَهُ، فَعَلَيْهِ الْوُضُوءُ».

۴۸۰-حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جب کوئی شخص اپنے عضو خاص کو ہاتھ لگائے تو اس پر لازم ہے کہ وضو کرے۔''

٤٨١- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا الْمُعَلَّى بْنُ مَنْصُورٍ؛ ح: وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ بَشِيرِ بْنِ ذَكْوَانَ الدِّمَشْقِيُّ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالاَ: حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ حُمَيْدٍ: حَدَّثَنَا الْعَلاَءُ بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ

۴۸۱-حضرت ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ ارشاد سنا:''جو شخص اپنے عضو تناسل کو ہاتھ لگائے' اسے چاہیے کہ وضو کرے۔''

٤٨٠ـ[حسن] * عقبة مجهول (تقريب)، لم يوثقه غير ابن حبان، والحديث السابق شاهد له.

٤٨١ـ[حسن] أخرجه البيهقي: ١/ ١٣٠ من حديث الهيثم به، قاله البوصيري، والحديث حسنه أبوزرعة الرازي.

عَنْبَسَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ مَسَّ فَرْجَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ».

٤٨٢- حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ أَبِي فَرْوَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ مَسَّ فَرْجَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ».

۴۸۲- حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ ارشاد سنا: ''جو شخص اپنی شرم گاہ کو ہاتھ لگائے تو اسے چاہیے کہ وضو کرے۔''

(المعجم ٦٤) - بَابُ الرُّخْصَةِ فِي ذٰلِكَ (التحفة ٦٤)

باب: ۶۴- مذکورہ صورت میں وضو نہ کرنے کی اجازت

٤٨٣- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَابِرٍ قَالَ: سَمِعْتُ قَيْسَ بْنَ طَلْقٍ الْحَنَفِيَّ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ، سُئِلَ عَنْ مَسِّ الذَّكَرِ، فَقَالَ: «لَيْسَ فِيهِ وُضُوءٌ، إِنَّمَا هُوَ مِنْكَ».

۴۸۳- حضرت قیس بن طلق حنفی اپنے والد (حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں انھوں نے فرمایا: میں نے سنا کہ کسی نے رسول اللہ ﷺ سے عضو خاص کو ہاتھ لگانے کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس سے وضو لازم نہیں آتا' وہ بھی تیرا ایک حصہ ہے۔''

فوائد ومسائل: ① [هُوَ مِنْكَ] ''وہ تیرا ایک حصہ ہے'' یعنی جس طرح جسم کے کسی اور حصے کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا اسی طرح پیشاب کے عضو کو ہاتھ لگانے سے بھی نہیں ٹوٹتا۔ ② حضرت طلق رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث صحیح ہے۔ لیکن یہ حکم منسوخ ہے۔ حضرت طلق رضی اللہ عنہ ہجرت نبوی کے فوراً بعد مدینہ منورہ تشریف لائے تھے جب مسجد نبوی تعمیر ہو رہی تھی۔ امام ابن حزم رحمہ اللہ نے اس کو منسوخ قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے' پہلی بات یہ ہے کہ اس حدیث میں مذکور حکم

٤٨٢ـ [حسن] أخرجه الطبراني: ٤/ ١٤٠، ح: ٣٩٢٨ من حديث عبدالسلام به إلا أنه قال: عبدالرحمٰن بن عبدالقاري، ولعله الراجح كما يظهر من تهذيب الكمال وغيره، وفيه علل، منها ابن أبي فروة متفق على تركه، انظر، ح: ٣٤٥ لحاله، فالسند ضعيف جدًا، وللحديث شواهد، منها الحديث السابق، ح: ٤٧٩.

٤٨٣ـ [صحيح] أخرجه أحمد: ٤/ ٢٣، وأبوداود، ح: ١٨٣ من حديث محمد بن جابر به، وهو ضعيف جدًا، لكنه لم ينفرد به، بل تابعه الثقة عبدالله بن بدر عند أبي داود، ح: ١٨٢ وغيره.

اس صورت حال کے مطابق ہے جس پر عضو خاص کو چھونے سے وضو کا حکم آنے سے پہلے لوگ عمل پیرا تھے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جب تک کسی چیز کے ناقض ہونے کا حکم نازل نہ ہو نبی ﷺ اس کی وجہ سے وضو کا حکم نہیں دے سکتے۔ جب یہ بات ہے تو پھر جب نبی ﷺ نے وضو کا حکم دے دیا تو پہلا حکم یقیناً منسوخ ہو گیا۔ اور یقینی ناسخ حکم کو چھوڑ کر یقینی منسوخ پر عمل کرنا جائز نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ نبی ﷺ کے اس فرمان سے کہ ''وہ تیرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے'' واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ یہ ارشاد وضو کا حکم آنے سے پہلے فرمایا گیا تھا کیونکہ اگر بعد کی بات ہوتی تو آپ ﷺ یہ الفاظ نہ فرماتے بلکہ بیان فرماتے کہ (وضو کرنے کا) وہ حکم منسوخ ہو چکا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بارے میں اس وقت کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا' اس لیے عضو خاص کی حیثیت بھی دوسرے اعضاء کی سی تھی۔ (المحلی:۱/۲۳۹) بعض علماء نے دونوں روایات کے درمیان اس طرح بھی تطبیق دی ہے کہ جس روایت میں وضو نہ ٹوٹنے کا ذکر ہے' تو اس کا مطلب' کپڑے کے اوپر سے ہاتھ لگنا ہے' اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔ اور جس روایت میں وضو ٹوٹنے کا ذکر ہے' اس سے مراد بغیر کپڑے کے ہاتھ لگنا ہے' اس صورت میں وضو ٹوٹ جائے گا۔

٤٨٤- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيدِ بْنِ كَثِيرِ بْنِ دِينَارٍ الْحِمْصِيُّ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ مَسِّ الذَّكَرِ، فَقَالَ: «إِنَّمَا هُوَ جُزْءٌ مِنْكَ».

۴۸۴- حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عضو خاص کو چھونے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''وہ تو تیرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے۔''

(المعجم ٦٥) - بَابُ الْوُضُوءِ مِمَّا غَيَّرَتِ النَّارُ (التحفة ٦٥)

باب:۶۵- آگ پر پکی ہوئی چیز کھا کر وضو کرنا

٤٨٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ عَلْقَمَةَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «تَوَضَّأُوا

۴۸۵- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس چیز میں آگ تبدیلی کر دے' اس (کے کھانے کی وجہ) سے وضو کرو۔'' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا میں گرم پانی (پی کر اس کی وجہ)

٤٨٤_ [إسناده ضعيف جدًا] قال البوصيري: "هٰذا إسناد فيه جعفر بن الزبير، وقد اتفقوا علٰى ترك حديثه واتهموه".

٤٨٥_ [حسن] تقدم، ح: ٢٢، وأخرجه الترمذي، ح: ٧٩ من حديث سفيان به، وأخرج أحمد: ١/ ٣٦٦ بإسناد صحيح عن ابن عباس هذه المناظرة، بأنه قال لأبي هريرة رضي الله عنه: "ما أبالي مما توضأت، أشهد لرأيت رسول الله ﷺ أكل كتف لحم ثم قام إلى الصلاة وما توضأ" فالكل عنده حجة والكل معذور

مِمَّا غَيَّرَتِ النَّارُ». فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: أَتَوَضَّأُ مِنَ الْحَمِيمِ؟ فَقَالَ لَهُ: يَا ابْنَ أَخِي! إِذَا سَمِعْتَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ حَدِيثًا، فَلاَ تَضْرِبْ لَهُ الأَمْثَالَ.

سے بھی وضو کروں؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بھتیجے! جب تم رسول اللہ کی کوئی حدیث سنو تو مثالیں نہ بیان کیا کرو۔

فوائد ومسائل: ① ”جس چیز میں آگ تبدیلی پیدا کردے“ اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جسے آگ پر پکا کر یا بھون کر تیار کیا گیا ہو۔ ② حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا موقف تھا کہ یہ حکم وجوبی نہیں ہے کیونکہ انھوں نے خود رسول اللہ ﷺ کو گوشت کھا کر دوبارہ وضو کیے بغیر نماز پڑھتے دیکھا تھا، اس لیے انھوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی توجہ اس طرف مبذول کرانے کے لیے سوال کیا۔ لیکن حضرت ابو ہریرہ نے غالباً آپ ﷺ کا یہ عمل نہیں دیکھا' اس لیے وہ اپنے موقف پر قائم رہے یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اس اجازت کا علم تو ہو لیکن وہ چاہتے ہوں کہ لوگ افضلیت کو اختیار کریں۔ ③ جب حدیث میں کسی حکم کو عام رکھا گیا ہو تو اسے عام ہی سمجھنا چاہیے حتی کہ دوسرے دلائل سے معلوم ہو جائے کہ فلاں صورت اس عموم میں شامل نہیں۔ ④ آئندہ باب کی احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حکم وجوبی نہیں' یعنی آگ کی پکی ہوئی چیز کھا پی کر وضو کرنا لازمی نہیں' بہتر اور افضل ہے۔

٤٨٦- حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ: أَنْبَأَنَا يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «تَوَضَّأُوا مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ».

۴۸۶- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس چیز کو آگ نے چھوا ہو' اس (کے کھانے پینے کی وجہ) سے وضو کرو۔“

٤٨٧- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ خَالِدٍ الأَزْرَقُ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ يَزِيدَ بْنِ أَبِي مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ يَضَعُ يَدَيْهِ عَلٰى أُذُنَيْهِ وَيَقُولُ: صُمَّتَا، إِنْ لَمْ أَكُنْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «تَوَضَّأُوا مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ».

۴۸۷- حضرت یزید بن ابو مالک رحمہ اللہ سے روایت ہے' انھوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ اپنے ہاتھ اپنے کانوں پر رکھ کر فرماتے تھے: (یہ کان) بہرے ہو جائیں' اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے نہ سنا ہو: ”جس چیز کو آگ نے چھوا ہو' اس کی وجہ سے وضو کرو۔“

٤٨٦ـ أخرجه مسلم، الطهارة، باب الوضوء مما مست النار، ح: ٣٥٣ من طريق آخر عن عروة به.

٤٨٧ـ **[إسناده ضعيف جدًا]** * خالد بن يزيد كذبه ابن معين فيما يرويه عن أبيه، والجمهور على ضعفه، وقال البوصيري: "ولم ينفرد به" أي بهٰذا الحديث.

(المعجم ٦٦) - بَابُ الرُّخْصَةِ فِي ذٰلِكَ (التحفة ٦٦)

باب:٦٦-مذکورہ صورت میں وضو نہ کرنے کی اجازت

٤٨٨- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: أَكَلَ النَّبِيُّ ﷺ كَتِفاً، ثُمَّ مَسَحَ يَدَيْهِ بِمِسْحٍ كَانَ تَحْتَهُ، ثُمَّ قَامَ إِلَى الصَّلاَةِ، فَصَلَّى.

۴۸۸-حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ نے (بکری کے) شانے کا گوشت تناول فرمایا' پھر اپنے ہاتھ اس ٹاٹ سے صاف کر لیے جو آپ کے نیچے بچھا ہوا تھا' پھر آپ نماز کے لیے کھڑے ہوئے اور نماز ادا کی۔

فوائد ومسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا باب والا حکم لازمی نہیں بلکہ افضل ہے' یا وضو کا حکم منسوخ ہے جیسے کہ امام شافعی ؒ کا ارشاد ہے۔ شیخ احمد شاکر نے بھی نسخ ہی کو ترجیح دی ہے۔ یا مذکورہ بالا باب میں وضو سے مراد ہاتھ' منہ دھونا ہے جبکہ اس باب میں شرعی وضو مراد ہے' جو لازمی نہیں۔ ② جس ٹاٹ اور دری سے آپ نے ہاتھ صاف کیے شاید وہ ٹاٹ اور دری ہی اس قسم کی ہوگی کہ اس سے ہاتھ صاف کیا جا سکتا تھا' نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ گوشت وغیرہ کھانے کے بعد کلی کرنا اور پانی سے ہاتھ دھونا بھی ضروری نہیں بلکہ صرف کپڑے اور تولیے وغیرہ سے صاف کر لینا بھی درست ہے۔ اسی طرح ٹشو پیپر سے ہاتھ صاف کر لینا بھی کافی ہے۔

٤٨٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ [بْنُ عُيَيْنَةَ،] عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، وَعَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: أَكَلَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ خُبْزًا وَلَحْمًا، وَلَمْ يَتَوَضَّؤُوا.

۴۸۹-حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ' ابوبکر اور عمر ؓ نے روٹی گوشت کھایا اور وضو نہ کیا۔

٤٩٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ

۴۹۰-امام زہری ؒ سے روایت ہے' انھوں نے

٤٨٨ـ [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب في ترك الوضوء مما مست النار، ح: ١٨٩ من حديث أبي الأحوص به، وانظر، ح: ١٧١ لعلته.

٤٨٩ـ [صحيح] أخرجه أحمد: ٣/ ٣٠٧، ٣٨١ عن سفيان به مختصرًا، وله شواهد كثيرة.

٤٩٠ـ أخرجه البخاري، الوضوء، باب من لم يتوضأ من لحم الشاة والسويق، ح: ٢٠٨ وغيره، ومسلم، الحيض، باب نسخ الوضوء مما مست النار، ح: ٣٥٥ من حديث الزهري به.

الدِّمَشْقِيُّ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا الأَوْزَاعِيُّ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ قَالَ: حَضَرْتُ عَشَاءَ الْوَلِيدِ أَوْ عَبْدِ الْمَلِكِ، فَلَمَّا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ قُمْتُ لِأَتَوَضَّأَ، فَقَالَ جَعْفَرُ بْنُ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ: أَشْهَدُ عَلَى أَبِي أَنَّهُ شَهِدَ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ أَكَلَ طَعَامًا مِمَّا غَيَّرَتِ النَّارُ، ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ: وَأَنَا أَشْهَدُ عَلَى أَبِي بِمِثْلِ ذٰلِكَ.

فرمایا: میں (خلیفہ) ولید یا (خلیفہ) عبدالملک کے ساتھ رات کے کھانے پر موجود تھا۔ جب نماز کا وقت ہوا تو میں وضو کرنے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ تو حضرت جعفر بن عمرو بن امیہ نے فرمایا: میں اپنے والد (حضرت عمرو رضی اللہ عنہ) کے بارے میں گواہی دیتا ہوں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں گواہی دی کہ آپ نے آگ سے تیار شدہ کھانا تناول فرمایا' اور پھر نیا وضو کیے بغیر نماز ادا فرمائی۔

(اس پر) حضرت علی بن عبداللہ بن عباس نے فرمایا: میں بھی اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما) کے بارے میں یہی گواہی دیتا ہوں۔

فائدہ: گواہی دینے کا مطلب یہ ہے کہ پختہ یقین کے ساتھ یہ بات کہہ رہا ہوں۔ اس کا مقصد اپنے بیان کی تاکید ہے۔

٤٩١- **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: أُتِيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِكَتِفِ شَاةٍ، فَأَكَلَ مِنْهُ، وَصَلَّى وَلَمْ يَمَسَّ مَاءً.

۴۹۱- حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بکری کے کندھے کا گوشت پیش کیا گیا۔ آپ نے اس میں سے تناول فرمایا' پھر نماز پڑھی اور پانی کو ہاتھ بھی نہ لگایا۔

٤٩٢- **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ: أَنْبَأَنَا سُوَيْدُ بْنُ النُّعْمَانِ الأَنْصَارِيُّ أَنَّهُمْ خَرَجُوا مَعَ

۴۹۲- حضرت سوید بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ خیبر کی طرف (جہاد کے لیے) روانہ ہوئے۔ جب وہ مقام صہباء پر پہنچے تو نبی ﷺ نے عصر کی نماز ادا کی پھر

٤٩١ـ [إسناده صحيح] أخرجه النسائي: ١/ ١٠٧، ١٠٨، الطهارة، باب ترك الوضوء مما غيرت النار، ح: ١٨٢ من حديث جعفر به.

٤٩٢ـ أخرجه البخاري، الوضوء، باب من مضمض من السويق ولم يتوضأ، ح: ٢٠٩، وغيره من حديث يحيى به.

رَسُولِ اللهِ ﷺ إِلٰى خَيْبَرَ، حَتّٰى إِذَا كَانُوا بِالصَّهْبَاءِ صَلَّى الْعَصْرَ، ثُمَّ دَعَا بِأَطْعِمَةٍ، فَلَمْ يُؤْتَ إِلَّا بِسَوِيقٍ، فَأَكَلُوا وَشَرِبُوا، ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ، فَمَضْمَضَ فَاهُ، ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى بِنَا الْمَغْرِبَ.

کھانا طلب فرمایا تو آپ کی خدمت میں صرف ستو پیش کیے گئے (اور کوئی چیز موجود نہیں تھی)' سب نے کھایا پیا۔ پھر آپ ﷺ نے پانی طلب فرمایا اور کلی کی' پھر کھڑے ہو کر ہمیں مغرب کی نماز پڑھائی۔

فائدہ: ستو' بھنے ہوئے جو پیس کر بنائے جاتے ہیں' اس لیے اس سے بھی ثابت ہوا کہ آگ سے تیار کردہ چیز کھا پی کر وضو کرنا ضروری نہیں۔

٤٩٣- **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ ابْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ: حَدَّثَنَا سُهَيْلٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَكَلَ كَتِفَ شَاةٍ، فَمَضْمَضَ وَغَسَلَ يَدَيْهِ وَصَلّٰى.

۴۹۳- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بکری کے شانے کا گوشت تناول فرمایا' پھر کلی کی' ہاتھ دھوئے اور نماز ادا کی۔

(المعجم ٦٧) - **بَابُ مَا جَاءَ فِي الْوُضُوءِ مِنْ لُحُومِ الْإِبِلِ** (التحفة ٦٧)

باب: ٦٧- اونٹ کا گوشت کھا کر وضو کرنا

٤٩٤- **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ، وَأَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَا: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ الْوُضُوءِ مِنْ لُحُومِ الْإِبِلِ؟ فَقَالَ: «تَوَضَّأُوا مِنْهَا».

۴۹۴- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ سے اونٹ کے گوشت سے وضو کا مسئلہ دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''اس سے وضو کرو۔''

٤٩٥- **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا

۴۹۵- حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے'

٤٩٣ـ **[إسناده صحيح]** أخرجه أحمد: ٢/ ٣٨٩ من حديث سهيل به، وهو في جزءه: (١٠) رواية عبدالعزيز بن المختار.

٤٩٤ـ **[صحيح]** أخرجه أبوداود، الطهارة، باب الوضوء من لحوم الإبل، ح: ١٨٤، وصححه الترمذي، ح: ٨١.

٤٩٥ـ أخرجه مسلم، الحيض، باب الوضوء من لحوم الإبل، ح: ٣٦٠ من حديث جعفر به.

عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ: حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، وَإِسْرَائِيلُ، عَنْ أَشْعَثَ بْنِ أَبِي الشَّعْثَاءِ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي ثَوْرٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ نَتَوَضَّأَ مِنْ لُحُومِ الْإِبِلِ وَلاَ نَتَوَضَّأَ مِنْ لُحُومِ الْغَنَمِ.

انھوں نے فرمایا: ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ اونٹ کا گوشت کھا کر وضو کریں' اور بھیڑ بکری کا گوشت کھا کر وضو نہ کریں۔

فوائد ومسائل: ① گزشتہ باب میں گوشت کھا کر وضو نہ کرنے کا بیان تھا لیکن اس میں جو واقعات ہیں وہ سب بکری کے گوشت سے متعلق ہیں جب کہ زیر مطالعہ باب کی احادیث میں اونٹ کا گوشت کھا کر وضو کرنے کا حکم دیا گیا ہے' بلکہ دوسری حدیث میں تو صراحت سے اونٹ اور بکری کے مسئلہ میں فرق واضح کیا گیا ہے۔ ② بعض علماء نے اس حکم کو منسوخ قرار دیا ہے کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کا آخری عمل آگ کی پکی ہوئی چیز کھا کر وضو نہ کرنا تھا۔ (سنن ابي داود' الطهارة' باب في ترك الوضوء مما مست النار' حديث:١٩٢' وسنن النسائي' الطهارة' باب ترك الوضوء مما غيرت النار' حديث:١٨٥) لیکن حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث عام ہے اور زیر بحث حدیث خاص ہے' اس لیے دونوں میں تعارض نہیں۔ اونٹ کے گوشت میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث پر عمل ہوگا' یعنی اسے کھانے کے بعد وضو کیا جائے اور دوسرے جانوروں کے گوشت میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث پر کہ اسے کھانے کے بعد نیا وضو کیے بغیر بھی نماز پڑھی جا سکتی ہے۔

٤٩٦- حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَرَوِيُّ، إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَاتِمٍ: حَدَّثَنَا عَبَّادُ ابْنُ الْعَوَّامِ، عَنْ حَجَّاجٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، مَوْلٰى بَنِي هَاشِمٍ - وَكَانَ ثِقَةً، وَكَانَ الْحَكَمُ يَأْخُذُ عَنْهُ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي لَيْلٰى، عَنْ أُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لاَ تَوَضَّأُوا مِنْ أَلْبَانِ الْغَنَمِ وَتَوَضَّأُوا مِنْ أَلْبَانِ الْإِبِلِ».

۴۹۶- حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بکریوں کا دودھ پی کر وضو نہ کرو' اور اونٹنیوں کا دودھ پی کر وضو کرو۔''

٤٩٦ـ [إسناده ضعيف] وقال البوصيري: "هٰذا إسناد ضعيف لضعف حجاج بن أرطاة وتدليسه، لاسيما وقد خالف غيره".

٤٩٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ رَبِّهِ: حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ عُمَرَ بْنِ هُبَيْرَةَ الْفَزَارِيِّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ قَالَ: سَمِعْتُ مُحَارِبَ بْنَ دِثَارٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «تَوَضَّأُوا مِنْ لُحُومِ الْإِبِلِ، وَلَا تَتَوَضَّأُوا مِنْ لُحُومِ الْغَنَمِ، وَتَوَضَّأُوا مِنْ أَلْبَانِ الْإِبِلِ، وَلَا تَوَضَّأُوا مِنْ أَلْبَانِ الْغَنَمِ، وَصَلُّوا فِي مُرَاحِ الْغَنَمِ، وَلَا تُصَلُّوا فِي مَعَاطِنِ الْإِبِلِ».

۴۹۷- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ ارشاد سنا: ''اونٹوں کا گوشت کھا کر وضو کرو' بکریوں کا گوشت کھا کر وضو نہ کرو اور اونٹنیوں کا دودھ پی کر وضو کرو' بکریوں کا دودھ پی کر وضو نہ کرو اور بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لیا کرو' اونٹوں کے باڑے میں نماز نہ پڑھو۔''

(المعجم ٦٨) - بَابُ الْمَضْمَضَةِ مِنْ شُرْبِ اللَّبَنِ (التحفة ٦٨)

باب:٦٨- دودھ پی کر کلی کرنا

٤٩٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «مَضْمِضُوا مِنَ اللَّبَنِ فَإِنَّ لَهُ دَسَمًا».

۴۹۸- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''دودھ پی کر کلی کر لیا کرو کیونکہ اس میں چکناہٹ ہوتی ہے۔''

فوائد ومسائل: ① کلی کے حکم کی جو وجہ بیان کی گئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مقصد منہ کی صفائی ہے اور اس کا وضو کے رہنے یا ٹوٹنے سے تعلق نہیں۔ ② اسلام میں صفائی کی بہت اہمیت ہے' اس لیے وضو میں بھی کلی اور مسواک کو مشروع کیا گیا ہے۔ کھانے پینے کے بعد منہ میں چکناہٹ کا باقی رہنا حفظان صحت کے اصول کے منافی

٤٩٧ــ[إسناده ضعيف] وقال البوصيري: "فيه بقية، وهو مدلس وقد رواه بالعنعنة، وشيخه خالد مجهول الحال".

٤٩٨ــ أخرجه البخاري، الأشربة، باب شرب اللبن، وقول الله عزوجل "من بين فرث ودم"، ح:٥٦٠٩ من حديث الأوزاعي، ومسلم، الحيض، باب نسخ الوضوء مما مست النار، ح:٣٥٨ من حديث الزهري به بغير هٰذا اللفظ.

ہے‘ اس لیے دودھ پی کر یا کوئی اور مرغن غذا کھا کر منہ کی صفائی کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔

٤٩٩- **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ يَعْقُوبَ: حَدَّثَنِي أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَمْعَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا شَرِبْتُمُ اللَّبَنَ فَمَضْمِضُوا، فَإِنَّ لَهُ دَسَمًا».

۴۹۹-حضرت ام المومنین ام سلمہ ؓ سے روایت ہے‘ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”جب تم دودھ پیو تو کلی کر لیا کرو کیونکہ اس میں چکناہٹ ہوتی ہے۔“

٥٠٠- **حَدَّثَنَا** أَبُو مُصْعَبٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمُهَيْمِنِ بْنُ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَضْمِضُوا مِنَ اللَّبَنِ، فَإِنَّ لَهُ دَسَمًا».

۵۰۰-حضرت سہل بن سعد ساعدی ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”دودھ پی کر کلی کر لیا کرو کیونکہ اس میں چکناہٹ ہوتی ہے۔“

٥٠١- **حَدَّثَنَا** إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ السَّوَّاقُ: حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ: حَدَّثَنَا زَمْعَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: حَلَبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ شَاةً وَشَرِبَ مِنْ لَبَنِهَا، ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَمَضْمَضَ فَاهُ، وَقَالَ: «إِنَّ لَهُ دَسَمًا».

۵۰۱-حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے‘ انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ایک بکری دوہ کر دودھ پیا‘ پھر پانی منگوا کر کلی کی اور فرمایا: ”اس میں چکناہٹ ہوتی ہے۔“

(المعجم ٦٩) - بَابُ الْوُضُوءِ مِنَ الْقُبْلَةِ (التحفة ٦٩)

باب:۶۹-بوسہ لینے سے وضو کرنا

٤٩٩ـ [إسناده حسن] أخرجه الطبراني في الكبير: ٢٣/ ٣١٠، ٣١١، ح: ٧٠٣ من حديث ابن أبي شيبة به، وهو في المصنف: ١/ ٥٧، وحسنه الحافظ في الفتح.

٥٠٠ـ [حسن] أخرجه الطبراني في الكبير: ٦/ ١٢٥، ح: ٥٧٢١ من حديث أبي مصعب وغيره به، وقال البوصيري: "هٰذا إسناد ضعيف، عبدالمهيمن قال فيه البخاري: منكر الحديث"، والحديث السابق شاهد له.

٥٠١ـ [إسناده ضعيف] وقال البوصيري: في زمعة: وقد ضعفه الجمهور، وانظر، ح: ٣٢٦.

٥٠٢- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالاَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَبَّلَ بَعْضَ نِسَائِهِ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلاَةِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ، قُلْتُ: مَنْ هِيَ إِلَّا أَنْتِ، فَضَحِكَتْ.

۵۰۲- جناب عروہ حضرت عائشہ ؓ سے روایت کرتے ہیں انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے اپنی ایک بیوی کا بوسہ لیا' پھر نماز کے لیے تشریف لے گئے اور وضو نہیں کیا۔ (عروہ کہتے ہیں) میں نے کہا: وہ ضرور آپ ہی ہوں گی تو آپ ہنس دیں۔

فوائد ومسائل: ① عروہ حضرت عائشہ ؓ کے بھانجے تھے۔ ② بیوی کا بوسہ لینے یا پیار کرنے سے وضو نہیں ٹوٹتا بشرطیکہ مذی کا خروج نہ ہو۔ ③ یہ حدیث وضاحت کرتی ہے کہ قرآن مجید میں عورتوں کو چھونے کے بعد پانی کے استعمال (وضو یا غسل) کا جو ذکر ہے اس سے مراد جماع ہے کہ اس کے بعد غسل فرض ہے۔ اگر پانی نہ ہو تو تیمم کر لیں۔ بعض علماء نے اس آیت سے یہ سمجھا ہے کہ خاص خواہش کے ساتھ بیوی کو محض چھو لینے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے' اس لیے اس کے بعد پانی کی عدم موجودگی میں تیمم کا حکم دیا گیا ہے۔ لیکن پہلا موقف راجح ہے۔ ④ میاں بیوی کے خصوصی تعلقات سے متعلق مسائل بھی بیان کرنا ضروری ہیں کیونکہ ان کا تعلق بھی دین سے ہے' تاہم ان کے بیان میں اشارہ کنایہ کا اسلوب زیادہ مناسب ہے۔ اتنی زیادہ صراحت درست نہیں جو حیا کے منافی ہو۔

٥٠٣- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ حَجَّاجٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ زَيْنَبَ السَّهْمِيَّةِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَتَوَضَّأُ ثُمَّ يُقَبِّلُ وَيُصَلِّي وَلاَ يَتَوَضَّأُ، وَرُبَّمَا فَعَلَهُ بِي.

۵۰۳- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ وضو کرتے' پھر بوسہ لیتے اور (دوبارہ) وضو کیے بغیر نماز پڑھ لیتے اور بعض اوقات آپ میرے ساتھ بھی یہ کرتے۔

(المعجم ٧٠) - بَابُ الْوُضُوءِ مِنَ الْمَذْيِ (التحفة ٧٠)

باب: ۷۰- مذی خارج ہونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے

٥٠٤- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ:

۵۰۴- حضرت علی ؓ سے روایت ہے' انھوں نے

٥٠٢ـ [حسن] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب الوضوء من القبلة، ح: ١٧٩، والترمذي، ح: ٨٦ من حديث وكيع به، وضعفه البخاري، وله شاهد عند البزار وإسناده حسن، انظر نصب الراية: (١/ ٧٤).

٥٠٣ـ [إسناده ضعيف] قال البوصيري: "هٰذا إسناد ضعيف حجاج هو ابن أرطاة كان يدلس وقد رواه بالعنعنة".

٥٠٤ـ [صحيح] أخرجه الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في المني والمذي، ح: ١١٤ من حديث هشيم به، ◀◀

حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ الْمَذْيِ فَقَالَ: «فِيهِ الْوُضُوءُ، وَفِي الْمَنِيِّ الْغُسْلُ».

فرمایا: رسول اللہ ﷺ سے مذی کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''اس سے وضو ہے اور منی سے غسل ہے۔''

فوائد و مسائل: ① مذی سے مراد وہ لیس دار پانی ہے جو بیوی سے دل لگی کے دوران میں صنفی خواہش کی وجہ سے عضو خاص سے خارج ہوتا ہے۔ اس کے خروج سے شہوت ختم نہیں ہوتی۔ منی سے مراد وہ گاڑھا سفید پانی ہے جو صنفی عمل کی تکمیل پر خارج ہوتا ہے اور اس سے انسان کی تخلیق ہوتی ہے۔ ② مذی سے غسل فرض نہیں ہوتا' صرف وضو کر لینا کافی ہے۔ وضو کا یہ فائدہ ہے کہ اس سے ذہن ان خیالات سے دوسری طرف منتقل ہو جاتا ہے اور انتشار کی کیفیت ختم ہو جاتی ہے۔ ③ یہ مسئلہ پوچھنے کی ضرورت تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیش آئی تھی لیکن آپ نے رسول اللہ ﷺ سے براہ راست نہیں پوچھا کیونکہ آپ ﷺ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا رشتہ ایسا تھا جس کی وجہ سے شرم و حیا یہ مسئلہ پوچھنے میں حائل تھی' اس لیے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے واسطے سے دریافت کیا۔ (صحیح البخاري' العلم' باب من استحیا فأمر غیره بالسؤال' حدیث: ۱۳۲) اس سے معلوم ہوا کہ بالواسطہ معلوم ہونے والی حدیث یا مسئلہ بھی اسی طرح قابل اعتماد اور واجب العمل ہے جس طرح براہ راست حاصل ہونے والا علم' بشرطیکہ واسطہ ثقہ (قابل اعتماد) ہو۔

٥٠٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ سَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ أَنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الرَّجُلِ يَدْنُو مِنِ امْرَأَتِهِ فَلَا يُنْزِلُ؟ قَالَ: «إِذَا وَجَدَ أَحَدُكُمْ ذٰلِكَ فَلْيَنْضِحْ فَرْجَهُ - يَعْنِي: لِيَغْسِلْهُ - وَيَتَوَضَّأْ».

۵۰۵- حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ سے دریافت کیا کہ اگر مرد اپنی بیوی کے قریب جائے اور انزال نہ ہو (تو کیا حکم ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب کسی کو یہ صورت حال پیش آئے تو وہ اپنی شرم گاہ پر پانی ڈال لے' یعنی استنجا کر لے اور وضو کر لے۔''

فائدہ: ''قریب جانے'' سے مراد پیار وغیرہ کے مراحل ہیں' جماع مراد نہیں ہے کیونکہ جماع سے غسل فرض ہو

◀◀ وقال: "حسن صحيح" ✱ يزيد بن أبي زياد ضعيف كما في التقريب وغيره، وانظر، ح: ١٤٧١، ٢١١٦، ولحديثه شواهد صحيحة، انظر الحديث الآتي.

٥٠٥ـ [صحيح] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب في المذي، ح: ٢٠٧ من حديث مالك به، وصححه ابن خزيمة، وابن حبان، وله طريق آخر عند مسلم وغيره.

جاتا ہے اگرچہ انزال نہ بھی ہو۔(صحیح البخاري' الغسل' باب اذا التقى الختانان' حديث:٢٩١'وصحيح مسلم' الحيض' باب نسخ الماء من الماء ووجوب الغسل بالتقاء الختانين' حديث:٣٤٨)

٥٠٦- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ الْمُبَارَكِ، وَعَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ : حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ السَّبَّاقِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ : كُنْتُ أَلْقَى مِنَ الْمَذْيِ شِدَّةً، فَأُكْثِرُ مِنْهُ الاغْتِسَالَ . فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَالَ : «إِنَّمَا يُجْزِيكَ، مِنْ ذٰلِكَ، الْوُضُوءُ» قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ بِمَا يُصِيبُ ثَوْبِي؟ قَالَ : «إِنَّمَا يَكْفِيكَ كَفٌّ مِنْ مَاءٍ تَنْضِحُ بِهِ مِنْ ثَوْبِكَ حَيْثُ تَرٰى أَنَّهُ أَصَابَ» .

٥٠٦-حضرت سہل بن حُنَیف ؓ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: مجھے مذی کی وجہ سے بہت مشقت برداشت کرنی پڑتی تھی (کیونکہ) میں اس کی وجہ سے بہت کثرت سے (بار بار) غسل کرتا تھا۔ چنانچہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: ''تجھے اس سے وضو کافی ہے۔'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! جو میرے کپڑے کو لگ جائے اس کا کیا کروں؟ فرمایا: ''تجھے پانی کا ایک چلو کافی ہے۔ جہاں تیرا خیال ہے کہ وہ لگ گئی ہے وہاں (چلو بھر پانی) چھڑک دے۔''

٥٠٧- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ : حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ، عَنْ أَبِي حَبِيبِ بْنِ يَعْلَى بْنِ مُنْيَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ : أَنَّهُ أَتٰى أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ وَمَعَهُ عُمَرُ، فَخَرَجَ عَلَيْهِمَا، فَقَالَ : إِنِّي وَجَدْتُ مَذْياً، فَغَسَلْتُ ذَكَرِي وَتَوَضَّأْتُ، فَقَالَ عُمَرُ : أَوَ يُجْزِىءُ ذٰلِكَ؟ قَالَ : نَعَمْ، قَالَ : أَسَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ قَالَ : نَعَمْ .

٥٠٧-حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے کہ وہ حضرت عمر ؓ کے ہمراہ حضرت ابی بن کعب ؓ کے ہاں گئے۔ وہ (گھر سے) باہر تشریف لائے۔ (بات چیت کے دوران میں حضرت ابی نے) فرمایا: مجھے مذی آ گئی تھی تو میں نے عضو خاص کو دھو کر وضو کیا ہے (اس لیے باہر آنے میں دیر ہوئی) حضرت عمر ؓ نے فرمایا: کیا یہ (وضو کر لینا) کافی ہوتا ہے؟ انھوں نے کہا: جی ہاں۔ فرمایا: کیا آپ نے یہ مسئلہ رسول اللہ ﷺ سے (خود) سنا ہے؟ انھوں نے کہا: جی ہاں۔

٥٠٦ـ [إسناده حسن] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب في المذي، ح : ٢١٠ من حديث ابن إسحاق به، وصححه الترمذي، ح : ١١٥، وابن خزيمة، وابن حبان .

٥٠٧ـ [إسناده ضعيف] * أبوحبيب مجهول(تقريب)، وأصله في الصحيحين من حديث علي بن أبي طالب، والمقداد بن الأسود، قاله البوصيري .

توضیح: یہ روایت اس سند کے ساتھ ضعیف ہے، تاہم صحیح احادیث کی روشنی میں یہ مسئلہ درست ہے کہ مذی سے غسل واجب نہیں ہوتا۔

(المعجم ٧١) - بَابُ وُضُوءِ النَّوْمِ (التحفة ٧١)

باب:۷۱-سوتے وقت وضو کرنا

٥٠٨- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: سَمِعْتُ سُفْيَانَ يَقُولُ لِزَائِدَةَ بْنِ قُدَامَةَ: يَا أَبَا الصَّلْتِ! هَلْ سَمِعْتَ فِي هٰذَا شَيْئاً؟ فَقَالَ: حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ، فَدَخَلَ الْخَلَاءَ، فَقَضٰى حَاجَتَهُ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ، ثُمَّ نَامَ.

۵۰۸- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ رات کو اٹھ کر بیت الخلاء تشریف لے گئے اور ضروری حاجت سے فارغ ہوئے۔ پھر چہرۂ مبارک اور دونوں ہاتھ دھوئے اور سو گئے۔

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: أَنْبَأَنَا سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ: أَنْبَأَنَا بُكَيْرٌ، عَنْ كُرَيْبٍ، قَالَ: فَلَقِيتُ كُرَيْباً فَحَدَّثَنِي عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

امام ابن ماجہ ؒ نے کہا: ہمیں ابو بکر بن خلاد باہلی نے یحییٰ بن سعید سے، انہوں نے شعبہ سے، انہوں نے سلمہ بن کہیل سے، انہوں نے بکیر سے، انہوں نے کریب سے، انہوں نے ابن عباس کے واسطے سے نبی ﷺ سے اسی کی مثل روایت بیان کی۔

فائدہ: سوتے وقت باوضو سونا باعث ثواب ہے۔(صحيح البخاري، الوضوء، باب فضل من بات على الوضوء، حديث:۲۴۷، وصحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب مايقول عندالنوم وأخذ المضجع، حديث:۲۷۱۰) لیکن باوضو سونا ضروری نہیں۔ ہاتھ منہ دھونا بھی کافی ہے بلکہ بے وضو سونے میں حرج نہیں، اگرچہ نہانے کی حاجت ہو۔ جیسے کہ حدیث:۵۸۱ تا ۵۸۳ میں ذکر ہوگا۔

(المعجم ٧٢) - بَابُ الْوُضُوءِ لِكُلِّ صَلَاةٍ. وَالصَّلَوَاتِ كُلِّهَا بِوُضُوءٍ وَّاحِدٍ (التحفة ٧٢)

باب:۷۲- ہر نماز کے لیے الگ الگ وضو کرنا، اور ایک وضو سے سب نمازیں پڑھ لینا

٥٠٨ـ أخرجه البخاري، الدعوات، باب الدعاء إذا انتبه من الليل، ح:٦٣١٦، ومسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة النبي ﷺ ودعائه بالليل، ح:٧٦٣ من حديث سفيان الثوري به مطولاً.

٥٠٩- حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلاَةٍ، وَكُنَّا نَحْنُ نُصَلِّي الصَّلَوَاتِ كُلَّهَا بِوُضُوءٍ وَاحِدٍ.

۵۰۹- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے لیے وضو کیا کرتے تھے جب کہ ہم لوگ تمام نمازیں ایک وضو سے پڑھ لیا کرتے تھے۔

فوائد ومسائل: ① ایک نماز کے لیے کیا ہوا وضو جب تک باقی ہو نیا وضو کیے بغیر دوسری فرض اور نفل نمازیں ادا کی جاسکتی ہیں۔ ② پہلا وضو ٹوٹے بغیر بھی دوسری نماز کے لیے دوبارہ وضو کیا جا سکتا ہے اور یہ طریقہ یعنی وضو پر وضو کرنا افضل ہے البتہ اگر پہلا وضو ٹوٹ جائے تو دوسری نماز کے لیے نیا وضو کرنا ضروری ہے۔(صحیح البخاري' الوضوء' باب لاتقبل صلاة بغير طهور' حديث:١٣٥' وصحيح مسلم' الطهارة' باب وجوب الطهارة للصلاة' حديث:٢٢٤)

٥١٠- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالاَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلاَةٍ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ فَتْحِ مَكَّةَ صَلَّى الصَّلَوَاتِ كُلَّهَا بِوُضُوءٍ وَاحِدٍ.

۵۱۰- سلیمان بن بریدہ رحمہ اللہ اپنے والد (حضرت بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ ہر نماز کے لیے (نیا) وضو کیا کرتے تھے۔ جس دن مکہ فتح ہوا اس دن آپ ﷺ نے سب نمازیں ایک ہی وضو سے ادا فرمائیں۔

فائدہ: نبئ اکرم ﷺ کی عادت مبارکہ یہی تھی کہ آپ ہر نماز کے لیے نیا وضو کرتے تھے لیکن فتح مکہ کے دن آپ نے تمام نمازیں ایک ہی وضو سے ادا فرمائیں۔ اس کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں: ❁ ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنا صرف آپ کے لیے واجب ہوا اور امت کے لیے واجب نہ ہو۔ پھر یہ وجوب فتح مکہ کے دن ختم کر دیا گیا اور ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنا افضل ہونا باقی رہ گیا۔ ❁ آپ کا یہ فعل مستحب تھا مگر آپ نے اس ڈر سے ترک کر دیا کہ کہیں امت پر فرض قرار نہ دے دیا جائے جیسا کہ آپ نے نماز تراویح کو باجماعت ادا کرنا چھوڑ دیا تھا۔ دیکھیے: (فتح الباری:١/٤١٢)

٥١١- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ تَوْبَةَ:

۵۱۱- حضرت فضل بن مبشر رحمہ اللہ سے روایت ہے

٥٠٩ـ أخرجه البخاري، الوضوء، باب الوضوء من غير حدث، ح: ٢١٤ من حديث عمرو به مختصرًا.

٥١٠ـ أخرجه مسلم، الطهارة، باب جواز الصلوات كلها بوضوء واحد، ح: ٢٧٧ من حديث سفيان الثوري به مختصرًا.

٥١١ـ [إسناده ضعيف] قال البوصيري: "هذا إسناد ضعيف، الفضل بن مبشر ضعفه الجمهور" والحديث السابق ◄◄

حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُبَشِّرٍ، قَالَ : رَأَيْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يُصَلِّي الصَّلَوَاتِ بِوُضُوءٍ وَاحِدٍ، فَقُلْتُ : مَا هٰذَا؟ فَقَالَ : رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَصْنَعُ هٰذَا، فَأَنَا أَصْنَعُ كَمَا صَنَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ .

انھوں نے فرمایا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ ؓ کو ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھتے دیکھا۔ (حضرت فضل ؓ نے فرمایا) میں نے کہا: آپ نے یہ کیا کیا؟ انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا تھا، چنانچہ میں بھی ویسے ہی کرتا ہوں جس طرح رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا۔

فوائد ومسائل: ① کسی عالم کو کوئی ایسا کام کرتے دیکھیں جو پہلے ہمیں معلوم نہ ہو تو عالم سے اس کے بارے میں پوچھ لینا یا دلیل دریافت کرنا احترام کے منافی نہیں۔ ② عوام میں سے کوئی شخص اگر عالم کی کسی بات پر تنقید کرے تو عالم کو چاہیے کہ خفگی کا اظہار نہ کرے بلکہ مسئلے کی وضاحت کر دے۔ ③ یہ روایت سند کے اعتبار سے ضعیف ہے لیکن معناً درست ہے، جس طرح کہ سابقہ روایت میں گزرا ہے۔

(المعجم ٧٣) - **بَابُ الْوُضُوءِ عَلٰى طَهَارَةٍ** (التحفة ٧٣)

باب: ٧٣- باوضو ہونے کے باوجود دوبارہ وضو کرنا

٥١٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِىءُ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي غُطَيْفٍ الْهُذَلِيِّ قَالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فِي مَجْلِسِهِ فِي الْمَسْجِدِ، فَلَمَّا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ قَامَ فَتَوَضَّأَ وَصَلّٰى، ثُمَّ عَادَ إِلٰى مَجْلِسِهِ. فَلَمَّا حَضَرَتِ الْعَصْرُ قَامَ فَتَوَضَّأَ وَصَلّٰى، ثُمَّ عَادَ إِلٰى مَجْلِسِهِ، فَلَمَّا حَضَرَتِ الْمَغْرِبُ قَامَ فَتَوَضَّأَ وَصَلّٰى، ثُمَّ عَادَ إِلٰى مَجْلِسِهِ، فَقُلْتُ : أَصْلَحَكَ اللهُ، أَفَرِيضَةٌ أَمْ سُنَّةٌ، الْوُضُوءُ

٥١٢- حضرت ابوغُطَیف ہُذَلی ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: میں مسجد میں حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب ؓ کی مجلس میں ان کے ارشادات سن رہا تھا۔ جب نماز کا وقت ہوا تو انھوں نے اٹھ کر وضو کیا اور نماز پڑھی، پھر اپنی جگہ پر آ بیٹھے، پھر جب عصر کی نماز کا وقت ہوا تو آپ نے اٹھ کر وضو کیا، نماز پڑھی، اور پھر اپنی جگہ پر آ بیٹھے۔ پھر جب مغرب کی نماز کا وقت ہوا تو آپ نے اٹھ کر وضو کیا، نماز پڑھی، پھر اپنی جگہ تشریف لے آئے۔ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے (یہ ارشاد فرمایئے کہ) ہر نماز کے لیے وضو کرنا فرض ہے یا سنت؟ انھوں نے فرمایا: تم نے میرا یہ عمل

◄◄ ح : ٥١٠ يغني عنه .

٥١٢ـ [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب الرجل يجدد الوضوء من غير حدث، ح : ٦٢، وضعفه الترمذي، ح : ٥٩، وقال البوصيري : "هٰذا إسناد فيه عبدالرحمٰن بن زياد، وهو ضعيف ومع ضعفه كان يدلس" .

عِنْدَ كُلِّ صَلاَةٍ؟ قَالَ: أَوَ فَطِنْتَ إِلَيَّ، وَإِلَى هٰذَا مِنِّي؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ. فَقَالَ: لاَ. لَوْ تَوَضَّأْتُ لِصَلاَةِ الصُّبْحِ لَصَلَّيْتُ بِهِ الصَّلَوَاتِ كُلَّهَا، مَا لَمْ أُحْدِثْ، وَلٰكِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ تَوَضَّأَ عَلٰى كُلِّ طُهْرٍ فَلَهُ عَشْرُ حَسَنَاتٍ» وَإِنَّمَا رَغِبْتُ فِي الْحَسَنَاتِ.

محسوس کر لیا؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ انھوں نے فرمایا: نہیں (یہ فرض نہیں ہے) اگر میں صبح کی نماز کے لیے وضو کروں تو اس کے ساتھ سب نمازیں پڑھ سکتا ہوں جب تک وضو نہ ٹوٹے۔ بات یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ ارشاد مبارک سنا ہے: ''جو شخص پاک (باوضو) ہونے کے باوجود وضو کرتا ہے اسے دس نیکیاں ملتی ہیں۔'' اور میں بھی نیکیوں کی رغبت رکھتا ہوں۔

(المعجم ٧٤) - بَابُ لَا وُضُوءَ إِلَّا مِنْ حَدَثٍ (التحفة ٧٤)

باب:٧٤- حدث کے بغیر وضو کرنا ضروری نہیں

٥١٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ، قَالَ: أَنْبَأَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ؛ وَعَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَمِّهِ قَالَ: شُكِيَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ الرَّجُلُ يَجِدُ الشَّيْءَ فِي الصَّلاَةِ فَقَالَ: «لا، حَتَّى يَجِدَ رِيحًا، أَوْ يَسْمَعَ صَوْتًا».

٥١٣- حضرت عباد بن تمیم رحمہ اللہ اپنے چچا حضرت عبداللہ بن یزید بن عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ سے عرض کیا گیا کہ اگر کوئی آدمی نماز میں کچھ محسوس کرے (اسے شک پڑے کہ ہوا خارج ہوئی ہے تو کیا کرے؟) تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں (وضو کرنے نہ جائے) حتی کہ بو محسوس کرے یا آواز سنے۔''

فوائد ومسائل: ① ہوا خارج ہونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے خواہ آواز آئے یا نہ آئے۔ ② محض شک سے وضو نہیں ٹوٹتا جب تک وضو ٹوٹنے کا یقین نہ ہو جائے۔ ③ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہوا خارج ہونے کے علاوہ کسی اور چیز سے وضو نہیں ٹوٹتا کیونکہ پیشاب پاخانہ وغیرہ سے وضو ٹوٹنا صحیح دلائل سے ثابت ہے۔ یہاں صرف یہ مسئلہ بتایا گیا ہے کہ وضو ٹوٹنے کا یقین یا ظن غالب ہونا چاہیے محض وہم اور شک کی بنیاد پر وضو کے لیے نہیں جانا چاہیے۔

٥١٤- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ، عَنْ مَعْمَرِ بْنِ رَاشِدٍ، عَنِ

٥١٤- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ سے نماز میں (وضو ٹوٹنے کا) شبہ پیدا ہونے کے

٥١٣ـ أخرجه البخاري، الوضوء، باب لا يتوضأ من الشك حتى يستيقن، ح:١٣٧، ومسلم، الحيض، باب الدليل على أن من تيقن الطهارة . . . الخ، ح:٣٦١ من حديث ابن عيينة به.

٥١٤ـ[صحيح] * المحاربي متهم بالتدليس وعنعن، ولحديثه شواهد.

الزُّهْرِيّ: أَنْبَأَنَا سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنِ التَّشَبُّهِ فِي الصَّلاَةِ، فَقَالَ: «لاَ يَنْصَرِفْ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا».

بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''نماز چھوڑ کر نہ جائے حتی کہ آواز سنے یا بو محسوس کرے۔''

٥١٥- **حَدَّثَنَا** عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ؛ ح: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالُوا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لاَ وُضُوءَ إِلَّا مِنْ صَوْتٍ أَوْ رِيحٍ».

۵۱۵- حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آواز یا بو کے بغیر وضو (دوبارہ کرنا ضروری) نہیں ہوتا۔''

٥١٦- **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ ابْنِ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ قَالَ: رَأَيْتُ السَّائِبَ بْنَ [خَبَّابٍ] يَشُمُّ ثَوْبَهُ، فَقُلْتُ: مِمَّ ذٰلِكَ؟ قَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «لاَ وُضُوءَ إِلَّا مِنْ رِيحٍ أَوْ سَمَاعٍ».

۵۱۶- حضرت محمد بن عمرو بن عطاء ؒ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں نے حضرت سائب بن خباب ؓ کو دیکھا کہ اپنا کپڑا سونگھ رہے تھے میں نے عرض کی: اس کی کیا وجہ ہے؟ انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: ''وضو (واجب) نہیں ہے مگر آواز کی وجہ سے یا بو کی وجہ سے۔''

(المعجم ٧٥) - بَابُ مِقْدَارِ الْمَاءِ الَّذِي لَا يُنَجَّسُ (التحفة ٧٥)

باب: ۷۵- کس قدر پانی ناپاک نہیں ہوتا؟

٥١٧- **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ

۵۱۷- حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے

٥١٥ـ أخرجه مسلم، الحيض، باب الدليل على أن من تيقن الطهارة . . . الخ، ح: ٣٦٢ من حديث سهيل به، وصححه الترمذي، ح: ٧٤ من حديث وكيع.

٥١٦ـ **[إسناده ضعيف]** قال البوصيري: "عبدالعزيز ضعيف"، وله شاهد ضعيف عند أحمد: ٣/ ٤٢٦، ح: ١٥٥٩١.

٥١٧ـ **[صحيح]** أخرجه أبوداود، الطهارة، باب ما ينجس الماء، ح: ٦٤ من حديث ابن إسحاق به، وصححه ابن خزيمة: ١/ ٤٩، ح: ٩٢.

الْبَاهِلِيُّ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ ابْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ سُئِلَ عَنِ الْمَاءِ يَكُونُ بِالْفَلَاةِ مِنَ الْأَرْضِ، وَمَا يَنُوبُهُ مِنَ الدَّوَابِّ وَالسِّبَاعِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا بَلَغَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يُنَجِّسْهُ شَيْءٌ».

انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ سے صحرا میں موجود پانی (کے قدرتی تالابوں) کے بارے میں پوچھا گیا جن سے چوپائے اور درندے پانی پیتے ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب پانی کی مقدار دو مٹکوں کے برابر ہو جائے تو کوئی چیز اسے ناپاک نہیں کرتی۔''

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ رَافِعٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، نَحْوَهُ.

امام ابن ماجہ ؒ نے محمد بن اسحاق کے دوسرے شاگرد عبداللہ بن مبارک کے واسطے سے اسی طرح کی روایت بیان کی۔

فوائد ومسائل: ① [قُلَّةٌ] بڑے مٹکے کو کہتے ہیں۔ عرب میں مقام ہَجَر کے بنے ہوئے مٹکے معروف تھے۔ یہ مٹکا اتنا بڑا ہوتا تھا کہ اس میں ڈھائی مشکیں پانی آتا تھا، اس لیے دو مٹکوں کی مقدار پانچ مشک پانی کے برابر ہے۔ علمائے کرام نے دو مٹکے پانی کی مقدار پانچ سو رطل بیان کی ہے۔ ایک رطل آدھ سیر، یعنی چالیس تولے کے برابر ہے۔ اس طرح پانچ مشک پانی کی مقدار تقریباً دو سو چالیس کیلوگرام یا بعض حضرات کے نزدیک دو سو ستائیس کلوگرام بنتی ہے۔ یعنی اگر کسی تالاب میں اندازاً اس قدر پانی موجود ہو تو اس میں سے پانی لے کر وضو وغیرہ کر لینا چاہیے ② بعض حضرات نے [قُلَّةٌ] کا مطلب پہاڑ کی چوٹی کیا ہے۔ ان کے خیال میں اس سے پانی کی کوئی خاص مقدار مراد نہیں بلکہ بہت زیادہ پانی مراد ہے گویا وہ اتنا زیادہ ہے کہ پہاڑ کی چوٹی ڈوب جائے۔ یہ مطلب اس لیے درست نہیں کہ سوال ان تالابوں کے بارے میں ہے جو میدان میں بارش وغیرہ کے پانی سے بن جاتے ہیں۔ ان کے بارے میں یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ ان کی مقدار کو پہاڑوں سے تشبیہ دی جائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر حدیث کا مقصد یہی ہوتا تو نبی ﷺ مطلقاً منع فرما دیتے کہ ان چشموں اور تالابوں سے وضو نہ کیا کرو کیونکہ ان کے ناپاک ہونے کا احتمال ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ اگر مراد محض کثرت ہوتی تو یہ کہا جاتا کہ پہاڑ جتنا پانی۔ دو کا عدد واضح کرتا ہے کہ اس سے خاص مقدار مراد ہے۔ چوتھی بات یہ ہے کہ پہاڑ سے تشبیہ بلندی میں دی جا سکتی ہے، گہرائی کے لیے پہاڑ سے تشبیہ دینا قرین قیاس نہیں۔ ③ بعض روایات میں اس حدیث کے یہ لفظ ہیں: [لَمْ يَحْمِلِ الْخَبَثَ] ''وہ ناپاکی کا حامل نہیں ہوتا۔'' (جامع الترمذي، الطهارة، باب:٥٠، حديث:٦٧) بعض حضرات نے اس کی یہ تشریح

کی ہے کہ اس مقدار میں پانی نجاست کا متحمل نہیں ہوتا' یعنی ناپاک ہوجاتا ہے۔ زیر بحث حدیث کے الفاظ سے اس تاویل کی غلطی ظاہر ہوتی ہے اور اصل معنی متعین ہوجاتا ہے۔ وہ یہ کہ اتنا پانی کثیر (زیادہ) پانی کے حکم میں ہوتا ہے' لہٰذا تھوڑی نجاست سے اس کے پاک صاف ہونے کی صفت ختم نہیں ہوجاتی۔

٥١٨- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ عَاصِمِ ابْنِ الْمُنْذِرِ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، لَمْ يُنَجِّسْهُ شَيْءٌ».

۵۱۸- حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب پانی دو یا تین مٹکے ہو تو اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔''

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ بْنُ سَلَمَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو حَاتِمٍ: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، وَأَبُو سَلَمَةَ، وَابْنُ عَائِشَةَ الْقُرَشِيُّ قَالُوا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ ابْنُ سَلَمَةَ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

(امام ابن ماجہ ؒ کے شاگرد) ابوحسن بن سلمہ قطان نے یہی روایت اپنی عالی سند سے، یعنی بواسطہ ابو حاتم وابو ولید وغیرہ، حماد سے امام ابن ماجہ کے واسطے کے بغیر بیان کی ہے۔

فائدہ: دوسری روایات سے واضح ہے کہ اصل تحدید دو مٹکے ہی ہے۔ اگر پانی اس سے کم ہو تو اس میں کوئی ناپاک چیز گرنے پر وہ ناپاک ہوجائے گا' خواہ اس کا رنگ بو، اور ذائقہ کچھ بھی تبدیل نہ ہو۔ لیکن اس سے زیادہ پانی صرف اسی صورت میں ناپاک سمجھا جائے گا جب نجاست کی وجہ سے اس کا رنگ' بو یا ذائقہ تبدیل ہوجائے۔

(المعجم ٧٦) - بَابُ الْحِيَاضِ (التحفة ٧٦)

باب:۷۶- حوضوں کا حکم

٥١٩- حَدَّثَنَا أَبُو مُصْعَبٍ الْمَدَنِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سُئِلَ عَنِ الْحِيَاضِ الَّتِي بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ، تَرِدُهَا السِّبَاعُ وَالْكِلَابُ وَالْحُمُرُ، وَعَنِ الطَّهَارَةِ مِنْهَا؟

۵۱۹- حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ سے مکہ اور مدینہ کے درمیان (راستے میں) واقع ان حوضوں کے متعلق دریافت کیا گیا جن سے درندے' کتے اور گدھے پانی پی جاتے ہیں' کیا ان (کے پانی) سے پاکیزگی حاصل کی جاسکتی ہے (وضو اور غسل وغیرہ کیا جاسکتا ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو کچھ

٥١٨ـ [صحيح] انظر الحديث السابق.

٥١٩ـ [إسناده ضعيف جدًا] قال البوصيري: "هٰذا إسناد ضعيف"، وانظر، ح: ٢٣٨.

فَقَالَ: «لَهَا مَا حَمَلَتْ فِي بُطُونِهَا، وَلَنَا مَا غَبَرَ، طَهُورٌ».

انھوں نے اپنے پیٹوں میں ڈال لیا' وہ ان کا ہے اور جو (پانی) بچ گیا' وہ ہمارے لیے پاک کرنے والا ہے۔"

٥٢٠- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ طَرِيفِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا نَضْرَةَ، يُحَدِّثُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: انْتَهَيْنَا إِلَى غَدِيرٍ، فَإِذَا فِيهِ جِيفَةُ حِمَارٍ، قَالَ: فَكَفَفْنَا عَنْهُ، حَتَّى انْتَهَى إِلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: «إِنَّ الْمَاءَ لَا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ» فَاسْتَقَيْنَا وَأَرْوَيْنَا وَحَمَلْنَا.

٥٢٠- حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: ہم لوگ (سفر کے دوران میں) ایک تالاب پر پہنچے' دیکھا تو اس میں ایک گدھے کی لاش پڑی تھی۔ ہم نے اس سے (پانی لینے سے) اجتناب کیا حتی کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لے آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "پانی کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔" چنانچہ ہم نے پانی پیا' (جانوروں کو) پلایا' اور (مشکیزوں وغیرہ میں) ساتھ لے لیا۔

٥٢١- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، وَالْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ الدِّمَشْقِيَّانِ، قَالَا: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا رِشْدِينُ: أَنْبَأَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ الْمَاءَ لَا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ، إِلَّا مَا غَلَبَ عَلَى رِيحِهِ وَطَعْمِهِ وَلَوْنِهِ».

٥٢١- حضرت ابو امامہ باہلی ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "پانی کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی سوائے اس کے جو اس کی بو' ذائقے یا رنگ پر غالب آجائے۔"

فائدہ: یہ روایت بعض ائمہ کے نزدیک اگرچہ ضعیف ہے' تاہم اس بات پر اجماع ہے کہ جب نجاست کی وجہ سے کوئی وصف بدل جائے تو پانی پاک کرنے والا نہیں رہتا۔

(المعجم ٧٧) - بَابُ مَا جَاءَ فِي بَوْلِ الصَّبِيِّ الَّذِي لَمْ يَطْعَمْ (التحفة ٧٧)

باب:٧٧-شیرخوار بچے کے پیشاب کا حکم

٥٢٠ـ [إسناده ضعيف جدًا] قال البوصيري: "هذا إسناد فيه طريف بن شهاب، وقد أجمعوا على ضعفه".

٥٢١ـ [إسناده ضعيف] وقال البوصيري: "هذا إسناد فيه رشدين، وهو ضعيف، واختلف عليه مع ضعفه"، ويغني عنه الإجماع، انظر الإجماع لابن المنذر، ص: ٣٣ نص: ١١، ١٢ وغيره.

٥٢٢- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ قَابُوسَ بْنِ أَبِي الْمُخَارِقِ، عَنْ لُبَابَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَتْ: بَالَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ فِي حِجْرِ النَّبِيِّ ﷺ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَعْطِنِي ثَوْبَكَ وَالْبَسْ ثَوْبًا غَيْرَهُ، فَقَالَ: «إِنَّمَا يُنْضَحُ مِنْ بَوْلِ الذَّكَرِ، وَيُغْسَلُ مِنْ بَوْلِ الأُنْثَى».

۵۲۲- حضرت لبابہ بنت حارث ؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: حضرت حسین بن علی ؓ نے نبی ﷺ کی گود میں پیشاب کر دیا۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اپنا کپڑا مجھے دیجیے اور خود کوئی اور کپڑا پہن لیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”لڑکے کے پیشاب سے تو چھینٹے مارے جاتے ہیں اور لڑکی کے پیشاب کی وجہ سے (کپڑا) دھویا جاتا ہے۔“

فوائد و مسائل: ① اگر شیر خوار بچہ (جس کا دودھ نہ چھڑایا گیا ہو) کپڑے پر پیشاب کر دے تو کپڑا دھونا ضروری نہیں اور اگر بچی پیشاب کر دے تو کپڑا دھونا چاہیے۔ ② بچے کے پیشاب کی وجہ سے دھونے کی بجائے چھینٹے مارنے کا حکم اس لیے دیا گیا کہ بچی کا پیشاب کپڑے پر ایک جگہ لگتا ہے' اسے دھونا آسان ہے جبکہ بچے کا پیشاب بکھر کر کپڑے کے زیادہ حصے پر یا زدہ کپڑوں پر پڑتا ہے' اس لیے اسے دھونے میں مشقت ہے اور چونکہ شیر خوار بچے کو یہ شعور نہیں ہوتا کہ گود میں پیشاب کرنا ہے یا نہیں' اس لیے یہ صورت حال اکثر پیش آ جاتی ہے' اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بندوں پر یہ آسانی فرما دی کہ بچے کے پیشاب کی وجہ سے کپڑے کو دھونے کا حکم نہیں دیا جس طرح مشقت کی وجہ سے بلی کے جھوٹے کو پاک قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس سے بچاؤ بہت دشوار ہے' البتہ جب بچہ کھانا کھانے کی عمر کو پہنچتا ہے تو اسے اس قدر شعور حاصل ہو چکا ہوتا ہے کہ وہ پیشاب کی حاجت ہونے پر بتا سکتا ہے' لہٰذا اس وقت اس کے پیشاب سے اجتناب آسانی سے ممکن ہوتا ہے۔

٥٢٣- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: أُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِصَبِيٍّ، فَبَالَ عَلَيْهِ، فَأَتْبَعَهُ الْمَاءَ، وَلَمْ يَغْسِلْهُ.

۵۲۳- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ کی خدمت میں ایک (شیر خوار) بچہ لایا گیا۔ اس نے آپ ﷺ (کے کپڑوں) پر پیشاب کر دیا' آپ نے وہاں پانی چھڑک دیا اور کپڑا دھویا نہیں۔

٥٢٢ـ [صحيح] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب بول الصبي يصيب الثوب، ح: ٣٧٥ من حديث أبي الأحوص به، وصححه ابن خزيمة، والحاكم، والذهبي.

٥٢٣ـ أخرجه مسلم، الطهارة، باب حكم بول الطفل الرضيع وكيفية غسله، ح: ٢٨٦ من حديث هشام به.

٥٢٤- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالاَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ قَالَتْ: دَخَلْتُ بِابْنٍ لِي عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ لَمْ يَأْكُلِ الطَّعَامَ، فَبَالَ عَلَيْهِ، فَدَعَا بِمَاءٍ، فَرَشَّ عَلَيْهِ.

۵۲۴- حضرت ام قیس بنت محصن ؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنا ایک (شیرخوار) بچہ لے کر حاضر ہوئی جو (ابھی) کھانا نہیں کھاتا تھا۔ اس نے آپ ﷺ (کے کپڑوں) پر پیشاب کر دیا تو آپ علیہ السلام نے پانی منگوایا اور اس پر چھڑک دیا۔

٥٢٥- حَدَّثَنَا حَوْثَرَةُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالاَ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ: أَنْبَأَنَا أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي حَرْبِ بْنِ أَبِي الأَسْوَدِ الدِّيلِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيٍّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ، فِي بَوْلِ الرَّضِيعِ: «يُنْضَحُ بَوْلُ الْغُلاَمِ، وَيُغْسَلُ بَوْلُ الْجَارِيَةِ».

۵۲۵- حضرت علی ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے شیرخوار کے پیشاب کے بارے میں فرمایا: ''لڑکے کے پیشاب پر پانی چھڑکا جاتا ہے اور لڑکی کا پیشاب دھویا جاتا ہے۔''

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ بْنُ سَلَمَةَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ ابْنُ مُوسَى بْنِ مَعْقِلٍ: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْمِصْرِيُّ قَالَ: سَأَلْتُ الشَّافِعِيَّ عَنْ حَدِيثِ النَّبِيِّ ﷺ: «يُرَشُّ مِنْ بَوْلِ الْغُلاَمِ، وَيُغْسَلُ مِنْ بَوْلِ الْجَارِيَةِ» وَالْمَاءَانِ جَمِيعًا وَاحِدٌ، قَالَ: لِأَنَّ بَوْلَ الْغُلاَمِ مِنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ، وَبَوْلَ الْجَارِيَةِ مِنَ اللَّحْمِ وَالدَّمِ، ثُمَّ قَالَ

ابوالحسن بن سلمہ نے کہا' ہمیں احمد بن موسیٰ نے' ان کو ابوالیمان مصری نے بیان کیا کہ میں نے امام شافعی ؒ سے اس حدیث نبوی کے متعلق سوال کیا (جس میں یہ حکم ہے کہ) ''لڑکے کے پیشاب پر پانی چھڑکا جائے اور لڑکی کے پیشاب سے کپڑا دھویا جائے۔'' (میں نے پوچھا اس فرق کی کیا وجہ ہے جبکہ) دونوں پیشاب ایک ہی چیز ہیں؟ امام شافعی ؒ نے فرمایا: اس کی وجہ یہ ہے

٥٢٤ـ أخرجه البخاري، الوضوء، باب بول الصبيان، ح: ٢٢٣، ومسلم، الطهارة، باب حكم بول الطفل الرضيع وكيفية غسله، ح: ٢٨٧ من حديث الزهري به.

٥٢٥ـ [حسن] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب بول الصبي يصيب الثوب، ح: ٣٧٨ من حديث معاذ به، وسنده ضعيف لعنعنة قتادة، وحسنه الترمذي، وصححه ابن خزيمة، وابن حبان، والحاكم، والذهبي، وللحديث شواهد كثيرة جدًا.

لِي : فَهِمْتَ؟ أَوْ قَالَ : لَقِنْتَ؟ قَالَ، قُلْتُ : لاَ . قَالَ : إِنَّ اللهَ تَعَالٰى لَمَّا خَلَقَ آدَمَ خُلِقَتْ حَوَّاءُ مِنْ ضِلَعِهِ الْقَصِيرِ ، فَصَارَ بَوْلُ الْغُلاَمِ مِنَ الْمَاءِ والطِّينِ ، وَصَارَ بَوْلُ الْجَارِيَةِ مِنَ اللَّحْمِ وَالدَّمِ ، قَالَ ، قَالَ لِي : فَهِمْتَ؟ قُلْتُ : نَعَمْ . قَالَ لِي : نَفَعَكَ اللهُ بِهِ .

کہ لڑکے کا پیشاب پانی اور مٹی سے ہے اور لڑکی کا پیشاب گوشت اور خون سے ہے۔ پھر کہا سمجھ گئے؟ میں نے کہا: جی نہیں (میں نہیں سمجھا) فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو (انھیں مٹی اور پانی سے پیدا کیا اور) حوا علیہا السلام ان کی چھوٹی پسلی سے پیدا ہوئی۔ گویا لڑکے کا پیشاب پانی اور مٹی سے وجود میں آیا ہے (جس سے آدم علیہ السلام بنے تھے) اور لڑکی کا پیشاب گوشت اور خون سے (جس سے حوا علیہا السلام کی تخلیق ہوئی) اب سمجھ گئے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ انھوں نے فرمایا: اللہ تجھے اس (علم وفہم) سے فائدہ دے۔

٥٢٦- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ وَ مُجَاهِدُ ابْنُ مُوسٰى وَ الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ قَالُوا : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا مُحِلُّ بْنُ خَلِيفَةَ : أَخْبَرَنَا أَبُو السَّمْحِ قَالَ : كُنْتُ خَادِمَ النَّبِيِّ ﷺ فَجِيءَ بِالْحَسَنِ أَوِ الْحُسَيْنِ ، فَبَالَ عَلٰى صَدْرِهِ ، فَأَرَادُوا أَنْ يَغْسِلُوهُ ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : «رُشَّهُ ، فَإِنَّهُ يُغْسَلُ بَوْلُ الْجَارِيَةِ ، وَيُرَشُّ مِنْ بَوْلِ الْغُلاَمِ» .

٥٢٦- حضرت ابو سمح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: میں نبی ﷺ کا خادم ہوا کرتا تھا۔ آپ ﷺ کی خدمت میں حضرت حسن یا حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو لایا گیا' (وہ اس وقت دودھ پیتے بچے تھے)' انھوں نے نبی ﷺ کے سینہ مبارک پر پیشاب کر دیا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے دھونا چاہا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پانی چھڑک دو کیونکہ لڑکی کا پیشاب دھویا جاتا ہے اور لڑکے کے پیشاب سے پانی چھڑکا جاتا ہے۔''

٥٢٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ : حَدَّثَنَا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ ،

٥٢٧- حضرت عمرو بن شعیب' ام کرز سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لڑکے کے

٥٢٦ـ **[إسناده صحيح]** أخرجه أبوداود، الطهارة، أيضًا، ح: ٣٧٦ عن عباس وغيره به، وصححه ابن خزيمة، والحاكم، والذهبي.

٥٢٧ـ **[صحيح]** أخرجه أحمد: ٦/ ٤٢٢، ٤٤٠، ٤٦٤ من حديث أبي بكر الحنفي به، قال البوصيري: "هٰذا إسناد منقطع، عمرو بن شعيب لم يسمع من أم كرز" والحديث السابق شاهد له.

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أُمِّ كُرْزٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «بَوْلُ الْغُلَامِ يُنْضَحُ، وَبَوْلُ الْجَارِيَةِ يُغْسَلُ».

پیشاب پر پانی چھڑکا جاتا ہے اور لڑکی کا پیشاب دھویا جاتا ہے۔''

فائدہ: مذکورہ تمام روایات سے واضح ہے کہ شیر خوارگی کے ایام میں لڑکی کے پیشاب سے کپڑے کو دھویا جائے گا اور لڑکے کے پیشاب پر چھینٹے مار لینے کافی ہوں گے۔

(المعجم ٧٨) - بَابُ الْأَرْضِ يُصِيبُهَا الْبَوْلُ كَيْفَ تُغْسَلُ (التحفة ٧٨)

باب:٧٨- اگر زمین پیشاب زدہ ہو جائے تو اسے کس طرح دھویا جائے؟

٥٢٨- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ: أَنْبَأَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ: حَدَّثَنَا ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ أَعْرَابِيًّا بَالَ فِي الْمَسْجِدِ، فَوَثَبَ إِلَيْهِ بَعْضُ الْقَوْمِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تُزْرِمُوهُ»، ثُمَّ دَعَا بِدَلْوٍ مِنْ مَاءٍ، فَصَبَّ عَلَيْهِ.

٥٢٨- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: ایک بدو نے مسجد میں پیشاب کر دیا۔ کچھ لوگ (اسے روکنے کے لیے) اس کی طرف بھاگے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس کا پیشاب بند نہ کرو۔'' پھر پانی کا ایک ڈول منگوایا اور اس پر بہا دیا۔

٥٢٩- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: دَخَلَ أَعْرَابِيٌّ الْمَسْجِدَ، وَرَسُولُ اللهِ ﷺ جَالِسٌ، فَقَالَ: اللَّهُمَّ! اغْفِرْ لِي وَلِمُحَمَّدٍ، وَلَا تَغْفِرْ لِأَحَدٍ مَعَنَا، فَضَحِكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَقَالَ: «لَقَدِ احْتَظَرْتَ وَاسِعًا» ثُمَّ وَلَّى، حَتَّى إِذَا كَانَ فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ فَشَجَ يَبُولُ، فَقَالَ الْأَعْرَابِيُّ،

٥٢٩- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ (مسجد میں) تشریف فرما تھے کہ ایک بدو مسجد میں آیا۔ اس نے کہا: اے اللہ! مجھے اور محمد (ﷺ) کو بخش دے اور ہمارے ساتھ کسی اور کی بخشش نہ کرنا۔ رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے اور فرمایا: ''تو نے ایک وسیع چیز (رحمت الٰہی) کو محدود کر دیا۔'' پھر وہ (اعرابی) واپس پلٹا۔ ابھی مسجد ہی کے ایک حصے میں تھا کہ (کھڑا ہو کر) پاؤں ایک دوسرے سے دور کر کے پیشاب کرنے لگا۔ اسی اعرابی صحابی (رضی اللہ عنہ) نے دین کی

٥٢٨ـ أخرجه البخاري، الأدب، باب الرفق في الأمر كله، ح: ٦٠٢٥، ومسلم، الطهارة، باب وجوب غسل البول وغيره من النجاسات . . . الخ، ح: ٢٨٤ من حديث حماد بن زيد به.

٥٢٩ـ [إسناده حسن] أخرجه أحمد: ٢/ ٥٠٣ من حديث محمد بن عمرو به، وأصله عند البخاري، الأدب، باب رحمة الناس والبهائم، ح: ٦٠١٠.

بَعْدَ أَنْ فَقِهَ فَقَامَ إِلَيَّ، بِأَبِي وَأُمِّي، فَلَمْ يُؤَنِّبْ وَلَمْ يَسُبَّ، فَقَالَ: «إِنَّ هٰذَا الْمَسْجِدَ لاَ يُبَالُ فِيهِ، وَإِنَّمَا بُنِيَ لِذِكْرِ اللهِ وَلِلصَّلاَةِ». ثُمَّ أَمَرَ بِسَجْلٍ مِنْ مَاءٍ، فَأُفْرِغَ عَلٰى بَوْلِهِ.

سمجھ آ جانے کے بعد (اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے) فرمایا: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں! آپ اٹھ کر میرے پاس آئے' مجھے نہ ڈانٹا' نہ برا بھلا کہا' بس یہ فرمایا: ''یہ مسجد ایسی جگہ ہے کہ اس میں پیشاب نہیں کیا جاتا' یہ تو اللہ کے ذکر اور نماز کے لیے تعمیر کی گئی ہے۔'' پھر آپ نے پانی کا ڈول طلب فرمایا جو پیشاب پر بہادیا گیا۔

فوائد ومسائل: ① دین سے ناواقف آدمی کی بڑی غلطی بھی برداشت کرنی چاہیے۔ اسے اچھے طریقے سے بتایا جائے کہ یہ کام درست نہیں۔ ② اس سے رسول اللہ ﷺ کی شفقت' بردباری اور حکمت واضح ہوتی ہے کہ آپ نے خود بھی نہیں ڈانٹا' جھڑکا اور صحابۂ کرام ؓ کو بھی منع فرمادیا۔ ③ نبی ﷺ نے اعرابی کو مسجد میں پیشاب کر لینے دیا کیونکہ وہ شروع کر چکا تھا۔ اگر اس دوران میں روکا جاتا تو اچانک پیشاب رکنے کی وجہ سے کوئی مرض پیدا ہوسکتا تھا۔ یا وہ خوف زدہ ہوکر بھاگتا تو پیشاب کے قطروں سے مسجد دور تک ناپاک ہوجاتی اور خود اس کا جسم اور لباس بھی آلودہ ہوتا۔ فوراً نہ روکنے کی وجہ سے زمین کا صرف وہی ٹکڑا ناپاک ہوا جو ہو چکا تھا۔ اور اس کا جسم اور کپڑے بھی ناپاک نہ ہوئے۔ ④ اعرابی نے دعا میں جو غلطی کی تھی' نبی علیہ السلام نے اس کی طرف توجہ مبذول فرمادی' حالانکہ اس غلطی کی وجہ اس کی آپ ﷺ سے محبت وعقیدت تھی۔ ⑤ مسجد کو نجاست اور کوڑے کرکٹ سے محفوظ رکھنا چاہیے۔ ⑥ نماز کے علاوہ بھی مسجد میں بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرنا چاہیے۔ عین وقت پر مسجد میں آنا اور سلام پھیرتے ہی نکل بھاگنا اچھی عادت نہیں۔ ⑦ کچی زمین کو پیشاب کی نجاست سے پاک کرنے کے لیے پانی کا ایک ڈول بہادینا کافی ہے۔ پانی کے ساتھ پیشاب کے باقی ماندہ اثرات بھی زمین میں جذب ہوجائیں گے تو زمین پاک ہوجائے گی' زمین کھودنے کی ضرورت نہیں۔ پختہ فرش کو بھی پانی کا ڈول بہا کر پاک کیا جاسکتا ہے۔ جب پانی وہاں سے آگے گزر جائے تو فرش پاک ہوجائے گا۔

٥٣٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ الْهُذَلِيِّ، قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى: وَهُوَ عِنْدَنَا ابْنُ أَبِي حُمَيْدٍ؛ أَنْبَأَنَا أَبُو الْمَلِيحِ الْهُذَلِيُّ، عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الأَسْقَعِ قَالَ: جَاءَ

٥٣٠- حضرت واثلہ بن اسقع ؓ سے روایت ہے انھوں نے بیان کیا کہ ایک اعرابی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' اس نے کہا: اے اللہ! مجھ پر اور محمد (ﷺ) پر رحمت فرما اور ہم پر نازل ہونے والی اپنی رحمت میں کسی اور کو شریک نہ کرنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''افسوس! تو نے

٥٣٠- [حسن] وقال السندي نقلاً عن البوصيري: "إسناد حديث واثلة بن الأسقع ضعيف لاتفاقهم علٰى ضعف عبيدالله الهذلي . . ."، وهو متروك الحديث كما في التقريب وغيره، والحديث السابق شاهد له

أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: اللَّهُمَّ! ارْحَمْنِي وَمُحَمَّدًا، وَلاَ تُشْرِكْ فِي رَحْمَتِكَ إِيَّانَا أَحَدًا، فَقَالَ: «لَقَدْ حَظَرْتَ وَاسِعًا، وَيْحَكَ! أَوْ وَيْلَكَ!» قَالَ، فَشَجَ يَبُولُ، فَقَالَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ: مَهْ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ «دَعُوهُ» ثُمَّ دَعَا بِسَجْلٍ مِنْ مَاءٍ فَصَبَّ عَلَيْهِ.

لامحدود کو محدود کر دیا۔'' صحابہ کہتے ہیں: وہ اعرابی ٹانگیں کھول کر پیشاب کرنے لگا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: رک' رک۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسے چھوڑ دو۔'' پھر پانی کا ایک ڈول منگوا کر اس جگہ بہا دیا۔

(المعجم ٧٩) - بَابُ الْأَرْضِ يُطَهِّرُ بَعْضُهَا بَعْضًا (التحفة ٧٩)

باب:٧٩- زمین کا ایک حصہ دوسرے حصے کو پاک کر دیتا ہے

٥٣١- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَارَةَ ابْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ ابْنِ الْحَارِثِ التَّيْمِيِّ، عَنْ أُمِّ وَلَدٍ لِإِبْرَاهِيمَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّهَا سَأَلَتْ أُمَّ سَلَمَةَ، زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: إِنِّي امْرَأَةٌ أُطِيلُ ذَيْلِي، فَأَمْشِي فِي الْمَكَانِ الْقَذِرِ، فَقَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يُطَهِّرُهُ مَا بَعْدَهُ».

٥٣١- حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف کی ایک لونڈی سے روایت ہے' انھوں نے نبی ﷺ کی زوجۂ مطہرہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مسئلہ پوچھا' اور کہا: میں عورت ہوں' (قمیص کا) دامن لمبا رکھتی ہوں (جو چلتے وقت زمین سے چھوتا ہے) میرا گزر گندی جگہ سے بھی ہوتا ہے (تو کیا میں دامن دھویا کروں؟) ام المومنین رضی اللہ عنہا نے کہا' اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''اسے بعد والی (پاک) زمین پاک کر دیتی ہے۔''

فائدہ: گندی جگہ سے گزرتے وقت اگر کپڑا اسے چھو جاتا ہے یا جوتے اسے لگتے ہیں تو اس کی وجہ سے وسوسے میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے اگر کوئی نجاست کپڑے یا جوتے کو لگی ہوئی نظر نہیں آ رہی تو سمجھنا چاہیے کہ وہ صاف زمین پر چلنے کی وجہ سے خود بخود پاک ہو گیا ہے۔ ہاں اگر کوئی چیز اسے لگی ہے تو پھر یقیناً وہ نجس ہے' اسے دھونا ضروری ہے۔

٥٣٢- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا

٥٣٢- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی

٥٣١ـ [حسن] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب الأذى يصيب الذيل، ح:٣٨٣ من حديث مالك به * أم ولد لإبراهيم اسمها حميدة، وثقها ابن الجارود: (١٤٢)، والعقيلي بقوله "هٰذا إسناد صالح جيد" (الضعفاء: ٢/ ٢٥٧).

٥٣٢ـ [إسناده ضعيف] وقال البوصيري: "هٰذا إسناد فيه ابن أبي حبيبة، واسمه إبراهيم بن إسماعيل، متفق علىٰ ◄◄

إِبْرَاهِيمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْيَشْكُرِيُّ، عَنِ ابْنِ أَبِي حَبِيبَةَ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قِيلَ: يَارَسُولَ اللهِ! إِنَّا نُرِيدُ الْمَسْجِدَ فَنَطَأُ الطَّرِيقَ النَّجِسَةَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الأَرْضُ يُطَهِّرُ بَعْضُهَا بَعْضًا».

نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم مسجد کی طرف آتے ہیں تو راستے میں ناپاک جگہ پر بھی پاؤں پڑتا ہے (ہم کیا کریں؟) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''زمین کا ایک قطعہ دوسرے قطعے (سے حاصل ہونے والی نجاست سے جوتے یا قدم) کو پاک کر دیتا ہے۔''

٥٣٣- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عِيسَى، عَنْ مُوسَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ امْرَأَةٍ مِنْ [بَنِي] عَبْدِ الأَشْهَلِ، قَالَتْ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ، فَقُلْتُ: إِنَّ بَيْنِي وَبَيْنَ الْمَسْجِدِ طَرِيقًا قَذِرَةً، قَالَ: «فَبَعْدَهَا طَرِيقٌ أَنْظَفُ مِنْهَا؟» قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: «فَهٰذِهِ بِهٰذِهِ».

۵۳۳- قبیلۂ بنو عبدالاشہل کی ایک خاتون (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے انھوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ سے مسئلہ پوچھا، میں نے کہا: میرے (گھر) اور مسجد کے درمیان راستہ گندا (اور کوڑے کرکٹ والا) ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کے بعد صاف راستہ بھی ہے؟'' میں نے کہا: جی ہاں فرمایا: ''اس سے اس کی تلافی ہو جائے گی۔''

فوائد ومسائل: ① ناپاک زمین پر چلنے سے اگر پاؤں کو کوئی محسوس نجاست نہ لگی ہو تو اس کے بعد صاف زمین پر چلنے سے پاؤں پاک ہو جاتے ہیں دھونا ضروری نہیں۔ اس کی تائید زمین پر گھسٹنے والے کپڑے کے مسئلہ سے بھی ہوتی ہے (دیکھیے اسی باب کی پہلی حدیث) ② اسلام میں خواہ مخواہ کی سخت پابندیاں نہیں۔ یہ دین اسلام کی خوبی ہے کہ وہ آسانیوں کا دین ہے۔ ③ صفائی اور طہارت کا مناسب اہتمام کرنا چاہیے لیکن اس حد تک غلو نہیں کرنا چاہیے کہ انسان وسوسوں کا شکار ہو کر رہ جائے۔

(المعجم ٨٠) - بَابُ مُصَافَحَةِ الْجُنُبِ (التحفة ٨٠)

باب: ۸۰- جنبی سے مصافحہ کرنا

٥٣٤- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ:

۵۳۴- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

◀◀ ضعفه، والراوي (عنه) مجهول (الحال)".

٥٣٣- [صحيح] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب الأذى يصيب الذيل، ح: ٣٨٤ من حديث زهير عن عبدالله بن عيسٰى به.

٥٣٤- أخرجه البخاري، الغسل، باب عرق الجنب وإن المسلم لا ينجس، ح: ٢٨٣، ٢٨٥، ومسلم، الحيض، باب الدليل علٰى أن المسلم لا ينجس، ح: ٣٧١ عن ابن أبي شيبة وغيره من حديث حميد الطويل به.

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ لَقِيَهُ النَّبِيُّ ﷺ فِي طَرِيقٍ مِنْ طُرُقِ الْمَدِينَةِ وَهُوَ جُنُبٌ، فانْسَلَّ، فَفَقَدَهُ النَّبِيُّ ﷺ، فَلَمَّا جَاءَ، قَالَ: «أَيْنَ كُنْتَ يَاأَبَا هُرَيْرَةَ؟» قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! لَقِيتَنِي وَأَنَا جُنُبٌ، فَكَرِهْتُ أَنْ أُجَالِسَكَ حَتَّى أَغْتَسِلَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الْمُؤْمِنُ لاَ يَنْجَسُ».

مدینہ کی گلیوں میں سے کسی گلی میں ان کی ملاقات نبی ﷺ سے ہوئی اور وہ اس وقت جنبی تھے۔ وہ خاموشی سے چلے گئے۔ نبی ﷺ نے ان کی عدم موجودگی کو محسوس فرمایا۔ جب وہ آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ابو ہریرہ تم کہاں (چلے گئے) تھے؟'' انھوں نے کہا: اللہ کے رسول! جب آپ مجھ سے ملے تو میں جنبی تھا۔ مجھے اچھا نہ لگا کہ نہائے بغیر آپ کے پاس بیٹھوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مومن ناپاک نہیں ہوتا۔''

فوائد و مسائل: ① ''جنابت'' ایک حکمی نجاست ہے، حسی نہیں، یعنی اس حالت میں انسان پر شرعی طور پر کچھ پابندیاں لگ جاتی ہیں، وہ اس طرح ناپاک نہیں ہو جاتا جس طرح ظاہری نجاست لگ جانے سے جسم یا لباس کا وہ حصہ ناپاک ہو جاتا ہے جہاں نجاست لگی ہو۔ ② مومن کا بدن پاک ہوتا ہے، خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ، اس لیے جنبی سے مصافحہ کرنا، اس کے پاس بیٹھنا، اس کا کھانا پینا سب جائز ہے۔ لیکن جنبی کے لیے کھانے پینے کے لیے وضو کر لینا مناسب ہے بلکہ اسی حالت میں سونا چاہے تب بھی وضو کر لینا افضل ہے تاکہ مکمل طہارت نہیں تو جزوی طہارت ہی حاصل ہو جائے۔ (صحيح البخاري، الغسل، باب نوم الجنب، حديث:٢٨٧) ③ بزرگوں کا احترام کرنا چاہیے۔ ④ بزرگوں اور استادوں کو چاہیے کہ اپنے چھوٹوں اور شاگردوں کا خیال رکھیں، ان کے حالات سے ضروری حد تک باخبر رہیں تاکہ حسب ضرورت ان کی مدد اور رہنمائی کر سکیں۔

٥٣٥- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ؛ ح: وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ: أَنْبَأَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، جَمِيعًا، عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ وَاصِلٍ الأَحْدَبِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ، فَلَقِيَنِي وَأَنَا جُنُبٌ، فَحِدْتُ عَنْهُ، فَاغْتَسَلْتُ ثُمَّ جِئْتُ، فَقَالَ: «مَا لَكَ؟» قُلْتُ: كُنْتُ جُنُبًا، قَالَ

٥٣٥- حضرت حذیفہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ سے میری ملاقات ہوئی جب کہ میں حالتِ جنابت میں تھا تو میں آپ ﷺ سے الگ ہو گیا اور غسل کیا، پھر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمھیں کیا ہوا تھا کہ مجھ سے الگ ہو گئے؟'' میں نے کہا: میں جنبی تھا، اللہ کے رسول نے فرمایا: ''یقیناً مسلمان ناپاک نہیں ہوتا۔''

٥٣٥ـ أخرجه مسلم، الحيض، باب الدليل علٰى أن المسلم لا ينجس، ح: ٣٧٢ من حديث وكيع به.

رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ الْمُسْلِمَ لاَ يَنْجَسُ».

(المعجم ٨١) - بَابُ الْمَنِيِّ يُصِيبُ الثَّوْبَ (التحفة ٨١)

باب:٨١-اگر کپڑے کو منی لگ جائے تو

٥٣٦- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ قَالَ: سَأَلْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ عَنِ الثَّوْبِ يُصِيبُهُ الْمَنِيُّ، أَنَغْسِلُهُ أَوْ نَغْسِلُ الثَّوْبَ كُلَّهُ؟ قَالَ سُلَيْمَانُ، قَالَتْ عَائِشَةُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصِيبُ ثَوْبَهُ، فَنَغْسِلُهُ مِنْ ثَوْبِهِ، ثُمَّ يَخْرُجُ فِي ثَوْبِهِ إِلَى الصَّلاَةِ، وَأَنَا أَرٰى أَثَرَ الْغَسْلِ فِيهِ.

٥٣٦-جناب عمرو بن میمون ؒ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں نے حضرت سلیمان بن یسار ؒ سے سوال کیا کہ اگر کپڑے کو منی لگ جائے تو کیا ہم صرف اسی حصے کو دھولیں یا پورا کپڑا دھوئیں؟ حضرت سلیمان ؒ نے فرمایا: حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا: نبی ﷺ کے کپڑے کو بھی وہ چیز لگ جاتی تھی تو ہم کپڑے کو دھوکر اسے اتار دیتے تھے پھر وہی کپڑا پہن کر نماز پڑھنے تشریف لے جاتے اور مجھے کپڑے میں دھونے کا نشان نظر آ رہا ہوتا تھا۔

فوائد ومسائل: ① اگر کپڑے کے ایک حصے پر نجاست لگ جائے تو پورا کپڑا دھونا ضروری نہیں صرف اتنا حصہ دھولینا کافی ہے جس سے نجاست دور ہو جائے۔ ② مادہ منویہ اگر گیلا ہو تو کپڑے کو دھونا چاہیے۔ خشک ہو تو کھرچ ڈالنا کافی ہے پھر کپڑے کو رگڑ کر جھاڑ دے۔ ③ یہ دھونا یا کھرچنا نظافت وصفائی کے لیے ہے۔

(المعجم ٨٢) - بَابٌ: فِي فَرْكِ الْمَنِيِّ مِنَ الثَّوْبِ (التحفة ٨٢)

باب:٨٢-مادہ منویہ کو کپڑے پر سے کھرچ دینا

٥٣٧- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَرِيفٍ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، جَمِيعًا عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: رُبَّمَا فَرَكْتُهُ

٥٣٧-حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: بعض اوقات میں اس چیز کو رسول اللہ ﷺ کے کپڑے پر سے خود اپنے ہاتھ سے کھرچ دیتی تھی۔

٥٣٦ـ أخرجه البخاري، الوضوء، باب غسل المني وفركه وغسل ما يصيب من المرأة، ح: ٢٢٩-٢٣٢، ومسلم، الطهارة، باب حكم المني، ح: ٢٨٩ من حديث عمرو بن ميمون به.

٥٣٧ـ أخرجه مسلم، الطهارة، باب حكم المني، ح: ٢٨٨ من حديث الأعمش به باختلاف يسير.

بْنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللهِ ﷺ بِيَدِي .

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ منی کو ناخن وغیرہ کے ساتھ کپڑے سے اتار دینا کافی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں اس کے بعض اجزا کپڑے میں رہ جاتے ہیں لیکن اس کے باوجود کپڑا پاک صاف ہی قرار دیا جائے گا' دھونا ضروری نہیں۔

٥٣٨- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: نَزَلَ بِعَائِشَةَ ضَيْفٌ، فَأَمَرَتْ لَهُ بِمِلْحَفَةٍ لَهَا صَفْرَاءَ، فَاحْتَلَمَ فِيهَا، فَاسْتَحْيٰى أَنْ يُرْسِلَ بِهَا، وَفِيهَا أَثَرُ الاِحْتِلَامِ، فَغَمَسَهَا فِي الْمَاءِ، ثُمَّ أَرْسَلَ بِهَا، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: لِمَ أَفْسَدَ عَلَيْنَا ثَوْبَنَا؟ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيهِ أَنْ يَفْرُكَهُ بِإِصْبَعِهِ، رُبَّمَا فَرَكْتُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللهِ ﷺ بِإِصْبَعِي.

۵۳۸- حضرت ہمام بن حارث رحمہ اللہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ایک مہمان آ گیا۔ انھوں نے (رات کو سونے کے لیے) اسے ایک زرد لحاف دلوا دیا۔ اسے احتلام ہو گیا۔ (صبح کے وقت) اسے اس بات سے شرم محسوس ہوئی کہ وہ کپڑا اس حال میں (ام المومنین کے پاس) بھیجے کہ اس میں احتلام کا نشان ہو۔ اس نے لحاف پانی میں ڈبو کر (گیلا کر کے) بھیج دیا (تا کہ سارا لحاف گیلا ہونے کی وجہ سے وہ نشان نظر نہ آئے۔ صرف متاثرہ حصہ دھونے پر اکتفا نہ کیا۔) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اس نے ہمارا کپڑا کیوں خراب کر دیا؟ (اب یہ اتنا موٹا کپڑا کب خشک ہو گا؟) اگر وہ اسے انگلی سے کھرچ ڈالتا تو کافی ہوتا۔ میں بھی بعض اوقات رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سے یہ چیز اپنی انگلی سے کھرچ دیا کرتی تھی۔

٥٣٩- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ مُغِيرَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَقَدْ رَأَيْتُنِي أَجِدُهُ فِي ثَوْبِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَأَحُتُّهُ عَنْهُ.

۵۳۹- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: بعض اوقات مجھے رسول اللہ ﷺ کے کپڑے پر وہ چیز نظر آتی تو میں اسے کھرچ کر اتار دیتی تھی۔

٥٣٨ـ [صحيح] أخرجه الترمذي، الطهارة، باب ما جاء في المني يصيب الثوب، ح: ١١٦ من حديث أبي معاوية به، وقال: "هٰذا حديث حسن صحيح"، وانظر الحديث السابق فإنه شاهد له.

٥٣٩ـ أخرجه مسلم، الطهارة، باب حكم المني، ح: ٢٨٨ عن ابن أبي شيبة به مختصرًا.

فائدہ: یہ حکم اس صورت میں ہے جب مادہ منویہ اس قدر گاڑھا ہو کہ خشک ہو کر رگڑنے سے اتر جائے۔ اگر رقیق ہو تو وہ کپڑے میں سرایت کر جاتا ہے اور نشان ڈال دیتا ہے۔ تب وہ رگڑنے سے صاف نہیں ہوتا۔ اس صورت میں مناسب ہے کہ کپڑے کا وہ حصہ دھو لیا جائے تا کہ صفائی حاصل ہو جائے۔

(المعجم ٨٣) - بَابُ الصَّلَاةِ فِي الثَّوْبِ الَّذِي يُجَامِعُ فِيهِ (التحفة ٨٣)

باب: ٨٣- ہم بستری کے وقت جو کپڑا پہنا ہوا ہو اسی کپڑے میں نماز پڑھنا جائز ہے

٥٤٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ: أَنْبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ سُوَيْدِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ حُدَيْجٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ أَنَّهُ سَأَلَ أُخْتَهُ أُمَّ حَبِيبَةَ، زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ: هَلْ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي فِي الثَّوْبِ الَّذِي يُجَامِعُ فِيهِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، إِذَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ أَذًى.

٥٤٠- حضرت معاویہ بن ابوسفیان ؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے اپنی ہمشیرہ، یعنی نبی ﷺ کی زوجۂ مطہرہ حضرت ام حبیبہ ؓ سے سوال کیا: کیا رسول اللہ ﷺ اس کپڑے میں نماز پڑھ لیتے تھے جس میں صحبت کی ہوتی؟ انھوں نے کہا: ہاں، اگر اس میں ناپاکی کا اثر نہ ہوتا۔

فوائد ومسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ ازدواجی عمل کے لیے الگ لباس رکھنا ضروری نہیں۔ ② جنابت کی وجہ سے وہ لباس ناپاک نہیں ہو جاتا جو صنفی عمل کے دوران میں جسم پر ہو۔ ہاں اگر کپڑے پر کچھ لگ جائے تو وہاں سے کپڑا دھو کر نماز پڑھ لے، ورنہ دھونے کی بھی ضرورت نہیں۔

٥٤١- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ خَالِدٍ الْأَزْرَقُ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ يَحْيَى الْخُشَنِيُّ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَاقِدٍ، عَنْ بُسْرِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ مَاءً، فَصَلَّى بِنَا فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، مُتَوَشِّحًا بِهِ، قَدْ خَالَفَ بَيْنَ طَرَفَيْهِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ

٥٤١- حضرت ابو درداء ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ (گھر سے) باہر تشریف لائے اور آپ کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا۔ آپ نے ایک ہی کپڑا زیب تن کر کے ہمیں نماز پڑھائی جب کہ آپ نے اس کے دونوں کنارے مخالف سمتوں میں ڈال رکھے تھے۔ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت عمر بن خطاب ؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول!

٥٤٠_ [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب الصلاة في الثوب الذي يصيب أهله فيه، ح: ٣٦٦ من حديث الليث به، وله طرق كثيرة عند ابن خزيمة، وابن حبان وغيرهما، وانظر، ح: ٦٣٨.

٥٤١_ [إسناده ضعيف] وقال البوصيري: "هذا إسناد فيه الحسن بن يحيى، اتفق الجمهور على ضعفه".

عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: يَا رَسُولَ اللهِ! تُصَلِّي بِنَا فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ؟ قَالَ: «نَعَمْ. أُصَلِّي فِيهِ، وَفِيهِ» أَيْ قَدْ جَامَعْتُ فِيهِ.

آپ ہمیں ایک کپڑا اوڑھ کر نماز پڑھا دیتے ہیں؟ فرمایا: ''ہاں' میں اس کو پہن کر نماز پڑھ لیتا ہوں' اگرچہ اسے پہن کر مباشرت بھی کی ہو۔''

فوائد ومسائل: ① اگر کپڑا بڑا ہو اور اسے اوڑھ کر جسم کے اکثر حصے چھپ جائیں تو نماز کے لیے کافی ہے' یعنی یہ ضروری نہیں کہ نماز پڑھتے وقت دو یا تین کپڑے پہنے ہوئے ہوں۔ ② امام ہو یا مقتدی سر ڈھانپ کر نماز ادا کرنا ضروری نہیں۔ گو مستقل طور پر ننگے سر رہنا مستحسن طریقہ نہیں۔ ③ یہ حکم مرد کے لیے ہے۔ عورت کے لیے ضروری ہے کہ اس کے سر پر اوڑھنی بھی ہو' یعنی اگر عورت لمبی قمیص پہن لے جس سے اس کے پاؤں چھپ جائیں اور سر پر کپڑا لے لے تو صرف دو کپڑوں میں اس کی نماز درست ہو جائے گی۔ ④ ہمارے فاضل محقق نے اسے سنداً ضعیف قرار دیا ہے جبکہ یہ روایت معناً اور متناً صحیح ہے جیسا کہ گزشتہ روایت میں ہے۔ غالباً اسی وجہ سے شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔

٥٤٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يُوسُفَ الزِّمِّيُّ؛ ح: وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمٍ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ الرَّقِّيُّ قَالاَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ ابْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ النَّبِيَّ ﷺ: يُصَلِّي فِي الثَّوْبِ الَّذِي يَأْتِي فِيهِ أَهْلَهُ؟ قَالَ: «نَعَمْ. إِلاَّ أَنْ يَرٰى فِيهِ شَيْئًا، فَيَغْسِلَهُ».

۵۴۲- حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: ایک آدمی نے نبی ﷺ سے سوال کیا: کسی نے بیوی کے پاس جاتے وقت جو کپڑا پہن رکھا ہو' کیا وہی پہن کر نماز پڑھ سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں' اگر اس میں کوئی چیز نظر آئے (جو دھونے کے لائق ہو) تو اسے دھو لے۔''

(المعجم ٨٤) - بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ (التحفة ٨٤)

باب: ۸۴- موزوں پر مسح کرنا

٥٤٣- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا

۵۴۳- حضرت ہمام بن حارث سے روایت ہے'

٥٤٢ـ [صحيح] أخرجه أحمد: ٥/ ٨٩ من حديث عبيدالله به، وقال البوصيري: "هٰذا إسناد صحيح، رجاله ثقات"، وصححه ابن حبان، ح: ٢٣٦، وأعله أحمد، وأبوحاتم بعلة غير قادحة.

٥٤٣ـ أخرجه البخاري، الصلاة، باب الصلاة في الخفاف، ح: ٣٨٧، ومسلم، الطهارة، باب المسح على الخفين، ح: ٢٧٢ من حديث الأعمش به

وَكِيعٌ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: بَالَ جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ فَقِيلَ لَهُ: أَتَفْعَلُ هٰذَا؟ قَالَ: وَمَا يَمْنَعُنِي؟ وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَفْعَلُهُ.

انھوں نے کہا: حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے پیشاب کیا۔ اس کے بعد وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا۔ انھیں کہا گیا: آپ بھی یہ کام کرتے ہیں؟ فرمایا: مجھے کیا رکاوٹ ہے؟ (میں کیوں نہ کروں؟) جب کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح کرتے دیکھا ہے۔

قَالَ إِبْرَاهِيمُ: كَانَ يُعْجِبُهُمْ حَدِيثُ جَرِيرٍ، لِأَنَّ إِسْلَامَهُ كَانَ بَعْدَ نُزُولِ الْمَائِدَةِ.

ابراہیم نے کہا: لوگوں کو حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی حدیث بہت پسند آئی کیونکہ وہ سورۂ مائدہ کے نازل ہونے کے بعد اسلام لائے تھے۔

فوائد ومسائل: ① یہاں سورۂ مائدہ کی طرف جو اشارہ کیا گیا ہے اس سے مراد سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ٦ ہے جس میں وضو کا طریقہ بیان کرتے ہوئے پاؤں دھونے کا حکم دیا گیا ہے۔ ② اگر حضرت جریر رضی اللہ عنہ سورۂ مائدہ کے نازل ہونے سے پہلے مسلمان ہوئے ہوتے اور رسول اللہ ﷺ کا موزوں پر مسح کرنا بیان فرماتے تو یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ مسح کا حکم مذکورہ بالا آیت سے منسوخ ہو گیا۔ لیکن حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ کو موزوں پر مسح کرتے دیکھا تو ثابت ہوا کہ یہ حکم منسوخ نہیں ہوا۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ ١٠ھ میں اسلام لائے تھے۔ ③ موزوں پر مسح کرنے کی روایات ٨٠ صحابہ سے مروی ہیں جن میں حضرات عشرہ مبشرہ بھی شامل ہیں۔ ④ موزوں پر مسح کو منسوخ قرار دینے والی روایات اور قصے ناقابل اعتبار اور ناقابل احتجاج ہیں۔ دیکھیے: (حاشیہ وحید الزمان خان، حدیث: ٥٤٣)

٥٤٤- **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ؛ ح: وَحَدَّثَنَا أَبُو هَمَّامٍ الْوَلِيدُ بْنُ شُجَاعِ بْنِ الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا أَبِي، وَابْنُ عُيَيْنَةَ، وَابْنُ أَبِي زَائِدَةَ، جَمِيعًا عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ.

٥٤٤- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا۔

٥٤٤ـ [صحيح] تقدم، ح: ٣٠٥.

٥٤٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ: أَنْبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِيهِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ خَرَجَ لِحَاجَتِهِ، فَاتَّبَعَهُ الْمُغِيرَةُ بِإِدَاوَةٍ فِيهَا مَاءٌ، حَتَّى فَرَغَ مِنْ حَاجَتِهِ، فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ.

۵۴۵- حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ ایک برتن میں پانی لے کر آپ کے ساتھ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے قضائے حاجت سے فارغ ہو کر وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا۔

فوائد ومسائل: ① یہ غزوۂ تبوک کا واقعہ ہے جیسا کہ موطأ: (۱/۱۱ حدیث: ۷۵) میں اس کی وضاحت ہے۔ ② رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کے لیے اتنی دور جاتے تھے کہ کوئی نہ دیکھے: (سنن ابن ماجہ حدیث: ۳۳۱ تا ۳۳۶) جب کوئی صحابی پانی لے کر ساتھ جاتا تھا تو وہ بھی ایک مقام پر رک جاتا تھا' اس کے بعد آپ ﷺ اکیلے پانی لے کر کسی آڑ میں' یا ساتھی سے کافی دور تشریف لے جاتے تھے۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی ایسے ہی ہوا جیسے کہ سنن ابن ماجہ حدیث: ۳۸۹ سے معلوم ہوتا ہے۔

٥٤٦- حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مُوسَى اللَّيْثِيُّ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَوَاءٍ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ رَأَى سَعْدَ بْنَ مَالِكٍ وَهُوَ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ، فَقَالَ: إِنَّكُمْ لَتَفْعَلُونَ ذٰلِكَ؟ فَاجْتَمَعَا عِنْدَ عُمَرَ، فَقَالَ سَعْدٌ لِعُمَرَ: أَفْتِ ابْنَ أَخِي فِي الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ. فَقَالَ عُمَرُ: كُنَّا وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ نَمْسَحُ عَلَى

۵۴۶- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' انھوں نے حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کو موزوں پر مسح کرتے دیکھا تو فرمایا: کیا آپ لوگ اس طرح کرتے ہیں (مسح کر لیتے ہیں' پاؤں نہیں دھوتے؟) اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس دونوں کی باہم ملاقات ہوگئی تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میرے بھتیجے (ابن عمر رضی اللہ عنہما) کو موزوں پر مسح کا مسئلہ بتا دیجیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوتے تھے اور موزوں پر مسح کر لیا کرتے تھے' اس میں

٥٤٥- أخرجه البخاري، الوضوء، باب إذا أدخل رجليه وهما طاهرتان، ح: ٢٠٦، ومسلم، الطهارة، باب المسح على الخفين، ح: ٢٧٤ من حديث الليث به، ورواه مسلم عن محمد بن رمح وغيره به.

٥٤٦- [صحيح] أخرجه البزار في البحر الزخار: ١/ ٢٤٨، ح: ١٣٨ عن عمران بن موسى به، وصححه ابن خزيمة: ١/ ٩٣، ح: ١٨٤ * سعيد تابعه معمر عند أحمد: ١/ ٣٥ وغيره، وللحديث شواهد كثيرة

خِفَافِنَا، لاَ نَرٰى بِذٰلِكَ بَأْسًا، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: وَإِنْ جَاءَ مِنَ الْغَائِطِ؟ قَالَ: نَعَمْ.

کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر چہ کوئی قضائے حاجت سے فارغ ہو کر آیا ہو؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں (تب بھی مسح کر لیتے تھے۔)

فوائد ومسائل: ① ایک عالم شخص بھی بعض اوقات کسی مسئلہ سے ناواقف ہوسکتا ہے' اس سے اس کی شان میں فرق نہیں آتا، اس لیے علمائے کرام کہا کرتے ہیں: [مَنْ حَفِظَ حُجَّةٌ عَلٰی مَنْ لَّمْ یَحْفَظْ] ''جسے ایک مسئلہ یا حدیث یاد ہے وہ حجت ہے اس شخص پر جسے یاد نہیں۔'' ② اختلاف کے موقع پر اپنے سے بڑے عالم سے مسئلہ معلوم کر لینا چاہیے۔ ③ عالم کو چاہیے کہ مسئلہ دلیل کے ساتھ بیان کردے تاکہ سائل کو اطمینان ہو جائے جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دلیل دی کہ یہ عمل ہم نے نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں آپ کے سامنے کیا ہے اور آپ نے منع نہیں فرمایا' لہٰذا یہ جائز اور درست ہے۔ ④ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں کوئی کام کیا جائے اور آپ منع نہ کریں تو اس سے جواز ثابت ہوتا ہے۔ ایسی حدیث کو ''تقریری حدیث'' کہتے ہیں۔ نبی علیہ السلام کے علاوہ کسی اور کی خاموشی دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ ممکن ہے وہ شخص اس کے جواز یا کراہت کا قائل ہو یا خاموشی کی وجہ کوئی اور ہو۔

٥٤٧- حَدَّثَنَا أَبُو مُصْعَبٍ الْمَدَنِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمُهَيْمِنِ بْنُ الْعَبَّاسِ بْنِ سَهْلٍ السَّاعِدِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ، وَأَمَرَنَا بِالْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ.

۵۴۷- حضرت سہل ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے موزوں پر مسح کیا اور ہمیں بھی موزوں پر مسح کرنے کا حکم دیا۔

٥٤٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عُبَيْدٍ الطَّنَافِسِيُّ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ الْمُثَنَّى، عَنْ عَطَاءٍ الْخُرَاسَانِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي سَفَرٍ، فَقَالَ:

۵۴۸- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: میں ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کچھ پانی ہے؟'' پھر آپ نے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا۔ پھر لشکر سے آملے اور انھیں نماز پڑھائی۔

٥٤٧ـ [إسناده ضعيف] أخرجه الطبراني في الكبير: ٦/ ١٢٥، ح: ٥٧٢٣ من حديث أبي مصعب به، وقال البوصيري: "هٰذا إسناد ضعيف، عبدالمهيمن ضعفه الجمهور".

٥٤٨ـ [إسناده ضعيف] قال في الزوائد: "هٰذا إسناد ضعيف منقطع، قال أبوزرعة: عطاء الخراساني لم يسمع من أنس، وقال العقيلي: عمر بن المثنى حديثه غير محفوظ".

«هَلْ مِنْ مَاءٍ؟» فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ، ثُمَّ لَحِقَ بِالْجَيْشِ، فَأَمَّهُمْ.

٥٤٩- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا دَلْهَمُ بْنُ صَالِحٍ الْكِنْدِيُّ، عَنْ حُجَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْكِنْدِيِّ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّجَاشِيَّ أَهْدٰى لِلنَّبِيِّ ﷺ خُفَّيْنِ أَسْوَدَيْنِ سَاذِجَيْنِ، فَلَبِسَهُمَا، ثُمَّ [تَوَضَّأَ وَ]مَسَحَ عَلَيْهِمَا.

۵۴۹-حضرت ابن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نجاشی نے نبی ﷺ کی خدمت میں دو سادہ سیاہ موزے تحفے کے طور پر ارسال کیے۔ آپ نے انھیں پہنا، پھر وضو کیا اوران پر مسح کیا۔

فائدہ: سابقہ تینوں روایات سنداً ضعیف ہیں جبکہ مسئلہ یعنی موزوں پر مسح کرنا صحیح ہے اور صحیحین کی روایات سے ثابت ہے۔

(المعجم ٨٥) - **بَابٌ: فِي مَسْحِ أَعْلَى الْخُفِّ وَأَسْفَلِهِ** (التحفة ٨٥)

باب:۸۵-موزوں پر اوپر نیچے (دونوں طرف) مسح کرنا

٥٥٠- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ رَجَاءِ بْنِ حَيْوَةَ، عَنْ وَرَّادٍ، كَاتِبِ الْمُغِيرَةِ ابْنِ شُعْبَةَ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ مَسَحَ أَعْلَى الْخُفِّ وَأَسْفَلَهُ.

۵۵۰-حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے موزے کے اوپر بھی مسح کیا اور نیچے بھی۔

فائدہ: یہ روایت ضعیف ہے اس لیے اس سے مسئلۃ الباب کا اثبات نہیں ہوتا بلکہ مسئلہ یہی ہے کہ مسح صرف موزوں کے اوپر والے حصے پر ہوگا۔

٥٥١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفّٰى

۵۵۱-حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں

٥٤٩ـ [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب المسح على الخفين، ح: ١٥٥ وغيره * دَلْهَم ضعيف.

٥٥٠ـ [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب كيف المسح، ح: ١٦٥ من حديث الوليد به، والترمذي، ح:٩٧، وفيه علة الانقطاع، وتدليس الوليد بن مسلم.

٥٥١ـ [إسناده ضعيف] * بقية مدلس وعنعن، وشيخه ضعيف أو مجهول، راجع التقريب وغيره، وانظر، ح:٧١٢.

الْحِمْصِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: حَدَّثَنِي مُنْذِرٌ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: مَرَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِرَجُلٍ يَتَوَضَّأُ وَيَغْسِلُ خُفَّيْهِ، فَقَالَ بِيَدِهِ، كَأَنَّهُ دَفَعَهُ: «إِنَّمَا أُمِرْتُ بِالْمَسْحِ». وَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِيَدِهِ هٰكَذَا: مِنْ أَطْرَافِ الأَصَابِعِ إِلٰى أَصْلِ السَّاقِ، وَخَطَّطَ بِالأَصَابِعِ.

نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ایک آدمی کے پاس سے گزرے جو وضو کر رہا تھا اور (پاؤں دھونے کے بجائے پاؤں میں پہنے ہوئے) موزے دھو رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے (اسے متوجہ کرنے کے لیے) ہاتھ سے اسے (ہلکا سا) دھکیلا اور فرمایا: ”مجھے مسح کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔“ اور (اس کی وضاحت کرتے ہوئے) اپنے ہاتھوں کو (پاؤں کی) انگلیوں سے شروع کر کے پنڈلی کے شروع تک لے گئے اور انگلیوں سے (گویا) خط کھینچے۔

(المعجم ٨٦) - بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّوْقِيتِ فِي الْمَسْحِ لِلْمُقِيمِ وَالْمُسَافِرِ (التحفة ٨٦)

باب:٨٦- مقیم اور مسافر کے لیے موزوں پر مسح کی مدت

٥٥٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ قَالَ: سَمِعْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُخَيْمِرَةَ، عَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَانِىءٍ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ، فَقَالَتِ: ائْتِ عَلِيًّا فَسَلْهُ، فَإِنَّهُ أَعْلَمُ بِذٰلِكَ مِنِّي، فَأَتَيْتُ عَلِيًّا فَسَأَلْتُهُ عَنِ الْمَسْحِ فَقَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَأْمُرُنَا أَنْ نَمْسَحَ، لِلْمُقِيمِ يَوْمًا وَلَيْلَةً، وَلِلْمُسَافِرِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ.

٥٥٢- حضرت شریح بن ہانی رحمہ اللہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے موزوں پر مسح کا مسئلہ پوچھا تو انھوں نے فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ کیونکہ انھیں یہ مسئلہ مجھ سے زیادہ معلوم ہے۔ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے مسح کے بارے میں دریافت کیا۔ انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ہمیں مسح کا حکم دیا کرتے تھے۔ مقیم کے لیے ایک دن رات اور مسافر کے لیے تین دن۔

فوائد ومسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ موزوں پر مسح کی مدت مقرر ہے اور یہ مدت مسافر کے لیے مقیم سے زیادہ ہے۔ ② اگر مسافر موزے نہ اتارے تو تین دن رات اور مقیم ایک دن رات تک وضو میں پاؤں دھونے کے بجائے صرف مسح پر اکتفا کر سکتا ہے۔ موزے اتارنے کی صورت میں پاؤں دھونا ضروری ہیں۔ ③ مسح کی ابتدا حدث کے بعد پہلے مسح سے شمار کی جائے گی۔ ④ سائل کو اپنے بڑے عالم کے پاس جانے کو کہنا، علم چھپانے میں شامل نہیں، بلکہ

٥٥٢- أخرجه مسلم، الطهارة، باب التوقيت في المسح على الخفين، ح: ٢٧٦ من حديث الحكم به.

حقیقت کا اظہار اور دوسرے کے علم وفضل کا اعتراف ہے جس سے تواضع کا اظہار ہوتا ہے۔

٥٥٣- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ، عَنْ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ، قَالَ: جَعَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِلْمُسَافِرِ ثَلاَثًا، وَلَوْ مَضَى السَّائِلُ عَلَى مَسْأَلَتِهِ لَجَعَلَهَا خَمْسًا.

۵۵۳- حضرت خزیمہ بن ثابت ؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے مسافر کے لیے تین دن کی مدت مقرر فرمائی ہے۔ لیکن اگر سائل مزید مدت کے لیے اجازت مانگتا تو آپ ﷺ پانچ دن کی بھی اجازت دے دیتے۔

٥٥٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَلَمَةَ ابْنِ كُهَيْلٍ قَالَ: سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيَّ، يُحَدِّثُ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ، عَنْ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «ثَلاَثَةُ أَيَّامٍ» أَحْسِبُهُ قَالَ: «وَلَيَالِيهِنَّ لِلْمُسَافِرِ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ».

۵۵۴- حضرت خزیمہ بن ثابت ؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مسافر کے لیے موزوں پر مسح کی مدت تین دن ہے۔“ غالباً یہ بھی فرمایا: ”اور تین رات۔“

٥٥٥- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالاَ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي خَثْعَمٍ الْيَمَامِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! ﷺ مَا الطُّهُورُ عَلَى

۵۵۵- حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے صحابہ کرام نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! موزے پہن کر وضو کا کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”مسافر کے لیے تین دن رات اور مقیم کے لیے ایک دن رات (مسح کرنا درست ہے۔)“

٥٥٣ـ [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب التوقيت في المسح، ح: ١٥٧ من حديث إبراهيم التيمي به، وصححه الترمذي، ح: ٩٥، وابن معين، وابن حبان.

٥٥٤ـ [إسناده صحيح] انظر الحديث السابق.

٥٥٥ـ [إسناده ضعيف] * عمر بن عبدالله ضعيف كما في التقريب وغيره، والحديث الآتي يغني عنه.

الْخُفَّيْنِ؟ قَالَ: «لِلْمُسَافِرِ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ وَلَيَالِيهِنَّ، وَلِلْمُقِيمِ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ».

فائدہ: مذکورہ روایت سنداً ضعیف ہے لیکن معناً صحیح ہے' یعنی مسئلہ درست ہے جیسا کہ آئندہ آنے والی حدیث میں مذکور ہے' غالبًا اسی وجہ سے شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

٥٥٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، وَبِشْرُ بْنُ هِلَالٍ الصَّوَّافُ قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ قَالَ: حَدَّثَنَا الْمُهَاجِرُ أَبُو مَخْلَدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ رَخَّصَ لِلْمُسَافِرِ، إِذَا تَوَضَّأَ وَلَبِسَ خُفَّيْهِ ثُمَّ أَحْدَثَ وُضُوءًا، أَنْ يَمْسَحَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ، وَلِلْمُقِيمِ، يَوْمًا وَلَيْلَةً.

٥٥٦- حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے مسافر کو اجازت دی کہ جب وہ وضو کر کے موزے پہنے' پھر نیا وضو کرے تو تین دن رات تک مسح کرے' اور مقیم کے لیے ایک دن رات (مسح کرنے کی اجازت دی۔)

(المعجم ٨٧) - **بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمَسْحِ بِغَيْرِ تَوْقِيتٍ** (التحفة ٨٧)

باب: ٨٧- غیر معینہ مدت کے لیے مسح کرنا

٥٥٧- حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى، وَعَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ الْمِصْرِيَّانِ قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ: أَنْبَأَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ رَزِينٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ أَيُّوبَ بْنِ قَطَنٍ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيٍّ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ عِمَارَةَ، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَدْ صَلَّى فِي بَيْتِهِ الْقِبْلَتَيْنِ كِلْتَيْهِمَا، أَنَّهُ قَالَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ: أَمْسَحُ

٥٥٧- حضرت ابی بن عمارہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور یہ وہ صحابی ہیں جن کے گھر میں اللہ کے رسول ﷺ نے دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے (قبلہ تبدیل ہونے کا حکم نازل ہونے سے پہلے اسلام لائے تھے۔) انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: کیا میں موزوں پر مسح کر لیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں۔'' انھوں نے کہا: ایک دن؟ (پھر) کہا: دو دن؟ (پھر) کہا: تین دن؟ حتی کہ سات دن تک جا پہنچے۔ نبی

٥٥٦ـ [إسناده حسن] أخرجه أبويعلى (كما في تهذيب الكمال: ٢٨/ ٥٨٢ ترجمة مهاجر) عن محمد بن بشار بندار به، وزاد: "وكان أبوبكرة لا يمسح على الخفين" * المهاجر حسن الحديث على الراجح، وباقي السند صحيح.

٥٥٧ـ [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب التوقيت في المسح، ح: ١٥٨ من حديث يحيى بن أيوب به، وقال ابن معين أحد رواته: "إسناده مظلم"، وقال النووي: "هو حديث ضعيف باتفاق أهل الحديث".

عَلَى الْخُفَّيْنِ؟ قَالَ: «نَعَمْ». قَالَ: يَوْمًا؟ قَالَ: «وَيَوْمَيْنِ» قَالَ: وَثَلَاثًا؟ حَتَّى بَلَغَ سَبْعًا. قَالَ لَهُ: «وَمَا بَدَا لَكَ».

ﷺ نے اس سے کہا: "جب تک تمھارا جی چاہے۔"

فائدہ: یہ روایت تو سنداً ضعیف ہے، تاہم اگلے ایک اثر صحابہ میں بہ وقت ضرورت تین دن سے زیادہ مسح کرنے کا جواز ملتا ہے۔

٥٥٨- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ السُّلَمِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ: حَدَّثَنَا حَيْوَةُ ابْنُ شُرَيْحٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْبَلَوِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبَاحٍ اللَّخْمِيِّ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ، أَنَّهُ قَدِمَ عَلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ مِنْ مِصْرَ، فَقَالَ: مُنْذُ كَمْ لَمْ تَنْزِعْ خُفَّيْكَ؟ قَالَ: مِنَ الْجُمُعَةِ إِلَى الْجُمُعَةِ، قَالَ: أَصَبْتَ السُّنَّةَ.

٥٥٨- حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ مصر سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس (مدینہ منورہ) آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تم نے کتنی مدت سے موزے نہیں اتارے؟ انھوں نے کہا: جمعہ سے جمعہ تک (ہفتہ بھر۔) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے سنت کے مطابق عمل کیا۔

فوائد ومسائل: ① یہ اثر صحیح ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی اس کی توثیق کی ہے اور اپنے ایک سفر کا بھی ذکر کیا ہے جس میں ان کو بھی اس مسئلے پر بہ امر مجبوری عمل کرنا پڑا تھا، تاہم یہ اثر سابقہ باب کی احادیث سے بظاہر متعارض نظر آتا ہے لیکن اہل علم نے ان کے درمیان اس طرح تطبیق دی ہے کہ جن احادیث میں موزوں پر مسح کی مدت مقرر کی گئی ہے ان پر عمل اس وقت ہوگا جب مسافر کے لیے تین دن رات کے بعد موزوں کو اتارنے میں مشقت وتکلیف نہ ہو، البتہ سفر طویل ہو اور قافلے کے چھوٹ جانے کا خطرہ ہو یا موزوں کو اتارنا مشقت وکلفت کا باعث ہو تو پھر موزوں پر مسح کرنا غیر معینہ مدت کے لیے ہوگا جیسا کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے [أَصَبْتَ السُّنَّةَ] "تم نے سنت نبوی کو پالیا۔" کہہ کر ان کی تحسین فرمائی۔ واللہ اعلم۔ ② حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ دمشق سے مدینہ منورہ فتح دمشق کی خوشخبری لے کر آئے تھے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (سلسلة الأحاديث الصحيحة: ٢٣٩/٦، حديث: ٢٦٢٢)

ملحوظہ: سنن ابوداود کے فوائد میں حضرت ابی بن عمارہ کی حدیث کے تحت اس کے ضعف کی توصراحت ہے لیکن

٥٥٨_[إسناده حسن] أخرجه المزي في تهذيب الكمال: (٧/ ١٠٧ ترجمة البلوي) من حديث أبي عاصم به.

حضرت عقبہ بن عامر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ اس میں بیان نہیں ہوسکا' جس کی رو سے بہ وقت ضرورت تین دن سے زیادہ مسح کرنے کا جواز ہے۔

(المعجم ٨٨) - بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ وَالنَّعْلَيْنِ (التحفة ٨٨)

باب:٨٨- جرابوں اور جوتوں پر مسح کرنا

٥٥٩- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي قَيْسٍ الأَوْدِيِّ، عَنِ الْهُزَيْلِ بْنِ شُرَحْبِيلَ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ وَالنَّعْلَيْنِ.

٥٥٩- حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا اور جرابوں اور جوتوں پر مسح کیا۔

فوائد ومسائل: ① امام ابوداود رحمہ اللہ اور بعض دیگر علماء نے اس حدیث کو معلول قرار دیا ہے لیکن امام ترمذی رحمہ اللہ اور بعض دیگر علماء نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ تنقید کرنے والے علماء نے فرمایا ہے کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے موزوں پر مسح کرنے کی روایت صحیح ہے۔ مصر کے مشہور عالم الشیخ احمد محمد شاکر نے فرمایا ہے کہ یہ تنقید درست نہیں کیونکہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے ان کے شاگردوں نے ان کی مختلف احادیث روایت کی ہیں۔ کسی نے موزوں پر مسح کی حدیث روایت کی' کسی نے عمامہ پر مسح کی اور کسی نے جرابوں پر مسح کی۔ یہ سب احادیث صحیح ہیں۔ انھیں ایک دوسرے کے خلاف قرار دے کر بعض کو راوی کی غلطی قرار دینا درست نہیں۔ (جامع الترمذي' الطهارة' باب ماجاء في المسح على الجوربين والنعلين' حديث:٩٩' حاشيه از احمد محمد شاكر) ② امام ابوداود رحمہ اللہ کہتے ہیں: حضرات علی بن ابوطالب' عبداللہ بن مسعود' براء بن عازب' انس بن مالک' ابوامامہ' سہل بن سعد' عمرو بن حریث رضی اللہ عنہم جرابوں پر مسح کرتے تھے۔ حضرت عمر بن خطاب اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ (سنن ابو داود' الطهارة' باب المسح على الجوربين' حديث:١٥٩) ③ امام دولابی نے ''الکنیٰ والاسماء'' (٨٨/١) میں سند کے ساتھ حضرت ازرق بن قیس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انھیں وضو کی ضرورت پیش آئی تو انھوں نے چہرہ اور بازو دھوئے اور اُون کی جرابوں پر مسح کیا۔ میں نے کہا: کیا آپ ان پر مسح کرتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا: یہ بھی موزے ہیں لیکن اون کے بنے ہوئے ہیں۔ حضرت انس بن

٥٥٩- **[إسناده ضعيف]** أخرجه أبوداود، الطهارة، باب المسح على الجوربين، ح:١٥٩ من حديث وكيع به، وصححه الترمذي، ح:٩٩، قلت: سفيان الثوري، تقدم حاله في التدليس، ح:١٦٢، ولم أجد تصريح سماعه، وللحديث شواهد كثيرة، ولكنها ضعيفة، وإجماع الصحابة يغني عنه.

مالک رضی اللہ عنہ نے واضح کیا ہے کہ جرابوں پر ''خف'' (موزے) کے لفظ کا اطلاق ہوتا ہے' یعنی ان کے فرمان کے مطابق عربی زبان میں ''خف'' سے مراد وہ لباس ہوتا ہے جس سے پاؤں چھپ جائیں' خواہ وہ چمڑے کے موزے ہوں یا اونی یا سوتی جرابیں۔ (مزید تفصیل کے لیے جامع ترمذی کے مذکورہ بالا باب پر علامہ احمد محمد شاکر کا حاشیہ ملاحظہ کیجیے) ④ اہل عرب کے جوتے کھلے ہوتے تھے۔ جوتے کے تلے پر صرف چمڑے کے ایک دو باریک ٹکڑے ہوتے تھے' لہٰذا جرابوں پر مسح کرنے کے لیے جوتے اتارنے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ ہوائی چپل وغیرہ کی صورت میں اس حدیث پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ ⑤ روایت کا مطلب جرابوں اور جوتوں پر الگ الگ مسح کرنا بھی ہے' یعنی آپ ﷺ نے صرف جرابوں پر مسح کیا اور بعض دفعہ صرف بند جوتوں پر مسح کیا۔

٥٦٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى: حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ مَنْصُورٍ وَ بِشْرُ بْنُ آدَمَ، قَالاَ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ عِيسَى ابْنِ سِنَانٍ، عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَرْزَبٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى الأَشْعَرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ وَالنَّعْلَيْنِ.

٥٦٠- حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا اور جرابوں اور جوتوں پر مسح کیا۔

قَالَ الْمُعَلَّى فِي حَدِيثِهِ: لاَ أَعْلَمُهُ إِلَّا قَالَ: وَالنَّعْلَيْنِ.

(عیسیٰ بن یونس کے شاگرد) معلیٰ بن منصور نے اپنی حدیث میں کہا کہ میرے علم میں تو یہ ہے کہ انہوں نے صرف ''و النعلین'' ہی کہا۔

(المعجم ٨٩) - **بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْعِمَامَةِ** (التحفة ٨٩)

باب:٨٩- پگڑی پر مسح کرنے کا بیان

٥٦١- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنِ

٥٦١- حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے موزوں پر اور سر کے کپڑے پر مسح کیا۔

٥٦٠- [إسناده ضعيف] أخرجه البيهقي: ١/ ٢٨٤، ٢٨٥ من حديث المعلى به، وقال: "الضحاك بن عبدالرحمٰن لم يثبت سماعه من أبي موسى، وعيسى بن سنان ضعيف"، والسند ضعفه أبوداود وغيره، وقال البوصيري: "سنده ضعيف"، وله شواهد كثيرة ضعيفة، منها الحديث السابق.

٥٦١- أخرجه مسلم، الطهارة، باب المسح على الناصية والعمامة، ح: ٢٧٥ من حديث عيسى بن يونس وغيره به.

الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، عَنْ بِلَالٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَالْخِمَارِ.

فوائد و مسائل: ① سر کا مسح سر پر بھی کیا جا سکتا ہے، پگڑی یا دوپٹے پر بھی، اور سر پر شروع کر کے پگڑی پر مکمل کرنا بھی درست ہے۔ صرف چوتھائی سر کے مسح کا کوئی واضح ثبوت نہیں۔ ② اس حدیث میں خمار سے مراد پگڑی یا سر پر بندھا رہنے والا کپڑا، سر بندھن وغیرہ ہے۔ ③ پگڑی کا مسح صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے مروی ہے، چنانچہ امام ترمذی رحمہ اللہ لکھتے ہیں یہ قول صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کا ہے ان میں حضرت ابوبکر، عمر اور انس رضی اللہ عنہم شامل ہیں اور حضرت ابوامامہ، سعد بن مالک اور ابودرداء رضی اللہ عنہم سے اس کے متعلق روایت منقول ہے۔ ④ اکثر حضرات کے نزدیک مسح عمامہ کے لیے طہارت (وضو کر کے پگڑی باندھنا) شرط نہیں۔

٥٦٢- حَدَّثَنَا دُحَيْمٌ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا الأَوْزَاعِيُّ؛ [ح: وَحَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُصْعَبٍ: حَدَّثَنَا الأَوْزَاعِيُّ]: حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ أَبِي كَثِيرٍ: حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ، عَنْ جَعْفَرِ ابْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَالْعِمَامَةِ.

٥٦٢- حضرت جعفر بن عمرو اپنے والد (حضرت عمرو بن حریث مخزومی رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو موزوں اور پگڑی پر مسح کرتے دیکھا ہے۔

٥٦٣- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي الْفُرَاتِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِي مُسْلِمٍ، مَوْلَى زَيْدِ بْنِ صُوحَانَ قَالَ: كُنْتُ مَعَ سَلْمَانَ، فَرَأَى رَجُلاً يَنْزِعُ خُفَّيْهِ لِلْوُضُوءِ، فَقَالَ لَهُ سَلْمَانُ: امْسَحْ عَلَى خُفَّيْكَ وَعَلَى خِمَارِكَ

٥٦٣- حضرت زید بن صوحان کے آزاد کردہ غلام حضرت ابومسلم رحمہ اللہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ انھوں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ وضو کرنے کے لیے موزے اتار رہا ہے۔ سلمان رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: موزوں پر، عمامے اور سر کے اگلے حصے پر مسح کر لو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو موزوں پر اور سر کے کپڑے پر مسح کرتے دیکھا ہے۔

٥٦٢ـ أخرجه البخاري، الوضوء، باب المسح على الخفين، ح: ٢٠٥ من حديث الأوزاعي به.
٥٦٣ـ [إسناده ضعيف] أخرجه الطيالسي في مسنده، ح: ٦٥٦ عن داود به.

وَبِنَاصِيَتِكَ، فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَالْخِمَارِ.

٥٦٤- حَدَّثَنَا أَبُو طَاهِرٍ، أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ أَبِي مَعْقِلٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ تَوَضَّأَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ قِطْرِيَّةٌ. فَأَدْخَلَ يَدَهُ مِنْ تَحْتِ الْعِمَامَةِ، فَمَسَحَ مُقَدَّمَ رَأْسِهِ، وَلَمْ يَنْقُضِ الْعِمَامَةَ.

۵۶۴- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا اور آپ نے قطر کا بنا ہوا عمامہ پہنا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے عمامہ کے نیچے ہاتھ ڈال کر سر کے اگلے حصے کا مسح کیا اور عمامہ مبارک کو کھولا نہیں۔

أبواب التيمم...... تیمّم کے احکام ومسائل

(المعجم ٩٠) - بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّيَمُّمِ (التحفة ٩٠)

باب:۹۰- تیمّم کی مشروعیت کا بیان

٥٦٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ أَنَّهُ قَالَ: سَقَطَ عِقْدُ عَائِشَةَ، فَتَخَلَّفَتْ لِالْتِمَاسِهِ، فَانْطَلَقَ أَبُوبَكْرٍ إِلَى عَائِشَةَ فَتَغَيَّظَ عَلَيْهَا فِي حَبْسِهَا النَّاسَ، فَأَنْزَلَ

۵۶۵- حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گر پڑا۔ وہ اس کی تلاش میں پیچھے رہ گئیں (اس وجہ سے قافلہ بھی رک گیا۔) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور لوگوں کے رکنے کا باعث بن جانے پر ان پر ناراضی کا اظہار فرمایا۔ (چونکہ اس مقام پر وضو کے لیے

٥٦٤ـ [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب المسح على العمامة، ح:١٤٧ من حديث ابن وهب به * أبومعقل لا يعرف كما في ميزان الاعتدال وغيره.

٥٦٥ـ [صحيح] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب التيمم، ح:٣١٨ من حديث الزهري به، إسناده منقطع ولكن له طرق صحيحة، انظر سنن أبي داود، ح:٣٢٠ وغيره.

اللهُ، عَزَّ وَجَلَّ، الرُّخْصَةَ فِي التَّيَمُّمِ، قَالَ فَمَسَحْنَا يَوْمَئِذٍ إِلَى الْمَنَاكِبِ، قَالَ فَانْطَلَقَ أَبُوبَكْرٍ إِلَى عَائِشَةَ فَقَالَ: مَا عَلِمْتُ إِنَّكِ لَمُبَارَكَةٌ.

پانی موجود نہیں تھا) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تیمّم کی اجازت نازل فرما دی۔ (صحابی فرماتے ہیں:) اس دن ہم نے کندھوں تک مسح کیا۔ (اس کے بعد) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور کہا: مجھے معلوم نہ تھا کہ تم اس قدر باعث برکت ہو۔

فوائد و مسائل: ① خاوند کو مناسب حد تک بیوی کی دل جوئی کرنی چاہیے اگرچہ اس میں کچھ مشقت بھی ہو۔ ② والدین اپنی اولاد کی غلطی پر زبانی تنبیہ اور جسمانی تادیب سے کام لے سکتے ہیں۔ ③ اس سے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا شرف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی ایک وقتی تکلیف کی وجہ سے تمام مسلمانوں کو تیمم جیسی سہولت کی نعمت حاصل ہوگئی۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے اسی موقع پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس فضیلت کا اظہار فرمایا تھا۔ (دیکھیے: حدیث: ٥٦٨) ④ تیمّم میں کندھوں تک ہاتھ پھیرنے کا حکم منسوخ ہے۔ صرف چہرے اور ہتھیلیوں کا مسح کافی ہے جیسا کہ دوسری روایات میں صراحت ہے۔

٥٦٦- **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ الْعَدَنِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرٍو، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِاللهِ بْنِ عَبْدِاللهِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَمَّارٍ [بْنِ يَاسِرٍ] قَالَ: تَيَمَّمْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِلَى الْمَنَاكِبِ.

٥٦٦- حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کندھوں تک تیمّم کیا۔

٥٦٧- **حَدَّثَنَا** يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدِ بْنِ كَاسِبٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ، ح: وَحَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَرَوِيُّ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، جميعًا عَنِ الْعَلَاءِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «جُعِلَتْ لِيَ الأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا».

٥٦٧- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میرے لیے زمین مسجد اور پاکیزگی حاصل کرنے کا ذریعہ بنا دی گئی ہے۔“

٥٦٦- [صحيح] أخرجه النسائي: ١/١٦٨، الطهارة، باب التيمم في السفر، ح: ٣١٥ من حديث صالح عن الزهري به.

٥٦٧- أخرجه مسلم، المساجد، باب المساجد ومواضع الصلاة، ح: ٥٢٣ من حديث إسماعيل بن جعفر به مطولاً.

فوائد ومسائل: ① زمین کے مسجد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نماز کے لیے مسجد ضروری نہیں مسجد سے باہر بھی نماز ادا کی جاسکتی ہے، سوائے ممنوعہ مقامات یا ناپاک جگہ کے، مثلاً: عین راستے پر، قبرستان میں، اور بعض دیگر مقامات جن کی تفصیل حدیث: ۷۴۵، ۷۴۶ اور ۷۴۷ میں مذکور ہے۔ لیکن فرض نماز میں کسی عذر کے بغیر جماعت سے پیچھے رہنا جائز نہیں۔ ② زمین پاکیزگی حاصل کرنے کا ذریعہ بنادی گئی ہے، کا مطلب یہ ہے کہ عذر کے موقع پر وضو اور غسل کے بجائے تیمّم سے طہارت حاصل ہو جاتی ہے۔

٥٦٨- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا اسْتَعَارَتْ مِنْ أَسْمَاءَ قِلَادَةً، فَهَلَكَتْ، فَأَرْسَلَ النَّبِيُّ ﷺ أُنَاسًا فِي طَلَبِهَا، فَأَدْرَكَتْهُمُ الصَّلَاةُ، فَصَلَّوْا بِغَيْرِ وُضُوءٍ، فَلَمَّا أَتَوُا النَّبِيَّ ﷺ شَكَوْا ذٰلِكَ إِلَيْهِ، فَنَزَلَتْ آيَةُ التَّيَمُّمِ، فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ: جَزَاكِ اللهُ خَيْرًا، فَوَاللهِ مَا نَزَلَ بِكِ أَمْرٌ قَطُّ إِلَّا جَعَلَ اللهُ لَكِ مِنْهُ مَخْرَجًا، وَجَعَلَ لِلْمُسْلِمِينَ فِيهِ بَرَكَةً.

٥٦٨- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت اسماء ؓ سے ایک ہار عاریتاً لیا، (سفر کے دوران میں ایک مقام پر) وہ ہار گم ہو گیا۔ نبی ﷺ نے چند افراد اس کو تلاش کرنے کے لیے بھیجے۔ (اس دوران میں) نماز کا وقت ہو گیا تو ان افراد نے وضو کیے بغیر نماز پڑھ لی (کیونکہ ان کے پاس پانی نہیں تھا) جب وہ (ہار تلاش کر کے) نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے اس چیز کی شکایت کی۔ تب تیمّم کی آیت نازل ہو گئی۔ حضرت اسید بن حضیر ؓ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے! آپ پر جب بھی کوئی مشکل آئی، اللہ تعالیٰ نے آپ کو تو اس (مشکل) سے نجات دے دی اور اس میں مسلمانوں کے لیے کوئی برکت عنایت فرما دی۔

(المعجم ٩١) - بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّيَمُّمِ ضَرْبَةً وَّاحِدَةً (التحفة ٩١)

باب: ٩١- تیمّم کے لیے (زمین پر) ایک بار ہاتھ مارنا

٥٦٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا

٥٦٩- حضرت عبدالرحمٰن بن ابزیٰ ؓ سے روایت

٥٦٨- أخرجه البخاري، فضائل الصحابة، باب فضل عائشة رضي الله عنها، ح: ٣٧٧٣، ٥١٦٤، ومسلم، الحيض، باب التيمم، ح: ٣٦٧ من حديث أبي أسامة وغيره به.

٥٦٩- أخرجه البخاري، التيمم، باب التيمم للوجه والكفين، ح: ٣٤٣ عن ابن بشار مختصرًا، ح: ٣٣٨ وغيره، ومسلم، الحيض، باب التيمم، ح: ٣٦٨ من حديث شعبة به.

مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ ذَرٍّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ أَبْزٰى، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَجُلاً أَتٰى عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، فَقَالَ: إِنِّي أَجْنَبْتُ فَلَمْ أَجِدِ الْمَاءَ، فَقَالَ عُمَرُ: لاَ تُصَلِّ، فَقَالَ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ: أَمَا تَذْكُرُ، يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! إِذْ أَنَا وَأَنْتَ فِي سَرِيَّةٍ، فَأَجْنَبْنَا فَلَمْ نَجِدِ الْمَاءَ، فَأَمَّا أَنْتَ فَلَمْ تُصَلِّ، وَأَمَّا أَنَا فَتَمَعَّكْتُ فِي التُّرَابِ فَصَلَّيْتُ فَلَمَّا أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ [لَهُ،] فَقَالَ: «إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ» وَضَرَبَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدَيْهِ إِلَى الأَرْضِ، ثُمَّ نَفَخَ فِيهِمَا، وَمَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ.

ہے کہ ایک آدمی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: اگر مجھے جنابت کی حالت پیش آجائے اور پانی نہ ملے (تو کیا کروں؟) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نماز نہ پڑھ (جب پانی ملے گا تو غسل کر کے قضا نماز پڑھنا۔) حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نے کہا: امیر المومنین! کیا آپ کو یاد نہیں جب میں اور آپ دونوں ایک لشکر میں تھے۔ ہمیں غسل کی حاجت پیش آئی اور پانی نہ ملا (اس وقت بھی) آپ نے تو نماز نہیں پڑھی تھی، میں نے زمین پر لوٹ پوٹ ہو کر نماز پڑھ لی تھی۔ پھر جب میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو یہ واقعہ عرض کیا، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تجھے تو اتنا ہی کافی تھا۔'' اور (یہ کہہ کر) نبی ﷺ نے دونوں ہاتھ زمین پر مارے، پھر ان میں پھونک ماری اور چہرے اور دونوں ہتھیلیوں پر مسح کیا۔

فوائد و مسائل: ① اس سے تیمم کا طریقہ معلوم ہوا کہ پاک زمین پر ہاتھ مار کر ان پر پھونک ماری جائے، پھر وہ ہاتھ چہرے پر پھیر لیے جائیں اور پھر دونوں ہاتھوں کو ایک دوسرے پر پھیر لیا جائے تو تیمم مکمل ہو جاتا ہے۔ بازوؤں اور پاؤں پر ہاتھ پھیرنے کی ضرورت نہیں، نہ سر اور کانوں کا مسح کیا جائے گا۔ ② یہ تیمم جس طرح وضو کا قائم مقام ہوتا ہے اسی طرح غسل کا بھی قائم مقام ہو جاتا ہے۔ غسل کی حاجت ہونے کی صورت میں پورے جسم پر مٹی پہنچانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ③ جب کسی مسئلہ میں کوئی نص موجود نہ ہو تو اجتہاد کرنا جائز ہے۔ ④ دو مجتہدین کے اجتہاد میں باہم اختلاف پایا جائے تو ہر مجتہد اپنے اپنے اجتہاد پر عمل کر سکتا ہے۔ ⑤ مجتہد سے اجتہاد میں غلطی ہو سکتی ہے لیکن وہ اس غلطی کی وجہ سے گناہ گار نہیں ہوگا۔ ⑥ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو وہ نماز دوبارہ پڑھنے کا حکم نہیں دیا جو انھوں نے تیمم کے بجائے زمین پر لوٹ پوٹ ہو کر ادا کی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اجتہادی غلطی کی بنا پر کیا جانے والا عمل بعد میں صحیح مسئلہ معلوم ہونے پر دوبارہ ادا کرنا ضروری نہیں، البتہ آئندہ کے لیے صحیح مسئلہ پر عمل کرنا ضروری ہے۔ ⑦ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ پیش آنے والا یہ واقعہ یاد نہیں رہا، اس لیے سائل کو نماز نہ پڑھنے کا حکم دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بڑے سے بڑا فقیہ غلط فہمی کا شکار ہو کر کسی مسئلہ میں غلط موقف اختیار کر سکتا ہے کیونکہ وہ معصوم نہیں، لہٰذا اختلافی مسائل میں زیادہ قوی موقف کو ترجیح دینا چاہیے، خواہ اس کا قائل کوئی بھی عالم ہو۔ کسی خاص عالم ہی کے

قول کو اختیار کرنے پر اصرار نہیں کرنا چاہیے۔⑧ تیمّم میں زمین پر ہاتھ مار کر ان میں پھونک مارنے کا مقصد یہ ہے کہ زائد غبار اتر جائے کیونکہ مقصد صرف حکم کی تعمیل ہے‘ جسم کو غبار آلود کرنا نہیں۔

٥٧٠- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلٰى، عَنِ الْحَكَمِ، وَسَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ أَنَّهُمَا سَأَلَا عَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي أَوْفٰى عَنِ التَّيَمُّمِ، فَقَالَ: أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ عَمَّارًا أَنْ يَفْعَلَ هٰكَذَا، وَضَرَبَ بِيَدَيْهِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ نَفَضَهُمَا، وَمَسَحَ عَلٰى وَجْهِهِ.

قَالَ الْحَكَمُ: وَيَدَيْهِ، وَقَالَ سَلَمَةُ: وَمِرْفَقَيْهِ.

٥٧٠- حضرت حکم اور حضرت سلمہ بن کہیل سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت عبداللہ بن ابواوفی رضی اللہ عنہ سے تیمّم کا مسئلہ دریافت کیا‘ تو انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو اس طرح کرنے کا حکم دیا تھا۔ یہ کہہ کر انھوں نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے‘ پھر انھیں جھاڑا اور انھیں اپنے چہرے پر پھیر لیا۔

حکم نے کہا: اور اپنے ہاتھوں پر پھیر لیا۔ اور سلمہ بن کہیل نے کہا: اور اپنی کہنیوں پر پھیر لیا۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ ایک راوی (حکم) نے کہا: چہرے پر ہاتھ پھیرنے کے بعد اپنے دونوں ہاتھوں کو مل لیا (اور یہی بات صحیح ہے) اور دوسرے راوی (سلمہ) نے کہا کہ پھر اپنے ہاتھوں کو کہنیوں پر پھیر لیا۔ یہ بات ثقہ راویوں کی روایت کے خلاف ہے۔ غالباً اسی وجہ سے دوسرے راوی کے الفاظ: ”اپنی کہنیوں پر پھیر لیا“ کو بعض محققین نے منکر قرار دیا ہے اور باقی روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

(المعجم ٩٢) - بَابٌ: فِي التَّيَمُّمِ ضَرْبَتَيْنِ (التحفة ٩٢)

باب: ٩٢- تیمّم کے لیے زمین پر دو مرتبہ ہاتھ مارنا

٥٧١- حَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ [الْمِصْرِيُّ]: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ وَهْبٍ: أَنْبَأَنَا يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عَمَّارِ ابْنِ يَاسِرٍ حِينَ تَيَمَّمُوا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ،

٥٧١- حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے جب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تیمّم کیا تو آپ ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا تو انھوں نے مٹی پر ہاتھ مارے اور ہاتھ میں مٹی نہیں پکڑی‘ پھر ایک بار چہرے پر ہاتھ پھیر لیے۔ پھر دوبارہ زمین پر ہاتھ مارے اور ہاتھوں

٥٧٠- [إسناده ضعيف] انظر، ح: ٨٥٤ لعلته.
٥٧١- [صحيح] تقدم، ح: ٥٦٥.

فَأَمَرَ الْمُسْلِمِينَ فَضَرَبُوا بِأَكُفِّهِمُ التُّرَابَ وَلَمْ يَقْبِضُوا مِنَ التُّرَابِ شَيْئًا فَمَسَحُوا بِوُجُوهِهِمْ مَسْحَةً وَاحِدَةً، ثُمَّ عَادُوا فَضَرَبُوا بِأَكُفِّهِمُ الصَّعِيدَ مَرَّةً أُخْرٰى فَمَسَحُوا بِأَيْدِيهِمْ.

پر مسح کیا۔

توضیح: حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے زیادہ روایات ایک دفعہ ہاتھ زمین پر مارنے کی ہیں۔ خود حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا فتویٰ بھی ایک بار ہاتھ مار کر تیمم کرنے کا ہے جیسا کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے جامع ترمذی میں بیان کیا ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں: حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور وہ کئی اسناد سے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اور یہی قول متعدد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا ہے' جن میں حضرت علی' حضرت عمار اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں۔ اور متعدد تابعین کا بھی یہی قول ہے جن میں حضرت شعبی' عطاء اور مکحول رحمہم اللہ بھی شامل ہیں' ان سب نے فرمایا: تیمم میں چہرے اور ہاتھوں کے لیے ایک ہی ضرب ہے۔ امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ اس کے بعد امام ترمذی نے دو ضربوں کے قائلین کے نام لیے ہیں' جن میں صحابہ بھی ہیں اور تابعین بھی اور ائمۂ فقہ بھی، اس لیے دونوں طریقوں پر عمل کیا جا سکتا ہے لیکن ایک دفعہ ہاتھ مارنے والی روایت پر عمل کرنا بہتر ہے۔ واللہ اعلم. (دیکھیے: جامع الترمذي' الطهارة' باب ماجاء في التيمم' حديث:١٤٤) امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: دو مرتبہ ہاتھ زمین پر مارنے والی تمام روایات میں مقال (گفتگو) ہے (ضعف ہے) اگر یہ روایات صحیح ہوتیں تو ان پر عمل کرنا متعین ہوتا کیونکہ اس میں ایک بات زیادہ ہے جسے قبول کرنا ضروری ہوتا، اس لیے حق بات یہ ہے کہ صحیحین کی اس روایتِ عمار ہی کو کافی سمجھا جائے جس میں ایک مرتبہ ہاتھ زمین پر مارنے کا ذکر ہے' جب تک کہ دو مرتبہ والی روایت صحیح ثابت نہ ہو جائے۔ (نيل الأوطار:١/٢٦٤)

(المعجم ٩٣) - بَابٌ: فِي الْمَجْرُوحِ تُصِيبُهُ الْجَنَابَةُ فَيَخَافُ عَلٰى نَفْسِهِ إِنِ اغْتَسَلَ (التحفة ٩٣)

باب:۹۳- زخمی کو اگر غسل کرنے کی ضرورت میں (موت یا شدتِ مرض کا) خطرہ محسوس ہو تو (تیمم کر لے)

٥٧٢- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ حَبِيبِ بْنِ أَبِي الْعِشْرِينَ:

۵۷۲- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک آدمی کا سر

٥٧٢ـ [صحيح] رواه أبوداود، ح:٣٠٣٧ من حديث الأوزاعي أنه بلغه عن عطاء به، وصرح الأوزاعي بالسماع من عطاء عند الحاكم:١/ ١٧٨، فحديث ابن عباس صحيح، وللحديث طرق أخرٰى، وحديث عطاء: لو غسل جسده . . . الخ، ضعيف لإرساله.

حَدَّثَنَا الأَوْزَاعِيُّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يُخْبِرُ أَنَّ رَجُلاً أَصَابَهُ جُرْحٌ فِي رَأْسِهِ، عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، ثُمَّ أَصَابَهُ احْتِلاَمٌ، فَأُمِرَ بِالاِغْتِسَالِ، فَاغْتَسَلَ، فَكُزَّ، فَمَاتَ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: «قَتَلوهُ قَتَلَهُمُ اللهُ، أَوَ لَمْ يَكُنْ شِفَاءَ الْعِيِّ السُّؤَالُ».

زخمی ہو گیا۔ اس کے بعد (ایک دن) اسے احتلام ہو گیا۔ (اس نے صحابۂ کرام ؓ سے مسئلہ پوچھا) تو اسے نہانے کا حکم دیا گیا۔ اس نے غسل کیا تو (سردی کی شدت کی وجہ سے) بیمار ہو گیا اور (اسی بیماری سے) فوت ہو گیا۔ نبی ﷺ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو فرمایا: ”انھوں نے اسے قتل کر دیا' اللہ انھیں ہلاک کرے۔ کیا پوچھ لینا لاعلمی کا علاج نہیں؟“

قَالَ عَطَاءٌ: وَبَلَغَنَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَوْ غَسَلَ جَسَدَهُ وَتَرَكَ رَأْسَهُ، حَيْثُ أَصَابَهُ الْجِرَاحُ».

حضرت عطاء ؒ نے فرمایا: ہمیں روایت پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ”کاش وہ باقی جسم دھو لیتا اور سر کو رہنے دیتا جہاں اسے زخم تھا۔“

فوائد ومسائل: ① اگر پانی بہت ٹھنڈا ہو اور گرم کرنے کا انتظام نہ ہو اور ٹھنڈے پانی سے نہانے سے ہلاکت یا بیماری کا خوف ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ عذر ختم ہونے پر غسل کرنا فرض ہوگا۔ ② حدیث میں [كُزَّ] کا لفظ ہے' یعنی اسے کزاز کی بیماری لاحق ہو گئی۔ یہ بیماری سردی کی شدت کی وجہ سے لاحق ہوتی ہے۔ ③ زخم کا ذکر کرنے سے اشارہ ملتا ہے کہ اس کی بیماری کا ایک سبب وہ زخم بھی تھا۔ گویا اس کی وفات کی وجہ شدت کی سردی بھی تھی' لیکن اس کے ساتھ ساتھ زخم پر ٹھنڈا پانی پڑنے کی وجہ سے اس کی بیماری نے اس قدر شدت اختیار کر لی کہ وہ فوت ہو گیا۔ ④ فتوی دینے میں بہت احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے' لہٰذا سائل کے حالات کو مدنظر رکھ کر مسئلہ بتانا چاہیے۔ ⑤ اگر مسئلے میں کسی قسم کا اشکال ہو تو فتوی دینے سے پرہیز کرنا چاہیے اور اپنے سے بڑے عالم کی طرف رجوع کرنے کا مشورہ دینا چاہیے۔ ⑥ غلطی پر تنبیہ کے لیے سخت الفاظ سے بھی زجر و توبیخ جائز ہے بشرطیکہ اس سے نامناسب ردعمل کا خطرہ نہ ہو۔ ⑦ رسول اللہ ﷺ کے یہ الفاظ بظاہر بددعا ہیں ”اللہ انھیں تباہ کرے۔“ لیکن آپ ﷺ کا مقصد بددعا کرنا نہیں بلکہ ناراضی کا اظہار تھا۔ نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی جو قبول ہوئی کہ اگر کسی مسلمان کے حق میں بددعا کے الفاظ زبان سے نکلیں تو وہ اس کے لیے رحمت اور مغفرت کا باعث بن جائیں۔ (صحیح مسلم' البر والصلة' باب من لعنه النبي ﷺ وسبه...... الخ' حدیث: ٢٦٠٠) ⑧ اسلامی شریعت کی بنیاد چونکہ آسانی اور سہولت پر ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے عذر میں مبتلا لوگوں کے لیے عبادات کے ادا کرنے میں حسب عذر تخفیف کر دی ہے تاکہ وہ کسی حرج اور مشقت کے بغیر اپنی عبادات ادا کر سکیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ﴾ (الحج: ٧٨/٢٢) ”اور (اللہ تعالیٰ نے) تم پر دین (کی کسی بات) میں تنگی نہیں کی۔“ اور فرمایا:

﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ (البقرة:۱۸۵/۲) ''اللہ تمھارے حق میں آسانی چاہتا ہے' سختی نہیں چاہتا۔'' اور فرمایا: ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ (التغابن:۱۶/۶۴) ''سو جہاں تک ہو سکے' تم اللہ سے ڈرو۔'' اور نبی ﷺ نے فرمایا ہے: [إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ] (صحيح البخاري' الاعتصام بالكتاب والسنة' باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ' حديث:۷۲۸۸' وصحيح مسلم' الحج' باب فرض الحج مرة في العمر' حديث:۱۳۳۷) ''جب میں تمھیں کوئی حکم دوں تو مقدور بھر اطاعت بجا لاؤ۔'' اسی طرح آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''دین آسان ہے۔'' (صحيح البخاري' الإيمان' باب الدين يسر' حديث:۳۹)

مریض کو جب پانی کے ساتھ طہارت حاصل کرنے کی استطاعت نہ ہو' یعنی حدث اصغر ''وضو نہ ہونے'' کی صورت میں وضو اور حدث اکبر ''ناپاکی'' کی صورت میں غسل کرنے سے عاجز ہو یا اس سے مرض میں اضافے کا خوف ہو یا بیماری کے درست ہونے میں تاخیر کا اندیشہ ہو تو وہ تیمّم کرلے' یعنی دونوں ہاتھوں کو پاک مٹی پر ایک بار مارے اور اپنی انگلیوں کے اندر کے حصے کو اپنے چہرے پر پھیرے اور ہتھیلیوں کو دونوں ہاتھوں پر پھیرے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ﴾ (المائدة:۶/۵) ''اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی بیت الخلاء سے ہو کر آیا ہو یا تم عورتوں سے ہم بستر ہوئے ہو پھر تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی لو اور اس سے منہ اور ہاتھوں کا مسح (کر کے تیمّم) کرلو۔'' جو شخص پانی کے استعمال سے عاجز ہو اس کا حکم وہی ہے' جو اس شخص کا ہے جس کے پاس پانی ہی نہ ہو کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: [إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَ إِنَّمَا لِكُلِّ امْرِیءٍ مَا نَوَى] (صحيح البخاري' بدء الوحي' باب كيف كان بدء الوحي الى رسول الله ﷺ' حديث:۱) ''تمام اعمال کا انحصار نیتوں پر ہے اور ہر آدمی کے لیے صرف وہی ہے جس کی وہ نیت کرے۔'' مریض کے حالات مختلف ہوتے ہیں' مثلاً: مرض معمولی ہو اور پانی کے استعمال سے ہلاکت' بیماری میں اضافے' شفایابی میں تاخیر اور درد میں نمایاں اضافے کا کوئی خدشہ نہ ہو' جیسے سر درد یا ڈاڑھ میں درد وغیرہ ہو یا مریض کے لیے گرم پانی کا استعمال ممکن ہو اور اس سے اسے کوئی نقصان نہ پہنچتا ہو تو اس کے لیے تیمّم جائز نہیں۔ چونکہ تیمّم کا جواز نفی ضرر کے لیے ہے اور یہاں کوئی ضرر ہے ہی نہیں اور پانی بھی اس کے پاس موجود ہے' لہٰذا اس کے لیے پانی کا استعمال واجب ہے۔ اگر مریض ایسا ہو کہ پانی کے استعمال سے اسے ہلاکت' یا کسی عضو کے ناکارہ ہونے یا کسی موذی مرض کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسے مریض کے لیے تیمّم جائز ہے۔ کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا﴾ (النساء:۲۹/۴) ''اور اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو' بلاشبہ اللہ تم پر مہربان ہے۔'' اگر مرض ایسا ہے کہ آدمی چل پھر نہیں سکتا اور اس کے پاس کوئی اور انسان بھی نہیں جو اسے پانی مہیا کر سکے تو اس کے لیے بھی تیمّم جائز ہے۔ جس شخص کے جسم پر زخم ہوں یا پھوڑے پھنسیاں ہوں یا کوئی عضو ٹوٹا ہوا

ہو یا مرض ایسا ہو کہ پانی کا استعمال نقصان دہ ہو اور وہ جنبی ہو جائے تو اس کے لیے سابقہ دلائل کی بنیاد پر تیمم کرنا جائز ہے اور اگر اس کے لیے جسم کے صحیح حصے کا دھونا ممکن ہو تو اسے دھونا واجب ہوگا اور باقی حصے کا تیمّم کر لے۔ اگر مریض کسی ایسی جگہ ہو جہاں پانی نہ ہو' مٹی بھی نہ ہو اور نہ کوئی ایسا شخص موجود ہو جو مٹی یا پانی لا کر دے سکے تو وہ حسب حال اسی طرح نماز پڑھ لے' نماز کو مؤخر کرنا جائز نہیں کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ (التغابن: ۱۶/۶۴) ''سو جہاں تک ہو سکے تم اللہ سے ڈرو۔'' سلسل البول کا وہ مریض جو علاج معالجہ سے بھی صحیح نہ ہو سکتا ہو تو اسے وقت ہونے کے بعد ہر نماز کے لیے وضو کرنا چاہیے اور جسم کے اس حصہ کو دھو لینا چاہیے جہاں پیشاب لگا ہو۔ اگر مشقت نہ ہو تو نماز کے لیے الگ پاک کپڑے استعمال کرے ورنہ اس کے لیے معافی ہے اور وہ انہی کپڑوں میں نماز پڑھ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشادات اور رسول اللہ ﷺ کے فرمودات سے اس سہولت کا استنباط ہوتا ہے۔ سلسل البول کے مریض کو احتیاط کرنی چاہیے کہ پیشاب اس کے کپڑوں' جسم اور نماز کی جگہ کو نہ لگے۔ یاد رہے کہ تیمم بھی ہر اس چیز سے باطل ہو جاتا ہے جس سے وضو باطل ہوتا ہے' نیز پانی کے استعمال کی قدرت کے حاصل ہونے' یا معدوم ہونے کی صورت میں پانی کے مل جانے سے بھی تیمّم باطل ہو جائے گا۔ واللہ اعلم۔

(المعجم ٩٤) - بَابُ مَا جَاءَ فِي الْغُسْلِ مِنَ الْجَنَابَةِ (التحفة ٩٤)

باب:۹۴- غسل جنابت کا طریقہ

٥٧٣- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالاَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ، عَنْ خَالَتِهِ مَيْمُونَةَ قَالَتْ: وَضَعْتُ لِلنَّبِيِّ ﷺ غُسْلاً، فَاغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ، فَأَكْفَأَ الْإِنَاءَ بِشِمَالِهِ عَلَى يَمِينِهِ، فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلاَثًا، ثُمَّ أَفَاضَ عَلَى فَرْجِهِ، ثُمَّ دَلَكَ يَدَهُ بِالأَرْضِ، ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ، وَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلاَثًا، وَذِرَاعَيْهِ ثَلاَثًا، ثُمَّ أَفَاضَ الْمَاءَ عَلَى سَائِرِ جَسَدِهِ،

۵۷۳- ام المومنین میمونہ ؓ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: میں نے نبی ﷺ کے لیے غسل کا پانی رکھا تو آپ نے غسل جنابت کیا۔ (پہلے) بائیں ہاتھ سے برتن کو جھکا کر دائیں ہاتھ پر پانی ڈالا اور تین بار اپنے دونوں ہاتھ دھوئے۔ پھر اپنی شرم گاہ پر پانی ڈالا (اور استنجا کیا)' پھر زمین پر ہاتھ رگڑا (اور صاف کر لیا) پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔ تین بار چہرہ مبارک دھویا' اور تین بار بازو دھوئے۔ پھر باقی جسم پر پانی بہا لیا۔ پھر ایک طرف ہو کر دونوں پاؤں دھو لیے۔

٥٧٣ـ [صحيح] تقدم، ح: ٤٦٧.

ثُمَّ تَنَحَّى فَغَسَلَ رِجْلَيْهِ.

فوائد ومسائل: ① پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے ہاتھ دھونے چاہئیں۔ ② استنجا کرنے کے بعد مٹی پر ہاتھ رگڑنے سے صفائی اچھی طرح ہو جاتی ہے۔ اس مقصد کے لیے صابن کا استعمال بھی درست ہے۔ ③ غسل کے دوران میں وضو کرتے ہوئے پاؤں نہ دھوئے جائیں۔ غسل سے فارغ ہو کر دھوئے جائیں۔

٥٧٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ ابْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ: حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ سَعِيدٍ الْحَنَفِيُّ: حَدَّثَنَا جُمَيْعُ بْنُ عُمَيْرٍ التَّيْمِيُّ قَالَ: انْطَلَقْتُ مَعَ عَمَّتِي وَخَالَتِي، فَدَخَلْنَا عَلَى عَائِشَةَ، فَسَأَلْنَاهَا: كَيْفَ كَانَ يَصْنَعُ رَسُولُ اللهِ ﷺ عِنْدَ غُسْلِهِ مِنَ الْجَنَابَةِ، قَالَتْ: كَانَ يُفِيضُ عَلَى كَفَّيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ يُدْخِلُهَا الْإِنَاءَ، ثُمَّ يَغْسِلُ رَأْسَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ يُفِيضُ عَلَى جَسَدِهِ، ثُمَّ يَقُومُ إِلَى الصَّلَاةِ، وَأَمَّا نَحْنُ فَإِنَّا نَغْسِلُ رُؤُوسَنَا خَمْسَ مِرَارٍ، مِنْ أَجْلِ الضَّفْرِ.

۵۷۴- حضرت جمیع بن عمیر تیمی رحمہ اللہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں اپنی پھوپھی جان اور خالہ جان کے ہمراہ گیا۔ ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ غسل جنابت کے موقع پر کیا طریقہ اختیار کرتے تھے؟ انھوں نے فرمایا: آپ ﷺ تین بار ہاتھوں پر پانی ڈالتے تھے اس کے بعد پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالتے پھر تین بار اپنا سر مبارک دھوتے پھر اپنے جسم مبارک پر پانی بہاتے۔ اس کے بعد نماز کے لیے تشریف لے جاتے۔ لیکن ہم بال گندھے ہوئے ہونے کی وجہ سے پانچ بار سر دھوتی ہیں۔

فائدہ: اس روایت میں پانچ بار سر دھونے کا جو ذکر ہے وہ صحیح نہیں کیونکہ صحیح روایات میں عورت کو بھی مرد کی طرح سر پر تین مرتبہ ہی پانی ڈالنے کا حکم ہے۔

(المعجم ٩٥) - بَابٌ: فِي الْغُسْلِ مِنَ الْجَنَابَةِ (التحفة ٩٥)

باب: ۹۵- غسل جنابت کے احکام ومسائل

٥٧٥- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ:

۵۷۵- حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

٥٧٤ـ [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب في الغسل من الجنابة، ح: ٢٤١ من حديث صدقة به * صدقة وجُمَيع ضعيفان، ضعفهما الجمهور.

٥٧٥ـ أخرجه البخاري، الغسل، باب من أفاض على رأسه ثلاثًا، ح: ٢٥٤، ومسلم، الحيض، باب استحباب إفاضة الماء على الرأس وغيره ثلاثًا، ح: ٣٢٧ من حديث أبي إسحاق به.

حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ: تَمَارَوْا فِي الْغُسْلِ مِنَ الْجَنَابَةِ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَمَّا أَنَا فَأُفِيضُ عَلٰى رَأْسِي ثَلاَثَ أَكُفٍّ».

انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں غسل جنابت کے بارے میں بحث ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں تو اپنے سر پر تین لپ (پانی) ڈالتا ہوں۔''

فوائد ومسائل: ① اگر سر میں صحیح طریقے سے پانی ڈالا جائے تو تین لپوں میں پورا سر اچھی طرح تر ہوسکتا ہے۔ ویسے بھی ضرورت سے زیادہ پانی خرچ کرنا فضول خرچی ہے جس سے اللہ کے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ ② بحث ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس موضوع پر بات چیت شروع ہوگئی۔ ہر کسی نے بتایا کہ وہ غسل جنابت کس طرح کرتا ہے۔ ③ تعلیم وتربیت کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ کسی مسئلہ میں شاگردوں کی رائے فرداً فرداً دریافت کی جائے۔ اس کے بعد استاد صحیح بات بتائے تاکہ ہر طالب علم اپنی غلطی معلوم کر کے اسے اچھی طرح یاد رکھ سکے۔ ④ اس حدیث میں غسل جنابت کے مسائل میں سے صرف ایک مسئلہ بیان کیا گیا ہے، ممکن ہے رسول اللہ ﷺ نے پورا طریقہ بیان کیا ہو، راوی نے صرف اہم مسئلہ ذکر کر دیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے باقی مسائل ذکر نہ کیے ہوں کیونکہ صحابہ نے وہ باتیں صحیح بتائی ہوں گی، جو بات ان سے رہ گئی نبی ﷺ نے اس کا ذکر فرما دیا۔ واللہ اعلم۔

٥٧٦- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالاَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ؛ ح: وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ، جَمِيعًا عَنْ فُضَيْلِ بْنِ مَرْزُوقٍ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ رَجُلاً سَأَلَهُ عَنِ الْغُسْلِ مِنَ الْجَنَابَةِ، فَقَالَ: ثَلاَثًا. فَقَالَ الرَّجُلُ: إِنَّ شَعْرِي كَثِيرٌ، فَقَالَ: رَسُولُ اللهِ ﷺ كَانَ أَكْثَرَ شَعْرًا مِنْكَ وَأَطْيَبَ.

٥٧٦- حضرت ابو سعید ؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے ان سے غسل جنابت کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے فرمایا: تین (لپ پانی سر پر ڈالو۔) اس شخص نے کہا: میرے بال بہت زیادہ ہیں۔ حضرت ابو سعید ؓ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے بال تم سے زیادہ تھے، اور وہ تم سے زیادہ پاکیزہ تھے۔

فوائد ومسائل: ① ''وہ تم سے زیادہ پاکیزہ تھے۔'' اس کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ تم سے زیادہ

٥٧٦- **[إسناده ضعيف جدًا]** أخرجه أحمد: ٣/ ٥٤، ٧٣ من حديث وكيع، وابن فضيل به، ولم يذكره في تحفة الأشراف * عطية تقدم، ح: ٣٧، وفضيل يروي عن عطية الموضوعات، قاله ابن حبان في المجروحين، والحديث الآتي يغني عنه.

صفائی اور طہارت کا اہتمام کرنے والے تھے۔ اس کے باوجود تین لپ پانی آپ کے لیے کافی ہوتا تھا' اس لیے تمھارے لیے بھی یہ کافی ہونا چاہیے۔ دوسرا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ نبی علیہ السلام کے بال تجھ سے زیادہ پاک تھے کیونکہ نبی ﷺ طہارت کا خوب خیال رکھتے تھے۔ بہرحال دونوں انداز سے نتیجہ ایک ہی نکلتا ہے کہ صفائی کے لیے زیادہ پانی ضائع کرنا ضروری نہیں۔ مناسب طریقے سے سر دھویا جائے تو تھوڑا پانی بھی کفایت کرسکتا ہے۔ ② مذکورہ روایت سند کے اعتبار سے ضعیف ہے لیکن معناً صحیح ہے کیونکہ بعد والی صحیح روایت میں یہی بات بیان کی گئی ہے۔

٥٧٧- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنْ جَعْفَرِ ابْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ! أَنَا فِي أَرْضٍ بَارِدَةٍ، فَكَيْفَ الْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ؟ فَقَالَ ﷺ: «أَمَّا أَنَا فَأَحْثُو عَلٰى رَأْسِي ثَلاَثًا».

٥٧٧- حضرت جابر ؓ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں سرد علاقے میں رہتا ہوں تو غسل جنابت کیسے کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تو اپنے سر پر تین لپ ڈالتا ہوں۔''

٥٧٨- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الأَحْمَرُ، عَنِ ابْنِ عَجْلاَنَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ سَأَلَهُ رَجُلٌ: كَمْ أُفِيضُ عَلٰى رَأْسِي وَأَنَا جُنُبٌ؟ قَالَ: [كَانَ] رَسُولُ اللهِ ﷺ يَحْثُو عَلٰى رَأْسِهِ ثَلاَثَ حَثَيَاتٍ، قَالَ الرَّجُلُ: إِنَّ شَعْرِي طَوِيلٌ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَكْثَرَ شَعْرًا مِنْكَ وَأَطْيَبَ.

٥٧٨- حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ ان سے ایک آدمی نے سوال کیا: جب میں جنبی ہوں تو (غسل کرتے وقت) سر پر کتنا پانی ڈالا کروں؟ حضرت ابو ہریرہ ؓ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ اپنے سر مبارک پر تین لپ (پانی) ڈالا کرتے تھے۔ اس شخص نے کہا: میرے بال لمبے ہیں۔ ابو ہریرہ ؓ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے بال تجھ سے زیادہ تھے اور زیادہ پاکیزہ تھے۔

(المعجم ٩- بَابٌ: فِي الْوُضُوءِ بَعْدَ الْغُسْلِ (التحفة ٩٦)

باب:٩٦- غسل کے بعد وضو کرنا

٥٧٧- أخرجه مسلم، الحيض، باب استحباب إفاضة الماء على الرأس وغيره ثلاثًا، ح: ٣٢٩ من حديث جعفر به بغير هٰذا اللفظ.

٥٧٨- [صحيح] أخرجه أحمد: ٢/ ٢٥١ من حديث القطان عن ابن عجلان به، وللحديث شواهد كثيرة، منها الحديث السابق.

٥٧٩- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ زُرَارَةَ، وَإِسْمَاعِيلُ ابْنُ مُوسَى السُّدِّيُّ، قَالُوا: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لاَ يَتَوَضَّأُ بَعْدَ الْغُسْلِ مِنَ الْجَنَابَةِ.

۵۷۹- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ غسل جنابت کے بعد وضو نہیں کرتے تھے۔

فوائد ومسائل: ① اس کی وجہ یہ ہے کہ غسل کرتے وقت پہلے استنجا کر کے وضو کر لیتے تھے۔ اس کے بعد اعضائے مستورہ ومخصوصہ کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے' اس لیے غسل والے وضو ہی سے نماز پڑھ لیتے تھے۔ ② مذکورہ روایت کو ہمارے فاضل محقق نے سنداً ضعیف کہا ہے جبکہ روایت میں مذکور مسئلہ فی نفسہ صحیح ہے' غالباً اسی وجہ سے دیگر محققین نے اسے حسن اور صحیح قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (الموسوعة الحديثية مسند إمام احمد: ۴۰/۴۵۴، ۴۵۵' حدیث: ۲۴۳۸۹)

(المعجم ٩٧) - **بَابٌ: فِي الْجُنُبِ يَسْتَدْفِيءُ بِامْرَأَتِهِ قَبْلَ أَنْ تَغْتَسِلَ** (التحفة ٩٧)

باب: ۹۷- آدمی غسل کر کے گرمی حاصل کرنے کے لیے عورت کے ساتھ لیٹ سکتا ہے جبکہ عورت نے ابھی غسل نہ کیا ہو

٥٨٠- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ حُرَيْثٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ ثُمَّ يَسْتَدْفِيءُ بِي قَبْلَ أَنْ أَغْتَسِلَ.

۵۸۰- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ غسل جنابت کرتے تھے۔ پھر میرے غسل کرنے سے پہلے مجھ سے (لپٹ کر) گرمی حاصل کرتے تھے۔

٥٧٩ـ [إسناده ضعيف] أخرجه الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في الوضوء بعد الغسل، ح: ١٠٧ عن إسماعيل بن موسى به، وقال: "حسن صحيح"، وقواه ابن سيد الناس، وصححه الحاكم، والذهبي كما في نيل المقصود: (٢٥٠) * أبوإسحاق مدلس وعنعن.

٥٨٠ـ [إسناده ضعيف] أخرجه الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في الرجل يستدفيء بالمرأة بعد الغسل، ح: ١٢٣ من حديث وكيع عن حريث بن أبي مطر به * وحريث ضعيف كما في التقريب وغيره، ومع ذٰلك قال الترمذي: "ليس بإسناده بأس".

فائدہ: حدیث ۵۳۴، ۵۳۵ میں بیان ہوا کہ جنبی کا جسم ناپاک نہیں ہوتا، یعنی نجاست حکمی (جنابت) نجاست حسی (پیشاب وغیرہ) کی طرح نہیں۔ اس لحاظ سے مرد غسل کرنے کے بعد اگر اپنی جنبی بیوی کے ساتھ لیٹے تو کوئی حرج نہیں، تاہم یہ حدیث ضعیف ہے، لہٰذا اسے رسول اللہ ﷺ کا عمل کہہ کر بیان کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

(المعجم ٩٨) - **بَابٌ: فِي الْجُنُبِ يَنَامُ كَهَيْئَتِهِ لَا يَمَسُّ مَاءً** (التحفة ٩٨)

باب:۹۸- جنبی، پانی استعمال کیے بغیر سوسکتا ہے

٥٨١- **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُجْنِبُ ثُمَّ يَنَامُ وَلَا يَمَسُّ مَاءً، حَتَّى يَقُومَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَيَغْتَسِلَ.

۵۸۱- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کو جنابت کی کیفیت پیش آتی تھی، پھر آپ پانی کو ہاتھ لگائے بغیر سو جاتے تھے حتی کہ بعد میں اٹھ کر غسل فرما لیتے۔

فوائد ومسائل: ① پانی کو ہاتھ لگائے بغیر سونے کا مطلب یہ ہے کہ غسل نہیں کیا اور وضو بھی نہیں کیا، اسی طرح سو گئے۔ ② ہمارے فاضل محقق نے اس روایت کو سنداً ضعیف قرار دیا ہے لیکن دیگر روایات کی رو سے بہتر اور افضل یہ ہے کہ وضو کر کے سویا جائے جیسا کہ اگلے باب میں آرہا ہے۔

٥٨٢- **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ، إِنْ كَانَتْ لَهُ إِلٰى أَهْلِهِ حَاجَةٌ قَضَاهَا. ثُمَّ يَنَامُ كَهَيْئَتِهِ لَا يَمَسُّ مَاءً.

۵۸۲- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ اگر اپنے اہل سے قربت کی ضرورت محسوس فرماتے تو اپنی یہ حاجت پوری کر لیتے، پھر پانی کو ہاتھ لگائے بغیر اسی حالت میں سو جاتے۔

٥٨٣- **حَدَّثَنَا** عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا

۵۸۳- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ

٥٨١- **[إسناده ضعيف]** أخرجه الترمذي، الطهارة، باب ما جاء في الجنب ينام قبل أن يغتسل، ح:١١٨ من حديث أبي بكر بن عياش به، وصححه البيهقي، وابن حزم * أبو إسحاق عنعن، وصرح بالسماع عند البيهقي: ٢٠١/١، ٢٠٢، ولكن السند إليه ضعيف.

٥٨٢- **[ضعيف]** انظر الحديث السابق.

٥٨٣- **[ضعيف]** انظر، ح:٥٨١ والذي بعده.

وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُجْنِبُ ثُمَّ يَنَامُ كَهَيْئَتِهِ لاَ يَمَسُّ مَاءً.

رسول اللہ ﷺ جنبی ہوتے تھے تو پانی کو ہاتھ لگائے بغیر اسی حالت میں سو جاتے تھے۔

قَالَ سُفْيَانُ: فَذَكَرْتُ الْحَدِيثَ يَوْمًا، فَقَالَ لِي إِسْمَاعِيلُ: يَا فَتًى! يُشَدُّ هٰذَا الْحَدِيثُ بِشَيْءٍ.

سفیان کہتے ہیں کہ ایک دن میں نے اس حدیث کا ذکر کیا تو اسماعیل نے فرمایا: لڑکے! اس حدیث کو کسی چیز سے مضبوط کرنے کی ضرورت ہے۔

توضیح: اسماعیل کا مقصد یہ ہے کہ یہ حدیث صرف ''ابواسحاق عن اسود عن عائشہ رضی اللہ عنہا'' کی سند سے مروی ہے، لہٰذا کوئی دوسری سند بھی ہونی چاہیے جس سے ابواسحاق کی تائید ہو، تاہم دوسرے طرق سے یہ روایت صحیح یا حسن قرار پاتی ہے۔ (اس کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو احمد شاکر مصری رحمہ اللہ کی تعلیق ترمذی: ۱/۲۰۲)

(المعجم ٩٩) - **بَابُ مَنْ قَالَ لَا يَنَامُ الْجُنُبُ حَتَّى يَتَوَضَّأَ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ** (التحفة ٩٩)

باب: ۹۹- اس قول کی دلیل کہ جنبی کو نماز والا وضو کیے بغیر نہیں سونا چاہیے

٥٨٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ الْمِصْرِيُّ: أَنْبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَنَامَ، وَهُوَ جُنُبٌ، تَوَضَّأَ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ.

۵۸۴- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کو جب نہانے کی حاجت ہوتی اور آپ (نہائے بغیر) سونا چاہتے تو نماز والا وضو کر لیتے تھے۔

توضیح: یہ حدیث گزشتہ باب کی احادیث کی نسبت زیادہ قوی ہے، تاہم وہ روایات بھی صحیح ہیں، اس لیے ان میں تطبیق اس طرح ہوگی کہ جن میں وضو کرنے کا ذکر ہے، اس کو استحباب پر محمول کیا جائے گا، اور جن میں وضو کیے بغیر سو جانے کا ذکر ہے، اس سے مراد جواز ہوگا۔

٥٨٥- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ

۵۸۵- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے

٥٨٤- أخرجه مسلم، الحيض، باب جواز نوم الجنب واستحباب الوضوء له ... الخ، ح: ٣٠٥ عن محمد بن رمح وغيره به.

٥٨٥- أخرجه مسلم، الحيض، باب جواز نوم الجنب واستحباب الوضوء له ... الخ، ح: ٣٠٦ من حديث عبيدالله به.

الْجَهْضَمِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَعْلَى: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ: أَيَرْقُدُ أَحَدُنَا وَهُوَ جُنُبٌ؟ قَالَ، «نَعَمْ. إِذَا تَوَضَّأَ».

کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: جب ہم میں سے کوئی شخص حالت جنابت میں ہوتو کیا وہ سو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں، جب وضو کر لے (تو سو جائے۔)''

٥٨٦- حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ الْعُثْمَانِيُّ، مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْهَادِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ خَبَّابٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ كَانَ تُصِيبُهُ الْجَنَابَةُ بِاللَّيْلِ، فَيُرِيدُ أَنْ يَنَامَ، فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ يَتَوَضَّأَ ثُمَّ يَنَامَ.

٥٨٦- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رات کو جنبی ہو جاتے تھے، پھر سونا چاہتے تھے، تو (مسئلہ پوچھنے پر) رسول ﷺ نے انھیں حکم دیا کہ وضو کر لیں، پھر سو جائیں۔

(المعجم ١٠٠) - بَابٌ: فِي الْجُنُبِ إِذَا أَرَادَ الْعَوْدَ تَوَضَّأَ (التحفة ١٠٠)

باب: ١٠٠- جنبی دوبارہ مباشرت کرنا چاہے تو وضو کر لے

٥٨٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ: حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الأَحْوَلُ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا أَتَى أَحَدُكُمْ أَهْلَهُ، ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يَعُودَ، فَلْيَتَوَضَّأْ».

٥٨٧- حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس جائے، پھر دوبارہ جانا چاہے تو وضو کر لے۔''

فائدہ: یہ وضو واجب نہیں، مستحب ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا فائدہ یہ ہے کہ دوبارہ مقاربت کے لیے نشاط (توانائی) پیدا ہو جاتی ہے۔ دیکھیے: (صحیح ابن خزیمة، الوضوء، جماع أبواب فضول التطهیر والاستحباب من غیر إیجاب، باب ذکر الدلیل علی أن الأمر بالوضوء عند إرادة الجماع أمر ندب وإرشاد، حدیث: ٢٢١)

٥٨٦- [إسناده صحيح] أخرجه أحمد: ٣/ ٥٥ من حديث يزيد به.

٥٨٧- أخرجه مسلم، الحيض، باب جواز نوم الجنب واستحباب الوضوء له ... الخ، ح: ٣٠٨ من حديث عاصم به.

(المعجم ١٠١) - **بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ يَغْتَسِلُ مِنْ جَمِيعِ نِسَائِهِ غُسْلاً وَّاحِدًا** (التحفة ١٠١)

باب:١٠١-تمام بیویوں سے مقاربت کے بعد ایک ہی غسل کافی ہے

٥٨٨- **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، وَأَبُو أَحْمَدَ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَطُوفُ عَلٰى نِسَائِهِ فِي غُسْلٍ وَّاحِدٍ.

٥٨٨- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ تمام بیویوں کے پاس جانے کے بعد ایک ہی غسل کر لیتے تھے۔

فوائد ومسائل: ① جس شخص کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں' وہ سب کی باری مکمل ہونے کے بعد ایک ہی رات میں سب بیویوں سے مقاربت کر سکتا ہے۔② اگر ایک سے زیادہ بیویوں سے ایک ہی رات میں مقاربت کی جائے تو ہر مقاربت کے بعد الگ الگ غسل کرنا ضروری نہیں' آخر میں ایک ہی غسل کافی ہے۔③ اگر ہر بیوی سے مقاربت کے بعد غسل کرے تو یہ بھی جائز ہے جیسا کہ اگلے باب میں مذکور ہے۔

٥٨٩- **حَدَّثَنَا** عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ صَالِحِ بْنِ أَبِي الْأَخْضَرِ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: وَضَعْتُ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ غُسْلاً، فَاغْتَسَلَ مِنْ جَمِيعِ نِسَائِهِ فِي لَيْلَةٍ.

٥٨٩- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے پانی رکھا' تو آپ نے ایک ہی رات میں تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے مقاربت کے بعد (ایک ہی بار) غسل کیا۔

فائدہ: یہ روایت سنداً ضعیف ہے اور متناً ومعناً صحیح ہے جیسا کہ گزشتہ حدیث میں مذکور ہے۔

(المعجم ١٠٢) - **بَابٌ: فِيمَنْ يَغْتَسِلُ عِنْدَ كُلِّ وَاحِدَةٍ غُسْلاً** (التحفة ١٠٢)

باب:١٠٢-ہر بیوی کے پاس جا کر غسل کرنا

٥٩٠- **حَدَّثَنَا** إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ:

٥٩٠-حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی

٥٨٨ـ **[صحيح]** أخرجه الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في الرجل يطوف علٰى نسائه بغسل واحد، ح: ١٤٠ من حديث الثوري به، وتابعه ابن المبارك عند النسائي: ١/ ١٤٣، ١٤٤، ح: ٢٦٤، وأصله في صحيح البخاري وغيره.

٥٨٩ـ **[إسناده ضعيف]** * صالح هٰذا "ضعيف يعتبر به" كما في التقريب.

٥٩٠ـ **[إسناده حسن]** أخرجه أبوداود، الطهارة، باب في الوضوء لمن أراد أن يعود، ح: ٢١٩ من حديث حماد به * سلمى وثقها ابن حبان، والحاكم: ٢/ ٣١١، والذهبي.

أَنْبَأَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ عَمَّتِهِ سَلْمٰى، عَنْ أَبِي رَافِعٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ طَافَ عَلٰى نِسَائِهِ فِي لَيْلَةٍ، وَكَانَ يَغْتَسِلُ عِنْدَ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ، فَقِيلَ لَهُ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَلاَ تَجْعَلُهُ غُسْلاً وَّاحِدًا؟ فَقَالَ: «هُوَ أَزْكٰى وَأَطْيَبُ وَأَطْهَرُ».

ﷺ ایک رات تمام ازواج مطہرات ؓ کے پاس گئے۔ آپ ان میں سے ہر ایک کے گھر میں غسل کرتے رہے۔ کسی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ ایک ہی غسل کیوں نہیں کر لیتے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس (طریقے) میں صفائی، پاکیزگی اور طہارت زیادہ ہے۔''

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صفائی اور نظافت کا بڑا اہتمام فرماتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ خوشبو کو بے حد پسند کرتے تھے جبکہ بو اور بو والی اشیاء کو انتہائی ناپسند کرتے تھے، لہٰذا پیاز، لہسن یا اس قسم کی دوسری اشیاء جن کو کھانے سے منہ سے ناگوار بو محسوس ہوتی ہے، آپ نے نماز کے لیے آنے سے قبل استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(المعجم ١٠٣) - بَابٌ: فِي الْجُنُبِ يَأْكُلُ وَيَشْرَبُ (التحفة ١٠٣)

باب: ١٠٣- جنبی (غسل کیے بغیر) کھا پی سکتا ہے

٥٩١- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، وَغُنْدَرٌ، وَوَكِيعٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَأْكُلَ، وَهُوَ جُنُبٌ، تَوَضَّأَ.

٥٩١- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کو جب غسل کی حاجت ہوتی اور (اسی دوران میں) آپ کچھ تناول فرمانا چاہتے تو (کھانے سے پہلے) وضو کر لیتے۔

فائدہ: اس وضو سے نماز والا وضو بھی مراد ہو سکتا ہے، جیسے حدیث: ٥٩٢ میں آرہا ہے۔ اور لغوی وضو یعنی ہاتھ منہ دھونا بھی مراد ہو سکتا ہے۔ جیسے صحیح ابن خزیمہ میں خود حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کو جب غسل کی حاجت ہوتی اور (اسی دوران میں) آپ کچھ کھانا تناول فرمانا چاہتے تو دونوں ہاتھ دھو لیتے، پھر کھانا تناول فرما لیتے۔ (صحیح إبن خزیمه، الوضوء، جماع أبواب فضول التطهير......، باب ذکر الدليل على أن الأمر بالوضوء للجنب عند إرادة الأكل أمر ندب و إرشاد و فضيلة و إباحة، حديث: ٢١٨)

٥٩٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ

٥٩٢- حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے،

٥٩١ـ أخرجه مسلم، الحيض، باب جواز نوم الجنب واستحباب الوضوء له . . . الخ، ح: ٣٠٥ عن ابن أبي شيبة به.

٥٩٢ـ [إسناده ضعيف] * شرحبيل وثقه ابن حبان، وضعفه جمهور الأئمة، قاله الهيثمي، نيل المقصود: ٤٨١٣.

هَيَّاجٍ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ صَبِيحٍ : حَدَّثَنَا أَبُو أُوَيْسٍ، عَنْ شُرَحْبِيلَ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ : سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْجُنُبِ، هَلْ يَنَامُ أَوْ يَأْكُلُ أَوْ يَشْرَبُ؟ قَالَ : «نَعَمْ، إِذَا تَوَضَّأَ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ».

انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ سے جنبی کے متعلق سوال کیا گیا: کیا وہ سو سکتا ہے یا کھا پی سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں، جب وضو کر لے جس طرح نماز کے لیے وضو ہوتا ہے۔''

فائدہ: مذکورہ روایت سنداً ضعیف ہے لیکن متناً و معناً صحیح ہے جیسا کہ گزشتہ حدیث: ۵۸۵ اور صحیح مسلم کی حدیث نمبر: ۳۰۶ میں بھی یہی مسئلہ بیان ہوا ہے غالباً اسی وجہ سے دیگر محققین نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

(المعجم ١٠٤) - **بَابُ مَنْ قَالَ يُجْزِئُهُ غَسْلُ يَدَيْهِ** (التحفة ١٠٤)

باب:۱۰۴- اس شخص کی دلیل جو کہتا ہے کہ جنبی کے لیے ہاتھ دھونا کافی ہے

٥٩٣- **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَأْكُلَ، وَهُوَ جُنُبٌ، غَسَلَ يَدَيْهِ.

۵۹۳- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ جب نبی ﷺ حالت جنابت میں (غسل کرنے سے پہلے) کچھ تناول فرمانا چاہتے تو اپنے ہاتھ دھو لیتے۔

فائدہ: کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا مستحب ہے اگرچہ جنبی نہ ہو لیکن جب جنبی ہو تو ہاتھ دھونا ضروری اور وضو کر لینا مستحب ہے۔

(المعجم ١٠٥) - **بَابُ مَا جَاءَ فِي قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ عَلَى غَيْرِ طَهَارَةٍ** (التحفة ١٠٥)

باب:۱۰۵- بے وضو قرآن مجید کی تلاوت کرنے کا بیان

٥٩٤- **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو ابْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلِمَةَ قَالَ :

۵۹۴- حضرت عبداللہ بن سلمہ ؒ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں حضرت علی بن ابو طالب (ؓ) کی خدمت میں حاضر ہوا انھوں نے (مسائل بیان

٥٩٣_**[صحيح]** تقدم، ح : ٥٨٤، وله شواهد عند مسلم.

٥٩٤_**[إسناده حسن]** أخرجه أبوداود، الطهارة، باب في الجنب يقرأ القرآن، ح : ٢٢٩، وقال الترمذي، ح : ١٤٦ "حسن صحيح"، وصححه ابن خزيمة، وابن حبان، والحاكم، والذهبي وغيرهم.

دَخَلْتُ عَلٰى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، فَقَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَأْتِي الْخَلاَءَ، فَيَقْضِي الْحَاجَةَ، ثُمَّ يَخْرُجُ، فَيَأْكُلُ مَعَنَا الْخُبْزَ وَاللَّحْمَ وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ، وَلاَ يَحْجُبُهُ، وَرُبَّمَا قَالَ: وَلاَ يَحْجُزُهُ عَنِ الْقُرْآنِ شَيْءٌ إِلَّا الْجَنَابَةُ.

کرتے ہوئے) فرمایا: رسول اللہ ﷺ بیت الخلاء میں جاتے، قضائے حاجت سے فارغ ہوکر باہر تشریف لاتے تو ہمارے ساتھ روٹی گوشت بھی تناول فرماتے اور قرآن کی تلاوت بھی کرتے۔ آپ ﷺ کو جنابت کے سوا کوئی چیز قرآن (کی تلاوت) سے مانع نہیں ہوتی تھی۔

فوائد و مسائل: ① امام ترمذی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ہمیں ہر حالت میں قرآن مجید پڑھاتے تھے جب تک جنابت سے نہ ہوتے۔ (جامع الترمذي، الطهارة، باب ما جاء في الرجل يقرأ القرآن على كل حال مالم يكن جُنُبًا، حديث:١٤٦) امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کر کے فرمایا: [حَدِيثُ عَلِيٍّ [هٰذَا] حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ) "حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث حسن صحیح ہے۔" اس حدیث کو امام حاکم نے بھی صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے ان کی تائید کی ہے۔ ② حائضہ اور جنبی قرآن مجید کی تلاوت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اس بارے میں علماء میں اختلاف ہے۔ اس مسئلے میں علمائے کرام کے قابل ذکر تین اقوال ہیں: (ا) حائضہ عورت اور جنبی شخص مطلقاً تلاوت قرآن کر سکتے ہیں۔ یہ رائے امام بخاری، ابن حزم اور دیگر ائمہ کی ہے۔ (ب) حائضہ عورت اور جنبی شخص مطلقاً تلاوت نہیں کر سکتے۔ یہ جمہور علمائے کرام کی رائے ہے۔ (ج) تیسری رائے یہ ہے کہ حائضہ عورت اور جنبی شخص کے لیے تلاوت کرنا مکروہ تنزیہی ہے یعنی اگر وہ تلاوت نہ کریں تو یہ افضل و بہتر ہے لیکن اگر تلاوت کرنا چاہیں تو کوئی حرج بھی نہیں۔ یہ رائے مندرجہ ذیل اسباب کی بنا پر راجح ہے۔ جمہور علماء جو تلاوت سے منع کے قائل ہیں ان کے تمام دلائل ضعیف اور ناقابل استدلال ہیں، مثلاً: حدیث: [لَا تَقْرَإِ الْحَائِضُ وَلَا الْجُنُبُ شَيْئًا مِّنَ الْقُرْآنِ] (جامع الترمذى، الطهارة، باب ماجاء فى الجنب والحائض، انهما لا يقرآن القرآن، حديث:١٣١، و إرواء الغليل:١/٢٠٦) اور [فَإِنِّي لَا أُحِلُّ الْمَسْجِدَ لِحَائِضٍ وَّلَا جُنُبٍ] (ابوداود، حديث:٢٣٢) اور اگر کوئی دلیل صحیح بھی ہے تو اس سے استدلال کرنا محل نظر ہے، مثلاً: آیت قرآنی: ﴿لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ﴾ (الواقعة:٥٦/٧٩) سے استدلال کرنا درست نہیں ہے کیونکہ یہاں [مُطَهَّرُونَ] سے مراد فرشتے ہیں جیسا کہ سیاق سے واضح ہوتا ہے۔ جن علمائے کرام کے نزدیک مطلقاً تلاوت قرآن مجید جائز ہے ان کے دلائل عمومی ہیں اور ان سے مطلقاً جواز کا مفہوم لینا بھی محل نظر ہے کیونکہ ان عمومی دلائل کے باوجود بعض صورتیں ایسی ملتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے وضو نہ ہونے کی وجہ سے احتیاط پر عمل کیا ہے، جیسے آپ نے اس شخص کے سلام کا جواب نہیں دیا تھا جس نے آپ کو ایسے وقت میں سلام کہا جب آپ بے وضو تھے، پھر آپ نے طہارت کے بعد اس کے سلام کا جواب دیا۔ ایسے ہی دلائل کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ عدم طہارت کی حالت میں

تلاوت قرآن سے اجتناب کرنا بہتر ہے جبکہ جواز میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ ③ عہد حاضر میں بچیوں کے مدارس میں یہ مسئلہ عام طور پر پیش آتا رہتا ہے۔ کبھی استانی اس مشکل کا شکار ہوتی ہے تو کبھی طالبات کو اس کا سامنا کرنا پڑتا ہے' لہٰذا ان مشکلات کو سامنے رکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ مسئلہ مذکورہ میں محتاط اور قرین انصاف رائے یہی ہے کہ بغیر طہارت کے تلاوت کرنا مکروہ ہے اور ضرورت و حاجت کے وقت اس کی اجازت ہے۔ واللہ اعلم.

۵۹۵- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لاَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ الْجُنُبُ وَلاَ الْحَائِضُ».

۵۹۵- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنبی اور حائضہ قرآن نہ پڑھیں۔''

۵۹۶- قَالَ أَبُو الْحَسَنِ: وحَدَّثَنَا أَبُوحَاتِمٍ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لاَ يَقْرَأُ الْجُنُبُ وَالْحَائِضُ شَيْئاً مِنَ الْقُرْآنِ».

۵۹۶- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنبی اور حائضہ قرآن میں سے کچھ نہ پڑھیں۔''

(المعجم ۱۰۶) - **بَاب: تَحْتَ كُلِّ شَعْرَةٍ جَنَابَةٌ** (التحفة ۱۰۶)

باب: ۱۰۶- ہر ہر بال کے نیچے جنابت ہے

۵۹۷- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ: حَدَّثَنَا الْحارِثُ بْنُ [وَجِيهٍ:] حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ دِينَارٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ

۵۹۷- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر بال کے نیچے جنابت ہے، اس لیے بالوں کو دھو ڈالو اور جلد کو صاف کرو۔''

۵۹۵ـ [إسناده ضعيف] أخرجه الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في الجنب والحائض: أنهما لا يقرآن القرآن، ح:۱۳۱ من حديث إسماعيل به * موسى مدني، ورواية إسماعيل عن الحجازيين ضعيفة كما في التهذيب وغيره، وهو حسن الحديث عن أهل بلده الشاميين، انظر، ح:۱۵۹۷.

۵۹۶ـ [ضعيف] انظر الحديث السابق.

۵۹۷ـ [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب في الغسل من الجنابة، ح:۲۴۸، والترمذي، ح:۱۰۶، وقال: "حديث الحارث بن وجيه حديث غريب، لا نعرفه إلا من حديثه، وهو شيخ ليس بذلك".
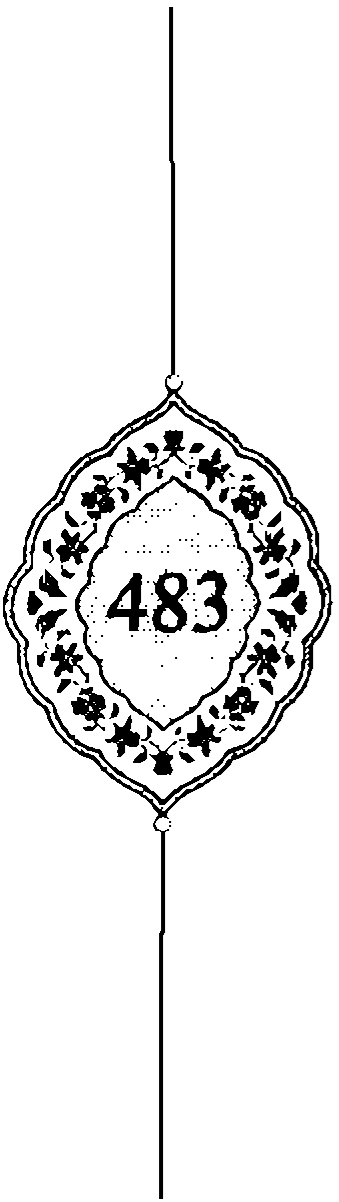
سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ تَحْتَ كُلِّ شَعْرَةٍ جَنَابَةً، فَاغْسِلُوا الشَّعْرَ، وَأَنْقُوا الْبَشَرَةَ».

٥٩٨- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ: حَدَّثَنِي عُتْبَةُ بْنُ أَبِي حَكِيمٍ: حَدَّثَنِي طَلْحَةُ بْنُ نَافِعٍ: حَدَّثَنِي أَبُوأَيُّوبَ الأَنْصَارِيُّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ، وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ، وَأَدَاءُ الأَمَانَةِ، كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهَا». قُلْتُ: وَمَا أَدَاءُ الأَمَانَةِ؟ قَالَ: «غُسْلُ الْجَنَابَةِ، فَإِنَّ تَحْتَ كُلِّ شَعْرَةٍ جَنَابَةً».

۵۹۸- حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پانچوں نمازیں' جمعہ دوسرے جمعے تک اور امانت کی ادائیگی ان کے درمیانی گناہوں کا کفارہ ہے۔'' میں نے عرض کیا: امانت کی ادائیگی سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: ''جنابت کا غسل کیونکہ ہر بال کے نیچے جنابت ہے۔''

فوائد ومسائل: ① جنابت کے غسل کو امانت کی ادائیگی سے تعبیر کیا گیا ہے' یعنی جیسے امانت صاحب امانت کو ادا کرنا ضروری ہے' ایسے ہی جنابت کا غسل بھی نہایت ضروری ہے کیونکہ غسل کے بغیر جنابت کی ناپاکی زائل نہیں ہو گی۔ ② جن اعمال کی بابت کہا گیا ہے کہ وہ کفارہ بن جاتے ہیں تو ان سے مراد صغیرہ گناہ ہیں کیونکہ کبیرہ گناہ کسی عمل سے نہیں بلکہ خالص توبہ سے معاف ہوتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت سے۔

٥٩٩- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا الأَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ زَاذَانَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ تَرَكَ [مَوْضِعَ] شَعْرَةٍ مِنْ جَسَدِهِ، مِنْ جَنَابَةٍ، لَمْ يَغْسِلْهَا، فُعِلَ

۵۹۹- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے غسل جنابت میں جسم کی بال برابر جگہ بھی چھوڑ دی اور اسے نہ دھویا' اسے آگ کا اتنا اتنا (بہت زیادہ) عذاب دیا جائے گا۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسی وجہ سے میں نے اپنے بالوں سے دشمنی اختیار کر لی۔ آپ سر کے بال کاٹ دیا کرتے تھے۔

٥٩٨- [حسن] أخرجه الطبراني في الكبير: (٤/ ١٥٥، ح: ٣٩٨) من حديث هشام بن عمار به، أورده الضياء في المختارة، وانظر، ح: ٣٥٥ لحال السند، والحديث الآتي شاهد لبعضه.

٥٩٩- [إسناده حسن] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب في الغسل من الجنابة، ح: ٢٤٩ من حديث حماد به، وصححه ابن جرير، والحافظ في التلخيص الحبير.

بِهِ كَذَا وَكَذَا، مِنَ النَّارِ». قَالَ عَلِيٌّ: فَمِنْ ثَمَّ عَادَيْتُ شَعْرِي، وَكَانَ يَجُزُّهُ.

فائدہ: سر کے بال رکھنا اگرچہ افضل ہے بشرطیکہ انگریزی طریقے کے نہ ہوں بلکہ سنت کے مطابق‘ یعنی پٹے بال ہوں‘ تاہم بال منڈا دینے بھی جائز ہیں۔

(المعجم ١٠٧) - **بَابٌ: فِي الْمَرْأَةِ تَرٰى فِي مَنَامِهَا مَا يَرَى الرَّجُلُ** (التحفة ١٠٧)

باب: ١٠٧- جس عورت کو نیند میں مرد کی طرح احتلام ہو

٦٠٠- **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالاَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّهَا أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: جَاءَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَسَأَلَتْهُ عَنِ الْمَرْأَةِ تَرٰى فِي مَنَامِهَا مَا يَرَى الرَّجُلُ؟ قَالَ: «نَعَمْ، إِذَا رَأَتِ الْمَاءَ فَلْتَغْتَسِلْ» فَقُلْتُ: فَضَحْتِ النِّسَاءَ، وَهَلْ تَحْتَلِمُ الْمَرْأَةُ؟ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «تَرِبَتْ يَمِينُكِ، فَبِمَ يُشْبِهُهَا وَلَدُهَا إِذًا؟».

٦٠٠- حضرت ام المومنین ام سلمہ ؓ سے روایت ہے کہ حضرت ام سلیم ؓ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور مسئلہ پوچھا کہ اگر عورت کو خواب میں وہ کچھ نظر آئے جو مرد کو نظر آتا ہے (تو اس کا کیا حکم ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں‘ جب اسے پانی نظر آئے تو اسے غسل کرنا چاہیے۔“ (ام المومنین نے فرمایا) میں نے کہا: (اے ام سلیم!) تم نے عورتوں کو رسوا کر دیا ہے‘ بھلا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ”تیرا بھلا ہو! پھر اس کی اولاد اس سے مشابہ کیوں ہوتی ہے؟“

فوائد ومسائل: ① عورت‘ عالم دین مرد سے ہر قسم کا مسئلہ پوچھ سکتی ہے لیکن انداز اور الفاظ کا انتخاب مناسب اور حیا کے تقاضوں کے مطابق ہونا چاہیے۔ ② ام المومنین ؓ کو اس سوال پر تعجب ہوا کیونکہ انھیں کبھی ایسی صورت حال پیش نہیں آئی تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عورتوں میں یہ صورت حال شاذ و نادر پیش آتی ہے جبکہ مردوں میں یہ ایک معمول کا مسئلہ ہے۔ ③ صرف خواب میں مباشرت کا عمل یا ایسی کوئی چیز نظر آنے سے غسل فرض نہیں ہوتا بلکہ انزال سے غسل فرض ہوتا ہے‘ اس لیے اگر جسم یا لباس پر مادہ منویہ لگا ہوا نظر آئے تو غسل کرنا فرض ہو جاتا ہے‘ خواہ خواب یاد ہو یا نہ ہو۔ ④ [تَرِبَتْ يَمِينُكِ] کے لفظی معنی ہیں: ”تیرے دا ہنے ہاتھ کو مٹی لگے۔“ لیکن اہل عرب اس قسم کے

٦٠٠- أخرجه البخاري، العلم، باب الحياء في العلم، ح: ١٣٠، ٢٨٢، ٣٣٢٨، ٦٠٩١، ٦١٢١، ومسلم، الحيض، باب وجوب الغسل على المرأة بخروج المني منها، ح: ٣١٣ من حديث هشام به.

محاورات تعجب یا ڈانٹ کے موقع پر بولتے ہیں' لفظی مطلب مقصود نہیں ہوتا۔⑤ چونکہ بچے کی تخلیق میں مرد اور عورت دونوں کے پانی کا دخل ہوتا ہے' اس لیے بچہ کبھی باپ یا ددھیالی رشتہ داروں سے مشابہت رکھتا ہے' کبھی ماں اور ننھیالی رشتہ داروں سے۔ ارشاد نبوی کا مطلب یہ ہے کہ جب عورت میں یہ پانی موجود ہے جس سے بچے کی تخلیق ہوتی ہے' تو وہ خواب میں جسم سے خارج بھی ہو سکتا ہے' لہٰذا یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔

٦٠١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى : حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، وَعَبْدُ الأَعْلٰى، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ سَأَلَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنِ الْمَرْأَةِ تَرٰى فِي مَنَامِهَا مَا يَرَى الرَّجُلُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا رَأَتْ ذٰلِكَ، فَأَنْزَلَتْ، فَعَلَيْهَا الْغُسْلُ» فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: يَا رَسُولَ اللهِ أَيَكُونُ هٰذَا؟ قَالَ: «نَعَمْ، مَاءُ الرَّجُلِ غَلِيظٌ أَبْيَضُ، وَمَاءُ الْمَرْأَةِ رَقِيقٌ أَصْفَرُ، فَأَيُّهُمَا سَبَقَ أَوْ عَلاَ، أَشْبَهَهُ الْوَلَدُ».

٦٠١- حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ حضرت ام سلیم ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اس عورت کے بارے میں سوال کیا جسے خواب میں وہ چیز نظر آئے جو مرد کو نظر آیا کرتی ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب اسے یہ چیز نظر آئے اور اسے انزال ہو جائے تو اس پر غسل کرنا واجب ہے۔'' حضرت ام سلمہ ؓ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! کیا ایسے بھی ہو جاتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں' مرد کا پانی گاڑھا اور سفید ہوتا ہے اور عورت کا پانی پتلا اور زرد ہوتا ہے۔ ان دونوں میں سے جو بھی سبقت لے جائے یا غالب آ جائے' بچہ اس سے مشابہ ہوتا ہے۔''

٦٠٢- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالاَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ خَوْلَةَ بِنْتِ حَكِيمٍ أَنَّهَا سَأَلَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنِ الْمَرْأَةِ تَرٰى فِي مَنَامِهَا مَا يَرَى الرَّجُلُ؟ فَقَالَ: «لَيْسَ عَلَيْهَا غُسْلٌ

٦٠٢- حضرت خولہ بنت حکیم ؓ سے روایت ہے' انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے مسئلہ پوچھا کہ اگر عورت خواب میں وہی دیکھے جو کچھ مرد دیکھتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس پر غسل فرض نہیں جب تک اسے انزال نہ ہو۔ جس طرح مرد پر غسل واجب نہیں جب تک اسے انزال نہ ہو۔''

٦٠١ـ أخرجه مسلم، الحيض، باب وجوب الغسل على المرأة . . . الخ، ح: ٣١١ من حديث سعيد به.

٦٠٢ـ **[إسناده ضعيف]** أخرجه أحمد: ٦/ ٤٠٩ عن وكيع به * علي بن زيد تقدم، ح: ١١٦، وتابعه عطاء الخراساني عند النسائي: (١/ ١١٥، ح: ١٩٨)، وعطاء كان "يدلس" كما في التقريب وغيره، ولم أجد تصريح سماعه، والحديث السابق: ٦٠١ يغني عنه.

حَتَّى تُنْزِلَ. كَمَا أَنَّهُ لَيْسَ عَلَى الرَّجُلِ غُسْلٌ حَتَّى يُنْزِلَ».

فوائد و مسائل: ① مذکورہ روایت کو ہمارے فاضل محقق نے سنداً ضعیف قرار دیا ہے اور مزید لکھا ہے کہ سابقہ روایت (۶۰۱) اس سے کفایت کرتی ہے جو کہ حسن ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ روایت قابل عمل اور قابل حجت ہے علاوہ ازیں دیگر محققین نے اس روایت کو شواہد کی بنا پر حسن کہا ہے۔ ② اس مسئلے میں مرد اور عورت دونوں کا ایک ہی حکم ہے یعنی اگر جسم اور کپڑے صاف ہوں تو خواہ کسی طرح کا خواب دیکھا ہو غسل کرنے کی ضرورت نہیں۔ ③ بچے کا ماں سے یا باپ سے مشابہ ہونے کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ شکل و صورت میں ماں سے یا باپ سے مشابہ ہوتا ہے اور یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ اولاد کے مذکر یا مؤنث ہونے کا تعلق مذکورہ بالا معاملے سے ہے۔

(المعجم ١٠٨) - بَابُ مَا جَاءَ فِي غُسْلِ النِّسَاءِ مِنَ الْجَنَابَةِ (التحفة ١٠٨)

باب:۱۰۸-عورتوں کے غسل جنابت کا بیان

٦٠٣- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسَى، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ! إِنِّي امْرَأَةٌ أَشُدُّ ضَفْرَ رَأْسِي، أَفَأَنْقُضُهُ لِغُسْلِ الْجَنَابَةِ؟ فَقَالَ: «إِنَّمَا يَكْفِيكِ أَنْ تَحْثِي عَلَيْهِ ثَلَاثَ حَثَيَاتٍ مِنْ مَاءٍ، ثُمَّ تُفِيضِي عَلَيْكِ مِنَ الْمَاءِ فَتَطْهُرِينَ». أَوْ قَالَ: «فَإِذَا أَنْتِ قَدْ طَهُرْتِ».

۶۰۳- حضرت ام سلمہ ؓ سے روایت ہے انھوں نے بیان کیا کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں سر کے بالوں کی مینڈھیاں مضبوطی سے بناتی ہوں تو کیا غسل جنابت کے لیے انھیں کھولا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تجھے یہی کافی ہے کہ سر پر پانی کی تین لپیں ڈال لے پھر اپنے (پورے جسم) پر پانی بہالے تو پاک ہوجائے گی۔“ یا فرمایا: ”بس تو پاک ہوگئی۔“

فائدہ: جس طرح مرد کے لیے ضروری ہے کہ سر کی جلد کو بھی باقی جسم کی طرح تر کرے عورت کے لیے بھی غسل جنابت میں یہ تاکید ہے البتہ بالوں کی مینڈھیاں اچھی طرح بنی ہوئی ہوں تو انھیں نہ کھولے کیونکہ اس میں مشقت ہے لیکن اگر اس کے بال ڈھیلے ڈھالے گوندھے ہوئے ہوں یا کھلے ہوئے ہوں تو بالوں کو خوب دھونا چاہیے۔

٦٠٣- أخرجه مسلم، الحيض، باب حكم ضفائر المغتسلة، ح: ٣٣٠ عن ابن أبي شيبة وغيره.

٦٠٤- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ: بَلَغَ عَائِشَةَ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو يَأْمُرُ نِسَاءَهُ، [إِذَا اغْتَسَلْنَ،] أَنْ يَنْقُضْنَ رُؤُوسَهُنَّ، فَقَالَتْ: يَا عَجَبًا لِابْنِ عَمْرٍو هٰذَا، أَفَلَا يَأْمُرُهُنَّ أَنْ يَحْلِقْنَ رُؤُوسَهُنَّ، لَقَدْ كُنْتُ أَنَا وَرَسُولُ اللهِ ﷺ نَغْتَسِلُ مِنْ إِنَاءٍ وَّاحِدٍ، فَلَا أَزِيدُ عَلٰى أَنْ أُفْرِغَ عَلٰى رَأْسِي ثَلَاثَ إِفْرَاغَاتٍ.

۶۰۴-حضرت عبید بن عمیر رحمہ اللہ سے روایت ہے انھوں نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما اپنی خواتین کو حکم دیتے ہیں کہ جب وہ غسل کریں تو سر (کی مینڈھیاں وغیرہ) کھول لیا کریں۔ ام المومنین نے فرمایا: عبداللہ بن عمرو پر تعجب ہے! (کہ وہ عورتوں کو غسل کے لیے بال کھولنے کا حکم دیتے ہیں) وہ انھیں یہ حکم کیوں نہیں دے دیتے کہ اپنے سر منڈوا دیا کریں۔ میں اور رسول اللہ ﷺ ایک ہی برتن میں غسل کرتے تھے میں تو اس سے زیادہ نہیں کرتی تھی کہ سر پر تین بار پانی ڈال لیتی تھی۔ (نبی ﷺ مجھے بال کھولنے کا حکم نہیں دیتے تھے۔)

(المعجم ١٠٩) - **بَابُ الْجُنُبِ يَنْغَمِسُ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ أَيُجْزِئُهُ** (التحفة ١٠٩)

باب:۱۰۹-کیا جنبی کے لیے ٹھہرے ہوئے پانی میں غوطہ لگا لینا کافی ہے؟

٦٠٥- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيسٰى، وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى الْمِصْرِيَّانِ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْأَشَجِّ أَنَّ أَبَا السَّائِبِ، مَوْلٰى هِشَامِ بْنِ زُهْرَةَ: حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يَغْتَسِلْ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ وَهُوَ جُنُبٌ» فَقَالَ: كَيْفَ يَفْعَلُ؟ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ! قَالَ: يَتَنَاوَلُهُ تَنَاوُلًا.

۶۰۵-حضرت ہشام بن زہرہ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو سائب رحمہ اللہ سے روایت ہے انھوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”جب کوئی شخص جنبی ہو تو ٹھہرے ہوئے پانی میں غسل نہ کرے۔“ ابو سائب نے کہا: اے ابو ہریرہ! پھر وہ کیا کرے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کسی چیز میں پانی لے کر غسل کرلے۔

فوائد ومسائل: ① ٹھہرے ہوئے پانی میں غسل کرنے سے ممانعت میں یہ حکمت ہے کہ اگر اس میں ایک کے

٦٠٤ـ أخرجه مسلم، الحيض، باب حكم ضفائر المغتسلة، ح: ٣٣١ عن ابن أبي شيبة وغيره به.

٦٠٥ـ أخرجه مسلم، الطهارة، باب النهي عن الاغتسال في الماء الراكد، ح: ٢٨٣ عن أحمد بن عيسٰى وغيره به.

بعد دوسرا آدمی غسل کرے گا تو وہ جلد ہی ناقابل استعمال ہو جائے گا۔ جب کہ الگ پانی لے کر نہانے سے باقی پانی صاف ستھرا رہے گا اور دوسرے لوگ اس سے فائدہ حاصل کر سکیں گے۔ ④ یہ اسلام کی خوبی ہے کہ اس نے طہارت و نظافت میں ان آداب کی طرف رہنمائی کی ہے جن کی طرف عام طور پر توجہ مبذول نہیں ہوتی۔

(المعجم ١١٠) - **بَابُ الْمَاءِ مِنَ الْمَاءِ** (التحفة ١١٠)

باب: ١١٠- انزال سے غسل واجب ہوتا ہے

٦٠٦- **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ ذَكْوَانَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ مَرَّ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الأَنْصَارِ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ، فَخَرَجَ وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ، فَقَالَ: «لَعَلَّنَا أَعْجَلْنَاكَ؟» قَالَ: نَعَمْ. يَا رَسُولَ اللهِ! قَالَ: «إِذَا أُعْجِلْتَ أَوْ أُقْحِطْتَ، فَلَا غُسْلَ عَلَيْكَ، وَعَلَيْكَ الْوُضُوءُ».

٦٠٦- حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک انصاری صحابی کے پاس گئے اور اسے بلوایا۔ وہ (گھر سے) نکلا تو اس کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”شاید ہم نے تجھے جلدی میں ڈال دیا؟“ اس نے کہا: جی ہاں، اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ”جب تجھے (کسی وجہ سے) جلدی پڑ جائے (اور تجھے فارغ ہونے سے پہلے پیچھے ہٹنا پڑے) یا تجھے انزال نہ ہو تو تجھ پر غسل فرض نہیں، صرف وضو کرنا ضروری ہے۔“

٦٠٧- **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ السَّائِبِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ سُعَادٍ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ».

٦٠٧- حضرت ابو ایوب ؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”پانی (کا استعمال) پانی (کے خروج) سے واجب ہوتا ہے۔“

فوائد ومسائل: ① ان احادیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مرد اپنی بیوی سے عمل زوجیت میں مشغول ہو، پھر

٦٠٦ـ أخرجه البخاري، الوضوء، باب من لم ير الوضوء إلا من المخرجين من القبل والدبر، ح: ١٨٠، ومسلم، الحيض، باب بيان أن الجماع كان في أول الإسلام ... الخ، ح: ٣٤٥ من حديث شعبة به.

٦٠٧ـ [صحيح] أخرجه النسائي، الطهارة، باب الذي يحتلم ولا يرى الماء: ١/ ١١٥، ح: ١٩٩ من حديث سفيان به، وله شواهد عند مسلم، ح: ٣٤٣ وغيره.

انزال سے قبل الگ ہونا پڑے تو غسل واجب نہیں ہوگا۔ لیکن یہ حکم شروع میں تھا' بعد میں منسوخ ہوگیا۔ اب حکم یہ ہے کہ ہم بستری کے بعد غسل واجب ہے' چاہے انزال یا نہ ہو جیسا کہ اگلے باب کی روایات سے واضح ہے۔
② ''پانی پانی سے واجب ہوتا ہے۔'' اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ اگر خواب میں کوئی ایسی صورت حال نظر آئے جس سے غسل فرض ہوا کرتا ہے لیکن بیدار ہونے پر جسم یا کپڑوں پر اس کے اثرات نظر نہ آئیں تو غسل کرنے کی ضرورت نہیں۔ غسل صرف اس صورت میں ضروری ہوگا جب اس کے اثرات عملی طور پر جسم یا کپڑوں پر موجود ہوں جیسے کہ حدیث: ٦١٢ میں بیان ہوگا۔ اس معنی کے لحاظ سے یہ حدیث منسوخ نہیں۔

(المعجم ١١١) - بَابُ مَا جَاءَ فِي وُجُوبِ الْغُسْلِ إِذَا الْتَقَى الْخِتَانَانِ (التحفة ١١١)

باب: ١١١- جب شرم گاہیں مل جائیں تو (محض دخول سے) غسل واجب ہوجاتا ہے

٦٠٨- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ الطَّنَافِسِيُّ، وَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ، قَالاَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا الأَوْزَاعِيُّ: أَنْبَأَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْقَاسِمِ: أَخْبَرَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: إِذَا الْتَقَى الْخِتَانَانِ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ، فَعَلْتُهُ أَنَا وَرَسُولُ اللهِ ﷺ، فَاغْتَسَلْنَا.

٦٠٨- نبی ﷺ کی زوجۂ محترمہ حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: جب (مرد اور عورت کے) ختنے (شرم گاہیں) باہم مل جائیں تو غسل واجب ہوجاتا ہے۔ میں نے اور رسول اللہ ﷺ نے یہ عمل کیا تو ہم نے غسل کیا۔

فائدہ: ختنے ملنے سے مراد جنسی اعضاء کا ملنا' یعنی عمل مباشرت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب جنسی ملاپ کا عمل شروع کردیا جائے تو غسل واجب ہوجاتا ہے اگرچہ انزال نہ بھی ہو۔

٦٠٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ: أَنْبَأَنَا يُونُسُ، عَنِ

٦٠٩- حضرت ابی بن کعب ؓ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: اسلام کے ابتدائی دور میں رخصت تھی

٦٠٨ـ [إسناده صحيح] أخرجه الترمذي، الطهارة، باب ماجاء: إذا التقى الختانان وجب الغسل، ح:١٠٨، وقال: "حسن صحيح"، وصححه ابن حبان، وابن القطان.

٦٠٩ـ [صحيح] أخرجه الترمذي، الطهارة، باب ماجاء: أن الماء من الماء، ح:١١٠ من حديث يونس بن يزيد به، وقال: "حسن صحيح" * الزهري تابعه أبوحازم عند أبي داود، ح:٢١٥ وغيره، وصححه ابن خزيمة، وابن حبان، والدارقطني، والبيهقي.

الزُّهْرِيِّ قَالَ: قَالَ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ السَّاعِدِيُّ: أَنْبَأَنَا أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ، قَالَ: إِنَّمَا كَانَتْ رُخْصَةً فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ، ثُمَّ أُمِرْنَا بِالْغُسْلِ، بَعْدُ.

(کہ جماع کی صورت میں جب تک انزال نہ ہو غسل واجب نہیں ہوتا تھا) بعد میں ہمیں غسل کرنے کا حکم دے دیا گیا۔

٦١٠- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ، عَنْ هِشَامٍ الدَّسْتَوَائِيِّ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا جَلَسَ الرَّجُلُ بَيْنَ شُعَبِهَا الْأَرْبَعِ، ثُمَّ جَهَدَهَا، فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ».

۶۱۰- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب مرد عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھے پھر کوشش کرے تو غسل واجب ہو گیا۔“

فائدہ: چار شاخوں کے درمیان بیٹھنے سے مراد عورت کے قریب جانا اور کوشش سے مراد دخول کا عمل انجام دینا ہے یعنی غسل واجب ہونے کے لیے انزال شرط نہیں۔

٦١١- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ حَجَّاجٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا الْتَقَى الْخِتَانَانِ، وَتَوَارَتِ [الْحَشَفَةُ]، فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ».

۶۱۱- حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب ختنے باہم مل جائیں اور سپاری چھپ جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔“

فائدہ: سپاری (حشفہ) عضو خاص کے اس حصے کو کہتے ہیں جس پر ختنہ سے پہلے پردہ ہوتا ہے اور ختنہ کرنے سے وہ حصہ ظاہر ہو جاتا ہے۔ ختنے باہم ملنے کا مفہوم وہی ہے جو سپاری کے (عورت کے مقام مخصوص میں) چھپ جانے کا ہے۔ یہ روایت ماقبل کی روایت کے ہم معنی ہے اس لیے بعض نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

٦١٠- أخرجه البخاري، الغسل، باب إذا التقى الختانان، ح:٢٩١، ومسلم، الحيض، باب نسخ: "الماء من الماء"، ووجوب الغسل بالتقاء الختانين، ح:٣٤٨ من حديث هشام به، وللحديث شواهد كثيرة.

٦١١- **[إسناده ضعيف]** قال البوصيري: "هٰذا إسناد ضعيف لضعف حجاج وهو ابن أرطاة، وتدليسه، وقد رواه بالعنعنة"، وللحديث شواهد ضعيفة، والحديث السابق، ح:٦٠٨ يغني عنه.

(المعجم ١١٢) - **بَابُ مَنِ احْتَلَمَ وَلَمْ يَرَ بَلَلاً** (التحفة ١١٢)

باب:۱۱۲- جسے خواب میں احتلام ہو لیکن کپڑے گیلے نہ ہوں

٦١٢- **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ، عَنِ الْعُمَرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهِ فَرَأَى بَلَلاً، وَلَمْ يَرَ أَنَّهُ احْتَلَمَ، اغْتَسَلَ، وَإِذَا رَأَى أَنَّهُ قَدِ احْتَلَمَ وَلَمْ يَرَ بَلَلاً، فَلاَ غُسْلَ عَلَيْهِ».

۶۱۲- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی شخص نیند سے بیدار ہو اور اسے (جسم یا کپڑوں پر) گیلا پن (مادہ منویہ) نظر آئے اور اسے خواب یاد نہ ہو، وہ غسل کرے اور اگر اسے محسوس ہو کہ اس نے خواب (میں غسل واجب کرنے والا عمل) دیکھا ہے اور (بیدار ہونے پر) گیلا پن نظر نہ آئے تو اس پر کوئی غسل نہیں۔''

فائدہ: یہ روایت سنداً ضعیف ہے، تاہم یہ روایت اور بھی کئی طرق سے مروی ہے، بنابریں بعض محققین کے نزدیک یہ روایت ان طرق کی وجہ سے قوی ہو جاتی ہے۔ دیکھیے: (الموسوعة الحديثية: ۲۶۵/۴۳، ۲۶۶)، شیخ البانی ؒ نے بھی اسے حسن کہا ہے۔ دیکھیے: (مشکٰوۃ للألباني، حدیث:۴۴۱)، علاوہ ازیں صحیح مسلم کی روایت سے بھی اس میں بیان کردہ مسئلے کا اثبات ہوتا ہے، وہ روایت یہ ہے کہ حضرت ام سلیم ؓ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور پوچھا کہ کیا احتلام ہونے کی صورت میں (جس طرح مرد غسل کرتا ہے) عورت پر بھی غسل ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں، جب وہ پانی دیکھے۔'' (صحیح مسلم، الحیض، حدیث: ۳۱۳)۔ اس سے واضح ہے کہ اس معاملے میں مرد اور عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ خواب (حالت نیند) میں جس کو بھی احتلام ہو جائے، اسے یاد ہو یا نہ یاد ہو لیکن اگر اس کے کپڑے گیلے ہوں تو اس پر غسل واجب ہے بشرطیکہ اس کے کپڑے اس طرح گیلے نہ ہوں جیسے پیشاب سے گیلے ہوتے ہیں کیونکہ اس صورت میں اس پر غسل واجب نہیں ہوگا۔ اور اگر اسے خواب میں احتلام تو یاد ہو لیکن اس کی کوئی علامت (نمی) اس کے کپڑوں پر نہ ہو تو غسل واجب نہیں ہوگا۔

(المعجم ١١٣) - **بَابُ مَا جَاءَ فِي الِاسْتِتَارِ عِنْدَ الْغُسْلِ** (التحفة ١١٣)

باب:۱۱۳- نہاتے وقت پردے کا اہتمام کرنا

٦١٣- **حَدَّثَنَا** الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ

۶۱۳- حضرت ابو سمح ؓ سے روایت ہے،

٦١٢ـ **[إسناده ضعيف]** أخرجه أبوداود، الطهارة، باب في الرجل يجد البلة في منامه، ح: ٢٣٦، والترمذي، ح: ١١٣ من حديث حماد بن خالد به، وقال الترمذي: "عبدالله (العمري) ضعفه يحيى بن سعيد القطان من قبل حفظه في الحديث".

٦١٣ـ **[إسناده صحيح]** أخرجه أبوداود، الطهارة، باب بول الصبي يصيب الثوب، ح: ٣٧٦ عن العباس وغيره،◀◀

الْعَنْبَرِيُّ، وَأَبُو حَفْصٍ، عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ الْفَلَّاسُ، وَمُجَاهِدُ بْنُ مُوسٰى قَالُوا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْوَلِيدِ: أَخْبَرَنِي مُحِلُّ بْنُ خَلِيفَةَ: حَدَّثَنِي أَبُو السَّمْحِ قَالَ: كُنْتُ أَخْدُمُ النَّبِيَّ ﷺ، فَكَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَغْتَسِلَ، قَالَ: «وَلِّنِي» فَأُوَلِّيهِ قَفَايَ، وَأَنْشُرُ الثَّوْبَ فَأَسْتُرُهُ بِهِ.

انھوں نے بیان کیا کہ میں نبی ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ آپ جب غسل کرنا چاہتے تو فرماتے: ''مجھ سے رخ پھیر لو۔'' میں آپ کی طرف پیٹھ کر لیتا اور کپڑا پھیلا کر آپ کو پردہ کر دیتا۔

فائدہ: کسی کے سامنے بےلباس ہونا جائز نہیں' البتہ تنہائی میں یا پردے میں کسی ضرورت کے تحت لباس اتارنا جائز ہے۔

٦١٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ الْمِصْرِيُّ: أَنْبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ أَنَّهُ قَالَ: سَأَلْتُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ سَبَّحَ فِي سَفَرٍ، فَلَمْ أَجِدْ أَحَدًا يُخْبِرُنِي، حَتَّى أَخْبَرَتْنِي أُمُّ هَانِئٍ بِنْتُ أَبِي طَالِبٍ: أَنَّهُ قَدِمَ عَامَ الْفَتْحِ، فَأَمَرَ بِسِتْرٍ فَسُتِرَ عَلَيْهِ، فَاغْتَسَلَ، ثُمَّ سَبَّحَ ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ.

۶۱۴- حضرت عبداللہ بن نوفل سے روایت ہے' انھوں نے کہا: میں نے (صحابۂ کرام سے) سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے سفر میں نفل پڑھے ہیں؟ کوئی شخص مجھے (یہ مسئلہ) بتانے والا نہ ملا۔ آخر مجھے ام ہانی بنت ابوطالب ؓ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے سال (مکہ مکرمہ) تشریف لائے' آپ نے حکم دیا تو آپ پر پردہ کیا گیا' چنانچہ آپ نے غسل کیا پھر آٹھ رکعت نفل ادا کیے۔

فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ نہاتے وقت پردہ کر لینا چاہیے اگرچہ جسم پر مختصر لباس موجود بھی ہو۔ اس چیز کا اشارہ اس بات سے ملتا ہے کہ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام ہانی ؓ سے بات چیت کی' اور ابن ہبیرہ کو امان عطا فرمائی۔ (صحیح مسلم' صلاة المسافرین' باب استحباب صلاة الضحى......' حديث: ٣٣٦ قبل حديث:٧٢٠) جب کہ قضائے حاجت کے وقت ستر کھول کر باتیں کرنے پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے جیسے

◄ وصححه ابن خزيمة، والحاكم، والذهبي.

٦١٤ــ أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب استحباب صلاة الضحى . . . الخ، ح:٣٣٦بعد حديث:٧١٩، من حديث الزهري به باختلاف يسير.

کہ حدیث: ۴۴۲ میں بیان ہوا ہے' اس لیے اس موقع پر غسل کرتے ہوئے نبی ﷺ نے یقیناً مختصر لباس پہنا ہوا ہوگا ورنہ ام ہانی ؓ سے کلام نہ فرماتے۔ ② فتح مکہ کے موقع پر نبی ﷺ مکہ مکرمہ میں مسافر کی حیثیت سے ٹھہرے ہوئے تھے' اس کے باوجود نماز ضحیٰ ادا فرمائی جو نفلی نماز ہے' البتہ آپ سفر میں سنن رواتب (فرض نماز سے پہلے اور بعد میں پڑھی جانے والی سنتیں) نہیں پڑھتے تھے۔

٦١٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ ثَعْلَبَةَ الْحِمَّانِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ أَبُو يَحْيَى الْحِمَّانِيُّ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عِمَارَةَ، عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لاَ يَغْتَسِلَنَّ أَحَدُكُمْ بِأَرْضِ فَلاَةٍ، وَلاَ فَوْقَ سَطْحٍ لاَ يُوَارِيهِ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ يَرٰى، فَإِنَّهُ يُرٰى».

۶۱۵- حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی شخص کھلے میدان میں غسل نہ کرے' نہ ایسی چھت پر غسل کرے جس پر پردہ نہ ہو سکے۔ اگر وہ کسی کو نہیں دیکھتا تو اس پر تو نظر پڑتی ہے۔''

(المعجم ١١٤) - بَابُ مَا جَاءَ فِي النَّهْيِ لِلْحَاقِنِ أَنْ يُصَلِّيَ (التحفة ١١٤)

باب: ۱۱۴- پیشاب' پاخانہ کی حاجت ہو تو نماز پڑھنا منع ہے

٦١٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ: أَنْبَأَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمُ الْغَائِطَ، وَأُقِيمَتِ الصَّلاَةُ، فَلْيَبْدَأْ بِهِ».

۶۱۶- حضرت عبداللہ بن ارقم ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی شخص قضائے حاجت کے لیے جانا چاہتا ہو اور نماز کھڑی ہو جائے تو اسے چاہیے کہ پہلے حاجت سے فراغت حاصل کرے۔''

فائدہ: اس کی حکمت یہ ہے کہ اگر اسی کیفیت میں نماز شروع کرے گا تو توجہ نماز کی طرف نہیں ہو سکے گی اور اطمینان سے نماز ادا نہیں کر سکے گا' اس لیے ضروری ہے کہ اس حاجت سے فارغ ہو کر نماز شروع کرے تاکہ توجہ اور

٦١٥- [إسناده ضعيف جدًا] وقال البوصيري: "هٰذا إسناد ضعيف، أبوعبيدة، قيل: لم يسمع من أبيه عبدالله بن مسعود، والحسن بن عمارة مجمع علٰى ترك حديثه".

٦١٦- [صحيح] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب أيصلي الرجل وهو حاقن، ح: ٨٨ من حديث هشام به، وصححه الترمذي، وابن خزيمة، وابن حبان، والحاكم، والذهبي وغيرهم.

اطمینان سے نماز پڑھ سکے۔

٦١٧- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ آدَمَ: حَدَّثَنَا زَيْدُ ابْنُ الْحُبَابِ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنِ السَّفْرِ بْنِ نُسَيْرٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ وَهُوَ حَاقِنٌ.

۶۱۷-حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ آدمی پیشاب روکے ہوئے نماز پڑھے۔

٦١٨- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ إِدْرِيسَ الأَوْدِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لاَيَقُومُ أَحَدُكُمْ إِلَى الصَّلاَةِ وَبِهِ أَذًى».

۶۱۸- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی شخص اس حال میں نماز کے لیے کھڑا نہ ہو کہ اسے پیشاب یا پاخانہ کی حاجت ہو۔''

٦١٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى الْحِمْصِيُّ: حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ صَالِحٍ، [عَنْ يَزِيدَ بْنِ شُرَيْحٍ] عَنْ أَبِي حَيٍّ الْمُؤَذِّنِ، عَنْ ثَوْبَانَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «لاَ يَقُومُ أَحَدٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَهُوَ حَاقِنٌ حَتَّى يَتَخَفَّفَ».

۶۱۹-حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی مسلمان پیشاب یا پاخانہ کی حاجت ہوتے ہوئے (نماز کے لیے) کھڑا نہ ہو حتی کہ ہلکا پھلکا ہو جائے (حاجت سے فارغ ہو جائے۔'')

(المعجم ١١٥) - بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُسْتَحَاضَةِ الَّتِي قَدْ عَدَّتْ أَيَّامَ أَقْرَائِهَا قَبْلَ أَنْ يَسْتَمِرَّ بِهَا الدَّمُ (التحفة ١١٥)

باب:۱۱۵-استحاضہ کی مریضہ عورت کو اگر یہ بیماری شروع ہونے سے پہلے کی ماہانہ عادت کے ایام معلوم ہوں تو اس کا کیا حکم ہے؟

٦١٧ـ[صحيح] أخرجه أحمد: ٥/ ٢٦٠ عن زيد بن الحباب به مطولاً، وقال البوصيري: "هذا إسناد فيه السفر وهو ضعيف"، وللحديث شواهد، منها الحديث الآتي، ح: ٦١٩.

٦١٨ـ[صحيح] أخرجه ابن أبي شيبة: ٢/ ٤٢٢ به، وقال البوصيري: "رجاله ثقات"، وله شواهد.

٦١٩ـ[حسن] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب أيصلي الرجل وهو حاقن؟، ح: ٩٠، وحسنه الترمذي، ح: ٣٥٧، والبغوي.

٦٢٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ: أَنْبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ الْمُنْذِرِ بْنِ الْمُغِيرَةِ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ أَبِي حُبَيْشٍ حَدَّثَتْهُ أَنَّهَا أَتَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَشَكَتْ إِلَيْهِ الدَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّمَا ذٰلِكِ عِرْقٌ، فَانْظُرِي إِذَا أَتَى قَرْؤُكِ فَلاَ تُصَلِّي، فَإِذَا مَرَّ الْقَرْءُ فَتَطَهَّرِي، ثُمَّ صَلِّي مَا بَيْنَ الْقَرْءِ إِلَى الْقَرْءِ».

۶۲۰- حضرت فاطمہ بنت ابوحبیش ؓ سے روایت ہے' انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر خون (جاری رہنے) کی شکایت کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ تو ایک رگ ہے' تم خیال رکھا کرو' جب تمھارا حیض شروع ہو جائے تو نماز نہ پڑھو۔ جب حیض ختم ہو جائے تو غسل کر لو' پھر حیض (کے ختم ہونے) سے حیض (کے شروع ہونے) تک نماز ادا کرو۔''

فائدہ: یہ روایت ہمارے محقق کے نزدیک سنداً ضعیف ہے جبکہ متناً ومعناً درست ہے جیسا کہ اگلی روایت میں یہی مسئلہ بیان ہوا ہے۔ غالباً اسی وجہ سے دوسرے محققین نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

٦٢١- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْجَرَّاحِ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ؛ ح: وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ. قَالاَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: جَاءَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي حُبَيْشٍ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنِّي امْرَأَةٌ أُسْتَحَاضُ فَلاَ أَطْهُرُ، أَفَأَدَعُ الصَّلاَةَ؟ قَالَ: «لاَ، إِنَّمَا ذٰلِكِ عِرْقٌ، وَلَيْسَ بِالْحَيْضَةِ، فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلاَةَ، وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْسِلِي عَنْكِ الدَّمَ

۶۲۱- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: حضرت فاطمہ بنت ابوحبیش ؓ اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا: ''اے اللہ کے رسول! مجھے استحاضہ کی شکایت ہے' میں تو پاک ہی نہیں ہوتی۔ تو کیا میں نماز کو (بالکل) چھوڑ دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں' یہ تو ایک رگ ہے' یہ حیض نہیں۔ جب حیض آئے تو نماز پڑھنا چھوڑ دے' جب ختم ہو جائے تو اپنے جسم سے خون کو دھو ڈال اور (غسل کر کے) نماز ادا کر۔'' یہ حدیث وکیع کی ہے۔

٦٢٠ـ [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب في المرأة تستحاض . . . الخ، ح: ٢٨٠ من حديث الليث به * المنذر لم يوثقه غير ابن حبان، وقال الذهبي: "لا يعرف".

٦٢١ـ أخرجه مسلم، الحيض، باب المستحاضة وغسلها وصلاتها، ح: ٣٣٣ من حديث وكيع وحماد بن زيد به.

وَصَلِّي». هٰذَا حَدِيثُ وَكِيعٍ.

فوائد ومسائل: ① حیض اور استحاضہ میں یہ فرق ہے کہ حیض صحت کی حالت میں مہینے میں چند دن کے لیے آتا ہے جب کہ استحاضہ بیماری کا خون ہے جو حیض کے ایام کے علاوہ آتا ہے۔ اس کے علاوہ حیض کا خون شروع کے ایام میں سیاہی مائل ہوتا ہے اور آخری ایام میں زردی مائل ہو جاتا ہے جبکہ استحاضہ کا رنگ سرخ ہی رہتا ہے تبدیل نہیں ہوتا۔ رنگ کے فرق کی وجہ سے عورتیں ان میں تمیز کر لیتی ہیں۔ ② رگ سے مراد یہ ہے کہ یہ ایک بیماری ہے۔ حسب معمول آنے والا خون نہیں، اس لیے اس پر وہ احکام لاگو نہیں ہوتے جو عادت کے ایام پر ہوتے ہیں۔ ③ استحاضہ کی مریض عورت کو بھی صحت مند عورت کی طرح حیض ختم ہونے پر غسل کرنا چاہیے، اس کے بعد صحت مند عورت کی طرح نماز روزہ ادا کرنا چاہیے۔ اسے مسجد میں جانا، قرآن پاک کی تلاوت کرنا، اور خاوند کا اس سے مباشرت کرنا بھی جائز ہے کیونکہ اس پر حیض کے احکام لاگو نہیں ہوتے۔

٦٢٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ -إِمْلَاءً عَلَيَّ مِنْ كِتَابِهِ، وَكَانَ السَّائِلُ غَيْرِي -: أَنْبَأَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ بِنْتِ جَحْشٍ قَالَتْ: كُنْتُ أُسْتَحَاضُ حَيْضَةً كَثِيرَةً طَوِيلَةً، قَالَتْ: فَجِئْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ أَسْتَفْتِيهِ وَأُخْبِرُهُ، قَالَتْ فَوَجَدْتُهُ عِنْدَ أُخْتِي زَيْنَبَ، قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّ لِي إِلَيْكَ حَاجَةً، قَالَ: «وَمَا هِيَ؟ أَيْ هَنْتَاهْ» قُلْتُ: إِنِّي أُسْتَحَاضُ حَيْضَةً طَوِيلَةً كَبِيرَةً، وَقَدْ مَنَعَتْنِي الصَّلَاةَ وَالصَّوْمَ، فَمَا تَأْمُرُنِي فِيهَا؟ قَالَ: «أَنْعَتُ لَكِ الْكُرْسُفَ، فَإِنَّهُ يُذْهِبُ

٦٢٢- حضرت ام حبیبہ بنت جحش ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: مجھے طویل عرصے تک بکثرت استحاضہ آتا رہا تھا۔ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تاکہ آپ کو (اپنی کیفیت) بتا کر مسئلہ معلوم کروں۔ مجھے اپنی بہن زینب ؓ کے گھر رسول اللہ ﷺ مل گئے۔ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! مجھے آپ سے ایک کام ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اے خاتون! کیا کام ہے؟'' میں نے کہا: مجھے طویل عرصے تک بکثرت استحاضہ آتا رہتا ہے جس کی وجہ سے میں نماز روزہ ادا نہیں کر سکتی، تو آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تیرے لیے روئی تجویز کرتا ہوں کیونکہ وہ خون کو جذب کر لیتی ہے۔'' میں نے کہا: وہ تو اس سے زیادہ ہے...... اس کے بعد راوی نے پوری حدیث شریک کی حدیث کی مثل بیان کی۔

٦٢٢ـ **[إسناده ضعيف]** أخرجه أبوداود، الطهارة، باب ما روي أن المستحاضة تغتسل لكل صلاة، ح: ٢٨٨ من حديث ابن عقيل به * وابن عقيل ضعيف تقدم، ح: ٣٩٠.

الدَّمَ». قُلْتُ: هُوَ أَكْثَرُ، فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ شَرِيكٍ.

فائدہ: روئی تجویز کرنے کا مطلب یہ ہے کہ میں تجھے یہ مشورہ دیتا ہوں کہ خون کی جگہ روئی رکھ کر اوپر سے کپڑا باندھ لے تاکہ خون اسی روئی میں جذب ہوتا رہے اور دوسرے کپڑے بار بار خراب نہ ہوں اور تو اطمینان سے نماز وغیرہ ادا کرلے۔ یہ حدیث اور آگے آنے والی حدیث ۶۲۵ معناً صحیح ہیں کیونکہ دونوں صحیح روایات کے ہم معنی ہیں۔

٦٢٣- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: سَأَلَتِ امْرَأَةٌ النَّبِيَّ ﷺ قَالَتْ: إِنِّي أُسْتَحَاضُ فَلَا أَطْهُرُ، أَفَأَدَعُ الصَّلَاةَ؟ قَالَ: «لَا، وَلٰكِنْ دَعِي قَدْرَ الْأَيَّامِ وَاللَّيَالِي الَّتِي كُنْتِ تَحِيضِينَ». قَالَ أَبُو بَكْرٍ فِي حَدِيثِهِ: «وَقَدْرَهُنَّ مِنَ الشَّهْرِ، ثُمَّ اغْتَسِلِي وَاسْتَذْفِرِي بِثَوْبٍ، وَصَلِّي».

۶۲۳- حضرت ام سلمہ ؓ سے روایت ہے انھوں نے کہا: ایک عورت نے نبی ﷺ سے سوال کیا، اس نے کہا: مجھے استحاضہ آتا ہے تو میں پاک ہی نہیں ہوتی۔ تو کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ”نہیں جتنے دن رات تجھے (بیماری شروع ہونے سے پہلے ہر ماہ) حیض آیا کرتا تھا اتنے عرصہ تک (نماز) چھوڑ دیا کر۔“ ابوبکر (بن ابوشیبہ) کی ایک روایت میں یوں ہے: ”اس مقدار کے مطابق مہینے میں سے، اس کے بعد غسل کر لے اور لنگوٹ باندھ لے پھر نماز پڑھ لے۔“

فوائد ومسائل: ① یہ حکم اس صورت میں ہے جب عادت کی مقدار معلوم ہو۔ ② استحاضہ کی طرح اگر کسی کو اور کوئی ایسی بیماری ہے جس میں اس کا وضو برقرار نہیں رہتا، مثلاً: ہوا کا بار بار خارج ہونا یا پیشاب کے قطروں کا آنا تو ایسا شخص شرعاً معذور ہے۔ وہ نماز نہ چھوڑے بلکہ ہر نماز کے لیے نیا وضو کرے اور اس وضو سے ایک نماز سے متعلقہ فرائض، سنن اور نوافل ادا کرے۔ ③ یہ روایت بھی صحیح روایات کے ہم معنی ہونے کی وجہ سے صحیح ہے۔

٦٢٤- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، وَأَبُوبَكْرِ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنِ

۶۲۴- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے انھوں نے کہا: حضرت فاطمہ بنت ابو حبیش ؓ نبی ﷺ کی

٦٢٣ـ [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب في المرأة تستحاض ... الخ، ح:٢٧٦ من حديث عبيدالله به، إلا أنه قال: عن سليمان عن رجل من الأنصار * والرجل مجهول، والله أعلم.

٦٢٤ـ [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب من قال تغتسل من طهر إلى طهر، ح:٢٩٨، وضعفه يحيى القطان وابن معين * الأعمش تقدم، ح:١٧٨، وحبيب، ح:٣٨٣ عنعنا.

الأَعْمَشِ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: جَاءَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي حُبَيْشٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنِّي امْرَأَةٌ أُسْتَحَاضُ فَلاَ أَطْهُرُ، أَفَأَدَعُ الصَّلاَةَ؟ قَالَ: «لاَ، إِنَّمَا ذٰلِكِ عِرْقٌ، وَلَيْسَ بِالْحَيْضَةِ، اجْتَنِبِي الصَّلاَةَ أَيَّامَ مَحِيضِكِ، ثُمَّ اغْتَسِلِي وَتَوَضَّئِي لِكُلِّ صَلاَةٍ، وَإِنْ قَطَرَ الدَّمُ عَلَى الْحَصِيرِ».

خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے استحاضہ کی شکایت ہے' اس لیے میں پاک نہیں ہوتی۔ تو کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں' وہ تو (بیماری کی) ایک رگ ہے۔ یہ حیض (کا خون) نہیں۔ حیض کے ایام میں نماز سے اجتناب کر' اس کے بعد غسل کر لے اور ہر نماز کے لیے وضو کر لیا کر اگرچہ چٹائی پر خون ٹپکتا رہے۔''

فائدہ: استحاضہ کی مریضہ عورت غسل کر کے دو نمازوں کو ملا کر پڑھے تو افضل ہے۔ اگر وہ الگ الگ نماز کے لیے صرف وضو پر اکتفا کرے تو بھی درست ہے۔ یہ روایت بھی معناً صحیح ہے' تاہم بعض کے نزدیک اس میں آخری الفاظ ''اگرچہ چٹائی پر خون ٹپکتا رہے'' صحیح نہیں ہیں۔

٦٢٥- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ مُوسٰى، قَالاَ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ أَبِي الْيَقْظَانِ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «الْمُسْتَحَاضَةُ تَدَعُ الصَّلاَةَ أَيَّامَ أَقْرَائِهَا، ثُمَّ تَغْتَسِلُ وَتَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلاَةٍ، وَتَصُومُ وَتُصَلِّي».

۶۲۵- حضرت عدی بن ثابت انصاری رحمہ اللہ اپنے والد سے' اور وہ عدی کے نانا حضرت عبداللہ بن یزید خطمی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''استحاضہ والی عورت حیض کے ایام میں نماز چھوڑ دے' پھر غسل کر لے اور ہر نماز کے لیے وضو کرے اور روزے بھی رکھے' نماز بھی پڑھے۔''

فائدہ: یہ روایت سنداً ضعیف ہے' البتہ دیگر شواہد کی بنا پر صحیح ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (الارواء' حديث: ٢٠٧)

(المعجم ١١٦) - بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُسْتَحَاضَةِ إِذَا اخْتَلَطَ عَلَيْهَا الدَّمُ فَلَمْ تَقِفْ عَلٰى أَيَّامِ حَيْضِهَا (التحفة ١١٦)

باب:۱۱۶- اگر استحاضہ کی مریضہ کو خون کی پہچان نہ ہو' اور اسے حیض کے ایام کا پتہ نہ چلے تو؟

٦٢٥ـ [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الطهارة، الباب السابق، ح:٢٩٧، وضعفه * أبواليقظان ابن عمير تقدم، ح:١٥٦، وشيخه مجهول الحال، راجع التقريب وغيره.

٦٢٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى: حَدَّثَنَا أَبُوالْمُغِيرَةِ: حَدَّثَنَا الأَوْزَاعِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، وَعَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتِ: اسْتُحِيضَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ بِنْتُ جَحْشٍ، وَهِيَ تَحْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، سَبْعَ سِنِينَ، فَشَكَتْ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِنَّ هٰذِهِ لَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ، وَإِنَّمَا هُوَ عِرْقٌ، فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلاَةَ، وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْتَسِلِي وَصَلِّي».

٦٢٦- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے' انھوں نے کہا: حضرت ام حبیبہ بنت جحش ؓ جو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ کی اہلیہ تھیں' سات سال استحاضہ کی بیماری میں مبتلا رہیں۔ (آخر کار) انھوں نے نبی ﷺ سے شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ حیض نہیں' یہ تو (بیماری کی) ایک رگ ہے۔ جب حیض آئے تو نماز چھوڑ دے اور جب ختم ہو جائے تو غسل کر کے نماز پڑھ۔''

قَالَتْ عَائِشَةُ: فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلاَةٍ، ثُمَّ تُصَلِّي، وَكَانَتْ تَقْعُدُ فِي مِرْكَنٍ لأُخْتِهَا زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ، حَتَّى إِنَّ حُمْرَةَ الدَّمِ لَتَعْلُو الْمَاءَ.

حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا: چنانچہ وہ ہر نماز کے لیے غسل کیا کرتی تھیں۔ وہ اپنی بہن (ام المومنین) زینب بنت جحش ؓ کے ٹب میں (پانی ڈال کر غسل کے لیے) بیٹھ جاتیں حتیٰ کہ خون کی سرخی پانی پر آ جاتی۔

فوائد و مسائل: ① ''جب حیض آئے'' یعنی جب وہ دن آئیں جن میں اسے بیماری سے پہلے حیض آیا کرتا تھا تو اب بھی انہی دنوں کو حیض کے ایام شمار کرلے یا رنگ کی تبدیلی اور خون کی کثرت وغیرہ سے اندازہ ہو کہ حیض شروع ہو گیا ہے تو نماز روزہ چھوڑ دے۔ جب محسوس ہو کہ اب صرف بیماری کا خون جاری ہے تو ایام حیض سے فراغت پر غسل کر کے نماز پڑھنا شروع کر دے۔ ② حضرت ام حبیبہ بنت جحش ؓ کا ہر نماز کے لیے غسل کرنا ان کا اجتہاد تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد سے صرف ایک بار غسل کرنا معلوم ہوتا ہے جو حیض ختم ہونے پر ہر عورت پر فرض ہوتا ہے۔ دوسری احادیث میں روزانہ تین بار یا روزانہ ایک بار غسل کرنے کا جو حکم ہے' وہ افضلیت کے لیے ہے۔

(المعجم ١١٧) - بَابُ مَا جَاءَ فِي الْبِكْرِ إِذَا ابْتَدَأَتْ مُسْتَحَاضَةً أَوْ كَانَ لَهَا أَيَّامُ حَيْضٍ فَنَسِيَتْهَا (التحفة ١١٧)

باب: ١١٧- جس کنواری عورت کو شروع ہی سے استحاضہ آتا ہو' یا اسے حیض کے ایام یاد نہ رہے ہوں

٦٢٦ـ أخرجه البخاري، الحيض، باب عرق الاستحاضة، ح:٣٢٧، ومسلم، الحيض، باب المستحاضة وغسلها وصلاتها، ح: ٣٣٤ من حديث الزهري به.

٦٢٧- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: أَنْبَأَنَا شَرِيكٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ابْنِ مُحَمَّدِ بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ عَمِّهِ عِمْرَانَ بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ أُمِّهِ حَمْنَةَ بِنْتِ جَحْشٍ أَنَّهَا اسْتُحِيضَتْ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَأَتَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَالَتْ: إِنِّي اسْتُحِضْتُ حَيْضَةً مُنْكَرَةً شَدِيدَةً، قَالَ لَهَا: «احْتَشِي كُرْسُفاً» قَالَتْ لَهُ: إِنَّهُ أَشَدُّ مِنْ ذٰلِكَ، إِنِّي أَثُجُّ ثَجًّا. قَالَ: «تَلَجَّمِي وَتَحَيَّضِي فِي كُلِّ شَهْرٍ فِي عِلْمِ اللهِ سِتَّةَ أَيَّامٍ أَوْ سَبْعَةَ أَيَّامٍ، ثُمَّ اغْتَسِلِي غُسْلاً، فَصَلِّي وَصُومِي ثَلَاثَةً وَعِشْرِينَ، أَوْ أَرْبَعَةً وَعِشْرِينَ، وَأَخِّرِي الظُّهْرَ وَقَدِّمِي الْعَصْرَ، وَاغْتَسِلِي لَهُمَا غُسْلاً، وَأَخِّرِي الْمَغْرِبَ وَعَجِّلِي الْعِشَاءَ، وَاغْتَسِلِي لَهُمَا غُسْلاً، وَهٰذَا أَحَبُّ الأَمْرَيْنِ إِلَيَّ.

٦٢٧- حضرت حمنہ بنت جحش ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں انھیں استحاضے کی بیماری تھی۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: مجھے بہت بری طرح شدید استحاضہ آتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''روئی رکھ لیا کرو۔'' انھوں نے کہا: وہ تو اس سے زیادہ شدید ہے۔ وہ تو بہتا ہی چلا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''لنگوٹ باندھ لیا کرو اور اللہ کے علم پر اعتماد کر کے ہر مہینے چھ سات دن حیض شمار کر لو۔ پھر غسل کر لو اور تئیس چوبیس دن نماز روزہ ادا کرو۔ ظہر کو دیر سے اور عصر کو جلدی پڑھ لو اور ان دونوں (نمازوں) کے لیے ایک بار غسل کر لیا کرو۔ (اسی طرح) مغرب کی نماز دیر سے اور عشاء کی نماز جلدی پڑھ لیا کرو' اور ان دونوں کے لیے ایک بار غسل کرو اور یہ طریقہ مجھے زیادہ پسند ہے۔''

فوائد ومسائل: ① اللہ کے علم پر اعتماد کرنے سے مراد یہ ہے کہ تم اپنے اندازے سے حیض اور طہر کے ایام شمار کرو۔ اگر اس میں کچھ کمی بیشی ہو گئی تو اللہ معاف کرنے والا ہے۔ اسے یہ بھی علم ہے کہ حیض کے اصل ایام کون سے ہیں' اور وہ تمھارے عذر سے بھی باخبر ہے۔ ② ارشاد نبوی ''یہ طریقہ مجھے زیادہ پسند ہے۔'' ظاہر کرتا ہے کہ روزانہ تین بار غسل کرنا فرض نہیں لیکن اس میں طہارت اور صفائی کا بہت زیادہ اہتمام ہے' اس لیے نبی ﷺ نے پسند فرمایا۔ ③ اس حدیث میں ظہر اور عصر کے لیے ایک غسل اور مغرب وعشاء کے لیے ایک غسل کا ذکر ہے۔ دوسری روایات میں فجر کے لیے بھی ایک غسل کا ذکر ہے۔ (جامع الترمذی' الطهارة' باب ماجاء فی المستحاضة أنها تجمع بین الصلاتین بغسل واحد' حدیث:١٢٨) ④ یہ روایت بعض حضرات کے نزدیک حسن ہے اور اس میں یا اس

٦٢٧_[ضعيف] تقدم، ح: ٦٢٢.

جیسی دیگر روایات میں ہر دو نماز کے لیے ایک غسل اور فجر کے لیے ایک غسل (تین غسلوں) کا حکم استحباب پر محمول ہے ورنہ استحاضہ والی عورت کے لیے ایک ہی غسل کافی ہے یعنی اس وقت جب وہ حیض سے پاک ہو۔

(المعجم ١١٨) - **بَابٌ: فِي مَا جَاءَ فِي دَمِ الْحَيْضِ يُصِيبُ الثَّوْبَ** (التحفة ١١٨)

باب: ۱۱۸- اگر کپڑے کو حیض کا خون لگ جائے

٦٢٨- **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، قَالاَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ ثَابِتِ بْنِ هُرْمُزَ أَبِي الْمِقْدَامِ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ أُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ قَالَتْ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنْ دَمِ الْحَيْضِ يُصِيبُ الثَّوْبَ، قَالَ: «اغْسِلِيهِ بِالْمَاءِ وَالسِّدْرِ، وَحُكِّيهِ وَلَوْ بِضِلَعٍ».

۶۲۸- حضرت ام قیس بنت محصن ؓ سے روایت ہے انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے کپڑے کو حیض کا خون لگ جانے کا مسئلہ پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے بیری کے پتوں اور پانی کے ساتھ دھوڈالو اور اسے کھرچ دو خواہ لکڑی سے کھرچو۔''

فوائد ومسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ حیض کا خون نجس ہے جسے دھونا ضروری ہے۔ ② پانی میں بیری کے پتے ڈال کر ابالا جائے تو اس پانی کے ساتھ صفائی بہتر طور پر ہو سکتی ہے۔ میت کو غسل دینے کے لیے بھی اسی طریقے سے پانی تیار کیا جاتا ہے۔ ③ بعض اوقات صرف پانی ڈالنے سے خون نہیں اترتا' اس صورت میں کپڑے کو رگڑ کر اچھی طرح صاف کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس کے بعد اگر معمولی نشان رہ جائے تو معاف ہے۔ ④ ''ضِلَع'' پسلی کو کہتے ہیں۔ یہاں مراد پسلی جیسی لمبی اور پتلی لکڑی ہے۔

٦٢٩- **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الأَحْمَرُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، قَالَتْ:

۶۲۹- حضرت اسماء بنت ابو بکر صدیق ؓ سے روایت ہے انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ سے کپڑے کو لگ جانے والے حیض کے خون کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''انگلیوں سے مل کر دھولے اور

٦٢٨ـ **[إسناده صحيح]** أخرجه أبوداود، الطهارة، باب المرأة تغسل ثوبها الذي تلبسه في حيضها، ح: ٣٦٣ من حديث يحيى به، وصححه ابن خزيمة، وابن حبان.

٦٢٩ـ أخرجه البخاري، الوضوء، باب غسل الدم، ح: ٢٢٧، ٣٠٧، ومسلم، الطهارة، باب نجاسة الدم وكيفية غسله، ح: ٢٩١ من حديث هشام به.

سُئِلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ دَمِ الْحَيْضِ يَكُونُ فِي الثَّوْبِ. قَالَ: «اقْرُصِيهِ وَاغْسِلِيهِ وَصَلِّي فِيهِ».

اسے پہن کر نماز پڑھ لے۔"

٦٣٠- حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهَا قَالَتْ: إِنْ كَانَتْ إِحْدَانَا لَتَحِيضُ ثُمَّ تَقْرُصُ الدَّمَ مِنْ ثَوْبِهَا عِنْدَ طُهْرِهَا فَتَغْسِلُهُ وَتَنْضِحُ عَلٰى سَائِرِهِ، ثُمَّ تُصَلِّي فِيهِ.

۶۳۰- ام المومنین حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: ہم میں سے کسی کو حیض آتا تھا تو پاک ہونے پر وہ انگلیوں سے مل کر کپڑے سے خون اتار دیتی تھی' پھر (وہاں سے) کپڑا دھولیتی' اور باقی کپڑے پر چھینٹے مار لیتی اور اسے پہن کر نماز پڑھ لیتی تھی۔

فائدہ: جس کپڑے میں ایام آئے ہوں' اگر خون نہ لگا ہو تو وہ پاک ہے' اگر خون لگ جائے تو دھونے سے پاک ہو جاتا ہے۔ اور پاک کپڑا پہن کر نماز درست ہے' شک نہیں کرنا چاہیے' تاہم اگر ایام مخصوصہ کے لیے الگ لباس مخصوص کر لے تو جائز ہے۔ (صحیح البخاری' الحیض' باب من اتخذ ثیاب الحیض سوی ثیاب الطھر' حدیث:۳۲۳)

(المعجم ١١٩) - بَابُ الْحَائِضِ لَا تَقْضِي الصَّلَاةَ (التحفة ١١٩)

باب:۱۱۹-عورت حیض کے دنوں میں چھوڑی ہوئی نمازوں کی قضا نہ دے

٦٣١- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ مُعَاذَةَ الْعَدَوِيَّةِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتْهَا: أَتَقْضِي الْحَائِضُ الصَّلَاةَ؟ قَالَتْ لَهَا عَائِشَةُ: أَحَرُورِيَّةٌ أَنْتِ؟ قَدْ كُنَّا نَحِيضُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ

۶۳۱- حضرت معاذہ عدویہ ؒ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ ؓ سے ایک عورت نے سوال کیا: کیا حیض والی عورت نماز کی قضا دے گی؟ حضرت عائشہ ؓ نے اس سے کہا: کیا تو حروری (خارجی) ہے؟ ہمیں نبی ﷺ کی موجودگی میں حیض آتا تھا' پھر ہم پاک ہو جاتی تھیں تو آپ ﷺ نے ہمیں (کبھی) نماز کی قضا دینے کا

٦٣٠ـ أخرجه البخاري، الحيض، باب غسل دم المحيض، ح: ٣٠٨ من حديث ابن وهب به.

٦٣١ـ أخرجه البخاري، الحيض، باب لا تقضي الحائض الصلاة، ح: ٣٢١ من حديث قتادة، ومسلم، الحيض، باب وجوب قضاء الصوم على الحائض دون الصلاة، ح: ٣٣٥ من حديث معاذة به.

ثُمَّ نَطْهُرُ، وَلَمْ يَأْمُرْنَا بِقَضَاءِ الصَّلَاةِ.

حکم نہیں فرمایا۔

فوائد ومسائل: ① عورت حیض کی حالت میں نماز نہیں پڑھ سکتی۔(صحیح البخاري' الحیض' باب ترك الحائض الصوم' حدیث:۳۰۴)۔ اس مسئلہ پر بعض خوارج کے سوا تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے، اس لیے حضرت عائشہ ؓ نے اس خاتون کے سوال پر تعجب کرتے ہوئے فرمایا کہ ایسے سوال تو خارجی کرتے ہیں۔ ② یہ اللہ کا عورتوں پر احسان ہے کہ اس نے ان ایام کی چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضا کا حکم نہیں دیا ورنہ ہر مہینے آٹھ دس دن کی مسلسل قضا نمازیں ادا کرنا بہت مشکل ہوتا۔ اس کے برعکس روزے سال میں ایک ہی دفعہ آتے ہیں' لہٰذا چھوٹے ہوئے آٹھ دس روزے سال کے گیارہ مہینوں میں کسی وقت رکھ لینا مشکل نہیں۔ ③ عبادات میں یہ اصول ہے کہ کوئی عمل اس وقت تک واجب نہیں ہوتا جب تک اس کا حکم نہ دیا جائے۔ اس سے حضرت عائشہ ؓ نے استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر ان نمازوں کی قضا واجب ہوتی تو نبی ﷺ ضرور حکم فرماتے۔ اس کے برعکس معاملات میں جواز اور اباحت اصل ہے۔ جب تک کسی کام کی ممانعت کی دلیل نہ ہو' وہ جائز ہی سمجھا جائے گا۔ اس اصول کو ''براء ت اصلیہ'' کہتے ہیں۔

(المعجم ١٢٠) - بَابُ الْحَائِضِ تَتَنَاوَلُ الشَّيْءَ مِنَ الْمَسْجِدِ (التحفة ١٢٠)

باب:۱۲۰- حائضہ (ہاتھ بڑھا کر) مسجد سے کوئی چیز لے سکتی ہے

٦٣٢- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَهِيِّ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «نَاوِلِينِي الْخُمْرَةَ مِنَ الْمَسْجِدِ». فَقُلْتُ: إِنِّي حَائِضٌ، فَقَالَ: «لَيْسَتْ حَيْضَتُكِ فِي يَدِكِ».

۶۳۲- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے' انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''مجھے مسجد میں سے مصلّی (جائے نماز) اٹھا دو۔'' میں نے عرض کیا: میں حیض سے ہوں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تمھارا حیض تمھارے ہاتھ میں تو نہیں ہے۔''

فوائد ومسائل: ① حیض ونفاس کی حالت میں عورت کے لیے مسجد میں داخل ہونا منع ہے۔ ② مسجد سے باہر کھڑے ہو کر مسجد سے ضرورت کی کوئی چیز اٹھا لینا' یا مسجد میں کوئی چیز رکھ دینا' مسجد میں داخل ہونے کے حکم میں نہیں بلکہ یہ جائز ہے۔

٦٣٢ـ [صحيح] أخرجه أحمد: ٦/ ١٠٦ بإسناد صحيح عن عبدالله البهي قال: حدثتني عائشة أن رسول الله ﷺ كان في المسجد فقال للجارية: "ناوليني الخمرة".

٦٣٣- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالاَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُدْنِي رَأْسَهُ إِلَيَّ وَأَنَا حَائِضٌ، وَهُوَ مُجَاوِرٌ، - تَعْنِي: مُعْتَكِفاً، - فَأَغْسِلُهُ وَأُرَجِّلُهُ.

۶۳۳- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ مسجد میں اعتکاف بیٹھے ہوئے تھے اور میں حیض سے ہوتی تھی تو آپ اپنا سر مبارک میرے قریب کر دیتے چنانچہ میں سر دھو دیتی اور کنگھی کر دیتی تھی۔

فوائد ومسائل: ① معتکف آدمی کسی معقول عذر کے بغیر مسجد سے باہر نہیں نکل سکتا۔ ② مسجد سے سر باہر نکالنا مسجد سے نکلنے کے حکم میں نہیں، جس طرح مسجد میں ہاتھ بڑھا کر کوئی چیز لینا دینا مسجد میں داخل ہونے کے حکم میں نہیں۔ ③ جب عورت ایام حیض میں ہو تو اس سے مباشرت کے سوا دوسری کوئی بھی خدمت لینا جائز ہے۔ ④ اعتکاف کی حالت میں سر دھونا اور نہانا جائز ہے۔

٦٣٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَنْبَأَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورِ بْنِ صَفِيَّةَ، عَنْ أُمِّهِ، [عَنْ] عَائِشَةَ قَالَتْ: لَقَدْ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَضَعُ رَأْسَهُ فِي حِجْرِي وَأَنَا حَائِضٌ، وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ.

۶۳۴- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ میری گود میں سر رکھ کر قرآن مجید کی تلاوت کر لیتے تھے جب کہ میں حیض سے ہوتی تھی۔

فوائد ومسائل: ① اس سے بھی ثابت ہوا کہ حائضہ کا جسم پاک ہے سوائے اس مقام کے جس کا تعلق خون سے ہے۔ ② زبانی قرآن مجید پڑھنے کا حکم مصحف کو ہاتھ لگانے سے مختلف ہے۔

(المعجم ١٢١) - بَابُ مَا لِلرَّجُلِ مِنِ امْرَأَتِهِ إِذَا كَانَتْ حَائِضًا (التحفة ١٢١)

باب: ۱۲۱- مرد اپنی حائضہ بیوی سے کس قدر قریب ہو سکتا ہے؟

٦٣٣- أخرجه البخاري، الحيض، باب غسل الحائض رأس زوجها وترجيله، ح:٢٩٥ من حديث هشام به، وسيأتي:١٧٧٨، وعن ابن جريج، ح:٢٩٦، ومسلم، الحيض، باب جواز غسل الحائض ... الخ، ح:٢٩٩ عن زهير بن معاوية، كلاهما عن هشام به.

٦٣٤- أخرجه البخاري، الحيض، باب قراءة الرجل في حجر امرأته وهي حائض، ح:٢٩٧، وح:٧٥٤٩، ومسلم، الحيض، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها ... الخ، ح:٣٠١ من حديث منصور به.

٦٣٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْجَرَّاحِ: حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ، [عَنْ] عَبْدِ الْكَرِيمِ؛ ح: وَحَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَعْلَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ؛ ح: وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، جَمِيعاً عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَتْ إِحْدَانَا، إِذَا كَانَتْ حَائِضاً، أَمَرَهَا النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تَأْتَزِرَ فِي فَوْرِ حَيْضَتِهَا، ثُمَّ يُبَاشِرُهَا، وَأَيُّكُمْ يَمْلِكُ إِرْبَهُ كَمَا كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَمْلِكُ إِرْبَهُ؟

۶۳۵- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: ہم (امہات المومنین) میں سے کوئی جب خاص ایام میں ہوتی تو خون کی شدت وکثرت کے ایام میں بھی نبی ﷺ اسے ازار باندھنے کو کہتے، پھر اس سے مباشرت فرماتے (جسم کے ساتھ جسم ملا کر لیٹ جاتے) (لیکن) تم میں سے کسی کو اپنی خواہش پر اتنا قابو ہے جتنا قابو رسول اللہ ﷺ کو اپنی خواہش پر حاصل تھا؟

فوائد ومسائل: ① حیض کے ایام میں عورت سے جنسی عمل حرام ہے۔ ② ہم بستری کے علاوہ عورت سے قریب ہونا، اس کے ساتھ لیٹنا، معانقہ کرنا، پیار کرنا سب کچھ جائز ہے۔ ③ ان ایام میں اس جائز قربت سے بھی پرہیز کرنا بہتر ہے، ایسا نہ ہو کہ مرد اپنی خواہش پر قابو نہ رکھ سکے اور مباشرت کر بیٹھے۔ ④ جس شخص کے جذبات میں اس قدر شدت باقی نہ رہی ہو، جتنی عام طور پر جوانی میں ہوتی ہے، اس کے لیے مباشرت کے سوا دوسرے مبادیات کا ارتکاب جائز ہے، تاہم احتیاط بہتر ہے۔ ⑤ رسول اللہ ﷺ کا ضبط نفس انتہائی کمال کی مثال ہے کہ باوجود انتہائی طاقت کے اپنی ذات پر زبردست کنٹرول رکھتے تھے۔ ⑥ مباشرت کے معنی ہم بستری (صحبت کرنے) کے بھی ہیں اور بیوی کے ساتھ صرف بوس وکنار کرنے کے بھی، یہاں یہ لفظ اسی دوسرے معنی کے لیے استعمال ہوا ہے۔

٦٣٦- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ،

۶۳۶- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: ہم (امہات المومنین) میں سے کوئی جب ایام

٦٣٥- أخرجه البخاري، الحيض، باب مباشرة الحائض، ح: ٣٠٢، ومسلم، الحيض، باب مباشرة الحائض فوق الإزار، ح: ٢٩٣ من حديث علي بن مسهر به.

٦٣٦- أخرجه البخاري، الحيض، باب مباشرة الحائض، ح: ٣٠٠، ٢٠٣٠، ٢٠٣١، ومسلم، الحيض، باب مباشرة الحائض فوق الإزار، ح: ٢٩٣ من حديث منصور به.

عَنِ الأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَتْ إِحْدَانَا، إِذَا حَاضَتْ، أَمَرَهَا النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تَأْتَزِرَ بِإِزَارٍ، ثُمَّ يُبَاشِرُهَا.

سے ہوتی تو نبی ﷺ اسے تہ بند باندھ لینے کا حکم دیتے' پھر اس سے مباشرت (بوس وکنار) فرماتے۔

٦٣٧- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو: حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي لِحَافِهِ، فَوَجَدْتُ مَا تَجِدُ النِّسَاءُ مِنَ الْحَيْضَةِ، فَانْسَلَلْتُ مِنَ اللِّحَافِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَنَفِسْتِ؟» قُلْتُ: وَجَدْتُ مَا تَجِدُ النِّسَاءُ مِنَ الْحَيْضَةِ، قَالَ: «ذٰلِكَ مَا كَتَبَ اللهُ عَلٰى بَنَاتِ آدَمَ»، قَالَتْ: فَانْسَلَلْتُ، فَأَصْلَحْتُ مِنْ شَأْنِي، ثُمَّ رَجَعْتُ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «تَعَالَيْ فَادْخُلِي مَعِي فِي اللِّحَافِ». قَالَتْ: فَدَخَلْتُ مَعَهُ.

٦٣٧- ام المومنین حضرت ام سلمہ ؓ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ کے لحاف میں (لیٹی ہوئی) تھی' مجھے حیض شروع ہونے کا احساس ہوا' جس طرح عورتوں کو ہوتا ہے' میں آہستگی کے ساتھ لحاف سے نکل گئی' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تمھیں خون آ گیا ہے؟'' میں نے کہا: مجھے حیض کی وہ کیفیت محسوس ہوئی ہے جو عورتوں کو ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''یہ چیز تو اللہ نے آدم کی بیٹیوں پر لکھ دی ہے۔'' ام المومنین نے فرمایا: میں خاموشی سے اٹھ گئی اور اپنی حالت کو درست کیا۔ پھر واپس آئی تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''لحاف میں میرے پاس آ جاؤ۔'' انہوں نے کہا چنانچہ میں نے بھی آپ کے ساتھ لحاف لے لیا۔

فائدہ: حالت درست کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کپڑوں کو آلودہ ہونے سے بچانے کیلیے معمول کے مطابق بندوبست کرلیا۔

٦٣٨- حَدَّثَنَا الْخَلِيلُ بْنُ عَمْرٍو: حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ سُوَيْدِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ حُدَيْجٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ

٦٣٨- حضرت معاویہ بن ابوسفیان ؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ (اور اپنی ہمشیرہ) حضرت ام حبیبہ ؓ سے سوال کیا: آپ کا ایام حیض میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا کس طرح ہوتا تھا؟

٦٣٧ـ [إسناده حسن] أخرجه أحمد: ٦/ ٢٩٤ من حديث محمد بن عمرو به، وقال البوصيري: "هٰذا إسناد صحيح، رجاله ثقات".

٦٣٨ـ [صحيح] أخرجه أحمد: ٦/ ٣٢٥ عن محمد بن سلمة به * ابن إسحاق تابعه ليث بن سعد، انظر، ح: ٥٤٠.

ابْنِ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ، سَأَلْتُهَا: كَيْفَ كُنْتِ تَصْنَعِينَ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي الْحَيْضَةِ؟ قَالَتْ: كَانَتْ إِحْدَانَا، فِي فَوْرِهَا أَوَّلَ مَا تَحِيضُ، تَشُدُّ عَلَيْهَا إِزَارًا إِلَى أَنْصَافِ فَخِذَيْهَا، ثُمَّ تَضْطَجِعُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ.

انھوں نے فرمایا: جب ہم (ازواج مطہرات) میں سے کسی کو حیض شروع ہوتا تو وہ نصف رانوں تک چادر لپیٹ لیتی، پھر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ لیٹ جاتی۔

(المعجم ١٢٢) - بَابُ النَّهْيِ عَنْ إِتْيَانِ الْحَائِضِ (التحفة ١٢٢)

باب:١٢٢- حائضہ سے مباشرت کی ممانعت کا بیان

٦٣٩- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ حَكِيمٍ الْأَثْرَمِ، عَنْ أَبِي تَمِيمَةَ الْهُجَيْمِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ أَتَى حَائِضاً، أَوِ امْرَأَةً فِي دُبُرِهَا، أَوْ كَاهِناً، فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ، فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ».

٦٣٩- حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے حیض والی عورت سے مباشرت (صحبت) کی یا عورت کی دبر میں مباشرت (صحبت) کی یا کسی کاہن کے پاس گیا (اور اس سے غیبی معاملات کے بارے میں کچھ پوچھا) اور اس کی کہی ہوئی بات کو سچ مان لیا تو اس نے محمد (ﷺ) پر نازل کی جانے والی چیز کے ساتھ کفر کیا۔“

فوائد ومسائل: ① اس حدیث میں جن کاموں سے منع کیا گیا ہے وہ سب حرام ہیں۔ ② ان اعمال کے مرتکب افراد کو شریعت اسلامی کے ساتھ کفر کرنے والے قرار دیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ کافروں کے کام ہیں' مسلمان کو ایسے کاموں سے مکمل اجتناب کرنا چاہیے۔ ③ اللہ نے عورت سے مباشرت کا ایک فطری طریقہ مقرر کیا ہے جس کے نتیجے میں اولاد پیدا ہوتی ہے۔ پاخانے (دبر) کا راستہ اس مقصد کے لیے نہیں بنایا گیا ہے' یہ غیر فطری طریقہ ہے جس میں حضرت لوط علیہ السلام کی بدکردار قوم سے مشابہت پائی جاتی ہے۔ ④ بعض لوگوں نے عورت سے خلاف فطرت فعل کو جائز قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ اس کے لیے اس آیت سے استدلال کیا ہے: ﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ﴾ (البقرة: ٢/٢٢٣) ”تمھاری عورتیں تمھارے لیے کھیتی (کی طرح) ہیں تو اپنی کھیتی میں آؤ جیسے چاہو۔“ ان کا یہ استدلال درست نہیں کیونکہ (ا) عورت کو کھیتی سے تشبیہ دی گئی ہے۔ کھیت وہی

٦٣٩ـ [حسن] أخرجه أبوداود، الكهانة والتطير، باب في الكهان، ح: ٣٩٠٤، والترمذي، ح: ١٣٥، وذكر كلامًا في تعليله * حكيم الأثرم وثقه الجمهور، ولحديثه شواهد عند مسلم وغيره.

ہوتا ہے جہاں بیج ڈالا جائے تو اُگے' پاخانے کا راستہ اس قابل نہیں۔ پیدائش کا تعلق اگلے راستے ہی سے ہے۔(ب) ایام حیض میں آگے کے راستے سے بھی پرہیز کا حکم دیا گیا ہے اور وجہ یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ وہ نجاست ہے۔ دوسرا راستہ تو صرف نجاست ہی کے لیے ہے' وہ کیسے حلال ہوسکتا ہے۔(ج) اگر ﴿أَنّٰى شِئْتُمْ﴾ کا ترجمہ ''جہاں سے چاہو'' کیا جائے تو بھی اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص پیچھے کے رخ سے ہو کر آگے کے مقام میں دخول کرے تو جائز ہے' جس طرح براہ راست آگے کے رخ سے آ کر دخول جائز ہے جیسے کہ حدیث میں اس کی وضاحت ہے۔ دیکھیے:(صحیح مسلم' النکاح' باب جواز جماعه امرأته في قبلها' من قدامها و من ورائها' من غیر تعرض للدبر' حدیث:١٤٣٥) ⑤ ''کاہن'' اس شخص کو کہتے ہیں جو غیب کی باتیں جاننے کا دعویٰ رکھتا ہے یا مستقبل کے بارے میں بتاتا ہے۔ ہمارے ہاں جو نجوم' رمل' جفر کے نام سے قسمت بتانے کا دعویٰ کرتے ہیں' وہ سب اس وعید میں شامل ہیں۔ ان کی بتائی ہوئی کوئی بات سچ ثابت ہو جائے تو بھی ان لوگوں پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے بلکہ ان کے پاس جا کر کچھ پوچھنا ہی گناہ ہے اگرچہ ان کی بتائی ہوئی بات پر یقین نہ کرے۔ ارشاد نبوی ہے:''جو کسی کاہن کے پاس گیا اور اس سے کوئی بات پوچھی تو چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔''(صحیح مسلم' السلام' باب تحریم الکھانة وإتیان الکھان' حدیث:٢٢٣٠)

(المعجم ١٢٣) - بَابٌ: فِي كَفَّارَةِ مَنْ أَتٰى حَائِضًا (التحفة ١٢٣)

باب:١٢٣- حیض کی حالت میں مقاربت کا کفارہ

٦٤٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، وَابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، فِي الَّذِي يَأْتِي امْرَأَتَهُ، وَهِيَ حَائِضٌ قَالَ: «يَتَصَدَّقُ بِدِينَارٍ أَوْ بِنِصْفِ دِينَارٍ».

٦٤٠- حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے کہ ایام حیض میں عورت سے مباشرت کرنے والے کے بارے میں نبی ﷺ نے فرمایا:''وہ ایک دینار یا نصف دینار صدقہ دے۔''

فوائد ومسائل: ① جو شخص ایام حیض میں مباشرت (صحبت) کر لے' اسے چاہیے کہ کفارہ ادا کرے تاکہ اس کا یہ گناہ معاف ہو جائے۔ ② دینار سونے کا ایک سکہ تھا' جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں عرب میں رائج تھا۔ اس کا

٦٤٠ـ [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب في إتيان الحائض، ح:٢٦٤ من حديث يحيٰى به، وصححه أحمد، والحاكم، والذهبي وغيرهم.

وزن ساڑھے چار ماشے (۴ گرام ۳۷۴ ملی گرام) ہوتا تھا اس لیے اگر کسی سے یہ کام سرزد ہو جائے تو اسے چاہیے کہ تقریباً ساڑھے چار گرام خالص سونے کی جتنی قیمت بنے اتنی رقم خیرات کرے۔ یہ صدقہ کسی غریب مسکین اور مستحق فرد کو دینا چاہیے۔ ③ شیخ احمد شاکر نے جامع ترمذی کے حاشیے میں صراحت کی ہے کہ ''دینار یا نصف دینار'' راوی کا شک نہیں بلکہ نبی اکرم ﷺ کی طرف سے اختیار ہے کہ خواہ ایک دینار صدقہ کر دے یا نصف دینار حکم کی تعمیل ہو جائے گی۔ اس سے انھوں نے استنباط کیا ہے کہ یہ صدقہ واجب نہیں کیونکہ اگر واجب ہوتا تو یہ نہ کہا جاتا کہ چاہے تو پورا واجب ادا کرے چاہے آدھا واجب ادا کرے۔ ④ بعض سلف نے ایک دینار اور آدھے دینار کے حکم میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ اگر حیض کے شروع کے ایام ہوں جب خون سرخ ہوتا ہے تو پورا دینار دے اگر آخری ایام ہوں جب خون زردی مائل ہوتا ہے تو آدھا دینار دے۔ بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اگر طاقت ہو تو پورا دینار ادا کرے تنگ دست ہو تو آدھا دینار صدقہ کر دے۔

(المعجم ١٢٤) - بَابٌ: فِي الْحَائِضِ كَيْفَ تَغْتَسِلُ (التحفة ١٢٤)

باب: ۱۲۴- حیض سے فارغ ہو کر غسل کرنے کا طریقہ

٦٤١- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالاَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهَا، وَكَانَتْ حَائِضاً: «انْقُضِي شَعْرَكِ وَاغْتَسِلِي».

۶۴۱- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ وہ حیض سے فارغ ہوئیں تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''اپنے بال کھول دو اور غسل کرو۔''

قَالَ عَلِيٌّ فِي حَدِيثِهِ: «انْقُضِي رَأْسَكِ».

علی بن محمد کی روایت میں ہے: ''اپنا سر کھول دو۔''

فوائد ومسائل: ① سر کھولنے سے مراد یہ ہے کہ گوندھے ہوئے بال کھول کر سر دھویا جائے۔ یہ حکم غسل جنابت میں نہیں ہے۔ (دیکھیے حدیث: ۶۰۳، ۶۰۴) ② بعض حضرات صحیح مسلم میں وارد الفاظ [فَأَنْقُضُهُ لِلْحَيْضَةِ وَالْجَنَابَةِ؟ فَقَالَ لاَ](صحیح مسلم، الحیض، باب حکم ضفائر المغتسلة، حدیث: ۳۳۰) سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ عورت کے لیے غسل حیض میں بالوں کا کھولنا ضروری نہیں ہے لیکن صاحب عون اور شیخ البانی ؒ نے صراحت کی ہے کہ صحیح مسلم کے ایک طریق میں [الحیضة] کا جو اضافہ ہے وہ شاذ ہے۔ اصل روایت [الحیضة] کے بغیر ہی محفوظ ہے۔ دیکھیے: (عون المعبود، الطهارة، باب المرأة هل تنقض شعرها عندالغسل، و الصحيحة، للألباني، حدیث: ۱۸۸)

٦٤١ـ [إسناده صحيح] أخرجه ابن أبي شيبة: ١/ ٧٩ به، وصححه المجد ابن تيمية وغيره، وأصله في الصحيحين.

٦٤٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ابْنِ مُهَاجِرٍ قَالَ: سَمِعْتُ صَفِيَّةَ تُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أَسْمَاءَ سَأَلَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنِ الْغُسْلِ مِنَ الْمَحِيضِ، فَقَالَ: «تَأْخُذُ إِحْدَاكُنَّ مَاءَهَا وَسِدْرَهَا فَتَطْهُرُ، فَتُحْسِنُ الطُّهُورَ، أَوْ تَبْلُغُ فِي الطُّهُورِ، ثُمَّ تَصُبُّ عَلَى رَأْسِهَا فَتَدْلُكُهُ دَلْكاً شَدِيداً، حَتَّى تَبْلُغَ شُؤُونَ رَأْسِهَا، ثُمَّ تَصُبُّ عَلَيْهَا الْمَاءَ، ثُمَّ تَأْخُذُ فِرْصَةً مُمَسَّكَةً [فَتَطْهُرُ] بِهَا»، قَالَتْ أَسْمَاءُ: كَيْفَ أَتَطَهَّرُ بِهَا؟ قَالَ: «سُبْحَانَ اللهِ تَطَهَّرِي بِهَا» قَالَتْ عَائِشَةُ: -كَأَنَّهَا تُخْفِي ذٰلِكَ- [تَتَبَّعِي] بِهَا أَثَرَ الدَّمِ، قَالَتْ: وَسَأَلْتُهُ عَنِ الْغُسْلِ مِنَ الْجَنَابَةِ، فَقَالَ: «تَأْخُذُ إِحْدَاكُنَّ مَاءَهَا فَتَطْهُرُ، فَتُحْسِنُ الطُّهُورَ أَوْ تَبْلُغُ فِي الطُّهُورِ، حَتَّى تَصُبَّ الْمَاءَ عَلَى رَأْسِهَا فَتَدْلُكُهُ حَتَّى تَبْلُغَ شُؤُونَ رَأْسِهَا، ثُمَّ تُفِيضُ الْمَاءَ عَلَى جَسَدِهَا». فَقَالَتْ عَائِشَةُ: نِعْمَ النِّسَاءُ نِسَاءُ الأَنْصَارِ! لَمْ يَمْنَعْهُنَّ الْحَيَاءُ أَنْ يَتَفَقَّهْنَ فِي الدِّينِ.

۶۴۲- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ حضرت اسماء (بنت شکل انصاریہ) ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے حیض کے غسل کے بارے میں مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا: ”عورت کو چاہیے کہ پانی اور بیری کے پتے لے لے‘ پھر صفائی کرے اور اچھی طرح صفائی کرے۔“ یا فرمایا: ”بہت زیادہ صفائی کرے (جسم کو خوب صاف کرے)‘ پھر سر پر پانی ڈال کر خوب ملے حتی کہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے۔ پھر سارے بدن پر پانی بہائے پھر روئی کا خوشبودار پھاہا لے کر اس سے طہارت کرے۔“ حضرت اسماء ؓ نے کہا: میں اس کے ساتھ کیسے طہارت حاصل کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”سبحان اللہ! اس کے ساتھ طہارت کرو۔“ حضرت عائشہ ؓ نے آہستہ سے کہا: اس کو خون کے مقام پر لگا۔ حضرت اسماء ؓ بیان کرتی ہیں: میں نے نبی ﷺ سے غسل جنابت کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: ”عورت کو چاہیے کہ پانی لے‘ پھر صفائی کرے اور اچھی طرح صفائی کرے۔“ یا فرمایا: ”بہت زیادہ صفائی کرے۔ پھر سر پر پانی ڈال کر ملے حتی کہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے۔ پھر اپنے جسم پر پانی بہا لے۔“ حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا: انصار کی عورتیں بھی بہت اچھی عورتیں تھیں۔ انھیں دین کے مسائل سیکھنے سے حیا مانع نہیں ہوتی تھی۔

فوائد ومسائل: ① حیض کے غسل میں صفائی کا اہتمام غسل جنابت کی نسبت زیادہ ہوتا ہے کیونکہ اس کی

٦٤٢- أخرجه مسلم، الحيض، باب استحباب استعمال المغتسلة من الحيض فرصةً من مسك في موضع الدم، ح: ٣٣٢(ج) من ابن بشار وغيره به.

نوبت نسبتاً زیادہ دیر بعد آتی ہے۔ ② پانی میں بیری کے پتے ڈال کر جوش دینے سے وہ پانی زیادہ صفائی کرنے والا بن جاتا ہے۔ ③ مقام مخصوص پر خوشبو لگانے کا مقصد یہ ہے کہ ناگوار بو ختم ہو جائے۔ ④ جنسی امور سے متعلق مسئلہ بتاتے وقت صریح الفاظ کے بجائے اشارے کنائے سے کام لینا چاہیے تاکہ مسئلہ بھی بتا دیا جائے اور شرم وحیا بھی قائم رہے۔ ⑤ علم حاصل کرنے سے شرمانا درست نہیں کیونکہ اس کے نتیجے میں انسان ہمیشہ جاہل رہتا ہے اور ممکن ہے کہ خلاف شریعت کام کا ارتکاب کرتا رہے۔

(المعجم ١٢٥) - بَابُ مَا جَاءَ فِي مُؤَاكَلَةِ الْحَائِضِ وَسُؤْرِهَا (التحفة ١٢٥)

باب: ۱۲۵- حائضہ کے ساتھ مل کر کھانا اور اس کا جوٹھا کھا پی لینا درست ہے

٦٤٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْمِقْدَامِ ابْنِ شُرَيْحِ بْنِ هَانِئٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَتَعَرَّقُ الْعَظْمَ وَأَنَا حَائِضٌ، فَيَأْخُذُهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَيَضَعُ فَمَهُ حَيْثُ كَانَ فَمِي، وَأَشْرَبُ مِنَ الْإِنَاءِ، فَيَأْخُذُهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَيَضَعُ فَمَهُ حَيْثُ كَانَ فَمِي، وَأَنَا حَائِضٌ.

۶۴۳- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں ایام حیض میں ہوتی تھی تو (بعض اوقات ایسا بھی ہوتا تھا کہ) میں ہڈی والی بوٹی سے دانتوں کے ساتھ گوشت نوچتی تو رسول اللہ ﷺ اس (بوٹی) کو لے لیتے اور جہاں میں نے منہ لگایا تھا' وہیں سے منہ لگا کر اس ہڈی سے گوشت نوچتے' میں برتن میں پانی پیتی تو رسول اللہ ﷺ وہیں منہ رکھ (کر پانی پی) لیتے جہاں میں نے منہ رکھا ہوتا تھا۔

فوائد ومسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ حائضہ کا بدن پاک ہوتا ہے۔ اور یہ نجاست حکمی ہے' سوائے خون کے کہ وہ حسی نجاست ہے۔ ② حائضہ کا منہ اور لعاب دہن بھی پاک ہے' اس لیے اس کا جوٹھا کھانا اور اس کا جوٹھا پینا جائز ہے۔ ③ خاوند کو بیوی کے ساتھ مل کر کھانا پینا چاہیے کیونکہ اس سے محبت کا اظہار بھی ہوتا ہے اور محبت میں اضافہ بھی ہوتا ہے۔ ④ خاوند بیوی کا باہم اظہار محبت کے لیے بے تکلفی کا مظاہرہ کرنا عزت وشرف کے منافی نہیں۔

٦٤٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ الْيَهُودَ كَانُوا لَا يَجْلِسُونَ مَعَ الْحَائِضِ فِي بَيْتٍ، وَلَا يَأْكُلُونَ وَلَا

۶۴۴- حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ یہودی گھر میں حائضہ عورت کے پاس نہیں بیٹھتے تھے' نہ (اس کے ساتھ مل کر) کھاتے پیتے تھے۔ نبی ﷺ سے اس بات کا ذکر کیا گیا (اور مسئلہ دریافت کیا گیا) تو اللہ تعالیٰ

٦٤٣ـ أخرجه مسلم، الحيض، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها . . . الخ، ح: ٣٠٠ من حديث المقدام به.
٦٤٤ـ أخرجه مسلم، الحيض، الباب السابق، ح: ٣٠٢ من حديث حماد به مطولاً.

يَشْرَبُونَ. قَالَ: فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَأَنْزَلَ اللهُ: ﴿وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ﴾ [البقرة: ٢٢٢]. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اصْنَعُوا كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا الْجِمَاعَ».

نے یہ آیت نازل فرما دی: ﴿وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيضِ﴾ ''اور آپ سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں' فرما دیجیے' وہ گندگی ہے' سو تم حیض (کے ایام) میں عورتوں سے الگ رہو۔'' (اس کی وضاحت کرتے ہوئے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم جماع کے سوا سب کچھ کر سکتے ہو۔''

فوائد ومسائل: ① سابقہ شریعتوں میں احکام' شریعت محمدی کی نسبت سخت تھے۔ بعض مسائل میں خود یہود نے سختی پیدا کر لی تھی' انہی میں طہارت ونجاست کے مسائل بھی تھے۔ چنانچہ یہودی ان ایام میں عورت کو الگ کمرے یا خیمے میں رہنے کا حکم دیتے تھے کیونکہ ان کی رائے میں وہ جس بستر پر بیٹھ جائے' جو کپڑا پہن لے' یا جس چیز کو ہاتھ لگا دے وہ ناپاک ہو جاتی ہے حتی کہ اگر کوئی شخص اس کے بستر کو چھو لے تو وہ بھی ناپاک ہو جاتا ہے اور اسے غسل کرنا پڑتا ہے۔ (دیکھیے عہد نامہ قدیم' کتاب احبار' باب ۱۵' فقرہ: ۱۹ تا ۲۳) ② اسلام میں طہارت اور صفائی کی بہت اہمیت ہے لیکن یہود جیسے سخت احکام نہیں' اس لیے حیض ونفاس کے ایام میں مباشرت تو جائز نہیں لیکن عورت کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا' کھانا پینا' پیار کرنا' ساتھ لیٹنا سب کچھ جائز ہے' البتہ مباشرت حرام ہے جیسے کہ گزشتہ ابواب میں بھی بیان ہوا۔ ③ جس شخص کو خطرہ محسوس ہو کہ پیار کرنے کی صورت میں وہ اپنے آپ پر قابو نہیں رکھ سکے گا اور ممنوع کام کا ارتکاب کر بیٹھے گا تو اسے اس اجازت سے فائدہ اٹھانے میں احتیاط سے کام لینا چاہیے' اس کے لیے بہتر ہے کہ ان ایام میں بیوی سے دور ہی رہے۔

(المعجم ١٢٦) - بَابٌ: فِي مَا جَاءَ فِي اجْتِنَابِ الْحَائِضِ الْمَسْجِدَ (التحفة ١٢٦)

باب: ۱۲۶- حائضہ عورت مسجد میں داخل ہونے سے پرہیز کرے

٦٤٥- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي غَنِيَّةَ، عَنْ أَبِي الْخَطَّابِ

۶۴۵- حضرت ام سلمہ ؓ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ اس مسجد کے صحن میں داخل ہوئے اور بلند آواز سے اعلان فرمایا: ''کسی جنبی یا

٦٤٥ـ [إسناده ضعيف] أخرجه المزي في تهذيب الكمال: ٢٧/ ٢٧١، ٢٧٢ (ترجمة محدوج) من حديث أبي نعيم به مطولاً * أبوالخطاب وشيخه مجهولان (تقريب)، والحديث ضعفه صاحب الزوائد، وحديث أبي داود، ح: ٣٣٢ يغني عنه.

الْهَجَرِيِّ، عَنْ مَحْدُوجِ الذُّهْلِيِّ، عَنْ جَسْرَةَ قَالَتْ: أَخْبَرَتْنِي أُمُّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: دَخَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ صَرْحَةَ هٰذَا الْمَسْجِدِ، فَنَادٰى بِأَعْلٰى صَوْتِهِ: «إِنَّ الْمَسْجِدَ لاَ يَحِلُّ لِجُنُبٍ وَلاَ حَائِضٍ».

حائضہ کو مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں۔"

ملحوظہ: اس حدیث کی سند بعض کے نزدیک ضعیف اور بعض کے نزدیک شواہد کی بنا پر حسن ہے اس لیے اس میں بیان کردہ مسئلہ صحیح ہے اور اس پر علماء کا اتفاق ہے۔

(المعجم ١٢٧) - بَابُ مَا جَاءَ فِي الْحَائِضِ تَرٰى بَعْدَ الطُّهْرِ الصُّفْرَةَ وَالْكُدْرَةَ (التحفة ١٢٧)

باب: ۱۲۷- عورت اگر پاک ہونے کے بعد زرد یا مٹیالے رنگ کا پانی دیکھے تو؟

٦٤٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسٰى، عَنْ شَيْبَانَ النَّحْوِيِّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ بَكْرٍ أَنَّهَا أَخْبَرَتْ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي الْمَرْأَةِ تَرٰى مَا يَرِيبُهَا بَعْدَ الطُّهْرِ قَالَ: «إِنَّمَا هِيَ عِرْقٌ أَوْ عُرُوقٌ».

۶۴۶- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کے بارے میں جسے پاک ہونے کے بعد کوئی مشکوک چیز نظر آئے فرمایا: "وہ ایک رگ ہے۔" یا فرمایا: "وہ رگیں ہیں۔"

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى: يُرِيدُ بَعْدَ الطُّهْرِ بَعْدَ الْغُسْلِ.

محمد بن یحییٰ نے کہا: پاک ہونے کے بعد سے مراد غسل کے بعد ہے۔

فوائد ومسائل: ① یہ روایت سنداً ضعیف ہے البتہ دیگر شواہد کی بنا پر معناً صحیح ہے غالباً اسی وجہ سے دیگر محققین نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ ② پاک ہونے کا مطلب ہے کہ حیض ختم ہو جانے کے بعد جب غسل کر لے پھر زرد یا مٹیالے رنگ کا پانی نظر آئے تو اسے حیض نہ سمجھے بلکہ وہ ایک بیماری کی سی کیفیت ہے البتہ عادت کے ایام کے اندر اس

٦٤٦ـ [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب ما روي أن المستحاضة تغتسل لكل صلاة، ح: ٢٩٣ من حديث يحيى به، والبيهقي: ١/ ٣٣٧ من حديث شيبان به * أم بكر مجهولة الحال، وللحديث شواهد.

وقت تک انتظار کرنا چاہیے جب تک رنگ بالکل سفید نہ ہو جائے یا خون بالکل بند نہ ہو جائے۔

٦٤٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ : أَنْبَأَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ : لَمْ نَكُنْ نَرَى الصُّفْرَةَ وَالْكُدْرَةَ شَيْئاً .

۶۴۷-حضرت ام عطیہ ﷞ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: ہم زرد اور مٹیالے پانی کو کچھ نہیں سمجھتی تھیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ عَبْدِ اللهِ الرَّقَاشِيُّ : حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ حَفْصَةَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ : كُنَّا لاَ نَعُدُّ الصُّفْرَةَ وَالْكُدْرَةَ شَيْئاً .

امام ابن ماجہ ﷫ نے کہا ہمیں محمد بن یحیٰی نے محمد بن عبداللہ الرقاشی سے بواسطہ وہیب عن ایوب حضرت ام عطیہ سے بیان کیا انھوں نے کہا: ہم زرد اور مٹیالے پانی کو کچھ نہیں سمجھتی تھیں۔

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى : وُهَيْبٌ أَوْلاَهُمَا، عِنْدَنَا بِهٰذَا .

محمد بن یحیٰی نے کہا اس حدیث کو بیان کرنے میں وہیب ہمارے نزدیک (معمر سے) زیادہ قابل اعتماد ہیں۔

فوائد ومسائل: ① مطلب یہ ہے کہ ہماری نظر میں وہ حیض شمار نہیں ہوتا تھا۔ پہلی حدیث میں مذکور ہے کہ یہ حکم پاک ہونے کے بعد ہے اگر زرد یا مٹیالے رنگ کے بعد پھر سرخ خون آ جائے تو یہ سب حیض میں شمار ہوگا۔ ② امام ابن ماجہ ﷫ کے استاد جناب محمد بن یحیٰی ﷫ نے اس حدیث کو دو سندوں سے بیان کیا ہے۔ ایک سند میں ہے کہ ایوب نے یہ حدیث ابن سیرین ﷫ سے اور انھوں نے ام عطیہ ﷞ سے سنی جب کہ دوسری سند میں ایوب اور ام عطیہ ﷞ کے درمیان حفصہ کا واسطہ ہے۔ محمد بن یحیٰی نے دوسری سند کو ترجیح دی ہے تاہم اس اختلاف سے حدیث کی صحت میں فرق نہیں پڑتا کیونکہ ابن سیرین اور حفصہ دونوں ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔

(المعجم ١٢٨) - بَابُ النُّفَسَاءِ كَمْ تَجْلِسُ (التحفة ١٢٨)

باب: ۱۲۸- نفاس والی عورت کتنا عرصہ نماز روزہ سے پرہیز کرے؟

٦٤٨- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ

۶۴۸-حضرت ام سلمہ ﷞ سے روایت ہے انھوں

٦٤٧ـ أخرجه البخاري، الحيض، باب الصفرة والكدرة في غير أيام الحيض، ح:٣٢٦ من حديث أيوب به، الحديث الأول والثاني أيضًا صحيح.

٦٤٨ـ [حسن] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب ماجاء في وقت النفساء، ح:٣١١ من حديث علي بن عبدالأعلى به، وصححه الحاكم، والذهبي، وحسنه النووي.

الْجَهْضَمِيُّ : حَدَّثَنَا شُجَاعُ بْنُ الْوَلِيدِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ الأَعْلٰى، عَنْ أَبِي سَهْلٍ، عَنْ مُسَّةَ الأَزْدِيَّةِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: كَانَتِ النُّفَسَاءُ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ تَجْلِسُ أَرْبَعِينَ يَوْماً، وَكُنَّا نَطْلِي وُجُوهَنَا بِالْوَرْسِ مِنَ الْكَلَفِ.

نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے زمانۂ مبارک میں نفاس والی عورت چالیس دن بیٹھی رہتی تھی۔ اور ہم چھائیوں کا علاج کرنے کے لیے چہروں پر ورس لگاتی تھیں۔

فوائد ومسائل: ① نفاس سے مراد وہ خون ہے جو عورت کو بچے کی پیدائش کے بعد آتا ہے۔ اس کی زیادہ سے زیادہ مدت کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ اکثر علماء کا رجحان چالیس دن کی طرف ہی ہے' اس کے بعد بھی اگر خون جاری رہے تو اسے استحاضہ سمجھا جائے اور عورت غسل کر کے نماز روزہ ادا کرنا شروع کر دے۔ اگر اس سے کم مدت میں خون بند ہو جائے تو چالیس دن تک پرہیز کرنا ضروری نہیں' پاک ہونے کے بعد غسل کر کے نماز روزہ شروع کر دینا چاہیے۔ ② ورس ایک بوٹی ہے۔ عورتیں اس سے چھائیوں کا علاج کرتی تھیں۔ یہ بوٹی اور بھی متعدد امراض میں مفید ہے۔

٦٤٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ، عَنْ سَلَّامِ بْنِ سُلَيْمٍ أَوْ سَلْمٍ، شَكَّ أَبُو الْحَسَنِ. -وَأَظُنُّهُ هُوَ أَبُو الأَحْوَصِ، - عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَقَّتَ لِلنُّفَسَاءِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا، إِلَّا أَنْ تَرَى الطُّهْرَ قَبْلَ ذٰلِكَ.

۶۴۹- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے نفاس والی عورت کے لیے چالیس دن کی مقدار مقرر کی ہے' سوائے اس کے کہ اس مدت سے پہلے طہر نظر آ جائے۔

فائدہ: یہ روایت سنداً ضعیف ہے لیکن اس میں بیان کردہ مسئلہ دوسری صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

(المعجم ١٢٩) - بَابُ مَنْ وَقَعَ عَلَى امْرَأَتِهِ وَهِيَ حَائِضٌ (التحفة ١٢٩)

باب: ۱۲۹- جو شخص حائضہ بیوی سے مباشرت کر لے

٦٥٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْجَرَّاحِ :

۶۵۰- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت

٦٤٩- [إسناده ضعيف] وصححه البوصيري * المحاربي كان يدلس وعنعن، وسلاّم هو الطويل كما قال البيهقي: ١/ ٣٤٣، وهو متروك كما في التقريب وغيره، وللحديث شواهد كثيرة.

٦٥٠- [صحيح] أخرجه الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في الكفارة في ذٰلك، ح: ١٣٧ من حديث عبدالكريم (أبي أمية) به، وانظر، ح: ٦٤٠، فإنه شاهد له.

حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ الرَّجُلُ، إِذَا وَقَعَ عَلَى امْرَأَتِهِ وَهِيَ حَائِضٌ، أَمَرَهُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِنِصْفِ دِينَارٍ.

ہے انھوں نے فرمایا: جب کوئی شخص حیض کی حالت میں بیوی سے مباشرت (صحبت) کر لیتا تو نبی ﷺ اسے آدھا دینار صدقہ کرنے کا حکم دیتے تھے۔

فائدہ: اس مسئلہ کی تفصیل کے لیے حدیث: ۶۴۰ کے فوائد ملاحظہ فرمائیے۔

(المعجم ١٣٠) - بَابٌ: فِي مُؤَاكَلَةِ الْحَائِضِ (التحفة ١٣٠)

باب: ۱۳۰- حائضہ کے ساتھ مل کر کھانا درست ہے

٦٥١- حَدَّثَنَا أَبُو بِشْرٍ، بَكْرُ بْنُ خَلَفٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ حَرَامِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ عَمِّهِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ: عَنْ مُؤَاكَلَةِ الْحَائِضِ، فَقَالَ: «وَاكِلْهَا».

۶۵۱- حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے حائضہ کے ساتھ مل کر کھانا کھانے کا حکم دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ’’اس کے ساتھ مل کر کھا لیا کرو۔‘‘

فائدہ: اس مسئلہ کی وضاحت حدیث: ۶۴۳ کے تحت گزر چکی ہے۔

(المعجم ١٣١) - بَابٌ: فِي الصَّلَاةِ فِي ثَوْبِ الْحَائِضِ (التحفة ١٣١)

باب: ۱۳۱- حائضہ کا کپڑا اوڑھ کر نماز پڑھنا

٦٥٢- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيٰى، عَنْ

۶۵۲- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور میں

٦٥١ـ [إسناده حسن] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب في المذي، ح: ٢١٢ من حديث العلاء به، وحسنه الترمذي، ح: ١٣٣.

٦٥٢ـ أخرجه مسلم، الصلاة، باب الاعتراض بين يدي المصلي، ح: ٥١٤ عن ابن أبي شيبة وغيره به.

عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي، وَأَنَا إِلَى جَنْبِهِ، وَأَنَا حَائِضٌ، وَعَلَيَّ مِرْطٌ لِي، وَعَلَيْهِ بَعْضُهُ.

آپ کے قریب (لیٹی ہوئی) تھی جب کہ میں حیض سے تھی۔ میں نے ایک چادر اپنے اوپر لے رکھی تھی اور اس کا ایک حصہ آپ ﷺ کے جسم مبارک پر تھا۔

فائدہ: کوئی کپڑا محض حائضہ کے پہننے اوڑھنے سے ناپاک نہیں ہوجاتا جب تک اسے خون نہ لگ جائے، اگر خون لگ جائے تو اتنی جگہ سے کپڑا دھو کر پہنا یا اوڑھا جاسکتا ہے اور اسی کے ساتھ نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

٦٥٣- **حَدَّثَنَا** سَهْلُ بْنُ أَبِي سَهْلٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ: حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَدَّادٍ، عَنْ مَيْمُونَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ صَلَّى وَعَلَيْهِ مِرْطٌ، بَعْضُهُ عَلَيْهِ، وَعَلَيْهَا بَعْضُهُ، وَهِيَ حَائِضٌ.

۶۵۳- ام المومنین حضرت میمونہ ؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے (گھر میں نفل) نماز پڑھی۔ آپ نے چادر اوڑھ رکھی تھی جس کا کچھ حصہ نبی ﷺ پر تھا اور کچھ حصہ ان پر تھا۔ اور وہ حالت حیض میں تھیں۔

(المعجم ١٣٢) - **بَابٌ:** إِذَا حَاضَتِ الْجَارِيَةُ لَمْ تُصَلِّ إِلَّا بِخِمَارٍ (التحفة ١٣٢)

باب: ۱۳۲- جب لڑکی بالغ ہوجائے تو (سر پر) اوڑھنی لیے بغیر نماز نہ پڑھے

٦٥٤- **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ، عَن عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا، فَاخْتَبَأَتْ مَوْلَاةٌ لَهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «حَاضَتْ؟» فَقَالَتْ نَعَمْ، فَشَقَّ لَهَا مِنْ عِمَامَتِهِ، فَقَالَ: «اخْتَمِرِي بِهٰذَا».

۶۵۴- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ان کے گھر تشریف لائے تو ان کی ایک آزاد کردہ لونڈی چھپ گئی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اسے حیض آ گیا ہے؟'' ام المومنین نے کہا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے اپنی پگڑی کے کپڑے میں سے پھاڑ کر ایک حصہ اسے دیا اور فرمایا: ''اسے اوڑھنی بنالو۔''

٦٥٣- **[إسناده صحيح]** أخرجه أبوداود، الطهارة، باب الرخصة في ذٰلك، ح: ٣٦٩ من حديث سفيان به، وأصله متفق عليه، البخاري، ح: ٣٣٣، ومسلم، ح: ٥١٣.

٦٥٤- **[إسناده ضعيف]** أخرجه ابن أبي شيبة: ٢/ ٢٢٩ به، وقال البوصيري: "هٰذا إسناد فيه عبدالكريم، وهو ابن أبي المخارق، ضعفه أحمد وغيره، بل قال ابن عبدالبر مجمع علٰى ضعفه".

٦٥٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى : حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ وَأَبُو النُّعْمَانِ، [قَالاَ]: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ الْحَارِثِ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لاَ يَقْبَلُ اللهُ صَلاَةَ الحَائِضِ إِلَّا بِخِمَارٍ».

۶۵۵- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کسی بالغ عورت کی نماز اوڑھنی کے بغیر قبول نہیں کرتا۔''

فوائد ومسائل: ① عورت کے لیے نماز میں سر چھپانا لازمی ہے' خواہ تنہائی میں نماز پڑھ رہی ہو جہاں اس پر کسی کی نظر نہ پڑتی ہو۔ یہ سر چھپانا پردے کے لیے نہیں کیونکہ محرم رشتہ داروں سے سر چھپانا فرض نہیں۔ ② عورت کا ذکر کرنے سے معلوم ہوا کہ مرد کا یہ حکم نہیں' وہ ننگے سر نماز پڑھ سکتا ہے' تاہم مرد کے لیے بھی عادتاً ننگے سر رہنا ناپسندیدہ امر ہے۔

(المعجم ١٣٣) - بَابُ الْحَائِضِ تَخْتَضِبُ (التحفة ١٣٣)

باب:۱۳۳- حائضہ عورت مہندی لگا سکتی ہے

٦٥٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ مُعَاذَةَ أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتْ عَائِشَةَ قَالَتْ: تَخْتَضِبُ الْحَائِضُ؟ فَقَالَتْ: قَدْ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ وَنَحْنُ نَخْتَضِبُ، فَلَمْ يَكُنْ يَنْهَانَا عَنْهُ.

۶۵۶- حضرت معاذہ ؒ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے ام المومنین حضرت عائشہ ؓ سے سوال کیا' کیا حیض والی عورت مہندی (یا کوئی دوسرا خضاب) لگا سکتی ہے؟ ام المومنین ؓ نے فرمایا: ہم نبی ﷺ کے پاس ہوتیں اور خضاب لگا لیتی تھیں' آپ ﷺ ہمیں منع نہیں فرماتے تھے۔

فوائد ومسائل: ① منع نہ کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ جائز ہے۔ جب کوئی کام رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں کیا جائے اور آپ اس سے منع نہ کریں تو اس سے اس کام کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ جس حدیث میں اس قسم کے کسی واقعہ کا ذکر ہو' اسے ''تقریری حدیث'' کہتے ہیں۔ ② ''خضاب'' ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو ہاتھوں وغیرہ پر یا سر کے بالوں پر لگایا جائے اور اس سے ہاتھوں یا بالوں کا رنگ بدل جائے۔ مہندی بھی خضاب ہی کی ایک صورت ہے۔ ③ مہندی

٦٥٥_ **[صحيح]** أخرجه أبوداود، الصلاة، باب المرأة تصلي بغير خمار، ح: ٦٤١ من حديث حماد به، وحسنه الترمذي، ح: ٣٧٧، وصححه ابن خزيمة، وابن حبان، والحاكم، والذهبي.

٦٥٦_ **[إسناده صحيح]** وقال البوصيري: "هٰذا إسناد صحيح، حجاج هو ابن منهال، وأيوب هو السختياني".

لگانا جس طرح طہر کے ایام میں جائز ہے' اسی طرح حیض کے ایام میں بھی جائز ہے۔

(المعجم ١٣٤) - **بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْجَبَائِرِ** (التحفة ١٣٤)

باب:۱۳۴- پٹیوں پر مسح کرنا

٦٥٧- **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ أَبَانَ الْبَلْخِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَنْبَأَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ خَالِدٍ، عَنْ زَيْدِ ابْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ عَلِيِّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: انْكَسَرَتْ إِحْدٰى زَنْدَيَّ، فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ، فَأَمَرَنِي أَنْ أَمْسَحَ عَلَى الْجَبَائِرِ.

۶۵۷- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: میری ایک کلائی ٹوٹ گئی' میں نے نبی ﷺ سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے مجھے پٹیوں پر مسح کرنے کا حکم دیا۔

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ بْنُ سَلَمَةَ: أَنْبَأَهُ الدَّبَرِيُّ، عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ، نَحْوَهُ.

(امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کے شاگرد) ابوالحسن بن سلمہ نے کہا' انھیں دبری نے عبدالرزاق سے سابقہ روایت کی مثل بیان کیا۔

فائدہ: اس روایت میں بیان کردہ مسئلہ درست ہے کیونکہ ایسا شخص شرعاً معذور ہے۔

(المعجم ١٣٥) - **بَابُ اللُّعَابِ يُصِيبُ الثَّوْبَ** (التحفة ١٣٥)

باب:۱۳۵- کپڑے کو تھوک لگ جائے تو کوئی حرج نہیں

٦٥٨- **حَدَّثَنَا** عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ حَامِلَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، عَلٰى عَاتِقِهِ، وَلُعَابُهُ يَسِيلُ عَلَيْهِ.

۶۵۸- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو کندھے پر اٹھایا ہوا تھا اور ان کا لعاب بہ کر آپ پر گر رہا تھا۔

٦٥٧- [إسناده موضوع] قال الإمام أحمد في عمرو بن خالد الواسطي: "كذاب، يروي عن زيد بن علي عن آبائه أحاديث موضوعة يكذب".

٦٥٨- [إسناده صحيح] أخرجه أحمد: ٢/ ٤٤٧ عن وكيع به، إلا أنه قال: "الحسن بن علي" وهو الراجح، وقال البوصيري: "هٰذا إسناد صحيح".

فوائد ومسائل: ① انسان کے منہ کا لعاب پاک ہے۔ ② بچے کو گود میں یا کندھے پر اٹھانا بلند مقام ومنصب کے منافی نہیں۔

(المعجم ١٣٦) - بَابُ الْمَجِّ فِي الْإِنَاءِ (التحفة ١٣٦)

باب:١٣٦- برتن میں کلی کرنا

٦٥٩- حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ مِسْعَرٍ؛ ح: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ كَرَامَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ أُتِيَ بِدَلْوٍ، فَمَضْمَضَ مِنْهُ، فَمَجَّ فِيهِ مِسْكاً أَوْ أَطْيَبَ مِنَ الْمِسْكِ، وَاسْتَنْثَرَ خَارِجاً مِنَ الدَّلْوِ.

٦٥٩- حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ کی خدمت میں (پانی کا) ڈول حاضر کیا گیا آپ نے اس میں سے پانی لے کر کلی کی پھر ڈول میں کلی کی جو کستوری کی طرح یا کستوری سے پاکیزہ تر تھی اور آپ نے ڈول سے باہر ناک صاف کی۔

٦٦٠- حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مَحْمُودِ ابْنِ الرَّبِيعِ وَكَانَ قَدْ عَقَلَ مَجَّةً ؛ مَجَّهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي دَلْوٍ مِنْ بِئْرٍ لَهُمْ.

٦٦٠- امام زہری نے حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی اور یہ وہ صحابی ہیں جنھیں وہ کلی یاد تھی جو رسول اللہ ﷺ نے ایک ڈول میں کی تھی جس میں ان کے ایک کنویں سے پانی لیا گیا تھا۔

فوائد ومسائل: ① حضرت محمود بن ربیع بن سراقہ رضی اللہ عنہ انصار کے قبیلۂ بنوخزرج سے تھے۔ رسول اللہ ﷺ ان کے گھر تشریف لائے تب یہ واقعہ پیش آیا۔ ② رسول اللہ ﷺ نے اس لیے ایسے کیا کہ گھر والوں کے لیے برکت کا باعث ہو۔ ③ رسول اللہ ﷺ کے جسم سے مس ہونے والی چیزوں میں برکت ہے اس لیے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ کے بال مبارک اور دوسری اشیاء کو محفوظ رکھا لیکن صحابہ وتابعین نے کسی اور بزرگ شخصیت (صحابی یا تابعی) سے تعلق رکھنے والی اشیاء کو بطور تبرک محفوظ نہیں رکھا۔ ④ رسول اللہ ﷺ نے اس موقع پر منہ میں پانی لے کر حضرت محمود رضی اللہ عنہ کے چہرے پر پھینکا تھا یعنی بچوں سے دل لگی کرنا جائز ہے۔ ⑤ اس حدیث سے امام بخاری نے استدلال کیا ہے کہ پانچ سال کا بچہ جب حدیث سنے تو یہ سند شمار کی جائے گی۔ (صحیح البخاري، العلم، باب متى يصح سماع الصغير، حديث: ٧٧)

٦٥٩- **[إسناده ضعيف]** أخرجه أحمد: ٤/ ٣١٥، ٣١٦، ٣١٨ من حديث مسعر به، وقال البوصيري: "هذا إسناد منقطع * عبدالجبار لم يسمع من أبيه شيئًا قاله ابن معين، والبخاري".

٦٦٠- **[صحيح]** انظر، ح: ٧٥٤.

(المعجم ١٣٧) - **بَابُ النَّهْيِ أَنْ يَرٰى عَوْرَةَ أَخِيهِ** (التحفة ١٣٧)

باب:١٣٧-کسی کی شرم گاہ کا دیکھنا منع ہے

٦٦١- **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ عُثْمَانَ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لاَ تَنْظُرِ الْمَرْأَةُ إِلٰى عَوْرَةِ الْمَرْأَةِ، وَلاَ يَنْظُرِ الرَّجُلُ إِلٰى عَوْرَةِ الرَّجُلِ».

٦٦١-حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی عورت' دوسری عورت کے ستر کو نہ دیکھے' اور کوئی مرد کسی مرد کے ستر کو نہ دیکھے۔''

فوائد و مسائل: ① اسلام میں عصمت و عفت کی حفاظت اور پاک دامنی بہت اہمیت رکھتی ہے۔ اسی مقصد کے لیے اسلام میں بہت سے احکامات' ہدایات اور قوانین موجود ہیں' مثلاً (ا) بدکاری کو کبیرہ گناہ قرار دیا گیا ہے۔ (ب) اس جرم کے مرتکب کے لیے سخت ترین سزا مقرر کی گئی ہے۔ (ج) نکاح پر اس حد تک زور دیا گیا ہے کہ غلاموں اور بیواؤں تک کی شادی کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَ اَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآئِكُمْ﴾ (النور:٣٢) ''تم میں سے جو بے نکاح ہوں (بیوائیں' رنڈوے' کنوارے) اور تمھارے غلاموں اور لونڈیوں میں سے جو نیک خصلت ہوں ان کا نکاح کر دو۔'' (د) نکاح کرنے والوں کو خوشحالی کی خوش خبری دی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ (النور:٣٢) ''اگر وہ تنگ دست ہوں گے تو اللہ انھیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔'' (ر) جو نوجوان کسی وجہ سے نکاح نہ کر سکے اسے بکثرت نفلی روزے رکھنے کا حکم دیا گیا تاکہ جذبات قابو میں رہیں۔ (صحيح البخاري' النكاح' باب قول النبي صلى الله عليه وسلم من استطاع منكم الباءة فليتزوج......' حديث:٥٠٦٥) (ز) مردوں اور عورتوں دونوں کو نظر کی حفاظت کرنے کا حکم دیا گیا۔ ارشاد ہے: ﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ﴾ (النور:٣٠) ''مومنوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی حفاظت کریں۔'' ﴿وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ﴾ (النور:٣١) ''اور مومن عورتوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی حفاظت کریں۔'' (ز) نامحرم مردوں سے پردے کا حکم دیا گیا۔ (سورۂ نور' آیت:٣١) (ح) دوسروں کے گھروں میں جاتے وقت اجازت طلب کرنے کا حکم دیا گیا۔ (سورۂ نور' آیت:٥٩) (ط) خاص اوقات

٦٦١- أخرجه مسلم، الحيض، باب تحريم النظر إلى العورات، ح:٣٣٨ عن ابن أبي شيبة به مطولاً.

میں بچوں کو بھی بلا اجازت بڑوں کے پاس جانے سے منع کیا گیا ہے۔ (سورۂ نور:۵۸)

انہی ہدایات میں سے یہ ہدایت بھی ہے جو زیر مطالعہ حدیث میں بیان ہوئی ہے کہ پردہ صرف اجنبی مرد اور عورت کے درمیان ہی نہیں بلکہ مرد' مرد سے اور عورت' عورت سے ایسا انداز اختیار نہ کرے جو شرم و حیا کے منافی ہو۔ اس موضوع پر تفصیل کے لیے دیکھیے: (ڈاکٹر فضل الٰہی ﷾ کی تصنیف "اَلتَّدَابِیْرُ الْوَاقِیَةُ مِنَ الزِّنَا" یا اس کا اردو ترجمہ "اسلام کا نظامِ عفت") ② مرد کے لیے مرد سے جن اعضاء کا چھپانا فرض ہے ان میں پیشاب اور پاخانہ کے اعضاء بالاتفاق شامل ہیں۔ ران میں اختلاف ہے۔ امام بخاری ؒ نے اگرچہ ران کو پردے کے اعضاء میں شمار نہیں کیا' تاہم ان کے ہاں بھی احتیاط اسی میں ہے کہ اسے چھپایا جائے۔ (صحیح البخاری' الصلاة' باب مایذکر فی الفخذ)

③ عورت کو بھی دوسری عورت کے مذکورہ بالا اعضاء دیکھنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ بچے کی پیدائش یا اس قسم کی مجبوری کے موقعوں پر بھی صرف وہی عورت دیکھے جس کے بغیر کام نہیں نکلتا۔ دوسری عورتوں کو اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

④ عورت کو اپنی چھاتیاں بھی دوسری عورت کے سامنے ظاہر نہیں کرنی چاہییں۔

٦٦٢- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ مَوْلًى لِعَائِشَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَا نَظَرْتُ، أَوْ مَا رَأَيْتُ فَرْجَ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَطُّ.

۶۶۲- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کی شرم گاہ کو کبھی نہیں دیکھا۔

قَالَ أَبُو بَكْرٍ: كَانَ أَبُو نُعَيْمٍ يَقُولُ: عَنْ مَوْلَاةٍ لِعَائِشَةَ.

ابوبکر نے کہا: ابونعیم (حضرت عائشہ ؓ کے غلام کی بجائے) حضرت عائشہ ؓ کی لونڈی سے بیان کیا کرتے تھے۔

(المعجم ١٣٨) - بَابُ مَنِ اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ فَبَقِيَ مِنْ جَسَدِهِ لُمْعَةٌ لَمْ يُصِبْهَا الْمَاءُ كَيْفَ يَصْنَعُ (التحفة ١٣٨)

باب:۱۳۸- اگر غسل جنابت کے دوران میں جسم کا کوئی تھوڑا سا حصہ خشک رہ جائے تو کیا کرے؟

٦٦٣- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ،

۶۶۳- حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت

٦٦٢ـ [إسناده ضعيف] أخرجه أحمد: ٦/ ٦٣ عن وكيع به، وقال البوصيري: "هٰذا إسناد ضعيف، مولٰى عائشة لم يسم" * أبونعيم تابعه ابن مهدي عند أحمد: ٦/ ١٩٠.

٦٦٣ـ [ضعيف] وقال البوصيري: "هٰذا إسناد ضعيف، أبوعلي الرحبي اسمه حسين بن قيس، أجمعوا علٰى ◄◄

وَإِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالاَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ ابْنُ هَارُونَ: أَنْبَأَنَا مُسْلِمُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي عَلِيٍّ الرَّحَبِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اغْتَسَلَ مِنْ جَنَابَةٍ، فَرَأَى لُمْعَةً لَمْ يُصِبْهَا الْمَاءُ، فَقَالَ بِجُمَّتِهِ فَبَلَّهَا عَلَيْهَا.

ہے انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ نے غسل جنابت کیا' پھر آپ کو تھوڑی سی جگہ (خشک) نظر آئی جسے پانی نہیں پہنچا تھا' چنانچہ آپ نے اپنے بالوں کو اس جگہ پر نچوڑ کر تر کرلیا۔

قَالَ إِسْحَاقُ، فِي حَدِيثِهِ: فَعَصَرَ شَعْرَهُ عَلَيْهَا.

جناب اسحاق نے اپنی حدیث میں کہا کہ آپ نے اپنے بالوں کو اس پر نچوڑا۔

٦٦٤- حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: إِنِّي اغْتَسَلْتُ مِنَ الْجَنَابَةِ، وَصَلَّيْتُ الْفَجْرَ، ثُمَّ أَصْبَحْتُ فَرَأَيْتُ قَدْرَ مَوْضِعِ الظُّفُرِ لَمْ يُصِبْهُ الْمَاءُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَوْ كُنْتَ مَسَحْتَ عَلَيْهِ بِيَدِكَ أَجْزَأَكَ».

۶۶۴- حضرت علی ؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں نے غسل جنابت کیا اور فجر کی نماز پڑھی۔ دن چڑھا تو مجھے ایک ناخن کے برابر جگہ نظر آئی جہاں (غسل کے دوران میں) پانی نہیں پہنچا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تو اس جگہ (گیلا) ہاتھ پھیر دیتا تو کافی ہوتا۔''

فائدہ: یہ دونوں روایات ضعیف ہیں' اس لیے ان سے وہ مسئلہ ثابت نہیں ہوتا جو ان میں بیان ہوا ہے۔ گویا ایسی صورت میں غسل یا وضو کا اعادہ ضروری ہوگا۔ واللہ اعلم۔

(المعجم ١٣٩) - بَابُ مَنْ تَوَضَّأَ فَتَرَكَ مَوْضِعًا لَمْ يُصِبْهُ الْمَاءُ (التحفة ١٣٩)

باب: ۱۳۹- وضو کے دوران میں (بے احتیاطی سے) جگہ خشک رہ جائے تو کیا کرے؟

٦٦٥- حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى:

۶۶۵- حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ ایک

◄◄ ضعفه' وله شاهد ضعيف في مراسيل أبي داود، ح:٧، ومصنف ابن أبي شيبة: ١/ ٤١، ح: ٤٤٤.

٦٦٤ـ [إسناده ضعيف جدًا] وقال البوصيري: "هٰذا إسناد ضعيف لضعف محمد بن عبيدالله" العرزمي لأنه متروك (تقريب).

٦٦٥ـ [صحيح] أخرجه أبوداود، الطهارة، باب تفريق الوضوء، ح:١٧٣ من حديث ابن وهب به، وصححه ابن ◄◄

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ: حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَجُلاً أَتَى النَّبِيَّ ﷺ، وَقَدْ تَوَضَّأَ وَتَرَكَ مَوْضِعَ الظُّفْرِ لَمْ يُصِبْهُ الْمَاءُ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: «ارْجِعْ فَأَحْسِنْ وُضُوءَكَ».

آدمی نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا' اس نے وضو کیا تھا' اور ناخن کے برابر جگہ چھوڑ دی تھی' وہاں پانی نہیں پہنچا تھا۔ نبی ﷺ نے اسے فرمایا: ''واپس جا کر اچھی طرح وضو کرو۔''

فائدہ: اگر نماز سے پہلے وضو کے اعضاء میں کوئی جگہ خشک نظر آ جائے تو دوبارہ وضو کرنا چاہیے اور اگر نماز کے بعد معلوم ہو تو دوبارہ وضو کر کے نماز بھی دوبارہ پڑھے جیسے اگلی حدیث میں صراحت ہے۔

٦٦٦- حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ. ح: وَحَدَّثَنَا ابْنُ حُمَيْدٍ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، قَالاَ: حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ: رَأَى رَسُولُ اللهِ ﷺ رَجُلاً تَوَضَّأَ فَتَرَكَ مَوْضِعَ الظُّفْرِ عَلٰى قَدَمِهِ، فَأَمَرَهُ أَنْ يُعِيدَ الْوُضُوءَ وَالصَّلاَةَ، قَالَ، فَرَجَعَ.

٦٦٦- حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس نے وضو کیا (لیکن) پاؤں پر ایک ناخن کے برابر جگہ (خشک) چھوڑ دی۔ آپ ﷺ نے اسے حکم دیا کہ دوبارہ وضو کرے اور دوبارہ نماز پڑھے۔ چنانچہ وہ شخص (وضو کرنے کے لیے مسجد سے) واپس چلا گیا۔

خزيمة.

٦٦٦ـ أخرجه مسلم، الطهارة، باب وجوب استيعاب جميع أجزاء محل الطهارة، ح: ٢٤٣ من حديث معقل عن أبي الزبير به.

نماز کی فضیلت واہمیت

* **صلاۃ کے لغوی معنی:** ❁ جمہور علمائے لغت اور فقہاء کے نزدیک صلاۃ کے لغوی معنی ''دعا'' کے ہیں۔ جیسے کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَصَلِّ عَلَيْهِمْ﴾ (التوبة: ۱۰۳/۹) ''اور (آپ) ان کے لیے دعا کیجیے۔'' جبکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان مبارک ہے: [إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلٰى طَعَامٍ فَلْيُجِبْ، فَإِنْ كَانَ صَائِماً فَلْيُصَلِّ وَ إِنْ كَانَ مُفْطِرًا فَلْيَطْعَمْ] (صحيح مسلم، النكاح، باب الأمر بإجابة الداعي إلٰى دعوة، حديث:۱۴۳۱) ''جب تم میں سے کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے تو وہ قبول کرے، اگر روزے سے ہو تو (اہل خانہ کے لیے خیر و برکت کی) دعا کردے اور اگر روزے سے نہ ہو تو کھانا کھالے۔''

❁ یہ بھی کہا گیا ہے کہ صَلَاۃ، صَلَيْتُ سے مشتق ہے۔ عرب کہتے ہیں: [صَلَيْتُ الْعُودَ عَلَى النَّارِ] ''میں نے لکڑی کو آگ پر تپا کر سیدھا کیا۔'' گویا نمازی بھی نماز پڑھنے سے سیدھا ہو جاتا ہے۔

❁ کچھ علمائے لغت فرماتے ہیں کہ صَلَاۃ، صَلَوَيْن سے مشتق ہے۔ امام عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صَلَوَيْن سے مراد سرین کی دو اُبھری ہوئی ہڈیاں ہیں اور چونکہ نمازی رکوع و سجود کرتے وقت ان دو

ہڈیوں کو حرکت دیتا ہے، اس لیے اس کے اس فعل کو صَلاَۃ کہا جاتا ہے۔

- بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ صَلاَۃ ، اَلْمُصَلِّي سے مشتق ہے۔ مُصَلِّیٰ گھڑ دوڑ میں دوسرے نمبر پر آنے والے گھوڑے کو کہتے ہیں کیونکہ اس کا منہ پہلے نمبر پر آنے والے گھوڑے کی سرین کی ہڈیوں کے قریب ہو جاتا ہے۔
- بعض علماء کا خیال ہے کہ صَلاَۃ کی اصل تعظیم ہے۔ نماز کو صَلاَۃ اس لیے کہتے ہیں کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے۔

* **صلاۃ کے شرعی معنی:** صلاۃ ان چند مخصوص اقوال وافعال کا نام ہے جو تکبیر تحریمہ سے شروع ہوتے ہیں اور تسلیم، یعنی سلام پھیرنے پر ختم کیے جاتے ہیں۔

* **اللہ تعالیٰ کے صلاۃ بھیجنے کے معنی:** اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق پر صلاۃ بھیجنے کا مطلب رحمت کرنا ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے، حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے میرے والد نے زکاۃ کا مال دے کر نبی ٔکریم ﷺ کی خدمت میں بھیجا تو آپ نے مال وصول کر کے آل ابی اوفی کے لیے دعا فرماتے ہوئے کہا: [اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی آلِ أَبِي أَوْفٰی] ''اے اللہ! آل ابی اوفی پر رحمت نازل فرما۔'' دیکھیے: (صحیح البخاري، الدعوات، باب هل يصلى على غير النبي...... الخ، حدیث:۶۳۵۹)

* **فرشتوں کا صلاۃ بھیجنا:** فرشتوں کے صلاۃ بھیجنے سے مراد مومن مردوں اور عورتوں کے لیے دعائے استغفار و رحمت کرنا ہے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَ مَلٰٓئِكَتُهٗ﴾ (الأحزاب:۴۳) ''وہی (اللہ) ہے جو تم پر رحمت فرماتا ہے اور اس کے فرشتے دعائے رحمت کرتے ہیں۔'' امام ابن الاعرابی فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلاۃ کا مطلب رحمت نازل فرمانا ہے جبکہ مخلوق، مثلاً: جنوں، فرشتوں اور انسانوں کی صلاۃ، قیام، رکوع، سجود، دعا اور تسبیح ہے۔ پرندوں اور کیڑوں مکوڑوں کی صلاۃ اللہ کی تسبیح بیان کرنا ہے۔

* **اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کا مطلب:** نبی ٔکریم ﷺ پر صلاۃ کا مطلب، اللہ تعالیٰ کا رحمت نازل فرمانا، دنیا میں آپ کی عزت و تکریم کو بلند کرنا، آپ کی دعوت کو پھیلانا، آپ کی شریعت کو دوام بخشنا اور آخرت میں شفاعت کبریٰ اور اجر و ثواب کئی گنا بڑھا کر عطا کرنا ہے۔

امام ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''شریعت میں نماز چند مخصوص افعال کا نام ہے، لہٰذا جب شرع میں

نماز کا حکم آئے گا تو یہ حکم شرعی نماز پر لاگو ہوگا نہ کہ لغوی پر' نماز کتاب اللہ' سنت رسول اور اجماع امت سے واجب ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَآ أُمِرُوٓا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَآءَ وَ يُقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَ ذٰلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ﴾ (البينة:٩٨/٥) ''انھیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں' اس کے لیے دین کو خالص رکھیں۔ یکسو ہو کر (اس کی بندگی کریں) اور نماز کو قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیتے رہیں یہی ہے دین سیدھی ملت کا۔'' جبکہ ارشاد نبوی ہے: [بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ' وَ إِقَامِ الصَّلَاةِ' وَ إِيْتَاءِ الزَّكَاةِ وَ صِيَامِ رَمَضَانَ وَ حَجِّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا] (صحيح البخاري' الإيمان' دعاؤكم إيمانكم...... الخ' حديث:٨' و صحيح مسلم' الإيمان' باب بيان أركان الإسلام...... الخ' حديث:١٦) ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: یہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں' اور یہ کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں' نماز قائم کرنا' زکوٰۃ دینا' رمضان کے روزے رکھنا اور صاحب استطاعت کا بیت اللہ کا حج کرنا۔'' امت کا اجماع ہے کہ نماز ارکان اسلام میں سے ہے جسے ادا کرنا واجب ہے اور اس کی فرضیت کا منکر کافر ہے۔ دیکھیے: (شرح سنن النسائی' المسمی ذخيرة العقبٰی فی شرح المجتبٰی للشیخ الأتیوبی' ص:٥-١٣)

* نماز کی فضیلت واہمیت: نماز دین اسلام کے ارکان خمسہ میں سے ایک اہم اور بنیادی رکن ہونے کے علاوہ قرب الٰہی کے حصول کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ پیارے نبی ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور مومن کو دکھوں اور تکلیفوں سے نجات دینے والی ہے۔ پریشانیوں اور مصائب میں مومن کا ہتھیار اور کامیاب وکامران ہونے والوں کے لیے جنت کی کنجی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ اسْتَعِيْنُوا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلَاةِ﴾ (البقرہ:٢/ ٤٥) ''اللہ تعالیٰ سے صبر اور نماز کے ساتھ مدد مانگو۔'' ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ اپنے خادم خاص حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ کو خوش ہو کر فرماتے ہیں: ''ربیعہ مانگو کیا مانگتے ہو؟'' وہ عرض کرتے ہیں: اے اللہ کے رسول ﷺ! جنت میں آپ کی رفاقت چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''ربیعہ! تو پھر کثرت سجود سے میری مدد کرو۔'' (سنن ابی داود' التطوع باب وقت قيام النبي من الليل' حديث:١٣٢٠) اس طرح رسول مقبول ﷺ نے اپنے خادم خاص کو جنت اور جنت میں رفاقت

خاص کے حصول کی کنجی نماز کی صورت میں عطا فرمائی۔ نماز وہ عبادت ہے جس کا اہتمام پہلے انبیائے کرام علیہم السلام بھی کرتے رہے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بارگاہ الٰہی میں دعا گو ہیں: ﴿رَبِّ اجۡعَلۡنِیۡ مُقِیۡمَ الصَّلٰوۃِ وَ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ ٭ۖ رَبَّنَا وَ تَقَبَّلۡ دُعَآءِ﴾ (ابراھیم: ۱۴/۴۰) ''اے میرے پروردگار مجھے اور میری اولاد کو نماز کا پابند بنا۔ اے ہمارے رب! میری دعا قبول فرما۔'' اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے اوصاف حسنہ میں نماز کی ادائیگی اور اپنی اولاد کو اس کی تلقین کرنا بھی شامل ہے۔ ارشاد ہے: ﴿وَ کَانَ یَاۡمُرُ اَہۡلَہٗ بِالصَّلٰوۃِ﴾ (مریم: ۱۹/۵۵) ''وہ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیتے تھے۔'' نماز قائم کرنا اور اسے خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کرنا' جماعت کی پابندی کرنا اور مسجدوں کو اپنے سجدوں سے آباد کرنا' اہل ایمان کی علامت اور خوبی ہے' جبکہ نماز میں کوتاہی کرنا' اسے ضائع کرنا اور مسجدوں کو بے آباد و ویران بنانا منافقوں کی نشانی ہے جو ہلاک و برباد ہونے والے ہیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِیۡنَ ہُمۡ فِیۡ صَلَاتِہِمۡ خٰشِعُوۡنَ﴾ (المؤمنون: ۲۳/۱، ۲) ''یقیناً ایمان والوں نے فلاح حاصل کر لی جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں۔'' اور منافقین کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَ اِذَا قَامُوۡۤا اِلَی الصَّلٰوۃِ قَامُوۡا کُسَالٰی ۙ یُرَآءُوۡنَ النَّاسَ وَ لَا یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیۡلًا﴾ (النساء: ۴/۱۴۲) ''اور جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی کاہلی کی حالت میں کھڑے ہوتے ہیں۔ صرف لوگوں کو دکھاتے ہیں اور یادِ الٰہی تو بس برائے نام ہی کرتے ہیں۔'' امام الانبیاء کا اسوۂ مبارکہ دیکھیں تو پوری زندگی نماز سے روشن و تابندہ نظر آتی ہے۔ حالت امن ہو یا جنگ' مقیم ہوں یا مسافر' گرمی ہو یا سردی' تندرستی ہو یا بیماری' ہر حالت میں آپ نماز سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرتے نظر آتے ہیں۔ فرض نمازوں کے علاوہ' اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے حصول کے لیے' کبھی تہجد ادا کرتے دکھائی دیتے ہیں تو کبھی نماز اشراق' کبھی تحیۃ الوضو تو کبھی تحیۃ المسجد۔ حیات طیبہ کے آخری دنوں میں حالت مرض میں بھی جس چیز کی انتہائی فکر ہوتی ہے وہ نماز ہی تھی۔ بے ہوشی سے افاقہ ہوتا تو فوراً دریافت فرماتے: ''کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟'' اور پھر اس دنیا سے الوداع ہوتے وقت امت کو آخری وصیت یہ فرمائی: [اَلصَّلَاۃَ وَمَا مَلَکَتۡ أَیۡمَانُکُمۡ] (سنن ابن ماجہ' الجنائز' باب ماجاء في ذکر مرض رسول اللہ ﷺ' حدیث: ۱۶۲۵' و مسند احمد: ۶/۲۹۰) اس سے نماز کی اہمیت روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

نماز جس قدر اہم ہے' اسی طرح اس کا طریقۂ ادائیگی بھی نہایت اہم ہے۔ اپنے من مانے اور من

گھڑت طریقوں سے ادا کی ہوئی نماز قطعاً قابل قبول نہ ہوگی بلکہ نماز کی قبولیت کے لیے یہ شرط ہے کہ یہ نبیٔ کریم ﷺ کے اسوۂ مبارکہ کے عین مطابق ہو۔ فرمان نبوی ہے: [صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي] (صحيح البخاري، الأذان، باب الأذان للمسافرين...... الخ، حديث:٦٣١) ''نماز اس طرح ادا کرو جس طرح تم نے مجھے ادا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔'' لہٰذا نماز کو تمام سنن مبارکہ، واجبات اور مستحباب کے ساتھ ادا کرنا ضروری ہے۔ کسی بھی سنت مبارکہ کو کمتر اور حقیر سمجھتے ہوئے یا جاہلانہ تاویلات کا سہارا لے کر ترک کرنا انتہائی جسارت ہوگی۔ جو نماز سنت نبوی کے مطابق ہوگی اس کے اجر وثواب کا اندازہ پیارے نبی ﷺ کے اس فرمان سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''تمھارا کیا خیال ہے اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر بہتی ہو اور وہ اس نہر میں روزانہ پانچ مرتبہ نہائے، تو کیا اس کے بدن پر کوئی میل کچیل باقی رہ جائے گا؟'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: نہیں، کسی قسم کا میل کچیل باقی نہیں رہے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پانچوں نمازوں کی مثال بھی ایسے ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان نمازوں کے ذریعے سے گناہ مٹا دیتا ہے۔'' (صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، الصلوات الخمس كفارة، حديث:٥٢٨، و صحيح مسلم، المساجد، باب المشي إلى الصلاة...... الخ، حديث:٦٦٧)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(المعجم ٢) كِتَابُ الصَّلَاةِ (التحفة ٣)

نماز سے متعلق احکام ومسائل

(المعجم ١) - أَبْوَابُ مَوَاقِيتِ الصَّلَاةِ (التحفة ١)

باب:١- اوقاتِ نماز کے احکام ومسائل

٦٦٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ، وَأَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ، قَالاَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يُوسُفَ الأَزْرَقُ: أَنْبَأَنَا سُفْيَانُ ح: وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ الرَّقِّيُّ: حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَسَأَلَهُ عَنْ وَقْتِ الصَّلاَةِ، فَقَالَ: «صَلِّ مَعَنَا هٰذَيْنِ الْيَوْمَيْنِ» فَلَمَّا زَالَتِ الشَّمْسُ أَمَرَ بِلاَلاً فَأَذَّنَ، ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ الظُّهْرَ، ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ الْعَصْرَ، وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ بَيْضَاءُ نَقِيَّةٌ، ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ الْمَغْرِبَ حِينَ غَابَتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ الْعِشَاءَ حِينَ غَابَ الشَّفَقُ، ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ الْفَجْرَ حِينَ طَلَعَ الْفَجْرُ، فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْيَوْمِ الثَّانِي، أَمَرَهُ فَأَذَّنَ الظُّهْرَ فَأَبْرَدَ بِهَا، وَأَنْعَمَ

٦٦٧- حضرت بریدہ بن حصیب ؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور نماز کے اوقات کے متعلق سوال کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ دو دن ہمارے ساتھ نمازیں پڑھو۔'' تو جب سورج ڈھلا آپ نے حضرت بلال ؓ کو حکم دیا تو انھوں نے اذان کہی' پھر حکم دیا تو انھوں نے ظہر کی اقامت کہی (اور نماز ادا کی گئی)' پھر نبی ﷺ نے حکم دیا تو انھوں نے عصر کی اقامت کہی' جب کہ سورج بلند' سفید اور روشن تھا' پھر حکم دیا تو انھوں نے مغرب کی اقامت کہی جب سورج غروب ہوا' پھر جب شفق غروب ہوگئی تو انھیں حکم دیا اور انھوں نے عشاء کی اقامت کہی' پھر جب صبح صادق طلوع ہوئی تو انھیں حکم دیا اور انھوں نے فجر کی اقامت کہی۔ (اس طرح پانچوں نمازیں اوّل وقت میں ادا فرمائیں۔) جب دوسرا دن ہوا تو انھیں حکم دیا اور انھوں نے ٹھنڈی کر کے ظہر کی اذان دی اور خوب ہی ٹھنڈی کی'

٦٦٧_ أخرجه مسلم، الحيض، باب تحريم النظر إلى العورات، ح: ٣٣٨ عن ابن أبي شيبة به مطولاً.

أَنْ يُبْرِدَ بِهَا، ثُمَّ صَلَّى الْعَصْرَ، وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ، أَخَّرَهَا فَوْقَ الَّذِي كَانَ، فَصَلَّى الْمَغْرِبَ، قَبْلَ أَنْ يَغِيبَ الشَّفَقُ، وَصَلَّى الْعِشَاءَ بَعْدَمَا ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ، وَصَلَّى الْفَجْرَ فَأَسْفَرَ بِهَا، ثُمَّ قَالَ: «أَيْنَ السَّائِلُ عَنْ وَقْتِ الصَّلَاةِ؟» فَقَالَ الرَّجُلُ: أَنَا، يَارَسُولَ اللهِ! قَالَ: «وَقْتُ صَلَاتِكُمْ بَيْنَ مَا رَأَيْتُمْ».

پھر عصر کی نماز پڑھی جب کہ سورج بلند تھا' لیکن کل کی نسبت تاخیر فرمائی' پھر شفق غروب ہونے سے پہلے مغرب کی نماز پڑھی اور تہائی رات گزرنے کے بعد عشاء کی نماز ادا فرمائی' پھر فجر کی نماز خوب روشن کر کے پڑھی' پھر فرمایا: ''نماز کے اوقات پوچھنے والا کہاں ہے؟'' اس نے کہا' اللہ کے رسول! وہ میں ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو اوقات تم نے دیکھے ہیں' تمھاری نمازوں کے اوقات ان کے درمیان ہیں۔''

فوائد و مسائل: ① اوقات کی تعلیم کے لیے رسول اللہ ﷺ نے عملی طور پر اوّل وقت اور آخر وقت میں نمازیں پڑھ کر دکھائیں۔ اس سے تعلیم میں عملی اسوہ کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ ② نماز میں افضل یہ ہے کہ اوّل وقت میں ادا کی جائے لیکن آخری وقت میں ادا کرنے سے بھی ادا ہو جاتی ہے۔ ③ تعلیم کے لیے یا کسی اور جائز مقصد کے پیش نظر افضل کام چھوڑ کر غیر افضل جائز کام اختیار کیا جا سکتا ہے لیکن اسے مستقل عادت بنانا درست نہیں۔ ④ نماز ظہر کا وقت سورج ڈھلتے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ ڈھلنے کا مطلب یہ ہے کہ سورج اپنی سب سے زیادہ بلندی تک پہنچ کر نیچے آنا شروع ہو جائے' اس کا اندازہ سائے سے ہوتا ہے جب کہ دیوار وغیرہ کا سایہ مشرق کی طرف زمین پر نظر آ جائے۔ ⑤ ظہر کی نماز ٹھنڈی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ گرمی کی شدت کم ہونے کا انتظار کیا جائے۔ موسم گرما میں دوپہر کو بہت شدت کی گرمی ہوتی ہے۔ اس لیے زوال کے فوراً بعد نماز پڑھنے کی بجائے کچھ ٹھہر کر ادا کی جا سکتی ہے' البتہ سردی کے موسم میں اس انتظار کی ضرورت نہیں۔ ⑥ اس حدیث میں عصر کا وقت دونوں دنوں میں ملتے جلتے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے' یعنی فرمایا گیا ہے کہ ''سورج بلند تھا'' بلندی کی مقدار کی وضاحت آئندہ احادیث سے ہو گی۔ ⑦ مغرب کا وقت سورج کی ٹکیا افق سے غائب ہو جانے پر شروع ہوتا ہے اور شفق ختم ہونے پر ختم ہو جاتا ہے۔ شفق سے مراد وہ سرخی ہے جو سورج غروب ہونے کے بعد مغرب کی طرف آتی ہے۔ ⑧ عشاء کا وقت شفق غروب ہونے سے شروع ہوتا ہے۔ اس کا آخری وقت اس حدیث کی روشنی میں تہائی رات معلوم ہوتا ہے۔ بعض دیگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عشاء کی نماز آدھی رات تک ادا کی جا سکتی ہے' مثلاً: صحیح مسلم میں رسول اللہ ﷺ کی قولی حدیث موجود ہے جس میں نبئ کریم علیہ السلام نے نماز کے اوقات بیان کرتے ہوئے عشاء کی نماز کے بارے میں فرمایا: [وَوَقْتُ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ] (صحيح مسلم' المساجد' باب أوقات الصلوات الخمس' حديث:٦١٢) ''اور عشاء کی نماز کا وقت آدھی رات تک ہے۔'' ⑨ فجر کی نماز کا وقت صبح صادق کے طلوع سے شروع ہوتا ہے' لیکن سورج طلوع ہونے سے پہلے پہلے پڑھ لینی چاہیے' البتہ کسی عذر کی بنا پر تاخیر ہو جائے تو سورج طلوع ہونے سے پہلے

ایک رکعت بھی ادا ہو جائے تو بروقت ادائیگی ہی سمجھی جائے گی۔ ارشاد نبوی ہے: ''جسے سورج نکلنے سے پہلے نماز صبح کی ایک رکعت مل گئی اسے صبح کی نماز مل گئی اور جسے سورج غروب ہونے سے پہلے عصر کی ایک رکعت مل گئی اسے عصر کی نماز مل گئی۔'' (صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب من أدرك من الفجر ركعة، حديث:٥٧٩، و صحيح مسلم، المساجد، باب من أدرك ركعة من الصلاة فقد أدرك تلك الصلاة، حديث:٦٠٨) ⑩ نماز کے اوقات ان دو ایام میں ادا شدہ نمازوں کے اوقات کے درمیان میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر نماز کے ابتدائی اور آخری اوقات بتا دیے گئے ہیں جو شخص ان دو اوقات کے درمیان کسی وقت نماز ادا کرلے گا اس کی نماز ادا ہو جائے گی۔ اس کا یہ مطلب نہیں سمجھنا چاہیے کہ اوّل وقت کو چھوڑ کر وقت کی ابتدا و انتہا کے عین درمیان کے وقت کو نماز کے لیے متعین کر دیا جائے کیونکہ اگر یہ مطلب قرار دیا جائے تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ صرف درمیان کے تھوڑے سے وقت میں نماز ادا کرنی چاہیے۔ اس طرح نماز کے اوقات میں جو گنجائش ہے وہ ختم ہو جائے گی مثلاً: اگر مذکورہ دو دنوں میں نبی اکرم ﷺ نے عصر کی نماز پہلے دن تین بجے ادا کی ہو اور دوسرے دن پانچ بجے تو اس جملہ سے یہ مطلب لینا درست نہیں کہ صحیح وقت چار بجے ہے ورنہ یہ لازم آئے گا کہ ان دونوں دنوں میں نمازیں بے وقت ادا ہوئیں۔ اور یہ بات صریحاً غلط ہے۔

٦٦٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ الْمِصْرِيُّ: أَنْبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّهُ كَانَ قَاعِداً عَلَى مَيَاثِرِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، فِي إِمَارَتِهِ عَلَى الْمَدِينَةِ، وَمَعَهُ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، فَأَخَّرَ عُمَرُ الْعَصْرَ شَيْئاً، فَقَالَ لَهُ عُرْوَةُ: أَمَا إِنَّ جِبْرِيلَ نَزَلَ فَصَلَّى إِمَامَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: اِعْلَمْ مَا تَقُولُ يَا عُرْوَةُ! قَالَ: سَمِعْتُ بَشِيرَ بْنَ أَبِي مَسْعُودٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا مَسْعُودٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «نَزَلَ جِبْرِيلُ فَأَمَّنِي، فَصَلَّيْتُ مَعَهُ، ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ، ثُمَّ

٦٦٨- امام ابن شہاب زہری ؒ سے روایت ہے کہ جن دنوں حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ مدینہ کے گورنر تھے (ایک دن) وہ (زہری) ان کے گدے پر بیٹھے تھے ان کے ساتھ حضرت عروہ بن زبیر ؒ بھی تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ نے عصر کی نماز میں تاخیر کر دی تو عروہ نے ان سے کہا: سنو! جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے امام بن کر نمازیں پڑھائیں (اس طرح نماز کے اوقات کا تعین وحی کی روشنی میں ہوا، اس لیے نماز میں دیر کرنا درست نہیں۔) عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا: عروہ! غور تو کرو تم کیا کہہ رہے ہو؟ عروہ نے کہا: میں نے بشیر بن ابو مسعود

٦٦٨- أخرجه البخاري، بدء الخلق، باب ذكر الملائكة صلوات الله عليهم، ح: ٣٢٢١، ومسلم، المساجد، باب أوقات الصلوات الخمس، ح: ٦١٠ من حديث الليث به، ورواه مسلم عن محمد بن رمح وغيره.

صَلَّيْتُ مَعَهُ، ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ، ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ». يَحْسُبُ بِأَصَابِعِهِ خَمْسَ صَلَوَاتٍ.

کو یہ کہتے سنا کہ میں نے ابومسعود ؓ کو یہ فرماتے سنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے آپ کا یہ ارشاد سنا: ’’جبریل علیہ السلام نازل ہوئے‘ انھوں نے میری امامت کی‘ تو میں نے ان کے ساتھ (ان کی اقتدا میں) نماز پڑھی‘ پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی‘ پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی‘ پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی‘ پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی۔‘‘ آپ ﷺ نے انگلیوں سے گن کر پانچ نمازوں کا ذکر کیا۔‘‘

فوائد و مسائل: ① قرآن مجید میں نماز کو وقت پر پڑھنے کا حکم ہے جیسے کہ ارشاد ہے: ﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا﴾ (النسآء: ۴/۱۰۳) ’’مومنوں پر مقررہ اوقات میں نماز ادا کرنا فرض ہے۔‘‘ اس کی وضاحت بھی وحی کے ساتھ عملی طور پر کی گئی۔ ② اوقات نماز کی تعیین کے لیے جبریل علیہ السلام کا ہر نماز کے وقت نازل ہونا‘ نماز کی اور خصوصاً نماز باجماعت کی اہمیت واضح کرتا ہے۔ اس سے نماز کی بروقت ادائیگی کی اہمیت بھی واضح ہے۔ ③ اسلامی معاشرے میں بڑے سے بڑا عہدے دار تنقید سے بالاتر نہیں لیکن تنقید کرتے وقت ادب و احترام کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ ④ اگر مسئلہ واضح نہ ہو تو مسئلہ بتانے والے سے وضاحت طلب کی جاسکتی ہے‘ یہ احترام کے منافی نہیں۔ ⑤ اگر کوئی شخص حدیث سن کر کسی اشکال کی وجہ سے اسے تسلیم کرنے میں توقف کرے‘ تو اسے حدیث کا منکر قرار نہیں دینا چاہیے بلکہ اس کے اشکال کو دور کرنے کی کوشش کی جائے۔ ⑥ حدیث کو باسند اور باحوالہ بیان کرنے سے وہ سامعین کے لیے زیادہ قابل قبول ہو جاتی ہے۔ ⑦ حدیث کی سندیں بیان کرنے کا سلسلہ تابعین کے دور ہی سے شروع ہو گیا تھا۔ جس کے نتیجے میں صحیح اور ضعیف احادیث میں امتیاز کرنا آسان ہو گیا۔

(المعجم ۲) - بَابُ وَقْتِ صَلَاةِ الْفَجْرِ (التحفة ۲)

باب: ۲- فجر کی نماز کا وقت

٦٦٩- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنَّ نِسَاءُ الْمُؤْمِنَاتِ يُصَلِّينَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ صَلَاةَ الصُّبْحِ، ثُمَّ يَرْجِعْنَ إِلَى أَهْلِهِنَّ فَلَا

۶۶۹- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے‘ انھوں نے فرمایا: مومن خواتین نبی ﷺ کے ساتھ فجر کی نماز (باجماعت) ادا کیا کرتی تھیں‘ اس کے بعد وہ گھروں کو واپس جاتیں تو انھیں کوئی نہ پہچان سکتا‘ یعنی اندھیرے کی وجہ سے پہچانی نہیں جاتی تھیں۔

٦٦٩- أخرجه مسلم، المساجد، باب استحباب التبكير بالصبح . . . الخ، : ٦٤٥ عن ابن أبي شيبة وغيره.

يَعْرِفُهُنَّ أَحَدٌ . - تَعْنِي : مِنَ الْغَلَسِ - .

فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ فجر کی نماز اوّل وقت میں ادا کرتے تھے۔ ② نمازوں میں عورتیں بھی مردوں کے ساتھ شریک ہوتی تھیں۔ اس میں یہ حکمت ہے کہ نبی ﷺ وعظ و نصیحت فرماتے یا آپ سے مسائل دریافت کیے جاتے' تو عورتیں بھی سنتیں اور دین کا علم حاصل کرتیں۔ بعض اوقات کوئی عورت خود بھی کوئی مسئلہ دریافت کر لیتی تھی۔ اب بھی عورتیں آداب کا لحاظ رکھتے ہوئے نماز کے لیے مسجد میں آنا چاہیں تو انھیں منع نہیں کرنا چاہیے اگرچہ گھر میں نماز پڑھنا عورتوں کے لیے مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ ③ ام المومنین کی وضاحت سے پتہ چلتا ہے کہ عورتوں کے پہچانے نہ جانے کا سبب یہ ہوتا تھا کہ نماز سے فراغت کے وقت اتنی روشنی نہیں ہوتی تھی کہ معلوم ہو سکے کہ چادر اوڑھ کر جانے والی یہ عورت کون ہے؟ زیادہ روشنی میں باپردہ ہونے کے باوجود اس عورت کو پہچانا جا سکتا ہے جو رشتہ داروں میں سے ہو' یا مرد اس سے واقف ہو۔ ④ فجر میں قراءت طویل ہونے کے باوجود اتنی جلدی فارغ ہو جانے سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز بہت جلد کھڑی ہو جاتی تھی اور نماز اوّل وقت میں ادا کی جاتی تھی۔ ⑤ عورتیں نماز کا سلام پھیرنے کے بعد ذکر اذکار کے لیے نہیں بیٹھتی تھیں' بلکہ فوراً اٹھ کر چلی جاتی تھیں' جب کہ مرد اس وقت تک نہیں اٹھتے تھے جب تک تمام عورتیں مسجد سے چلی نہ جاتیں۔ جیسے کہ دیگر احادیث میں صراحت ہے۔

٦٧٠ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ أَسْبَاطِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْقُرَشِيُّ : حَدَّثَنَا أَبِي ، عَنِ الأَعْمَشِ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ ، وَالأَعْمَشُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ : ﴿وَقُرْءَانَ ٱلْفَجْرِ إِنَّ قُرْءَانَ ٱلْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا﴾ . [الإسراء : ٧٨] قَالَ : «تَشْهَدُهُ مَلَائِكَةُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ» .

٦٧٠- حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آیات کریمہ ﴿وَ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْهُوْدًا﴾ ''اور فجر کی تلاوت' یقیناً فجر کی نماز میں ...... فرشتے ...... حاضر ہوتے ہیں'' کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ''اس میں رات اور دن کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔''

فوائد و مسائل: ① اس سے نماز فجر کی فضیلت اور اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔ اس فضیلت میں اس کے ساتھ عصر کی نماز بھی شریک ہے۔ ② فرشتوں کی حاضری کی وضاحت حضرت ابو ہریرہ ؓ ہی سے مروی درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمھارے اندر اپنی اپنی باری پر کچھ فرشتے رات کو اور کچھ فرشتے دن کو آتے

٦٧٠_ [صحيح] أخرجه أحمد : ٢/ ٤٧٤ عن أسباط به ، والترمذي ، ح : ٣١٣٥ من حديث عبيد بن أسباط بسنده عن أبي هريرة رضي الله عنه به ، وقال : "حسن صحيح" ، وصححه ابن خزيمة ، ح : ١٤٧٤ ، والحاكم : ١/ ٢١٠ ، ٢١١ ، والذهبي ، وللحديث شواهد عند البخاري وغيره ، تفسير ابن كثير : ٣/ ٥٣ ، ٥٤ .

ہیں۔ اور وہ (دونوں گروہ) فجر اور عصر کی نمازوں میں (باہم) جمع ہوتے ہیں' پھر جو فرشتے رات کو تمھارے ساتھ رہے ہیں (فجر کی نماز کے بعد) اوپر (آسمانوں میں) چلے جاتے ہیں۔ ان سے ان کا رب سوال کرتا ہے' حالانکہ اسے زیادہ علم ہے' (فرماتا ہے) تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ وہ کہتے ہیں: ہم نے انھیں اس حال میں چھوڑا ہے کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے' اور ہم ان کے پاس گئے تھے تب بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے۔'' (صحيح مسلم' المساجد ومواضع الصلاة' باب فضل صلاتي الصبح والعصر والمحافظة عليهما' حديث:٦٣٢) فرشتوں کی گواہی سے مومنوں کی عظمت اور شان ظاہر ہوتی ہے۔

٦٧١- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا الأَوْزَاعِيُّ: حَدَّثَنَا نَهِيكُ بْنُ يَرِيمَ الأَوْزَاعِيُّ: حَدَّثَنَا مُغِيثُ بْنُ سُمَيٍّ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ الصُّبْحَ بِغَلَسٍ، فَلَمَّا سَلَّمَ أَقْبَلْتُ عَلَى ابْنِ عُمَرَ، فَقُلْتُ: مَا هٰذِهِ الصَّلاَةُ؟ قَالَ: هٰذِهِ صَلاَتُنَا كَانَتْ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ، فَلَمَّا طُعِنَ عُمَرُ أَسْفَرَ بِهَا عُثْمَانُ.

٦٧١- حضرت مغیث بن سُمَی رحمہ اللہ سے روایت ہے' انھوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ فجر کی نماز اندھیرے میں ادا کی' جب انھوں نے سلام پھیرا تو میں نے حضرت عبداللہ بن عمر و رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہو کر کہا: یہ کیا نماز ہے؟ (اتنی سویرے نماز پڑھا دی؟) انھوں نے فرمایا: ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ یہی نماز (اسی وقت) پڑھتے تھے۔ پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا گیا (ان پر قاتلانہ حملہ کیا گیا) تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ روشنی ہونے پر نماز پڑھانے لگے۔

فوائد و مسائل: ① نماز فجر کا افضل اور مسنون وقت اوّل وقت ہی ہے' اس لیے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں اسی پر عمل رہا۔ ② حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا فجر کی نماز کو روشنی ہونے پر ادا کرنا ایک وقتی مصلحت کے تحت تھا۔ مستقل تبدیلی نہیں تھی۔ اسی لیے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے تاخیر کی ضرورت محسوس نہ کرتے ہوئے اصل سنت کے مطابق اوّل وقت نماز فجر ادا فرمائی۔ ③ اگر کسی وجہ سے کوئی ایسا رواج شروع ہو جائے جو بہتر نہ ہو' تو موقع ملنے پر اسے ختم کر کے صحیح رواج جاری کر دینا چاہیے۔

٦٧٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ: أَنْبَأَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ ابْنِ عَجْلاَنَ، سَمِعَ

٦٧٢- حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''صبح کو روشن کرو' اس میں زیادہ ثواب

٦٧١ـ [إسناده صحيح] أخرجه البيهقي: ١/٤٥٦ من حديث الأوزاعي به، وقال البوصيري: "هٰذا إسناد صحيح"، وحسنه البخاري.

٦٧٢ـ [صحيح] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب وقت الصبح، ح: ٤٢٤ من حديث سفيان به، وتابعه يحيىٰ عند ◄◄

عَاصِمَ بْنَ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ - وَجَدُّهُ بَدْرِيٌّ - يُخْبِرُ عَنْ مَحْمُودِ بْنِ لَبِيدٍ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «أَصْبِحُوا بِالصُّبْحِ، فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلأَجْرِ، أَوْ لأَجْرِكُمْ».

ہے۔" یا فرمایا: "اس سے تمھیں زیادہ ثواب ملے گا۔"

فائدہ: "صبح کو روشن کرو" کا یہ مطلب لینا کہ فجر کی نماز اس وقت پڑھی جائے جب خوب روشنی پھیل جائے (جیسا کہ احناف کے ہاں معمول ہے) غلط ہے کیونکہ یہ مفہوم نبی ﷺ کے عمل کے خلاف ہے۔ آپ ہمیشہ غلس "اندھیرے میں اوّل وقت" میں فجر کی نماز پڑھتے رہے۔ اس لیے اس کا مطلب یا تو یہ ہے کہ فجر کی نماز اس وقت ادا کی جائے جب صبح صادق طلوع ہو جانے کا یقین ہو جائے۔ صبح کاذب میں ادا نہ کی جائے یا پھر یہ مطلب ہے کہ قراءت طویل کرو تا کہ نماز سے فارغ ہو تو صبح روشن ہو چکی ہو کیونکہ گزشتہ احادیث سے اوّل وقت پڑھنے کی فضیلت ظاہر ہے۔

(المعجم ٣) - بَابُ وَقْتِ صَلَاةِ الظُّهْرِ (التحفة ٣)

باب: ٣- نمازِ ظہر کا وقت

٦٧٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ إِذَا دَحَضَتِ الشَّمْسُ.

٦٧٣- حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ظہر کی نماز اس وقت ادا کرتے تھے جب سورج ڈھل جاتا تھا۔

فوائد و مسائل: ① ظہر کی نماز کا وقت سورج ڈھلنے سے شروع ہوتا ہے جیسے کہ آیت مبارکہ ﴿اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ﴾ (بنی اسرائیل: ١٧/ ٧٨) "نماز قائم کریں سورج کے ڈھلنے پر۔" سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ ② نبی ﷺ کا عمل اوّل وقت میں نماز ادا کرنا ہے۔

٦٧٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عَوْفِ بْنِ أَبِي جَمِيلَةَ، عَنْ سَيَّارِ بْنِ سَلَامَةَ، عَنْ أَبِي بَرْزَةَ الأَسْلَمِيِّ

٦٧٤- حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ دوپہر کی نماز، جسے تم لوگ ظہر کہتے ہو، اس وقت ادا کرتے تھے جب سورج ڈھل جاتا۔

◀◀ النسائي: ١/ ٢٧٢، ح: ٥٤٨، وللحديث طرق أخرى، وصححه ابن حبان.

٦٧٣ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب استحباب تقديم الظهر في أول الوقت في غير شدة الحر، ح: ٦١٨ عن ابن بشار وغيره به.

٦٧٤ـ أخرجه البخاري، مواقيت الصلاة، باب ما يكره من السمر بعد العشاء، ح: ٥٩٩ من حديث يحيى، ◀◀

قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي صَلاَةَ الْهَجِيرِ الَّتِي تَدْعُونَهَا الظُّهْرَ، إِذَا دَحَضَتِ الشَّمْسُ.

٦٧٥- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ حَارِثَةَ بْنِ مُضَرِّبٍ الْعَبْدِيِّ، عَنْ خَبَّابٍ قَالَ: شَكَوْنَا إِلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ حَرَّ الرَّمْضَاءِ، فَلَمْ يُشْكِنَا.

۶۷۵- حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: ہم نے رسول اللہ ﷺ سے زمین کی تپش کی شکایت کی' تو رسول اللہ ﷺ نے ہماری شکایت دور نہ فرمائی۔

قَالَ الْقَطَّانُ: حَدَّثَنَا أَبُو حَاتِمٍ: حَدَّثَنَا الأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا عَوْفٌ نَحْوَهُ.

(امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کے شاگرد) قطان نے کہا: ہمیں ابوحاتم نے انصاری سے' انھوں نے حضرت عوف رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت بیان کی۔

فوائد ومسائل: ① [اَلرَّمْضَاءُ] اس ریت کو کہتے ہیں جو سورج کی دھوپ سے تپ کر گرم ہو چکی ہو۔ ② صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی درخواست یہ تھی کہ چونکہ دھوپ سے ریت گرم ہو جاتی ہے' تو گرمی کے موسم میں ظہر کی نماز ادا کرتے وقت اس پر سجدہ کرنا دشوار ہوتا ہے۔ اگر نماز کچھ مؤخر کر لی جائے جس سے ریت کی حرارت میں کمی ہو جائے تو مناسب ہوگا لیکن رسول اللہ ﷺ نے یہ درخواست منظور نہ فرمائی بلکہ گرمی کے موسم میں بھی جلدی نماز پڑھاتے رہے۔ ③ دوسری احادیث میں گرمی کے موسم میں ظہر کی نماز تاخیر سے پڑھنے کا ذکر ہے۔ (جیسے آگے باب: ۴ میں احادیث آ رہی ہیں۔) اس کا مطلب یہ ہے کہ تھوڑی سی تاخیر ہو سکتی ہے لیکن مزید تاخیر کی گنجائش نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ تاخیر کرتے کرتے نماز کو اس کے آخر وقت میں ادا کریں۔

٦٧٦- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ

۶۷۶- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: ہم نے نبی ﷺ سے زمین کی تپش

◄◄ ومسلم، المساجد، باب استحباب التبكير بالصبح في أول وقتها... الخ، ح: ٦٤٧ من حديث سيار أبي المنهال به.

٦٧٥- أخرجه مسلم، المساجد، باب استحباب تقديم الظهر... الخ، ح: ٦١٩ من حديث أبي إسحاق.

٦٧٦- [صحيح] أخرجه البزار (كشف): ٣٧٠، ومختصر الحافظ ابن حجر: ٢٢٧ عن أبي كريب وغيره به، وقال: "لا نعلم رواه بهذا الإسناد إلا معاوية عن سفيان" (الثوري): ١٦٢، ولم أجد تصريح سماعه، وفيه علة أخرى، وله شواهد، منها الحديث السابق.

[جُبَيْرٍ]، عَنْ خِشْفِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: شَكَوْنَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ حَرَّ الرَّمْضَاءِ، فَلَمْ يُشْكِنَا.

کی شکایت کی' تو آپ ﷺ نے ہماری شکایت دور نہ فرمائی۔

(المعجم ٤) - بَابُ الْإِبْرَادِ بِالظُّهْرِ فِي شِدَّةِ الْحَرِّ (التحفة ٤)

باب:۴-سخت گرمی کے ایام میں ظہر کو ٹھنڈا کرنا

٦٧٧- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ: حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا بِالصَّلَاةِ، فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ».

۶۷۷- حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب گرمی شدید ہو تو نماز ٹھنڈی کرلو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے ہے۔''

فوائد ومسائل: ① شدید گرمی میں نماز کو قدرے تاخیر سے ادا کرنے میں یہ حکمت ہے کہ گرمی کی شدت نماز میں توجہ اور خشوع سے رکاوٹ بنتی ہے' اس لیے گرمی کی تخفیف کے وقت نماز زیادہ توجہ سے ادا کی جاسکے گی' تاہم یہ تاخیر بہت زیادہ نہیں ہونی چاہیے۔ ② گرمی کی شدت کو جہنم کی بھاپ کی وجہ قرار دیا گیا ہے' اس کو بعض علماء نے تشبیہ اور مجاز پر محمول کیا ہے لیکن زیادہ بہتر یہ ہے کہ اسے حقیقت پر محمول کیا جائے کیونکہ ظاہری حالات کے کچھ اسباب' ہمیں معلوم ہوتے ہیں اور کچھ ایسے اسباب بھی ہوتے ہیں جن کا تعلق عالم غیب' مثلاً: فرشتوں یا جنت اور جہنم سے ہوتا ہے۔ عالم غیب پر ایمان لانے کے بعد اس کے بعض امور کا ظاہری دنیا کے معاملات سے متعلق ہونا' کسی اشکال کا باعث نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جہنم نے رب سے شکایت کرتے ہوئے عرض کیا: یارب' میرا ایک حصہ دوسرے کو کھائے جارہا ہے (میری حرارت خود میرے لیے ناقابل برداشت ہوئی جاتی ہے۔) تو اللہ تعالیٰ نے اسے دو سانس لینے کی اجازت دی' ایک سانس سردی کے موسم میں' اور ایک سانس گرمی کے موسم میں۔ تم لوگ جو سخت ترین گرمی (کی لہر) یا سخت ترین سردی (کی لہر) محسوس کرتے ہو' وہ یہی ہے۔'' (صحیح البخاری' بدء الخلق' باب صفة النار وأنها مخلوقة' حدیث:۳۲۶۰' وصحیح مسلم' المساجد' باب استحباب الإبراد بالظهر في شدة الحر لمن يمضي إلى جماعة و يناله الحر في طريقه' حدیث:۶۱۷)

٦٧٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ: أَنْبَأَنَا

۶۷۸-حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے' رسول

٦٧٧ـ [إسناده صحيح] أخرجه مالك في الموطأ: ١/ ١٦ به.

٦٧٨ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب استحباب الإبراد بالظهر في شدة الحر . . . الخ، ح: ٦١٥ عن محمد بن ◀◀

اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا بِالظُّهْرِ، فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ».

اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب گرمی شدید ہو تو ظہر کی نماز ٹھنڈی کرلو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے ہے۔“

٦٧٩- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَبْرِدُوا بِالظُّهْرِ، فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ».

٦٧٩- حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ظہر کو ٹھنڈا کرو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے ہے۔“

٦٨٠- حَدَّثَنَا تَمِيمُ بْنُ الْمُنْتَصِرِ الْوَاسِطِيُّ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يُوسُفَ، عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ بَيَانٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ: كُنَّا نُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ صَلَاةَ الظُّهْرِ بِالْهَاجِرَةِ، فَقَالَ لَنَا: «أَبْرِدُوا بِالصَّلَاةِ، فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ».

٦٨٠- حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ظہر کی نماز دوپہر کے وقت (زوال سے فوراً بعد) پڑھا کرتے تھے، تو آپ ﷺ نے ہمیں فرمایا: ”نماز ٹھنڈی کرلو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے ہے۔“

فائدہ: یہ روایت سنداً ضعیف ہے لیکن متناً ومعناً صحیح ہے جیسا کہ گزشتہ احادیث میں یہی مسئلہ بیان ہوا ہے۔

٦٨١- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عُمَرَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ

٦٨١- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ظہر کو ٹھنڈا کرلو۔“

◄◄ رمح وغيره به.

٦٧٩- أخرجه البخاري، بدء الخلق، باب صفة النار وأنها مخلوقة، ح: ٣٢٥٩ من حديث الأعمش به.

٦٨٠- [إسناده ضعيف] أخرجه أحمد: ٤/ ٢٥٠ عن إسحاق به * شريك عنعن، وتقدم، ح: ١٤٩، ولأصل الحديث شواهد كثيرة، وقال البوصيري: "هٰذا إسناد صحيح، ورجاله ثقات".

٦٨١- [إسناده صحيح] وقال البوصيري: "هٰذا إسناد صحيح".

ﷺ: «أَبْرِدُوا بِالظُّهْرِ».

(المعجم ٥) - بَابُ وَقْتِ صَلَاةِ الْعَصْرِ (التحفة ٥)

باب:٥-نمازعصر کا وقت

٦٨٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ: أَنْبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ حَيَّةٌ، فَيَذْهَبُ الذَّاهِبُ إِلَى الْعَوَالِي، وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ.

٦٨٢- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ عصر کی نماز ادا فرماتے تھے جب کہ سورج بلند اور روشن ہوتا تھا۔ (اس کے بعد) اگر کوئی شخص مدینہ کی نواحی بستیوں میں جاتا تو وہاں پہنچنے تک سورج ابھی بلند ہوتا تھا۔

فائدہ: ① سورج روشن ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے رنگ میں زردی نہیں ہوتی تھی بلکہ سفید ہوتا تھا۔ جب کہ تاخیر کی صورت میں سورج کا رنگ تبدیل ہو کر زرد یا سرخ ہو جاتا ہے۔ ② [عَوَالِی] سے مراد مدینہ کی کچھ نواحی بستیاں ہیں جو مدینہ سے نجد کی سمت واقع ہیں۔ ان میں سے کوئی بستی دو تین میل کے فاصلے پر ہے کوئی چار میل یا زیادہ سب سے زیادہ فاصلہ آٹھ میل ہے۔ ③ اس روایت سے عصر کے وقت کا کوئی واضح تعین نہیں ہو پاتا کیونکہ ''عوالی'' بستیوں کا فاصلہ ایک دوسری سے بہت مختلف ہے۔ علاوہ ازیں سال کے مختلف موسموں میں عصر کے بعد مغرب تک کا وقت بھی کم وبیش ہوتا رہتا ہے تاہم اس سے یہ بات ضرور واضح ہوتی ہے کہ آپ عصر کی نماز اول وقت میں ادا فرمالیا کرتے تھے لیکن یہ اول وقت کون سا تھا؟ اس کی وضاحت اس روایت سے ہو جاتی ہے جس میں آپ نے ظہر کی نماز سورج کے ڈھلتے ہی پڑھ لی اور عصر کی نماز اس وقت پڑھی جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو گیا۔ (سنن النسائي، المواقيت، باب أول وقت العصر، حديث:٥٠٥) اس سے عصر کی نماز کا اول وقت یقیناً متعین ہو جاتا ہے اور وہ ہے (اصلی سایہ نکال کر) سائے کا ایک مثل ہو جانا۔

٦٨٣- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الْعَصْرَ، وَالشَّمْسُ فِي حُجْرَتِي، لَمْ

٦٨٣- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ نے عصر کی نماز ادا فرمائی اور ابھی میرے صحن میں دھوپ موجود تھی ابھی سایہ (دیوار پر) نہ چڑھا تھا۔

٦٨٢- أخرجه مسلم، المساجد، باب استحباب التبكير بالعصر، ح: ٦٢١ عن محمد بن رمح به.

٦٨٣- أخرجه البخاري، مواقيت الصلاة، باب وقت العصر، ح:٥٤٦، ومسلم، المساجد، باب أوقات الصلوات الخمس، ح: ٦١١ من حديث سفيان به.

يُظْهِرْهَا الْفَيْءُ بَعْدُ.

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ نے عصر کی نماز جلدی ادا فرمائی کیونکہ اگر دیر کی جائے تو سایہ پورے صحن میں پھیل جائے گا اور دیوار پر چڑھنا شروع ہو جائے گا۔

(المعجم ٦) - **بَابُ الْمُحَافَظَةِ عَلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ** (التحفة ٦)

باب:٦- نمازعصر کی پابندی ضروری ہے

٦٨٤- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ بَهْدَلَةَ، عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ: «مَلَأَ اللهُ بُيُوتَهُمْ وَقُبُورَهُمْ نَاراً، كَمَا شَغَلُونَا عَنِ الصَّلَاةِ الْوُسْطَى».

٦٨٤- حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ خندق کے موقع پر ارشاد فرمایا: ''جس طرح ان لوگوں نے ہمیں عصر کی نماز سے روک دیا' اللہ (اس کی سزا کے طور پر) ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔''

فوائد و مسائل: ① جو شخص بددعا کا مستحق ہو اسے بددعا دینا جائز ہے۔ ② دینی نقصان دنیوی نقصان سے زیادہ اہم ہے۔ ③ نماز عصر کی اہمیت دوسری نمازوں سے زیادہ ہے۔ ④ اس واقعہ کا یہ پہلو انتہائی قابل توجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جنھیں اللہ تعالیٰ نے [رحمة للعالمين] فرمایا ہے جب ان کی زندگی کا شدید ترین دن تھا' یعنی جب نبی ﷺ طائف تشریف لے گئے اور مشرکین نے نہ صرف یہ کہ آپ ﷺ کی بات نہ سنی اور انتہائی گستاخی سے پیش آئے' بلکہ بچوں کو نبی اکرم ﷺ کے پیچھے لگا دیا' جنھوں نے اس حد تک سنگ باری کی کہ نبی اکرم ﷺ کا جسد اطہر لہولہان ہو گیا' اس وقت بھی آپ نے ان کو بددعا دینے سے اجتناب کیا لیکن جب جنگ خندق میں مصروفیت کی وجہ سے عصر کی نماز رہ گئی تو طائف میں خاموش رہنے والی زبان سے بھی بددعا نکل گئی۔ اور بددعا بھی اتنی شدید کہ اللہ کرے ان کے گھروں میں آسمان سے آگ برسے اور جب مر جائیں تو قبروں میں بھی جہنم کی آگ کا ایندھن بنے رہیں۔ ان لوگوں کو غور کرنا چاہیے جو محض کاہلی کی وجہ سے یا کھیل کود میں مصروفیت کی وجہ سے یا کاروبار یا کسی دوسری مشغولیت کی وجہ سے نماز چھوڑ دیتے ہیں' ان کا یہ عمل آپ ﷺ کی نظر میں کس قدر قابل نفرت اور کتنا عظیم جرم ہے۔ اللہ ہمیں اپنے غضب سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

٦٨٥- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا

٦٨٥- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے'

٦٨٤- [إسناده حسن] أخرجه البزار في البحر الزخار: ٢/ ١٨٠، ١٨١، ح: ٥٥٧ عن أحمد بن عبدة به.

٦٨٥- [صحيح] أخرجه مسلم، المساجد، باب التغليظ في تفويت صلاة العصر، ح: ٦٢٦ب من حديث سفيان بن عيينة به.

سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّ الَّذِي تَفُوتُهُ صَلاَةُ الْعَصْرِ، فَكَأَنَّمَا وُتِرَ أَهْلُهُ وَمَالُهُ».

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”جس کی عصر کی نماز فوت ہوگئی گویا اس کے اہل وعیال اور مال ودولت (سب کچھ) تباہ وبرباد ہوگئے۔“

فوائد ومسائل: ① ایک دنیادار کی نظر میں اس سے بڑا کوئی نقصان نہیں ہوسکتا کہ اس کے بیوی بچے اور رشتہ دار سب ایک ہی بار ہلاک ہوجائیں‘ اس کے مویشی مرجائیں‘ مکان اور عمارتیں زمین بوس ہوجائیں‘ روپیہ پیسہ لوٹ لیا جائے‘ اس کا گھر رہے نہ در‘ اور وہ کوڑی کوڑی کا محتاج ہوجائے لیکن نبی اکرم ﷺ کی نظر میں اتنا بڑا نقصان‘ اس نقصان کا مقابلہ نہیں کرسکتا جو ایک نماز کے چھوڑنے سے ہوتا ہے۔ جس نے نفسِ امارہ کی بات مان کر اور شیطان کے بہکاوے میں آ کر عصر کی صرف ایک نماز چھوڑ دی‘ اس کا نقصان اسی طرح ناقابل تلافی ہے جس طرح مذکورہ بالا مثال میں بدقسمت آدمی کا نقصان ناقابل تلافی ہے۔ ② عصر کی نماز کی اہمیت دوسری نمازوں سے زیادہ ہے‘ اس لیے قرآن مجید نے اس نماز کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ وقت کاروباری مصروفیت کا ہوتا ہے اور انسان تھوڑے سے دنیوی فائدے کے لیے اللہ کو بھول جاتا ہے لیکن دنیا کا بڑے سے بڑا منافع اس نقصان کا بدل نہیں ہوسکتا‘ جو اس نماز کے ضائع کرنے سے ہوسکتا ہے کیونکہ فائدہ تو دنیا کا ہے اور نقصان آخرت کا۔ اور دنیا کے تمام خزانے اور تمام نعمتیں اللہ کی نظر میں مچھر کے پر جتنی وقعت بھی نہیں رکھتیں۔ ارشاد نبوی ہے: ”اگر دنیا کی وقعت اللہ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو وہ کسی کافر کو اس میں سے ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتا۔“ (جامع الترمذي‘ الزهد‘ باب ماجاء في هوان الدنيا على الله عزوجل‘ حديث:٢٣٢٠) ③ نماز فوت ہونے کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ وہ نماز وقت پر ادا نہیں ہوئی‘ اگرچہ بعد میں پڑھ لی۔ اس صورت میں اس کے نقصان کی مثال وہ ہے جو بیان ہوئی۔ جس نے بالکل چھوڑ دی‘ اس کا نقصان تو اس سے بہت زیادہ ہے۔ ④ روایت کے آخری کلمات کے یہ معنی بھی کیے گئے ہیں۔ ”گویا وہ شخص اہل وعیال اور مال ودولت سمیت تباہ وبرباد ہوگیا۔“

٦٨٦- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عَمْرٍو: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ؛ ح: وَحَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ حَكِيمٍ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالاَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ، عَنْ زُبَيْدٍ، عَنْ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَبَسَ الْمُشْرِكُونَ

٦٨٦- حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے‘ انھوں نے فرمایا: مشرکین نے نبی ﷺ کو عصر کی نماز نہ پڑھنے دی‘ حتی کہ سورج غروب ہوگیا‘ تب آپ ﷺ نے فرمایا: ”انھوں نے ہمیں درمیانی نماز سے روک دیا‘ اللہ ان کی قبروں اور گھروں کو آگ سے بھر دے۔“

٦٨٦ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب الدليل لمن قال: الصلاة الوسطٰى هي صلاة العصر، ح:٦٢٨ من حديث محمد بن طلحة به.

النَّبِيَّ ﷺ عَنْ صَلاَةِ الْعَصْرِ، حَتَّى غَابَتِ الشَّمْسُ، فَقَالَ: «حَبَسُونَا عَنْ صَلاَةِ الْوُسْطٰى، مَلأَ اللهُ قُبُورَهُمْ وَبُيُوتَهُمْ نَاراً».

فوائد ومسائل: ① اس سے معلوم ہوا کہ درمیانی نماز سے مراد عصر کی نماز ہے' جس کی تاکید قرآن مجید میں ان الفاظ میں وارد ہے: ﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطىٰ﴾ (البقرہ:٢/٢٣٨) ''نمازوں کی حفاظت کرو اور (خاص طور پر) درمیانی نماز کی۔'' ② نماز سے روکنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کا حملہ جاری رہا' جس کی وجہ سے ہم لوگ جنگ میں مشغول رہے اور نماز پڑھنے کا موقع نہ ملا۔ ③ جہاد ایک عظیم عمل ہے' جسے حدیث میں بجا طور پر ''اسلام کے کوہان کی بلندی'' فرمایا گیا ہے۔ (جامع الترمذی' الإیمان' باب ماجاء فی حرمة الصلوٰة' حدیث: ٢٦١٦) لیکن جہاد کے اس عظیم ترین عمل میں مشغولیت بھی نماز چھوڑنے کا جواز نہیں بن سکتی۔ نماز کی اہمیت جہاد سے بھی بڑھ کر ہے۔

(المعجم ٧) - بَابُ وَقْتِ صَلاَةِ الْمَغْرِبِ (التحفة ٧)

باب:٧- نمازِ مغرب کا وقت

٦٨٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا الأَوْزَاعِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو النَّجَاشِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ يَقُولُ: كُنَّا نُصَلِّي الْمَغْرِبَ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَيَنْصَرِفُ أَحَدُنَا وَإِنَّهُ لَيَنْظُرُ إِلَى مَوَاقِعِ نَبْلِهِ.

٦٨٧- حضرت رافع بن خدیج ؓ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ہم لوگ مغرب کی نماز پڑھ کر ایسے وقت میں فارغ ہو جاتے تھے کہ آدمی اپنا تیر گرنے کی جگہ دیکھ سکتا تھا۔

حَدَّثَنَا أَبُو يَحْيَى الزَّعْفَرَانِيُّ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى، نَحْوَهُ.

ابو یحییٰ زعفرانی نے ابراہیم بن موسیٰ کے واسطے سے مذکورہ حدیث کی مثل بیان کیا۔

فوائد ومسائل: ① تیر گرنے کی جگہ دیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ نظر اتنی دور تک کام کرتی تھی کہ کوئی شخص تیر چلائے تو اندھیرا کم ہونے کی وجہ سے اسے اپنا تیر زمین پر گرتا ہوا نظر آئے۔ ② اتنی جلدی فارغ ہونے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ سورج غروب ہوتے ہی نماز مغرب ادا کی جاتی تھی' اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ نماز مختصر ہوتی تھی' اس میں دوسری

٦٨٧- أخرجه البخاري، مواقيت الصلاة، باب وقت المغرب، ح: ٥٥٩، ومسلم، المساجد، باب بيان أن أول وقت المغرب عند غروب الشمس، ح: ٦٣٧ من حديث الوليد به.

نمازوں کی طرح طویل قراءت نہیں ہوتی تھی۔

٦٨٨- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدِ بْنِ كَاسِبٍ: حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الأَكْوَعِ: أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْمَغْرِبَ إِذَا تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ.

٦٨٨- حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی اقتدا میں نمازِ مغرب اس وقت ادا کرتے تھے جب سورج اوٹ میں چھپ جاتا۔

فائدہ: اوٹ (پردے) میں چھپ جانے کا مطلب یہ ہے کہ سورج کی ٹکیہ پوری طرح غروب ہو جاتی اور اس کا کوئی کنارہ بھی نظر نہ آتا، یعنی سورج مکمل طور پر غروب ہونے پر نمازِ مغرب کا وقت شروع ہوتا ہے۔

٦٨٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى: أَنْبَأَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ، عَنْ [عُمَرَ] بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنِ الأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ، عَنِ الْعَبَّاسِ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لاَ تَزَالُ أُمَّتِي عَلَى الْفِطْرَةِ مَا لَمْ يُؤَخِّرُوا الْمَغْرِبَ حَتَّى تَشْتَبِكَ النُّجُومُ».

٦٨٩- حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت اس وقت تک دینِ فطرت (دینِ اسلام) پر قائم رہے گی، جب تک مغرب میں اتنی تاخیر نہ کرے کہ ستارے خوب نکل آئیں۔''

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ ابْنُ مَاجَه: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ يَحْيٰى يَقُولُ: اضْطَرَبَ النَّاسُ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ بِبَغْدَادَ. فَذَهَبْتُ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ الأَعْيَنُ إِلَى الْعَوَّامِ بْنِ عَبَّادِ بْنِ الْعَوَّامِ، فَأَخْرَجَ إِلَيْنَا أَصْلَ أَبِيهِ، فَإِذَا الْحَدِيثُ فِيهِ.

امام ابوعبداللہ ابن ماجہ رحمہ اللہ نے کہا: میں نے محمد بن یحییٰ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ لوگ بغداد میں اس حدیث کے بارے میں مضطرب ہوئے تو میں اور ابوبکر الاعین عوام بن عباد بن عوام کے پاس گئے تو وہ اپنے باپ کی اصل (کتاب) ہمارے پاس لائے، تو اس میں یہ حدیث موجود تھی۔

٦٨٨ـ أخرجه البخاري، مواقيت الصلاة، باب وقت المغرب، ح: ٥٦١، ومسلم، المساجد، باب بيان أن أول وقت المغرب . . . الخ، ح: ٦٣٦ من حديث يزيد به.

٦٨٩ـ [حسن] أخرجه البيهقي: ١/ ٤٤٨ من حديث إبراهيم بن موسٰى به، بزيادة معمر قبل قتادة * قتادة وشيخه عنعنا، ولحديثهما شواهد عند أبي داود، ح: ٤١٨ وغيره، والحديث حسنه البوصيري.

فوائد ومسائل: ① نماز اوّل وقت پڑھنا افضل ہے' خاص طور پر مغرب کی نماز میں تاخیر کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ اس کا وقت دوسری نمازوں کی نسبت کم ہوتا ہے۔ ② نمازوں کو تاخیر سے پڑھنا بھی دین سے ایک قسم کی روگردانی ہے۔ ③ بعض زیادہ روشن ستارے ایسے بھی ہیں کہ سورج غروب ہوتے ہی ظاہر ہو جاتے ہیں' اس لیے چند ستاروں کا نظر آ جانا تاخیر کی علامت نہیں جب تک ستارے کافی تعداد میں نہ نکل آئیں۔ ④ [تَشْتَبِكَ] کا لفظ شبكة (جال) سے بنایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ ستارے اس کثرت سے نظر آنے لگیں کہ آسمان پر ستاروں کا جال بچھ جائے۔

(المعجم ٨) - بَابُ وَقْتِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ (التحفة ٨)

باب: ٨- نمازِ عشاء کا وقت

٦٩٠- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لأَمَرْتُهُمْ بِتَأْخِيرِ الْعِشَاءِ».

٦٩٠- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میری امت پر مشقت ہوگی' تو میں انھیں عشاء کی نماز تاخیر سے پڑھنے کا حکم دیتا۔''

فوائد ومسائل: ① دوسری نمازوں کے برعکس عشاء کی نماز میں تاخیر افضل ہے' لہٰذا اسے اوّل وقت نماز پڑھنے کی فضیلت اور اس کے حکم کی حدیثوں سے مستثنیٰ سمجھنا چاہیے۔ ② تاخیر صرف اس حد تک کرنی چاہیے کہ عام نمازیوں کو تکلیف نہ ہو۔ ③ عوام کی تکلیف کا لحاظ کرتے ہوئے افضل کام کو چھوڑ کر غیر افضل اختیار کرنا جائز ہے۔ ④ رسول اللہ ﷺ عام طور پر عشاء کی نماز شفق غروب ہوتے ہی ادا نہیں کرتے تھے بلکہ تاخیر فرماتے تھے اور یہ تاخیر کم زیادہ ہوتی رہتی تھی۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عشاء کی نماز میں اگر لوگ زیادہ ہوتے تو نبی علیہ السلام جلدی نماز پڑھ لیتے' اگر کم ہوتے تو تاخیر فرما دیتے۔ (صحيح البخاري' مواقيت الصلاة' باب وقت العشاء إذا اجتمع الناس أو تأخروا' حديث:٥٦٥)

٦٩١- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ

٦٩١- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر مجھے اپنی امت پر مشقت کا خوف نہ ہوتا تو میں عشاء کی نماز کو تہائی رات یا نصف رات تک

٦٩٠ـ أخرجه مسلم، الطهارة، باب السواك، ح: ٢٥٢ من حديث سفيان به.

٦٩١ـ [إسناده صحيح] أخرجه الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في تاخير صلاة العشاء الآخرة، ح: ١٦٧ من حديث عبيدالله بن عمر به، وقال: "حسن صحيح"، وللحديث طرق أخرٰى.

أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَوْلاَ أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لأَخَّرْتُ صَلاَةَ الْعِشَاءِ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ أَوْ نِصْفِ اللَّيْلِ».

مؤخر کرتا۔''

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ عشاء کی نماز نصف رات سے پہلے پڑھ لینی چاہیے کیونکہ نبی علیہ السلام نے زیادہ سے زیادہ آدھی رات تک تاخیر کی خواہش ظاہر فرمائی' البتہ نماز باجماعت نمازیوں کی سہولت کے مطابق مناسب وقت پر ادا کرنی چاہیے۔

٦٩٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ: سُئِلَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، هَلِ اتَّخَذَ النَّبِيُّ ﷺ خَاتَماً؟ قَالَ: نَعَمْ. أَخَّرَ لَيْلَةً صَلاَةَ الْعِشَاءِ إِلَى قَرِيبٍ مِنْ شَطْرِ اللَّيْلِ. فَلَمَّا صَلَّى أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ، فَقَالَ: «إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا وَنَامُوا. وَإِنَّكُمْ لَنْ تَزَالُوا فِي صَلاَةٍ مَا انْتَظَرْتُمُ الصَّلاَةَ».

قَالَ أَنَسٌ: كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِيصِ خَاتَمِهِ.

۶۹۲- حضرت حمید رحمہ اللہ سے روایت ہے' انھوں نے کہا: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا' کیا نبی ﷺ نے انگوٹھی بنوائی تھی؟ انھوں نے فرمایا: ہاں' ایک رات آپ ﷺ نے عشاء کی نماز کو آدھی رات کے قریب تک مؤخر کیا۔ جب نماز پڑھ چکے تو چہرۂ مبارک ہماری طرف کر کے فرمایا: ''لوگوں نے نماز پڑھ لی اور سو گئے اور تم جب تک نماز کے انتظار میں رہو گے (ثواب کے اعتبار سے) نماز ہی میں (شمار) ہو گے۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (مجھے اب بھی وہ منظر یاد ہے) گویا نبی ﷺ کی انگوٹھی کی چمک میری نظروں کے سامنے ہے۔

فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ کا اکثر عمل عشاء کی نماز جلدی پڑھنے کا ہے' یعنی اتنی زیادہ تاخیر نہیں فرماتے تھے۔ کبھی کبھی یہ عمل افضلیت کے اظہار کے لیے اختیار فرماتے تھے۔ ② نواب وحید الزمان خان نے عملاً جلدی پڑھنے اور قولاً تاخیر کی فضیلت بیان کرنے کی حدیثوں میں تطبیق دیتے ہوئے کہا ہے کہ اگر سب مقتدی جاگنے پر راضی ہوں اور تاخیر میں ان کو تکلیف نہ ہو' تو تاخیر کرنا افضل ہے' ورنہ اوّل وقت میں پڑھ لینا افضل ہے۔ واللہ اعلم. ③ نماز کے بعد وعظ و نصیحت کی جا سکتی ہے۔ ④ نماز کا انتظار بہت فضیلت والا عمل ہے۔ ⑤ انگوٹھی پہننا جائز ہے' تاہم مرد صرف چاندی کی انگوٹھی پہن سکتا ہے' سونے کا استعمال مرد کے لیے جائز نہیں۔ (سنن ابن ماجہ' اللباس'

٦٩٢ـ [صحيح] أخرجه النسائي: ١/ ٦٨، المواقيت، باب ما يستحب من تأخير العشاء، ح: ٥٤٠ عن محمد بن المثنى وغيره به، وأصله في الصحيحين، البخاري، ح: ٦٦١، ومسلم، ح: ٦٤٠.

باب لبس الحرير والذهب للنساء، حديث:٣٥٩٥)

٦٩٣- حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مُوسٰى اللَّيْثِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ صَلاَةَ الْمَغْرِبِ، ثُمَّ لَمْ يَخْرُجْ حَتَّى ذَهَبَ شَطْرُ اللَّيْلِ. فَخَرَجَ، فَصَلَّى بِهِمْ ثُمَّ قَالَ: «إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا وَنَامُوا. وَأَنْتُمْ لَمْ تَزَالُوا فِي صَلاَةٍ مَا انْتَظَرْتُمُ الصَّلاَةَ، وَلَوْلاَ الضَّعِيفُ وَالسَّقِيمُ أَحْبَبْتُ أَنْ أُؤَخِّرَ هٰذِهِ الصَّلاَةَ إِلٰى شَطْرِ اللَّيْلِ».

۶۹۳- حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں مغرب کی نماز پڑھائی پھر (عشاء کی نماز کے لیے) باہر تشریف نہ لائے یہاں تک کہ آدھی رات گزر گئی پھر آپ باہر تشریف لائے اور انھیں نماز پڑھائی۔ پھر فرمایا: ''لوگوں نے نماز پڑھ لی اور سو گئے اور تم جب تک نماز کا انتظار کرتے رہے نماز ہی میں رہے۔ اگر کمزور اور بیمار افراد نہ ہوتے تو مجھے یہی پسند تھا کہ اس نماز کو آدھی رات تک مؤخر کروں۔''

(المعجم ٩) - بَابُ مِيقَاتِ الصَّلاَةِ فِي الْغَيْمِ (التحفة ٩)

باب:۹- بادل ہونے کی صورت میں نماز کا وقت

٦٩٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ، قَالاَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا الأَوْزَاعِيُّ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي قِلاَبَةَ، عَنْ أَبِي الْمُهَاجِرِ، عَنْ بُرَيْدَةَ الأَسْلَمِيِّ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي غَزْوَةٍ، فَقَالَ: «بَكِّرُوا بِالصَّلاَةِ فِي الْيَوْمِ الْغَيْمِ، فَإِنَّهُ مَنْ فَاتَتْهُ صَلاَةُ الْعَصْرِ حَبِطَ عَمَلُهُ».

۶۹۴- حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: ایک جنگ میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے تو آپ نے فرمایا: ''بادل والے دن نماز جلدی پڑھ لیا کرو کیونکہ جس کی عصر کی نماز چھوٹ گئی اس کے عمل ضائع ہو گئے۔''

٦٩٣ـ [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب وقت العشاء الآخرة، ح: ٤٢٢ من حديث داود به.

٦٩٤ـ [صحيح] أخرجه أحمد: ٥/ ٣٦١ عن وكيع عن الأوزاعي به، والصواب "عن عمه" أبي المهلب كما في صحيح ابن حبان (موارد)، ح: ٢٥٦ وغيره، ولفظه "... فإنه من ترك الصلاة فقد كفر"، وله شواهد عند البخاري وغيره.

فائدہ: گناہ کی وجہ سے نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں۔ عصر کی نماز کا چھوٹ جانا بڑا گناہ ہے۔ جس کی وجہ سے دن بھر کے عمل ضائع ہو سکتے ہیں۔

(المعجم ١٠) - **بَابُ مَنْ نَامَ عَنِ الصَّلَاةِ أَوْ نَسِيَهَا** (التحفة ١٠)

باب:١٠- نیند یا بھول کی وجہ سے نماز چھوٹ جانے کا بیان

٦٩٥- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الرَّجُلِ يَغْفُلُ عَنِ الصَّلَاةِ أَوْ يَرْقُدُ عَنْهَا، قَالَ: «يُصَلِّيهَا إِذَا ذَكَرَهَا».

٦٩٥- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ سے سوال کیا گیا کہ اگر کوئی آدمی نماز پڑھنا بھول جائے یا سویا رہ جائے (تو کیا کرے؟) آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب یاد آئے اسی وقت نماز پڑھ لے۔''

فوائد و مسائل: ① بھول اور نیند عذر ہے جس کی وجہ سے نماز میں تاخیر کا گناہ نہیں ہوتا' بشرطیکہ اس میں بے پروائی کو دخل نہ ہو۔ ② بھول سے رہ جانے والی نماز یاد آنے پر فوراً ادا کر لینی چاہیے' بلاوجہ مزید تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ ③ اگر نیند سے اس وقت بیدار ہو' جب نماز کا وقت گزر چکا ہو' تو اسی وقت نماز پڑھ لے' بشرطیکہ کراہت کا وقت نہ ہو۔ ایک حدیث میں ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا تَحَرَّوْا بِصَلَاتِكُمْ طُلُوعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوبَهَا] (صحیح البخاري' مواقیت الصلاة' باب الصلاة بعدالفجر حتی ترتفع الشمس' حدیث:٥٨٢) ''جان بوجھ کر نماز سورج طلوع یا غروب ہوتے وقت نہ پڑھو۔'' جس شخص کو مکروہ وقت میں نماز یاد آئی' یا اس وقت جاگا تو وہ مکروہ وقت گزار کر نماز پڑھے۔

٦٩٦- حَدَّثَنَا جُبَارَةُ بْنُ الْمُغَلِّسِ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ نَسِيَ صَلَاةً فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا».

٦٩٦- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کوئی نماز پڑھنا بھول جائے تو اسے چاہیے کہ جب اسے یاد آئے' پڑھ لے۔''

٦٩٧- حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى:

٦٩٧- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں

٦٩٥_ أخرجه مسلم، المساجد، باب قضاء الصلاة الفائتة . . . الخ، ح: ٦٨٤ من حديث قتادة به، بألفاظ متقاربة.

٦٩٦_ [صحيح] انظر الحديث السابق.

٦٩٧_ أخرجه مسلم، المساجد، باب قضاء الصلاة الفائتة . . . الخ، ح: ٦٨٠ عن حرملة به.

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ: حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ، حِينَ قَفَلَ مِنْ غَزْوَةِ خَيْبَرَ، فَسَارَ لَيْلَةً، حَتَّى إِذَا أَدْرَكَهُ الْكَرٰى عَرَّسَ، وقَالَ لِبِلاَلٍ: «اِكْلَأْ لَنَا اللَّيْلَ» فَصَلَّى بِلاَلٌ مَا قُدِّرَ لَهُ، وَنَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَصْحَابُهُ، فَلَمَّا تَقَارَبَ الْفَجْرُ اسْتَنَدَ بِلاَلٌ إِلٰى رَاحِلَتِهِ، مُوَاجِهَ الْفَجْرِ، فَغَلَبَتْ بِلاَلاً عَيْنَاهُ، وَهُوَ مُسْتَنِدٌ إِلٰى رَاحِلَتِهِ، فَلَمْ يَسْتَيْقِظْ بِلاَلٌ وَلاَ أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِهِ حَتَّى ضَرَبَتْهُمُ الشَّمْسُ، فَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَوَّلَهُمُ اسْتِيقَاظاً، فَفَزِعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَالَ: «أَيْ بِلاَلُ!» فَقَالَ بِلاَلٌ: أَخَذَ بِنَفْسِي الَّذِي أَخَذَ بِنَفْسِكَ، بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، يَا رَسُولَ اللهِ! قَالَ: «اقْتَادُوا» فَاقْتَادُوا رَوَاحِلَهُمْ شَيْئاً، ثُمَّ تَوَضَّأَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، وَأَمَرَ بِلاَلاً فَأَقَامَ الصَّلاَةَ، فَصَلَّى بِهِمُ الصُّبْحَ، فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ ﷺ الصَّلاَةَ قَالَ: «مَنْ نَسِيَ صَلاَةً فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا فَإِنَّ اللهَ - عَزَّ وَجَلَّ - قَالَ: ﴿وَأَقِمِ ٱلصَّلَوٰةَ لِذِكۡرِيٓ﴾» [طه: ١٤] قَالَ، وكَانَ ابنُ شِهابٍ يَقْرَؤُهَا لِلذِّكْرٰى.

نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ خیبر سے واپس آئے تو ایک رات سفر جاری رکھا' جب نیند آنے لگی تو رات کے آخری حصے میں آرام کے لیے ٹھہرے۔ نبی علیہ السلام نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''آج رات ہمارے لیے (وقت کا) خیال رکھنا۔'' حضرت بلال رضی اللہ عنہ نماز پڑھتے رہے جب تک ان کی قسمت میں ہوئی۔ اللہ کے رسول ﷺ اور صحابۂ کرام سو گئے۔ جب فجر کا وقت قریب ہوا' بلال فجر (کے طلوع ہونے کی سمت' یعنی مشرق) کی طرف منہ کر کے اپنی سواری سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ (تاکہ جونہی فجر طلوع ہو' اذان کہہ دیں) وہ سواری سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے کہ انھیں نیند آ گئی۔ نہ بلال رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے' نہ کوئی اور صحابی بیدار ہوا' حتی کہ انھیں دھوپ (کی گرمی) محسوس ہوئی۔ سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی آنکھ کھلی۔ تو رسول اللہ ﷺ گھبرا گئے۔ فرمایا: ''اے بلال!'' بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان' جس ذات نے آپ کو (بیداری سے) روک لیا' اسی نے مجھے بھی روک لیا۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا: ''کوچ کرو۔'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی سواریوں کو تھوڑی دور چلایا۔ پھر آپ ﷺ نے (قافلہ روک کر) وضو کیا' اور بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انھوں نے نماز کی اقامت کہی۔ آپ ﷺ نے فجر کی نماز پڑھائی۔ جب نبی ﷺ نے نماز مکمل کر لی تو فرمایا: ''جس شخص کو نماز کی ادائیگی یاد نہ رہے' اسے چاہیے کہ جب یاد آئے نماز پڑھ لے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکۡرِی﴾ ''اور نماز

قائم کرو میری یاد کے لیے۔‘‘
امام زہری ؒ اس آیت کو اس طرح پڑھتے تھے:
(وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِلذِّکْرَی) ’’اور نماز قائم کرو یاد کے وقت۔‘‘

فوائد و مسائل: ① نبیٔ اکرم ﷺ کی نظر میں نماز کی اتنی اہمیت تھی کہ سفر میں تھکاوٹ کے موقع پر آرام کرتے ہوئے بھی یہی خیال تھا کہ نماز لیٹ نہ ہو جائے۔ اس لیے حضرت بلال ؓ کی باقاعدہ ڈیوٹی لگا دی تاکہ فجر کی نماز بروقت پڑھی جائے۔ ② حضرت بلال ؓ نے اپنے فرض کی ادائیگی کے لیے پورا اہتمام کیا۔ ایک یہ کہ بقیہ رات نماز پڑھتے رہے تاکہ نیند نہ آ جائے اور پھر جب اذان کا وقت قریب ہوا تو بھی پوری مستعدی سے مشرق کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ گئے تاکہ جونہی صبح صادق طلوع ہو اذان کہہ دیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کے ذمہ کوئی اجتماعی کام لگایا جائے اسے چاہیے کہ اس کی ادائیگی کے لیے بہتر سے بہتر انداز سے کوشش کرے۔ ③ کسی قوم یا جماعت کے سربراہ کو چاہیے کہ اگر اجتماعی کام میں کوئی خلل واقع ہو تو اس کے ذمہ دار سے باز پرس کرے تاکہ دوسرے لوگ اپنے فرائض میں کوتاہی کرنے سے اجتناب کریں۔ ④ اگر معلوم ہو کہ کام میں خلل کی وجہ ذمہ دار کی بے پروائی یا عمداً کوتاہی نہیں تو اس کا عذر قبول کیا جائے اور اسے مزید توبیخ نہ کی جائے۔ ⑤ قافلہ کو اس مقام سے چلا کر کچھ دور ٹھہر جانے میں یہ حکمت ہو سکتی ہے کہ سستی ختم ہو کر تمام افراد ہوشیار اور چست ہو جائیں تاکہ نماز میں نیند اور سستی کا اثر باقی نہ رہے۔ ⑥ قضا شدہ نماز بھی باجماعت ادا کی جا سکتی ہے۔ ⑦ حدیث میں مذکور آیت کی دو قراءتیں ہیں اور دونوں صحیح ہیں۔ پہلی قراءت جو ہمارے ہاں رائج ہے۔ [اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِی] اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز کا اصل مقصد اللہ کی یاد ہے لہٰذا نماز پوری توجہ سے ادا کرنا ضروری ہے۔ دوسری قراءت [اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِلذِّکْرَی] سے زیر بحث مسئلہ کی دلیل بنتی ہے۔ اس صورت میں اس کا مطلب ’’نصیحت کے لیے‘‘ بھی ہو سکتا ہے۔ اور ’’یاد کے لیے‘‘ یا ’’یاد کے وقت‘‘ بھی، حدیث میں یہی آخری مطلب مراد ہے۔ اس سے دلیل لیتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے یہ مسئلہ بیان فرمایا کہ اگر کسی وجہ سے کوئی شخص نماز پڑھنا بھول جائے تو یاد آتے ہی فوراً ادا کر لینی چاہیے، بلاوجہ مزید تاخیر کرنا مناسب نہیں۔

٦٩٨- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ رَبَاحٍ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ: ذَكَرُوا تَفْرِيطَهُمْ فِي النَّوْمِ، فَقَالَ: نَامُوا حَتَّى طَلَعَتِ

۶۹۸- حضرت ابوقتادہ ؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: صحابۂ کرام ؓ نے نیند میں اپنی تقصیر کا ذکر کیا یعنی یہ تقصیر کہ وہ سورج نکلنے تک سوئے رہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’سوتے ہوئے (تاخیر ہو جانے

٦٩٨ـ [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب في من نام عن صلاة أو نسيها، ح: ٤٣٧، وصححه ابن خزيمة.

الشَّمْسُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَيْسَ فِي النَّوْمِ تَفْرِيطٌ، إِنَّمَا التَّفْرِيطُ فِي الْيَقَظَةِ، فَإِذَا نَسِيَ أَحَدُكُمْ صَلاةً، أَوْ نَامَ عَنْهَا، فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا، وَلِوَقْتِهَا مِنَ الْغَدِ».

میں) کوئی کوتاہی نہیں' تقصیر (گناہ) تو جاگتے ہوئے (تاخیر کر دینے میں) ہوتی ہے۔ جب کوئی شخص نماز پڑھنا بھول جائے یا سویا رہ جائے تو جب اسے یاد آئے (یا جب بیدار ہو) اسی وقت نماز پڑھ لے اور اگلے دن اس کے وقت پر ادا کرے۔''

قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ رَبَاحٍ: فَسَمِعَنِي عِمْرَانُ ابْنُ الْحُصَيْنِ وَأَنَا أُحَدِّثُ بِالْحَدِيثِ فَقَالَ: يَافَتَى! انْظُرْ كَيْفَ تُحَدِّثُ فَإِنِّي شَاهِدٌ لِلْحَدِيثِ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ. قَالَ: فَمَا أَنْكَرَ مِنْ حَدِيثِهِ شَيْئاً

(حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد) حضرت عبداللہ بن رباح نے کہا: میں یہ حدیث بیان کر رہا تھا کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے بھی سن لیا' انھوں نے فرمایا: لڑکے! توجہ سے حدیث بیان کرو' اس حدیث (کے ارشاد فرمائے جانے) کے موقع پر میں بھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا۔ (میں نے حدیث بیان کی تو) انھوں نے حدیث میں کسی غلطی کی نشان دہی نہیں کی۔

فوائد و مسائل: ① اگلے دن وقت پر ادا کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ ایک نماز دوبارہ ادا کی جائے۔ ایک بار عذر کی وجہ سے وقت گزر جانے کے بعد' اور دوسری دفعہ اگلے دن صحیح وقت پر' یعنی دوسرے دن ایک نماز دوبارہ نہیں پڑھی جائے گی۔ ایک پہلے دن کی' ایک دوسرے دن کی بلکہ مطلب یہ ہے کہ آئندہ احتیاط کرے' بار بار نماز بے وقت نہ پڑھے۔ ② چھوٹوں کو بزرگوں کی موجودگی میں حدیث یا علمی مسائل بیان کرنا درست ہے تاکہ اگر کوئی غلطی ہو جائے تو اصلاح کر دی جائے۔ ③ حدیث کی روایت میں احتیاط کی ضرورت ہے' ایسا نہ ہو کہ حدیث میں غلطی سے کوئی بات ذکر کر دی جائے جو اصل میں حدیث میں شامل نہ ہو اور سامعین اسے حدیث سمجھ کر اس پر عمل کرنا شروع کر دیں۔

(المعجم ١١) - بَابُ وَقْتِ الصَّلَاةِ فِي الْعُذْرِ وَالضَّرُورَةِ (التحفة ١١)

باب:١١- عذر اور ضرورت کی صورت میں نماز کا وقت

٦٩٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ الدَّرَاوَرْدِيُّ: أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ

٦٩٩- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جسے سورج غروب ہونے سے پہلے عصر کی ایک رکعت مل گئی' اسے عصر کی نماز مل گئی اور جسے

٦٩٩ـ أخرجه البخاري، مواقيت الصلاة، باب من أدرك من الفجر ركعةً، ح: ٥٧٩، ومسلم، المساجد، باب من أدرك ركعةً . . . الخ، ح: ٦٠٨ من حديث زيد به.

يَسَارٍ، وَعَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، وَعَنِ الأَعْرَجِ، يُحَدِّثُونَهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الْعَصْرِ رَكْعَةً قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ، فَقَدْ أَدْرَكَهَا، وَمَنْ أَدْرَكَ مِنَ الصُّبْحِ رَكْعَةً قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ، فَقَدْ أَدْرَكَهَا».

سورج طلوع ہونے سے پہلے فجر کی ایک رکعت مل گئی‘ اسے فجر کی نماز مل گئی۔“

فوائد و مسائل: ① دوسری حدیث میں ارشاد نبوی ہے: [وَوَقْتُ الْعَصْرِ مَالَمْ تَصْفَرَّ الشَّمْسُ] (صحیح مسلم‘ المساجد‘ باب أوقات الصلوات الخمس‘ حدیث:٦١٢) ”جب سورج کی دھوپ کا رنگ تبدیل ہو جائے تو عصر کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔“ لیکن اگر کسی مجبوری یا عذر کی وجہ سے اس وقت کے اندر نماز نہ پڑھی جا سکے تو سورج غروب ہونے تک پڑھی جا سکتی ہے حتی کہ اگر سورج غروب ہونے سے پہلے ایک رکعت بھی پڑھی جائے تو نماز قضا نہیں ہوتی‘ ادا ہی ہوتی ہے لیکن عصر کی نماز میں محض سستی کی وجہ سے بلا عذر اس قدر تاخیر کرنا منع ہے۔ ایسی نماز کو رسول اللہ ﷺ نے ”منافق کی نماز“ قرار دیا ہے۔ (صحیح مسلم‘ المساجد‘ باب استحباب التبکیر بالعصر‘ حدیث:٦٢٢) ② فجر کی نماز کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر سورج طلوع ہونے سے پہلے ایک رکعت پڑھی جائے تو وہ وقت کے اندر ہی ادا شدہ قرار پاتی ہے۔ ③ بعض علماء نے کچھ فقہی قاعدوں کے ذریعے سے فجر اور عصر کی نماز میں فرق کیا ہے۔ ان کے نزدیک عصر کی نماز میں تو یہ مسئلہ درست ہے جو زیر مطالعہ حدیث میں مذکور ہے‘ البتہ فجر کی نماز میں اگر نماز پڑھتے ہوئے سورج نکل آئے تو ان کی رائے میں نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ حدیث کے واضح حکم کی موجودگی میں قیاس کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس لیے فجر اور عصر دونوں نمازوں میں حدیث میں مذکور حکم ہی درست ہے۔

٧٠٠- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، وَ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى، الْمِصْرِيَّانِ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الصُّبْحِ رَكْعَةً قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ

٧٠٠- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے‘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے سورج طلوع ہونے سے پہلے فجر کی ایک رکعت پالی اس نے فجر کی نماز پالی۔ اور جس نے سورج غروب ہونے سے پہلے عصر کی ایک رکعت پا لی‘ اس نے عصر کی نماز پالی۔“

٧٠٠ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب من أدرك ركعةً من الصلاة فقد أدرك تلك الصلاة، ح: ٦٠٩ من حديث يونس ابن يزيد به.

الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَهَا ، وَمَنْ أَدْرَكَ مِنَ الْعَصْرِ رَكْعَةً قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَهَا » .

حَدَّثَنَا جَمِيلُ بْنُ الْحَسَنِ : حَدَّثَنَا عَبْدُالأَعْلٰى : حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ فَذَكَرَ نَحْوَهُ .

امام ابن ماجہ ؒ نے کہا: ہمیں جمیل بن حسن نے عبدالاعلیٰ سے‘ انھوں نے معمر سے‘ انھوں نے ابوسلمۃ سے‘ انھوں نے حضرت ابوہریرہ سے بیان کیا کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر سابقہ روایت کی طرح بیان کیا۔

(المعجم ١٢) - بَابُ النَّهْيِ عَنِ النَّوْمِ قَبْلَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ وَعَنِ الْحَدِيْثِ بَعْدَهَا (التحفة ١٢)

باب:١٢-عشاء کی نماز سے پہلے سونا اور عشاء کے بعد باتیں کرنا ممنوع ہے

٧٠١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ ، وَ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ، وَعَبْدُالْوَهَّابِ ، قَالُوا : حَدَّثَنَا عَوْفٌ ، عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ ، سَيَّارِ بْنِ سَلَامَةَ ، عَنْ أَبِي بَرْزَةَ الأَسْلَمِيِّ قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَسْتَحِبُّ أَنْ يُؤَخِّرَ الْعِشَاءَ . وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيثَ بَعْدَهَا .

٧٠١- حضرت ابو برزہ اسلمی ؓ سے روایت ہے‘ انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز کو دیر سے پڑھنا پسند کرتے تھے اور اس سے پہلے سونا اور اس کے بعد باتیں کرنا ناپسند فرماتے تھے۔

فوائد و مسائل: ① عشاء کی نماز سے پہلے سو جانے سے خطرہ ہے کہ نماز کے لیے آنکھ نہ کھلے اور نماز فوت ہو جائے‘ یا آنکھ کھلے تو سستی کا غلبہ ہو‘ جس کی وجہ سے عشاء کی نماز توجہ اور دل جمعی کے ساتھ نہ پڑھی جا سکے۔ اس لیے نماز پڑھ کر سونا چاہیے۔ ② عشاء کے بعد باتیں کرنا بھی اسی لیے نامناسب ہے کہ اس کی وجہ سے نماز فجر کے لیے اٹھنے میں تاخیر ہو جانے کا خطرہ ہے‘ البتہ کوئی ضروری بات چیت یا علمی مسائل کا بیان اور وعظ و نصیحت جائز ہے۔ (صحيح البخاري' العلم' باب العلم والعظة بالليل وباب السمر في العلم' حديث:١١٥'١١٦) تاہم خیال رکھنا چاہیے کہ اس کا سلسلہ زیادہ طویل نہ ہو جائے تاکہ فجر کی نماز بروقت ادا کی جا سکے۔ بنابریں دینی و تبلیغی جلسوں کا

٧٠١ـ أخرجه البخاري، مواقيت الصلاة، باب ما يكره من النوم قبل العشاء، ح:٥٦٨ من حديث عبدالوهاب الثقفي به .

رات گئے تک جاری رہنا شرعاً محل نظر ہے۔ اس عام رواج کو بدلنے کی ضرورت ہے۔

۷۰۲- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، ح: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ، قَالاَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَعْلَى الطَّائِفِيُّ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَا نَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَبْلَ الْعِشَاءِ، وَلاَ سَمَرَ بَعْدَهَا.

۷۰۲- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز سے پہلے سوتے نہیں تھے اور عشاء کے بعد باتیں نہیں کرتے تھے۔

فائدہ: ام المومنین حضرت عائشہ ؓ نے نبی ﷺ کی عمومی عادت مبارکہ بیان کی ہے ورنہ بعض اوقات عشاء کے بعد آپ ﷺ کا بات چیت کرنا اور نصیحت کرنا احادیث سے ثابت ہے۔

۷۰۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ حَبِيبٍ، وَ عَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالُوا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ: حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: جَدَبَ لَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ السَّمَرَ بَعْدَ الْعِشَاءِ - يَعْنِي: زَجَرَنَا -.

۷۰۳- حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں عشاء کے بعد باتیں کرنے سے سختی سے منع کیا ہے۔

فوائد و مسائل: ① اس روایت کو ہمارے فاضل محقق نے سنداً ضعیف قرار دیا ہے جبکہ دیگر محققین نے دیگر شواہد کی بنا پر اسے حسن قرار دیا ہے۔ دیکھیے: (الموسوعة الحديثية مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۲۱۲/۶، ۲۱۳ والصحيحة، رقم: ۳۴۵۳) ② اس سے مراد عربوں کی قدیم عادت کے مطابق رات کو شعر و شاعری اور قصہ گوئی کی محفلیں برپا کرنا ہے، بامقصد اور ضروری بات چیت منع نہیں۔

۷۰۲ـ [إسناده حسن] أخرجه أحمد: ٦/ ٢٦٤ من حديث الطائفي به، وقال البوصيري: "هٰذا إسناد صحيح، ورجاله ثقات".

۷۰۳ـ [إسناده ضعيف] أخرجه أحمد: ١/ ٣٨٨، ٣٨٩، ٤١٠ من حديث عطاء به، وصححه ابن خزيمة، ح: ١٣٤٠، وابن حبان (الإحسان)، ح: ٢٠٣١، وقال البوصيري: " . . . عطاء بن السائب اختلط بآخره، ومحمد ابن فضيل روى عنه بعد الاختلاط"، وكذا سائر من رواه عنه، ولأصل الحديث شواهد بغير هٰذا اللفظ.

(المعجم ١٣) - بَابُ النَّهْيِ أَنْ يُقَالَ صَلَاةُ الْعَتَمَةِ (التحفة ١٣)

باب:۱۳- نمازعشاء کو ''عتمہ'' کہنے کی ممانعت کا بیان

٧٠٤- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي لَبِيدٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «لَا تَغْلِبَنَّكُمُ الْأَعْرَابُ عَلَى اسْمِ صَلَاتِكُمْ، فَإِنَّهَا الْعِشَاءُ، وَإِنَّهُمْ لَيُعْتِمُونَ بِالْإِبِلِ».

۷۰۴- حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا آپ فرما رہے تھے: ''اعرابی تمھاری نماز کے نام میں تم پر غالب نہ آ جائیں، یہ عشاء ہے، وہ لوگ اونٹنیوں (کا دودھ اندھیرے کے وقت دوہنے) کی وجہ سے اسے عتمہ (اندھیرے کی نماز) کہتے ہیں۔''

فوائد ومسائل: ① قرآن مجید میں عشاء کی نماز کا ذکر اس کے نام سے آیا ہے، جہاں یہ حکم ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد بچے اور غلام بھی اجازت لے کر گھر اور کمرے میں آئیں۔ (سورۂ نور: ۵۸) اعرابیوں نے مغرب کی نماز کو عشاء اور عشاء کی نماز کو عتمہ کہنا شروع کر دیا تھا۔ اس سے خطرہ ہوا کہ لوگ اس حکم کو عشاء کی بجائے مغرب کی نماز کے متعلق نہ سمجھ لیں، اس لیے شرعی اصطلاح کو اس طرح تبدیل کر دینا کہ غلط فہمی کا اندیشہ ہو، درست نہیں۔ ② عتمہ اندھیرے کو کہتے ہیں چونکہ وہ لوگ شام کو کافی تاخیر سے، یعنی اندھیرا ہونے پر اونٹنیوں کا دودھ دوہتے تھے، اسی وجہ سے انھوں نے نماز عشاء کو عتمہ کہنا شروع کر دیا۔ بعض احادیث میں نماز عشاء کو عتمہ کے نام سے بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اس لیے اس نہی کو تنزیہی قرار دینا چاہیے، یعنی عشاء کو عتمہ کہنے سے بچنا بہتر ہے۔ واللہ اعلم.

٧٠٥- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدِ بْنِ كَاسِبٍ: حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. ح: وَحَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَرْمَلَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «لَا تَغْلِبَنَّكُمُ

۷۰۵- حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''اعرابی تمھاری نماز کے نام کے بارے میں تم پر غالب نہ آ جائیں۔''

ابن حرملہ نے اپنی روایت میں ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے: ''یہ عشاء ہے۔ وہ اندھیرا ہونے پر دودھ دوہنے کی وجہ سے اس (نماز) کو بھی عتمہ (اندھیرے کی نماز) کہتے ہیں۔''

٧٠٤ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب وقت العشاء وتأخيرها، ح: ٦٤٤ من حديث سفيان به.

٧٠٥ـ أخرجه أحمد: ٢/ ٤٣٨ عن يحي القطان عن ابن عجلان قال حدثني سعيد عن أبي هريرة به . . . الخ.

الأَعْرَابُ عَلَى اسْمِ صَلاَتِكُمْ». زَادَ ابْنُ حَرْمَلَةَ: «فَإِنَّمَا هِيَ الْعِشَاءُ، وَإِنَّمَا يَقُولُونَ الْعَتَمَةُ لِإِعْتَامِهِمْ بِالْإِبِلِ».

اذان کی مشروعیت

٭ **اذان کی لغوی تعریف:** لغت میں اذان سے مراد کسی شخص کو کسی چیز کی اطلاع دینا، خبر دینا یا اس چیز کے بارے میں بتانا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ إِلَى النَّاسِ﴾ (التوبۃ:۹/۳) ''اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے لوگوں کو صاف اطلاع ہے۔'' نیز ارشاد ہے: ﴿وَ أَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ﴾ (الحج:۲۲/۲۷) ''اور لوگوں میں حج کی منادی کر دیں۔'' لیکن جب ﴿اَذَّنَ يُؤَذِّنُ تَأْذِيْنًا﴾ سے اذان، اسم مراد لیں گے تو اس کے معنی نماز کے وقت کی خبر دینا ہوں گے۔'' (النهاية:۱/۳۴)

٭ **اذان کی شرعی و اصطلاحی تعریف:** اذان کی اصطلاحی تعریف یہ ہے: [اَلْإِعْلَامُ بِوَقْتِ الصَّلَاةِ بِأَلْفَاظٍ مَخْصُوصَةٍ] ''مخصوص کلمات کے ساتھ نماز کے وقت کی اطلاع دینا اذان ہے۔'' (نيل الأوطار:۲/۳۵)

٭ **اذان کی مشروعیت:** جب تک رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں رہے، مسلمانوں کو جمع کرنے، عبادت کے وقت کی اطلاع دینے اور ناگہانی معاملات کی خبر دینے کے لیے [اَلصَّلَاةُ جَامِعَةً] ''نماز کے لیے آؤ جو جمع کرنے والی ہے۔'' کے کلمات سے منادی کی جاتی تھی، پھر جب نبی ﷺ مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو آپ نے دیکھا کہ یہود و نصاریٰ نے اپنی اپنی عبادات کی اطلاع کے لیے الگ الگ شعار مقرر کر

رکھے ہیں، نبیٔ اکرم ﷺ کو مسلمانوں کی عبادت کے لیے اکٹھا کرنے کے شعار اور طریقے کی فکر لاحق ہوئی تو آپ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ طلب کیا، کسی نے یہودیوں کی طرح نرسنگا یا عیسائیوں کی مثل بگل بجانے کا مشورہ دیا تو بعض نے مجوسیوں کی طرح آگ جلانے کی رائے دی۔ لیکن آپ نے یہ تمام آراء کفار کی مشابہت کی وجہ سے رد فرما دیں اور پھر 1 ہجری میں وحی الٰہی اور حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے خواب کے بعد موجودہ اذان کے کلمات مسلمانوں کے شعار کے طور پر مقرر فرما دیے۔ اس کے بعد آپ نے ساری زندگی، سفر ہو یا حضر، رات ہو یا دن، کبھی بھی اذان کو ترک نہیں کیا جبکہ ناگہانی حالات اور مشورہ طلب معاملات میں مسلمانوں کو جمع کرنے کے لیے [اَلصَّلَاةُ جَامِعَةٌ] کے الفاظ کو برقرار رکھا۔ اذان جہاں نماز کے وقت کی اطلاع اور جماعت میں حاضر ہونے کی دعوت ہے وہاں اسلام کا عظیم شعار بھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ جنگوں کے دوران میں بستیوں پر حملہ کرنے سے پہلے انتظار کرتے، اگر اذان کی آواز سنائی دیتی تو حملہ کرنے سے رک جاتے وگرنہ حملہ کر دیتے۔ اس طرح اذان سے مسلمان اور کافر بستیوں کی عمدہ تفریق ہوگئی ہے۔ اذان مختصر مگر جامع الفاظ پر مشتمل ہے، اس میں عقیدے کے مسائل نہایت عمدگی سے بیان ہوئے ہیں۔ مؤذن [اَللّٰهُ أَكْبَر] کہہ کر اللہ عزوجل کے وجود اور کمال کا اعلان کرتا ہے، پھر [أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ] کا اظہار کر کے توحید الٰہی کا اقرار اور تمام معبودان باطلہ کا انکار کرتا ہے۔ اس کے بعد رسالت محمدی کا اقرار کر کے نبیٔ رحمت کو اپنا ہادی اور مرشد ماننے کا اعلان کرتا ہے۔ اس گواہی اور اقرار کے بعد اپنے ہم مذہبوں کو رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت مطہرہ پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دیتا ہے تاکہ ان سب کو ابدی نعمتیں اور لازوال انعام ربانی حاصل ہو سکے۔ (دیکھیے: فتح الباری: ۱۰۲/۲)

* **اذان کے متعلق چند ضروری مسائل:** ✿ نماز پنجگانہ اور جمعہ کے لیے اذان دینا واجب ہے۔ نماز پنجگانہ کی جماعت سفر میں ہو یا حضر میں، اپنے وقت پر ہو یا نیند یا بھولنے کی وجہ سے وقت کے بعد ہو، اذان اور اقامت کہنا ضروری ہے، سوائے عرفہ کے دن ظہر اور عصر کی جماعت کے اور مزدلفہ کی رات مغرب اور عشاء کی جماعت کے کیونکہ ان کے لیے ایک اذان اور الگ الگ اقامت کہی جاتی ہے۔ اس کی دلیل نبیٔ اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے: [صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ اَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ] ”نماز اس طرح ادا کرو جیسے تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے،

جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے کوئی ایک شخص اذان کہے اور تم میں سے بڑا جماعت کرائے۔"
(صحيح البخاري، الأذان، باب الأذان للمسافرين إذا كانوا جماعة...... الخ، حديث:٦٣١)
نیز آپ کا فرمان ہے: [فَأَذِّنَا وَأَقِيمَا] "پھر اذان کہیں اور جماعت کرائیں۔" (صحيح البخاري، الأذان، باب اثنان فما فوقهما جماعة، حديث:٦٥٨)

- چونکہ اذان فرض نماز کے وقت ہونے کی اطلاع ہے اس لیے نفل نمازوں کے لیے اذان مسنون نہیں ہے، جیسے نماز عیدین، نماز چاشت، نماز کسوف وخسوف وغیرہ۔
- وقت سے پہلے اذان کہنا درست نہیں۔
- اذان کھڑے ہو کر کہنا اور بلند جگہ پر کہنا افضل ہے لیکن آج کل لاؤڈ سپیکر کے ذریعے سے یہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(المعجم ٣) أَبوَابُ الأَذَانِ وَالسُّنَّةِ فِيهَا (التحفة . . .)

اذان کے مسائل اوراس کا طریقہ

(المعجم ١) - بَابُ بَدْءِ الْأَذَانِ (التحفة ١٤)

٧٠٦- حَدَّثَنَا أَبُو عُبَيْدٍ، مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ مَيْمُونٍ [الْمَدَنِيُّ]: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ سَلَمَةَ الْحَرَّانِيُّ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيُّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَدْ هَمَّ بِالْبُوقِ، وَأَمَرَ بِالنَّاقُوسِ فَنُحِتَ، فَأُرِيَ عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ فِي الْمَنَامِ، قَالَ: رَأَيْتُ رَجُلاً عَلَيْهِ ثَوْبَانِ أَخْضَرَانِ، يَحْمِلُ نَاقُوساً، فَقُلْتُ لَهُ: يَا عَبْدَ اللهِ! تَبِيعُ النَّاقُوسَ؟ قَالَ: وَمَا تَصْنَعُ بِهِ؟ قُلْتُ: أُنَادِي بِهِ إِلَى الصَّلاَةِ، قَالَ: أَفَلاَ أَدُلُّكَ عَلَى خَيْرٍ مِنْ ذٰلِكَ؟ قُلْتُ: وَمَا هُوَ؟ قَالَ تَقُولُ: اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ. أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلٰهَ إِلَّا

باب:۱-اذان کا آغاز

۷۰۶-حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے نرسنگا بجوانے کا ارادہ فرمایا' اورناقوس (کی تیاری) کا حکم دیا تو وہ تراش لیا گیا۔ (اس کے بعد) حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو خواب آیا۔ وہ فرماتے ہیں: مجھے (خواب میں) دو سبز کپڑے پہنے ہوئے ایک مرد نظر آیا' وہ ناقوس اٹھائے ہوئے تھا۔ میں نے اسے (خواب میں) کہا: اللہ کے بندے! ناقوس بیچو گے؟ اس نے کہا: آپ اس کا کیا کریں گے؟ میں نے کہا: میں اس کے ساتھ نماز کا اعلان کروں گا۔ اس نے کہا: میں آپ کو اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں؟ میں نے کہا: وہ کیا ہے؟ اس نے کہا آپ یوں کہیں:[اللّٰہ أکبر اللّٰہ أکبر] ''اللہ سب سے بڑا ہے' اللہ سب سے بڑا ہے۔'' [اللّٰہ أکبر اللّٰہ أکبر] ''اللہ سب سے بڑا ہے' اللہ سب سے بڑا ہے۔'' [اشھد ان لا الہ الا

٧٠٦ـ [إسناده حسن] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب كيف الأذان، ح:٤٩٩، وصححه الترمذي، وابن خزيمة، وابن حبان، والبخاري وغيرهم، وحديث الحكمي ضعيف.

اللهُ، أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ اللهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ اللهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلاَةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلاَةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلاَحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلاَحِ. اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ، لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ. قَالَ فَخَرَجَ عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ، حَتَّى أَتٰى رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَأَخْبَرَهُ بِمَا رَأَى. قَالَ: يَارَسُولَ اللهِ! رَأَيْتُ رَجُلاً عَلَيْهِ ثَوْبَانِ أَخْضَرَانِ يَحْمِلُ نَاقُوساً، فَقَصَّ عَلَيْهِ الْخَبَرَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ صَاحِبَكُمْ قَدْ رَأَى رُؤْيَا، فَاخْرُجْ مَعَ بِلاَلٍ إِلَى الْمَسْجِدِ فَأَلْقِهَا عَلَيْهِ، وَلْيُنَادِ بِلاَلٌ، فَإِنَّهُ أَنْدٰى صَوْتاً مِنْكَ». قَالَ فَخَرَجْتُ مَعَ بِلاَلٍ إِلَى الْمَسْجِدِ. فَجَعَلْتُ أُلْقِيهَا عَلَيْهِ وَهُوَ يُنَادِي بِهَا، قَالَ فَسَمِعَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ بِالصَّوْتِ، فَخَرَجَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! وَاللهِ، لَقَدْ رَأَيْتُ مِثْلَ الَّذِي رَأَى.

اللّٰه] ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔''[أشهد أن لا إله إلا اللّٰه] ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔''[أشهد أن محمدا رسول اللّٰه] ''میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔''[أشهد أن محمدا رسول اللّٰه] ''میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔'' [حي على الصلاة] ''نماز کی طرف آؤ۔'' [حي على الصلاة] ''نماز کی طرف آؤ۔'' [حي على الفلاح] ''کامیابی کی طرف آؤ۔'' [حي على الفلاح] ''کامیابی کی طرف آؤ۔'' [اللّٰه أكبر اللّٰه أكبر] ''اللہ سب سے بڑا ہے' اللہ سب سے بڑا ہے۔'' [لا إله إلا اللّٰه] ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔'' حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ (بیدار ہوئے تو گھر سے) نکلے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' اور آپ ﷺ کو اپنا خواب سنایا' انھوں نے کہا: اللہ کے رسول! مجھے ایک آدمی نظر آیا جو دو سبز کپڑے پہنے ہوئے تھا اس کے پاس ناقوس تھا۔ (اس طرح) پوری بات بتائی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمھارے ساتھی نے ایک خواب دیکھا ہے۔'' (پھر عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا:) ''تم بلال (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ مسجد میں جاؤ اور انھیں یہ الفاظ بتلاؤ۔ اور بلال (رضی اللہ عنہ) (ان الفاظ کے ساتھ بلند آواز سے) اعلان کردیں کیونکہ تمھاری نسبت ان کی آواز بلند ہے۔'' میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد میں گیا۔ میں انھیں (اذان کے الفاظ) بتاتا گیا اور وہ (اس کے مطابق) اذان کہتے گئے۔ حضرت عبداللہ

بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے (اذان کی) آواز سنی تو وہ بھی گھر سے باہر تشریف لے آئے اور عرض کیا: اللہ کے رسول! قسم ہے اللہ کی مجھے بھی ایسا ہی خواب آیا ہے جیسا انھیں (عبداللہ رضی اللہ عنہ کو) آیا ہے۔

قَالَ أَبُو عُبَيْدٍ: فَأَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرٍ الْحَكَمِيُّ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ زَيْدٍ الأَنْصَارِيَّ قَالَ فِي ذٰلِكَ:

حضرت ابوبکر حکمی (ابن ماجہ کے شیخ) سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق یہ شعر کہے ہیں:

أَحْمَدُ اللهَ ذَا الْجَلاَلِ وَذَا الإِكْـ
ـرَامِ حَمْداً عَلَى الأَذَانِ كَثِيراً

''مجھ کو اذان سکھائی میرے رب ذوالجلال نے' احسان ہوا خاص رب قدیر کا۔

إِذْ أَتَانِي بِهِ الْبَشِيرُ مِنَ اللّـ
ـهِ فَأَكْرِمْ بِهِ لَدَيَّ بَشِيراً

بھیجا سکھانے اپنے فرشتے کو تین رات' رتبہ بڑھائے اس اپنے بشیر کا۔

فِي لَيَالٍ وَالَى بِهِنَّ ثَلاَثٍ
كُلَّمَا جَاءَ زَادَنِي تَوْقِيراً

وہ تین رات آ کے سکھاتا رہا مجھے' اعزاز یوں بڑھتا رہا تیرے فقیر کا

(ترجمہ اشعار از مولانا عبدالحکیم خان اختر شاہجہاں پوری)

فوائد و مسائل: ① اللہ تعالیٰ نیک مومن کی رہنمائی بعض اوقات خواب کے ذریعے سے بھی کر دیتا ہے' اس لیے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: ''مومن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔'' ایک روایت میں یہ لفظ ہیں: ''نیک خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔'' (صحیح مسلم' الرؤیا' باب فی کون الرؤیا من اللہ ......الخ' حدیث: ٢٢٦٣) ② محض خواب سے کوئی شرعی مسئلہ اخذ نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کا خواب نبیٔ اکرم ﷺ کی منظوری سے شرعی حکم قرار پایا' اس لیے اگر کوئی خواب بظاہر شریعت کے حکم کے خلاف ہو تو یا تو وہ اللہ کی طرف سے نہیں' شیطان کی طرف سے ہوتا ہے یا اس کا وہ مطلب نہیں ہوتا جو بظاہر معلوم ہوتا ہے۔ ③ نرسنگا ایک قسم کا بگل ہوتا ہے جس میں پھونک ماری جاتی ہے تو زور کی آواز پیدا ہوتی ہے۔ یہودی اس کے ذریعے سے اپنی عبادت کے وقت کا اعلان کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس کی تجویز پیش ہوئی اور آپ ﷺ نے بھی سوچا کہ اگر یہ تجویز قبول کر لی جائے تو کوئی حرج نہیں لیکن اسے عملی جامہ نہیں پہنایا گیا۔ ④ دوسری تجویز ناقوس کی پیش کی گئی۔ ناقوس دو لکڑیاں ہوتی ہیں جنھیں ایک دوسرے پر مارا جاتا ہے تو آواز پیدا ہوتی ہے۔ عیسائی بعض خاص موقعوں پر

ناقوس بجاتے ہیں۔ یہ تجویز پہلی تجویز کی نسبت بہتر تھی کیونکہ یہ عیسائیوں کا طریقہ ہے اور وہ یہود کی نسبت مسلمانوں سے ذہنی طور پر قریب ہوتے ہیں، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اس تجویز کو زیادہ پسند فرمایا، تاہم محسوس یہی کیا گیا کہ ہمارا طریقہ دوسری قوموں سے ممتاز ہونا چاہیے۔ ⑤ ایک تجویز یہ بھی پیش کی گئی تھی کہ نماز کے وقت آگ جلائی جائے۔ دن میں دھوئیں کی وجہ سے اور رات کو روشنی سے لوگ متوجہ ہو جائیں اور نماز کے لیے آ جائیں لیکن یہ تجویز مجوس سے مشابہت کی وجہ سے رد کر دی گئی۔ اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تجویز پیش کی کہ ایک آدمی نماز کے وقت اعلان کر دیا کرے۔ یہ تجویز پسند کی گئی اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بلال! اٹھو نماز کے لیے آواز دو۔'' اس اعلان کے لیے اذان کے کلمات حضرت عبداللہ بن زید اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے خواب کے بعد موجودہ صورت میں متعین ہو گئے۔ (صحيح البخاري، الأذان، باب بدء الأذان، حديث:٦٠٤) ⑥ دینی امور میں بھی انتظامی معاملات مسلمانوں کے آپس کے مشورے سے طے کرنے چاہییں، البتہ جس معاملے میں شریعت کی واضح ہدایت آ جائے، وہاں مشورہ کرنے کی ضرورت نہیں، اس پر عمل کرنا چاہیے۔ ⑦ اس واقعہ میں حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت کا اثبات ہے۔ ⑧ مؤذن ایسا شخص مقرر کرنا چاہیے جس کی آواز زیادہ بلند ہو۔ ⑨ اللہ تعالیٰ کسی کو کوئی خاص شرف عطا فرمائے تو فخر کی نیت سے نہیں بلکہ شکر کی نیت سے اللہ کی نعمت اور احسان کا ذکر کرنا درست ہے۔

٧٠٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ عَبْدِاللهِ الْوَاسِطِيُّ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اسْتَشَارَ النَّاسَ لِمَا يُهِمُّهُمْ إِلَى الصَّلَاةِ، فَذَكَرُوا الْبُوقَ، فَكَرِهَهُ مِنْ أَجْلِ الْيَهُودِ، ثُمَّ ذَكَرُوا النَّاقُوسَ، فَكَرِهَهُ مِنْ أَجْلِ النَّصَارٰى، فَأُرِيَ النِّدَاءَ تِلْكَ اللَّيْلَةَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يُقَالُ لَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ، وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَطَرَقَ الْأَنْصَارِيُّ رَسُولَ اللهِ ﷺ

٧٠٧- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے مشورہ کیا کیونکہ نماز (باجماعت) کے لیے (آنے میں) انھیں مشکل پیش آتی تھی۔ (کیونکہ بیک وقت جمع نہیں ہو پاتے تھے۔) حاضرین نے نرسنگے کا ذکر کیا لیکن آپ ﷺ نے یہودیوں (سے موافقت) کی وجہ سے اسے ناپسند فرمایا۔ پھر انھوں نے ناقوس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے نصاریٰ کی وجہ سے اسے ناپسند فرمایا۔ اسی رات ایک انصاری صحابی حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو (خواب میں) اذان دکھائی گئی۔ انصاری

٧٠٧- [إسناده ضعيف جدًا] * الزهري عنعن وهو مذكور في المدلسين (المرتبة الثالثة)، وتلميذه عباد المدني حسن الحديث، ومحمد بن خالد ضعيف جدًا، متهم بالكذب كما في التهذيب وغيره، ولبعض الحديث شواهد عند البخاري، ح:٦٠٣، ٦٠٤، ومسلم، ح:٣٧٧، ٣٧٨ وغيرهما.

لَيْلاً ، فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِلاَلاً بِهِ ، فَأَذَّنَ .

صحابی رسول اللہ ﷺ کے پاس رات کو آئے (اور اپنا خواب سنایا) چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال ؓ کو حکم دیا اور انھوں نے اذان کہی۔

قَالَ الزُّهْرِيُّ : وَزَادَ بِلاَلٌ ، فِي نِدَاءِ صَلاَةِ الْغَدَاةِ، الصَّلاَةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ. فَأَقَرَّهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ.

ایک روایت میں ہے کہ بلال ؓ نے صبح کی اذان میں ان الفاظ کا اضافہ فرمایا: [اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْم] ”نماز نیند سے بہتر ہے۔“ رسول اللہ ﷺ نے اسے قائم رکھا۔

قَالَ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللهِ! قَدْ رَأَيْتُ مِثْلَ الَّذِي رَأَى، وَلٰكِنَّهُ سَبَقَنِي.

حضرت عمر ؓ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! مجھے بھی اس جیسا خواب آیا تھا لیکن وہ مجھ سے سبقت لے گئے۔

فوائد ومسائل: ① صحابۂ کرام ؓ کے ہاں یہ اصول مسلم تھا کہ یہود ونصاریٰ کی نقل کرنا اچھا کام نہیں۔ اس مسئلہ پر امام ابن تیمیہ ؒ کی کتاب ”اقتضاء الصراط المستقیم فی مخالفة أصحاب الجحيم“ (اردو ترجمہ ”فکر وعقیدہ کی گمراہیاں اور صراط مستقیم کے تقاضے“ شائع کردہ دارالسلام۔ الریاض' لاہور) میں تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ ② فجر کی اذان میں [اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْم] کے اضافے کو بھی رسول اللہ ﷺ کی منظوری حاصل ہے' اس لیے یہ بھی سنت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابومحذورہ ؓ کو اذان سکھاتے ہوئے فرمایا: ”اگر صبح کی نماز (کی اذان) ہوتو کہو [اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْم۔ اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْم۔ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ۔ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ] (سنن أبي داود' الصلاة' باب كيف الأذان' حديث:٥٠٠'٥٠١'٥٠٤) ③ مذکورہ روایت کو ہمارے فاضل محقق نے سنداً ضعیف قرار دیا ہے اور مزید لکھا ہے کہ اس روایت کے بعض حصے کے شواہد بخاری ومسلم میں ہیں۔ غالباً انہی شواہد کی وجہ سے دیگر محققین نے اس روایت کے بعض حصوں کو صحیح قرار دیا ہے۔

(المعجم ٢) - بَابُ التَّرْجِيعِ فِي الْأَذَانِ (التحفة ١٥)

باب:٢- اذان میں شہادتین کے کلمات دوبارہ کہنا

٧٠٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، وَمُحَمَّدُ ابْنُ يَحْيٰى، قَالاَ : حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ : أَنْبَأَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ : أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ

٧٠٨- حضرت عبداللہ بن محیریز ؒ سے روایت ہے' وہ (بچپن میں) یتیم ہونے کی وجہ سے حضرت ابومحذورہ بن مِعْیَر ؓ کے زیر کفالت رہے تھے۔ جب

٧٠٨ـ [صحيح] أخرجه النسائي: ٢/ ٥، ٦، ح: ٦٣٣ من حديث أبي عاصم به، وصححه ابن خزيمة، ح: ٣٧٩، وابن حبان (الإحسان)، ح: ١٦٨٠، والحديث الآتي شاهد له.

عَبْدِالْمَلِكِ بْنِ أَبِي مَحْذُورَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَيْرِيزٍ، وَكَانَ يَتِيماً فِي حِجْرِ أَبِي مَحْذُورَةَ ابْنِ مِعْيَرٍ، حِينَ جَهَّزَهُ إِلَى الشَّامِ، فَقُلْتُ لِأَبِي مَحْذُورَةَ: أَيْ عَمِّ! إِنِّي خَارِجٌ إِلَى الشَّامِ، وَإِنِّي أُسْأَلُ عَنْ تَأْذِينِكَ، فَأَخْبَرَنِي أَنَّ أَبَا مَحْذُورَةَ قَالَ: خَرَجْتُ فِي نَفَرٍ، فَكُنَّا بِبَعْضِ الطَّرِيقِ، فَأَذَّنَ مُؤَذِّنُ رَسُولِ اللهِ ﷺ بِالصَّلَاةِ، عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ. فَسَمِعْنَا صَوْتَ الْمُؤَذِّنِ وَنَحْنُ عَنْهُ مُتَنَكِّبُونَ، فَصَرَخْنَا نَحْكِيهِ، نَهْزَأُ بِهِ، فَسَمِعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَأَرْسَلَ إِلَيْنَا قَوْماً فَأَقْعَدُونَا بَيْنَ يَدَيْهِ، فَقَالَ: «أَيُّكُمُ الَّذِي سَمِعْتُ صَوْتَهُ قَدِ ارْتَفَعَ؟» فَأَشَارَ إِلَيَّ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ، وَصَدَقُوا، فَأَرْسَلَ كُلَّهُمْ وَحَبَسَنِي، وَقَالَ لِي: «قُمْ فَأَذِّنْ». فَقُمْتُ، وَلَا شَيْءَ أَكْرَهُ إِلَيَّ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَلَا مِمَّا يَأْمُرُنِي بِهِ، فَقُمْتُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَأَلْقَى عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ التَّأْذِينَ هُوَ بِنَفْسِهِ، فَقَالَ: «قُلْ: اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ. أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ اللهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ اللهِ». ثُمَّ قَالَ لِي: «ارْفَعْ مِنْ صَوْتِكَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ. أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ اللهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً

انھوں نے ابن محیریز رحمہ اللہ کو شام بھیجا تو انھوں نے ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے کہا' چچا جان! میں شام جا رہا ہوں' (وہاں) مجھ سے آپ کی اذان کے بارے میں سوال کیا جائے گا (لہٰذا مجھے مسئلہ سنا اور سمجھا دیجیے)۔ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں چند افراد کے ساتھ سفر پر روانہ ہوا۔ راستے میں ایک مقام پر (ٹھہرے وہیں) رسول اللہ ﷺ کے پڑاؤ میں رسول اللہ ﷺ کے مؤذن نے اذان دی۔ ہم نے بھی مؤذن کی آواز سنی۔ اس وقت ہم لوگ آپ ﷺ سے برگشتہ تھے۔ ہم مؤذن کا مذاق اڑاتے ہوئے بلند آواز سے اس کی نقل اتارنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہماری آواز سنی تو چند افراد کو ہماری طرف بھیج دیا۔ انھوں نے ہمیں رسول اللہ ﷺ کے سامنے لا بٹھایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے وہ کون ہے جس کی آواز مجھے (زیادہ) بلند سنائی دی تھی؟'' سب کے سب لوگوں نے میری طرف اشارہ کر دیا۔ اور ان کی بات درست تھی۔ (واقعتاً میں سب سے بلند آواز تھا۔) نبی ﷺ نے ان سب کو چھوڑ دیا اور مجھے روک لیا اور فرمایا: ''اٹھو' اذان دو۔'' میں کھڑا تو ہو گیا لیکن (اس وقت میری کیفیت یہ تھی کہ) مجھے رسول اللہ ﷺ سے اور آپ کے اس حکم سے انتہائی نفرت محسوس ہو رہی تھی۔ (بہرحال) میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑا ہوا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے مجھے خود (ایک ایک کلمہ کر کے) اذان سکھائی۔ فرمایا: ''کہو [اللّٰہ أکبر اللّٰہ أکبر' اللّٰہ أکبر اللّٰہ أکبر۔ أشھد أن لا إلہ إلا اللّٰہ' أشھد أن لا إلہ إلا اللّٰہ۔ أشھد أن محمدا

رَسُولُ اللهِ. حَيَّ عَلَى الصَّلاَةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلاَةِ. حَيَّ عَلَى الْفَلاَحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلاَحِ. اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ، لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ». ثُمَّ دَعَانِي حِينَ قَضَيْتُ التَّأْذِينَ فَأَعْطَانِي صُرَّةً فِيهَا شَيْءٌ مِنْ فِضَّةٍ، ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ عَلٰى نَاصِيَةِ أَبِي مَحْذُورَةَ، ثُمَّ أَمَرَّهَا عَلٰى وَجْهِهِ، مِنْ بَيْنِ ثَدْيَيْهِ، ثُمَّ عَلٰى كَبِدِهِ، ثُمَّ بَلَغَتْ يَدُ رَسُولِ اللهِ ﷺ سُرَّةَ أَبِي مَحْذُورَةَ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «بَارَكَ اللهُ لَكَ وَبَارَكَ عَلَيْكَ». فَقُلْتُ: يَارَسُولَ اللهِ! أَمَرْتَنِي بِالتَّأْذِينِ بِمَكَّةَ؟ قَالَ: «نَعَمْ، قَدْ أَمَرْتُكَ». فَذَهَبَ كُلُّ شَيْءٍ كَانَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ مِنْ كَرَاهِيَةٍ، وَعَادَ ذٰلِكَ كُلُّهُ مَحَبَّةً لِرَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَدِمْتُ عَلٰى عَتَّابِ بْنِ أَسِيدٍ، عَامِلِ رَسُولِ اللهِ ﷺ بِمَكَّةَ، فَأَذَّنْتُ مَعَهُ بِالصَّلاَةِ عَنْ أَمْرِ رَسُولِ اللهِ ﷺ.

رسول اللّٰه' أشهد أن محمدا رسول اللّٰه]'' پھر فرمایا: ''بلند آواز سے کہو: [أشهد أن لا إله إلا اللّٰه' أشهد أن لا إله إلا اللّٰه۔ أشهد أن محمدا رسول اللّٰه' أشهد أن محمدا رسول اللّٰه۔ حي على الصلاة' حي على الصلاة۔ حي على الفلاح' حي على الفلاح۔ اللّٰه أكبر اللّٰه أكبر۔ لا إله إلا اللّٰه]۔'' جب میں نے پوری اذان کہہ لی تو مجھے بلا کر ایک تھیلی دی' اس میں کچھ چاندی تھی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کے سر پر رکھا' پھر ان کے چہرے پر پھیرا' پھر ان کے سینے پر' پھر ان کے جگر پر حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی ناف تک جا پہنچا' پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تجھے برکت دے' اور تجھ پر برکت نازل فرمائے۔'' میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ مجھے مکہ میں اذان دینے پر مقرر فرمائیں گے؟ ارشاد ہوا: ''ہاں' میں نے تمھیں مقرر کیا۔'' (اس دوران میں) میرے دل میں رسول اللہ ﷺ سے جتنی نفرت تھی سب ختم ہو چکی تھی' (بلکہ) وہ سب کی سب رسول اللہ ﷺ کی محبت میں تبدیل ہو چکی تھی۔ میں مکہ میں رسول اللہ ﷺ کے مقرر کردہ گورنر حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کے پاس گیا' میں ان کے پاس اللہ کے رسول ﷺ کے حکم سے اذان دیتا رہا۔

قَالَ: وَأَخْبَرَنِي ذٰلِكَ مَنْ أَدْرَكَ أَبَامَحْذُورَةَ، عَلٰى مَا أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَيْرِيزٍ.

عبدالعزیز نے کہا: عبداللہ بن محیریز کی طرح مجھے اس شخص نے بھی خبر دی جس نے ابو محذورہ کو پایا۔

فوائد ومسائل: ① یتیم بچوں کی کفالت ایک عظیم نیکی ہے جس پر جنت میں رسول اللہ ﷺ کا پڑوس ملنے کی بشارت دی گئی ہے۔ کفالت میں جس طرح جسمانی ضروریات خوراک، لباس وغیرہ کا پورا کرنا ضروری ہے، اسی طرح روحانی ضروریات یعنی دین کی تعلیم اور اخلاق حسنہ کی تربیت بھی ضروری ہے۔ ② یہ نبی ﷺ کی حکمت کا کمال ہے کہ جہاں بھی جوہر قابل نظر آیا اس کی صلاحیتوں کو نکھار کر اس سے دین کا کام لے لیا۔ ایک اچھے داعی کو بھی عوام میں جوہر قابل کی پہچان کا ملکہ حاصل ہونا چاہیے اور ایسے افراد کی مناسب تربیت کر کے انھیں اسلام کا خادم بنانا چاہیے۔ ③ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابومحذورہ ؓ کی بلند آواز سن کر یہ فیصلہ کیا کہ اسے مؤذن بنا دیا جائے۔ اس طرح ہر شخص کو اس کی صلاحیتوں کے مطابق کام دینا چاہیے تاکہ وہ اسے بہتر طور پر انجام دے سکے۔ ④ دین سے ناواقف افراد کو قریب کرنے کے لیے ان کی غلطیوں کو نظر انداز کر دینا چاہیے، اسی طرح نادان بچوں اور غافل نوجوانوں کو بھی قریب کرنا چاہیے۔ اس کے بعد ان کی اصلاح و تربیت کی جائے تاکہ دوبارہ غلطی نہ کریں اور ان کا کردار بہتر ہو جائے۔ ⑤ بچوں کے جسم پر شفقت سے ہاتھ پھیرنا ان کے دل میں محبت پیدا کرنا ہے بشرطیکہ کسی قسم کی غلط فہمی پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہو جیسے بڑے اور چھوٹے کی عمر میں کافی فرق نہ ہونے کی صورت میں ایسے شکوک و شبہات پیدا ہو سکتے ہیں جن کا نتیجہ الزامات اور بدنامی کی صورت میں نکلا کرتا ہے۔ ⑥ تربیت میں انفرادی توجہ کی بھی خاص اہمیت ہے تاکہ ہر فرد کی صلاحیتیں پروان چڑھ سکیں۔ ⑦ بچوں کو حوصلہ افزائی کے لیے مناسب انعام دینا بھی بہت مفید ہے یہ انعام نقد بھی ہو سکتا ہے کسی عام استعمال کی چیز کی صورت میں اور دعا یا حوصلہ افزائی اور تعریف کے چند کلمات کی صورت میں بھی۔ ⑧ اگر کسی عہدے کی اہلیت رکھنے والا اس عہدے کی درخواست پیش کرے تو اسے وہ ذمہ داری سونپی جا سکتی ہے اگرچہ عہدے کا لالچ رکھنا اچھی بات نہیں۔ ⑨ اذان میں شہادتین کے کلمات دو دو بار کہنے کے بعد دوسری بار پھر دو دو بار کہنا ''ترجیع'' کہلاتا ہے اور یہ سنت ہے۔ عرف عام میں اسے دہری اذان کہتے ہیں۔ مؤذن چاہے اکہری اذان (بلا ترجیع) کہہ لے چاہے دہری اذان (ترجیع کے ساتھ) کہہ لے دونوں طرح جائز ہے۔

٧٠٩- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا عَفَّانُ: حَدَّثَنَا هَمَّامُ بْنُ يَحْيٰى، عَنْ عَامِرٍ الْأَحْوَلِ أَنَّ مَكْحُولاً حَدَّثَهُ، أَنَّ عَبْدَاللهِ بْنَ مُحَيْرِيزٍ حَدَّثَهُ، أَنَّ أَبَا مَحْذُورَةَ حَدَّثَهُ قَالَ: عَلَّمَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ الْأَذَانَ تِسْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً، وَالْإِقَامَةَ سَبْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً، الْأَذَانُ «اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ

٧٠٩- حضرت ابومحذورہ ؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: ''مجھے رسول اللہ ﷺ نے اذان کے انیس کلمات اور اقامت کے سترہ کلمات سکھائے۔ اذان یہ ہے: [اللّٰه أکبر اللّٰه أکبر' اللّٰه أکبر اللّٰه أکبر۔ أشهد أن لا إله إلا اللّٰه' أشهد أن لا إله إلا اللّٰه۔ أشهد أن محمدا رسول اللّٰه' أشهد أن محمدا رسول اللّٰه۔'' أشهد أن لا اله إلا اللّٰه' أشهد أن

٧٠٩ـ أخرجه مسلم، الصلاة، باب صفة الأذان، ح: ٣٧٩ من حديث عامر به.

أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ. أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ. أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ اللهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ اللهِ. أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ. أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ اللهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ اللهِ. حَيَّ عَلَى الصَّلاَةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلاَةِ. حَيَّ عَلَى الْفَلاَحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلاَحِ. اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ، لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ». وَالْإِقَامَةُ سَبْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً «اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ. أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ. أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ اللهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ اللهِ. حَيَّ عَلَى الصَّلاَةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلاَةِ. حَيَّ عَلَى الْفَلاَحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلاَحِ. قَدْ قَامَتِ الصَّلاَةُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلاَةُ. اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ، لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ».

لا إله إلا الله۔ أشهد أن محمدا رسول الله، أشهد أن محمدا رسول الله۔ حي على الصلاة، حي على الصلاة۔ حي على الفلاح، حي على الفلاح۔ الله أكبر الله أكبر۔ لا إله إلا الله] ''اللہ سب سے بڑا ہے' اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے' اللہ سب سے بڑا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں' میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں' میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔ نماز کی طرف آؤ' نماز کی طرف آؤ۔ کامیابی کی طرف آؤ' کامیابی کی طرف آؤ۔ اللہ سب سے بڑا ہے' اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔''

اور اقامت کے سترہ کلمات یہ ہیں:

[الله أكبر الله أكبر' الله أكبر الله أكبر۔ أشهد أن لا إله إلا الله' أشهد أن لا إله إلا الله۔ أشهد أن محمدا رسول الله' أشهد أن محمدا رسول الله۔ حي على الصلاة' حي على الصلاة۔ حي على الفلاح' حي على الفلاح۔ قد قامت الصلاة' قد قامت الصلاة۔ الله أكبر الله أكبر۔ لا إله إلا الله] ''اللہ سب سے بڑا ہے'

اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے' اللہ سب سے بڑا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں' میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔ نماز کی طرف آؤ' نماز کی طرف آؤ۔ کامیابی کی طرف آؤ' کامیابی کی طرف آؤ۔ نماز کھڑی ہوگئی' نماز کھڑی ہوگئی۔ اللہ سب سے بڑا ہے' اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔''

فوائد و مسائل: ① بعض حضرات نے کہا ہے کہ اذان میں ترجیع حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی غلط فہمی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے شہادتین کو دوبارہ اس لیے کہلوایا تھا کہ توحید و رسالت اچھی طرح دل میں جاگزیں ہو جائے۔ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ نے غلطی سے سمجھ لیا کہ اذان کا طریقہ ہی یہی ہے۔ لیکن ان حضرات کی یہ بات درست نہیں کیونکہ اگر اس طرح کے فرضی امکانات تصور کر کے ترجیع کا انکار کیا جائے تو کوئی دوسرا شخص یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ اصل کلمات ایک بار ہی ہیں (جس طرح اکہری اقامت میں ہوتے ہیں)' توحید کو ذہن نشین کرانے کے لیے بار بار الفاظ کہلوائے۔ ظاہر ہے کہ اس کا کوئی قائل نہیں۔ علاوہ ازیں اگر حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی میں مکہ مکرمہ میں غلط اذان دیتے تو اللہ تعالیٰ نبی اکرم ﷺ کو وحی کے ذریعے سے اطلاع فرما دیتا اور نبی ﷺ ان تک یہ حکم پہنچا دیتے۔ ② احناف حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی اقامت تو لے لیتے ہیں اور اسی پر ان کا عمل ہے جبکہ اسی حدیث میں وارد اذان کو ترک کر دیتے ہیں اور ماننے سے انکار کر دیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ احناف کے نزدیک حدیث صرف وہی معتبر ہے یا اس کا اتنا ہی حصہ معتبر ہے جو قول امام کے مطابق ہو۔ أعاذنا الله منه.

(المعجم ٣) - **بَابُ السُّنَّةِ فِي الْأَذَانِ** (التحفة ١٦)

باب:٣- اذان کا طریقہ

٧١٠- **حَدَّثَنَا** هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَعْدِ بْنِ عَمَّارِ بْنِ سَعْدٍ،

۷۱۰- حضرت سعد قرظ رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ ﷺ کے مؤذن تھے، ان سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

٧١٠- **[إسناده ضعيف]** وقال البوصيري: "هٰذا إسناد ضعيف لضعف أولاد سعد القرظ، عمار وسعد وعبدالرحمٰن".

مُؤَذِّنِ رَسُولِ اللهِ ﷺ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَمَرَ بِلاَلاً أَنْ يَجْعَلَ إِصْبَعَيْهِ فِي أُذُنَيْهِ، وَقَالَ: «إِنَّهُ أَرْفَعُ لِصَوْتِكَ».

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کانوں میں انگلیاں ڈالنے کا حکم دیا اور فرمایا: ''اس سے تمھاری آواز بلند ہو جائے گی۔''

فائدہ: اس روایت کی سند ضعیف ہے، تاہم یہ مسئلہ صحیح ہے جیسا کہ درج ذیل حدیث میں آ رہا ہے۔

٧١١- حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْهَاشِمِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، عَنْ حَجَّاجِ بْنِ أَرْطَاةَ، عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ بِالأَبْطَحِ، وَهُوَ فِي قُبَّةٍ حَمْرَاءَ، فَخَرَجَ بِلاَلٌ، فَأَذَّنَ فَاسْتَدَارَ فِي أَذَانِهِ، وَجَعَلَ إِصْبَعَيْهِ فِي أُذُنَيْهِ.

۷۱۱- حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: میں مقام ابطح پر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ایک سرخ خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ (خیمہ سے) نکلے، انھوں نے اذان دی، اور اذان کے دوران میں (دائیں بائیں) گھومے اور اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈالیں۔

فوائد و مسائل: ① سفر میں باجماعت نماز ادا کرنے کے لیے بھی اذان کہنی چاہیے۔ ② اذان کے دوران میں گھومنے کا مطلب [حي على الصلاة] اور [حي على الفلاح] کہتے وقت منہ دائیں اور بائیں طرف پھیرنا ہے۔ ③ اس میں اذان دیتے وقت کانوں میں انگلیاں ڈالنے کا ثبوت ہے۔

٧١٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى الْحِمْصِيُّ: حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنْ مَرْوَانَ بْنِ سَالِمٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي رَوَّادٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «خَصْلَتَانِ مُعَلَّقَتَانِ فِي أَعْنَاقِ الْمُؤَذِّنِينَ لِلْمُسْلِمِينَ: صَلاَتُهُمْ وَصِيَامُهُمْ».

۷۱۲- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مؤذنوں کی گردنوں پر مسلمانوں کی دو چیزوں کی ذمہ داری ہے، ان کی نماز اور ان کے روزے۔''

٧١١ـ [حسن] وانظر، ح: ٤٩٦ لعلته، وللحديث طرق أخرى عند الترمذي، ح: ١٩٧ وغيره.

٧١٢ـ [إسناده ضعيف جدًا] وقال البوصيري: "هٰذا إسناد ضعيف لتدليس بقية بن الوليد" وتقدم، ح: ٥٥١، وشيخه مروان بن سالم "متروك"، ورماه الساجي وغيره بالوضع، (تقريب).

٧١٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: كَانَ بِلاَلٌ لاَ يُؤَخِّرُ الأَذَانَ عَنِ الْوَقْتِ، وَرُبَّمَا أَخَّرَ الإِقَامَةَ شَيْئاً.

۷۱۳- حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان کو وقت سے مؤخر نہیں کرتے تھے البتہ اقامت میں بعض اوقات تاخیر کر دیتے تھے۔

فوائد و مسائل: ① ہمارے فاضل محقق نے مذکورہ روایت کو سنداً ضعیف قرار دیا ہے جبکہ دیگر محققین نے شواہد کی وجہ سے اسے حسن قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (الموسوعة الحديثية مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۳۴/۴۳۵، حدیث: ۲۰۸۴۹، وإرواء الغليل، رقم: ۲۲۷) لہٰذا شواہد کی بنا پر یہ حدیث قابل حجت اور قابل عمل ہے۔ ② اذان اس چیز کا اعلان ہے کہ نماز کا وقت شروع ہو گیا ہے، اس لیے اذان اول وقت دینی چاہیے جب کہ اقامت نماز شروع ہونے کی اطلاع ہے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس وقت اقامت کہتے تھے جب رسول اللہ ﷺ تشریف لے آتے۔ ③ اگر امام کو نماز پڑھانے کے لیے آنے میں مقررہ وقت سے کچھ تاخیر ہو جائے تو امام کا انتظار کرنا چاہیے۔ جلدی مچانا اور فوراً کسی دوسرے آدمی کو آگے کر دینا درست نہیں۔ ہاں اگر معلوم ہو کہ امام صاحب موجود نہیں اور وہ نماز پڑھانے کے لیے مسجد میں نہیں آئیں گے پھر کسی اور شخص کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں۔

٧١٤- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنْ أَشْعَثَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ قَالَ: كَانَ آخِرُ مَا عَهِدَ إِلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ لاَ أَتَّخِذَ مُؤَذِّناً يَأْخُذُ عَلَى الأَذَانِ أَجْراً.

۷۱۴- حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: نبی ﷺ نے مجھے سب سے آخر میں جو وصیت فرمائی تھی وہ یہ تھی کہ میں ایسا مؤذن مقرر نہ کروں جو اذان دینے کی اجرت وصول کرے۔

فوائد و مسائل: ① مؤذن کا تقرر امام کا منصب ہے۔ ② حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے یہ نصیحت اس وقت فرمائی تھی جب انھیں ان کے قبیلے کا امام مقرر کیا تھا۔ دیکھیے: (سنن ابي داود، الصلاة، باب أخذ الأجر على التأذين، حديث: ۵۳۱، وسنن النسائي، الأذان، باب اتخاذ المؤذن الذى لايأخذ على أذانه أجرا، حديث: ۶۷۳) ③ اجتماعی خدمت میں افضل یہ ہے کہ اجرت نہ لی جائے، تاہم اس کی خدمت کا

٧١٣ـ [إسناده ضعيف] أخرجه الطيالسي: ٧٧٠ عن شريك نحو المعنى * شريك عنعن، وحديث أبي داود، ح: ٤٠٣ يغني عنه.

٧١٤ـ [صحيح] أخرجه الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في كراهية أن يأخذ المؤذن على الأذان أجرًا، ح: ٢٠٩ من حديث أشعث ابن عبدالملك الحمراني به، وقال: "حسن صحيح"، وله شواهد عند أبي داود، ح: ٥٣١ وغيره.

مناسب معاوضہ دیا جائے تو مناسب ہے جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب خلافت کا منصب سنبھالا تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا کہ امیر المومنین کے ضروری اخراجات بیت المال سے پورے کیے جائیں گے' تاہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وفات کے وقت وصول شدہ تنخواہ واپس کر دینے کی وصیت فرمائی تاکہ ان کی یہ اجتماعی خدمت' فی سبیل اللہ شمار ہو۔

٧١٥- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الأَسَدِيُّ، عَنْ أَبِي إِسْرَائِيلَ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى، عَنْ بِلَالٍ قَالَ: أَمَرَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ أُثَوِّبَ فِي الْفَجْرِ، وَنَهَانِي أَنْ أُثَوِّبَ فِي الْعِشَاءِ.

٧١٥- حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے فجر کی نماز میں تثویب کا حکم دیا' اور عشاء کی نماز میں تثویب سے منع فرمایا۔

فائدہ: مذکورہ روایت کو ہمارے فاضل محقق نے اور دیگر محققین نے سنداً ضعیف قرار دیا ہے' تاہم مذکورہ روایت میں بیان کردہ مسئلہ مصنف ابن أبي شيبة اور سنن الكبرى للبيهقي میں صحیح سند سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ فجر کی اذان میں [حي على الفلاح] کے بعد [الصلاة خير من النوم] دو مرتبہ کہنا سنت ہے۔ (مصنف ابن أبي شيبة : ١/ ٢٠٨' وسنن الكبرى للبيهقي: ١/ ٤٢٣) نیز اس روایت میں تثویب سے مراد [الصلاة خير من النوم] کہنا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (الموسوعة الحديثية مسند الإمام أحمد بن حنبل: ٣٩/ ٣٢٧' ٣٢٨)

٧١٦- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ رَافِعٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ بِلَالٍ، أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ يُؤْذِنُهُ بِصَلَاةِ الْفَجْرِ، فَقِيلَ: هُوَ نَائِمٌ. فَقَالَ: الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ، الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ، فَأُقِرَّتْ

٧١٦- حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فجر کی نماز کی اطلاع دینے کے لیے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو معلوم ہوا کہ آپ ابھی آرام فرما رہے ہیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: [اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ' اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ] ''نماز نیند سے بہتر ہے۔ نماز نیند سے بہتر ہے۔'' تب یہ کلمہ فجر کی اذان میں مقرر

٧١٥_ [إسناده ضعيف] أخرجه الترمذي، الصلاة، باب ما جاء في التثويب في الفجر، ح: ١٩٨ من حديث محمد بن عبدالله الزبيري به، وذكر كلامًا، وقال: "أبو إسرائيل ... وليس بذٰلك القوي عند أهل الحديث"، وفيه علة أخرٰى.

٧١٦_ [إسناده ضعيف] وقال البوصيري: "رجاله ثقات إلا أنَّ فيه انقطاعًا، سعيد بن المسيب لم يسمع من بلال".

فِي تَأْذِينِ الْفَجْرِ، فَثَبَتَ الأَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ.

کر دیا گیا۔ پھر اسی پر عمل جاری رہا۔

فائدہ: مذکورہ روایت ہمارے فاضل محقق کے نزدیک سنداً ضعیف ہے جبکہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھیے: (تخریج فقه السيرة: ٢٠٣) نیز [الصلاة خير من النوم] کی بابت گزشتہ حدیث کا فائدہ ملاحظہ فرمائیں۔

٧١٧- **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا يَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ: حَدَّثَنَا الإِفْرِيقِيُّ، عَنْ زِيَادِ بْنِ نُعَيْمٍ، عَنْ زِيَادِ بْنِ الحارِثِ الصُّدَائِيِّ قَالَ: كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي سَفَرٍ، فَأَمَرَنِي فَأَذَّنْتُ، فَأَرَادَ بِلَالٌ أَنْ يُقِيمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ أَخَا صُدَاءٍ قَدْ أَذَّنَ، وَمَنْ أَذَّنَ فَهُوَ يُقِيمُ».

٧١٧- حضرت زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا: میں ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھا۔ آپ نے مجھے حکم دیا تو میں نے اذان دی۔ (جماعت کے وقت) حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہنا چاہی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قبیلۂ بنو صداء کے آدمی نے اذان دی ہے اور جو کوئی اذان دے وہی اقامت کہے۔''

فائدہ: یہ روایت سنداً ضعیف ہے اس لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ مؤذن ہی تکبیر بھی کہے تاہم ہماری مساجد کی بالعموم جو صورت حال ہے اس کے پیش نظر مصلحت کا تقاضا یہی ہے کہ مؤذن ہی کو تکبیر کہنے کا پابند کیا جائے تاکہ انتشار کا دروازہ نہ کھلے۔ چونکہ دیکھنے میں آیا ہے کہ نمازی اکثر شوق تکبیر میں ایک دوسرے سے الجھتے ہیں جو بعض دفعہ نزاع وجدال کی صورت اختیار کر لیتا ہے بنابریں انتظامی مصلحت کے تحت مؤذن ہی کو تکبیر کا پابند بنا دینا نہایت مناسب بات ہے گو شرعاً یہ ضروری نہیں ہے۔

(المعجم ٤) - بَابُ مَا يُقَالُ إِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ (التحفة ١٧)

باب: ۴- اذان سن کر کیا کہنا چاہیے؟

٧١٨- **حَدَّثَنَا** أَبُو إِسْحَاقَ الشَّافِعِيُّ، إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْعَبَّاسِ: حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ رَجَاءٍ الْمَكِّيُّ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ

٧١٨- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب مؤذن اذان دے تو جس طرح وہ کہتا ہے اسی طرح تم بھی کہو۔''

٧١٧ـ **[إسناده ضعيف]** أخرجه أبوداود، الصلاة، باب الرجل يؤذن ويقيم آخر، ح: ٥١٤، والترمذي، ح: ١٩٩، وقال: "إنما نعرفه من حديث الإفريقي وهو ضعيف عند أهل الحديث".

٧١٨ـ **[حسن]** وعلقه الترمذي، ح: ٢٠٨ * الزهري عنعن،وتقدم، ح: ٧٠٧، وقال البوصيري: "هٰذا إسناد معلول ..."، وله شواهد، انظر، ح: ٧٢٠.

الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ فَقُولُوا مِثْلَ قَوْلِهِ».

فائدہ: [حَيَّ عَلَى الصَّلاَة] اور [حَيَّ عَلَى الْفَلاح] کے جواب میں [لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلا بِاللّٰه] کہنا چاہیے۔ باقی تمام الفاظ کے جواب میں اذان ہی کے الفاظ دہرائے جائیں' دیکھیے: (صحيح مسلم' الصلاة' باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه...... الخ، حديث: ٣٨٥)

٧١٩- حَدَّثَنَا شُجَاعُ بْنُ مَخْلَدٍ، أَبُوالْفَضْلِ قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ: أَنْبَأَنَا أَبُوبِشْرٍ، عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ بْنِ أُسَامَةَ، عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ: حَدَّثَتْنِي عَمَّتِي أُمُّ حَبِيبَةَ أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِذَا كَانَ عِنْدَهَا فِي يَوْمِهَا وَلَيْلَتِهَا، فَسَمِعَ الْمُؤَذِّنَ يُؤَذِّنُ، قَالَ كَمَا يَقُولُ الْمُؤَذِّنُ».

٧١٩- حضرت ام المومنین ام حبیبہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کی باری کے دن اور رات ان کے ہاں تشریف فرما تھے۔ اس دوران میں آپ ﷺ نے مؤذن کو اذان دیتے سنا تو ام المومنین ؓ نے سنا کہ آپ نے بھی اسی طرح کہا جس طرح مؤذن نے کہا۔

٧٢٠- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالاَ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَطَاءِ ابْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَاءَ فَقُولُوا كَمَا يَقُولُ الْمُؤَذِّنُ».

٧٢٠- حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم اذان سنو تو اسی طرح کہو جس طرح مؤذن کہتا ہے۔''

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جب مؤذن [الله أكبر' الله أكبر] کہے تو اسے سن کر سننے والا بھی [الله أكبر' الله أكبر] کہے۔ اسی طرح ہر کلمہ کے بعد جواب دیتا جائے۔ یہ مطلب نہیں کہ مؤذن کے فارغ ہونے کے بعد سننے والا

٧١٩ـ [حسن] أخرجه النسائي في الكبرٰى، وأحمد: ٦/ ٤٢٥، ٤٢٦، وقال الحافظ في التهذيب: ٥/ ٢٧٢ "أخرج ابن خزيمة حديثه في صحيحه فهو ثقة عنده"، ولحديثه شواهد.

٧٢٠ـ أخرجه البخاري، الأذان، باب ما يقول إذا سمع المنادي، ح: ٦١١، ومسلم، الصلاة، باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه . . . الخ، ح: ٣٨٣ من حديث مالك به.

پوری اذان دہرائے۔دیکھیے: (صحیح مسلم ،الصلاۃ٬ باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمع...... الخ، حدیث:۳۸۵)

۷۲۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ الْمِصْرِيُّ: أَنْبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ الْحُكَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ عَامِرِ ابْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «مَنْ قَالَ حِينَ يَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ: وَأَنَا أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، رَضِيتُ بِاللهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلاَمِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا، غُفِرَ لَهُ ذَنْبُهُ».

۷۲۱- حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے مؤذن کی اذان سن کر یہ الفاظ کہے:[وَ أَنَا أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ، رَضِيتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَ بِالْإِسْلَامِ دِينًا وَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا] ”اور میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ اکیلے اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد (ﷺ) کے نبی ہونے پر راضی ہوں۔“ اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔“

فوائد ومسائل: ① توحید و رسالت کا اقرار اسلام کی بنیاد ہے اور اسی پر نجات کا دارومدار ہے۔② اللہ کی ربوبیت پر راضی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی ربوبیت پر ایسا ایمان ہو جیسے ایمان کا حق ہے۔ یہ احساس کی تمام نعمتیں وہی ہمیں دے رہا ہے اور مسلسل ہماری ضرورت کی ہر چیز بہم پہنچا رہا ہے اس سے شکر اور محبت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اس لیے مومن کی اللہ سے محبت بے مثال ہوتی ہے۔ یہ محبت اس کا مزید قرب حاصل کرنے کے لیے ہر نیکی پر آمادہ کرتی اور ہر گناہ سے اجتناب پر مجبور کرتی ہے۔ اس کے بعد ساری امیدیں اللہ ہی سے وابستہ ہو جاتی ہیں جس کو یہ مقام حاصل ہو جائے وہ یقیناً اللہ کی رحمت سے جنت میں جائے گا۔③ اسلام کو اپنا دین تسلیم کر لینا یہ ہے کہ یہ یقین پیدا ہو جائے کہ اس دین کی ہر بات حق اور ہر ہدایت بعینہٖ درست ہے جس میں کسی قسم کی کوئی خامی اور خرابی نہیں۔ غیر مسلموں کا کوئی عقیدہ کوئی رسم و رواج اور کوئی ادب اسلام کی عظیم تہذیب سے برتر نہیں۔ جب یہ احساس پیدا ہو جاتا ہے پھر یہ ممکن نہیں رہتا کہ ہم کسی معاملہ میں رہنمائی کے لیے غیر مسلموں کی طرف دیکھیں بلکہ ہر شعبۂ حیات اور زندگی کے ہر پہلو میں اسلام کی تعلیمات سے رہنمائی ملتی ہے اور اس پر دل مطمئن ہوتا ہے۔ حقیقت میں یہی وہ ایمان ہے جو آج کل کے اکثر مسلمانوں میں مفقود ہے یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کا ہر معاشرہ عملی طور پر غیر مسلم معاشرہ بنا ہوا ہے اور اسلام کی برکات سے محروم ہے۔④ حضرت محمد ﷺ کی نبوت و رسالت پر راضی ہونے کا

۷۲۱_أخرجه مسلم، الصلاة، باب استحباب القول مثل قول المؤذن، ح: ۳۸٦ عن محمد بن رمح وغيره به.

مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہی اسلام کی اصل تعبیر ہے جس پر عمل کرنا ہمارا مقصود ہے۔گزشتہ انبیائے کرام علیہم السلام کی شریعتیں منسوخ ہو چکی ہیں۔ہمیں ان پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں۔اس طرح کسی امتی کا یہ مقام نہیں کہ اس کی ہر بات آنکھ بند کر کے مان لی جائے۔مسلمانوں کی اجتماعیت کا مرکز ومحور صرف رسول اکرم ﷺ کی ذات اقدس ہے جیسے کہ علامہ اقبال رحمہ اللہ نے فرمایا ؎

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست　　　اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی ست

خود کو مصطفیٰ ﷺ تک پہنچاؤ کیونکہ انہی کی ذات سراپا دین ہے۔اگر تم نبی ﷺ تک نہیں پہنچتے تو باقی سب کچھ ابولہب ہی کا طریقہ ہے۔

٧٢٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى، وَالْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ الدِّمَشْقِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبِي الْحُسَيْنِ. قَالُوا: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ الأَلْهَانِيُّ: حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ قَالَ حِينَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ: اللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ، آتِ مُحَمَّداً الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ، وَابْعَثْهُ مَقَاماً مَحْمُوداً الَّذِي وَعَدْتَهُ، إِلَّا حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ».

٧٢٢-حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جس نے اذان سن کر یہ دعا پڑھی:[اَللّٰهُمَّ! رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ' اٰتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ، وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَّهٗ] ''اے اللہ! اے اس کامل پکار اور قائم ہونے والی نماز کے رب! محمد (ﷺ) کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور انھیں اس مقام محمود پر فائز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔'' قیامت کے دن اس کے حق میں شفاعت کی اجازت مل جائے گی۔''

فوائد ومسائل: ① قیامت کے دن شفاعت ہوگی۔سب سے پہلے انبیائے کرام علیہم السلام شفاعت کریں گے' ان کے بعد درجہ بدرجہ مومنوں کو شفاعت کی اجازت ملے گی۔② شفاعت صرف وہی شخص کرے گا جسے اللہ کی طرف سے اجازت ملے گی اور وہ شفاعت بھی محدود تعداد میں کچھ افراد کے حق میں کر سکے گا' قرآن مجید کا حافظ' جو اس کی تعلیمات پر عمل کرنے والا ہو' شفاعت کرے گا۔شہید بھی شفاعت کریں گے۔اللہ کے رسول ﷺ نے بتایا ہے کہ شہید کی شفاعت اس کے عزیز واقارب میں سے ستر افراد کے حق میں قبول کی جائے گی۔دیکھیے:(جامع الترمذي' فضائل الجهاد' باب في ثواب الشهيد، حديث:١٦٦٣) ③ ''وسیلہ'' جنت کے سب سے بلند اور عظیم ترین

٧٢٢_أخرجه البخاري، الأذان، باب الدعاء عند النداء، ح: ٦١٤ عن علي بن عياش به.

مقام کا نام ہے' جو کائنات کے عظیم ترین اور افضل ترین انسان' یعنی حضرت محمد ﷺ کے لیے خاص ہے۔ (صحیح مسلم' الصلاۃ' باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه......الخ ، حدیث:٣٨٤) ④ ''مقام محمود'' سے مراد شفاعت کبریٰ کا وہ مقام ہے جو صرف خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کے لیے مخصوص ہے۔ اس موقع پر تمام اولین و آخرین رسول اللہ ﷺ کی تعریف کریں گے۔ ⑤ مسنون دعا صرف اسی قدر ہے جو حدیث میں ذکر ہوئی۔ بعض لوگ مسنون دعاؤں میں اپنی طرف سے اضافہ کر لیتے ہیں یا مختلف مواقع کے لیے اپنی طرف سے دعائیں بنا لیتے ہیں۔ ایسی خودساختہ دعاؤں اور اضافوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔

(المعجم ٥) - **بَابُ فَضْلِ الْأَذَانِ وَثَوَابِ الْمُؤَذِّنِينَ** (التحفة ١٨)

باب:٥- اذان کی فضیلت اور مؤذنوں کا ثواب

٧٢٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ [عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ] عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ، عَنْ أَبِيهِ، وَكَانَ أَبُوهُ فِي حِجْرِ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: قَالَ لِي أَبُو سَعِيدٍ: إِذَا كُنْتَ فِي الْبَوَادِي، فَارْفَعْ صَوْتَكَ بِالأَذَانِ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «لاَ يَسْمَعُهُ جِنٌّ وَلاَ إِنْسٌ وَلاَ شَجَرٌ وَلاَ حَجَرٌ، إِلَّا شَهِدَ لَهُ».

٧٢٣- حضرت عبدالرحمٰن بن ابوصعصعہ ؒ (جو حضرت ابوسعید خدری ؓ کی کفالت میں تھے) سے روایت ہے' انھوں نے کہا: مجھ سے حضرت ابوسعید ؓ نے فرمایا: جب تم جنگل میں ہو تو اذان بلند آواز سے دیا کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ ارشاد سنا ہے: ''جو بھی جن' انسان' درخت یا پتھر اس (مؤذن) کی آواز سنے گا' (قیامت کو) اس کے حق میں گواہی دے گا۔''

فوائد و مسائل: ① جہاں انسان اکیلا ہو اور رسول اللہ ﷺ کے حکم کی تعمیل کے ارادے سے اذان کہہ کر نماز پڑھے' اس کا ثواب گزشتہ احادیث میں بیان ہو چکا ہے۔ ایسے موقع پر یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ اذان کی آواز بلند کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ کوئی انسان تو سننے والا موجود نہیں جو اذان سن کر نماز باجماعت میں شریک ہونے کے لیے آ جائے۔ لیکن زیر مطالعہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے موقع پر بھی اذان بلند آواز ہی سے کہنا مستحب ہے۔ ② بے جان چیزیں بھی ایک قسم کا شعور رکھتی ہیں اگرچہ ہمیں اس کا احساس نہیں ہوتا۔ ③ قیامت اور آخرت کے حالات اس دنیا کے قوانین اور حالات سے مختلف ہیں۔ وہاں بے جان چیزیں بھی انسان کے حق میں یا اس کے خلاف گواہی دیں گی بلکہ خود انسان کے اعضاء بھی اس کے خلاف گواہ بن جائیں گے جیسے کہ قرآن مجید میں ہے: ﴿يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَ أَيْدِيهِمْ وَ أَرْجُلُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (النور:٢٤/٢٤) ''جس دن ان

٧٢٣- أخرجه البخاري، الأذان، باب رفع الصوت بالنداء، ح:٦٠٩ وغيره من حديث عبدالرحمن بن عبدالله به.

کے خلاف ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ پاؤں ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔'' اسی طرح مؤذن کے حق میں شجر و حجر گواہی دیں گے۔④ اللہ کے ہاں مؤذن کی شان بہت بلند ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ اذان نماز باجماعت کا ذریعہ ہے' یعنی بڑی نیکی سے تعلق رکھنے کی وجہ سے بعض چھوٹی نیکیوں کی قدر و قیمت میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے، ان نیکیوں کو بھی معمولی سمجھ کر ان سے بے پروائی نہیں کرنی چاہیے۔

٧٢٤- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا شَبَابَةُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ أَبِي يَحْيٰى، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ مِنْ فِي رَسُولِ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «الْمُؤَذِّنُ يُغْفَرُ لَهُ مَدٰى صَوْتِهِ، وَيَسْتَغْفِرُ لَهُ كُلُّ رَطْبٍ وَيَابِسٍ، وَشَاهِدُ الصَّلَاةِ يُكْتَبُ لَهُ خَمْسٌ وَعِشْرُونَ حَسَنَةً، وَيُكَفَّرُ لَهُ مَا بَيْنَهُمَا».

٧٢٤- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے: ''مؤذن کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے' وہاں تک اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ ہر تر اور خشک چیز اس کے حق میں دعائے مغفرت کرتی ہے اور (اذان سن کر) نماز کے لیے حاضر ہونے والے کے لیے پچیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اور اس کے دو نمازوں کے درمیان کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔''

فوائد و مسائل: ① آواز پہنچنے کی حد تک گناہوں کی معافی کا یہ مطلب ہے کہ اگر اتنے زیادہ گناہ ہوں کہ اتنی وسیع جگہ کو پر کر دیں تو وہ بھی معاف ہو جائیں گے۔② نماز باجماعت ادا کرنے والے کے لیے پچیس نیکیاں لکھی جانے کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ اسے نماز کا ثواب پچیس گنا ملے گا جیسے کہ دوسری احادیث میں پچیس گنا اور ستائیس گنا ثواب کی صراحت ہے۔ دیکھیے: (صحيح البخاري' الأذان' باب فضل صلاة الجماعة، حديث: ٦٤٥' ٦٤٦)

٧٢٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، وَإِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيٰى، عَنْ عِيسَى بْنِ طَلْحَةَ قَالَ: سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الْمُؤَذِّنُونَ أَطْوَلُ النَّاسِ أَعْنَاقًا يَوْمَ

٧٢٥- حضرت معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن مؤذنوں کی گردنیں سب سے لمبی ہوں گی۔''

٧٢٤ـ [إسناده حسن] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب رفع الصوت بالأذان، ح: ٥١٥ من حديث شعبة به، وصححه ابن خزيمة، وابن حبان.

٧٢٥ـ أخرجه مسلم، الصلاة، باب فضل الأذان وهرب الشيطان عند سماعه، ح: ٣٨٧ عن إسحاق بن منصور وغيره به.

الْقِيَامَةِ».

فائدہ: گردنیں لمبی ہونے سے ان کی سربلندی اور سرفرازی کی طرف اشارہ ہے اور گردن کا حقیقت میں لمبا ہونا بھی مراد ہو سکتا ہے اور ظاہری معنی مراد لینا ہی زیادہ قرین صواب ہے۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ جب دوسرے لوگ پیاس کی وجہ سے پریشان ہو کر سر جھکائے ہوئے ہوں گے یا گناہوں کی وجہ سے نادم اور شرمندہ ہوں گے، اس لیے سرنگوں ہوں گے لیکن مؤذن اس وقت خوش اور آسودہ حال ہوں گے۔

٧٢٦- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عِيسٰى، أَخُو سُلَيْمٍ الْقَارِي، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ أَبَانَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لِيُؤَذِّنْ لَكُمْ خِيَارُكُمْ، وَلْيَؤُمَّكُمْ قُرَّاؤُكُمْ».

٧٢٦- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اذان وہ لوگ دیں جو زیادہ بہتر (نیک) ہوں، اور تمہیں نماز وہ افراد پڑھائیں جو قرآن پڑھنے والے (حافظ اور عالم) ہوں۔''

٧٢٧- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا مُخْتَارُ بْنُ غَسَّانَ: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ الأَزْرَقُ الْبُرْجُمِيُّ، عَنْ جَابِرٍ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، ح: وَحَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ الْفَرَجِ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ شَقِيقٍ: حَدَّثَنَا أَبُو حَمْزَةَ، عَنْ جَابِرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ أَذَّنَ مُحْتَسِباً سَبْعَ سِنِينَ، كَتَبَ [اللهُ] لَهُ بَرَاءَةً مِنَ النَّارِ».

٧٢٧- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے ثواب کی نیت سے سات سال (مسلسل) اذان دی، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جہنم سے نجات لکھ دیتا ہے۔''

٧٢٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى،

٧٢٨- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے،

٧٢٦ـ [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب من أحق بالإمامة، ح: ٥٩٠ عن عثمان به * حسين بن عيسٰى ضعيف، ضعفه الجمهور.

٧٢٧ـ [إسناده ضعيف جدًا] * جابر الجعفي تقدم حاله، ح: ٣٥٦، وللجعفي طريق آخر عند الترمذي، ح: ٢٠٦ واسْتَغْرَبَهُ، والحديث ضعفه العقيلي، والبغوي وغيرهما.

٧٢٨ـ [إسناده ضعيف] أخرجه ابن عدي وغيره، وصححه الحاكم: ١/ ٢٠٥، والذهبي * ابن جريج مدلس◀◀

وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ، قَالاَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ صَالِحٍ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ أَذَّنَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً، وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، وَكُتِبَ لَهُ، بِتَأْذِينِهِ، فِي كُلِّ يَوْمٍ، سِتُّونَ حَسَنَةً، وَلِكُلِّ إِقَامَةٍ ثَلاثُونَ حَسَنَةً».

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص بارہ برس تک اذان دیتا ہے اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے اور اس کے لیے روزانہ اذان کے عوض ساٹھ نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ہر اقامت کے عوض تیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔''

فائدہ: محض اللہ کی رضا کے لیے پابندی کے ساتھ اذان دینا ایک مشکل کام ہے جسے وہی شخص انجام دے سکتا ہے جس کے دل میں ایمان موجود ہو اور مسلسل بارہ سال تک یہ ذمہ داری نبھانا تو بہت ہی حوصلے کا کام ہے جسے اللہ تعالیٰ کی خاص توفیق کے بغیر انجام دینا ممکن نہیں، اس لیے یہ فریضہ ادا کرنے والے کے لیے یہ عظیم خوش خبری دی گئی ہے۔ یہ روایت بعض کے نزدیک صحیح ہے۔

(المعجم ٦) - بَابُ إِفْرَادِ الْإِقَامَةِ (التحفة ١٩)

باب:٦- اکہری تکبیر کہنا

٧٢٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْجَرَّاحِ: حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: الْتَمَسُوا شَيْئاً يُؤْذِنُونَ بِهِ عِلْماً لِلصَّلَاةِ، فَأُمِرَ بِلَالٌ أَنْ يَشْفَعَ الأَذَانَ وَيُوتِرَ الْإِقَامَةَ.

٧٢٩- حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: صحابۂ کرام ؓ کو کسی ایسی چیز کی تلاش تھی جس کو علامت بنا کر وہ نماز کی اطلاع دے سکیں۔ (آخر کار) حضرت بلال ؓ کو حکم دیا گیا کہ اذان میں دو دو بار کلمات کہیں اور اقامت میں ایک ایک بار کہیں۔

فائدہ: واقعے کی تفصیل کے لیے گزشتہ صفحات میں حدیث: ٧٠٦، ٧٠٨ اور ٧٠٩ ملاحظہ کیجیے۔

٧٣٠- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ

٧٣٠- حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ حضرت

◀◀ وعنعن، وفيه علة أخرى، وله شاهد ضعيف عند الحاكم.

٧٢٩ـ أخرجه البخاري، الأذان، باب بدء الأذان، ح: ٦٠٣، ومسلم، الصلاة، باب الأمر بشفع الأذان وإيتار الإقامة إلا كلمة الإقامة فإنها مثناة، ح: ٣٧٨ من خالد الحذاء به.

٧٣٠ـ [صحيح] انظر الحديث السابق.

الْجَهْضَمِيُّ : حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ ، عَنْ أَبِي قِلاَبَةَ ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ : أُمِرَ بِلاَلٌ أَنْ يَشْفَعَ الأَذَانَ وَيُوتِرَ الْإِقَامَةَ .

بلال ؓ کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ اذان کے کلمات دو دو بار کہیں اور اقامت کے کلمات ایک ایک بار۔

٧٣١- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَعْدِ بنِ عَمَّارِ بْنِ سَعْدٍ ، مُؤَذِّنِ رَسُولِ اللهِ ﷺ : حَدَّثَنِي أَبِي ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ أَنَّ أَذَانَ بِلاَلٍ كَانَ مَثْنٰى مَثْنٰى . وَإِقَامَتُهُ مُفْرَدَةٌ .

۷۳۱- حضرت سعد بن عمار بن سعد سے روایت ہے' انھوں نے اپنے والد سے اور انھوں نے ان کے دادا سے روایت کی کہ حضرت بلال ؓ کی اذان دوہری اور اقامت اکہری ہوتی تھی۔

فائدہ: مذکورہ روایت سنداً ضعیف ہے جبکہ متناً ومعناً صحیح ہے جیسا کہ گزشتہ حدیث سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے۔

٧٣٢- حَدَّثَنَا أَبُو بَدْرٍ ، عَبَّادُ بْنُ الْوَلِيدِ : حَدَّثَنِي مَعْمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ ، مَوْلَى النَّبِيِّ ﷺ : حَدَّثَنِي أَبِي ، مُحَمَّدُ ابْنُ عُبَيْدِ اللهِ ، عَنْ أَبِيهِ عُبَيْدِ اللهِ ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ : رَأَيْتُ بِلاَلاً يُؤَذِّنُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ ﷺ مَثْنٰى مَثْنٰى ، وَيُقِيمُ وَاحِدَةً .

۷۳۲- حضرت ابورافع ؓ' جو نبی ﷺ کے غلام تھے' سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: میں نے حضرت بلال ؓ کو رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں اذان کے کلمات دو دو بار اور اقامت کے کلمات ایک ایک بار کہتے دیکھا۔

فوائد ومسائل: ① اذان کی طرح اقامت اکہری اور دوہری دونوں طرح ثابت ہے۔ ② اگر اذان اکہری ہو تو اقامت بھی اکہری ہوگی جیسا کہ حضرت بلال ؓ کی روایات میں ہے جبکہ [قَد قَامَتِ الصَّلاةُ] کے الفاظ دو بار کہے جائیں گے کیونکہ نبئ اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں حضرت بلال کو یہی حکم تھا کہ وہ اذان کے کلمات دو دو بار اور اقامت کے الفاظ ایک ایک بار کہیں۔ اور یہی افضل و بہتر ہے۔ لیکن اگر اذان دوہری کہی جائے تو پھر اقامت بھی دوہری کہی جائے گی جیسا کہ حضرت ابومحذورہ ؓ کی روایت میں ہے' لہٰذا اکہری اذان کے ساتھ ہمیشہ دوہری اقامت کہنا درست نہیں۔ واللہ اعلم۔ دیکھیے: (صحيح البخاري ، الأذان ، باب بدء الأذان ، حديث:٦٠٣' ٦٠٦'

٧٣١ـ [إسناده ضعيف] انظر ، ح : ٧١٠ لعلته ، والحديث السابق ، ح : ٧٢٩ يغني عنه .

٧٣٢ـ [إسناده ضعيف] وقال البوصيري : "هٰذا إسناد ضعيف لاتفاقهم على ضعف معمر بن محمد بن عبيدالله وأبيه محمد" .

وسنن أبی داود، الصلاة، باب فی الإقامة، حدیث:۵۱۰٬۵۱۱) ③ یہ روایت صحیح روایات کے ہم معنی ہے‘ اس لیے بعض حضرات نے اس کو صحیح بھی کہا ہے۔

(المعجم ٧) - بَابُ إِذَا أُذِّنَ وَأَنْتَ فِي الْمَسْجِدِ فَلَا تَخْرُجْ (التحفة ٢٠)

باب:۷- اذان کے بعد مسجد سے نکلنے کی ممانعت کا بیان

٧٣٣- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُهَاجِرٍ، عَنْ أَبِي الشَّعْثَاءِ قَالَ: كُنَّا قُعُوداً فِي الْمَسْجِدِ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ، فَأَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ، فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْمَسْجِدِ يَمْشِي، فَأَتْبَعَهُ أَبُو هُرَيْرَةَ بَصَرَهُ حَتَّى خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ، فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: أَمَّا هٰذَا فَقَدْ عَصٰى أَبَا الْقَاسِمِ ﷺ.

۷۳۳- حضرت ابوشعثاء رحمہ اللہ سے روایت ہے‘ انھوں نے فرمایا: ہم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ (اسی اثناء میں) مؤذن نے اذان کہی۔ ایک آدمی مسجد سے اٹھا اور چل دیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس کی طرف دیکھتے رہے حتی کہ وہ مسجد سے نکل گیا۔ تب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس شخص نے حضرت ابوالقاسم ﷺ کی حکم عدولی کی ہے۔

فائدہ: اذان کے بعد بلاعذر مسجد سے نکلنا منع ہے‘ البتہ کوئی معقول عذر ہو تو پھر گنجائش ہے۔

٧٣٤- حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ: أَنْبَأَنَا عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ أَبِي فَرْوَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ، مَوْلٰى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُثْمَانَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ أَدْرَكَهُ الأَذَانُ فِي الْمَسْجِدِ، ثُمَّ خَرَجَ، لَمْ يَخْرُجْ لِحَاجَةٍ، وَهُوَ لاَ يُرِيدُ الرَّجْعَةَ، فَهُوَ مُنَافِقٌ».

۷۳۴- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے‘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص مسجد میں اذان ہو جانے کے بعد مسجد سے نکل گیا‘ وہ کسی مجبوری کی وجہ سے نہیں نکلا اور واپس آنے کا ارادہ بھی نہیں رکھتا تو وہ منافق ہے۔“

٧٣٣ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب النهي عن الخروج من المسجد إذا أذن المؤذن، ح: ٦٥٥ عن ابن أبي شيبة به.

٧٣٤ـ [ضعيف] * ابن أبي فروة تقدم، ح: ٣٤٥، عبدالجبار ضعيف كما في التقريب وغيره، ولبعض الحديث شواهد عند الطبراني في الأوسط: ٤/ ٥٠١،٥٠٢، ح: ٣٨٥٤، والبيهقي: ٣/ ٥٦ وغيرهما، ترغيب: ١/ ١٨٩، وقال رواته محتج بهم في الصحيح.

فوائد و مسائل: ① مذکورہ روایت کو ہمارے محقق نے سنداً ضعیف قرار دیا ہے جبکہ بعض محققین نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (الصحیحة' رقم:۲۵۱۸) ② اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے بلا وجہ نماز باجماعت کی فضیلت کو ترک کیا ہے اور نیکی سے محبت رکھنے والا مومن ایسی حرکت نہیں کر سکتا۔

مساجد کی اہمیت وفضیلت

اسلامی ریاست اور مسلم معاشرے کی تعمیرات میں سب سے اہم عمارت مسجد ہے۔ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام نے اس کائنات میں آنے کے بعد سب سے پہلے المسجد الحرام کو تعمیر کیا' امتدادِ زمانہ کے باعث اس کے آثار مٹ گئے تو اسی مقام پر حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت اسماعیل ذبیح علیہما السلام نے حرم کعبہ کی تعمیر نو کی۔ اس اولین عبادت گاہ کے بعد سب سے اہم مسجد الاقصیٰ ہے' جسے واقعۂ معراج کے باعث بہت اہمیت حاصل ہے۔ ان ہر دو مساجد کے بعد مسجد نبوی کو ایک خصوصی فضیلت حاصل ہے۔ صحیح احادیث کے مطابق کسی مسلمان کے لیے ان مذکورہ تین مساجد کے علاوہ زیارت (تقرب) کی نیت سے سفر کرنا درست نہیں ہے۔

ابتدائے اسلام میں مکہ مکرمہ میں صرف حرم کعبہ ہی میں عبادت اور نوافل ادا کیے جاتے رہے' مگر ہجرت کے بعد جب منظم اسلامی ریاست وجود میں آئی تو سب سے پہلے قباء کے مقام پر آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے مسجد تعمیر کی اور پھر مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کی تعمیر کی جس میں آپ کے علاوہ انصار ومہاجرین نے ذوق وشوق سے حصہ لیا۔

ان تاریخی مساجد کے علاوہ آج مسلم اور غیر مسلم ممالک میں بلا مبالغہ لاکھوں کی تعداد میں مسجدیں تعمیر ہو رہی ہیں۔ ان کے علاوہ عالم اسلام میں گزشتہ نصف صدی میں جس قدر مساجد تعمیر ہوئی ہیں' یہ امت مسلمہ اور اس کے نیک دل حکمرانوں کی دین وشریعت سے دلچسپی کا آئینہ دار ہیں۔ احادیث کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ مساجد کی بے جا تزئین وآرائش کی نسبت ان کی آبادی پر زیادہ توجہ دی جانی چاہیے۔

مسجدوں کی سادگی اور پاکیزگی مطلوب ہے' البتہ موسمی اور مقامی جغرافیائی حالات کے باعث ان کی تعمیر اور سٹرکچر (ساخت) میں پختگی کو ملحوظ رکھنا درست ہے۔ مسجدوں کی وسعت اور فراخی بھی اسی صورت میں مطلوب ہے کہ وہ نمازیوں اور ذاکرین کے ساتھ آباد ہوں۔ نبیٔ مکرم ﷺ نے پوری روئے زمین کو مسجد قرار دے کر اس کائنات کی پاکیزگی پر توجہ دلائی ہے۔ یوں تو شرعاً نماز ہر پاک جگہ پر ادا کی جا سکتی ہے مگر مساجد کے احکام وآداب صرف انہی مقامات پر لاگو ہوں گے جہاں باقاعدہ مسجد کی چار دیواری اور تعمیر موجود ہو۔ عالم اسلام کی بتدریج وسعت کے نتیجے میں مسلمانوں نے شرعی ضوابط کے ساتھ غیر مسلموں کے معابد کو یا تو گرا کر مسجدیں تعمیر کیں یا ان کی عمارتوں کی ہیئت کو اس درجہ تبدیل کر دیا کہ وہ مسجد کی اصطلاح کے زمرے میں شمار کی جا سکیں۔ مسجد کے لیے زمین کی خریداری' عمارت اور دوسری ضروریات کے لیے ساز وسامان کی فراہمی پر روپیہ صرف کرنا ایک مستحسن عمل ہے' جس کی بابت صحیح احادیث میں فرمایا گیا ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی مسجد کی تعمیر پر بھی اللہ تعالیٰ جنت کے گھر کی خوشخبری دیتا ہے۔

مساجد میں روشنی' وضو اور دیگر ضرورتوں کی فراہمی کے لیے اجرت کا وصول کرنا جائز ہے۔ اگر کوئی بلا معاوضہ زمین' عمارت کے سامان کی فراہمی یا دیگر ضروریات کا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے انتظام کرے تو جائز اور مستحسن ہے۔ یوں تو روئے زمین کے ہر پاکیزہ قطعے پر نماز ادا کرنا درست ہے مگر صحیح احادیث کے مطابق درج ذیل مقامات پر نماز کی ادائیگی درست نہ ہوگی: کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ' جانوروں کے ذبح خانے' قبرستان' شارع عام کے درمیان' غسل خانے' اونٹوں کے باڑے اور کعبۃ اللہ کی چھت۔

آپ ﷺ نے مسجدوں میں تھوک دینے اور بلغم تھوکنے اور ناک سنکنے سے منع فرمایا۔ انھیں شارع عام اور راہ گزر بنانے' ہتھیاروں کی نمائش' تیر اور کمان کی ورزش کرنے اور ان میں کچے گوشت اور دوسری بدبودار اشیاء کے لانے سے منع کیا۔ جب بدبودار اشیاء استعمال کر کے مسجد میں آنا منع ہے تو ان کا لانا

کیسے درست ہو سکتا ہے۔ اسی طرح مسجدوں میں فیصلے تو کیے جا سکتے ہیں مگر ان پر عمل درآمد کے لیے قصاص یا کوڑے نہیں لگائے جا سکتے۔ مسجد کے احاطے کو خرید و فروخت اور منڈی کا درجہ نہ دیا جائے' البتہ ان کے مالی انتظام کے لیے اگر مساجد کے وہ بیرونی حصے جن کا مسجد کے افعال میں کوئی دخل نہ ہو' تعمیر کرنا اور کرایے پر دینے کا جواز ہے۔ لیکن اگر مساجد کے ماحول کو مارکیٹ کے ماحول میں تبدیل کرنے سے احتراز کیا جائے تو زیادہ مستحسن ہے۔ مساجد میں لغو' بے معنی اور شرک سے لتھڑی ہوئی شاعری' نغمہ گوئی یا گائیکی ممنوع ہے۔

مساجد اسلامی معاشرت کی تعمیر میں بہت بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے مسجد نبوی کو اسلامی ریاست کا دار الخلافہ' غزوات و سرایا کی تنظیم' امور سلطنت کی مشاورت' بیت المال' دار القضا' جامعۃ العلوم' سول سیکرٹریٹ' سٹیٹ گیسٹ ہاؤس اور بعض اوقات دیگر مثبت اور مخصوص تعمیری مقاصد کے لیے بھی استعمال کیا ہے مگر قرآن مجید نے مساجد کو اللہ تعالیٰ کے ذکر و عبادت کے لیے مخصوص کیا جہاں پر رکوع و سجود' مسنون اذکار و وظائف' وعظ و تبلیغ' تلاوت قرآن اور درس و تدریس کی مشغولیت ہی سب سے بہتر امور ہیں۔

مساجد کی خدمت اور ان کی آباد کاری کے لیے انتظام و انصرام مسلمانوں کا بنیادی فرض ہے مگر آج کل جس زور و شور سے مساجد کو غیر مسنون اعمال کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے اس پر سنجیدگی سے غور و فکر کی ضرورت ہے۔ مساجد کی اہمیت و فضیلت اور ان کے بارے میں دیگر احکام و آداب کے مطالعے کے لیے آئندہ صفحات کی احادیث اور ان کے فوائد و مسائل کا مطالعہ کیجیے۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

(المعجم ٤) أَبْوَابُ الْمَسَاجِدِ وَالْجَمَاعَاتِ (التحفة ...)

مسجد اور نماز با جماعت کے مسائل

(المعجم ١) - بَابُ مَنْ بَنَى للهِ مَسْجِداً (التحفة ٢١)

٧٣٥- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ، ح: وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْجَعْفَرِيُّ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ مُحَمَّدٍ جَمِيعاً عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أُسَامَةَ بْنِ الْهَادِ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ أَبِي الْوَلِيدِ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سُرَاقَةَ الْعَدَوِيِّ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ بَنَى مَسْجِداً يُذْكَرُ فِيهِ اسْمُ اللهِ، بَنَى اللهُ لَهُ بَيْتاً فِي الْجَنَّةِ».

باب:۱- اللہ کی رضا کے لیے مسجد تعمیر کرنے والے کا ثواب

۷۳۵- حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: ”جس نے مسجد کی تعمیر کی، جس میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر تیار کرے گا۔“

فوائد و مسائل: ① اللہ کے ذکر سے مراد نماز کی ادائیگی بھی ہے اور دیگر اذکار و وظائف بھی۔ اس کے علاوہ اس میں وعظ و تبلیغ اور درس و تدریس بھی شامل ہے۔ ② مسجد کی تعمیر میں حصہ لینے والے کے لیے یہ عظیم خوش خبری ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بناتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص جنت میں ضرور داخل ہوگا۔

٧٣٥ـ [صحيح] أخرجه أحمد: ١/ ٢٠ بسنده عن ليث به * عثمان بن عبدالله عن عمر مرسل (تهذيب الكمال وغيره)، وللحديث شواهد صحيحة.

٧٣٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مَحْمُودِ بْنِ لَبِيدٍ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ بَنٰى لِلّٰهِ مَسْجِداً، بَنَى اللهُ لَهُ مِثْلَهُ فِي الْجَنَّةِ».

۷۳۶- حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اللہ (کی رضا حاصل کرنے) کے لیے مسجد تعمیر کی' اللہ اس کے لیے جنت میں ویسا ہی (گھر) تیار کرے گا۔''

فوائد و مسائل: ① ''اللہ کے لیے'' مسجد بنانے کا مطلب یہ ہے کہ خلوص سے یہ عمل کیا جائے۔ اخلاص کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔ ② ''ویسا ہی گھر'' فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح مسجد کو دوسرے گھروں پر فضیلت حاصل ہوتی ہے' جنت میں اس شخص کو ایسا گھر ملے گا جو دوسرے لوگوں کے گھروں سے عمدہ اور افضل ہوگا۔ یا یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ جس قدر عمدہ مسجد بنانے کی کوشش کرے گا' اسی نسبت سے جنت کا گھر بھی عمدہ ہوگا۔

٧٣٧- حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عُثْمَانَ الدِّمَشْقِيُّ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنِ ابْنِ لَهِيعَةَ: حَدَّثَنِي أَبُو الأَسْوَدِ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ بَنٰى مَسْجِدًا لِلّٰهِ [مِنْ مَالِهِ]، بَنَى اللهُ لَهُ بَيْتاً فِي الْجَنَّةِ».

۷۳۷- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اپنے مال سے اللہ کے لیے مسجد تعمیر کی' اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر تیار کرے گا۔''

فائدہ: مذکورہ روایت سنداً ضعیف ہے' لیکن معناً صحیح ہے کیونکہ مسئلہ وہی ہے جو گزشتہ حدیث میں بیان ہوا ہے۔

٧٣٨- حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الأَعْلٰى: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ نَشِيطٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ النَّوْفَلِيِّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ،

۷۳۸- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اللہ کے لیے قطات کے گھونسلے جتنی یا اس سے بھی چھوٹی مسجد بنائی' اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر تیار کرے گا۔''

٧٣٦ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب فضل بناء المساجد والحث عليها، ح: ٥٣٣ من حديث عبدالحميد به.

٧٣٧ـ [إسناده ضعيف] وقال البوصيري: "هٰذا إسناد ضعيف، الوليد مدلس، وابن لهيعة ضعيف"، والحديث السابق شاهد له.

٧٣٨ـ [إسناده صحيح] وقال البوصيري: "هٰذا إسناد صحيح".

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ بَنَى مَسْجِداً لِلَّهِ كَمَفْحَصِ قَطَاةٍ، أَوْ أَصْغَرَ، بَنَى اللهُ لَهُ بَيْتاً فِي الْجَنَّةِ».

فوائد و مسائل: ① ''قطات'' کبوتر کی طرح کا ایک چھوٹا سا پرندہ ہے' جو زمین ہی پر تھوڑی سی جگہ بنا کر وہاں انڈے دے دیتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مذکورہ بشارت صرف بڑی اور عظیم مسجد تعمیر کرنے والے کے لیے نہیں بلکہ جو شخص مسجد کی تعمیر میں معمولی سا حصہ بھی لینا چاہے، اور وہ اسی قدر حصہ لے سکتا ہے' اسے بھی پورا ثواب ملے گا۔ ② اللہ تعالیٰ کے ہاں اعمال کی ظاہری مقدار کی بجائے اس خلوص اور کوشش کی اہمیت ہے' جو کوئی شخص کسی نیکی کے لیے کرتا ہے۔

(المعجم ٢) - بَابُ تَشْيِيدِ الْمَسَاجِدِ (التحفة ٢٢)

باب:۲- مسجدوں کی سجاوٹ

٧٣٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْجُمَحِيُّ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَتَبَاهَى النَّاسُ فِي الْمَسَاجِدِ».

۷۳۹- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت نہیں آئے گی' حتی کہ لوگ مسجدوں میں فخر کرنے لگیں گے۔''

فوائد و مسائل: ① جن اعمال کو قرب قیامت کی علامت قرار دیا گیا ہے' وہ ناپسندیدہ ہیں' یعنی یہ اعمال وہ لوگ کریں گے جو دین کی اصل روح سے بے گانہ اور دین کی صحیح تعلیمات سے ناواقف ہوں گے۔ ② ''مسجدوں میں فخر'' کے دو مطلب بیان کیے گئے ہیں: ایک تو یہ کہ مسجدوں میں دین سیکھنے سکھانے یا ذکر و تلاوت اور نماز میں مشغول ہونے کے بجائے ایسی باتوں میں مشغول ہو جائیں گے جن میں ایک دوسرے پر مال و دولت وغیرہ میں کثرت پر فخر کا اظہار ہوگا جو مسجد سے باہر بھی نہیں کرنا چاہیے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ مسجدوں کی تعمیر میں فخر کریں گے۔ ان کی توجہ مسجد کی آبادی اور نماز باجماعت کی پابندی کی طرف ہونے کے بجائے مسجدوں کی ظاہری شان و شوکت کی طرف ہوگی۔ یہ دونوں کام برے ہیں اور ان سے اجتناب ضروری ہے۔ امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اس حدیث کو جس عنوان کے تحت ذکر کیا ہے' اس سے اشارہ ملتا ہے کہ ان کے نزدیک حدیث کا دوسرا مطلب زیادہ صحیح ہے۔ ③ باب کا عنوان

٧٣٩- [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب في بناء المساجد، ح: ٤٤٩ من حديث حماد به، وصححه ابن خزيمة: ٢/ ٢٨٢.

"تشييد المساجد" ہے۔ اس تَشْيِيد کے دو مطلب ہیں: ایک لمبی چوڑی عمارتیں بنانا جیسے کہ ہم آج کل دیکھتے ہیں کہ مسجدیں تو بہت وسیع بنائی جاتی ہیں' عمارت بلند و بالا تیار کی جاتی ہے لیکن نماز کے وقت بمشکل ایک آدھ صف پر ہوتی ہے جبکہ اصل اہمیت اس بات کو ہے کہ ہر نماز کے وقت تمام مسلمان مسجد میں آ کر نماز پڑھیں' پھر اگر ضرورت محسوس کی جائے تو مسجد میں مزید جگہ شامل کر لی جائے۔ تَشْيِيد کا دوسرا مطلب ہے عمارت کو چونا گچ بنانا' قدیم زمانے میں عمارت کو محفوظ بنانے کا یہ طریقہ تھا۔ آج کل بہتر سے بہتر سیمنٹ سریا وغیرہ استعمال کیا جاتا ہے' سنگ مرمر اور ٹائلوں سے دیواروں اور چھت کو مضبوط اور مزین کیا جاتا ہے' جبکہ اس سے زیادہ ضرورت ایمان و تقویٰ کو مضبوط کرنے کی اور مسجدوں میں پابندی سے حاضر ہونے کی ہے' البتہ مقامی موسمی حالات کے لحاظ سے تعمیر میں مناسب حفاظتی تدابیر کا خیال رکھنا منع نہیں۔

٧٤٠- حَدَّثَنَا جُبَارَةُ بْنُ الْمُغَلِّسِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْكَرِيمِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْبَجَلِيُّ، عَنْ لَيْثٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَرَاكُمْ سَتُشَرِّفُونَ مَسَاجِدَكُمْ بَعْدِي كَمَا شَرَّفَتِ الْيَهُودُ كَنَائِسَها، وَكَمَا شَرَّفَتِ النَّصَارٰى بِيَعَهَا».

۷۴۰- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں دیکھتا ہوں (مجھے یقین ہے) کہ تم لوگ میرے بعد اس طرح اونچی اونچی مسجدیں بناؤ گے' جس طرح یہودیوں نے اپنے عبادت خانے اور عیسائیوں نے اپنے گرجے اونچے اونچے بنائے۔''

٧٤١- حَدَّثَنَا جُبَارَةُ بْنُ الْمُغَلِّسِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْكَرِيمِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا سَاءَ عَمَلُ قَوْمٍ قَطُّ إِلَّا زَخْرَفُوا مَسَاجِدَهُمْ».

۷۴۱- حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس قوم کے اعمال خراب ہو جاتے ہیں' وہ مسجدوں کو مزین کرنے لگتی ہے۔''

(المعجم ٣) - بَابُ أَيْنَ يَجُوزُ بِنَاءُ الْمَسَاجِدِ (التحفة ٢٣)

باب: ۳- مسجد کس جگہ بنانا جائز ہے؟

٧٤٠- [إسناده ضعيف جدًا] وقال البوصيري: "هٰذا إسناد ضعيف، فيه ليث وهو ابن أبي سليم ضعيف، وجبارة بن المغلس وهو كذاب"، والبجلي مستور.

٧٤١- [إسناده ضعيف جدًا] انظر الحديث السابق لعلته، وح: ٤٦.

٧٤٢- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ الضُّبَعِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ مَوْضِعُ مَسْجِدِ النَّبِيِّ ﷺ لِبَنِي النَّجَّارِ، وَكَانَ فِيهِ نَخْلٌ وَمَقَابِرُ لِلْمُشْرِكِينَ، فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ: «ثَامِنُونِي بِهِ». قَالُوا: لاَ نَأْخُذُ لَهُ ثَمَناً أَبَداً، قَالَ: فَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَبْنِيهِ وَهُمْ يُنَاوِلُونَهُ، وَالنَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ: «أَلاَ إِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الآخِرَةِ، فَاغْفِرْ لِلأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ» قَالَ: وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي قَبْلَ أَنْ يَبْنِيَ الْمَسْجِدَ حَيْثُ أَدْرَكَتْهُ الصَّلاَةُ.

۷۴۲- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: مسجد نبوی کی جگہ (مسجد بننے سے پہلے) بنونجار کی ملکیت تھی۔ وہاں کھجور کے کچھ درخت اور مشرکوں کی چند قبریں تھیں۔ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: ''مجھ سے اس زمین کا سودا کرلو۔'' انھوں نے کہا: ہم تو اس کی قیمت ہرگز نہیں لیں گے۔ (اس جگہ کو مسجد کے لیے وقف کر دیا) چنانچہ نبی ﷺ نے تعمیر شروع کر دی اور صحابۂ کرام آپ ﷺ کو گارا مٹی دیتے جاتے تھے اور رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے: ''اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔ اے اللہ! انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما دے۔'' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مسجد کی تعمیر سے پہلے نبی ﷺ جہاں نماز کا وقت ہو جاتا' وہیں نماز پڑھ لیتے تھے۔

فوائد و مسائل: ① مسجد کے لیے زمین خریدنا جائز ہے اور زمین کا مالک مسجد کے لیے انتظامیہ کے ہاتھ زمین فروخت کر سکتا ہے۔ اسی طرح مسجد کے دوسرے کاموں کے لیے' مثلاً: تعمیر و مرمت' پانی اور بجلی کے نظام کی تنصیب کی محنت پر اجرت وصول کرنا جائز ہے۔ ② مسجد کے لیے زمین مفت دے دینا' یا مسجد کے کام بلا معاوضہ کر دینا اور مسجد کی ضرورت کی اشیاء بلا قیمت دے دینا' افضل اور بہت ثواب کا باعث ہے۔ ③ رسول اللہ ﷺ ثواب کے کام میں بنفس نفیس شریک ہوتے تھے۔ اسی طرح محلے یا قبیلے کا معزز فرد اور عالم اگر خود ایسے کاموں میں شریک ہو تو اچھی بات ہے کیونکہ اس سے دوسروں کو ترغیب ہوتی ہے اور جو لوگ پہلے سے کام میں شریک ہیں' ان کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ ④ غیر مسلموں کی قبروں کا وہ احترام نہیں جو مسلمانوں کی قبروں کا ہے' اس لیے انھیں بوقت ضرورت مسمار کیا جا سکتا ہے۔ ⑤ قبرستان میں نماز پڑھنا منع ہے لیکن اگر قبروں کے نشانات ختم ہو جائیں تو وہ جگہ عام زمین کے حکم میں ہو جائے گی' پھر وہاں مسجد بنائی جا سکتی ہے۔ ⑥ اسی طرح بت خانہ اور گرجا وغیرہ مسمار کر کے وہاں مسجد تعمیر کرنا درست ہے۔ یا عمارت میں اس انداز سے تبدیلی کر لی جائے کہ ظاہری طور پر بت خانہ یا گرجا معلوم نہ ہو' مسجد معلوم ہو۔ ⑦ ایسے شعر پڑھنا اور سننا جائز ہیں' جن کے الفاظ و معانی میں کوئی خلاف شریعت چیز نہ ہو لیکن موسیقی کے آلات

٧٤٢ـ أخرجه البخاري، الصلاة، باب هل تنبش قبور مشركي الجاهلية . . . الخ، ح: ٤٢٨، ١٨٦٨، وغيرهما، ومسلم، المساجد، باب ابتناء مسجد النبي ﷺ، ح: ٥٢٤ من حديث أبي التياح به.

کا استعمال حرام ہے۔ ⑧ جہاں مسجد قریب نہ ہو وہاں کسی بھی مناسب جگہ نماز ادا کی جاسکتی ہے، اس سے اس جگہ پر مسجد کے احکام لاگو نہیں ہوں گے جب تک مسجد کی نیت سے عمارت نہ بنالی جائے۔

٧٤٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى: حَدَّثَنَا أَبُو هَمَّامٍ الدَّلَّالُ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ السَّائِبِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عِيَاضٍ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَمَرَهُ أَنْ يَجْعَلَ مَسْجِدَ الطَّائِفِ حَيْثُ كَانَ طَاغِيَتُهُمْ.

۷۴۳- حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں طائف میں اس جگہ مسجد بنانے کا حکم دیا' جہاں ان کا بت ہوا کرتا تھا۔

فائدہ: یہ روایت تو سنداً ضعیف ہے لیکن اس میں بیان کردہ بات دوسرے دلائل کی رو سے صحیح ہے۔ طائف کی یہ مسجد بھی وہیں تعمیر ہوئی تھی جہاں لات بت کا بت خانہ اور آستانہ تھا۔ معلوم ہوا کہ حکومت اسلامیہ میں کفار کے معابد کو مساجد میں تبدیل کرنا جائز ہے' بالخصوص اس صورت میں جب کہ کسی ملک کو فتح کیا جائے۔ نیز تاریخی طور پر یہ بھی ثابت ہے کہ عالمگیر بادشاہ نے بھی ہندوستان میں کفار کے معابد پر مساجد تعمیر کروائیں' دیکھیے: عون المعبود.

٧٤٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ أَعْيَنَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، وَسُئِلَ عَنِ الْحِيطَانِ تُلْقَى [فِيهَا] الْعَذِرَاتُ، فَقَالَ: «إِذَا سُقِيَتْ مِرَاراً فَصَلُّوا فِيهَا». يَرْفَعُهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ.

۷۴۴- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان سے ان باغوں کے بارے میں سوال کیا گیا' جن میں نجاست (کھاد کے طور پر) ڈالی جاتی ہے' تو انھوں نے فرمایا: جب انھیں کئی بار پانی دے دیا جائے تو (اس کے بعد) ان میں نماز پڑھ لو۔ انھوں نے یہ بات نبی ﷺ کی طرف منسوب کی ہے۔

فوائد و مسائل: ① [حِيطَان] حائط کی جمع ہے جس کے لغوی معنی چار دیواری کے ہیں۔ اہل عرب باغوں کے گرد چار دیواری بناتے تھے' اس لیے باغ کو بھی حائط کہا جاتا ہے۔ اس حدیث میں اگر حائط سے مراد چار دیواری ہو تو یہ مطلب ہوگا کہ اس خالی جگہ پر کوڑا کرکٹ پھینکا جاتا ہے۔ اگر حائط سے باغ مراد ہو تو کوڑا کرکٹ یا گوبر وغیرہ ڈالنے کا مقصد اس سے کھاد کا فائدہ حاصل کرنا ہی ہوسکتا ہے۔ ② روایت ضعیف ہے' اس لیے اس سے وہ مسئلہ ثابت

٧٤٣ـ [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب في بناء المساجد، ح: ٤٥٠ من حديث أبي همام به * محمد بن عبدالله بن عياض لم يوثقه غير ابن حبان فهو مجهول الحال.

٧٤٤ـ [إسناده ضعيف] وقال البوصيري: "هٰذا إسناد ضعيف لتدليس ابن إسحاق" * وعمرو بن عثمان بن سيار الرقي ضعيف كما في التقريب.

نہیں ہوتا جو اس میں بیان کیا گیا ہے۔ تاہم خشک زمین پر نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ ساری زمین کو نبی ﷺ (اور آپ کی امت) کے لیے سجدہ گاہ اور پاک بنا دیا گیا ہے۔

(المعجم ٤) - بَابُ الْمَوَاضِعِ الَّتِي تُكْرَهُ فِيهَا الصَّلَاةُ (التحفة ٢٤)

باب:۴- جہاں نماز پڑھنا مکروہ ہے

٧٤٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو ابْنِ يَحْيٰى، عَنْ أَبِيهِ. وَحَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدٌ، إِلَّا الْمَقْبُرَةَ وَالْحَمَّامَ».

۷۴۵- حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قبرستان اور غسل خانے کے سوا ساری زمین مسجد ہے۔''

فوائد و مسائل: ① جہاں قبر سامنے ہو وہاں نماز پڑھنے سے منع ہونے میں یہ حکمت ہے کہ ظاہری طور پر قبر کو سجدہ کی صورت نہ بنے۔ اگر چہ ارادہ قبر یا صاحب قبر کو سجدہ کرنے کا نہ ہو۔ نماز جنازہ میں بھی رکوع اور سجدہ مقرر نہیں کیا گیا کیونکہ میت سامنے ہوتی ہے تاکہ ظاہری طور پر بھی سجدہ کی صورت نہ بن جائے' اسی وجہ سے جو شخص کسی کے جنازہ میں شریک نہیں ہو سکا' وہ بعد میں اس کی قبر پر جنازہ پڑھ سکتا ہے۔ دیکھیے: (سنن ابن ماجه' حديث:۱۵۲۷' ۱۵۳۳) ② بعض لوگ کسی نبی یا ولی کی قبر کے پاس مسجد بنا لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ مدفون ہستی کی برکات کی وجہ سے یہاں نماز پڑھنا افضل ہے' حالانکہ یہ بھی شرعاً منع ہے' اگر چہ نماز پڑھتے وقت قبر سامنے نہ بھی ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بزرگوں اور انبیاء کی قبروں پر عبادت گاہیں بنانا یہود و نصاریٰ کی عادت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے۔ ارشاد نبوی ہے: ''اللہ کی لعنت ہو یہود و نصاریٰ پر جنھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنا لیا۔'' (صحيح البخاري' الصلوٰة' حديث:۴۳۵' ۴۳۶ و صحيح مسلم' المساجد' باب النهي عن بناء المساجد على القبور...... حديث:۵۲۹) ③ بعض لوگ مسجد میں قبر کے جواز کے لیے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ حطیم میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبر ہے حالانکہ وہ کعبہ کا حصہ ہے۔ اسی طرح مسجد نبوی میں نبی اکرم ﷺ' حضرت ابوبکر اور عمر ؓ کی قبریں ہیں۔ یہ دلیل اس لیے درست نہیں کہ حطیم میں اگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبر ہونا ثابت بھی ہو تو اس کا نشان مٹ چکا ہے' لہٰذا وہ قبر کے حکم میں نہیں رہی۔ اور نبی اکرم ﷺ اور شیخین ؓ کی قبریں مسجد نبوی سے باہر بنائی

٧٤٥- [إسناده صحيح] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب في المواضع التي لا تجوز فيها الصلاة، ح: ٤٩٢، وعلقه الترمذي من حديث حماد به، وصححه ابن خزيمة، وابن حبان، والحاكم، والذهبي.

گئی تھیں۔ ان کو مسجد میں شامل کرنے کا حکم نہ اللہ نے دیا' نہ اس کے رسول ﷺ نے' نہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ایسا کیا۔ بعد کے زمانوں کے غلط کام کسی شرعی مسئلہ کی دلیل نہیں بن سکتے۔ ویسے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مبارکہ' جس میں یہ قبریں موجود ہیں' چاروں طرف سے بند ہے' وہاں جانا ممکن نہیں' اس طرح گویا انھیں مسجد سے الگ کر دیا گیا ہے۔ اس کے باوجود محتاط علمائے کرام یہی کہتے ہیں کہ اگر دور حاضر کے حکام اس حصے کو دیوار کے ذریعے سے مسجد سے الگ کر دیتے جہاں آنے جانے کا راستہ بالکل الگ ہوتا تو یہ بہت بہتر ہوتا۔

٧٤٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ جَبِيرَةَ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ يُصَلَّى فِي سَبْعِ مَوَاطِنَ: فِي الْمَزْبَلَةِ، وَالْمَجْزَرَةِ، وَالْمَقْبَرَةِ، وقَارِعَةِ الطَّرِيقِ، وَالْحَمَّامِ، ومَعَاطِنِ الْإِبِلِ، وَفَوْقَ الْكَعْبَةِ.

۷۴۶- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے سات جگہوں میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا: کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ' مذبح (جانور ذبح کرنے کی جگہ) میں' قبرستان میں' عام راستے میں' غسل خانے میں' اونٹوں کے باڑے میں' اور کعبہ شریف کے اوپر (چھت پر۔)

٧٤٧- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ دَاوُدَ، وَ مُحَمَّدُ ابْنُ أَبِي الْحُسَيْنِ، قَالاَ: حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «سَبْعُ مَوَاطِنَ لاَ تَجُوزُ فِيهَا الصَّلاَةُ: ظَاهِرُ بَيْتِ اللهِ، وَالْمَقْبَرَةُ، وَالْمَزْبَلَةُ،

۷۴۷- حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سات جگہ نماز پڑھنا جائز نہیں۔ بیت اللہ کی چھت پر' قبرستان میں' کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ' مذبح (جانور ذبح کرنے کی جگہ) میں' غسل خانے میں' اونٹوں کے باڑے میں' اور عام راستے کے درمیان میں۔''

٧٤٦- [إسناده ضعيف] أخرجه الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في كراهية ما يصلى إليه وفيه، ح:٣٤٦ من حديث عبدالله بن يزيد المقرىء به، وقال: "إسناده ليس بذاك القوي، وقد تكلم في زيد بن جبيرة من قبل حفظه"، وهو متروك كما في التقريب وغيره، وقال الساجي: "حدث عن داود بن الحصين بحديث منكر جدًا" (التهذيب)، والحديث الآتي يغني عنه.

٧٤٧- [إسناده ضعيف] أخرجه البزار (البحر الزخار)، ح:١٦١، وأحمد بن سلمان النجاد في مسند عمر، ح:٧١ من طريق أبي صالح كاتب الليث عن الليث عن عبدالله بن عمر العمري عن نافع به، وكذا علقه الترمذي، ح:٣٤٧، والعمري سقط ذكره من سند ابن ماجه، راجع التلخيص: ١/ ٢١٥ وغيره * وأبوصالح ضعيف في غير ما يروى عنه الحذاق كالبخاري وغيره، والحديث ضعفه البوصيري.

وَالْمَجْزَرَةُ، وَالْحَمَّامُ، وَعَطَنُ الْإِبِلِ، وَمَحَجَّةُ الطَّرِيقِ».

فوائد ومسائل: ① روایت سنداً ضعیف ہونے کے باوجود یہ مسئلہ درست ہے کہ نجاست کی جگہ پر نماز پڑھنے سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ نبی ﷺ کا حکم ہے کہ مسجدوں کو پاک صاف رکھا جائے اور وہاں خوشبو استعمال کی جائے۔ دیکھیے: (سنن ابن ماجه، حدیث:۷۵۸) ② مذبح (جانور ذبح کرنے کی جگہ) میں بھی یہ سب کچھ پایا جاتا ہے، اس لیے وہاں بھی نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ غسل خانے اور قبرستان میں ممانعت کی حدیث صحیح ہے۔ دیکھیے: (سنن ابن ماجه، حدیث:۷۴۵)

(المعجم ٥) - بَابُ مَا يُكْرَهُ فِي الْمَسَاجِدِ (التحفة ٢٥)

باب:۵-مسجدوں میں جو کام مکروہ ہیں

٧٤٨- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيدِ بْنِ كَثِيرِ بْنِ دِينَارٍ الْحِمْصِيُّ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حِمْيَرَ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ جَبِيرَةَ الأَنْصَارِيُّ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: «خِصَالٌ لاَ تَنْبَغِي فِي الْمَسْجِدِ: لاَ يُتَّخَذُ طَرِيقاً، وَلاَ يُشْهَرُ فِيهِ سِلاَحٌ، وَلاَ يُقْبَضُ فِيهِ بِقَوْسٍ وَلاَ يُنْشَرُ فِيهِ نَبْلٌ، وَلاَ يُمَرُّ فِيهِ بِلَحْمٍ نَيِّءٍ، وَلاَ يُضْرَبُ فِيهِ حَدٌّ وَلاَ يُقْتَصُّ فِيهِ مِنْ أَحَدٍ، وَلاَ يُتَّخَذُ سُوقاً».

۷۴۸-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو کام مسجد میں کرنے مناسب نہیں، وہ یہ ہیں: اسے راہ گزر نہ بنایا جائے، اس میں کسی ہتھیار کی نمائش نہ کی جائے، کمان نہ پکڑی جائے، (ترکش سے) تیر نہ نکالے جائیں، اس میں کچا گوشت نہ لے جایا جائے، (مجرم پر) حد نہ لگائی جائے، کسی سے قصاص نہ لیا جائے اور اسے بازار نہ بنایا جائے (خرید وفروخت نہ کی جائے۔)“

٧٤٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ الْكِنْدِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الأَحْمَرُ، عَنِ ابْنِ عَجْلاَنَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ،

۷۴۹-حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد (حضرت شعیب بن محمد رحمہ اللہ) سے، اور وہ اپنے دادا (حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما) سے روایت کرتے ہیں کہ

٧٤٨ـ [إسناده ضعيف جدًا] أخرجه ابن عدي، انظر، ح: ٧٤٦ لعلته، وضعفه البوصيري.

٧٤٩ـ [إسناده حسن] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب التحلق يوم الجمعة قبل الصلاة، ح: ١٠٧٩ من حديث ابن عجلان به، وحسنه الترمذي، ح: ٣٢٢ * ابن عجلان صرح بالسماع عند أحمد.

عَنْ جَدِّهِ قَالَ: نَهٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ الْبَيْعِ وَالِابْتِيَاعِ وَعَنْ تَنَاشُدِ الأَشْعَارِ فِي الْمَسَاجِدِ.

انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں خرید وفروخت اور شعر گوئی سے منع فرمایا۔

فوائد ومسائل: ① اس حدیث سے گزشتہ حدیث نمبر (۷۴۸) میں مذکور ایک اور مسئلہ کی تائید ہوگئی' یعنی "مسجد کو بازار نہ بنایا جائے۔" کیونکہ خرید وفروخت میں سودے پر اکثر تکرار ہوتی ہے' جس سے شور پیدا ہوتا ہے اور وہ مسجد کے ادب کے منافی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مسجد میں خرید وفروخت کی صورت میں لوگ بیچنے کی چیزیں مسجد میں لانا شروع کر دیں گے' جس سے نماز کی جگہ تنگ ہو جائے گی' اور لوگ مسجد میں عبادت کے بجائے خرید وفروخت کے لیے آنے لگیں گے، گویا مسجد بنانے کا اصل مقصد متاثر ہوگا۔ ② [تَنَاشُد] کا مطلب ایک دوسرے کے مقابلے میں شعر پڑھنا ہے۔ جس طرح اہل عرب جاہلیت میں اپنے اپنے قبیلے کی تعریف میں قصیدے کہتے تھے۔ اسی طرح وہ اشعار جن کا مضمون اخلاق سے گرا ہوا' یا خلاف شریعت ہو' وہ مسجد سے باہر بھی پڑھنے جائز نہیں' مسجد میں تو بالاولیٰ منع ہوگا۔ اس کے برعکس جن شعروں میں توحید کی طرف دعوت اور اخلاق حسنہ کی ترغیب ہو' یا کفر وشرک کی تردید اور کفار کی مذمت ہو' ایسے اشعار کا مسجد میں پڑھنا' سننا جائز ہے۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی اجازت اور تائید سے مسجد نبوی میں اس قسم کے شعر پڑھا کرتے تھے۔ دیکھیے: (صحيح البخاري' بدء الخلق' باب ذكر الملائكة صلوات الله عليهم' حديث: ٣٢١٢)

٧٥٠- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ السُّلَمِيُّ: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ نَبْهَانَ: حَدَّثَنَا عُتْبَةُ بْنُ يَقْظَانَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الأَسْقَعِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «جَنِّبُوا مَسَاجِدَكُمْ صِبْيَانَكُمْ وَمَجَانِينَكُمْ وَشِرَارَكُمْ وَبَيْعَكُمْ وَخُصُومَاتِكُمْ وَرَفْعَ أَصْوَاتِكُمْ وَإِقَامَةَ حُدُودِكُمْ وَسَلَّ سُيُوفِكُمْ، وَاتَّخِذُوا عَلٰى أَبْوَابِهَا الْمَطَاهِرَ، وَجَمِّرُوهَا فِي

۷۵۰- حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: "اپنی مسجدوں کو بچوں' دیوانوں' بد خصلت لوگوں' خرید وفروخت' جھگڑوں' شور وغوغا' حدیں لگانے اور تلواریں کھینچنے سے دور رکھو' اور ان کے دروازوں کے قریب استنجا اور وضو کی جگہ بناؤ' اور جمعہ کے دن ان میں خوشبو (اگر بتی وغیرہ) سلگاؤ۔"

٧٥٠- [إسناده موضوع] * الحارث تقدم، ح: ٢١٣، وعتبة ضعيف (تقريب)، وأبوسعيد المصلوب كذاب كما في التهذيب وغيره، وفيه علة أخرى.

الْجُمَعِ».

(المعجم ٦) - **بَابُ النَّوْمِ فِي الْمَسْجِدِ** (التحفة ٢٦)

باب:٦-مسجد میں سونا

٧٥١- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ: أَنْبَأَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كُنَّا نَنَامُ فِي الْمَسْجِدِ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ.

۷۵۱-حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے زمانۂ مبارک میں مسجد میں سو جایا کرتے تھے۔

فائدہ: مسافر یا کوئی اور شخص ضرورت پڑنے پر اگر مسجد میں سو جائے تو جائز ہے لیکن اس کو معمول نہیں بنانا چاہیے۔ اسی طرح نماز کے لیے آئے ہوئے آدمی کو جماعت کے انتظار میں بیٹھے ہوئے نیند آ جائے تو کوئی حرج نہیں۔

٧٥٢- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسٰى: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ يَعِيشَ بْنَ قَيْسِ بْنِ طِخْفَةَ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الصُّفَّةِ، قَالَ: قَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ: «انْطَلِقُوا» فَانْطَلَقْنَا إِلٰى بَيْتِ عَائِشَةَ وَأَكَلْنَا وَشَرِبْنَا، فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنْ شِئْتُمْ نِمْتُمْ هٰهُنَا، وَإِنْ شِئْتُمُ انْطَلَقْتُمْ إِلَى الْمَسْجِدِ» قَالَ: فَقُلْنَا: بَلْ نَنْطَلِقُ إِلَى الْمَسْجِدِ.

۷۵۲-حضرت یعیش بن قیس بن طخفہ اپنے والد ؓ سے روایت کرتے ہیں وہ اصحاب صفہ میں سے تھے انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا: ''آؤ چلیں۔'' ہم حضرت عائشہ ؓ کے گھر کی طرف روانہ ہوئے (وہاں جا کر) ہم نے کھایا پیا۔ (اس کے بعد) رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا: ''چاہو تو یہاں سو رہو چاہو تو مسجد میں چلے جاؤ۔'' ہم نے عرض کیا: ہم تو مسجد ہی میں چلے جائیں گے۔

(المعجم ٧) - **بَاب أَيُّ مَسْجِدٍ وُضِعَ أَوَّلُ** (التحفة ٢٧)

باب:۷-سب سے پہلے کون سی مسجد بنی؟

٧٥١ـ **[إسناده صحيح]** أخرجه أحمد: ٢/ ١٢ من حديث عبيدالله به.

٧٥٢ـ **[صحيح]** أخرجه أبوداود، الأدب، باب في الرجل ينبطح علٰى بطنه، ح: ٥٠٤٠ من حديث يحيىٰ: أخبرنا أبوسلمة به مطولاً، وصححه ابن حبان، ح: ١٩٦٠، وله شاهد حسن عند ابن حبان، ح: ١٩٥٩، والحاكم: ٤/ ٢٧١.

٧٥٣- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ الرَّقِّيُّ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، ح: وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ الْغِفَارِيِّ قَالَ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَيُّ مَسْجِدٍ وُضِعَ أَوَّلُ؟ قَالَ: «الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ» قَالَ: قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: «ثُمَّ الْمَسْجِدُ الأَقْصٰى» قُلْتُ: كَمْ بَيْنَهُمَا؟ قَالَ: «أَرْبَعُونَ عَاماً، ثُمَّ الأَرْضُ لَكَ مُصَلًّى، فَصَلِّ حَيْثُ مَا أَدْرَكَتْكَ الصَّلاَةُ».

۷۵۳- حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مسجد حرام۔'' میں نے کہا: پھر کون سی؟ فرمایا: ''پھر مسجد اقصیٰ۔'' میں نے کہا: ان کے درمیان کتنی مدت کا فرق ہے؟ فرمایا: ''چالیس سال۔ پھر ساری زمین تیرے لیے نماز کی جگہ ہے جہاں وقت آ جائے' وہیں نماز پڑھ لے۔''

فوائد و مسائل: ① اس تعمیر سے مراد ان مسجدوں کی اولین تعمیر ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کے ہاتھوں انجام پائی۔ جب حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام نے کعبہ شریف کی تعمیر کی' اس وقت سابقہ تعمیر کے نشانات مٹ چکے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاتھوں بیت المقدس کی تعمیر بھی اس کی پہلی تعمیر نہیں تھی۔ ② اس سے ان دو مسجدوں کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ روئے زمین پر ان دو کے علاوہ صرف مسجد نبوی ہی ایک ایسی مسجد ہے' جس کی زیارت کے لیے باقاعدہ اہتمام کے ساتھ سفر کرنا جائز ہے۔ ارشاد نبوی ہے: ''کجاوے کس کے (بغرض تقرب) سفر نہ کیا جائے مگر تین مسجدوں کی طرف: مسجد حرام' میری مسجد (مسجد نبوی) اور مسجد اقصیٰ۔'' (صحیح البخاری' جزاء الصید' باب حج النساء' حدیث:۱۸۶۴) ③ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ محض زیارت (تقرب) کی نیت سے کسی اور مسجد کی طرف سفر کر کے جانا بھی جائز نہیں ہے تو مزاروں وغیرہ کی زیارت کی نیت سے سفر بالاولیٰ منع ہوگا۔ ④ قبروں کی زیارت شرعاً جائز ہے لیکن اس کا مقصد آخرت کی یاد اور موت سے عبرت حاصل کرنا ہے۔ یہ مقصد اپنی بستی کے قبرستان کی زیارت سے بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ خوبصورت گنبدوں' دیدہ زیب عمارتوں میلوں ٹھیلوں اور نام نہاد عرسوں سے یہ مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ بالخصوص آج کل کے معروف مزاروں کے عرسوں میں تو چہل پہل کے علاوہ مرد و زن کے اختلاط سے مزید بے شمار مفاسد جنم لے رہے ہیں' لہٰذا ان میں شرکت سے پرہیز ضروری ہے۔ ⑤ ساری زمین کے مسجد ہونے کا یہ مطلب ہے کہ ان تین مساجد کے علاوہ دنیا کی تمام مساجد اجر و ثواب کے لحاظ سے برابر ہیں۔ نماز کے وقت جو مسجد قریب ہو' وہاں نماز پڑھ لی جائے اور اگر مسجد قریب نہ ہو تو بھی مذکورہ بالا احادیث میں ذکر کردہ ممنوع مقامات کو چھوڑ

٧٥٣ـ أخرجه البخاري، أحاديث الأنبياء، باب:١٠، ح:٣٣٦٦، وح:٣٤٢٥، ومسلم، المساجد، باب المساجد ومواضع الصلاة، ح:٥٢٠ من حديث الأعمش به.

کہ کسی بھی پاک جگہ نماز پڑھی جا سکتی ہے۔

(المعجم ٨) - بَابُ الْمَسَاجِدِ فِي الدُّوْرِ (التحفة ٢٨)

٧٥٤- حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ، مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ الأَنْصَارِيِّ، وَكَانَ قَدْ عَقَلَ مَجَّةً مَجَّهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ دَلْوٍ فِي بِئْرٍ لَهُمْ، عَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ السَّالِمِيِّ، وَكَانَ إِمَامَ قَوْمِهِ بَنِي سَالِمٍ، وَكَانَ شَهِدَ بَدْراً مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، قَالَ: جِئْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! ﷺ إِنِّي قَدْ أَنْكَرْتُ مِنْ بَصَرِي، وَإِنَّ السَّيْلَ يَأْتِي فَيَحُولُ بَيْنِي وَبَيْنَ مَسْجِدِ قَوْمِي، وَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهُ، فَإِنْ رَأَيْتَ أَنْ تَأْتِيَنِي فَتُصَلِّيَ فِي بَيْتِي مَكَاناً أَتَّخِذُهُ مُصَلًّى، فَافْعَلْ. قَالَ: «أَفْعَلُ». فَغَدَا رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ، بَعْدَمَا اشْتَدَّ النَّهَارُ، وَاسْتَأْذَنَ، فَأَذِنْتُ لَهُ، وَلَمْ يَجْلِسْ حَتَّى قَالَ: «أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ لَكَ مِنْ بَيْتِكَ؟» فَأَشَرْتُ لَهُ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي أُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ فِيهِ، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، وَصَفَفْنَا خَلْفَهُ، فَصَلَّى بِنَا رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ احْتَبَسْتُهُ عَلَى خَزِيرَةٍ تُصْنَعُ لَهُمْ.

باب:٨- گھروں میں نماز کی جگہ مقرر کر لینا درست ہے

۷۵۴- حضرت محمود بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے یہ وہ صحابی ہیں جن کے گھر میں رسول اللہ ﷺ نے ڈول سے پانی لے کر ان کے کنوئیں میں کلی فرمائی تھی انھوں نے حضرت عتبان بن مالک سالمی رضی اللہ عنہ سے روایت کی جو اپنے قبیلے بنو سالم (کی مسجد میں ان) کے امام تھے انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جنگ بدر میں بھی شرکت فرمائی تھی۔ انھوں نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میری نظر کمزور ہوگئی ہے اور سیلاب آتا ہے تو میں اپنے قبیلے کی مسجد تک نہیں پہنچ سکتا۔ وہاں سے گزرنا میرے لیے مشکل ہو جاتا ہے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو میرے ہاں تشریف لا کر میرے گھر میں ایک جگہ نماز ادا فرمائیں اور میں وہاں نماز پڑھا کروں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(اچھا) میں آؤں گا۔'' جب دن کافی چڑھ آیا تو رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔ آپ نے (اندر آنے کی) اجازت طلب فرمائی میں نے اجازت دے دی۔ آپ بیٹھے نہیں پہلے فرمایا: ''تم اپنے گھر میں کس جگہ چاہتے ہو کہ میں وہاں نماز پڑھوں؟'' میں نے اس جگہ کی طرف اشارہ کر دیا جہاں میں نماز پڑھنا چاہتا تھا (اور وہ جگہ اس مقصد کے

٧٥٤ـ أخرجه البخاري، الوضوء، باب استعمال فضل وضوء الناس، ح: ١٨٩ وغيره، ومسلم، المساجد، باب الرخصة في التخلف عن الجماعة لعذر، ح: ٣٣ بعد، ح: ٦٥٧ من حديث الزهري به.

لیے مخصوص کی تھی۔) رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو گئے۔ ہم نے آپ کے پیچھے صف بنالی تو آپ ﷺ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھادی۔ پھر میں نے نبی ﷺ کو کھانا کھلانے کے لیے روک لیا جو ابھی تیار ہو رہا تھا۔

فوائد و مسائل: ① حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہما صغار صحابہ میں سے ہیں' یعنی جب انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی تھی تو ان کا بچپن کا دور تھا۔ جب کلی کرنے کا یہ واقعہ پیش آیا اس وقت حضرت محمود رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک پانچ سال تھی۔ اس سے محدثین نے یہ اصول اخذ کیا ہے کہ جو بچہ پانچ سال کی عمر میں کسی محدث سے حدیث سنے' اس کا سماع معتبر ہے۔ یہ بچہ بڑا ہو کر یہ حدیث روایت کر سکتا ہے اور وہ روایت قبول کی جائے گی۔ بشرطیکہ کوئی اور ایسا سبب نہ پایا جائے جس سے حدیث ضعیف ہو جائے۔ ② رسول اللہ ﷺ کا کنوئیں میں کلی فرمانا برکت کے لیے تھا۔ آپ کے لعاب دہن سے متعدد مواقع پر برکت کا ظہور ہوا ہے جو حدیث اور سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے۔ دیکھیے: (صحيح البخاري' المغازي' باب غزوة حديبية' حديث:٤١٥١) ③ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت محمود رضی اللہ عنہ کے چہرے پر بھی کلی کی تھی۔ دیکھیے: (صحيح البخاري' العلم' باب متى يصح سماع الصغير' حديث:٧٧) اس سے مقصد محض دل لگی اور بچے کو خوش کرنا تھا' لہٰذا بچوں سے ایسی دل لگی جس سے انھیں پریشانی نہ ہو' جائز ہے اور یہ بزرگانہ شفقت کا ایک لطیف انداز ہے۔ ④ حضرت عتبان رضی اللہ عنہ کے گھر اور مسجد کے درمیان نشیبی جگہ تھی۔ بارش کے موقع پر وہاں سے پانی گزرتا تھا' جس سے راستہ بند ہو جاتا تھا اور پانی میں سے گزر کر مسجد تک پہنچنا دشوار ہو جاتا تھا۔ اس قسم کے عذر کے موقع پر گھر میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ مسجد میں حاضری واجب نہیں۔ لیکن معمولی بارش کو نماز با جماعت سے پیچھے رہ جانے کا بہانہ بنالینا درست نہیں۔ ⑤ جس کو دعوت دی جائے' وہ اپنے ساتھ کسی اور کو بھی لاسکتا ہے' بشرطیکہ یہ یقین ہو کہ میزبان کو اس سے زحمت نہیں ہو گی بلکہ مزید خوشی ہو گی۔ ورنہ بلائے ہوئے مہمان کے ساتھ بن بلائے چلے جانا درست نہیں' میزبان کو حق ہے کہ اسے گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہ دے۔ دیکھیے: (صحيح البخاري' الأطعمة' باب الرجل يدعى إلى طعام فيقول: وهٰذا معي' حديث:٥٤٦١) ⑥ جس کو بلایا گیا ہو' اسے بھی گھر میں داخل ہوتے وقت اجازت لے کر داخل ہونا چاہیے۔ ⑦ گھر میں نماز کے لیے ایک جگہ مقرر کر لینا جائز ہے۔ ⑧ کسی اچھے کام کی ابتدا کے موقع پر کسی نیک اور بزرگ شخصیت سے ابتدا کروانا درست ہے۔ ⑨ نفل نماز با جماعت ادا کرنا جائز ہے۔ نماز تہجد با جماعت کے متعدد واقعات کتب احادیث میں مروی ہیں۔ دیکھیے: (صحيح البخاري' التهجد' باب تحريض النبي ﷺ على قيام الليل......' حديث:١١٢٩) اور زیر مطالعہ حدیث کے مطابق چاشت کی نماز جماعت سے ادا کی گئی۔ ⑩ قرآن مجید میں حکم ہے کہ کھانے کے لیے جس وقت بلایا گیا ہو' اسی وقت جانا چاہیے' بہت پہلے جا کر کھانا تیار ہونے کا انتظار کرنا اچھا نہیں۔ (سورۂ احزاب'

آیت: ۵۳) زیر مطالعہ حدیث میں جو واقعہ مذکور ہے اس میں پہلے سے کھانے کا پروگرام نہیں تھا۔ جب نبی ﷺ تشریف لے آئے تو کھانا تیار کیا جانے لگا اور نبی ﷺ سے گزارش کی گئی کہ تھوڑا انتظار فرمالیں۔ یہ صورت قرآن مجید میں مذکورہ صورت سے مختلف ہے۔ حدیث میں جس کھانے کے لیے (خَزِيرَة) کا لفظ استعمال ہوا ہے وہ ایک خاص قسم کا کھانا ہے جو اس دور میں عرب میں رائج تھا۔ گوشت کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے بہت سے پانی میں پکاتے تھے جب خوب گل جاتا تو اس میں آٹا ڈال دیتے تھے اور تیار ہونے پر پیش کرتے تھے۔

٧٥٥- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْفَضْلِ [الخِرَقِيُّ]: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ ابْنُ سَلَمَةَ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلاً مِنَ الأَنْصَارِ أَرْسَلَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنْ تَعَالَ فَخُطَّ لِي مَسْجِداً فِي دَارِي أُصَلِّي فِيهِ، وَذٰلِكَ بَعْدَمَا عَمِيَ، فَجَاءَ فَفَعَلَ.

۷۵۵- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری صحابی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ میرے گھر تشریف لا کر میرے لیے گھر میں ایک مسجد (نماز کی جگہ) مقرر کر دیجیے جہاں میں نماز پڑھا کروں۔ اس وقت وہ صحابی نابینا ہو چکے تھے۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور اس صحابی کی فرمائش پوری کی۔

فائدہ: یہ صحابی حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں جیسے کہ گزشتہ حدیث میں صراحت ہے۔

٧٥٦- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَكِيمٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ الْمُنْذِرِ بْنِ الْجَارُودِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: صَنَعَ بَعْضُ عُمُومَتِي لِلنَّبِيِّ ﷺ طَعَاماً، فَقَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: إِنِّي أُحِبُّ أَنْ تَأْكُلَ فِي بَيْتِي وَتُصَلِّيَ فِيهِ، قَالَ، فَأَتَاهُ، وَفِي الْبَيْتِ فَحْلٌ مِنْ هٰذِهِ الْفُحُولِ، فَأَمَرَ بِنَاحِيَةٍ مِنْهُ، فَكُنِسَ وَرُشَّ فَصَلَّى وَصَلَّيْنَا مَعَهُ.

۷۵۶- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میرے ایک چچا جان نے نبی ﷺ کے لیے کھانا تیار کیا۔ انھوں نے نبی ﷺ سے عرض کیا: میری خواہش ہے کہ آپ میرے گھر تشریف لا کر کھانا تناول فرمائیں اور نماز بھی ادا فرمائیں، چنانچہ نبی ﷺ تشریف لے آئے۔ گھر میں ایک پرانی چٹائی تھی، انھوں نے اس کے ایک حصے کو صاف کرا کے اس پر پانی چھڑکوا دیا (تاکہ نرم ہو جائے۔) نبی ﷺ نے (کھجور کے پتوں کی بنی ہوئی اس چٹائی پر) نماز ادا فرمائی اور ہم نے بھی آپ کی اقتدا میں نماز پڑھی۔

٧٥٥ـ [إسناده حسن] وقال البوصيري: "هٰذا إسناد صحيح".

٧٥٦ـ [إسناده صحيح] أخرجه أحمد: ٣/ ١٢٩، ١١٢ عن ابن أبي عدي، غيره باختلاف يسير في المطبوع، وانظر أطراف المسند: ١/ ٤٢٨.

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ ابْنُ مَاجَه: الْفَحْلُ هُوَ الْحَصِيرُ الَّذِي قَدِ اسْوَدَّ.

امام ابوعبداللہ ابن ماجہ رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ (روایت میں مذکور) "فحل" سے مراد ایسی چٹائی ہے جو (کثرت استعمال کی وجہ سے) سیاہ ہو چکی ہو۔

(المعجم ٩) - بَابُ تَطْهِيرِ الْمَسَاجِدِ وَتَطْيِيبِهَا (التحفة ٢٩)

باب:٩-مسجدوں کو پاک صاف رکھنا اور خوشبو لگانا

٧٥٧- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي الْجَوْنِ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ صَالِحٍ الْمَدَنِيُّ: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ أَخْرَجَ أَذًى مِنَ الْمَسْجِدِ بَنَى اللهُ لَهُ بَيْتاً فِي الْجَنَّةِ».

٧٥٧-حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے مسجد سے کوڑا کرکٹ نکالا' اللہ اس کے لیے جنت میں گھر تعمیر کرے گا۔''

٧٥٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ بِشْرِ بْنِ الْحَكَمِ، وَأَحْمَدُ بْنُ الْأَزْهَرِ، قَالَا: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ سُعَيْرٍ: أَنْبَأَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَمَرَ بِالْمَسَاجِدِ أَنْ تُبْنَى فِي الدُّورِ، وَأَنْ تُطَهَّرَ وَتُطَيَّبَ.

٧٥٨-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ محلوں میں مسجدیں تعمیر کی جائیں' انھیں پاک صاف رکھا جائے اور انھیں خوشبو لگائی جائے۔

فوائد ومسائل: ① شہر میں صرف ایک مرکزی مسجد ہونا کافی نہیں بلکہ ہر محلے میں مسجد ہونی چاہیے تاکہ مسلمان آسانی سے نماز باجماعت میں شریک ہوسکیں۔ ضرورت کے مطابق مناسب فاصلے پر دوسری مسجد بنائی جاسکتی ہے۔ ② مسجدوں کو صاف ستھرا رکھنا ضروری ہے کیونکہ اسلام میں صفائی بہت اہمیت رکھتی ہے۔ ③ خوشبو سے مراد اگربتی وغیرہ سلگانا ہے۔

٧٥٧- **[إسناده ضعيف]** وقال البوصيري: "هٰذا إسناد ضعيف، مسلم هو ابن يسار لم يسمع من أبي سعيد الخدري، ومحمد فيه لين".

٧٥٨- **[إسناده صحيح]** انظر الحديث الآتي.

٧٥٩- حَدَّثَنَا رِزْقُ اللهِ بْنُ مُوسٰى: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِسْحَاقَ الْحَضْرَمِيُّ: حَدَّثَنَا زَائِدَةُ بْنُ قُدَامَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: أَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ تُتَّخَذَ الْمَسَاجِدُ فِي الدُّورِ وَأَنْ تُطَهَّرَ وَتُطَيَّبَ.

۷۵۹- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے محلوں میں مسجدیں بنانے، انھیں پاک رکھنے اور انھیں خوشبو لگانے کا حکم دیا ہے۔

٧٦٠- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ إِيَاسٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَاطِبٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: أَوَّلُ مَنْ أَسْرَجَ فِي الْمَسَاجِدِ تَمِيمٌ الدَّارِيُّ.

۷۶۰- حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: سب سے پہلے جس نے مسجدوں میں چراغ روشن کیے، وہ حضرت تمیم داری ؓ ہیں۔

(المعجم ١٠) - بَابُ كَرَاهِيَةِ النُّخَامَةِ فِي الْمَسْجِدِ (التحفة ٣٠)

باب:۱۰- مسجد میں تھوکنے کی کراہت کا بیان

٧٦١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الْعُثْمَانِيُّ أَبُو مَرْوَانَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُمَا أَخْبَرَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ رَأَى نُخَامَةً فِي جِدَارِ

۷۶۱- حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو مسجد کی دیوار پر بلغم نظر آیا، آپ ﷺ نے ایک کنکری لے کر اسے کھرچ دیا، پھر فرمایا: ''کوئی شخص جب بلغم تھوکنا چاہے، تو سامنے نہ تھوکے، نہ دائیں طرف تھوکے، اسے چاہیے کہ بائیں طرف تھوکے یا اپنے بائیں پاؤں کے نیچے تھوک لے۔''

٧٥٩ـ [صحيح] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب اتخاذ المساجد في الدور، ح: ٤٥٥ من حديث زائدة به، وصححه ابن حبان.

٧٦٠ـ [إسناده ضعيف جدًا] وقال البوصيري: "في إسناده خالد بن إياس، وقد اتفقوا على ضعفه"، وهو متروك الحديث كما في التقريب.

٧٦١ـ أخرجه البخاري، الصلاة، باب حك المخاط بالحصى من المسجد، ح: ٤٠٨، ٤٠٩ وغيره، ومسلم، المساجد، باب النهي عن البصاق في المسجد، ح: ٥٤٨ من حديث إبراهيم بن سعد وغيره به.

الْمَسْجِدِ، فَتَنَاوَلَ حَصَاةً فَحَكَّهَا، ثُمَّ قَالَ: «إِذَا تَنَخَّمَ أَحَدُكُمْ فَلاَ يَتَنَخَّمَنَّ قِبَلَ وَجْهِهِ، وَلاَ عَنْ يَمِينِهِ، وَلْيَبْزُقْ عَنْ شِمَالِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى».

فوائد و مسائل: ① مسجد کو صاف ستھرا رکھنا ضروری ہے۔ ② ایسی حرکات سے پرہیز کرنا چاہیے جو مسجد کی صفائی کے منافی ہوں۔ ③ اگر مسجد کی زمین کچی ہو اور اس پر چٹائی وغیرہ بچھی ہوئی نہ ہو تو پاؤں کے نیچے تھوکنا جائز ہے کیونکہ پاؤں سے رگڑے جانے پر وہ زمین میں جذب ہو جائے گا۔ ④ بائیں طرف تھوکنا اس وقت جائز ہے جب اس طرف کوئی دوسرا نمازی نہ ہو' ورنہ اپنے پاؤں کے نیچے تھوکے۔ ⑤ پختہ فرش پر اور چٹائی یا قالین پر تھوکنا جائز نہیں کیونکہ یہ صفائی کے منافی ہے' البتہ رومال وغیرہ میں تھوک سکتا ہے۔ اگر نماز میں مشغول نہ ہو تو وضو کی جگہ جا کر اس قسم کی ضرورت پوری کرنی چاہیے۔ ⑥ سفر وغیرہ میں آج کل بھی یہ صورت پیش آ سکتی ہے کہ کوئی انسان کھلی جگہ پر نماز پڑھ لے' جبکہ قریب کوئی مسجد نہ ہو۔ اس صورت میں اگر زمین پر کوئی کپڑا نہیں بچھایا گیا تو زیر مطالعہ حدیث کے مطابق عمل کرنا جائز ہے۔ ⑦ رسول اللہ ﷺ کا اپنے ہاتھ سے دیوار صاف کر دینا اعلیٰ اخلاق اور تواضع کی بہترین مثال ہے کیونکہ آپ ﷺ نے اس غلطی کا ارتکاب کرنے والے کا تعین کرنا' یا اس سے مخاطب ہونا مناسب نہیں سمجھا۔ نبی ﷺ کے خود صفائی کر دینے سے دیکھنے والوں کو اور خود غلطی کرنے والے کو یقیناً زبردست تنبیہ ہو گئی۔ ⑧ چونکہ دیوار کچی تھی' اس لیے صفائی کے لیے کنکری سے کھرچ دیا گیا۔

٧٦٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَرِيفٍ: حَدَّثَنَا عَائِذُ بْنُ حَبِيبٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى نُخَامَةً فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ، فَغَضِبَ حَتَّى احْمَرَّ وَجْهُهُ، فَجَاءَتْهُ امْرَأَةٌ مِنَ الأَنْصَارِ فَحَكَّتْهَا، وَجَعَلَتْ مَكَانَهَا خَلُوقاً، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا أَحْسَنَ هٰذَا».

۷۶۲- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کو مسجد میں قبلے کی طرف (دیوار پر) بلغم نظر آیا۔ آپ ﷺ اس قدر غضب ناک ہوئے کہ چہرۂ مبارک سرخ ہو گیا۔ (یہ دیکھ کر) ایک انصاری خاتون نے آ کر اسے کھرچ دیا اور اس جگہ خوشبو لگا دی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بہت خوب!''

فوائد و مسائل: ① غلط کام دیکھ کر ناراضی کا اظہار کرنا جائز ہے۔ ② بعض اوقات چہرے کے تاثرات ہی تنبیہ کے لیے کافی ہوتے ہیں۔ ③ اچھا کام کرنے والے کے کام کی تعریف کرنا جائز ہے تاکہ دوسروں کی توجہ اس اچھائی

٧٦٢- [إسناده ضعيف] أخرجه النسائي: ٢/ ٥٢، ٥٣، المساجد، باب تخليق المساجد، ح: ٧٢٩ من حديث عائذ به، وصححه ابن خزيمة، ح: ١٢٩٦ * حميد الطويل ثقة مدلس (تقريب، المرتبة الثالثة من طبقات المدلسين)، ولم أجد تصريح سماعه، والحديث علله البخاري في التاريخ الكبير: ٧/ ٦٠.

کی طرف ہو اور وہ بھی اس طرح اچھے کام کرنے کی کوشش کریں اور اس شخص کی حوصلہ افزائی ہو۔ ④ انعام اور سزا تربیت کا ایک اصول ہے اگرچہ وہ صرف چند الفاظ کی صورت میں ہو یا موقع کی مناسبت سے کسی اور انداز میں۔ ⑤ سردار، افسر، استاد یا بزرگ کا اپنے ماتحت، زیردست، شاگرد یا ملازم کے اچھے کام کی تعریف کرنا اس خوشامد میں شامل نہیں جو ایک بری عادت ہے، نہ منہ پر تعریف کرنے کی اس صورت میں شامل ہے جو شرعاً ممنوع ہے۔ ⑥ بعض محققین نے اس حدیث کو حسن یا صحیح کہا ہے۔ دیکھیے: (الصحيحة، رقم:٣٠٥٠)

٧٦٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ الْمِصْرِيُّ: أَنْبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: رَأَى رَسُولُ اللهِ ﷺ نُخَامَةً فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ، وَهُوَ يُصَلِّي بَيْنَ يَدَيِ النَّاسِ، فَحَكَّهَا. ثُمَّ قَالَ، حِينَ انْصَرَفَ مِنَ الصَّلَاةِ: «إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا كَانَ فِي الصَّلَاةِ، كَانَ اللهُ قِبَلَ وَجْهِهِ، فَلَا يَتَنَخَّمَنَّ أَحَدُكُمْ قِبَلَ وَجْهِهِ فِي الصَّلَاةِ».

٧٦٣- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے کہ مسجد میں قبلے کی طرف (دیوار پر) بلغم نظر آیا۔ آپ ﷺ نے اسے کھرچ دیا۔ نماز سے فارغ ہو کر فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہوتا ہے تو اللہ اس کے چہرے کی طرف ہوتا ہے، لہٰذا کسی کو نماز کے دوران میں سامنے کی طرف نہیں تھوکنا چاہیے۔''

فوائد و مسائل: ① نماز میں بندہ اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی بندگی کا اظہار کرتا ہے، لہٰذا اس وقت سامنے تھوکنا اس ادب و احترام کے منافی ہے جس کا اختیار کرنا ایسے موقع پر ضروری ہے۔ ② اللہ تعالیٰ کے نمازی کے سامنے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی رحمت اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ ③ اس سے بعض لوگوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر جگہ موجود ہے۔ لیکن یہ استدلال صحیح نہیں کیونکہ اگر وہ اپنی ذات کے ساتھ ہر جگہ موجود ہے تو بائیں طرف اور نیچے تھوکنا بھی منع ہونا چاہیے کیونکہ ان کے بقول وہاں بھی اللہ تعالیٰ موجود ہے۔ اس مسئلہ میں صحیح موقف یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے لحاظ سے آسمانوں سے اوپر، عرش عظیم پر ہے لیکن اس کا علم، قدرت اور رحمت ہر شے کو محیط ہے۔ محدثین کرام کا یہی مسلک ہے جس کے دلائل قرآن و حدیث میں اپنے اپنے مقام پر موجود ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ (طٰهٰ:٥) ''وہ رحمٰن ہے جس نے عرش پر قرار پکڑا ہے۔'' جبکہ حدیث میں اس کی دلیل مشہور و معروف حدیث جاریہ ہے۔ حضرت معاویہ سلمی کہتے ہیں کہ میری ایک لونڈی تھی جو احد پہاڑ اور جوانیہ کے درمیان میری بکریاں چرایا کرتی تھی۔ ایک دن میں نے دیکھا کہ ایک بھیڑیا

٧٦٣- أخرجه البخاري، الأذان، باب هل يلتفت لأمر ينزل به؟ أو يرى شيئًا . . . الخ، ح: ٧٥٣، من طريق الليث به، ومسلم، المساجد، باب النهي عن البصاق في المسجد في الصلاة وغيرها . . . الخ، ح: ٥٤٧ من حديث نافع به.

آیا اور بکریوں میں سے ایک کو اٹھا کرلے گیا۔ (مجھے اس کی غفلت پر غصہ آیا) تو میں نے اس کو زور سے تھپڑ مارا۔ (پھر مجھے ندامت محسوس ہوئی) تو میں نے خدمت نبوی میں حاضر ہو کر یہ واقعہ بیان کر دیا۔ نبیٔ کریم ﷺ نے بھی اسے سخت ناپسند کیا۔ میں نے خواہش ظاہر کی کہ کیا میں اسے آزاد نہ کردوں؟ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ لونڈی کو بلا لاؤں۔ جب وہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئی تو آپ نے اس سے پوچھا: ''اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟'' اس نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے۔ آپ نے سوال کیا: ''میں کون ہوں؟'' لونڈی نے جواب دیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ یہ سن کر آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں لونڈی کو آزاد کردوں کیونکہ یہ مومنہ ہے۔ (صحیح مسلم' المساجد' باب تحریم الکلام فی الصلاۃ ...... الخ' حدیث:٥٣٧) نیز اللہ تعالیٰ اپنے علم' قدرت' رحمت اور حفاظت کے ساتھ اپنے نیک بندوں کا ساتھ دیتا ہے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿وَ قَالَ اللّٰهُ إِنِّي مَعَكُمْ﴾ (المائدۃ:١٢) ''اور اللہ نے فرمایا: ''میں تمھارے ساتھ ہوں۔'' حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یعنی اپنی حفاظت اور مدد کے ساتھ۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاللّٰهُ مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ﴾ (البقرۃ:١٩) ''اور اللہ تعالیٰ کافروں کو گھیرنے والا ہے (اپنی قدرت و مشیت سے۔'') حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد مبارک: ﴿قَالَ لَا تَخَافَا إِنَّنِي مَعَكُمَا أَسْمَعُ وَ أَرٰى﴾ (طٰہٰ:٤٦) ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تم بالکل خوف نہ کھاؤ میں تمھارے ساتھ ہوں اور سنتا دیکھتا رہوں گا۔'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں: یعنی اپنی نصرت و تائید اور حفاظت کے ساتھ تمھارے ساتھ ہوں گا۔ اس معنی کی وضاحت کے لیے دیگر فرامین الٰہی اور احادیث نبویہ بکثرت موجود ہیں۔ والحمدللہ علی ذلك.

٧٦٤- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حَكَّ بُزَاقاً فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ.

٧٦٤- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے مسجد میں قبلے کی دیوار پر لگا ہوا تھوک کھرچ دیا۔

(المعجم ١١) - بَابُ النَّهْيِ عَنْ إِنْشَادِ الضَّوَالِّ فِي الْمَسْجِدِ (التحفة ٣١)

باب:١١- گم شدہ چیزوں کا اعلان مسجد میں کرنا منع ہے

٧٦٥- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ أَبِي سِنَانٍ سَعِيدِ بْنِ سِنَانٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ

٧٦٥- حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے نماز ادا فرمائی۔ (نماز کے بعد) ایک آدمی بولا: مجھے کون سرخ اونٹ کی

٧٦٤- [إسناده صحيح] أخرجه أحمد: ٦/ ١٣٨ عن وكيع به، ومسلم، ح: ٥٤٩.

٧٦٥- أخرجه مسلم، المساجد، باب النهي عن نشد الضالة في المسجد... الخ، ح: ٥٦٩ من حديث وكيع به.

أَبِيهِ قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَقَالَ رَجُلٌ: مَنْ دَعَا إِلَى الْجَمَلِ الأَحْمَرِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لاَ وَجَدْتَهُ، إِنَّمَا بُنِيَتِ الْمَسَاجِدُ لِمَا بُنِيَتْ لَهُ».

اطلاع دے گا؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تجھے وہ (اونٹ) نہ ملے۔ مسجدیں تو جس کام کے لیے بنی ہیں' اسی کے لیے ہی بنی ہیں۔''

فوائد و مسائل: ① [ضَالَّه] گمشدہ جانور کو کہا جاتا ہے' تاہم دوسری گمشدہ اشیاء پر بھی اس کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ ② اس بددعا کا مقصد اس اعلان سے ناپسندیدگی کا اظہار ہے۔ یہ بھی تنبیہ کا ایک اسلوب ہے۔ ③ مسجدوں کی تعمیر کا مقصد نماز کی ادائیگی' وعظ و نصیحت اور تعلیم و تعلم ہے' مسجد سے باہر گم ہونے والی چیزوں کی تلاش نہیں۔

٧٦٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ: أَنْبَأَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ. ح: وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، جَمِيعاً عَنِ ابْنِ عَجْلاَنَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنْ إِنْشَادِ الضَّالَّةِ فِي الْمَسْجِدِ.

٧٦٦- حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے گمشدہ چیز کا اعلان مسجد میں کرنے سے منع فرمایا ہے۔

٧٦٧- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ حُمَيْدِ بْنِ كَاسِبٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ: أَخْبَرَنِي حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الأَسَدِيِّ أَبِي الأَسْوَدِ، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ مَوْلَى شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُرَيْرَةَ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ سَمِعَ رَجُلاً يَنْشُدُ ضَالَّةً فِي الْمَسْجِدِ فَلْيَقُلْ: لاَ رَدَّ اللهُ عَلَيْكَ، فَإِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِهٰذَا».

٧٦٧- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سنا: ''جو شخص کسی کو گمشدہ چیز کا مسجد میں اعلان کرتے سنے' اسے چاہیے کہ کہے: اللہ کرے وہ چیز تجھے نہ ملے کیونکہ مسجدیں اس لیے نہیں بنائی گئیں۔''

٧٦٦ـ [حسن] تقدم، ح: ٧٤٩.

٧٦٧ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب النهي عن نشد الضالة في المسجد . . . الخ، ح: ٥٦٨ من حديث ابن وهب به.

(المعجم ١٢) - **بَابُ الصَّلَاةِ فِي أَعْطَانِ الْإِبِلِ وَمُرَاحِ الْغَنَمِ** (التحفة ٣٢)

باب:۱۲-اونٹوں اور بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنے کا بیان

٧٦٨- **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، ح: وَحَدَّثَنَا أَبُو بِشْرٍ، بَكْرُ بْنُ خَلَفٍ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، قَالاَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنْ لَمْ تَجِدُوا إِلَّا مَرَابِضَ الْغَنَمِ وَأَعْطَانَ الْإِبِلِ، فَصَلُّوا فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ، وَلاَ تُصَلُّوا فِي أَعْطَانِ الْإِبِلِ».

۷۶۸- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر تمہیں اونٹوں اور بکریوں کے باڑے کے سوا کوئی جگہ نہ ملے تو بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لو اونٹوں کے باڑے میں نہ پڑھو۔“

فائدہ: اس میں یہ حکمت ہے کہ اگر کوئی بکری سینگ وغیرہ مارنے کی کوشش کرے تو نمازی اس کو سنبھال سکتا ہے اس سے جان کا خطرہ نہیں۔ لیکن اگر اونٹ شرارت پر آمادہ ہو جائے تو اسے سنبھالنا زیادہ مشکل ہوتا ہے اور اگر اچانک حملہ کر دے تو جان کا بھی خطرہ ہے۔ ویسے بیٹھے ہوئے اونٹ کی طرف منہ کر کے رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی ہے۔ دیکھیے: (صحيح البخاري، الصلاة، باب الصلاة إلى الراحلة والبعير والشجر والرحل، حديث:٥٠٧)

٧٦٩- **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا [هُشَيْمٌ،] عَنْ يُونُسَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ الْمُزَنِيِّ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «صَلُّوا فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ، وَلاَ تُصَلُّوا فِي أَعْطَانِ الْإِبِلِ، فَإِنَّهَا خُلِقَتْ مِنَ الشَّيَاطِينِ».

۷۶۹- حضرت عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ”بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لیا کرو اور اونٹوں کے باڑے میں نماز نہ پڑھو کیونکہ وہ شیطانوں سے پیدا ہوئے ہیں۔“

٧٦٨ـ [حسن] أخرجه الدارمي: ١/٣٢٣، ح:١٣٩١ من حديث يزيد به، وصححه الترمذي، ح:٣٤٨، وابن خزيمة، ح:٧٩٥، وابن حبان (موارد)، ح:٣٣٦، والبوصيري * هشام عنعن، ولحديثه شاهد عند الترمذي، ح:٣٤٩ وغيره، وصححه ابن خزيمة، ح:٧٩٦، وانظر، ح:٧٧٠.

٧٦٩ـ [حسن] أخرجه ابن أبي شيبة، ح:٣٨٧٧ عن هشيم به، والنسائي: ٢/٥٦، ح:٧٣٦ من طريق آخر عن الحسن به، وانظر، ح:٧١ لعلته، وللحديث شواهد، انظر الحديث الآتي.

فائدہ: شیطانوں سے پیدا ہونے کا یہ مطلب ہے کہ ان میں شرارت کی عادت پائی جاتی ہے۔ اونٹ کا کینہ مشہور ہے' اس لیے خطرہ رہتا ہے کہ موقع پا کر نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کرے۔ ورنہ پیشاب اور مینگنیاں تو بکریوں اور اونٹوں دونوں کے باڑوں میں ہوتی ہیں۔

٧٧٠- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ ابْنُ رَبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ الْجُهَنِيُّ، أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ: قَالَ: «لاَ يُصَلَّى فِي أَعْطَانِ الْإِبِلِ، وَيُصَلَّى فِي مُرَاحِ الْغَنَمِ».

۷۷۰- حضرت سبرہ بن معبد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اونٹوں کے باڑوں میں نماز نہ پڑھی جائے' بکریوں کے باڑے میں پڑھ لی جائے۔"

(المعجم ١٣) - بَابُ الدُّعَاءِ عِنْدَ دُخُولِ الْمَسْجِدِ (التحفة ٣٣)

باب:۱۳- مسجد میں داخل ہونے کی دعا

٧٧١- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَ أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ لَيْثٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَسَنِ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ يَقُولُ: «بِسْمِ اللهِ، وَالسَّلاَمُ عَلَى رَسُولِ اللهِ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ». وَإِذَا خَرَجَ قَالَ: «بِسْمِ اللهِ، وَالسَّلاَمُ عَلَى رَسُولِ اللهِ. اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ فَضْلِكَ».

۷۷۱- رسول اللہ ﷺ کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ جب مسجد میں داخل ہوتے تھے تو فرماتے تھے: [بِسْمِ اللّٰهِ' وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ' اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي ذُنُوْبِي' وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ] ''اللہ کے نام سے داخل ہوتا ہوں' اور اللہ کے رسول پر سلام ہو' اے اللہ! میرے گناہ بخش دے اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔'' اور جب (مسجد سے) باہر تشریف لاتے تو فرماتے تھے: [بِسْمِ اللّٰهِ' وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ' اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي ذُنُوْبِي وَافْتَحْ لِي

٧٧٠- [إسناده صحيح] أخرجه أحمد: ٣/ ٤٠٤، أطراف المسند: ٢/ ٤٢٧ عن زيد به.

٧٧١- [إسناده ضعيف] أخرجه الترمذي، الصلاة، باب ماجاء ما يقول عند دخوله المسجد، ح: ٣١٤ من حديث إسماعيل به، وقال: "حديث حسن وليس إسناده بمتصل" * ليث بن أبي سليم تقدم حاله، ح: ٢٠٨، وانظر الحديث الآتي فإنه يغني عنه.

أَبْوَابَ فَضْلِكَ] ''اللہ کے نام سے باہر نکلتا ہوں اور اللہ کے رسول پر سلام ہو' اے اللہ میرے گناہ بخش دے اور میرے لیے اپنے فضل کے دروازے کھول دے۔''

فائدہ: ہمارے فاضل محقق نے اس روایت کو سنداً ضعیف قرار دیا ہے اور مزید کہا ہے کہ اس روایت سے اگلی روایت کفایت کرتی ہے۔علاوہ ازیں بعض محققین نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

٧٧٢- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيدِ ابْنِ كَثِيرِ بْنِ دِينَارٍ الْحِمْصِيُّ، وَعَبْدُ الْوَهَّابِ ابْنُ الضَّحَّاكِ قَالاَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ سَعِيدِ ابْنِ سُوَيْدٍ الأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيُسَلِّمْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ. ثُمَّ لْيَقُلِ: اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ، وَإِذَا خَرَجَ فَلْيَقُلِ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ».

٧٧٢- حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو اسے چاہیے کہ نبی ﷺ پر سلام بھیجے' پھر کہے: [اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ] ''اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔'' اور جب باہر نکلے تو کہے: [اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ] ''اے اللہ! میں تجھ سے تیرا فضل مانگتا ہوں۔''

فائدہ: مسجد میں داخل ہونے کا مقصد عبادت ہے جو اللہ کی رحمتوں کے نزول کا باعث ہے' اس لیے مسجد میں آتے وقت اللہ سے رحمت کا سوال کیا جاتا ہے۔ مسجد سے باہر نکل کر انسان دیگر کاموں میں مشغول ہوتا ہے' جن کا تعلق اس کے معاش سے ہوتا ہے' اس لیے اس وقت اللہ سے اس کا فضل مانگا جاتا ہے تاکہ حلال اور بابرکت روزی حاصل ہو۔

٧٧٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ: حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ عُثْمَانَ:

٧٧٣- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص جب

٧٧٢- أخرجه مسلم، صلاة المسافرين، باب ما يقول إذا دخل المسجد، ح: ٧١٣ب من حديث عمارة به.

٧٧٣- [صحيح] أخرجه النسائي في الكبرٰى (عمل اليوم والليلة، ح: ٩٠) عن ابن بشار به، وسنده حسن، وقال البوصيري: "هٰذا إسناد صحيح، ورجاله ثقات"، وصححه ابن حبان (موارد)، ح: ٣٢١، وابن خزيمة، ح: ٤٥٢، والحاكم: ١/ ٢٠٧، والذهبي، وذكر النسائي له علةً غير قادحة.

حَدَّثَنِي سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيُسَلِّمْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَلْيَقُلِ: اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ، وَإِذَا خَرَجَ فَلْيُسَلِّمْ عَلَى النَّبِيِّ وَلْيَقُلِ: اللَّهُمَّ اعْصِمْنِي مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ».

مسجد میں داخل ہو تو نبی ﷺ پر سلام بھیجے اور کہے: [اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ] ''اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔'' اور جب باہر نکلے تو نبی ﷺ پر سلام بھیجے اور کہے: [اَللّٰهُمَّ اعْصِمْنِي مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ] ''اے اللہ! مجھے مردود شیطان سے محفوظ رکھ۔''

فائدہ: شیطان سے پناہ مانگنے میں یہ حکمت ہے کہ مسجد میں انسان اللہ کے ذکر اور عبادت میں مشغول ہوتا ہے جس کی وجہ سے شیطان کا داؤ نہیں لگتا لیکن جب انسان مسجد سے باہر نکلتا ہے تو شیطانوں کو موقع ملتا ہے کہ خرید و فروخت اور دیگر معاملات میں اسے گمراہ کرنے کی کوشش کریں۔ چنانچہ اس وقت انسان کو ضرورت ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آ جائے تاکہ شیطان کے شر سے محفوظ رہ سکے۔

(المعجم ١٤) - بَابُ الْمَشْيِ إِلَى الصَّلَاةِ (التحفة ٣٤)

باب:۱۴-نماز کے لیے (مسجد کی طرف) چلنے کا بیان

٧٧٤- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ أَتَى الْمَسْجِدَ لَا يَنْهَزُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ، لَا يُرِيدُ إِلَّا الصَّلَاةَ، لَمْ يَخْطُ خَطْوَةً إِلَّا رَفَعَهُ اللهُ بِهَا دَرَجَةً، وَحَطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةً، حَتَّى يَدْخُلَ الْمَسْجِدَ، فَإِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَانَ فِي صَلَاةٍ، مَا كَانَتِ الصَّلَاةُ تَحْبِسُهُ».

۷۷۴- حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص وضو کرتا ہے' اور وضو بھی خوب سنوار کر کرتا ہے' پھر مسجد کی طرف آتا ہے تو صرف نماز کے لیے (گھر سے) نکلتا ہے' نماز کے سوا اور کوئی مقصد نہیں ہوتا' تو وہ جو قدم بھی اٹھاتا ہے' اس کے بدلے اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند فرماتا ہے' اور ایک گناہ معاف کرتا ہے۔ (اس کو اسی طرح ثواب ملتا رہتا ہے) حتی کہ وہ مسجد میں داخل ہو جاتا ہے' پھر جب وہ مسجد میں داخل ہو جاتا ہے تو جب تک وہ نماز کی وجہ سے رکا رہتا ہے (ثواب کے لحاظ سے) نماز ہی میں (شمار) ہوتا ہے۔''

٧٧٤ـ [صحيح] تقدم، ح: ٢٨١.

فوائد و مسائل: ① اس حدیث میں نماز با جماعت کی فضیلت بیان ہوئی ہے کیونکہ نفلی نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ ارشاد نبوی ہے: ''مرد کی بہترین نماز (وہ ہوتی ہے جو) اس کے گھر میں (ادا کی جاتی) ہے' سوائے فرض نماز کے۔'' (صحيح البخاري' الأدب' باب مايجوز من الغضب والشدة لأمر الله تعالى' حديث: ٦١١٣) سنن ابن ماجہ میں بھی اس مسئلہ کی حدیثیں موجود ہیں۔ (دیکھیے' حدیث: ١٣٧٥ تا ١٣٧٨) ② وضو اچھی طرح کرنا ثواب کا باعث ہے۔ ③ مسجد میں آنے کا مقصد نماز کے علاوہ کوئی اور جائز کام بھی ہوسکتا ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص یہ سوچ کر مسجد میں آئے کہ فلاں کام بھی ہو جائے گا اور نماز بھی پڑھی جائے گی لیکن اسے وہ ثواب نہیں ملے گا جو صرف نماز کے لیے آنے پر ملتا ہے جب کہ اس کے ساتھ کوئی اور کام انجام دینا پیش نظر نہ ہو۔ ④ نماز کے لیے مسجد تک راستہ طے کرنے کا ثواب اس قدر عظیم ہے کہ ہر ہر قدم پر درجے بلند ہوتے اور گناہ معاف ہوتے ہیں تو خود نماز اللہ کے ہاں کس قدر عظیم عمل ہے اور نماز با جماعت کا کس قدر ثواب ہے' اس کا کیا اندازہ ہوسکتا ہے' بشرطیکہ وہ نماز پورے آداب اور خشوع و خضوع سے ادا کی جائے۔ ⑤ نماز با جماعت کے انتظار میں مسجد میں بیٹھ رہنے کا ثواب بھی بہت زیادہ ہے' اس لیے کوشش کرنی چاہیے کہ اذان ہوتے ہی مسجد میں آ جائیں۔ اذان کے بعد یہ سوچ کر گھر میں بیٹھ رہنا کہ ابھی کافی وقت ہے' بڑی محرومی کا باعث ہے۔

٧٧٥- حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ الْعُثْمَانِيُّ مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَأْتُوهَا وَأَنْتُمْ تَسْعَوْنَ، وَأْتُوهَا تَمْشُونَ، وَعَلَيْكُمُ السَّكِينَةُ، فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا، وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا».

٧٧٥- حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب نماز کی اقامت ہو جائے تو نماز کے لیے دوڑ کر نہ آؤ' بلکہ (معمول کے مطابق مناسب رفتار سے) اطمینان سے چلتے ہوئے آؤ' پھر جتنی نماز (جماعت کے ساتھ) مل جائے پڑھ لو اور جو چھوٹ جائے وہ (بعد میں) پوری کر لو۔''

فوائد و مسائل: ① نماز با جماعت بہت ثواب والا عمل ہے' اس کے حصول کی کوشش کرنا اچھی بات ہے لیکن اس مقصد کے لیے صحیح طریقہ یہ ہے کہ گھر سے بروقت روانہ ہوں۔ گھر سے روانہ ہوتے وقت دیر کر دینا اور پھر نماز میں ملنے کے لیے بھاگنا درست نہیں۔ ② اطمینان سے چلنے کا یہ مطلب نہیں کہ آدمی اس قدر آہستہ چلے گویا اسے نماز با جماعت کی کوئی پروا نہیں۔ مقصد یہ ہے کہ وقار کے ساتھ اللہ کے دربار میں حاضر ہو۔ ③ بھاگ کر جماعت سے ملنے کے ممنوع ہونے میں یہ حکمت ہوسکتی ہے کہ نماز میں ملنے تک سانس نہ پھول جائے کیونکہ اس صورت میں نماز خشوع

٧٧٥- أخرجه مسلم، المساجد، باب استحباب إتيان الصلاة بوقار وسكينة ... الخ، ح: ٦٠٢ من حديث إبراهيم به.

خضوع اور توجہ سے ادا نہیں کی جا سکے گی۔ واللہ اعلم. ④ جو شخص نماز با جماعت میں اس وقت ملتا ہے جب امام ایک یا زیادہ رکعت ادا کر چکا ہو' اس کے لیے ضروری ہے کہ امام کے ساتھ سلام نہ پھیرے بلکہ نماز پوری کرنے کے بعد سلام پھیرے۔ علمائے کرام کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ جو رکعتیں امام کے سلام پھیرنے کے بعد پڑھی جائیں گی' وہ نمازی کی آخری رکعتیں ہوں گی یا ابتدائی رکعتیں؟ اس حدیث میں مذکور الفاظ سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ امام کے ساتھ پڑھی ہوئی رکعتیں مقتدی کی ابتدائی رکعتیں ہیں' صحیح بخاری میں بھی [فَأَتِمُّوا] ''پورا کرو'' کے الفاظ ہیں۔ (صحیح البخاری' الأذان' باب لایسعی إلی الصلاۃ وَلْیَأتِها بالسکینۃ والوقار' حدیث:٦٣٦) صحیح مسلم میں بھی زیادہ روایات میں اسی طرح ہے' البتہ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں: [وَاقْضِ مَاسَبَقَكَ] (صحیح مسلم' المساجد' باب استحباب إتیان الصلاۃ بوقار و سکینۃ......' حدیث:٦٠٢) اس سے یہ دلیل لی گئی ہے کہ بعد میں پڑھی جانے والی رکعتیں اصل میں پہلی رکعتیں ہیں' یعنی چھوٹی ہوئی رکعتوں کی قضا ہے۔ علامہ محمد فواد عبدالباقی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے حاشیہ میں فرمایا ہے: یہاں قضا سے مراد صرف فعل (ایک کام کو انجام دینا) ہے' وہ قضا مراد نہیں جو فقہاء کی اصطلاح ہے جیسے کہ اس آیت مبارکہ میں ہے ﴿فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ﴾ (حٰمٓ السجدۃ:١٢) ''اللہ تعالیٰ نے انھیں سات آسمان بنا دیا'' اور اس آیت میں: ﴿فَإِذَا قَضَيْتُم مَّنَاسِكَكُمْ﴾ (البقرہ:٢٠٠) ''جب تم اپنے اعمالِ حج پورے کر لو......'' اور اس آیت مبارکہ میں ﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ﴾ (الجمعۃ:١٠) ''جب نماز پوری ہو جائے۔'' اور جیسے کہا جاتا ہے قضیتُ حق فلان ''میں نے فلاں کا حق ادا کر دیا۔'' ان تمام مقامات پر قضا سے مراد کوئی کام کرنا اور اسے انجام دینا ہے۔'' حدیث کی مشہور کتاب بلوغ المرام کی شرح سبل السلام میں امام امیر صنعانی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اس مسئلہ میں علماء کے درمیان اختلاف ہے کہ بعد میں آنے والا امام کے ساتھ جو نماز پڑھتا ہے' وہ اس کی پہلی رکعتیں ہوتی ہیں یا آخری؟ صحیح بات یہ ہے کہ وہ پہلی ہی ہوتی ہیں۔'' واللہ اعلم.

٧٧٦- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «أَلاَ أَدُلُّكُمْ عَلَى مَا يُكَفِّرُ اللهُ بِهِ الْخَطَايَا وَيَزِيدُ بِهِ فِي الْحَسَنَاتِ؟». قَالُوا: بَلَى.

٧٧٦- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں وہ عمل نہ بتاؤں جن سے اللہ تعالیٰ گناہ معاف کر دیتا ہے اور نیکیوں میں اضافہ فرما دیتا ہے؟'' صحابہ نے عرض کیا: جی ہاں' اللہ کے رسول! (فرما دیجیے) آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس وقت وضو پورا (سنوار کر) کرنا' جب دل نہ چاہتا ہو اور مسجدوں کی طرف زیادہ قدم اٹھانا اور (ایک) نماز کے

٧٧٦ـ [حسن] أخرجه أحمد: ٣/٣ عن أبي عامر عن زهير به.

يَارَسُولَ اللهِ! قَالَ: «إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ عِنْدَ الْمَكَارِهِ، وَكَثْرَةُ الْخُطٰى إِلَى الْمَسَاجِدِ، وَانْتِظَارُ الصَّلاَةِ بَعْدَ الصَّلاَةِ».

بعد (دوسری) نماز کا انتظار کرنا۔''

فائدہ: یہ حدیث کتاب الطہارۃ میں گزر چکی ہے۔ دیکھیے حدیث: ۴۲۷-

٧٧٧- **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ الْهَجَرِيِّ، عَنْ أَبِي الأَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَلْقَى اللهَ غَداً مُسْلِماً، فَلْيُحَافِظْ عَلٰى هٰؤُلاَءِ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ، حَيْثُ يُنَادٰى بِهِنَّ، فَإِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى، وَإِنَّ اللهَ شَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ ﷺ سُنَنَ الْهُدٰى، وَلَعَمْرِي، لَوْ أَنَّ كُلَّكُمْ صَلَّى فِي بَيْتِهِ، لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ، وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ، وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا إِلَّا مُنَافِقٌ، مَعْلُومُ النِّفَاقِ، وَلَقَدْ رَأَيْتُ الرَّجُلَ يُهَادٰى بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتَّى يَدْخُلَ فِي الصَّفِّ، وَمَا مِنْ رَجُلٍ يَتَطَهَّرُ فَيُحْسِنُ الطُّهُورَ، فَيَعْمِدُ إِلَى الْمَسْجِدِ فَيُصَلِّي فِيهِ، فَمَا يَخْطُو خَطْوَةً إِلَّا رَفَعَ اللهُ لَهُ بِهَا دَرَجَةً، وَحَطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةً.

۷۷۷- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: جس کو یہ بات پسند ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو کل اسلام کی حالت میں ملے اسے چاہیے کہ وہ پابندی سے پانچوں نمازیں وہاں ادا کیا کرے جہاں ان کی اذان ہوتی ہے۔ (مساجد میں جماعت کے ساتھ) اس لیے کہ وہ ہدایت والے کاموں میں سے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمھارے نبی ﷺ کے لیے ہدایت کے کام مقرر کیے ہیں۔ میری زندگی کی قسم! اگر تم سب گھروں میں نماز پڑھنے لگو تو اپنے نبی ﷺ کی سنت چھوڑ بیٹھو گے اور اگر تم نے اپنے نبی ﷺ کی سنت چھوڑ دی تو یقیناً گمراہ ہو جاؤ گے۔ میں نے دیکھا ہے کہ ہم لوگوں کی یہ حالت تھی کہ نماز با جماعت سے صرف وہی منافق پیچھے رہتا تھا جس کا نفاق (سب کو) معلوم ہوتا تھا۔ اور میں نے دیکھا ہے کہ (بیمار) آدمی کو دو آدمیوں کے سہارے سے لایا جاتا تھا حتی کہ وہ صف میں شامل ہو جاتا۔ اور جو شخص وضو کرتا ہے اور وضو اچھی طرح بنا سنوار کر کرتا ہے پھر مسجد کی طرف روانہ ہوتا ہے اور اس میں (پہنچ کر) نماز پڑھتا ہے تو وہ جو قدم بھی طے کرتا ہے اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند فرماتا ہے اور ایک غلطی

٧٧٧ـ [حسن] أخرجه أحمد: ١/ ٣٨٢ من حديث إبراهيم به * وإبراهيم بن مسلم الهجري ضعيف الحديث كما في التهذيب وغيره، ولكن تابعه علي بن الأقمر عند أحمد: ١/ ٤١٤، ٤١٥.

معاف فرماتا ہے۔

فوائد و مسائل: ① یہ حدیث موقوف ہے، یعنی رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نہیں بلکہ ایک صحابی (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) کے متعدد فرامین ہیں لیکن انھوں نے جو باتیں فرمائی ہیں، وہ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہ کر ہی سیکھی ہیں۔ خصوصاً آخری مسئلہ گزشتہ احادیث میں رسول اللہ ﷺ کے ارشاد مبارک کے طور پر بھی بیان ہو چکا ہے۔ ② حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی نظر میں صحیح مسلمان وہ ہے جو مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کا عادی ہو۔ ورنہ مرنے کے بعد جب وہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوگا تو مسلم کی حیثیت سے پیش نہیں ہوگا۔ ③ [سُنَنُ الْهُدٰى] ''ہدایت کے کام'' سُنَن، سُنَّة کی جمع ہے، اس کا مطلب وہ راستہ ہے جس پر بہت لوگ چلتے ہوں۔ اس لیے یہ لفظ رسم و رواج کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ نماز باجماعت مسلمانوں کی علامت اور شعار ہے اور مسجد کا وجود ثابت کرتا ہے کہ اس بستی میں مسلمان رہائش پذیر ہیں۔ اگر نماز باجماعت کا رواج ختم ہو جائے تو مسلم اور غیر مسلم آبادی میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا۔ ④ چونکہ نماز باجماعت اسلام کی علامت ہے، اس لیے مومن اس میں کوتاہی نہیں کر سکتا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی نظر میں باجماعت نماز کی اہمیت سب سے بڑھ کر تھی۔ اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے گورنروں کو تحریری طور پر جو ہدایات جاری کی تھیں ان میں فرمایا تھا: [إِنَّ أَهَمَّ أَمْرِكُمْ عِنْدِي الصَّلَاةُ......] ''میری نظر میں تمھارا سب سے اہم کام نماز ہے۔ جو شخص نماز کی محافظت کرتا ہے، وہ اپنے دین کو محفوظ کر لیتا ہے۔ اور جو شخص اسے ضائع کر دیتا ہے وہ دوسرے فرائض میں زیادہ کوتاہی کا مرتکب ہوتا ہے۔'' (موطأ للإمام مالك، باب وقوت الصلوة، حديث:٦) ⑤ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا نماز باجماعت میں شریک ہونے کے لیے اہتمام بھی ثابت کرتا ہے کہ ان کے نزدیک کسی شدید عذر کے بغیر نماز باجماعت سے پیچھے رہنا جائز نہ تھا۔ اس لیے جو بیمار آدمی چل کر مسجد میں نہیں آ سکتا تھا وہ دوسروں کے سہارے مسجد میں آتا تھا لیکن گھر میں نماز نہیں پڑھتا تھا۔ ⑥ اس میں سنت کی پیروی کی ترغیب ہے کیونکہ سنت سے گریز گمراہی کا باعث ہے۔

٧٧٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ يَزِيدَ ابْنِ إِبْرَاهِيمَ التُّسْتَرِيُّ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ الْمُوَفَّقِ أَبُو الْجَهْمِ: حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ مَرْزُوقٍ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ إِلَى الصَّلَاةِ فَقَالَ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِحَقِّ

٧٧٨- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص نماز کے لیے گھر سے نکلا اور یہ دعا پڑھی، اللہ تعالیٰ اپنے چہرۂ مبارک سے اس کی طرف توجہ فرماتا ہے اور ستر ہزار فرشتے اس کے حق میں بخشش کی دعا کرتے ہیں۔'' (دعا یہ ہے:) [اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِحَقِّ السَّائِلِينَ عَلَيْكَ، وَ أَسْأَلُكَ

٧٧٨- [إسناده ضعيف] وقال البوصيري: "هٰذا إسناد مسلسل بالضعفاء، عطية هو العوفي (ح:٣٧)، وفضيل بن مرزوق، والفضل بن الموفق كلهم ضعفاء".

السَّائِلِينَ عَلَيْكَ، وَأَسْأَلُكَ بِحَقِّ مَمْشَايَ هٰذَا، فَإِنِّي لَمْ أَخْرُجْ أَشَراً وَلاَ بَطَراً وَلاَ رِيَاءً وَلاَ سُمْعَةً، وَخَرَجْتُ اتِّقَاءَ سُخْطِكَ وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِكَ، فَأَسْأَلُكَ أَنْ تُعِيذَنِي مِنَ النَّارِ وَأَنْ تَغْفِرَ لِي ذُنُوبِي، إِنَّهُ لاَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ أَقْبَلَ اللهُ عَلَيْهِ بِوَجْهِهِ، وَاسْتَغْفَرَ لَهُ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ».

بِحَقِّ مَمْشَايَ هٰذَا فَإِنِّي لَمْ أَخْرُجْ أَشَرًا وَ لَا بَطَرًا ، وَ لَا رِيَاءً وَ لَا سُمْعَةً ، وَ خَرَجْتُ اتِّقَاءَ سُخْطِكَ وَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِكَ ، فَأَسْأَلُكَ أَنْ تُعِيذَنِي مِنَ النَّارِ وَ أَنْ تَغْفِرَلِي ذُنُوبِي ، إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ]

''اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں' مانگنے والوں کے تجھ پر حق کی وجہ سے' اور میں (نماز کے لیے) اپنے اس چلنے کے وسیلہ سے تجھ سے سوال کرتا ہوں' میں نہ فخر کرتے ہوئے نکلا ہوں' نہ اتراتے ہوئے' نہ ریا کاری کے لیے' نہ شہرت کے لیے' میں تو تیری ناراضی سے بچنے کے لیے' اور تیری رضا کے حصول کے لیے نکلا ہوں' میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے جہنم سے پناہ دے دے' اور میرے گناہ معاف فرما دے' تیرے سوا گناہوں کو یقیناً کوئی نہیں بخش سکتا۔''

٧٧٩- حَدَّثَنَا رَاشِدُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ رَاشِدٍ الرَّمْلِيُّ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، إِسْمَاعِيلَ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ سُمَيٍّ، مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الْمَشَّاءُونَ إِلَى الْمَسَاجِدِ فِي الظُّلَمِ، أُولٰئِكَ الْخَوَّاضُونَ فِي رَحْمَةِ اللهِ».

٧٧٩- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اندھیروں میں مسجدوں کی طرف زیادہ چل کر جانے والے ہی اللہ کی رحمت میں غوطہ زن ہوتے ہیں۔''

٧٨٠- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ

٧٨٠- حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت

٧٧٩ـ [إسناده ضعيف] وقال البوصيري: "هٰذا إسناد ضعيف، أبورافع أجمعوا على ضعفه، والوليد بن مسلم مدلس (تقدم، ح: ٢٥٥)، وقد عنعنه".

٧٨٠ـ [إسناده حسن] أخرجه ابن خزيمة: ٢/ ٣٧٧، ح: ١٤٩٨ في صحيحه عن الحلبي به * الشيرازي وثقه العجلي، وابن خزيمة، والحلبي، فحديثه لا ينزل عن درجة الحسن.

الْحَلَبِيُّ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْحَارِثِ الشِّيرَازِيُّ: حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ التَّمِيمِيُّ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لِيَبْشَرِ الْمَشَّاءُونَ فِي الظُّلَمِ إِلَى الْمَسَاجِدِ بِنُورٍ تَامٍّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ».

ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اندھیروں میں (مسجدوں کی طرف) بکثرت چلنے والوں کے لیے قیامت کے دن مکمل نور کی خوشخبری ہے۔''

فائدہ: قیامت کے دن کا ایک مرحلہ وہ بھی ہے جب انسان مکمل اندھیرے میں ہوں گے۔ اس وقت مومنوں کا سفران کے ایمان اور عمل صالح کی روشنی میں طے ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿نُورُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ بِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْلَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (التحریم:۸) ''ان کا نوران کے آگے آگے اور دائیں طرف دوڑ رہا ہوگا۔ وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمارا نور مکمل فرمادے اور ہماری مغفرت فرما' یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے۔'' جب کہ کافر اس نور سے محروم ہوں گے۔ منافقوں کو شروع میں نور ملے گا جو کچھ فاصلہ طے ہونے کے بعد بجھ جائے گا۔ جو نیک اعمال اس نور کی تکمیل کا باعث ہیں ان میں ایک عمل یہ بھی ہے کہ نماز باجماعت کے لیے جاتے وقت راستے کی تاریکی کی پروانہ کی جائے۔

٧٨١- حَدَّثَنَا مَجْزَأَةُ بْنُ سُفْيَانَ بْنِ أَسِيدٍ، مَوْلَى ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الصَّائِغُ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «بَشِّرِ الْمَشَّائِينَ فِي الظُّلَمِ إِلَى الْمَسَاجِدِ بِالنُّورِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ».

۷۸۱- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اندھیروں میں مسجدوں کی طرف زیادہ چلنے والوں کو قیامت کے دن مکمل نور کے حصول کی خوشخبری دے دو۔''

(المعجم ١٥) - بَاب: الْأَبْعَدُ فَالْأَبْعَدُ مِنَ الْمَسْجِدِ أَعْظَمُ أَجْرًا (التحفة ٣٥)

باب: ۱۵- مسجد میں زیادہ دور سے آنے والوں کا ثواب زیادہ ہے

٧٨٢- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ:

۷۸۲- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول

٧٨١ـ [حسن] * الصائغ مجهول وتلميذه مستور، والحديث السابق شاهد له، وضعفه البوصيري.

٧٨٢ـ [إسناده حسن] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب ماجاء في فضل المشي إلى الصلاة، ح: ٥٥٦ من حديث ابن أبي ذئب به، وصححه الحاكم، والذهبي.

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ مِهْرَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الأَبْعَدُ فَالأَبْعَدُ مِنَ الْمَسْجِدِ أَعْظَمُ أَجْراً».

اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو مسجد سے زیادہ دور ہو' پھر جو اس سے بھی زیادہ دور ہو' تو اس کا ثواب پہلے شخص سے بھی زیادہ ہے۔''

فوائد و مسائل: ① اس میں ان لوگوں کے لیے نماز باجماعت کی ترغیب ہے جن کی رہائش مسجد سے دور ہو۔ ② نیکی کے کاموں میں اگر کچھ مشقت اور مشکل پیش آئے تو اس سے گھبرانا نہیں چاہیے کیونکہ مشقت برداشت کرنے والے کو ثواب بھی زیادہ حاصل ہوگا۔ ③ اپنے آپ کو خواہ مخواہ مشقت میں ڈالنا' شریعت میں مطلوب نہیں' تاہم شریعت کی آسانی کے نام سے بے عملی اور سستی کا رویہ اختیار کرنا بھی درست نہیں۔ افراط و تفریط سے بچ کر اعتدال کے راستہ پر قائم رہنا چاہیے۔

٧٨٣- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ: حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ الْمُهَلَّبِيُّ: حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الأَحْوَلُ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ، عَنْ أُبَيِّ ابْنِ كَعْبٍ قَالَ: كَانَ رَجُلٌ مِنَ الأَنْصَارِ، بَيْتُهُ أَقْصَى بَيْتٍ بِالْمَدِينَةِ، وَكَانَ لاَ تُخْطِئُهُ الصَّلاَةُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، قَالَ، فَتَوَجَّعْتُ لَهُ، فَقُلْتُ: يَافُلاَنُ! لَوْ أَنَّكَ اشْتَرَيْتَ حِمَاراً يَقِيكَ الرَّمَضَ، وَيَرْفَعُكَ مِنَ الْوَقَعِ وَيَقِيكَ هَوَامَّ الأَرْضِ فَقَالَ: وَاللهِ مَا أُحِبُّ أَنَّ بَيْتِي بِطُنُبِ بَيْتِ مُحَمَّدٍ ﷺ. قَالَ، فَحَمَلْتُ بِهِ حِمْلاً حَتَّى أَتَيْتُ [بَيْتَ] النَّبِيِّ ﷺ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ، فَدَعَاهُ فَسَأَلَهُ، فَذَكَرَ لَهُ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَذَكَرَ أَنَّهُ يَرْجُو فِي أَثَرِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ لَكَ مَا احْتَسَبْتَ».

٧٨٣- حضرت ابی بن کعب ؓ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: ایک انصاری صحابی کا گھر مدینے میں سب سے دور تھا۔ (اس کے باوجود) اس کی کوئی نماز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (باجماعت) ادا ہونے سے نہیں رہتی تھی۔ حضرت ابی ؓ نے فرمایا: مجھے اس پر ترس آیا' میں نے کہا: فلاں صاحب! اگر آپ ایک گدھا خرید لیں تو (راستے میں) ریت کی گرمی برداشت کرنے سے' اور پتھروں سے ٹھوکر لگ جانے سے محفوظ رہیں' اور زمین کے کیڑے مکوڑوں (سانپ' بچھو وغیرہ) سے بھی بچ جائیں۔ اس نے کہا: قسم ہے اللہ کی! مجھے تو یہ بات پسند نہیں کہ میرا گھر محمد ﷺ کے گھر سے ملا ہوا ہو۔ اس کے یہ الفاظ مجھے بہت گراں محسوس ہوئے حتی کہ میں نے نبی ﷺ کے در اقدس پر حاضر ہو کر یہ بات عرض کر دی۔ نبی ﷺ نے اسے طلب فرما کر دریافت فرمایا تو اس

٧٨٣ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب فضل كثرة الخطا إلى المساجد، ح: ٦٦٣ من حديث عباد وغيره به.

نے آپ ﷺ کے سامنے بھی وہی بات کہہ دی۔ اور کہا کہ اسے اپنے قدموں کے نشانات پر ثواب کی امید ہے۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تو نے جس ثواب کی نیت کی ہے وہ تجھے مل جائے گا۔''

فوائد و مسائل: ① صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نیکیاں حاصل کرنے کا کس قدر شوق رکھتے تھے، یہ واقعہ اس کی ایک ادنیٰ مثال ہے کہ دور دراز کے راستے کی مشقت صرف اس لیے گوارا ہے کہ دور سے چل کر آنے میں ثواب زیادہ ہوگا۔ ② صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی باہمی ہمدردی بھی قابل اتباع ہے کہ ایک صحابی اپنے ساتھی کی مشقت کو اس طرح محسوس کرتا ہے گویا وہ مشقت خود اسے لاحق ہے، اس لیے اسے مناسب مشورہ دیتا ہے۔ ③ مسلمان کی خیرخواہی کا تقاضا ہے کہ اسے اچھا مشورہ دیا جائے اگرچہ اس نے مشورہ طلب نہ کیا ہو۔ ④ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے اس صحابی کی بات رسول اللہ ﷺ کو بتائی تاکہ آپ ﷺ اسے نصیحت فرمائیں، اس لیے اگر کسی کے بارے میں یہ خیال ہو کہ وہ فلاں بزرگ کی نصیحت قبول کرے گا، تو اس بزرگ کو اس ساتھی کی غلطی، اصلاح کی نیت سے بتا دینا جائز ہے، البتہ اسے ذلیل کرنے کی نیت سے بتانا درست نہیں۔ ⑤ کسی کی شکایت پہنچے تو تحقیق کیے بغیر اس کے بارے میں کوئی نامناسب رائے قائم نہیں کرنی چاہیے۔ بہتر ہے کہ خود نامناسب الفاظ کہنے والے سے دریافت کر لیا جائے کہ اس کا ان الفاظ سے کیا مطلب ہے؟ ⑥ مومن کی اچھی نیت ثواب کا باعث ہے۔

٧٨٤- حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى، مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: أَرَادَتْ بَنُو سَلِمَةَ أَنْ يَتَحَوَّلُوا مِنْ دِيَارِهِمْ إِلَى قُرْبِ الْمَسْجِدِ، فَكَرِهَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُعْرُوا الْمَدِينَةَ، فَقَالَ: «يَا بَنِي سَلِمَةَ! أَلاَ تَحْتَسِبُونَ آثَارَكُمْ؟» فَأَقَامُوا.

۷۸۴- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: قبیلۂ بنوسلمہ کے افراد نے چاہا کہ اپنی موجودہ رہائش ترک کر کے مسجد کے قریب منتقل ہو جائیں۔ نبی ﷺ کو یہ بات اچھی نہ لگی کہ وہ مدینہ کے اطراف کو خالی چھوڑ دیں، اس لیے آپ نے فرمایا: ''اے بنوسلمہ! کیا تمھیں اپنے قدموں سے ثواب کی امید نہیں؟'' چنانچہ وہ لوگ (وہیں) اقامت پذیر رہے۔

فوائد و مسائل: ① رسول اللہ ﷺ نے انھیں مسجد نبوی کے قریب رہائش اختیار کرنے سے منع فرمایا تاکہ شہر کی سرحدیں محفوظ رہیں اور دشمن اچانک حملہ نہ کر سکیں۔ ② بنوسلمہ کا مقصد بھی نیک تھا لیکن ان کے رہائش تبدیل نہ کرنے میں مسلمانوں کا اجتماعی فائدہ تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انفرادی مفاد پر اجتماعی فائدے کو فوقیت حاصل ہے

٧٨٤ـ أخرجه البخاري، الأذان، باب احتساب الآثار، ح: ٦٥٥، ٦٥٦، ١٨٨٧ من حديث حميد به، وله شواهد عند مسلم، المساجد، باب فضل كثرة الخطا إلى المساجد، ح: ٦٦٥ وغيره.

بشرطیکہ اس سے کوئی بڑی خرابی لازم نہ آتی ہو۔③ مسجد سے دور رہنے والوں کو بھی نماز باجماعت میں شریک ہونا لازم ہے ورنہ رسول اللہ ﷺ انھیں گھروں میں نماز پڑھنے کی اجازت دے دیتے۔

٧٨٥- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَتِ الْأَنْصَارُ بَعِيدَةً مَنَازِلُهُمْ مِنَ الْمَسْجِدِ. فَأَرَادُوا أَنْ يَقْتَرِبُوا فَنَزَلَتْ: ﴿وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ﴾ قَالَ، فَثَبَتُوا.

۷۸۵- حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے' انھوں نے فرمایا: انصار (میں سے بعض حضرات) کے گھر مسجد سے دور تھے۔ انھوں نے قریب آنا چاہا تو یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ﴾ ''جو کچھ انھوں نے آگے بھیجا' ہم وہ بھی لکھ لیتے ہیں اور ان کے نشانات بھی لکھتے ہیں۔'' چنانچہ وہ لوگ (وہیں) ٹھہرے رہے۔

فائدہ: اہل عزیمت کے لیے مسجد سے دور رہنا افضل ہے لیکن عام لوگ جو نماز کا اس قدر اہتمام کرنے کے عادی نہ ہوں' ان کے لیے مسجد کے قریب رہنا بہتر ہے تاکہ فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کا ارتکاب نہ ہو جائے۔

(المعجم ١٦) - بَابُ فَضْلِ الصَّلَاةِ فِي جَمَاعَةٍ (التحفة ٣٦)

باب:١٦-نماز باجماعت کی فضیلت

٧٨٦- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي جَمَاعَةٍ، تَزِيدُ عَلَى صَلَاتِهِ فِي بَيْتِهِ وَصَلَاتِهِ فِي سُوقِهِ، بِضْعاً وَعِشْرِينَ دَرَجَةً».

۷۸۶- حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آدمی کی جماعت کے ساتھ پڑھی ہوئی نماز اس کے گھر یا بازار میں پڑھی ہوئی نماز سے بیس سے زیادہ درجے افضل ہے۔''

فوائد و مسائل: ① دنیا میں ہمیں عمل کی جو مہلت ملی ہے' وہ بہت مختصر سی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ اس نے بعض اعمال کا ثواب بہت زیادہ رکھا ہے۔ ہمیں اللہ کی اس رحمت سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور زیادہ سے زیادہ

٧٨٥ـ [حسن] أخرجه ابن جرير في تفسيره من حديث إسرائيل به، وسنده ضعيف، وضعفه البوصيري، وانظر، ح:١٧١ لعلته، وله طريق آخر، ضعيف شاذ عند الطبراني في الكبير، وللحديث شواهد عند مسلم، ح:٦٦٥، والبزار، وابن أبي حاتم وغيرهم، انظر سنن الترمذي بتحقيقي، ح:٣٢٢٦.

٧٨٦ـ أخرجه البخاري، الصلاة، باب الصلاة في مسجد السوق، ح:٤٧٧، ومسلم، المساجد، باب فضل صلاة الجماعة وبيان التشديد . . . الخ، ح:٦٤٩ من حديث أبي معاوية به مطولاً ومختصرًا.

ثواب حاصل کرنے کے لیے نماز ہمیشہ باجماعت ادا کرنی چاہیے۔② اس حدیث میں [بِضْعًا وَ عِشْرِيْنَ] کا لفظ ہے۔ بِضْع کا لفظ تین سے نو تک بولا جاتا ہے۔ اس کی وضاحت اگلی حدیثوں سے ہوتی ہے' جن میں ''پچیس گنا'' اور ''ستائیس گنا'' کے الفاظ وارد ہیں۔③ اس عدد کا مطلب یہ ہے کہ ثواب اس حد تک پہنچ سکتا ہے۔ اگر نماز میں توجہ' خشوع وخضوع اور اطمینان میں نقص ہوگا تو ثواب میں بھی کمی ہو جائے گی۔

٧٨٧- حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ، مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الْعُثْمَانِيُّ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «فَضْلُ الْجَمَاعَةِ عَلٰى صَلَاةِ أَحَدِكُمْ وَحْدَهُ خَمْسٌ وَعِشْرُونَ جُزْءاً».

۷۸۷- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نماز باجماعت تم میں سے کسی اکیلے کی نماز سے پچیس حصے افضل ہے۔''

٧٨٨- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا أَبُومُعَاوِيَةَ، عَنْ هِلَالِ بْنِ مَيْمُونٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي جَمَاعَةٍ تَزِيدُ عَلٰى صَلَاتِهِ فِي بَيْتِهِ خَمْساً وَعِشْرِينَ دَرَجَةً».

۷۸۸- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آدمی کا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا' گھر میں نماز پڑھنے سے پچیس درجے زیادہ (اجر وثواب کا باعث) ہے۔''

٧٨٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عُمَرَ رُسْتَهْ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي جَمَاعَةٍ تَفْضُلُ عَلٰى صَلَاةِ الرَّجُلِ

۷۸۹- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آدمی کا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا' آدمی کے اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس درجے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔''

٧٨٧ـ أخرجه البخاري، التفسير، باب قوله "إن قرآن الفجر كان مشهودًا" ح: ٤٧١٧، ومسلم، المساجد، باب فضل صلاة الجماعة . . . الخ، ح: ٦٤٩ وغيرهما من طرق عن الزهري به باختلاف يسير.

٧٨٨ـ [صحيح] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب ما جاء في فضل المشي إلى الصلاة، ح: ٥٦٠ من حديث أبي معاوية به، وصححه ابن حبان، والحاكم، والذهبي.

٧٨٩ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب فضل صلاة الجماعة . . . الخ، ح: ٦٥٠ من حديث يحيى القطان به.

وَحْدَهُ بِسَبْعٍ وَعِشْرِينَ دَرَجَةً».

فائدہ: جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے پچیس نمازوں کا ثواب ملتا ہے یا ستائیس نمازوں کا؟ دونوں مفہوم کی احادیث مروی ہیں۔ اس کے بارے میں علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ اس کا تعلق نماز کی ادائیگی عمدہ ہونے' خشوع و خضوع اور آداب وشرائط کے ساتھ ادا کرنے سے ہے۔ کسی کو پچیس گنا ثواب ملتا ہے اور کسی کو ستائیس گنا۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے پچیس گنا ثواب کا وعدہ فرمایا تو نبیٔ اکرم ﷺ نے اس کے مطابق امت کو بتا دیا۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے ثواب میں اضافہ کر کے ستائیس گنا کر دیا تو نبی ﷺ نے اس کے مطابق خبر دے دی۔ واللہ اعلم.

٧٩٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ: حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَصِيرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «صَلاَةُ الرَّجُلِ فِي جَمَاعَةٍ تَزِيدُ عَلَى صَلاَةِ الرَّجُلِ وَحْدَهُ أَرْبَعاً وَعِشْرِينَ أَوْ خَمْساً وَعِشْرِينَ دَرَجَةً».

٧٩٠- حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آدمی کا جماعت سے نماز پڑھنا' آدمی کے اکیلے نماز پڑھنے سے چوبیس یا پچیس درجے زیادہ (ثواب کا باعث) ہوتا ہے۔''

(المعجم ١٧) - بَابُ التَّغْلِيظِ فِي التَّخَلُّفِ عَنِ الْجَمَاعَةِ (التحفة ٣٧)

باب:١٧- نماز باجماعت سے پیچھے رہ جانا سخت گناہ ہے

٧٩١- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ بِالصَّلاَةِ فَتُقَامَ، ثُمَّ آمُرَ رَجُلاً فَيُصَلِّيَ بِالنَّاسِ، ثُمَّ أَنْطَلِقَ بِرِجَالٍ مَعَهُمْ حُزَمٌ مِنْ

٧٩١- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے ارادہ کیا تھا کہ نماز کی اقامت کہلواؤں' پھر کسی آدمی کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے' پھر جو لوگ نماز میں حاضر نہیں ہوتے' ان کے پاس کچھ مردوں کو لکڑی کے گٹھوں کے ساتھ لے جاؤں اور ان (پیچھے رہ جانے والوں) کو گھروں سمیت آگ

٧٩٠ـ [حسن] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب في فضل صلاة الجماعة، ح: ٥٥٤ من حديث شعبة عن أبي إسحاق به، وصححه ابن خزيمة، وابن حبان، وابن معين، وابن المديني، والذهلي وغيرهم، أخرجه النسائي، ح: ٨٤٤ من حديث شعبة عن أبي إسحاق به.

٧٩١ـ [صحيح] أخرجه أبوداود، الصلاة، باب التشديد في ترك الجماعة، ح: ٥٤٨ من حديث أبي معاوية به، وهو حديث متفق عليه عن الأعمش به، والبخاري، ح: ٦٥٧، ومسلم، ح: ٦٥١.

حَطَبٍ إِلٰى قَوْمٍ لاَ يَشْهَدُونَ الصَّلاَةَ، فَأُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوتَهُمْ بِالنَّارِ». | سے جلا دوں۔“

فوائد و مسائل: ① اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مردوں کے لیے نماز باجماعت میں حاضری ضروری ہے کیونکہ نفلی نیکی ادا نہ کرنے پر سزا نہیں دی جاتی۔ ② مجرموں پر اچانک چھاپہ مارنا اور انھیں گھر سے نکلنے پر مجبور کرنا جائز ہے۔ ③ یہ سختی ان لوگوں کے لیے ہے جو بلا عذر جماعت ترک کرتے ہیں کیونکہ بارش وغیرہ کے موقع پر خود رسول اللہ ﷺ نے مؤذن سے کہلوایا تھا: [أَلَا صَلُّوا فِي الرِّحَالِ] ”اپنے خیموں یا گھروں میں نماز پڑھ لو۔“ (صحيح البخاري، الأذان، باب الرخصة في المطر والعلة أن يصلي في رحله، حديث:٦٦٦) ④ رسول اللہ ﷺ نے اس ارادے پر اس لیے عمل نہیں فرمایا کہ گھروں میں عورتیں اور بچے بھی ہوتے ہیں جن پر نماز باجماعت میں حاضری ضروری نہیں۔ ⑤ اگرچہ نماز باجماعت سے بلا عذر پیچھے رہنا سخت گناہ ہے، تاہم جو شخص عذر کی وجہ سے یا بلا عذر پیچھے رہ جائے، اس کی نماز اکیلے ہو جائے گی کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم نہیں دیا کہ ایسا شخص ضرور کسی اور شخص کو ساتھ ملا کر جماعت سے نماز ادا کرے، البتہ اگر وہ کسی کے ساتھ مل کر باجماعت نماز ادا کرے تو اکیلے نماز پڑھنے کی نسبت ثواب زیادہ ہوگا۔

٧٩٢- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ زَائِدَةَ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي رَزِينٍ، عَنِ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ قَالَ، قُلْتُ لِلنَّبِيِّ ﷺ: إِنِّي كَبِيرٌ، ضَرِيرٌ، شَاسِعُ الدَّارِ، وَلَيْسَ لِي قَائِدٌ يُلاَوِمُنِي، فَهَلْ تَجِدُ مِنْ رُخْصَةٍ؟ قَالَ: «هَلْ تَسْمَعُ النِّدَاءَ؟» قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: «مَا أَجِدُ لَكَ رُخْصَةً».

٧٩٢- حضرت ابن ام مکتوم ؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں نے نبی ﷺ سے عرض کیا: میں بوڑھا اور نابینا ہوں، میرا گھر دور ہے اور کوئی میری مرضی کے مطابق مجھے (مسجد میں) لانے والا نہیں، تو کیا مجھے (جماعت کے بغیر گھر میں نماز پڑھنے کی) اجازت مل سکتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تم اذان سنتے ہو؟“ میں نے کہا: جی ہاں، فرمایا: ”تم کو (نماز باجماعت سے پیچھے رہنے کی) کوئی اجازت نہیں۔“

فوائد و مسائل: ① ہمارے فاضل محقق ؒ مذکورہ حدیث کی بابت لکھتے ہیں کہ یہ روایت سنداً ضعیف ہے لیکن صحیح مسلم کی روایت (۶۵۳) اس سے کفایت کرتی ہے۔ تفصیل کے لیے حدیث کی تحقیق و تخریج ملاحظہ فرمائیں۔ نیز دیگر محققین نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (الموسوعة الحديثية مسند الإمام أحمد: ۲۴۳/۲۴، ۲۴۴، ۲۵۵) ② اس حدیث سے نماز باجماعت کی اہمیت واضح ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابن

٧٩٢ـ [إسناده ضعيف] أخرجه أبوداود، الصلاة، الباب السابق، ح: ٥٥٢ من حديث عاصم بن بهدلة به * أبورزين عن ابن أم مكتوم مرسل، وحديث مسلم، ح: ٦٥٣، وأبي داود: ٣/ ٥٥٢ يغني عنه.

ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو جماعت کے بغیر نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دی' حالانکہ ان کے متعدد عذر موجود تھے: (ا) وہ معمر تھے' (ب) نابینا تھے۔ (ج) ان کا گھر دور تھا۔ (د) ان کے گھر کا کوئی فرد ایسا نہیں تھا جو انھیں مسجد میں لانے کا فرض مستقل طور پر انجام دے سکے۔ (ھ) جو شخص انھیں مسجد میں لاتا تھا' وہ بھی ان کی مرضی کے مطابق خدمت انجام نہیں دیتا تھا' بلکہ اپنی سہولت کو زیادہ مدنظر رکھتا تھا۔ [لَيْسَ لِي قَائِدٌ يُلَاوِمُنِي] ''کوئی میری مرضی کے مطابق لانے والا نہیں۔'' کا یہی مطلب ہے۔ (و) ان کے گھر اور مسجد کے درمیان نشیبی علاقہ تھا' جس میں بارش کے موقع پر پانی جمع ہو جاتا تھا۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے: (صلاة الجماعة' أهميتها و فضلها۔ تصنیف: ڈاکٹر فضل الٰہی۔) ③ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو جماعت سے پیچھے رہنے کی اجازت نہیں دی تاکہ انھیں زیادہ سے زیادہ ثواب ملے۔ اس کا مقصد ترغیب تھا ورنہ نابینا آدمی اگر مسجد میں آنے میں دشواری محسوس کرے تو اسے گھر میں نماز پڑھنا جائز ہے جیسے کہ نبی ﷺ نے حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کو اجازت دے دی تھی۔ دیکھیے: (سنن ابن ماجه' حدیث: ۷۵۴) ④ رسول اللہ ﷺ نے ان سے اذان کے متعلق پوچھا کہ آواز پہنچتی ہے یا نہیں؟ اس سے اشارہ ملتا ہے کہ جو شخص آبادی سے دور قیام پذیر ہو' جہاں عام طور پر اذان کی آواز نہیں پہنچتی' وہ وہیں نماز ادا کر سکتا ہے۔

۷۹۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ بَيَانٍ الْوَاسِطِيُّ: أَنْبَأَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ فَلَمْ يَأْتِهِ، فَلَا صَلَاةَ لَهُ إِلَّا مِنْ عُذْرٍ».

۷۹۳- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اذان سن کر (نماز کے لیے مسجد میں) نہیں آتا' اس کی کوئی نماز نہیں' سوائے کسی عذر کی صورت کے۔''

فائدہ: نماز نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اسے نماز کا پورا ثواب نہ ملے گا یا وہ اس کی برکات سے محروم رہے گا۔

۷۹٤- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ الدَّسْتَوَائِيِّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ مِينَاءَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ، وَابْنُ عُمَرَ أَنَّهُمَا سَمِعَا النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ عَلَى أَعْوَادِهِ: «لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ عَنْ وَدْعِهِمُ الْجَمَاعَاتِ، أَوْ لَيَخْتِمَنَّ

۷۹٤- حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے' انھوں نے نبی ﷺ کو منبر پر یہ فرماتے سنا: ''لوگوں کو جماعت ترک کرنے سے باز آ جانا چاہیے ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر ضرور مہر لگا دے گا' پھر وہ ضرور غافلوں میں شامل ہو جائیں گے۔''

۷۹۳ـ [صحيح] أخرجه ابن حبان، ح: ٤٢٦ من حديث عبدالحميد بن بيان به * وهشيم صرح بالسماع عند بحشل في تاريخ واسط (ص ٢٠)، وصححه، والحاكم، والذهبي، وله طريق آخر عند أبي داود، ح: ٥٥١، وإسناده ضعيف.

۷۹٤ـ أخرجه مسلم، الجمعة، باب التغليظ في ترك الجمعة، ح: ٨٦٥ من حديث الحكم به.

اللهُ عَلٰى قُلُوبِهِمْ، ثُمَّ لَيَكُونُنَّ مِنَ الْغَافِلِينَ».

فوائد و مسائل: ① بعض افراد کی غلطی کو سب کے سامنے بیان کرنے سے مقصد یہ ہے کہ دوسرے لوگ ان کی غلطی کو اختیار نہ کریں اور سب لوگ متنبہ ہو جائیں۔ ② کسی کا نام لیے بغیر غلطی پر تنبیہ کرنے کا مقصد یہ ہے کہ انھیں اپنی غلطی کا احساس بھی ہو جائے اور ان کی عزت بھی محفوظ رہے۔ ③ بعض گناہوں کی وجہ سے دلوں پر مہر بھی لگ سکتی ہے جس کے نتیجے میں آئندہ نیکیوں کی توفیق سلب ہو سکتی ہے۔ ④ نماز با جماعت کا ترک اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس کی سزا دنیا ہی میں دل پر مہر لگ جانے کی صورت میں مل سکتی ہے۔ ⑤ غفلت سے مراد یہ ہے کہ انسانوں کو اپنے فائدے کا احساس اور شوق باقی نہ رہے اور اپنے نقصان کا احساس اور اس سے خوف باقی نہ رہے۔ یہ ایک بہت بڑی روحانی بیماری ہے جس کی وجہ سے خطرہ ہے کہ انسان نیکی اور بدی کا شعور ہی کھو بیٹھے اور آخر کار جہنم میں جا پہنچے۔ أعاذنا الله من ذٰلك.

٧٩٥- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْهُذَلِيُّ الدِّمَشْقِيُّ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الزِّبْرِقَانِ ابْنِ عَمْرٍو الضَّمْرِيِّ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَيَنْتَهِيَنَّ رِجَالٌ عَنْ تَرْكِ الْجَمَاعَةِ، أَوْ لَأُحَرِّقَنَّ بُيُوتَهُمْ».

٧٩٥- حضرت اسامہ بن زید ؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں کو چاہیے کہ جماعت ترک کرنے سے باز آ جائیں ورنہ میں ضرور ان کے گھروں کو آگ لگا دوں گا۔''

فائدہ: رسول اللہ ﷺ نے اس ارادے پر عمل نہیں فرمایا کیونکہ گھروں میں عورتیں اور بچے ہوتے ہیں جن پر جماعت میں حاضری فرض نہیں۔ ان کا لحاظ رکھتے ہوئے آپ ﷺ نے درگزر فرمایا لیکن جماعت سے پیچھے رہنا رسول اللہ ﷺ کی ناراضی کا باعث تو ہے ہی، چنانچہ اسے ایک کبیرہ گناہ شمار کیا جا سکتا ہے۔

(المعجم ١٨) - بَابُ صَلَاةِ الْعِشَاءِ وَالْفَجْرِ فِي جَمَاعَةٍ (التحفة ٣٨)

باب: ١٨- نماز عشاء اور نماز فجر با جماعت ادا کرنے کی فضیلت

٧٩٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيُّ: حَدَّثَنِي عِيسَى

٧٩٦- حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ عشاء کی نماز اور فجر کی نماز میں کیا کچھ ہے۔ تو وہ ضرور ان دونوں نمازوں میں حاضر ہوں، خواہ انھیں گھسٹتے ہوئے

٧٩٥_ [صحيح] إسناده ضعيف لعلل، والحديث السابق شاهد له.

٧٩٦_ [إسناده صحيح] أخرجه النسائي في الكبرٰى، ح: ٣٨٧ من حديث يحيى بن أبي كثير به.

ابْنُ طَلْحَةَ : حَدَّثَتْنِي عَائِشَةُ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : «لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي صَلاَةِ الْعِشَاءِ وَصَلاَةِ الْفَجْرِ، لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْواً».

آنا پڑے۔''

فوائد و مسائل: ① ''کیا کچھ'' سے مراد ان نمازوں کا بہت زیادہ ثواب اور ان کی برکات ہیں۔ ② یہ برکات اور رحمتیں صرف اسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہیں کہ یہ نمازیں باجماعت ادا کی جائیں۔ ③ [حَبْوًا] کے معنی ہیں: ہاتھوں کے سہارے چلنا' یا گھٹنوں یا سرینوں کے بل گھسٹ گھسٹ کر چلنا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر لوگوں کو ان نمازوں کی اہمیت کا کماحقہ احساس ہو جائے تو کبھی ان سے غیر حاضر نہ رہیں' خواہ مسجد تک آنے میں انھیں کتنی ہی تکلیف اور مشقت برداشت کرنی پڑے۔

٧٩٧- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: أَنْبَأَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ أَثْقَلَ الصَّلاَةِ عَلَى الْمُنَافِقِينَ صَلاَةُ الْعِشَاءِ وَصَلاَةُ الْفَجْرِ، وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِيهِمَا لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْواً».

۷۹۷- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''منافقوں پر جو نمازیں سب سے بھاری ہیں' وہ عشاء کی نماز اور فجر کی نماز ہے۔ اور اگر انھیں معلوم ہوتا کہ ان میں کیا کچھ ہے تو وہ ضرور حاضر ہوتے' خواہ گھسٹ کر آنا پڑتا۔''

فوائد و مسائل: ① نیکی کے کاموں پر جسمانی راحت و آسائش کو ترجیح دینا ایمان کی کمزوری کی علامت ہے۔ مومن اللہ کی رضا کے لیے نیکی کرتا ہے' ثواب کی امید کی وجہ سے مشکل نیکی بھی اس کے لیے آسان ہوتی ہے۔ منافق ایمان سے محروم ہونے کی وجہ سے ثواب آخرت کا طلب گار نہیں ہوتا' اسے مجبوراً نماز پڑھنی پڑتی ہے تاکہ اسے مسلمان سمجھا جائے' لہٰذا نیکی کا کام اسے ایک بیگار کی طرح دشوار محسوس ہوتا ہے۔ عشاء اور فجر کی نمازوں میں چونکہ جسمانی طور پر مشقت ہے اور ان کے لیے نفس سے جہاد کرنا پڑتا ہے' اس لیے منافق ان کو زیادہ دشوار محسوس کرتے ہیں۔ ② جو شخص پابندی سے اور شوق کے ساتھ یہ نمازیں ادا کرتا ہے وہ عملی طور پر ثابت کر دیتا ہے کہ وہ نفاق سے بری ہے۔ ③ جو عبادت نفس پر زیادہ شاق ہو' اس کا ثواب زیادہ ہوتا ہے بشرطیکہ وہ خلاف سنت نہ ہو۔

٧٩٨- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ:

۷۹۸- حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے'

٧٩٧ـ أخرجه مسلم، المساجد، باب فضل صلاة الجماعة وبيان التشديد . . . الخ، ح: ٦٥١ من حديث أبي معاوية به.

٧٩٨ـ [إسناده ضعيف] وقال البوصيري: "عمارة لم يدرك أنسًا ولم يلقه"، وانظر، ح: ٧٥ لعلة أخرى.

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ [غَزِيَّةَ] عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: «مَنْ صَلَّى فِي مَسْجِدٍ جَمَاعَةً أَرْبَعِينَ لَيْلَةً، لاَ تَفُوتُهُ الرَّكْعَةُ الأُولَى مِنْ صَلاَةِ الْعِشَاءِ، كَتَبَ اللهُ لَهُ بِهَا عِتْقاً مِنَ النَّارِ».

نبی ﷺ فرمایا کرتے تھے: ''جو شخص کسی مسجد میں چالیس رات (مسلسل) باجماعت نماز ادا کرے' اس کی نماز عشاء کی پہلی رکعت (جماعت سے) نہ چھوٹے' اللہ تعالیٰ اس عمل کی وجہ سے اس کے لیے جہنم سے آزادی لکھ دیتا ہے۔''

فوائد و مسائل: ① ''چالیس رات'' سے مراد چالیس دن رات کی مسلسل مدت ہے۔ ② چالیس دن مسلسل باجماعت نماز ادا کرنے سے اس کی عادت ہو جاتی ہے' پھر آئندہ زندگی میں جماعت کی پابندی کرنے کی توفیق مل جاتی ہے جس کا نتیجہ اللہ کی رضا کا حصول اور جہنم سے آزادی ہے۔ ③ یہ روایت بعض حضرات کے نزدیک حسن ہے تاہم اس میں الفاظ: [لَا تَفُوتُهُ الرَّكْعَةُ الْأُولٰى......] ''اس کی نماز عشاء کی پہلی رکعت نہ چھوٹے۔'' ثابت نہیں' ان الفاظ کے بغیر ان کے نزدیک یہ صحیح ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (الصحيحة' رقم: ٢٦٥٢)

(المعجم ١٩) - بَابُ لُزُومِ الْمَسَاجِدِ وَانْتِظَارِ الصَّلاَةِ (التحفة ٣٩)

باب: ۱۹- مساجد میں زیادہ وقت گزارنے اور نماز کا انتظار کرنے کی فضیلت

٧٩٩- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ، كَانَ فِي صَلاَةٍ مَا كَانَتِ الصَّلاَةُ تَحْبِسُهُ، وَالْمَلاَئِكَةُ يُصَلُّونَ عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مَجْلِسِهِ الَّذِي صَلَّى فِيهِ. يَقُولُونَ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ، اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ، اللَّهُمَّ تُبْ عَلَيْهِ، مَا لَمْ يُحْدِثْ فِيهِ، مَا لَمْ يُؤْذِ فِيهِ».

۷۹۹- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی (مسلمان) جب مسجد میں داخل ہوتا ہے تو جب تک وہ نماز کی وجہ سے رکا ہوا ہے' وہ (ثواب کے لحاظ سے) نماز ہی میں (شمار) ہوتا ہے۔ اور (نماز کے بعد) جب تک وہ اس جگہ بیٹھا رہتا ہے جہاں اس نے نماز پڑھی' تب تک فرشتے اس کے حق میں دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ کہتے ہیں: اے اللہ! اس کی مغفرت فرما' اے اللہ! اس پر رحم فرما! اے اللہ! اس کی توبہ قبول فرما۔ (اس کو یہ دعائیں ملتی رہتی ہیں) جب تک وہاں اس کا وضو نہ ٹوٹ جائے اور جب

٧٩٩ـ أخرجه البخاري، الصلاة، باب الصلاة في مسجد السوق، ح: ٤٧٧ من حديث أبي معاوية به مطولاً.

تک وہ اس جگہ کسی کو تکلیف نہ دے۔‘‘

فوائد ومسائل: ① مسجد میں جماعت کھڑی ہونے سے کافی پہلے جانا چاہیے تاکہ سنتیں اور نوافل وغیرہ ادا کیے جا سکیں یا ذکر وتلاوت سے ثواب حاصل کیا جائے۔ ② فرض نماز کے انتظار میں بیٹھنے سے نماز جتنا ثواب ملتا ہے۔ اس اثنا میں کیا جانے والا ذکر اور پڑھے جانے والے نوافل مزید ثواب کا باعث ہوتے ہیں۔ ③ فرض نماز ادا کرنے کے بعد اسی مقام پر بیٹھ کر مسنون اوراد و وظائف میں مشغول رہنا بہت زیادہ اجر وثواب کا کام ہے۔ ④ باوضو رہنا ثواب اور فضیلت کا باعث ہے۔ ⑤ بُو سے جس طرح انسانوں کو تکلیف ہوتی ہے اسی طرح فرشتے بھی اس سے اذیت محسوس کرتے ہیں اس لیے بو پیدا ہونے کے بعد فرشتے نمازی کے حق میں دعا کرنا بند کر دیتے ہیں۔ ⑥ ’’جب تک تکلیف نہ دے۔‘‘ اس کا یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ زبان سے نامناسب بات کہہ کر کسی نمازی کو تکلیف نہ دے۔ بے وضو ہو جانے کی بو سے بھی نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے ممکن ہے یہی مراد ہو۔ واللہ اعلم۔

٨٠٠- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا شَبَابَةُ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَا تَوَطَّنَ رَجُلٌ مُسْلِمٌ الْمَسَاجِدَ لِلصَّلَاةِ وَالذِّكْرِ إِلَّا تَبَشْبَشَ اللهُ لَهُ كَمَا يَتَبَشْبَشُ أَهْلُ الْغَائِبِ بِغَائِبِهِمْ إِذَا قَدِمَ عَلَيْهِمْ».

٨٠٠- حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ’’جو مسلمان مرد نماز اور ذکر کے لیے مسجدوں میں پابندی سے حاضر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے ایسا خوش ہوتا ہے جس طرح مسافر کے گھر والے اس کے گھر آنے پر خوش ہوتے ہیں۔‘‘

فوائد ومسائل: ① اللہ تعالیٰ کا خوش یا ناراض ہونا اس کی صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ان صفات کے بارے میں سلف صالحین کا مسلک یہ ہے کہ ان پر بلا تاویل ایمان لایا جائے۔ نہ ان کا انکار کیا جائے اور نہ انھیں مخلوق کی صفات سے تشبیہ دی جائے۔ ② مسجد میں نماز، ذکر اور تلاوت وغیرہ جیسے نیک کاموں کے لیے جانا چاہیے۔ ایسے کاموں سے پرہیز کرنا چاہیے جو مسجد کے ادب کے منافی ہیں۔ ③ [تَوَطَّنَ] کا لفظی مطلب ہے وطن بنا لینا۔ یہاں مراد ہے پابندی سے مسجد میں حاضری دینا اور ممکن حد تک زیادہ وقت مسجد میں گزارنا۔

٨٠١- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ: حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ

٨٠١- حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ

٨٠٠ـ [إسناده صحيح] أخرجه الطيالسي، ح: ٢٣٣٤ عن ابن أبي ذئب به، وصححه ابن خزيمة، ح: ١٥٠٣، وابن حبان (الإحسان)، ح: ١٦٠٧، والحاكم: ١/ ١٣، والذهبي.

٨٠١ـ [إسناده صحيح] أخرجه أحمد: ٢/ ١٨٦، ١٨٧ من حديث حماد بن سلمة به، وصححه البوصيري، وله علة ◀◀

ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: صَلَّيْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ الْمَغْرِبَ، فَرَجَعَ مَنْ رَجَعَ، وَعَقَّبَ مَنْ عَقَّبَ، فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مُسْرِعاً، قَدْ حَفَزَهُ النَّفَسُ، وَقَدْ حَسَرَ عَنْ رُكْبَتَيْهِ، فَقَالَ: «أَبْشِرُوا، هٰذَا رَبُّكُمْ قَدْ فَتَحَ بَاباً مِنْ أَبْوَابِ السَّمَاءِ، يُبَاهِي بِكُمُ الْمَلاَئِكَةَ، يَقُولُ: انْظُرُوا إِلٰى عِبَادِي قَدْ قَضَوْا فَرِيضَةً وَهُمْ يَنْتَظِرُونَ أُخْرٰى».

مغرب کی نماز ادا کی۔ اس کے بعد جسے واپس جانا تھا' واپس چلا گیا' اور جسے بیٹھنا تھا وہ بیٹھا رہا۔ (اتنے میں) رسول اللہ ﷺ تیزی سے تشریف لائے' آپ کا سانس پھولا ہوا تھا اور آپ نے گھٹنوں سے کپڑا اٹھا رکھا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''خوش ہو جاؤ' تمھارے رب نے آسمان کا ایک دروازہ کھولا ہے اور فرشتوں کے سامنے تمھارا ذکر فخر سے کر رہا ہے۔ فرما رہا ہے: میرے بندوں کو دیکھو' انھوں نے ایک فرض ادا کیا ہے اور دوسرے فرض (کی ادائیگی کے وقت) کا انتظار کر رہے ہیں۔''

فوائد ومسائل: ① نماز کے انتظار میں مسجد میں بیٹھنا بہت عظیم عمل ہے۔ ② گھٹنا ستر میں شامل نہیں۔ ③ اللہ تعالیٰ مومن بندوں کے نیک اعمال سے خوش ہوتا ہے۔ ④ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے ہم کلام ہوتا ہے۔ کلام اللہ کی صفت ہے وہ جب چاہتا ہے جس سے چاہتا ہے کلام فرماتا ہے' قیامت کو ہر انسان سے براہ راست کلام فرمائے گا اور حساب لے گا' اہل جنت سے اپنی رضا اور خوشنودی کے اظہار کے لیے اور اہل جہنم سے اپنے غضب کے اظہار کے لیے کلام فرمائے گا۔ ⑤ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے ہم کلام اس لیے ہوتا ہے کہ انھوں ہی نے اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک روز کہا تھا کہ آدم کی اولاد تیری نافرمانی کرے گی' خون بہائے گی اور فساد برپا کرے گی۔

٨٠٢- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ: حَدَّثَنَا رِشْدِينُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ دَرَّاجٍ، عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِذَا رَأَيْتُمُ الرَّجُلَ يَعْتَادُ الْمَسَاجِدَ، فَاشْهَدُوا لَهُ بِالإِيمَانِ، قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَٰجِدَ اللَّهِ مَنْ ءَامَنَ بِٱللَّهِ﴾ الآيَةَ». [التوبة: ١٨]

٨٠٢- حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم کسی کو مسجدوں میں جاتے دیکھو تو اس کے ایمان کی گواہی دو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ......﴾ ''اللہ کی مسجدوں کو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے......''

◀◀ غير قادحة، وله شاهد عند أحمد: ٢/ ٢٠٨، وإسناده ضعيف.

٨٠٢- **[إسناده ضعيف]** أخرجه الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة التوبة، ح: [illegible]٠٩٣، وقال: "حسن غريب" ❊ دراج صدوق، وفي حديثه عن أبي الهيثم ضعف كما في التقريب وغيره، وصححه ابن حبان، وابن خزيمة، والحاكم، والذهبي.